حضرت آدمؑ سے لے کر حضور ﷺ تک تمام مشہور انبیاء کرامؑ
کے مستند حالات وواقعات اور احکام ومضامین اور علمی نکات پر مشتمل

قصص الانبیاء علیہم السلام

(جلد اول ودوم)

از

شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ

شیخ التفسیر والحدیث مسجد الحرام مکہ مکرّمہ

تدوین وتصحیح

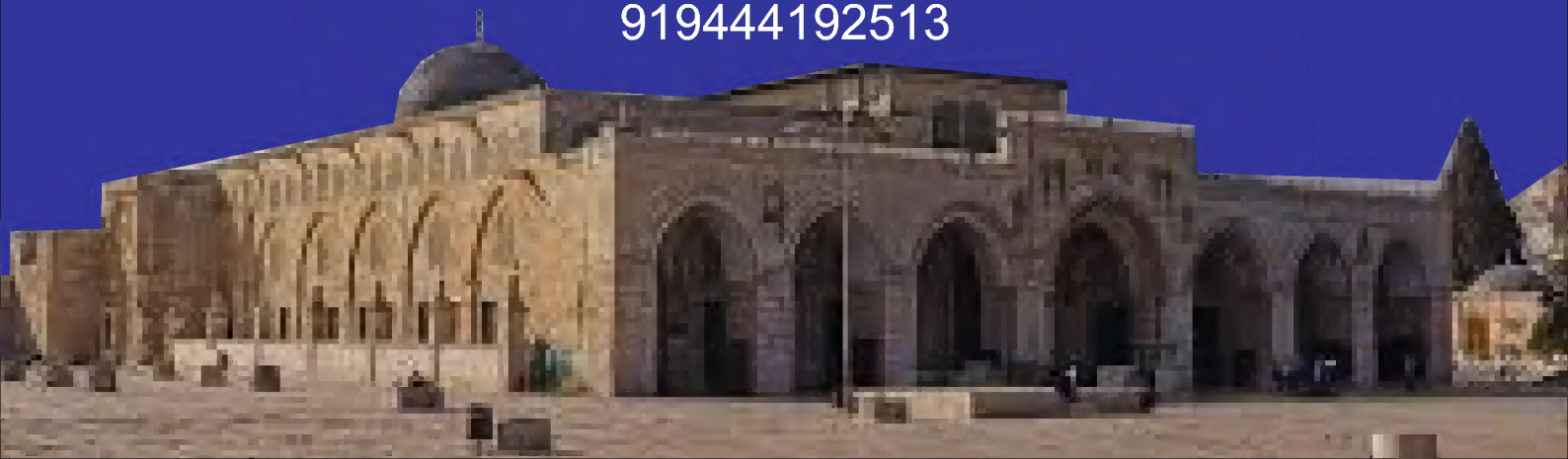
حضرت مفتی امداد اللہ انور دار المعارف ملتان

نشر وترتیب

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد۔وی

شعبۂ نشر واشاعت، انجمن قاسمیہ، پیری میٹ، چنئی۔تمل ناڈو (انڈیا)

919444192513



حضرت آدمؑ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام مشہور انبیاء کرامؑ
کے مستند حالات وواقعات اور احکام ومضامین اور علمی نکات پر مشتمل

قصص الانبیاء علیہم السلام

(جلد اول ودوم)

شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ

شیخ التفسیر والحدیث مسجد الحرام مکہ مکرّمہ

حضرت مفتی امداد اللہ انور دار المعارف ملتان

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد۔وی

شعبۂ نشر واشاعت، انجمن قاسمیہ، پیری میٹ، چنئی تمل ناڈو (انڈیا)

919444192513

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : قصص الابنیاءؑ (اول و دوم)

افادات علمیہ : شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ

مرتب تدوین و تصحیح: مفتی امداد اللہ انور ملتان

تعداد اشاعت : ایک ہزار

صفحات جلد اول : ۳۰۵

سن اشاعت : ۲۰۲۵

بار اشاعت دوم : تعداد اشاعت ایک ہزار

نشر و ترتیب : ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی ۔وی

چیرمین ۔تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو ۔انڈیا

شعبۂ نشر و اشاعت انجمن قاسمیہ، پیری میٹ، چنئی ۔تمل ناڈو (انڈیا)

کتاب حاصل کرنے کا پتہ

Anjuman-e-Qasimiyh & tanzeem Farogh-e-urdu street

E.K.Guru,21/25 Perimaet,Chennai tamil Nadu. india

anjumanqasimiyah@gmail.com

Mobail:9444192512 / 9940251340

بسم الله الرحمن الرحيم

Mohammad K.M Hijazi

(MOHAMMAD MAKKI HIJAZI)
SCHOLLAR IN MASJID EL-HARAM

محمد خير محمد حجازي

(محمد مكي حجازي)
المدرس بالمسجد الحرام

Date التاريخ ١٤٢٣/٦/١٥ هـ

اكرم / حكيم احمد ياسمي حفظه الله

سلام فرض - محبت

آپ سے عاجز کی تالیفات کو بھیجوانے کی تمنا کا نہ رہی
الحمدللہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تیار
فرما دیئے ہیں خدا نہ کرے جزل ہیں

قسم / میں اپنی تمام تالیفات کی بابت کہ آپ
اجازت دیتا ہوں اور دعا کی خیر

والسلام

فقیر حرم محمد مکی حجازی

مكة الحرمه - المملكة العربية السعودية - ص.ب ٣٧٩٩ - ت ٥٤٤٢٦٥٧ - فاكس ٥٧٤٣٩٤٢

Makkah Al Mukarramah Kingdom Of Saudi Arbia-p.o Box 3699 -tel-5442657-fax.5743942

خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی رحمتہ اللہ علیہ
جانشین حضرت حکیم الاسلامؒ
نبیرہ بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ



دارالعلوم (وقف) دیوبند

DARUL ULOOM (WAQF) DEOBAND - 247554 (U.P.) INDIA

Ref. No. ..... Dated .....

نحمدہ ونصلی

حضرت مولانا محمد خیر محمد حجازی (محمد مکی حجازی) زاداللہ علماً وشرفاً جو جید عالم دین ہیں، ان کا علمی و روحانی فیض حرم مکہ میں عرصہ دراز سے تدریسی شکل میں جاری ہے، زائرین حرم حضرت موصوف سے استفادہ کرتے رہتے ہیں، اسی وجہ سے دنیا کے کونے کونے میں ان کا یہ علمی و روحانی فیض پہنچ رہا ہے۔

حق تعالیٰ ان کے عمر و اقبال میں برکت مزید عطا فرمائے، حضرت موصوف کی بہت سی کتابیں طبع شدہ ہیں، جن کے طبع و نشر کی اجازت "انجمن قاسمیہ" پیری میٹ چینئی (مدراس) کو تحریراً عنایت فرمائی ہے۔

انجمن قاسمیہ کے ناظم مولانا تمیم احمد قاسمی ہیں جو نہایت مخلص دینی جذبہ رکھنے والے نوجوان ہیں اور مذہبی و دینی کاموں میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔

حق تعالیٰ ان کی اس مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور کتابوں کو مقبولیت تامہ ارزانی فرمائے۔ آمین

ایں جملہ از من واز جہاں آمین باد!

(مولانا) محمد سالم قاسمی (صاحب)
صدر مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
۵/صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۶/اکتوبر ۲۰۱۷ء

بقلم: محمد شاہد قاسمی
خادم خاص حضرت خطیب الاسلام مدظلہ العالی

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابوالقاسم نعمانی
مہتمم دارالعلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. .....

Date:.....

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ مدرس حرم مکی کا علمی و روحانی فیض سرزمین حرم پاک سے مدت سے جاری ہے۔ آپ کے خطبات اور مواعظ سے برصغیر کے حجاج و معتمرین خوب خوب استفادہ کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا کی متعدد دینی، علمی، تاریخی اور اصلاحی عنوانات پر کئی کتابیں طبع ہو چکی ہیں۔ یہ معلوم کرکے مسرت ہوئی کہ حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم نے مولانا تمیم احمد قاسمی ناظم "انجمن قاسمیہ" پیری میٹ چنئی (مدراس) کو اپنی جملہ مطبوعات شائع کرنے کی تحریری اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ اللہ کرے یہ عمل آسان ہو، اس طرح ہند و پاک کے مسلمانوں کو حضرت مولانا کی تصانیف سے براہ راست استفادہ کی راہ کھل جائے گی۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت محترم کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۲۵ ذوالقعدہ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۷ء

Saeed Ahmed Palanpuri
Shaikhul Hadith & Sadarul Mudarriseen
Darul Uloom Deoband

سعید احمد پالن پوری
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

Ref N. .....

Date .....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، أما بعد:

حضرت مولانا محمد مکی زید فضلہ بالیقین عالم دین ہیں، ان کی بہت سی کتابیں طبع شدہ ہیں، اور ان سے پاکستان میں اردو قارئین خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں، ان کی تفسیر بھی ہے، اور دیگر اسلامی موضوعات پر کتابیں ہیں، اب ان کو ہمارے فاضل مولانا تمیم صاحب مدراس اپنے ادارہ سے ان کو شائع کرنا چاہتے ہیں، میرے نزدیک ان کا یہ ارادہ مبارک ہے اور امید ہے کہ ہندوستان میں بھی ان کی کتابوں کا فیض عام ہوگا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں (آمین)

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دار العلوم دیوبند

۴ر صفر المظفر ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۵ر اکتوبر ۲۰۱۷ء

H.N.6 Mohalla Androon Kotla Deoband Disst. Saharanpur U.P Pin 247554
Maktaba Hijaz Urdu Bazar Sufaid Masjid Deoband Disst. Saharanpur U.P
Mob. 09412873888

UNIVERSITY OF MADRAS
ORIENTAL RESEARCH INSTITUTE
DEPARTMENT OF ARABIC, PERSIAN AND URDU
MARINA CAMPUS, CHENNAI - 600 005

Dr. K. Habeeb Ahmed, M. A. M. Phil., Ph. D.
Associate Professor & Head i/c,

Phone: 044-28449504
Cell: 9444318785 Fax: 28445517
Email: drkhazihabib@yahoo.co.in
drkhazihabib@gmail.com

اظہار طمانیت

یہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ شہرہ آفاق مفسر و محدث، مقبول مصنف، شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم کی اردو تالیفات جو برصغیر ہندو پاک میں نہایت تقدس و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور جن کے مطالعے سے عام دینی فائدہ ہو رہا ہے۔ اب ان فیوض کے جاری و ساری رہنے اور تا قیامت ان کی اشاعت اور تبلیغ کا راستہ ہموار ہو چکا ہے۔ اللہ جزائے خیر دے عزیزم جناب مولانا تمیم احمد قاسمی صاحب کو جنھوں نے حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم کی کتابیں شائع کرنے کی اجازت حاصل کرلی ہے اور آپ کی کتابیں تفسیر مکی (تین جلدوں میں)، ازواج نبی، قصص الانبیاء (دو جلدوں میں)، منہاج المسلم اور اسلام میں عورت کا مقام مولانا تمیم صاحب کی نگرانی اور اہتمام میں اشاعت پذیر ہیں۔ آپ ہمارے باصلاحیت، مستعد و متحرک طلباء میں ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ دارالعلوم، دیوبند میں دینی علوم کی کماحقہ تحصیل کے بعد آپ نے مدراس یونی ورسٹی کے شعبہ عربی، فارسی و اردو میں اردو ادبیات میں ایم۔اے اور پھر ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ اور اب کوئمبتور یونی ورسٹی، شیموگہ سے اردو ادبیات میں ڈاکٹریٹ کی اعلیٰ ڈگری کے حصول کے لئے سرگرداں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے اور شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم کے فیوض و برکات سے ہم سب کو متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قاضی حبیب احمد
۸ ربیع الاول

Dr. K. HABEEB AHMED
ASSOCIATE PROFESSOR & HEAD I/C
DEPT. OF ARABIC PERSIAN & URDU
UNIVERSITY OF MADRAS
MARINA CAMPUS, CHENNAI-600 005.

DEPT. OF ARABIC, PERSIAN & URDU
UNIVERSITY OF MADRAS
MARINA CAMPUS
CHENNAI - 5
O.R.I

Dr. V. ABDUR RAHIM
Formerly, Member, Teaching Staff,
Faculty of Arabic Language & Literature,
Islamic University,
Madinah, Saudi Arabia.
Mobile : 0500442076

الدكتور ف. عبد الرحيم
عضو هيئة التدريس بكلية اللغة
العربية بالجامعة الإسلامية
بالمدينة المنورة سابقًا

بسم الله الرحمن الرحيم

لمن يهمه الأمر

الحمد لله رب العالمين . والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

أما بعد! فإن الشيخ تميم أحمد القاسمي معلوم بنشاطه في مجال نشر كتب إسلامية مفيدة للقراء الهنود الناطقين باللغة الأردية . والكتب التي نشرها: • تفسير مكي لفضيلة الشيخ محمد مكي الحجازي حفظه الله مدرس المسجد الحرام بمكة المكرمة

- منهاج المسلم
- أزواج النبي ﷺ
- قصص الأنبياء عليهم السلام

فجزاه الله خير الجزاء. وآمل أن تستمرّ جهوده الطيبة هذه.

والله الموفق

كتبه

٠٨/٠٩/١٤٢٩

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی ایم۔اے۔ایم۔فل۔پی۔ایچ۔ڈی

Dr.மு.ப்தி தமிம் அகமது. வி

Dr. Mufti Thameem Ahmed. V M.A. M.Phil. Ph.D

Founder & Nazim,Anjuman-e- Qasimiyah(Regd) Chennai,
Chairman,Organization for Promotion of Urdu Tamil nadu India,
Active Member,Jamiat Ulame-I-Hind New Delhi, Member,Jama'athul Ulama Sabai Purasai Circle Chennai,
Member,All India Mili Council Chennai, Member. All India Media Association,
Press Member,Tamil nadu Union of Journalist, General Secretary,Human Rights International Federation Chennai District,

Date : 17-12-2024

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عالم اسلام کا مرکز محور کعبۃ اللہ مکہ مکرمہ میں ترجمان مسلک حنفی، اہلسنت والجماعت کے عالم حقانی، مفسر قرانی، محدث ربانی، خطیب زمانی، فقیہ اسلام، شیخ حرم حضرت مولانا محمد خیر محمد مکی حجازی حفظہ اللہ جن کا درس حرم مکی میں کئے سالوں سے بفضل الٰہی جاری وساری ہے، جس سے امت کا ایک جم غفیر مستفیض ہو رہا ہے، حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ کے تمام درسیات کو کتابی شکل میں طباعت و اشاعت کردی گئی ہے۔ جس کی ترتیب تدوین و تصحیح ملتان کے حضرت مولانا مفتی امداد اللہ انور صاحب مدظلہم نے انجام دی ہے۔

الحمدللہ احقر کو انڈیا میں نشر وترتیب کے لیے حضرت مکی صاحب حفظہ اللہ نے تحریری اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے۔ جن کے تعاون سے یہ تمام کتابوں کی اشاعت ہوئی ہے۔ نیز تفسیر مکی کی مزید کئی جلدوں پر کام ہو گیا ہے۔ اسکی اشاعت وطباعت کے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہے۔ جملہ احباب سے درخواست ہے کہ حضرت مکی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی صحت وعافیت کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مکی صاحب کو شفاء کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

العبد المفتقر الی اللہ الاحد

تمیم احمد غفرلہ ولوالدیہ

Address : 21/25, E.K Guru Street, Periamet, Chennai-600003 Tamilnadu India.
Email ID : drthameemahmed786@gmail.com, anjumanqasimiyah@gmail.com
Mobile No. : 94441 92513, 99402 51340.

فہرست

- قرآن کی جامعیت　　۳۴/۳۵
- ان قصص کے بیان کی وجوہات　　۳۵/۳۶
- واقعات انبیاءؑ کی حقانیت　　۳۶
- اس کتاب کی اہمیت　　۳۶/۳۸
- قرآن میں واقعات کے بیان کی وجوہات　　۳۸/۴۰

حضرت آدم علیہم السلام

- حضرت آدمؑ سے پہلے کی تاریخ　　۴۱/۴۲
- خدا کا عرش کہاں تھا　　۴۲
- آسمان وزمین کی پیدائش　　۴۲
- کس مخلوق کو کب پیدا کیا　　۴۳
- جمعہ کے دن کی فضیلت　　۴۳
- جمعہ کے دن حضرت آدم کو کس وقت پیدا کیا گیا　　۴۳/۴۴
- جنات کب پیدا ہوئے　　۴۴
- جن کو جن کیوں اور بشر کو بشر کیوں کہتے ہیں　　۴۴/۴۵

❁ جنات کا زمین میں فساد اور تباہی	۴۵
❁ فرشتوں کے سامنے تخلیق آدمؑ کا اظہار	۴۶
❁ خلیفہ کا معنی	۴۸/۴۷
❁ حضرت آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی	۴۹/۴۸
❁ حضرت آدمؑ کو کونسی مٹی سے پیدا فرمایا	۴۹
❁ اعتراض اور جواب	۵۰/۴۹
❁ ایک انگریز ڈاکٹر کا مسلمان ہونے کا واقعہ	۵۱
❁ آدمؑ کی پیدائش کے سلسلہ میں بھی کوئی شبہ نہیں	۵۳/۵۱
❁ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم	۵۴
❁ انسان میں جلد بازی	۵۵/۵۴
❁ آسمان میں سب سے پہلا گناہ	۵۵
❁ حضرت آدمؑ کی عظمت	۵۵
❁ حضرت آدمؑ کسی جنت میں داخل ہوئے تھے	۵۶/۵۵
❁ حضرت آدمؑ کے قصہ کی اہمیت	۵۸/۵۷
❁ انسان کی عناصر اربعہ سے تخلیق	۵۸
❁ فرشتوں کی کثرت	۵۹/۵۸
❁ حضرت آدمؑ کو کن فرشتوں نے سجدہ کیا تھا	۵۹
❁ یہ سجدہ تعظیمی تھا یا کوئی اور	۵۹

❁ اب سجدہ تعظیمی حرام ہے	۶۰
❁ فرشتوں کا امتحان	۶۱/۶۳
❁ انسان کی فضیلت	۶۳
❁ جانوروں کی عقل	۶۴/۶۵
❁ انسان کی فضیلت کی اصل وجہ علم ہے	۶۵
❁ حضرت آدمؑ سے حضرت حوا کی پیدائش	۶۶
❁ عورت کیوں پیدا ہوئی؟	۶۶
❁ عورت کا مزاج ٹیڑھا ہوتا ہے	۶۷
❁ حضرت آدمؑ وحواءؑ کونسی جنت میں داخل ہوئے تھے	۶۷/۷۰
❁ گمراہ مفسرین	۷۰/۷۱
❁ حضرت عیسیٰؑ اور دجال کا کعبہ کا طواف کرنا	۷۱/۷۲
❁ جواب شبہ	۷۳/۷۴
❁ شیطان نے آدم وحواءؑ کو وسوسہ میں کیوں ڈالا	۷۴/۷۶
❁ ایک اسرائیلی روایت کی تردید	۷۷
❁ حضرت آدمؑ وحواءؑ زمین پر کیا ساتھ لائے	۷۸
❁ حضرت آدمؑ وحواءؑ کی ملاقات	۷۸
❁ حضرت آدمؑ کے علوم اور اولادیں	۷۸/۷۹
❁ انسان پہلے بندر نہیں تھا	۷۹

❁ اسرائیلی روایات کا حکم	۷۹/۸۰
❁ حضرت آدمؑ کے چالیس حج	۸۰
❁ ہندوستانی حج زیادہ کیوں کرتے ہیں	۸۰
❁ حضرت آدمؑ اور ابلیس میں فرق	۸۰/۸۱
❁ کبھی صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں	۸۱/۸۲
❁ بے غیرت کون ہوتا ہے	۸۲
❁ جی کرتا ہے تیری آنکھیں نکال دوں	۸۳
❁ ایک صحابیؓ کی غیرت	۸۴
❁ عورتوں کا نامحرموں سے بات کرنا	۸۴
❁ حضرت آدمؑ کے علوم	۸۵
❁ حضرت آدمؑ کی اولاد کب اور کتنا ہوئی	۸۵
❁ بنگلہ دیش کی ایک ایک عورت سے چالیس چالیس بچے	۸۶
❁ حضرت آدمؑ کے چالیس بچے ہوئے	۸۶
❁ شریعت آدمؑ میں بہن، بھائی کا باہمی نکاح ہوتا تھا	۸۷
❁ قابیل کی اپنی بہن سے شادی کی ضد	۸۷
❁ آج کل کے لڑکوں کا عشق	۸۸
❁ کرپشن کی اصل وجہ	۸۸
❁ زمانہ آدمؑ میں خیرات قبول ہونے کا طریقہ کیا تھا	۸۹

- ہابیل، قابیل کی خیرات ۸۹
- قابیل کا ہابیل سے غصہ اور قتل کی دھمکی ۹۰
- آسمان اور زمین میں پہلا گناہ حسد تھا ۹۰/۹۱
- سب سے پہلا قتل ۹۲
- سب قتلوں کا گناہ قابیل کو بھی ہوگا ۹۲/۹۳
- قاتل کی عقل غلطی کر جاتی ہے ۹۲/۹۴
- قابیل کی سیاہ کاریاں ۹۴/۹۵
- حضرت آدمؑ کی وفات ۹۵/۹۶
- حضرت آدمؑ کی قبر کہاں ہے ۹۶/۹۷
- سید احمد شہید کی قبر کہاں ہے ۹۷/۹۸
- حضرت علی ہجویری کی قبر کہاں ہے ۹۸
- بی بی حواء کی قبر ۹۸

حضرت شیث علیہ السلام

- حضرت شیثؑ کی نبوت ۹۹
- شیطان کی شرارت اور گانا ۹۹/۱۰۰
- مسلمانوں کا نیو ایئر منانا ۱۰۰
- ہابیل قابیل کے قبیلوں کا اختلاط ۱۰۰/۱۰۱

حضرت شیث اور
حضرت ادریس علیہما السلام

- حضرت شیثؑ کے بعد حضرت ادریسؑ کی نبوت　۱۰۲/ ۱۰۳
- حضرت ادریسؑ کی وفات　۱۰۳
- ابلیس نے قبائل میں گناہوں کو رواج دیا　۱۰۳
- حضرت ادریسؑ کی وفات چوتھے آسمان پر ہوئی　۱۰۴
- سابقہ درس کا خلاصہ　۱۰۵/ ۱۰۶
- گانے کا عورتوں پر اثر　۱۰۶/ ۱۰۷
- حضرت ادریسؑ کے زمانہ کے نیک لوگ اور ان کے بت　۱۰۷/ ۱۰۹
- حضرت ادریسؑ کی وفات　۱۰۹/ ۱۱۰

حضرت نوح علیہ السلام

- حضرت نوحؑ کی نبوت　۱۱۱
- قرن کا معنی　۱۱۱/ ۱۱۲
- حضرت نوحؑ کی شان　۱۱۲
- بعض انبیاءؑ کے روزے　۱۱۳
- اس امت کے روزے　۱۱۳/ ۱۱۴
- حضرت نوحؑ کے دور کے پنجتن　۱۱۴/ ۱۱۵
- اپنی قوم کو حضرت نوحؑ کی دعوت و تبلیغ　۱۱۵/ ۱۱۷

❁ قوم کی نافرمانی	۱۱۷
❁ قوم کے لئے عذاب کی دعا	۱۱۷/۱۱۸
❁ کیا حضرت نوحؑ غیب جانتے تھے	۱۱۸
❁ عذاب کیلئے دعا کی قبولیت	۱۱۹
❁ ایک بڑی کشتی کی تیاری	۱۱۹
❁ کشتی کی لمبائی چوڑائی	۱۱۹/۱۲۰
❁ حضرت نوحؑ کے ماننے والوں کی تعداد	۱۲۰
❁ لوگوں کا حضرت نوحؑ سے مذاق	۱۲۰
❁ عذاب آنے کی اطلاع کیسے ہوگی	۱۲۱
❁ تنور کی تحقیق	۱۲۱
❁ بالآخر عذاب آگیا	۱۲۱/۱۲۲
❁ اب تک سب کشتیاں نوحؑ کی کشتی کی طرح بنتی ہیں	۱۲۲
❁ کشتی میں سوار ہونے والوں کی ترتیب	۱۲۲/۱۲۳
❁ ابلیس کشتی میں کیسے سوار ہوا	۱۲۳
❁ ایک عورت کا اپنے بچے کو بچانے کا واقعہ	۱۲۳
❁ حضرت نوحؑ کے خاندانی حالات	۱۲۳/۱۲۴
❁ کنعان کی تباہی	۱۲۴
❁ خدا کے فیصلہ کے سامنے پیغمبر کی بے بسی	۱۲۵

- بعض عجیب روایات　　۱۲۵/۱۲۶
- طوطے کی پیغام رسانی　　۱۲۶
- طوفان تھم گیا　　۱۲۶/۱۲۷
- کون حضرت نوحؑ کے کس بیٹے کی اولاد ہیں　　۱۲۷
- نتیجۂ طوفان نوحؑ　　۱۲۷/۱۲۸
- نسل انسانی کے باوائے ثانی　　۱۲۸

عرب کے انبیاء علیہم السلام

- عرب کی تین قسمیں　　۱۲۹
- عربی زبان　　۱۳۰
- قبیلہ جرہم مکہ میں آباد ہوئے　　۱۳۰
- ام اسماعیلؑ کی ایک شرط　　۱۳۰/۱۳۱

حضرت ھود علیہ السلام

- طوفان نوحؑ کے بعد لوگوں کی حالت اور آغاز شرک　　۱۳۲
- قوموں کے بڑے بت　　۱۳۲/۱۳۳
- نبوت حضرت ہودؑ　　۱۳۳
- پیغمبروں کی اپنی قوم سے اخوت　　۱۳۳
- قوم کی شاخیں　　۱۳۳/۱۳۴
- عربی میں لفظوں کا بگاڑ　　۱۳۴/۱۳۵

❁ لطیفہ	۱۳۵
❁ عربی میں غیر عربی الفاظ کا استعمال	۱۳۵/۱۳۶
❁ قوم اِرم کا شہر	۱۳۶
❁ قوم عاد کے ترقی یافتہ کام	۱۳۶/۱۳۷
❁ قوم عاد کی شان وشوکت	۱۳۷
❁ حضرت ہودؑ کی بعثت ونبوت	۱۳۷/۱۳۸
❁ حضرت ہودؑ کی دعوت	۱۳۸
❁ سب انبیاءؑ کی دعوت	۱۳۸
❁ توحید الوہیت کی اہمیت	۱۳۹
❁ توحید الوہیت کیا ہے	۱۳۹
❁ حضرت ہودؑ کی دعوت	۱۳۹/۱۴۰
❁ قوم کا جواب	۱۴۰
❁ اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید	۱۴۱
❁ حضرت ہودؑ کا جواب	۱۴/۱۴۲
❁ قوم کی حالت	۱۴۲
❁ قوم عذاب کا مطالبہ کرنے لگی	۱۴۲
❁ قوم عاد پر آندھی کا عذاب اور انجام	۱۴۲/۱۴۲
❁ مؤمنین عاد کی حفاظت	۱۴۳/۱۴۴

- ہواؤں کی اقسام　۱۴۴
- حضرت ھودؑ کی وفات اور مقام تدفین　۱۴۴
- قوم ثمود　۱۴۵
- کیا منگل اور بدھ کا دن منحوس ہے　۱۴۵

حضرت صالح علیہ السلام

- قوم ثمود بھی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے　۱۴۶
- حضرت صالحؑ کی دعوت　۱۴۶/۱۴۷
- قوم صالح کا حضرت صالحؑ سے مطالبہ　۱۴۷
- حضرت صالحؑ کا صبر　۱۴۷/۱۴۸
- دینی دعوت والوں کا اجر　۱۴۸
- قوم کا معجزہ دکھانے کا مطالبہ　۱۴۸/۱۴۹
- تین تبلیغ والوں کا واقعہ　۱۵۰/۱۵۱
- اور پہاڑ سے اونٹنی نکل آئی　۱۵۱/۱۵۲
- قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا　۱۵۲
- حضرت صالحؑ کے قتل کی سازش　۱۵۳
- قوم پر اترنے والے عذابوں کی تفصیل　۱۵۳/۱۵۴
- حضرت صالحؑ کی وفات　۱۵۴

حضرت ابراھیم علیہ السلام

❁ حضرت ابراہیم کی شان	۱۵۵
❁ حضور ﷺ کا نسب بھی حضرت ابراہیمؑ سے جا کر ملتا ہے	۱۵۶
❁ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر ہر نماز میں ہوتا ہے	۱۵۶
❁ حضرت ابراہیمؑ کے لئے تعمیر کعبہ اور بیت المعمور کا شرف	۱۵۷
❁ کعبہ کو کس کس نے تعمیر کیا	۱۵۷
❁ حج میں اعمال ابراہیمی	۱۵۷/۱۵۸
❁ قربانی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے	۱۵۸
❁ حضرت ابراہیمؑ سان صدق ہیں	۱۵۸
❁ آپ کیلئے خلیل اللہ کا لقب	۱۵۸
❁ آپ کیلئے ہجرت کا شرف	۱۵۸
❁ قرآن میں آپؑ کا ستر سے زیادہ بار ذکر	۱۵۹
❁ حضرت ابراہیمؑ سامی النسل تھے	۱۵۹
❁ آپؑ کی پیدائش کہاں ہوئی	۱۵۹
❁ آپؑ کے والد کا نام	۱۶۰
❁ آزر کون تھا	۱۶۰/۱۶۱
❁ وہ بتوں کیلئے سجدے اور نذر و نیاز چڑھاتے تھے	۱۶۱
❁ حضرت ابراہیم نبی و صدیق تھے	۱۶۲
❁ دعوت ابراہیمی اپنے گھر سے شروع ہوئی	۱۶۲

❁ عقیدہ کا مسئلہ ماں باپ کے حق سے مقدم ہے	۱۶۲
❁ دعوت دین کی خاطر کافروں سے تعلق اور بات کرنا	۱۶۲/ ۱۶۳
❁ دین کے بیان میں رواداری	۱۶۳
❁ بتوں کی پوجا یا بھینس کے آگے بین	۱۶۳/ ۱۶۴
❁ حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو دعوت	۱۶۴
❁ کبھی باپ کو بھی بیٹے کا کلمہ پڑھنا پڑتا ہے	۱۶۴/ ۱۶۵
❁ غیر اللہ کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے	۱۶۵
❁ سب گمراہیوں کی بنیاد شیطان سے ہے	۱۶۵/ ۱۶۶
❁ باپ کو عذاب سے بچانے کی تاکید	۱۶۶
❁ تقریروں میں نرمی کا نقصان	۱۶۶/ ۱۶۷
❁ حضور ﷺ سے کفار مکہ کا جھگڑا کب ہوا	۱۶۷
❁ حضور ﷺ نے کفار سے پتھر کیوں برداشت کئے	۱۶۷/ ۱۶۸
❁ حضرت ابراہیمؑ کو آزر کا جواب	۱۶۸
❁ اے ابراہیم! اس خدا کو بیچ آؤ	۱۶۸
❁ پیر اور مجاور خود دوسروں کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں	۱۶۸/ ۱۶۹
❁ حضرت ابراہیمؑ نے بت کا کیا حشر کیا	۱۶۹
❁ آزر کی حضرت ابراہیمؑ کو تنبیہ	۱۶۹
❁ حضرت ابراہیمؑ کا جواب	۱۷۰

❁ حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم سے مناظرہ	۱۷۰
❁ حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کی گت بنادی	۱۷۰
❁ گت بنانے کا واقعہ	۱۷۰/۱۷۱
❁ حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ والی روایت اور جواب	۱۷۱/۱۷۲
❁ بتوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے	۱۷۲
❁ قوم کی واپسی اور بتوں کی بے بسی	۱۷۲/۱۷۳
❁ قوم کی تدبیر	۱۷۳
❁ قوم اور حضرت ابراہیمؑ کا آمنا سامنا	۱۷۳/۱۷۴
❁ حضرت ابراہیمؑ کا جواب	۱۷۴
❁ بت پرستوں کی بدحواسی	۱۷۴/۱۷۵
❁ حضرت ابراہیمؑ کا جواب	۱۷۵
❁ قوم مباحثہ ہار گئی	۱۷۵
❁ حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کا فیصلہ	۱۷۵/۱۷۶
❁ زمین کے چار بڑے بادشاہ	۱۷۶
❁ جلانے کیلئے بڑے آتش فشاں کی تیاری	۱۷۶
❁ آتش فشاں تیار ہوگیا	۱۷۶/۱۷۷
❁ حضرت ابراہیمؑ کے کپڑے بھی اتار دیئے گئے	۱۷۷
❁ آپ کی مدد کیلئے فرشتوں کی آمد	۱۷۷/۱۷۸

- حضرت جبرائیلؑ کا مشورہ　　۱۷۸
- اگر اللہ جلانے پر راضی تو میں جلنے پر راضی　　۱۷۸
- حسبنا اللہ و نعم الوکیل کی خاصیت　　۱۷۸
- ابراہیمؑ آگ میں گئے تو آگ کی تپش ختم　　۱۷۸/۱۷۹
- رسیاں جل گئیں مگر آپ کو کچھ نہ ہوا　　۱۷۹
- قرآن میں انبیاءؑ کے واقعات کے فائدے　　۱۷۹/۱۸۰
- یہ واقعات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہیں　　۱۸۰/۱۸۱
- تقریباً سب قومیں حضرت ابراہیمؑ کی طرف اپنی نسبت کرتی ہیں　　۱۸۱/۱۸۲
- حضرت ابراہیمؑ سے کچی نسبت مسلمانوں کو حاصل ہے　　۱۸۲
- سب مسلمان کعبہ ابراہیمی کی طرف نماز پڑھتے ہیں　　۱۸۲/۱۸۳
- سنت ابراہیمی حج کا عظیم فلسفہ اجتماعیت　　۱۸۳
- بیت المعمور میں حضرت ابراہیمؑ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات　　۱۸۳/۱۸۵
- جگہ جگہ ابراہیمؑ کے تذکرے اور یادیں　　۱۸۵
- حضرت ابراہیمؑ ابوالانبیاءؑ ہیں　　۱۸۵
- حضرت ابراہیمؑ میں کئی سلسلوں تک مسلسل نبوت　　۱۸۵/۱۸۶
- قربانی بھی سنت ابراہیم ہے　　۱۸۶
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کا نام بھی ابراہیم　　۱۸۶
- مہمان نوازی بھی سنت ابراہیم ہے　　۱۸۶

- ابراہیمؑ کی ریت کی بوریاں آٹا بن گئیں ۱۸۷
- فرشتوں کی مہمانی کا واقعہ ۱۸۷/۱۸۸
- مہمان سے پوچھے بغیر کھانا لانا سنت ابراہیم ہے ۱۸۸/۱۸۹
- حضرت ابراہیمؑ کے والد کا اصل نام کیوں چھپ گیا ۱۸۹
- حضرت سارہؑ کہاں سے تھیں ۱۹۰
- علم نجوم اور ستارہ پرستی ۱۹۰
- علم نجوم کی تردید ۱۹۱
- بعض علماء کی غلطی ۱۹۱/۱۹۲
- حضرت آدمؑ نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤدؑ کو دیدیئے تھے ۱۹۲
- حضرت ابراہیمؑ کی اللہ کی طرف سے حفاظت ۱۹۲/۱۹۳
- شیعہ سنی کے مناظرہ کا قصہ ۱۹۳/۱۹۴
- حضرت ابراہیمؑ کا انداز مناظرہ ۱۹۴/۱۹۵
- ہمارے نبی کے صحابہؓ کی شان ۱۹۵/۱۹۶
- اپنے ابا کو نصیحت ۱۹۶
- ابا کا جواب ۱۹۶
- حضرت ابراہیمؑ کا طرز عمل ۱۹۶/۱۹۷
- حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنے کا منصوبہ ۱۹۷/۱۹۸
- شیعوں کے جلوس اور دلدل میں بے عقلیاں ۱۹۸

❁ دُلدل سے عقیدت	۱۹۸/۱۹۹
❁ ابراہیم نے بتوں کے ٹکڑے کر دیئے	۱۹۹
❁ خداؤں کے ٹوٹنے پر بت پرست رونے لگے	۱۹۹/۲۰۰
❁ حالات حاضرہ پر تبصرہ	۲۰۰
❁ حضرت ابراہیمؑ سے تحقیق	۲۰۰/۲۰۱
❁ حضرت ابراہیمؑ کا جواب	۲۰۱
❁ اب قوم کی کیا حالت تھی	۲۰۱/۲۰۲
❁ حضرت ابراہیمؑ کی تنبیہ	۲۰۲
❁ بادشاہ اور قوم کی تدبیر	۲۰۲/۲۰۳
❁ آگ کے الاؤ کی حالت	۲۰۳
❁ نارنمرود کو بھڑکانے میں چھپکلی کی کوشش	۲۰۳
❁ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کیسے ڈالا گیا	۲۰۳/۲۰۴
❁ فرشتوں کا مدد کیلئے آنا اور ابراہیمؑ کا جواب	۲۰۴
❁ عقل کی بجائے قوم عداوت میں آگئی	۲۰۴/۲۰۵
❁ آگ کا حدود اربعہ	۲۰۵
❁ توحید خداوندی کیلئے تکلیف برداشت کرنا	۲۰۵/۲۰۶
❁ اہل قبور کی بے بسی اور پجاریوں کی جہالت	۲۰۶/۲۰۷
❁ عیسائیوں کی حماقت	۲۰۷

❁ قرآن سب پر اثر کرتا ہے	۲۰۷/۲۰۸
❁ ساری قوم ایک طرف اور ابراہیمؑ ایک طرف	۲۰۹
❁ منجنیق کس نے ایجاد کی	۲۰۹
❁ حضرت ابراہیمؑ نے قوم سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا	۲۰۹/۲۱۰
❁ فرشتوں کا حضرت ابراہیمؑ کی مدد کیلئے پہنچنا	۲۱۰/۲۱۱
❁ میرا حال خود اللہ جانتا ہے	۲۱۱
❁ ابراہیم کی عجیب مناجات	۲۱۱
❁ اللہ تعالیٰ کا آگ کو عجیب حکم	۲۱۱/۲۱۲
❁ رسیاں جل گئیں ابراہیم نہ جلے	۲۱۲
❁ قیامت میں سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس ملے گا	۲۱۲
❁ کلمہ حسبنا اللہ کی اہمیت	۲۱۳
❁ حضرت ابراہیمؑ کے پاس جنت کی نعمتیں	۲۱۳/۲۱۵
❁ ثلاث کذبات والی حدیث اور اس کا معنی	۲۱۵
❁ مثال	۲۱۶/۲۱۷
❁ توریہ فی الکلام	۲۱۷/۲۱۸
❁ تیسری مثال	۲۱۸/۲۱۹
❁ جواب	۲۱۹
❁ دوسرا جواب	۲۱۹/۲۲۱

❁ حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کیلئے ابراہیمؑ کی دعا	۲۲۱
❁ نیک اولاد کی دعا کرنی چاہئے	۲۲۱
❁ حضرت حاجرہؑ کو حضرت اسماعیلؑ کا حمل مبارک	۲۲۱/۲۲۲
❁ حضرت سارہؑ اور حضرت حاجرہؑ کی گفتگو	۲۲۲
❁ بی بی حاجرہؑ کو بشارت	۲۲۲/۲۲۳
❁ حضرت حاجرہؑ کے خلاف حضرت سارہؑ کی قسم	۲۲۳
❁ قسم کا عجیب کفارہ	۲۲۳
❁ پنجابیوں میں شادی کا انوکھا طریقہ	۲۲۳/۲۲۴
❁ بعض علاقوں میں عورتوں کا بھی ختنہ ہوتا ہے	۲۲۴
❁ سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا ختنہ ہوا	۲۲۴
❁ سب سے پہلے ابراہیم کے بال سفید ہوئے	۲۲۵
❁ حضور ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہیں	۲۲۵
❁ اس امت کے بارہ خلفاء	۲۲۵
❁ شیعوں کے بارہ یا چھ امام	۲۲۵/۲۲۶
❁ بارہ خلفاء کون سے ہیں	۲۲۶
❁ حضرت ابراہیمؑ کی ام اسماعیلؑ کی طرف توجہ	۲۲۶
❁ اسماعیلؑ اور ام اسماعیلؑ کی مکہ ہجرت کی وجہ	۲۲۷
❁ حاجرہؑ کا پیچھے دوڑنا اور ابراہیمؑ کی خاموشی	۲۲۷/۲۲۸

❁ بی بی حاجرہؑ کا اطمینان	۲۲۸
❁ اسماعیلؑ اور ام اسماعیلؑ کی حالت	۲۲۹/۲۲۸
❁ بی بی صاحبہ کا حوصلہ	۲۲۹
❁ بی بی صاحبہ کی حالت	۲۲۰/۲۲۹
❁ آب زمزم کا ظہور	۲۳۱
❁ آب زمزم کی برکات	۲۳۱
❁ قبیلہ جرہم کو زمزم کی دریافت	۲۳۲
❁ حضرت اسماعیلؑ کی قبیلہ جرہم میں شادی	۲۳۲
❁ ابراہیم علیہ السلام کس سواری پر حضرت حاجرہؑ کو ملنے آتے تھے	۲۳۳
❁ ابراہیم علیہ السلام کی بہو سے ملاقات اور پیغام	۲۳۴/۲۳۳
❁ اپنی بیوی کو طلاق دیدو	۲۳۴
❁ حضرت ابراہیمؑ کی دعا	۲۳۵
❁ مکہ میں گوشت پانی ہر طبیعت کے موافق ہے	۲۳۵
❁ تعمیر بیت اللہ	۲۳۵
❁ حدود کعبہ کی تعیین	۲۳۶
❁ حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ نے مل کر کعبہ تعمیر کیا	۲۳۷/۲۳۶
❁ حجر مقام ابراہیمؑ	۲۳۷
❁ حضرت ابراہیمؑ کے فضائل	۲۳۸/۲۳۷

❁ کعبہ کس کس نے تعمیر کیا	۲۳۸/۲۳۹
❁ حدود کعبہ کی تعیین	۲۳۹
❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ کرتے تھے	۲۳۹/۲۴۰
❁ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنا سایہ نہیں تھا	۲۴۰/۲۴۱
❁ کعبہ کے قیام پر بادل کا سایہ	۲۴۱/۲۴۲
❁ حجر مقام ابراہیمؑ کو حضرت جبرائیل لائے تھے	۲۴۲
❁ حجر مقام ابراہیم کی خوبیاں	۲۴۲/۲۴۳
❁ قبولیت تعمیر بیت اللہ کی قبولیت کی دعا	۲۴۳
❁ قبولیت اعمال کی دعا لازمی ہے	۲۴۳/۲۴۴
❁ حجر اسود کی نورانیت اور سیاہ ہونے کی وجہ	۲۴۴
❁ ذکر اللہ کے اثرات	۲۴۴/۲۴۶
❁ اہل مکہ اور اہل مدینہ کی طبیعتوں میں فرق	۲۴۶
❁ حجر اسود کی تلاش اور تنصیب	۲۴۶
❁ حضرت ابراہیمؑ کا اعلان حج	۲۴۶/۲۴۷
❁ جدید سائنس کا ناز اور کمزوریاں	۲۴۷/۲۴۸
❁ اہل مکہ کیلئے حج کی آسانی	۲۴۸
❁ آسمانوں کے قبلہ کے پاس حضرت ابراہیمؑ کی نشست	۲۴۸/۲۴۹
❁ کلمات کے امتحان میں کامیابی	۲۴۹

❁ بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا امتحان	۲۴۹
❁ خوابوں کی تین اقسام	۲۴۹/۲۵۰
❁ نیک لوگوں کے خواب	۲۵۰
❁ انبیاء کے خواب	۲۵۰/۲۵۱
❁ حضرت ابراہیمؑ کا خواب	۲۵۱
❁ ذبیح کون ہے اسماعیل یا اسحاق	۲۵۱
❁ اختلافی مسائل میں کثرت رائے کو ترجیح	۲۵۱/۲۵۲
❁ اختلاف کی وجہ	۲۵۲
❁ تحقیقی بات	۲۵۲/۲۵۳
❁ حضور ﷺ دو ذبیحوں کے بیٹے ہیں	۲۵۳/۲۵۴
❁ تیسرا جواب	۲۵۴
❁ اسماعیلؑ کے سامنے خواب میں ان کو ذبح کرنے کا ذکر	۲۵۴
❁ اسماعیلؑ کی رائے پوچھنا	۲۵۴/۲۵۵
❁ حضرت اسماعیلؑ کا جواب	۲۵۵/۲۵۶
❁ حضرت اسماعیلؑ کی دو خواہشیں	۲۵۵
❁ چھری کیوں نہیں چلتی	۲۵۵/۲۵۷
❁ ابراہیمؑ و اسماعیلؑ دونوں کامیاب	۲۵۷
❁ اسماعیلؑ کی جگہ جنتی دنبہ کی قربانی	۲۵۷/۲۵۸

❁ قربانی سنت ابراہیمؑ ہے	۲۵۸
❁ دنبہ کے سینگ کیوں جلے تھے	۲۵۸
❁ ملک الموت نے آپ کو خلیل اللہ ہونے کی خوشخبری سنائی	۲۵۹
❁ سب سے پہلے ختنہ اور شلوار ابراہیمؑ سے	۲۵۹
❁ دیگر وہ کام جو سب سے پہلے ابراہیمؑ نے کئے	۲۵۹/۲۶۰
❁ حضرت ابراہیمؑ ایک امت تھے	۲۶۰
❁ آپ الوالعزم من الرسل ہیں	۲۶۰
❁ آپ کعبہ کے معمار ہیں	۲۶۰
❁ آپ کی اولاد میں نبوت ورسالت رکھی گئی	۲۶۱
❁ قیامت میں ابراہیمؑ کو پہلے لباس ملے گا	۲۶۱
❁ اس امت میں آپ کا دائمی ذکر	۲۶۱/۱۶۲
❁ آپ کا قرآن میں کثرت سے ذکر	۲۶۲
❁ کئی پشتوں تک نبی	۲۶۲
❁ صحف ابراہیمی	۲۶۳
❁ آپ خلیل اللہ کیوں بنائے گئے	۲۶۳
❁ باوضو رہنے کا ثواب	۲۶۳
❁ آپ کا جنت میں عالیشان محل	۲۶۳/۲۶۴
❁ آپ کی ہر دعا قبول ہوئی	۲۶۴

❁ اہل مکہ کی گوشت اور پانی کی مہمانی	۲۶۴
❁ آب زمزم کی برکت	۲۶۴/۲۶۵
❁ زمزم کی ایک عجیب حالت	۲۶۵
❁ دنیا میں سمندر کے پانی کہاں ایک دوسرے سے نہیں ملتے	۲۶۵/۲۶۶
❁ تعمیر کعبہ کی قبولیت کی دعا	۲۶۶
❁ مسلمانوں کے دل کعبہ سے لگے ہوئے ہیں	۲۶۶/۲۶۷
❁ حضرت حاجرہؑ کی وفات	۲۶۷
❁ فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے مہمان بن گئے	۲۶۷/۲۶۸
❁ مہمان کے سامنے اچھا کھانا پیش کرنا	۲۶۸
❁ مہمان کو ماحضر پیش کرنا بھی جائز ہے	۲۶۹
❁ جب فرشتوں نے کھانا نہ کھایا تو	۲۶۹/۲۷۰
❁ یہ فرشتے کونسے تھے	۲۷۰
❁ ایک کمزور روایت	۲۷۰/۲۷۱
❁ حضرت سارہؑ کیوں ہنسی تھیں	۲۷۱
❁ قوم لوط کا گندا عمل	۲۷۱
❁ حضرت سارہؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی خوشخبریاں	۲۷۲
❁ حضرت سارہؑ کا تعجب	۲۷۲
❁ فرشتوں کا جواب	۲۷۳

- اولاد دینا اللہ کے اختیار میں ہے ۲۷۳
- بیوی اصل اہل بیت ہے ۲۷۳/۲۷۴
- شیعہ کی تردید ۲۷۴
- حضرت سارہؑ کا بیٹا بھی ہوا اور پوتا بھی ۲۷۴
- عرب لوگوں کی جنسی قوت ۲۷۵
- حضرت سارہؑ کی وفات ۲۷۵/۲۷۶
- حضرت حاجرہؑ اور سارہ کی اولاد ۲۷۶
- ذبیح اسماعیلؑ ہی تھے ۲۷۶/۲۷۷
- اسماعیلؑ و اسحاقؑ کی خصوصیات ۲۷۷
- اولاد ابراہیمی میں انبیاء کی بعثت ۲۷۸
- ابراہیمؑ و اسحاقؑ کی عمریں برابر تھیں ۲۷۸
- حضرت ابوبکرؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دو مناسبتیں ۲۷۸/۲۸۹

حضرت لوط علیہ السلام

- حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیمؑ کی رشتہ داری ۲۸۰
- حضرت لوط علیہ السلام کی آزر کے ہاں پرورش ۲۸۰/۲۸۱
- سرمایہ دار قوتیں ناحق، انبیاءؑ کا مقابلہ کرتی رہیں ۲۸۱
- حضرت نوحؑ کی مثال ۲۸۱
- حضرت موسیٰؑ کی مثال ۲۸۲

- حضرت ابراہیمؑ کی مثال　　۲۸۲
- ابراہیمؑ پر سب سے پہلے لوط علیہ السلام ایمان لائے　　۲۸۲
- اہل اسلام کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کی بعثت　　۲۸۲/۲۸۴
- ابراہیمؑ کا فرشتوں سے جھگڑا　　۲۸۴
- وہ جھگڑا کیا تھا　　۲۸۴/۲۸۵
- لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والی ان کی صرف دو بیٹیاں تھی　　۲۸۵
- کثرت حقانیت کی دلیل نہیں　　۲۸۵/۲۸۶
- فرشتوں کا جواب　　۲۸۶/۲۸۷
- کفار سے اہل ایمان کی وجہ سے خدا کا عذاب ٹل جاتا ہے　　۲۸۷
- عذاب ٹلنے کی دوسری وجہ　　۲۸۷
- تیسری وجہ　　۲۸۷
- اذان والی بستی اور شہر پر یلغار نہ کرو　　۲۸۸
- نیکوں کے باوجود کب عذاب نازل ہوگا　　۲۸۸
- ایک بستی پر عذاب کا واقعہ　　۲۸۹
- دوسروں کو بھی غلطی پر تنبیہ کرو　　۲۸۹
- اس امت کی ایک فضیلت　　۲۹۰
- دوسروں کا نہ روکنے سے نہ روکنے والوں کا نقصان　　۲۹۰
- اللہ محض کافر ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا　　۲۹۱

- نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کیوں آیا　　۲۹۱/۲۹۲
- اب قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آ کر رہے گا　　۲۹۲
- سدوم کی بستی　　۲۹۲/۲۹۳
- فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی سے ملاقات　　۲۹۳
- قوم لوط علیہ السلام کی گندگی　　۲۹۴
- قوم لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا　　۲۹۴
- دوسرے گناہ　　۲۹۴/۲۹۵
- لواطت کتنا بڑا گناہ ہے　　۲۹۵
- لواطت کی سزا　　۲۹۵/۲۹۶
- کافروں کی بے حیائیاں　　۲۹۶
- شیعوں کے نزدیک بیوی سے لواطت　　۲۹۷
- بیوی سے لواطت حرام ہے　　۲۹۷
- جواب　　۲۹۷
- اس مسئلہ میں قرآن کا نزول　　۲۹۷/۲۹۸
- حق بات میں کیا شرم ہے　　۲۹۸
- آج لوگ حرام میں شرم نہیں کرتے　　۲۹۸/۲۹۹
- فرض غسل کی اہمیت　　۲۹۹
- لواطت کی صورتیں　　۲۹۹

- فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر میں　　۳۰۰
- لوط علیہ السلام کی بیوی　　۳۰۰/۳۰۱
- حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر قوم کا ہجوم　　۳۰۱
- حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں سے مراد ان کی امت کی عورتیں ہیں　　۳۰۱
- قوم کا مطالبہ اور حضرت لوط علیہ السلام کا جواب　　۳۰۲/۳۰۳
- فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دینا　　۳۰۳
- قوم لوط علیہ السلام اندھی ہوگئی　　۳۰۳/۳۰۴
- قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کی تفصیلات　　۳۰۴/۳۰۵
- جیسا گناہ ویسی سزا　　۳۰۵
- کفر کی حکومت رہ سکتی ہے ظلم کی نہیں　　۳۰۵/۳۰۶
- سابقہ امم کے واقعات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے تسلی　　۳۰۶
- حضور کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ واقعات کیسے معلوم ہوئے　　۳۰۶/۳۰۷
- اقوام عالم کو چیلنج　　۳۰۷

مختصر تذکرہ

حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم

حضرت اقدس مخدوم ومکرم استاذ العلماء خطیب اسلام محقق وقت حضرت علامہ مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ نے حق اور اہل حق کی آواز بنایا ہے اور حرم کعبہ کے مرکز رشد وہدایت میں مقرر کیا ہے۔

جس طرح کعبہ شریف کی برکات اطراف عالم میں پھیلتی ہیں اسی طرح حرم کعبہ میں حاضری کی سعادت پانے والے حاجی اور عمرہ کرنے والے حضرت مولانا محمد مکی حجازی کے خطبات اور دینی علوم سے مستفید ہوتے ہیں۔

آپ کی آواز کو اللہ نے بڑا شرف قبولیت بخشا ہے کہ حضرت کے بیان میں سامعین کی اتنی کثیر تعداد بڑے شوق اور ذوق کے ساتھ شریک ہوتی ہے حتیٰ کہ رش کی وجہ سے اکثر لوگ کھڑے ہو کر آپ کے درس کو سنتے ہیں۔

آپ کا درس جہاں علمی نکات اور علوم کو بیان کرتا ہے وہاں اپنے موضوع کو پوری طرح احاطے میں رکھتا ہے۔ بات سمجھانے کا ملکہ آپ کو نہایت اعلیٰ درجے کا عطا ہوا ہے کہ آپ کی بات کو ہر عام اور خاص آدمی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

بیان میں اتنا روحانی اثر ہے کہ بے شمار لوگوں کو آپ کے بیان اور رہنمائی سے عملی رہنمائی اور روحانی تاثیر حاصل ہوئی ہے اور ان کی زندگیاں گناہوں سے نیکیوں کی طرف اور غلط عقائد سے صحیح عقائد کی طرف منتقل ہوتی ہیں۔

یہ کتاب قصص الانبیا علیہم السلام کی سیرت ہائے طیبہ پر مشتمل ہے اس کتاب میں بھی آپ نے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہر طرح کے حالات اور واقعات اور پاکیزہ زندگی اور قوموں دعوت دین اور اس میں مشکلات کا پیش آنا معجزات کا دکھلانا لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور نافرمان قوموں کا عذاب میں واقع ہونا، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مختلف قسم کی دعوتوں کی تفصیلات ان کی شریعتوں کے مسائل دین کے بنیادی عقائد، ان کی خانگی زندگی، ان کا بچپن، ان کی بیماری اور صحت اور دنیا کے لوگوں کے حضرات انبیاء کرام کے متعلق مختلف عقائد کی تفصیل اور غلط نظریات وعقائد کا رد جیسے عنوانات پر اس کتاب میں سیر حاصل بحث اور تحقیق کی گئی ہے۔

قارئین جس طرح حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے حالات و واقعات سے اس کتاب میں واقف ہوں گے وہاں ان کی سیرت و دعوت دین پر بھی تفصیل سے آگاہی ملے گی۔

غرضیکہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت طیبہ کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔ پہلے حضرت کی کتاب "منہاج المسلم" اور "اسلام میں عورت کا مقام" دو دو جلدوں میں اور "ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" مکمل ایک جلد میں چھپ کر سامنے آچکی ہیں۔

اسی طرح اب تازہ ترین کتاب قصص الانبیاء علیہم السلام دو جلدوں میں کافی تفصیل

کے ساتھ آپ کے سامنے ہے۔جس میں ناچیز نے حضرت کے علمی افادات کے بعد یا دوران میں کچھ بریکٹوں کے اندر ضروری اضافات کئے ہیں۔عنوانات بھی لگائے ہیں اور کہیں کہیں ضرورت کے مطابق حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔آیات قرآنیہ پر حرکات و اعراب لگا دیئے گئے ہیں بعض جگہ احادیث کے حوالے اور تخریج بھی کی ہے،مضامین کو تحریر کے انداز میں لایا گیا ہے،مسودہ چونکہ حضرت کی زبانی تقریرات سے نقل کیا گیا ہے اس لئے مکرر عبارات اور مکرر مضامین کو حذف کر دیا گیا ہے اور کمپیوٹر کمپوزنگ کے کئی بار پروف لے کر تصحیح کی گئی ہے۔اور کوشش کی گئی ہے کہ کمپوزنگ کی اغلاط نہ رہیں پھر بھی بعض جگہ کمپوزنگ کی غلطیاں رہ سکتی ہیں جن کو اگلے ایڈیشن میں ان شاء اللہ درست کیا جائے گا۔

اسی طرح سے دیگر موضوعات پر بھی آپ کی کتابیں طبع شدہ موجود ہیں۔بہر حال اس کتاب میں آپ کو حضرات انبیاء کرام کی شان اور تفصیلی حالات کا علم حاصل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی اس علمی کاوش کو رہتی دنیا تک سب مسلمانوں کیلئے حضرات انبیاء کرام کے حالات و واقعات سے آگاہی کا بہترین ذریعہ بنائے اور اس کتاب کے فائدے کو سب کیلئے عام فرمائے۔

وضاحت

اس کتاب قصص الانبیاء میں حضرت اقدس مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تک کے مشہور انبیاء کرام کا تذکرہ بیان فرمایا ہے۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ مبارک آپ کی مستقل کتاب سیرت النبی ﷺ میں تفصیل سے کئی جلدوں پر مشتمل چھپ چکا ہے اس لئے اس کتاب کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے تذکرہ مبارک پر مکمل کیا جاتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔ اور سب مسلمانوں کو اس سے پوری طرح فائدہ اٹھانے اور حضرات انبیاء کرام کی سیرت کو اپنانے کی توفیق نصیب کرے۔ آمین۔

فقط والسلام

امداد اللہ انور

۳۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنِ

وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ.

برادران اسلام!

حق تعالیٰ جل شانہ نے قرآن حکیم میں اپنے انبیاء علیہم السلام کے حالات بیان فرمائے کہ ان حضرات نے اللہ کے پیغام کو اس کے بندوں تک پہنچانے کی خاطر کسی قدر جد و جہد کی کس قدر تکالیف برداشت کیں اور کس طرح استقامت سے فریضہ رسالت کو ادا کیا۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ایمان افروز قصے یقیناً ہمارے لئے نصیحت کا سامان ہیں قرآن کریم نے یہ بھی بتایا کہ کس طرح اللہ رب العزت نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء اور ان کے متبعین کو کامیاب و کامران فرمایا اور ان کے معاونین اور دشمنوں کو تباہ و برباد کیا، بے شک یہ سب کچھ اہل عقل و دانش کے لئے باعث عبرت ہے تاکہ اللہ کے بندے اس کے احکام کا پاس کریں اور اس کی حدود کی حفاظت کریں کیونکہ اللہ کی حدود کو توڑنے والے یقینا ظالم ہیں۔

سامعین کرام!

ہم قصص الانبیاء علیہم السلام کا یہ مبارک سلسلہ اہل اسلام کے لئے خصوصاً اور تمام بشریت کے لئے عموماً پیش کرتے ہیں تاکہ انبیاء کے بعد انسانوں کے پاس اللہ کی ذات گرامی پر کوئی حجت نہ رہے۔



پیش لفظ

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به و نتو كل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا من يهدى الله فلا مضل له و من يضلله فلا هادى له و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و نشهد ان سيدنا و قائدنا و حبيبنا و شفعينا محمداً عبده و رسوله.

برادران اسلام اسلام، واجب الاحترام بزرگو دوستو بھائیو عزیز نوجوانو!

الحمدللہ! سیرت النبی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے بعد آج یہ دوسرا سلسلہ جس کا نام "قصص الانبیاء علیہم الصلوات والتسلیم" ہے اس کو آپ "قصص القرآن" بھی کہہ سکتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے اللہ کے فضل اور عنایت سے ہم آج اس کی ابتداء کر رہے ہیں اور خداوند قدوس سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ اپنے اس دین کی، قرآن پاک کی، انبیاء اور رسل کے تذکروں کی نشر و اشاعت کی توفیق عطا فرمائیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو ہمارے لئے ذریعہ نجات اُخروی بنائیں۔

قرآن کی جامعیت

سب سے پہلے اس پر توجہ فرمائیں کہ اللہ نے قرآن مقدس میں جہاں مسائل مہمہ اور دینی

عقائد کاذ کر فرمایا ہے وہیں اللہ نے انبیا علیہ السلام کے قصص بھی بیان فرمائے ہیں تو اس کو مختصراً عرض کردوں یوں سمجھ لیں کہ جو سب سے پہلے مسائل مہمہ ہیں یعنی عقائد، توحید، نبوت ورسالت اور اس کے ساتھ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عبادات، معاملات کاذ کر فرمایا ہے اور پھر اس کے ساتھ احکام کاذ کر فرمایا ہے اور پھر اس کے بعد قصص انبیاء اور قصص امم سالفہ یعنی جو امتیں پہلے گزری ہیں ان کے واقعات بیان فرمائے ہیں کیونکہ قرآن پاک ایک عظیم اور جامع کتاب ہے اور اب اللہ کے قرآن کے بعد قیامت تک کوئی دوسری کتاب نہیں آئے گی اور ایک ایسی کتاب جو اپنے زمانہ نزول سے لے کر تا قیام قیامت پوری امت، پوری آنے والی انسانیت کے لئے رہبر وہدایت ہے تو لازمی بات ہے کہ وہ کتاب کتنی جامع اور عظیم ہوگی۔

ان قصص کے بیان کی وجوہات

سب سے پہلے تو یہ سمجھیں کہ اللہ نے قرآن میں جو قصص بیان فرمائے ہیں انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان فرمائے ہیں وہ تاریخ کے قصے نہیں ہیں وہ کوئی خیالی اور توہمات نہیں ہیں۔ یہ دوسرے قصوں اور قرآن کے قصوں میں فرق ہے ہمیشہ یاد رکھیں کہ تاریخ ایک مفروضہ ہوتی ہے اور مؤرخ کا کام یہ ہوتا ہے کہ ایک واقعہ کے لئے اسے جتنا زیادہ سے زیادہ میٹریل مل سکتا ہے وہ جمع کرتا رہتا ہے مثال کے طور پر آپ کے ہاں یہ درس ہوتا ہے اللہ قبول فرمائے اور جن لوگوں نے ابتداء کی تھی ان کا بھی اس کے اجر میں حصہ ہے اور جو لوگ اب اہتمام کر رہے ہیں ان کا بھی اس کے اجر میں حصہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ آپ لوگوں کی محبت اور خلوص کا نتیجہ ہے کہ اللہ پاک اس درس کو پتہ نہیں کسی طرح عالمی سطح پر پھیلانا چاہتے ہیں حالانکہ یہ بات ہم نے ایک محدود مکان سے

شروع کی تھی اس میں ساتھیوں کا خلوص اور محبت بھی شامل ہے۔

واقعات انبیاءؑ کی حقانیت

تو بہرحال بات یاد رکھیں مؤرخ کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ آ کر ایک ایک آدمی سے ملے گا کہ یہ درس کب شروع ہوا؟ تو آپ نے بتادیا وہ دوسرے سے پوچھے گا یہ درس کب شروع ہوا؟ کہاں شروع ہوا؟ ابتداء کب ہوئی؟ یہ کچھ بتادیں گے، اوروں سے پوچھے گا کہ یہ درس کب شروع ہوا؟ کیوں شروع ہوا؟ پہلے کون درس دیتے تھے؟ کن کن موضوعات پر درس ہوتا ہے؟ وہ کچھ اور بتادیں گے یہ سب جمع کرے گا اب ہر بتانے والے کے اپنے اپنے خیالات نقل کر رہا ہے کوئی ابتدا کرے گا جہاں ہم نے ڈاکٹر بدرالہدیٰ کے گھر سے ابتداء کی تھی کوئی مسجد سے ابتدا بتائے گا، کوئی ابتداء بتائے گا جب سے اس نے درس میں آنا شروع کیا ہے کہ اس کو اتنا علم ہے لیکن جو قرآن کے قصے ہیں وہ تو بتانے والا خالق ہے اور لانے والے جبرائیل ہیں اور سنانے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی نہ اللہ کے کلام میں شک ہے نہ جبرائیلؑ کی امانت میں شبہ ہے اور نہ سرکار دو جہاں ﷺ کی امانت و دیانت میں شک ہے تو اس لئے یہ قصے ایسے واقعے ہیں ایسے حقائق ہیں کہ جن میں ایک ذرے کے برابر بھی کوئی بات غلط نہیں ہوسکتی۔

اس کتاب کی اہمیت

اس لئے ہم کوشش یہ کریں گے کہ قصص الانبیاء صرف اللہ کے قرآن سے ہم نقل کریں یا ان احادیث مبارکہ سے نقل کریں جن کی صحت پر کسی کو کلام نہ ہو اور ہم اسرائیلی روایات کو بالکل چھوڑ دیں گے الا یہ کہ کہیں کہیں وہ روایت لیں گے جو اللہ کے قرآن سے اور فرمان محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

سے ثابت ہوتا کہ ہم جو بھی سن سکیں جو بھی محفوظ کرسکیں کم ازکم ہمیں اپنی طرف سے یہ تسلی ہو کہ الحمدللہ! ثم الحمدللہ! اس میں کوئی رطب نہیں؟ کوئی یابس نہیں، کوئی اسرائیلیات نہیں، کوئی جھوٹی باتیں نہیں، کوئی گھڑے ہوئے قصے نہیں۔ بلکہ وہ قصہ اللہ کے قرآن سے، فرمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے، اوران مفسرین کرام سے جنہوں نے قرآن اللہ اور اس کے رسول سے خود سیکھا ہے جیسے حضرت ابن عباسؓ ہیں، حضرات خلفاء راشدینؓ ہیں، حضرت زید بن ثابتؓ ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ہیں، حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں، حضرت ابی بن کعبؓ ہیں، اور ان کے بعد حضرت مجاہدؒ ہیں حضرت قتادہؒ ہیں حضرت عکرمہؒ میں حضرت ضحاکؒ ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جن کی تفسیر پر سلف وخلف کو اعتماد ہے۔

یہی وہ بنیادی وجہ ہے کہ جیسے ہمارے ہندوستان و پاکستان میں جب انگریزی سامراج نے غلبہ کیا تو ان کے مقابلے پر دو جماعتیں پیدا ہوگئیں ایک جماعت نے جدید اور قدیم علوم کو ملایا، اصل میں ان کی نیت بھی یہ تھی کہ استعمار کا مقابلہ کریں، انگریزی افکار کا مقابلہ کریں ان کی نیت بھی یہ تھی کہ ان ساری چیزوں کا مقابلہ کرسکیں اوران کو جواب دے سکیں ان کی نیتیں بھی بالکل ٹھیک تھیں ان میں سرسید احمد خان ہیں انہوں نے ابتداء کی اسی طرح اوران کے لوگ ہیں اور دوسری جماعت یہ تھی کہ ہم وہ لوگ پیدا کریں جن لوگوں نے صحیح معنیٰ میں اللہ کے قرآن کی تفسیر اسلاف کے طرز پر کی ہے۔ جیسے حضرت شاہ ولی اللہؒ اوران کا خانوادہ اوران کی اولاد اوران کے بیٹے اس سے دو تفسیر میں سامنے آئی ہیں اب نتیجہ یہ نکلا کہ بعض لوگ جدیدیت کا شکار ہو گئے جیسے تفسیر تو قادیانیوں نے بھی لکھی تفسیر تو سرسید نے بھی لکھی، تفسیر تو فیضی نے بھی لکھی ہے جو رافضی تھا، تفسیر ڈپٹی نذیر نے بھی لکھی، تفسیر بہت سے لوگوں نے لکھی ہے لیکن صحیح معنوں میں جو اسلاف کا اسلوب تھا وہ صرف شاہ ولی اللہؒ اوران

کے خاندان اور ان کی اولادوں کو نصیب ہوا کہ انہوں نے تفسیر کا وہی انداز رکھا جو اللہ کے قرآن اور حدیث محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں مرتب کیا گیا تو یہ تفسیر کا سلسلہ چلتے چلتے حضرت ابن عباسؓ تک اور پھر خلفاء راشدینؓ تک پہنچا۔

بہر حال اس تمہید کا مقصد یہ ہے کہ ہماری تفسیر قرآن کے مطابق ہو اور حدیث صحیح کے مطابق ہو اور اس میں کسی قسم کی اسرائیلی روایات اور کسی قسم کی جھوٹی باتیں شامل نہ ہوسکیں جو کل سننے والوں کے لئے پریشانی کا باعث بنے۔

قرآن میں واقعات کے بیان کی وجوہات

تو اب سب سے پہلے یہ سمجھیں کہ اللہ نے جو قرآن میں قصے بیان فرمائے ہیں اس کی وجہ کیا ہے؟ حالانکہ خود قرآن مقدس نے فرمایا ہے کہ

"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ."

ہم نے یہ قصے آپ کو اس لئے بیان فرمائے ہیں کہ آپ کو ان قصوں سے پہلے ان واقعات کا کوئی علم نہیں تھا ہم نے ہی یہ واقعات آپ کو بتلائے اور بتلانے کی وجہ کیا ہے؟ دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے:

"كُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ".

محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یہ جو ہم نے اپنے رسولوں کے قصے انبیاء کی عظیم خبریں آپ کو دی ہیں تا کہ آپ کو دلی تسکین حاصل ہو آپ کو دل جمعی حاصل ہو آپ کو پتہ چلے کہ پہلے انبیاء کتنے امتحانوں سے گزرے ہیں انہوں نے قوموں کے ساتھ کیا کیا مقابلے کئے ہیں، ان کو قوموں کے سامنے کن

مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے اور یہ قصے پھر "موعظہ" ہوں "ذکری" ہوں وعظ ونصیحت ہوں۔ یہ قصے آنے والے مؤمنین کے لئے ہدایت ہوں اور باعث عبرت ہوں۔اسی طرح اللہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ قصے کیوں بیان کئے؟ دوسری جگہ آیت میں ہے۔ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ کو پڑھنے والے، قرآن پر غور کرنے والے، قرآن پر عمل کرنے والے، ان میں سوچیں، ان میں غور کریں، ان میں تدبر کریں اور چوتھی بات یہ ہے کہ اگر اللہ کے قرآن میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات کا ذکر نہ ہوتا تو ہمیں ان کا کوئی علم بھی نہیں ہوتا ہمیں ان کے کسی مسئلے کا پتہ بھی نہ چلتا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی صداقت، میرے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، میرے مدنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تائید تاکید میں یہ قصے بیان فرمائے تاکہ ایک مکے میں رہنے والا نبی امی جو ایک ایسی سرزمین پر پیدا ہوا ہے جہاں مدرسہ نہیں ہے، جہاں وسائل نہیں ہیں، جہاں جدید معلومات کے ذرائع نہیں ہیں، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باہر کے لوگوں سے ملاقاتیں نہیں ہیں لیکن وہ آدم کی خبر دیتے ہیں وہ نوحؑ کی خبر دیتے ہیں، ادریسؑ کی خبر دیتے ہیں، وہ موسیٰؑ کی خبر دیتے ہیں، وہ عیسیٰؑ کی خبر دیتے ہیں ان کی قوموں کے واقعات بتلاتے ہیں اور جو بتلاتے ہیں ان میں ایک حرف بھی غلط نہیں تو جب پوری قوم کے سامنے یہ باتیں آئیں گی تو یہی قصے دراصل صداقت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سب سے بڑا ذریعہ بنیں گے۔

سب سے بڑی شہادت، سب سے بڑی دلالت کہ دیکھیں جی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرعون کے بارے میں کیا پتہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰؑ کے زمانے کا کیا پتہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰؑ کے زمانے میں ساحروں کا کیا پتہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیمؑ کا اپنے باپ کے ساتھ جو مناظرہ ہوا تو کیا پتہ؟ قوم کے ساتھ مناظرہ ہوا تو کیا پتہ؟ بادشاہ کے ساتھ مناظرہ ہوا تو کیا پتہ؟ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ

حوارین نے کیا کیا؟ عیسیٰؑ کے ساتھ یہود نے کیا کیا؟ ان کی والدہ کو مختلف مراحل میں کیا کیا واقعات پیش آئے جب یہ واقعات اللہ کے نبی مکے میں بیٹھ کر بتلائیں۔ مدینے میں بیٹھ کر بتلائیں محقق تحقیق کرے اور اس میں ایک بال کے برابر بھی غلطی نہ ہو تو یقینی بات ہے کہ وہ کہے گا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا کہ جو بات حضور پاک ﷺ بتا رہے ہیں تو ان کو کیسے پتہ چلا تو لازمی بات ہے کہ ان کو اللہ نے بتلایا ہے۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ قرآن سمجھنے کے لئے ہمیں بھی قصص انبیاء میں ایک بڑی مدد ملے گی کہ جب ہم آدمؑ کے قصے کو پڑھیں گے، جب ہم نوح علیہ السلام کے قصے کو پڑھیں جب ہم انبیاءؑ کے واقعات کو پڑھیں گے تو ہمیں پتہ چلے گا یہ آیات کس کے متعلق ہیں، یہ آیات مبارکہ آسمانوں کے بارے میں ہیں، یہ آیات مبارک زمینوں کے بارے میں ہیں، یہ آیات مبارکہ قوم عاد کے بارے میں ہیں۔ یہ آیات قوم ثمود کے بارے میں ہیں، یہ آیات حضرت صالحؑ کے بارے میں ہیں، یہ آیات حضرت یعقوبؑ وحضرت یوسفؑ و یونسؑ کے بارے میں ہیں تو اللہ کے قرآن کو سمجھنے میں بھی ہمیں مدد ملے گی۔

تو اس لئے ان قصص انبیاء کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے، ان کا ایک عظیم مرتبہ ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہم ان قرآن کے واقعات کو قرآن میں نہ قصص انبیاءؑ کو بالکل صحیح معنوں میں عقل کے ساتھ، انصاف کے ساتھ مرتبہ سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں۔



حضرت آدم علیہ السلام

حضرت آدم سے پہلے کی تاریخ

اب سب سے پہلے قصہ حضرت آدمؑ کا ہے چونکہ ابتداء انسانیت، تخلیق انسانیت کی ابتداء آدمؑ سے ہے لیکن اس سے پہلے تھوڑا سا ایک منظر سیدنا آدمؑ سے پہلے کا دیکھ لیں کہ جب آدمؑ بھی پیدا نہیں ہوئے جب یہ کائنات بھی پیدا نہیں ہوئی، جب یہ دنیا بھی پیدا نہیں ہوئی تو اس کے بارے میں جو صحیح احادیث ہیں، مسلم شریف میں ہیں، صحاح میں ہیں، اسی طرح مسانید میں ہیں، اسی طرح سنن میں احادیث ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سرکار دو عالم حبیب کبریاء سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ حضور آپ ہمیں یہ تو بتائیں جب آسمان و زمین نہیں تھے تو اس وقت کیا تھا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یاد رکھو جب کچھ نہیں تھا تو اللہ کی ذات تھی کیونکہ اللہ کی ذات جو ہے وہ

''هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ''

اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے:

هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيْلٌ. اللہ ہر چیز کے پیدا کرنے والے ہیں تو جب کچھ نہیں تھا اس وقت بھی خدا تھا اور جب ساری کائنات فنا ہو جائے گی تو اس وقت بھی صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہوگی۔

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ"

اوراسی طرح فرماتا ہے:

"كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ".

ہر چیز قابل ہلاک ہے مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات، تو سب سے پہلے بھی اللہ کی ذات، اور سب سے آخر میں بھی اللہ کی ذات، تو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے اللہ کی ذات ہے۔

خدا کا عرش کہاں تھا

میرے پروردگار عالم کی ذات اس وقت بھی تھی صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ یارسول اللہ! پھر اللہ نے سب سے پہلے کیا پیدا فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے جب اللہ کی ذات تھی ابھی آسمان وزمین بھی نہیں تھے تو کَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ "تو اللہ کا عرش پانی پر تھا۔

آسمان وزمین کی پیدائش

اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ ساری کائنات آسمان و زمین کی اور مخلوقات کی پیدائش فرمائی جس کا قرآن مقدس نے ذکر فرمایا ہے۔

"وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ"

اللہ پاک نے آسمان اور زمین اور یہ ساری مخلوق چھ دنوں میں پیدا فرمائی اب اس کی تفصیل بھی احادیث میں موجود ہے۔

کس مخلوق کو کب پیدا کیا

اللہ تبارک وتعالیٰ نے "خلق التربة یوم السبت کہ مٹی کو اللہ نے ہفتے والے دن پیدا فرمایا اور جبال کو اتوار کے دن، اور پہاڑوں کے بعد اشجار کو سوموار کے دن پیدا فرمایا اور مکروہ چیزیں اور ایذا دینے والی چیزیں سانپ وغیرہ کو پیدا فرمایا منگل میں اور بدھ کے دن میں نور کو پیدا فرمایا ہے اور باقی جتنی قسم کے جانور ہیں وہ سب کے سب جمعرات کے دن پیدا فرمائے اور حضرت آدم کو جمعہ کے دن پیدا فرمایا۔

جمعہ کے دن کی فضیلت

اسی لئے احادیث میں آتا ہے کہ یہ جمعہ کا دن اتنا مبارک ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو اس دن میں پیدا فرمایا ہے اور جمعہ کے دن جنت میں داخل فرمایا اور زمین پر اتارا بھی جمعہ کے دن اور قیامت بھی جمعہ کے دن میں قائم ہوگی تو جمعہ کا دن مسلمانوں کے لئے عید المومنین ہے، بڑا مبارک وقت ہے۔

اور اسی طرح حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک گھڑی ہے جو اللہ کے ہاں مستجاب ہے آدمی کو اگر وہ گھڑی نصیب ہو جائے تو خدا کی قدرت ہے جو بھی مانگے گا بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو خلاف احکام اسلام نہ ہو خلاف عقل نہ ہو اللہ اس کی اس دعا کو منظور فرما لیتے ہیں۔

جمعہ کے دن حضرت آدمؑ کو کس وقت پیدا کیا گیا

تو اب یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جمعہ کے دن بعد العصر یعنی عصر کے بعد مغرب تک اس

دوران میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا ہے تو یوں سمجھ لیں کہ انسانوں کا سب سے پہلا باپ لیکن باعتبار تخلیق کے سب مخلوق یعنی ساری مخلوقات پہلے پیدا ہوگئیں آسمان ہو گئے، زمینیں ہو گئیں، تربت ہوگئی، اشجار ہو گئے، انعام ہو گئے، حیوانات ہو گئے، نور پیدا ہو گیا، تو آخر الخلق آدم علیہ السلام ہے کہ اللہ نے سب سے آخر میں آدمؑ کو پیدا فرمایا ہے اور آخری مخلوق جو سب سے آخر تک رہے گی وہ بھی انسان ہوں گے تو آخر الخلق بھی سیدنا آدمؑ ہیں۔

جنات کب پیدا ہوئے

تو اسی طرح صحیح احادیث میں ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کے پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے اللہ نے جنوں کو پیدا فرمایا اور یہ بھی یاد رکھ لیں کہ جنات آگ سے پیدج ہوئے ہیں۔ **والجان خلقناہ من قبل من نار السموم۔**

اللہ نے فرمایا کہ انسان کو ہم نے مٹی سے اور ان کو آگ سے پیدا کیا۔ تو جب جنات کو پیدا کیا تو ان جو زمین میں بھیجا کہ جا کر زمین میں آباد ہوں۔

جن کو جن کیوں اور بشر کو بشر کیوں کہتے ہیں

اور ایک بات یہ یاد رکھیں جن کو جن کیوں کہتے ہیں؟ اور انسان کو بشر کیوں کہتے ہیں؟ جن کا معنی ہوتا ہے وہ چیز جو چھپی ہوئی ہو کیونکہ جن چھپا ہوا ہے ہمیں نظر نہیں آتا اور بشر کا معنی ہوتا ہے وہ چیز جو کھلی ہوئی ہو چہرہ دیکھ کر بھی آپ کو پتہ چل جائے گا کہ یہ آدمی بڑا خوش بیٹھا ہے اور یہ اداس اور پریشان بیٹھا ہے تو بشر کا معنی ہے کھلی ہوئی چیز۔

اس لئے کہتے ہیں کہ "بشر ب" شارت دو۔ **بَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا** ایمان والوں کو

خوشخبری دے دو تو خوشخبری کو خوشخبری اس لئے کہتے ہیں کہ جب اچھی خبر ملے تو آدمی کا چہرہ کھل جاتا ہے آدمی کے چہرے پر اس کے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں تو اس لئے اس پر لفظ بشارت کا اطلاق ہو جاتا ہے۔

جنات کا زمین میں فساد اور تباہی

تو جنات آگ سے پیدا ہوئے تھے تو اب جنات جب زمین میں آئے تو "افسدوا في الارض وسفكوا" انہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا، فساد برپا کر دیا اب اللہ نے "ارسل جندا من الملائكة" فرشتوں کا ایک لشکر بھیجا کیونکہ فرشتوں کی طاقت کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر چہ جنوں کے پاس بھی بڑی طاقت ہوتی ہے فرشتوں کی طاقت کا اسی سے اندازہ لگائیں کہ قوم لوط کی ساری بستیاں حضرت جبرائیلؑ ایک پَر پر اٹھا کر آسمان تک لے گئے اور الٹ دیں۔ اور یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ نے فرشتوں کی تخلیق نور سے فرمائی ہے یعنی جنوں کی تخلیق اللہ نے آگ سے فرمائی اور فرشتوں کی تخلیق نور سے فرمائی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خلقت الملائكة من النور" اللہ نے ملائکہ کو نور سے پیدا کیا۔ تو ملائکہ کا ایک لشکر آیا اللہ کے حکم سے انہوں نے آ کر جنوں کو کنٹرول کیا ان جنوں کو اتنا مارا کہ ان کو مار مار کر بھگا دیا پوری زمین کو خالی کر دیا "الا جزائر البحور" مگر دریاؤں کے جزیرے یا جیسے سمندروں کے بیچ میں جزیرے ہوتے ہیں جیسے انڈونیشیا میں بڑے جزائر ہیں اور بھی ممالک ہیں بڑے بڑے جزیرے ہیں وہ ان جزائر میں چلے گئے تو زمین خالی ہو گئی اب بھی جنات کا زیادہ تر ٹھکانہ اسی طرح دور افتادہ بحور میں ان جزائر میں ہے یا پہاڑوں کی غاروں میں ہے یا ان جگہوں پر ہوتا ہے جو ویران ہیں جہاں کوئی آبادی نہ ہو وہاں زیادہ تر جنات قبضہ رکھتے ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی قوت کو، طاقت کو کم کر دیا۔

فرشتوں کے سامنے تخلیق آدمؑ کا اظہار

اب اللہ تبارک وتعالی نے آدمؑ کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا اب دیکھیں سب سے بڑا، سب سے عظیم تعلق جو اللہ اور اس کی مخلوق ملائکہ کے درمیان ہے اور اس میں اللہ نے اپنے بندوں کو سبق دیا ہے کہ میں خالق ہوں، میں مالک ہوں، میں علام الغیوب ہوں، میں علیم بذات الصدور ہوں مجھے کسی سے مشورہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مشورہ تو آدمی لیتا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ میں غلطی کروں تو مجھے دوسرے بھائی صحیح مشورہ دیں گے۔ ہوسکتا ہے کہ میری عقل میں وہ بات نہ آئے اور آپ کے دماغ میں وہ بات آجائے۔ لیکن اللہ نے فرشتوں سے کلام فرمایا اور اپنا ارادہ ظاہر فرمایا کہ میں زمین میں ایک نائب بھیجنا چاہتا ہوں تو اس سے امت کو اور بندوں کو سبق ملا کہ جب اللہ ملائکہ سے بات فرمائیں، اللہ کے نبی بھی مشورے کے پابند ہوں تو تم بھی جب کوئی کام کرو تو بغیر مشورے کے نہ کرو جب تم کوئی اقدام کرو تو مشورے کے ساتھ کرو۔ "اَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ" اللہ نے نبی کو بھی حکم دیا کہ "وَشَاوِرْهُمْ فِي الأمر" تو جو کام آپ مشورے سے کریں گے اللہ کبھی ذلیل دنا کام نہیں فرمائے گا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی کام کریں تو استخارہ کرلیں استخارے کا مطلب یہ ہے کہ گویا آپ اللہ سے پوچھ رہے ہیں کہ اللہ پاک! میں یہ کام کروں یا نہ کروں تو اب جب آپ نے اللہ سے پوچھ لیا تو اس میں نقصان ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ تو اللہ نے فرمایا: "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيْفَةً" میرے ملائکہ میں زمین میں ایک نائب بنانے والا ہوں۔

خلیفہ کا معنی

اور یہی وہ بنیادی بات ہے جو آپ کو اور مجھے یاد رکھنی چاہئے کہ دنیا میں بادشاہ آئے نبی آئے، خلیفہ آئے جو بھی ہوگا وہ اللہ کی نیابت ہے حکم اللہ کا ہوگا تنفیذ اس کے ذمہ ہوگی اللہ کے قانون کو وہ نہیں بدل سکتا اللہ کے قوانین کا پابند ہے۔ اور نیابت کرے گا چلائے گا بس یہ خلیفہ کا معنی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ جو کسی کے بعد آئے چونکہ پہلے جن گزر چکے تھے ان کے بعد ایک دوسری مخلوق بھیجی جارہی تھی تو لہذا اس پر بھی لفظ خلیفہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

اور بعض علماء نے فرمایا کہ خلیفہ اس لئے کہا گیا کہ اللہ تو جانتے تھے کہ آدمؑ کی اولاد ہوگی پھر اولاد کی اولاد ہوگی پھر اولاد کی اولاد ہوگی نسلیں چلیں گی۔ یخلف ہوئی بَعْضُهُمْ بَعْضًا ایک دوسرے کے بعد آئیں گے تو اس لئے بھی ان پر لفظ خلیفہ کا اطلاق فرمایا۔

تو بہر حال اللہ نے فرمایا کہ میں زمین میں خلیفہ بھیجنا چاہتا ہوں تو اب ملائکہ نے عرض کیا:

"قَالُوْا أَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّيْ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ".

ملائکہ نے عرض کیا یا اللہ! آپ پھر ایسی مخلوق کو بھیجیں گے جو جا کر زمین میں فساد کریں گے زمین میں خون بہائیں گے قتل کریں گے ہم جو تیری مخلوق ہیں تیری تسبیح کہنے والے تیری حمد کہنے والے تیری تقدیس کہنے والے اگر چہ دنیا میں کسی کو بھیجنا ہے تو ہمیں بھیج دیں ہم جو تیرے بندے موجود ہیں۔ تیرے فرمانبردار ہیں اور فرمانبردار بھی ایسے کہ جن سے بھی نافرمانی کا صدور بھی نہیں ہوا یعنی اللہ کے فرشتے ایک ایسی مخلوق ہیں جو عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ"۔

کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو بھی حکم ملے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔اللہ نے فرمایا اے میرے ملائکہ! "إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ" میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔تو بہر حال اللہ نے فرمایا میں علم رکھتا ہوں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے ہو کہ زمین کی خلافت کے لئے کون مناسب ہے۔

حضرت آدمؑ کی تخلیق مٹی سے ہوئی

اب جب اللہ نے فیصلہ فرمادیا آدمؑ کو پیدا کرنے کا آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ نے ملائکہ کو نور سے اور جنات کو آگ سے پیدا کیا اور آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا حکم دیا کہ تمام روئے زمین کی جتنی اقسام ہیں سب کی تھوڑی تھوڑی مٹی لے آؤ ایک حدیث میں ہے اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ مٹی لاؤ اور فرشتے مٹی لائے اور ایک حدیث میں ہے کہ اللہ نے اپنے دست قدرت سے پوری کائنات سے جو زمین پیدا فرمائی تھی اس سے مٹی اٹھالی اب چونکہ زمین کی مٹی مختلف تھی۔دنیا میں جو زمین کے اندر مٹی ہے آپ کو پتہ ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہیں آپ دیکھ لیں کہیں اچھی مٹی ہے کہیں وہ مٹی ہے جو قابل کاشت ہے کہیں وہ مٹی ہے جو پانی کو زمین میں سنبھالتی ہے نہیں وہ مٹی ہے جس میں پانی اتر ہی نہیں سکتا کہیں وہ مٹی ہے جو بالکل بنجر ہے چلی ہوئی ہے سڑی ہوئی ہے کہیں آپ دیکھیں آپ کو سفید مٹی نظر آئے گی کہیں بالکل جلی ہوئی راکھ کی شکل میں کہیں سرخ مٹی نظر آئے گی۔یہی وجہ ہے کہ اولاد آدمؑ کی بھی پھر اشکال ہوئیں جتنے بنیاد میں اثرات تھے وہ آگے جا کر بھی تو ظاہر ہونے تھے اگر آپ سفید سیمنٹ سے کوئی چیز بنائیں گے تو سفید ہوگی کالی سیمنٹ سے بنائیں گے تو کالی ہی ہوگی اگر آپ سفید اور کالی کو مکس کر دیں تو کوئی اور رنگ نکل آئے گا اللہ

نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا جس کی قرآن میں وضاحت فرمائی ہے: إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِندَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِن تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ".

حضرت آدمؑ کو کونسی مٹی سے پیدا فرمایا

یہاں ایک بات یاد رکھ لیں تا کہ بات سمجھنے میں آسانی ہو کہ کسی جگہ قرآن فرماتا ہے "خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ" اور کہیں قرآن کہتا ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا "مِنْ طِينٍ" جیسے قرآن میں دوسری جگہ ہے کہ اللہ نے جب ابلیس سے فرمایا کہ تو نے سجدہ کیوں نہیں کیا تو اس نے کہا انا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَ خَلَقْتَهُ مِنْ طِيْن" تو یہاں آگیا کہ اللہ نے "طین" سے پیدا فرمایا۔

اسی طرح ایک جگہ قرآن فرماتا ہے: مِنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ "کہ اللہ نے ایسی مٹی سے آدمؑ کو پیدا فرمایا جو چپکنے والی ہے "لازب" کا معنی ہے (ایک دوسرے کو چپکنا جیسے ربڑ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو پکڑ لیتا ہے جس کو آپ "بسکه" کہتے ہیں تو جس میں چمٹنے والی چیز لازب ہو۔

اور ایک جگہ قرآن فرماتا ہے ہم نے آدمؑ کو پیدا کیا:" مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْن" ۔ اور ایک جگہ قرآن فرماتا ہے : "صَلْصَالٍ كَالْفَخَارِ "تو اب دیکھیں ایک جگہ قرآن میں "تراب" آ گیا اور ایک جگہ آیا "طین "اور ایک جگہ آیا طین اور ایک جگہ آیا طین لازب اور ایک جگہ صلصال کالفخار اور ایک جگہ "من حما مسنون" آیا تو اب یہ پانچ مقامات ہیں جن کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا کہ ہم نے آدمؑ کو ان سے پیدا فرمایا۔

اعتراض اور جواب

اب جو اعداء اسلام ہیں یعنی جو دشمنان دین ہیں جو منکرین قرآن ہیں جو یہود یا نصاری

کے مستشرقین ہیں یا ہندوؤں کے پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ انہی چیزوں کو ہماری جدید نسل کے سامنے رکھتے ہیں کہ دیکھو اگر یہ اللہ کا کلام ہے اور اللہ کے بارے میں آپ کہتے ہو کہ وہ "علیم بذات الصدور" ہیں سب چیزوں کا علم رکھنے والے ہیں کبھی کہتے ہیں "مٹی سے پیدا کیا اور کبھی کہتے ہیں، دو طین سے پیدا کیا اور کبھی کہتے ہیں " طین لازب" سے پیدا کیا اور کبھی کہتے ہیں صلصال سے پیدا کیا بھی کہتے ہیں "حما مسنون" سے پیدا کیا یہ کیا بات ہوئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ تو تعارض ہے اور نہ یہ تضاد ہے بلکہ اللہ نے آدمؑ کی پیدائش کے جو مرحلے ہیں ان کا ذکر فرمایا ہے جیسے اب انسان ہے اللہ نے اس کو نطفے سے پیدا کیا لیکن فرماتے ہیں:

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِيْنٍ . ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ انْشَيْنَهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ.

کہیں "مِن مَّاءٍ مَهِيْن" اور کہیں هَلْ يَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ يَخْرُجُ مِن بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِب" کہیں فرمایا مَاءٍ دَافِقٍ سے پیدا فرمایا ہے اور کہیں فرمایا خَلَقْنَا الْ نُّطْفَةَ اور کہیں فرمایا مِن مَّاءٍ مَّهِيْن، ایک حقیر پانی سے پیدا فرمایا۔

اصل وجہ یہ ہے کہ سارے مراحل میں وہ نطفہ بھی ہے، وہ باپ کی پشت سے ٹپکنے والا، وہ ماں کے سینے سے گرنے والا، وہ رحم مادر میں قرار پکڑنے والا پانی بھی ہے پھر وہ علقہ بنا، پھر مضغہ یا پھر فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْماً تو یہ جتنا دوار ہیں ان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔

ایک انگریز ڈاکٹر کا مسلمان ہونے کا واقعہ

ابھی آپ نے سنا ہوگا یا دیکھا ہوگا کسی امریکن سٹیٹ کے ایک بہت بڑے گائنی کے ڈاکٹر تھے جو امراض نساء اور ولادت کے ڈاکٹر ہوتے ہیں ان میں سے یہ ان لوگوں میں شمار ہوتا تھا جو چند ایک ہوتے ہیں تو اس نے جب قرآن پاک کی یہ آیات پڑھیں تو وہ اسلام لے آیا۔اس نے کہا کہ اللہ کے نبی کو یہ سارے مراحل کس نے بتائے؟ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ فلاں جگہ سے باپ کا پانی گرتا ہے اور فلاں جگہ سے ماں کا پانی گرتا ہے اور پھر ''فِي ظُلُمت ثلث'' تین اندھیروں میں جا کر قرار پکڑتا ہے اور ''قَرَارٍ مَّكِين'' ایک وقت معین تک وہ قرار مکین میں ہوتا ہے پھر وہ ''علقہ'' بنتا ہے پھر وہ ''مضغہ'' بنتا ہے یہ سارے مراحل اللہ کے نبی، آمنہ کے لعل سرزمین مکہ میں بیٹھے ہوئے بتا رہے ہیں جہاں معلومات کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کا سچا نبی ہے اس لئے اس نے کہا ''اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله'' کہ یہ چیزیں جن کے بارے میں ہمارا علم اب پہنچ رہا ہے اب ہمارے علوم ترقی کر کے پہنچے ہیں کہ ماں کا رحم کیا ہے؟ بچہ کیسے ہوتا ہے؟ اس میں کیسے تغیرات اور تبدلات آتے ہیں اب الٹرا ساؤنڈ ہمیں کچھ نہ کچھ بتاتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو یہ ساری چیزیں نہیں تھیں پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم خبر دے رہے ہیں اور ساری تفصیل بتا رہے ہیں تو یہ کس نے بتائیں۔

آدمؑ کی پیدائش کے سلسلہ میں بھی کوئی شبہ نہیں

اسی طرح یاد رکھیں کہ آدمؑ کے بارے میں بھی کوئی تعارض نہیں، کوئی تضاد نہیں۔کوئی

تباین نہیں، کوئی اختلاف نہیں۔اس بات کو یاد رکھیں کہ پہلے مٹی تھی اب جب مٹی میں پانی ڈالا گیا تو طین بن گئی تو اب جب کچھ دیر گزر گئی تو طین لازب بن گئی اب اس میں چکناہٹ آ گئی آپ مٹی کو گوندھیں اور رکھ دیں تو آپ دیکھیں گے کہ اس میں تغیر آئے گا جب خالص مٹی ہو اچھی قسم کی تو پھر اس میں تو اتنی مضبوطی آجاتی ہے جیسے کمہار برتن بناتے ہیں تو یہ مٹی ڈھونڈتے ہیں کہ مٹی کون سی اچھی ہے پھر مٹی کی بھی شان ہے کہ جب پہلے دور میں یہاں فریج اور ائیر کنڈیشن وغیرہ ایسی چیزیں نہیں ہوتی تھیں تو سب سے بڑا مدینہ منورہ کا ہدیہ مدینہ کی صراحیاں ہوتی تھیں اور مدینہ منورہ کی کھجور اور مدینہ منورہ کے گلاب کے پھول یہ تین ہدایا ہوتے تھے جو خالص مدینہ منورہ کی مٹی کے ہوتے تھے کھجور بھی وہیں پیدا ہوتی تھی پھول بھی وہیں پیدا ہوتے تھے اور مٹی بھی وہیں کی جس سے صراحیاں بنتی تھیں۔

یقین فرمائیں کہ وہ صراحیاں اتنی ٹھنڈی ہوتی تھیں کہ بہت زیادہ عرب میں جب گھر بناتے تھے تو باہر بالکونیوں میں لکڑی سے سوراخ بنا دیتے تھے اور اس میں وہ صراحیاں پھنسا دیتے تھے کہ جب ان کو ہوا لگتی تھی وہ اتنا ٹھنڈا اور طیب پانی ہوتا تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے مریض بھی آرام سے رہتے تھے جب سے ہم نے یہ مصنوعی ٹھنڈک شروع کی ہے نہ بچوں کو چین ہے نہ ماں باپ آرام سے ہیں چلو شکر ہے ڈاکٹروں کا کچھ ذریعہ معاش بنتا رہتا ہے ہم بیمار نہ ہوں تو وہ بے چارے کیا کریں۔

تو بہر حال جب مٹی گوندھی گئی تو وہ ''طین'' بن گئی اور جب دیر گزری تو وہ ''طین لازب'' بن گئی طین لازب کے بعد اللہ نے اس کا ڈھانچہ بنا دیا جیسے ہسپتالوں میں آپ کے پاس بھی اسٹیچو ہوتے ہیں سفید قسم کا پاؤڈر سا ہوتا ہے پانی ڈالا اور اس کے ساتھ کوئی چیز بنا کر رکھ لی تو اللہ

نے اس کی شکل تیار کی کہ یہ ٹانگیں ہیں، یہ سینہ ہے یہاں سر ہوگا اب ڈھانچہ بن گیا جب کچھ وقت گزرا تو وہ خشک ہوگیا جب خشک ہوگیا تو بجنے لگ گیا ''کالفخار'' جیسے اینٹ پختہ ہوتی ہے اس کو ہاتھ ماریں تو آواز آتی ہے ایسے ہی مٹی جب گیلی ہو تو آواز نہیں آئے گی جب وہ خشک ہو جائے گی تو آواز آئے گی اب "حما مسنون" کہتے ہیں جیسے راکھ ہوتی ہے جلی ہوئی راکھ کا جو رنگ ہوتا ہے تو دھوپ میں پڑے پڑے اس پر جب اثرات آئے تو اس کی شکل "حما مسنون" بن گئی۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ فرمایا کہ ہم نے آدم کو "تراب" سے پیدا کیا اور کسی جگہ فرمایا کہ "طین" سے پیدا کیا اور کسی جگہ فرمایا کہ "طین لازب" سے پیدا کیا اور کسی جگہ فرمایا "صلصال کالفخار" سے پیدا کیا اور کسی جگہ فرمایا "من صلصال من حما مسنون" سے پیدا کیا۔

تو تمام اللہ کے قرآن کی آیات برحق ہیں اب جب آدمؑ کو اللہ نے پیدا کیا تو حدیث میں آتا ہے کہ آدمؑ کا قد ساٹھ فٹ تھا اور چوڑائی سات ہاتھ تھی اور ابلیس کان من الجن جنوں میں سے تھا لیکن رہتا ملائکہ میں تھا وجہ یہ تھی کہ جب فرشتوں کا لشکر جنوں کو سزا دینے کے لئے اترا تھا تو اس کو وہ ساتھ لے گئے تھے اور یہ بڑا عابد زاہد بن گیا تھا جب عابد، زاہد، صالح بن گیا تو فرشتوں کے ساتھ رہنے لگ گیا یہ بات یاد رکھیں کہ ابلیس ''کَانَ مِنَ الْجِنّ'' جنوں میں سے تھا۔

اسی لئے حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں "لم یکن طرفة عین من الملائکة" ایک پلک جھپکنے کے بقدر بھی وہ فرشتوں میں سے نہیں تھا لیکن "کان مع الملائکة" فرشتوں کے ساتھ رہتا تھا۔

حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے کا حکم

اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ ایک تو تھا جسد آدم، جسے اللہ نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا۔ اسی لئے اللہ نے فرمایا قرآن میں ہے: "مَامَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ اَسْتَكْبَرْتَ"۔

ابلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اس کے بعد حکم دیا۔

"فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوحِيْ فَقَعُوْا لَهُ سَجِدِيْنَ".

کہ اے میرے ملائکہ! جب میں آدم کو بنالوں اور جب میں اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں جب روح پھونکی جائے تو تم سب سجدہ میں گر پڑو تعظیم اور تکریم کے لئے، اب اللہ نے آدمؑ میں جب روح پھونکی تو آدمؑ کو سب سے پہلے چھینک آئی تو اللہ نے فرمایا کہو "الحمد للہ" تو حضرت آدمؑ نے فرمایا "الحمدللہ" فرشتوں نے کہا "الحمداللہ" اور سننے والا "یرحمک اللہ" کہے اور پھر وہ جواب دے کہ یھدیکم اللہ تو اسی طرح ہے کہ جب آدمؑ کی روح نصف بدن تک پہنچی تو جنت کے بڑے عجیب عجیب منظر نظر آئے تو آدمؑ فوراً اٹھنے لگے اب کیسے اٹھیں نیچے تو روح ہے نہیں پھر دوبارہ گر گئے تو اللہ نے فرمایا "خُلِقَ الْإِنْسَانُ مِنْ عَجَل" انسان بڑا جلد باز ہے۔

انسان میں جلد بازی

صبر نہیں ہے جو چیز دیکھتا ہے کہتا ہے آج ہی مجھے مل جائے دیر نہ ہو۔ انسان کے بس میں ہو تو وہ کہے کہ آج ہی پیدا ہوں آج ہی جوان ہو جاؤں آج ہی پڑھ جاؤں آج ہی

ڈگری مل جائے آج ہی نوکری لگ جائے اور آج ہی لوگوں کے سارے پیسے میری جیب میں آجائیں انسان عجول ہے وجہ کیا تھی کہ حضرت آدمؑ میں جو عجلت آئی تو اولاد میں بھی آئے گی۔

اب جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو ملائکہ کو حکم دیا سجدے کا "فَسَجَدَالْمَلٰئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ إِلَّا إِبْلِيْسَ" سب ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔

آسمان میں سب سے پہلا گناہ

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ "اول ذنب اذنب في السماء الحسدُ" کہ سب سے پہلا گناہ جو آسمان میں کیا گیا وہ حسد ہے کہ ابلیس نے حسد کیا اب فرشتوں نے بھی سوچا کہ ہم سجدہ تو کر لیتے ہیں کیونکہ اللہ کا حکم ہے لیکن "لن يخلق الله خلقا اعلم منا و اكرم منا" اللہ کوئی ایسی مخلوق نہیں بنائیں گے جو ہم سے زیادہ عزت والی ہو جو ہم سے زیادہ علم والی ہو۔ اس لئے قرآن میں آتا ہے تو بتلاؤ اگر تم سچے ہو۔ کہ تم جو کہتے تھے کہ ہم اکرم ہیں ہم اعلم ہیں۔ تو آج اپنا امتحان دو۔

حضرت آدمؑ کی عظمت

تو بہر حال اللہ نے آدمؑ کو پیدا کیا ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا اللہ نے آپ کو شرف بخشا اور پیدا ہونے کے بعد اللہ نے آدمؑ کو حکم دیا کہ جا کر جنت میں قیام فرمائیں جنت میں رہیں۔

حضرت آدمؑ کس جنت میں داخل ہوئے تھے

اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ اگر وہ جنت الخلد تھی تو آدمؑ جنت سے نکالے کیسے گئے؟ کیونکہ قاعدہ ہے جو جنت میں جائے گا کبھی نکلے گا نہیں اور اس جنت کے اندر کوئی کمال ہے کہ

"لا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى" وہاں نہ بھوک ہوگی نہ عریانی ہوگی نہ تکلیف ہوگی۔ پھر جب ہم جنت میں جائیں گے تو ہمیں منع نہیں کیا جائے گا احکام نہیں ہوں گے اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ جب جنت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو اپنا دیدار کرائیں گے "فَخَرُّوا سُجَّداً" تو مسلمان جنتی فوراً سجدے میں گر جائیں گے۔ اللہ پاک فرمائیں گے: "ارفعوا رؤسکم" اپنا سر اٹھاؤ یہ دنیا تھوڑی ہے یہ تو جنت ہے وہ تو دنیا تھی جو تم نے سجدے کر لئے ہم نے قبول کر لئے اب تو راحت ہی راحت ہے آرام ہی آرام ہے۔

اس لئے اختلاف ہے کہ کیا آدمؑ جس جنت میں داخل کئے گئے وہ جنت الخلد تھی یا اور جنت تھی تو راجح اقوال اسی طرح ہیں کہ وہ جنت تھی وہ اصل جنت نہیں تھی اللہ کے ہاں تو کئی جنتیں ہیں حتیٰ کہ بعض مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ ان کو جنت میں رکھا گیا۔ اور وہ جنت زمین پر تھی اور جو اصل جنت ہے وہ آسمانوں پر ہوگی لیکن بعض علماء اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب اللہ نے فرمایا "اترو" تو اگر وہ آسمان پر نہیں تھی زمین پر تھی تو زمین سے اترو کا کیا مطلب؟ تو اس کا بھی علماء نے جواب دیا ہے کہ جب نوحؑ کشتی میں چڑھے تو ان کو بھی اللہ نے حکم دیا تھا قیل یا نُوْحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا" اے نوح اتر و کشتی سے۔ آدمی کو ایک مکان سے بھی کہا جائے اترو تو کہہ سکتے ہیں ایک گاڑی سے بھی کہو تو کہہ سکتے ہو۔ یا کرسی سے کہا جائے اترو اگرچہ کرسی زمین پر ہی رکھی ہوئی ہو۔ تو اس لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ جنت بھی وہی ہو اس جنت کے احکام الگ ہیں اور اس جنت کے احکام الگ ہیں۔

حضرت آدمؑ کے قصہ کی اہمیت

قصص الانبیاء میں چونکہ سب سے پہلے نبی سب سے پہلا انسان، سب سے پہلا ملقب بخلیفہ سیدنا آدمؑ ہیں۔تو اس لئے ہمارے دروس کی ابتداء بھی سیدنا آدمؑ سے ہوئی اور آپ سیدنا آدمؑ کے اس حصے کو پوری توجہ کے ساتھ سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں کہ یہ کتنا اہم قصہ ہے کہ جس کو اللہ تبارک و تعالی نے سورۃ البقرۃ، سورۃ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ الاعراف، سورۃ الاسراء، سورۃ طہ، سورۃ ھود، سورۃ ص۔ غرض قرآن کی بہت سی سورتوں میں اس قصے کو ذکر کیا ہے اسی سے آپ اس کی اہمیت کا اندازہ لگالیں حالانکہ سنت اللہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں بہت زیادہ ضروری بات ہو تو اس کو دو مرتبہ ذکر فرماتے ہیں لیکن قصہ آدمؑ اتنا اہم ہے اور اتنا مہم ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام مقدس کی اتنی سورتوں میں اس کو ذکر فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جیسے ہمارے ہاں ایک مثال ہے کہ اگر آپ اپنے مکان کی بنیاد میں ہی غلطی کر جائیں تو پھر اوپر تو عمارت لازمی بات ہے غلط ہوگی اگر عمارت کی پہلی دیوار کی بنیاد میں غلطی ہے تو۔

خشت اول چوں نہد معمار کج

تا ثریا مے رود دیوار کج

پھر اگر دیوار کو ثریا تک بھی لے جائیں تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔تو اگر ہم تخلیق انسانیت کے واقعے کو ہی نہ سمجھ سکیں اگر ہمارے ذہنوں میں تخلیق آدمؑ بھی واضح نہ ہوسکی، اور اگر ہم مغرب سے متاثر ہو کر مادیت میں کھو گئے یا ہم نے مختلف الخیال لوگوں کی آرا میں مختلف باتیں سوچ سوچ کر اپنے ذہنوں کو پراگندہ کر دیا تو بات ساری ختم ہو جائے گی اگر خدانخواستہ تخلیق آدمؑ سمجھ نہ آئے تو

پھر ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کو سمجھنا کیسے ممکن ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدمؑ کے اس قصہ مبارکہ کا قرآن کی مختلف سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

انسان کی عناصر اربعہ سے تخلیق

اب سابقہ درس میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا فرمایا یعنی اس کا جزو اعظم مٹی ہے۔ یہ نہیں کہ صرف مٹی ہے انسان کے عناصر اربعہ ہیں مٹی ہے، پانی ہے، آگ ہے ،ہوا ہے لیکن جو جزو اعظم ہوتا ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے، یعنی اللہ نے فرشتوں کو نور سے پیدا کیا اور اللہ نے جنات کو آگ سے پیدا کیا اور اللہ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا اور یہ بھی الحمدللہ ہم پڑھ چکے ہیں کہ "تراب" یا "طین" یا "طین لازب" یا "صلصال کالفخار" یا "حما مسنون" یہ تضاد اور تعارض نہیں بلکہ مختلف کیفیات کا ذکر ہے آدمؑ کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو۔

فرشتوں کی کثرت

اب اس میں بھی علماء امت کا اختلاف ہے کہ سجدہ کرنے والے ملائکۃ الارض تھے یا سجدہ کرنے والے ملائکۃ السماء تھے فقط یا سجدہ کرنے والے تمام ملائکہ تھے ملائکہ تو اتنے ہیں کہ ان کی تعداد کوئی نہیں جانتا۔

ایک جگہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "رفع بصرہ الی السماء" آسمانوں کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا "اطت السماء و حق لھا انت تئط" آسمان میں چرچراہٹ کی آواز آرہی ہے اور فرمایا "ما من موضع قدر اصبعین فی السماء الا و ملک

واضع جبهته يسبح و يقدس او كما قال النبی صلی الله علیه وسلم" دو انگشت کے برابر بھی آسمان میں کوئی جگہ نہیں مگر اللہ کا کوئی فرشتہ یا رکوع میں ہے یا سجدے میں ہے یا تسبیح پڑھ رہا ہے یا تقدیس بیان کر رہا ہے۔

حضرت آدمؑ کو کن فرشتوں نے سجدہ کیا تھا

تو اس لئے علماء کا اختلاف ہے کہ آدم کو سجدہ تمام ملائکہ نے کیا ہے یا صرف ملائکۃ الارض ہیں یا صرف ملائکۃ السماء ہیں راجح قول اور جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ ہم ان اختلافات میں کیوں پڑیں جب کہ اللہ کا قرآن واضح کہتا ہے: "فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُوْنَ" سب فرشتوں نے سجدہ کیا اور تمام قرآن مبارک میں اسی طرح ہے اور جیسے سورہ طہ میں ہے: "وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا إِلَّا إِبْلِيْسَ اَبٰى" کہ سب فرشتوں نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔ لفظ "کل" بھی استغراق کے لئے ہوتا ہے اور لفظ "اجمعون" بھی جمع پر دلالت کرتا ہے تو لہٰذا ہم بلا وجہ اس بحث میں کیوں پڑیں اس لئے ظاہر بات جمہور مفسرین کرام کے نزدیک یہی ہے کہ اللہ کے حکم سے تمام ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا۔

یہ سجدہ تعظیمی تھا یا کوئی اور

اور یہ بات بھی سمجھ لیں کہ یہ سجدہ تکریم ہے یہ سجدہ تعظیم ہے اور سجدہ تعظیم بھی آدمؑ کی شان اور آسمانوں میں اللہ کے حکم سے ہوا۔ سرکار دو جہاں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کسی انسان کو سجدہ تعظیم کرنا بھی حرام ہے۔

اب سجدۂ تعظیمی حرام ہے

اس لئے بعض علماء جولوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ وہ جو قبروں پر سجدہ کرتے ہیں یا مشائخ کو یا پیروں کو سجدہ کرتے ہیں یا ہم اپنے پیروں کے پاؤں پکڑتے ہیں یا والدین کے پیروں میں جھکتے ہیں تو یہ تعظیم مقصود ہے عبادت نہیں ہے تو یہ بھی غلط ہے ہمارے آقا کی شریعت میں تو سجدۂ تعظیم بھی حرام ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا جب انہوں نے پوچھا تھا یارسول اللہ! دنیا کے بادشاہوں کو لوگ سجدہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں اجازت دیں کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کریں تو حضور ﷺ نے فرمایا خبردار کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں حالانکہ صحابہ ؓ کا پوچھنے کا مقصد یہ تھا کہ سجدۂ تعظیم ورنہ سجدۂ عبادت تو وہ نہ کرنا چاہتے تھے ان کا تو یہ ارادہ تھا کہ جیسے لوگ بادشاہوں کی تعظیم کرتے ہیں پہلے فرشی سلام کرتے ہیں پھر جھکتے ہیں پھر سجدہ کرتے ہیں پھر ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑے ہوتے ہیں تو حضور آپ تو ہمارے دین و دنیا کے بادشاہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں میری شریعت میں سجدہ کرنا ناجائز ہے اور اگر سجدے کی اجازت ہوتی تو لامرت امرأۃ ان تسجد لزوجھا میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے کہ ایک عورت پر اس کے خاوند کے کتنے بڑے حقوق ہیں اور ایک عورت کے لئے اس کے خاوند کی کتنی بڑی تعظیم ہے ایک عورت کے لئے خاوند کی کتنی بڑی عظمت ہے تو میں اس کو حکم دیتا لیکن شریعت میں حکم ہی نہیں۔

لہذا یہ مسئلہ صاف ہوگیا کہ تمام ملائکہ نے آدمؑ کو سجدہ کیا اور یہ سجدہ تکریم تھا اور اللہ کے حکم سے تھا ہم اگر کسی کو سجدہ نہیں کرتے تو اللہ کا حکم ہے کہ کسی کو سجدہ نہ کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم

ہے کہ کسی کو سجدہ نہ کرو۔

فرشتوں کا امتحان

اب ملائکہ کے بعد دوسرا مسئلہ ہے امتحان کا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام اشیاء کے نام سکھلا دیئے۔ اللہ نے علم عطا فرمادیا حتیٰ کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "عَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ" کا معنی یہ ہے کہ "اسماء کل شيء هذه دابة و هذه شجرة و هذه قدح" ہر چیز کا علم دے دیا کہ یہ جانور ہے، یہ درخت ہے، یہ پیالہ ہے، یہ فلاں چیز ہے، یہ فلاں چیز ہے ،تمام اشیاء کے نام سکھلا دیئے بنیادی طور پر اور اس کے بعد اللہ نے امتحان فرمایا ملائکہ کا۔

وَ عَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَئِكَةِ فَقَالَ انْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنتُمْ صَدِقِينَ. قَالُوا سُبْحَنَك لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّك أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ".

اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو تمام اسماء کا علم عطا فرمادیا ساری چیزیں سامنے کر دیں اور فرمایا ملائکہ "انبئونی" مجھے بتلاؤ ان کے نام اور ساتھ بھی فرمادیا اگر تم سچے ہو "اگر تم سچے ہو" کا معنی علماء نے یہ لکھا ہے کہ اللہ نے آدمؑ کے جب پیدا ہونے کا ارادہ فرمالیا اور ملائکہ کو بتلا دیا کہ "إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً. تو ملائکہ آپس میں کہنے لگے بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ملائکہ کے دل میں یہ بات آئی زبان پر نہیں آئی کہ "لن يخلق الله خلقا اكرم منا و اعلم منا "اللہ تعالیٰ کوئی ایسی مخلوق پیدا نہیں فرمائیں گے جو ہم سے زیادہ عزت والی ہو جو ہم سے زیادہ علم والی ہو کیونکہ وہ تجربہ کر چکے تھے کہ اللہ نے پہلے جنوبی کی مخلوق پیدا فرمائی تھی لیکن جنات نے زمین میں فساد پھیلایا تو پھر اللہ نے ہمیں ان کو سیدھا کرنے کے لئے

بھیجا تو اس کا مطلب ہے کہ ہم اعلم ہیں ہم اکرم ہیں تو انہوں نے کہا کہ اللہ مخلوق پیدا کرنا چاہتے ہیں لیکن ہم سے زیادہ عزت والی اور علم والی نہیں ہوگی یہ بات ان کے دل میں آئی تو اللہ نے فرمایا کہ تم اس خیال میں سچے ہو، اس دعوے میں سچے ہو کہ تم سے زیادہ کوئی اکرم نہیں، کوئی تم سے زیادہ اعلم نہیں اکرم کا قصہ تو واضح ہوگیا کہ ہم نے تمام ملائکہ کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو معلوم ہوگیا کہ آدمؑ سب سے افضل ہیں جیسے کسی شاعر نے بھی کہا ہے کہ

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
لیکن اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

محنت تو زیادہ کرنا پڑتی ہے لیکن اللہ نے جو انسان کو مقام دیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کوئی فرشتوں میں تو نہیں بھیجے۔ انسانوں میں بھیجے ہیں اور اللہ نے انبیاء کو تو اتنا بڑا مقام دیا ہے کہ سب سے افضل فرشتہ جبرائیلؑ ہے اور اس کا عالم یہ تھا کہ جیسے میرے آقا کا خادم ہو کہ بغیر اجازت کے میرے آقا کے گھر میں داخل نہیں ہوسکتا بغیر اذن کے بات نہیں کرسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لیلۃ المعراج میں سواری پکڑ کر لانے والا، سواری پر سوار کرانے والا جبرائیلؑ ہے یعنی وہ ڈیوٹی کر رہا ہے جو ایک خادم ڈیوٹی کرتا ہے تو مقام انسانیت کتنا بلند ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انسان صحیح معنوں میں اپنے مقام انسانیت کو پہچان لے۔

اس لئے اللہ نے فرشتوں سے فرمایا کہ جہاں تک تمہارا خیال تھا کہ تم سب سے اکرم ہو تو بات ختم ہوگئی کہ آدمؑ سب سے افضل ہیں اور تمہارا خیال تھا کہ ہم سب سے اعلم ہیں تو اب نام بتلاؤ؟ تو انہوں نے کہا کہ اللہ پاک ہمیں تو نہیں آتے ہمیں تو وہی چیز آتی ہے جو آپ نے ہمیں سکھلائی ہے ہمیں تسبیح وتقدیس جو آپ نے بتلائی ہے اس کے علاوہ تو ہم کچھ نہیں جانتے ہمارے

ہاں علم غیب تو ہے نہیں لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ، ہمیں علم نہیں ہے مگر جو آپ نے ہمیں علم دیا بے شک آپ علم والے حکمت والے ہیں۔

ایک دوسری آیت میں اللہ پاک فرماتے ہیں: " وَ أَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ" کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے میں جانتا ہوں اور میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم دل میں چھپاتے ہو۔ تم نے جو دل میں بات رکھی تھی کہ ہم سے کوئی اکرم نہیں آئے گا ہم سے کوئی اعلم نہیں آئے گا، میں جانتا ہوں۔ تو آج پتہ چل گیا کہ اعلم اور اکرم کون ہے جب آدمؑ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے۔

انسان کی فضیلت

اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ بڑے بڑے علماء میں اختلاف ہے کہ اللہ نے انسان کو اتنی بڑی فضیلت کیوں دی ہے؟ تو علما منطقیین کے، علماء فلاسفہ کے، علاء کلام کے، اور علماء اسلام کے اس پر بڑے بڑے مباحث ہیں اور اس پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔

لیکن یاد رکھیں کہ سب سے راجح قول یہ ہے کہ انسان اس لئے افضل ہے کہ اس کو اللہ نے عقل دی ہے بعض کہتے ہیں کہ انسان اس لئے افضل ہے کہ اللہ نے اس کو نطق دیا ہے کہ اور کوئی جاندار زبان سے اپنی خواہش کا اپنی تمنا کا اظہار نہیں کرسکتا۔ یہ انسان ہے کہ وہ اظہار کرتا ہے کہ مجھے مسجد میں جانا ہے مجھے درس میں جانا ہے مجھے کھانا کھانا ہے مجھے سفر کرنا ہے یہ اس لئے افضل ہے۔

جانوروں کی عقل

لیکن علماء اسلام کہتے ہیں کہ اگر اظہار ہی افضل ہے تو پھر ہدہد نے بھی تو اظہار کیا تھا۔ اگر اظہار ہی فضیلت ہے تو حضرت سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی نے بھی تو بات کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے عقل تو ہر جاندار کو دی ہے۔ آپ دیکھیں ایک مرغی ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جیسے کپاس کے گولے ایک ایک دن کے چھوٹے سے لیکن وہ بلی کو دیکھتے ہیں تو ماں کے پروں کے نیچے چھپتے ہیں تو آخر اس کو یہ عقل کس نے دی ہے اگر ان کو عقل نہ ہو تو وہ کسی اور جگہ جائیں تو عقل تو اللہ نے مرغی کے ان چوزوں کو بھی دی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کو عقل دی ہے مثال کے طور پر گائے، بکریاں بندھی ہوں ان سب کی اولادیں بھی بندھی ہوئی ہوں تو جب ان کو چھوڑیں گے تو ہر بچہ اپنی ماں کا جا کر دودھ پیئے گا وہ کسی دوسرے کو نہیں چھیڑے گا اگر غلطی سے کوئی چلا بھی جائے تو اس کو وہ گائے بھی دودھ نہیں پلائے گی کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے تو اتنی عقل تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب کو دی ہے۔ آپ دیکھیں کتا ہے، بلی ہے آپ ان کو کارنر میں بند کر کے دوسرے محلے میں چھوڑ آئیں وہ واپس آپ کے گھر میں پہنچ جائیں گے تو آخر راستہ ڈھونڈنا اور ایک محلے سے دوسرے محلے میں واپس آجانا۔

حتیٰ کہ ''علم الحیوانات'' کے جو علماء ہیں وہ لکھتے ہیں کہ کتا خسیس جانور ہے لیکن اگر باولا بھی ہو جائے پاگل بھی ہو جائے پھر بھی وہ اپنے مالک کو کبھی نہیں کاٹتا، اپنے مالک پر حملہ نہیں کرتا، پاگل ہونے کے باوجود بھی اتنی عقل تو اس کو بھی ہے۔ اسی طرح آپ گھوڑے کو دیکھ لیں اللہ نے اس کو بھی عقل دی ہے کہ آپ جنگل میں ہیں صحراؤں میں ہیں آپ راستہ بھول گئے ہیں آپ لگام ڈھیلی کر کے اللہ پر توکل کر کے چھوڑ دیں تو اس کے بعد گھوڑا خود بخود ڈھونڈتے

ڈھونڈتے آپ کو کسی راستے پر پہنچادے گا۔ اگر مالک گر جائے تو ساتھ کھڑا رہے گا۔ یا اس کی مدد کے لئے جو امکانی کام ہوسکتا ہے وہ سرانجام دے گا۔ تو عقل تو اللہ نے حیوانوں کو بھی دی ہے کسی کو تھوڑی دی اور کسی کو زیادہ۔

انسان کی فضیلت کی اصل وجہ علم ہے

اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ اصل فضیلت قرآن سے ثابت ہے کہ "وَ عَلَّمَ ادَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا" اللہ نے آدمؑ کو علم دیا اور جب فرشتوں سے علم کا مقابلہ ہوا کہ "انبئونی" بتلاؤ تو اب انہوں نے کہا "سُبْحَنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا" ہم تو کچھ نہیں جانے " إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْم "، مگر جو آپ نے ہمیں علم دیا ہے بیشک آپ تو جاننے والے حکمت والے ہیں۔

"قَالَ يَا دَمُ اَنْبِئْهُمْ بِأَسْمَائِهِمْ فَلَمَّا أَنْبَا هُمْ بِأَسْمَائِهِمْ قَالَ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ أَعْلَمُ مَاتُبْدُونَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ".

اس لئے علماء اسلام کا یہ فیصلہ ہے کہ اللہ نے انسانوں کو جو فضیلت دی ہے وہ فضیلت علم کی وجہ سے ہے، وہ فضیلت تعلیم کی وجہ سے ہے، وہ فضیلت تعلیم کی وجہ سے ہے، یہ شرف اللہ نے صرف انسانوں کو بخشا ہے کہ انسان خود بھی علم حاصل کرتا ہے اور انسان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آگے بھی توفیق دی ہے کہ پھر وہ دوسروں کو بھی تعلیم دیتا ہے اپنے علم کو منتقل بھی کرتا ہے اور یہ علم کا سلسلہ پوری دنیا میں پھیلتا چلا جاتا ہے اس لئے آدمؑ کو جو شرف ملا ہے، انسان کو جو شرف ملا ہے وہ علم کی وجہ سے ہے۔

حضرت آدمؑ سے حضرت حوا کی پیدائش

اب اس شرف کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو حکم فرمایا جیسا کہ ہم پہلے پڑھ چکے ہیں اور سورہ طہٰ کی آیت میں اللہ نے فرمایا:

وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ تم اور تمہاری بیوی جنت میں سکونت اختیار کرو۔

اس سے فائدہ یہ ہوا کہ آدمؑ کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ملا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ نے آدمؑ سے حوا پیدا کرنے کے بعد دونوں کو حکم دیا اور اکثر علماء کا راجح قول یہ ہے کہ اللہ نے آدمؑ کو جنت میں رکھا تھا تو اللہ نے بیوی حوا کو جو پیدا کیا ہے تو ان کو آدمؑ کی ''ضلع ایسر ''یعنی بائیں پسلی سے پیدا فرمایا ہے۔

عورت کیوں پیدا ہوئی؟

آدمؑ سوئے ہوئے تھے جب اٹھے ہیں تو ساتھ ایک عورت بیٹھی ہے آپ نے پوچھا کہ کون؟ تو فرمایا "حوا"۔ کیوں ہو؟ کہا اللہ نے مجھے اس لئے پیدا فرمایا ہے تا کہ آپ سکون پکڑو تا کہ آپ کی تنہائی کو میں دور کرسکوں تا کہ میں آپ کی ساتھی بن سکوں۔ اسی لئے خدا کی قدرت ہے کہ اللہ نے حضرت حوا کو چونکہ حضرت آدمؑ کی ''ضلع ایسر'' سے پیدا کیا تھا اور قلب کا تعلق بھی ضلع ایسر سے ہے تو اللہ نے مردوں اور عورتوں میں ایک خصوصی مودت کا سلسلہ قائم رکھا چاہے وہ مودت ماں اور بیٹے کے رنگ میں ہو؟ بھائی اور بہن کے رنگ میں ہو، خاوند اور بیوی کے رنگ میں ہو، کسی شکل میں ہو۔

عورت کا مزاج ٹیڑھا ہوتا ہے

اور اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے عورت کو بائیں پسلی سے پیدا کیا ہے لیکن اگر تم اس کو بالکل سیدھا کرنے کی کوشش کروگے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر تم اس کو بالکل چھوڑ دوگے تو اس کے ٹیڑھے پن میں اضافہ ہو جائے گا اسی لئے فرمایا کہ عورت پر نظر بھی ہو اس کو ادب بھی سکھلایا جائے تنبیہ اور کنٹرول بھی کیا جائے لیکن اتنی سختی بھی نہ کی جائے کہ ایسے کلمات کہہ دے کہ پھر تمہارا زندگی گزارنا بھی مشکل ہو جائے۔

حضرت آدم وحواء کونسی جنت میں داخل ہوئے تھے

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت سے جب بی بی حواء پیدا ہوگئیں تو اللہ نے ان کو جنت میں رہنے کا حکم دیا اب علماء کے نزدیک اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ اللہ نے حکم دیا یہ کہ جنت میں رہیں تو یہ جنت کون سی تھی؟ اس پر بڑے دلائل ہیں کچھ علماء کہتے ہیں کہ یہ وہی جنت ہے جو آسمانوں میں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہیں اگر وہ جنت ہے تو جنت محل تکلیف ہے ہی نہیں وہاں تو تکلیف ہوگی ہی نہیں جبکہ آدمؑ پر پابندی تھی کہ آپ رہیں، کھائیں، پئیں لیکن اس درخت کے قریب نہ جائیں تو یہ تکلیف ہی ہوگئی جبکہ جنت ایسا مقام ہے جہاں تکلیف ہی نہیں ہوگی۔ اور یہ کہ دوسری بات وہ یہ کہتے ہیں کہ جنت میں آدمؑ سو کیسے گئے؟ اور تیسری بات یہ ہے کہ اگر یہ جنت وہی ہے تو پھر اللہ نے آدمؑ کو جنت سے نکالا کیسے؟ وہ تو اللہ کا وہ فیصلہ ہے کہ جو جنت میں جائے گا پھر جنت میں رہے گا جو کافر جہنم میں جائے گا جہنم میں ہی رہے گا اس لئے علماء کا اختلاف ہے۔

بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ جنت سے مراد یہ ہے کہ ایک ارضی جنت تھی جنت کا معنی باغ ہے تو اس زمین والی جنت میں انہیں رکھا گیا تھا تو اگر زمین والی جنت ہے تو پھر تو مسئلہ ہی ختم کیونکہ اس جنت کے وہ احکام تو نہیں ہوں گے جو آسمانی جنت کے ہیں۔

اب ان کے لئے مشکل یہ ہے کہ جب اللہ نے حکم دیا کہ تم اترو تو اتارا تو تب جاتا ہے جب آپ اوپر ہوں لیکن علماء نے اس کا جواب بھی دیا ہے کہ اللہ نے حضرت نوحؑ کو بھی تو حکم دیا تھا "نُوحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا" اے نوح اتر یے حالانکہ وہ تو کشتی سے اتر رہے تھے کوئی جنت سے یا پہاڑ سے یا آسمان سے تو نہیں اتر رہے تھے۔

لیکن وہاں بھی تو لفظ "اھبط" ہے۔

لیکن اصل بات آپ دماغ میں رکھ لیں ایک اصول ہے آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں اللہ آپ کی قرآن کے ساتھ اور زیادہ مناسبت پیدا فرمائیں کہ اللہ کے قرآن میں جو لفظ ظاہر موجود ہو اس میں کبھی بلا وجہ تاویل نہیں کرنی چاہئے۔ بس اس کو ہم مجاز کے معنی میں یا تاویل کے معنی میں تب لے جائیں جب حقیقت میں اس کا استعمال ممکن نہ ہو مثال کے طور پر قرآن پاک میں سورہ یوسفؑ میں ہے کہ جب زنان مصر نے اپنے داؤ آزمالئے اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں اور حضرت یوسفؑ ہلے نہیں ثابت قدم رہے نہ ان کے قدم میں لغزش آئی نہ ان کی نظر میں لغزش آئی تو سب نے کہا "ماھذا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَك كَرِيم" یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہیں۔

اب یوسفؑ فرشتے تو نہیں ہیں جب ہم کسی کو فرشتہ کہیں تو یہ معلوم ہوگا کہ فرشتہ پاک ہوتا ہے معصوم ہوتا ہے یہ آدمی بھی گناہوں سے پاک ہے، یہ معصوم آدمی ہے یہ مراد ہوگی کیونکہ ہم کسی کو فرشتہ کہہ کر فرشتہ بنانے سے تو رہے ظاہری معنی تو لے نہیں سکتے لیکن اگر ظاہری معنی ممکن ہو تو ہم

کیوں بہانے بنائیں تاویلات کریں تو اس لئے جب قرآن کہتا ہے:

وَ قُلْنَا یٰاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ.

اے آدم تم اور بی بی حوا اس درخت کے قریب نہ جانا صرف ایک پابندی ہے کھاؤ پیو لیکن اس درخت کے قریب نہ جاؤ۔ اس لئے جمہور علماء فرماتے ہیں کہ آدمؑ کو اللہ نے جو حکم دیا وہ حقیقۃً جنت ہے وہ وہی جنت ہے جس میں اللہ نے ان کو رہنے کا حکم دیا تھا یہاں بھی قرآن فرماتا ہے:

فَقُلْنَا یٰاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ لِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَ لَا تَعْرٰی وَ اَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَ لَا تَضْحٰی.

کہ ہم نے آدمؑ سے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ شیطان آپ کا دشمن ہے جس نے آپ کو سجدہ نہیں کیا جس نے اپنی عداوت کو چھپایا نہیں بلکہ اپنی عداوت کا اظہار کر دیا ہے یہ آپ کا بھی دشمن، آپ کی بیوی کا بھی دشمن۔ یہ تم دونوں کو کہیں جنت سے نہ نکلوائے اگر جنت سے نکلوا دیا تو پھر تم بدبختی میں پڑ جاؤ گے اور یہ جنت کی صفتیں ہیں کہ اللہ نہ تو اس میں تمہیں بھوکا رکھیں گے اور نہ کبھی تمہیں عریاں کریں گے اور نہ تمہیں کبھی پیاس لگے گی اور نہ بھوک ستائے گی۔

تو یہ ساری صفات جو اللہ نے بتائی ہیں اس جنت میں ہیں جو اللہ نے حقیقی جنت بنائی ہے اور اس کے بعد پھر حدیث مبارکہ میں بھی آتا ہے کہ حضرت آدمؑ سے جب حضرت موسیٰؑ کا مناظرہ ہوا تو انہوں نے کہا آپ ہمارے ابا ہیں تمام انسانوں کے ابا ہیں لیکن ''اخرجتنا من الجنة'' تم نے ہمیں جنت سے نکلوایا اگر آپ غلطی نہ کرتے تو ہم بھی کبھی جنت سے باہر نہ آتے تو

اس سے مراد بھی وہی جنت ہے اگر اس سے مراد دنیا کا کوئی باغ ہوتا تو پھر تو مسئلہ ہی نہیں تھا۔

اب یہ بات سمجھیں اگر وہی جنت ہے تو پھر جنت میں تو کوئی قانون ہے نہیں، نظام ہے نہیں کہ نماز پڑھو، سجدہ کرو، عبادت کرو، اور فلاں کام نہ کرو اور یہ کھاؤ اور وہ نہ کھاؤ اس جنت کی تو پھر صفت ہی یہ ہے " وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ " اس جنت میں تو جو تم چاہو گے ملے گا۔ اور جو تم مانگو گے ملے گا وہاں تو کسی پابندی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حتی کہ ایک بدو نے پوچھا حضور وہاں اونٹنیاں بھی ہوں گی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہوں گی اس نے کہا اچھا پھر اونٹنیوں کے بچے بھی پیدا ہوں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر تم چاہو گے تو ایک منٹ میں ولادت بھی ہو جائے گی حمل بھی ہو جائے گا بچہ بھی پیدا ہو جائے گا یہ تو تمہارے چاہنے پر ہے تو لہذا جب جنت میں تمہاری خواہشات کا اتنا احترام ہے۔

گمراہ مفسرین

حتی کہ قرآن پاک کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ دنیا میں تو نہریں ایک کنارے پر چلتی ہیں لیکن جنت کی نہریں بھی مؤمن کے تابع ہوں گی "يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا۔

وہ جسے چاہیں گے چلائیں گے اشارہ کریں گے ادھر چلو ادھر چلے گی اشارہ کریں گے اوپر چلو اوپر چلنے لگے گی اشارہ کریں گے اوپر سے نیچے بہہ تو اوپر سے نیچے بہے گی تو جب جنت میں کوئی پابندی نہیں تو اس جنت میں کہاں سے پابندی آ گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو اور مجھے اپنے کلام پاک کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اصل میں یہ بات ہے کہ آدمؑ بھی اس جنت میں تھے اور وہ جنت پیدا ہو چکی ہے وہ جنت موجود ہے اور معراج کی رات میں میرے آقا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

جنت کو دیکھا ہے اس جنت میں داخل ہوئے ہیں اس جنت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمرؓ کا گھر دیکھا، حضرت بلالؓ کو جنت میں دیکھا تو یہ وہی جنت ہے اور یہ جنت کتنی ہے؟" وَ جَنَّةٌ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ سات آسمان اور زمینیں بچھائیں تو یہ اس کا عرض ہے طول کتنا ہوگا؟ واللہ اعلم۔

اور پھر جنت بھی ایک نہیں کئی ہیں جنت الخلد ہے، جنت الماویٰ ہے، جنت الفردوس ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی دعا مانگو تو فردوس اعلیٰ مانگا کرو کہ وہ سب سے اعلیٰ جنت ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اور دجال کا کعبہ کا طواف کرنا

اب بات کو سمجھیں اللہ پاک ہمیں سمجھ عطا فرمائیں مثال کے طور پر حدیث مبارک ہے کہ دجال ہر جگہ جائے گا لیکن حرمین شریفین حرم مکہ اور حرم مدینہ میں دجال داخل نہیں ہوگا حتیٰ کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے کہ دجال داخل ہونے لگے گا تو مار مار کر بھگا دیں گے اب ایک حدیث مبارک میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ سیدنا عیسیٰ ابن مریم دو انسانوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے کعبتہ اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور اسی خواب میں میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ کے پیچھے دجال بھی طواف کر رہا ہے اور یہ بات بھی آپ نے سابقہ دروس میں کہیں نہ کہیں سنی ہوگی کہ ہر پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے غلط نہیں ہوتا۔

اور وہ بدبخت دجال جیسے حضرت عیسیٰؑ نے دو انسانوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھا ہوا تھا اس نے بھی دو انسانوں کے کندھوں پر ویسے ہاتھ رکھا تھا اور دوسری حدیث میں ہے کہ دجال

حرمین میں داخل نہیں ہوگا۔تو اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ جن لوگوں کو احادیث اور قرآن کے صحیح معنوں کا پتہ نہیں ہوتا وہی ٹھوکریں کھاتے ہیں انجام یہ ہوتا ہے کہ حدیث کے منکر بن گئے، کچھ اسلام کے منکر بن گئے، کچھ جنت کے منکر بن گئے، کچھ جہنم کے منکر بن گئے انہوں نے کہا کہ یہ آپ کیا جنت، جہنم کہتے ہیں یہ تو اللہ کی رضا اور غضب کا ایک تصور ہے کہ اللہ راضی ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ اگر کسی کو صالحہ بیوی مل گئی اور میاں بیوی کی آپس میں انڈرسٹینڈنگ ہوگئی تو گھر جنت بن گیا ورنہ گھر جہنم بن گیا۔تو وہ کہتے ہیں کہ گھر جنت، جہنم تھوڑا ہوتا ہے وہ تو ایک محاورہ ہے ورنہ کوئی جنت نہیں کوئی جہنم نہیں، اسی طرح بڑے بڑے لوگوں کو ٹھوکر لگی۔

انہوں نے کہا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا اور آگ ٹھنڈی ہوگئی اور آگ کے اندر ابراہیمؑ بیٹھے ہوئے ہیں انہوں نے کہا یہ دھوکہ ہے آگ کا معنیٰ یہ تھا کہ ابراہیمؑ دشمنوں کے ایک فتنے میں مبتلا ہو گئے تھے جیسے ہم کہتے ہیں کہ یار اس بندے نے تو ایسی شرارت کی ہے کہ آگ لگا دی ہے ایسا فتنہ ہے کہ اس کی باتوں سے آگ بھڑک اٹھی حالانکہ آگ ہے تو نہیں تو انہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ آگ کا کام ہے جلانا ہر چیز اپنی صفت کیسے بدل سکتی ہے۔کئی لوگ جنہوں نے تفسیر میں لکھی ہیں وہ خود راستے سے ہٹ گئے آپ حیران ہوں گے۔

یہ قرآن کی تفسیریں لکھنے والے لوگ خود گمراہ تھے وجہ یہ تھی کہ مطالعے کے یہ لوگ تھے تفسیر میں لکھی تھیں اور جو مصادر علم کا مصدر ہیں وہ نہ سمجھے۔

جواب شبہ

تو اس لئے یاد رکھیں کہ اب محدثین کرام، مفسرین کرام، علماء اسلام، علماء اسلاف، سلف

صالحین نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہ بالکل حدیث صحیح ہے کہ دجال حرمین میں داخل نہیں ہوگا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب بھی صحیح ہے کہ دجال طواف کر رہا تھا اس میں کوئی تعارض نہیں۔ دجال کب حرمین میں داخل نہیں ہوگا؟ جب دعوئی دجالیت کا کرے گا جب اپنے آپ کا دجال ہونا ڈکلیئر کرے گا جب دعویٰ نہیں کیا تو پھر پہلے کیا مشکل ہے اس کا مکے میں آنا ابھی تو وہ دجال نہیں بنا۔

جیسے ابلیس جب تک ملائکہ کے ساتھ تھا "صالح من الجن "جنوں میں سے نیک شخص تھا اتنا عابد زاہد کہ اللہ نے ملائکہ کے ساتھ آسمان میں رکھا تو جب تک اس نے اللہ کے حکم کا انکار نہیں کیا۔ اس نے تکبر نہیں کیا اس نے سجدہ آدم سے اعراض نہیں کیا تو ابلیس نہیں بنا اس سے پہلے تو جنت میں رہتا تھا اسی طرح اگر دجال پہلے مکہ میں رہے مدینہ میں رہے کوئی بات نہیں کوئی مشکل نہیں اسی لئے بعض صحابہ کو یہ بھی گمان گزرا کہ ابن صیاد جو مدینہ میں رہتا ہے وہی دجال ہے کیونکہ اس کی عادات، اس کی شکل، اس کی باتیں ملتی جلتی تھیں تو بڑے بڑے صحابہؓ شک میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں یہی ابن صیاد تو دجال نہیں۔

اب آپ میری بات کو سمجھیں تو ان شاء اللہ آسانی ہوگی جب تک دجال نہیں بنا تو وہ حکم بھی مرتب نہیں ہوگا اس لئے جنت کی جو ساری صفات ہیں کہ وہاں سے کسی کو نکالا نہیں جائے گا وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ کب؟ جب صحیح معنی میں عالم آخرت قائم ہو کر، بعث ہو کر، حساب و کتاب کے بعد اصحاب الیمین کو جنت میں بھیجا جائے گا اور اصحاب الشمال کو جہنم میں بھیجا جائے گا تو اب جنت کے احکام لاحق ہوں گے۔

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ آپ ایک ہوٹل بناتے ہیں آپ پہلے اس کے لئے ماڈل

بناتے ہیں، نقشے بناتے ہیں، اخبارات میں اشتہار دیتے ہیں اور اس کو سجا رہے ہیں لوگ آ رہے ہیں جا رہے ہیں دیکھ رہے ہیں لیکن اس کی پابندی تب ہوگی جب وہ صحیح معنوں میں آرڈر لے کر ابتداء ہونے کے بعد ہوٹل چلائیں گے اب ایسا تھوڑا ہے کہ دروازہ کھلا ہے جو مرضی چلا جائے داخل ہو جائے اب تو آپ پیمنٹ کریں گے بلنگ کروائیں گے پھر آپ اپنے کمرے میں جائیں گے یہ نہیں کہ دوسرے کے کمرے میں بھی جائیں گے۔

تو یہ جنت کے احکام باعتبار جنت کے اس وقت مرتب ہوں گے جب عالم آخرت قائم ہوگا جب تک عالم آخرت قائم نہیں ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ سیر فرمائی پھر واپس آ گئے اسی طرح ملائکہ بھی جنت میں آتے جاتے ہیں اسی طرح ابلیس بھی جنت میں آتا جاتا تھا اسی طرح آدم اور حوا بھی جنت میں رہتے تھے وہ بھی اتارے گئے ابھی وہ احکام مرتب نہیں ہوئے تھے لہذا اب ہمیں قرآن کی آیات کو سمجھنے میں انشاء اللہ کوئی مشکل نہیں ہوگی کہ یہ وہی جنت ہے اسی میں اللہ نے آدمؑ کو رکھا تھا۔

شیطان نے آدمؑ وحواءؑ کو وسوسہ میں کیوں ڈالا

اب دوسری بات کو سمجھیں یہ بھی بڑا اختلافی مسئلہ ہے بڑے بڑے علماء نے ٹھوکریں کھائی ہیں اب اس جھگڑے میں پڑ گئے کہ آدمؑ جنت میں تھے ابلیس نے وسوسہ ڈالا بعض کہتے ہیں کہ وہ جنت میں رہتا نہیں تھا لیکن گزر تو سکتا تھا بعض کہتے ہیں نہیں وہ دروازے کے باہر کھڑا ہو جاتا تھا وہیں سے اشارے کرتا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ سانپ کی شکل میں گھس گیا تھا اور پھر وسوسہ ڈالا تھا۔ ان تمام باتوں میں کیوں پڑیں جب قرآن میں پڑھا کہ ابلیس کو نکال دیا گیا تھا ''فاخرج'' اللہ نے فرمایا نکل جاؤ جنت سے فَإِنَّكَ رَجِيمٌ تم مردود ہو تو اب وسوسہ شیطان

نے کیسے ڈالا جب کہ اس کو آسمان سے اتار دیا گیا تھا زمین پر آ گیا تھا آدمؑ آسمانوں میں جنت میں ہیں تو یہ سارا دھوکہ اسی بات سے لگا ہم نے ابلیس کو جنت سے نکالنے کا، آدمؑ کو جنت سے نکالنے کا سانپوں کو جنت سے نکالنے کا جو ٹائم فریم تھا وہ ہم نے خود اپنی عقل سے بنانا شروع کر دیا جس سے بنیادی دھوکہ لگ گیا کہ جہاں ہم نے آیت پڑھی کہ تم نے سجدہ نہیں کیا نکل جاؤ ذلیل ہو کر ہم نے کہا وہ تو نکل گیا آدمؑ کو ہم نے کہا جنت میں رہو پھر کہا اترو جنت سے سب تو سب کون ہیں؟

جمع کا صیغہ ہے وہ تو آدم اور حوا ہیں اور ایک جگہ تثنیہ کا صیغہ ہے تو علماء نے فرمایا کہ جمع سے مراد آدم اور حوا اور ابلیس اور سانپ ہیں یہ جمع ہو گیا اور وہاں آدم وحوا تھے تو تثنیہ ہے۔ لیکن سب کو کس وقت نکالا گیا وہ سال کا فرق تھا چھ ماہ کا فرق تھا چھ دن کا فرق تھا وہ تو اللہ کو معلوم ہے ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں آدمؑ بھی وہیں ہیں ابلیس بھی وہیں ہے۔ اس کے نکالے جانے کا آرڈر ہو چکا ہے۔ وہ ذلیل وخوار ہو چکا ہے لیکن ابھی ہے آسمانوں میں اور وسوسہ پھیلا رہا ہے۔

قرآن فرماتا ہے: "وَ قَاسَمَهُمَآ إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّصِحِينَ، قسمیں کھا رہا ہے قسمیں تو وہ کھاتا ہے جس کے سامنے بات ہو تو یہ غلطیاں کب لگیں؟ کہ جب ہم نے نکالنے کے ٹائم خود مقرر کر دیئے۔ کہ اس کو پہلے نکالا گیا اس کو بعد میں نکالا گیا پھر دو کو نکالا گیا پھر چار کو نکالا گیا اب علماء نے کہا کہ پہلے جنت سے نکالا گیا پھر آسمان سے نکالا گیا پھر آسمان دنیا سے نکالا گیا پھر ان کو زمین میں بھیجا گیا یہ سارا کچھ وقت پر ہوا جب اللہ نے یہ پابندی نہیں لگائی تو اب ہم بھی اس چکر میں نہیں پڑیں گے اور ہمارے لئے قرآن کی تمام آیات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا آدمؑ بھی جنت میں تھے بی بی حواؑ بھی جنت میں تھیں اور شیطان کو بھی موقع مل گیا۔

مدحور و مذموم تو بن گیا تھا لیکن اللہ نے اس کو جو استدراجی قوت دی تھی اور اس کو "إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوم" تک زندگی بھی دے دی تھی اور اس کو آسمانوں سے اترنے اور پھر ہوا بننے اور تحلیل ہونے کی قوتیں بھی دی تھیں تو پھر اس نے وسوسہ ڈالا اور دوسری بات کہ سب سے پہلے غلطی بی بی حوا سے ہوئی جیسے پچھلی دفعہ ساتھیوں نے پوچھا بھی تھا۔

الحمدللہ بخاری شریف میں حدیث مل گئی کہ اگر بی بی حوا غلطی نہ کرتیں آدمؑ کو وہ درخت نہ کھلاتیں تو قیامت تک کوئی عورت غلطی نہ کرتی لیکن جب ماں نے خیانت کی ہے تو ہماری عورتوں سے بھی خیانت ہوسکتی ہے خیانت کا معنی یہ ہوتا ہے کبھی مال میں خیانت کبھی بات میں خیانت صرف یہ نہیں کہ پیسے رکھو تو اس میں خیانت بلکہ ایک غلط مشورہ دینا بھی خیانت ہے۔ تو بخاری شریف میں حدیث ہے اگر اماں حوا خیانت نہ کرتیں تو قیامت تک کوئی عورت خیانت نہ کرتی لیکن افسوس ہے کہ سب سے پہلے خیانت بی بی حوا سے سرزد ہوئی انہوں نے جا کر درخت چکھا اور آدمؑ کو بھی اصرار کیا تو آدمؑ نے بھی وہ درخت چکھ لیا تو فَبَدَتْ لَهُمَا سَوَاتِهِمَا " اب عریاں ہو گئے۔

ایک اسرائیلی روایت کی تردید

اس بارے میں روایات اسرائیلیہ میں ہے کہ پہلے انکی شرمگاہوں پر روشنی تھی یہ غلط ہے قرآن جب کہتا ہے "يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا" اس کا معنی ہے کہ ان پر لباس تھا اللہ نے انسان کو لباس میں رکھا ہے آدمؑ اور بی بی حوا کو لباس میں رکھا اب جب غلطی ہوئی تو غلطی کی سب سے پہلی سزا یہ ملی کہ کپڑے اتر گئے آدمی سے جب گناہ ہو جاتا ہے تو یوں سمجھیں کہ آدمی ننگا ہو گیا اب دیکھیں مثلاً کوئی آدمی ہے ہر کوئی سمجھتا ہے یار بڑا اچھا آدمی ہے اللہ نے پردہ رکھا ہوا ہے لیکن

اگر کوئی گناہ ہو جائے تو کہتے ہیں کہ یار آپ کو پتہ لگا ہے اس کو بڑا شریف سمجھتے تھے بڑا اچھا سمجھتے تھے وہ تو چھپا رستم نکلا تو معنی یہ ہے کہ عریانی سب سے بڑی سزا ہے جس کو آج امت نے بڑا فخر سمجھا ہوا ہے کہ عریاں ہونا بڑی فخر کی بات ہے اور بڑا آدمی ہونے کی دلیل ہے۔

جبکہ اللہ نے انسان کو ہمیشہ لباس میں رکھا اور حیوان کو اللہ نے بغیر لباس کے رکھا۔ آپ دیکھیں اونٹ کبھی پینٹ پہن کر باہر نکلا ہے کبھی اس نے شرٹ پہنی ہو۔ جو لوگ حیوانیت کی طرف آنا چاہتے ہیں ان کی مرضی ہے ورنہ اللہ نے انسان کو لباس میں شرف دیا تھا لباس اترنے کے بعد اب آدمؑ بھاگنے لگے اللہ نے فرمایا "أفراداً منی یا آدم مجھ سے بھاگ رہے ہو۔" قال لا یارب استحیاء منك "فرمایا نہیں یارب! میں کہاں بھاگ سکتا ہوں لیکن میں آپ سے شرمندہ ہوں۔ "وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ "اور جنت کے پتوں میں سے اپنے اوپر لپیٹنے لگے تو اب اللہ نے حکم دیا اتر "وَ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَ مَتَاعٌ إِلى حِينٍ" ایک دوسرے کے تم دشمن ہو۔

حضرت آدم وحواء زمین پر کیا ساتھ لائے

اب دیکھیں ابلیس کے پیچھے سانپ تھا اور آدم کے پیچھے حوا تھیں تو جمع کا نہ بھی استعمال ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو زمین پر اتارا تو ان کو لباس بھی عطا فرمایا تو اب راجح قول یہ ہے کہ آدمؑ ہند میں اترے اور بی بی حوا کو جدہ میں اتارا گیا اب یہ بھی روایات میں ہے کہ "نزل الحجر الاسود مع ادم اللہ نے حجر اسود بھی آدمؑ کے ساتھ اتارا تھا خدا کی شان ہے بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ کچھ جنت کے درختوں کے پتے بھی ساتھ تھے وہی انہوں نے کاشت کئے اس سے یہ خوشبوئیں پیدا ہوئیں۔ پوری دنیا میں آج تک یہ خوشبوئیں پیدا ہو رہی ہیں۔

حضرت آدمؑ وحواءؑ کی ملاقات

بہرحال آدمؑ ہند میں اترے اور حضرت حواجدہ میں اتریں تو ایک دوسرے کو تلاش کرتے کرتے مکہ میں عرفات میں پہنچے تو یہاں آکر دونوں نے پہچانا کہ انت حوا؟ انت ادم؟ فعرفا" توانہوں نے پہچان لیا۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں کا نکاح کر دیا۔

حضرت آدمؑ کے علوم اور اولادیں

آدمؑ جب اس دنیا میں آئے تو جیسے اللہ نے ان کو علم دیا دوسرا ان کو لباس دیا اور تیسرا حضرت ابن عباس فرماتے ہیں علمه الله صنعة كل شيء اللہ پاک نے ان کو دنیا میں رہنے کے لئے ہر چیز کی صنعت کا علم دیا کہ گھر کیسے بنایا جاتا ہے کپڑا کیسے سیا جاتا ہے، کپاس کیا ہوتی ہے، اس کا دھاگہ کیسے بنتا ہے، پھر دھاگے سے کپڑا کیسے بنتا ہے پھر کپڑے کی سلائی کیسے ہوتی ہے ہر چیز کی صنعت کا علم اللہ نے آدمؑ کو دیا اب یہ بھی یاد رکھیں کہ سب سے خوبصورت عورت بی بی حوا تھیں پورے عالم میں۔

اور بیس دفعہ ولادت ہوئی اور ہر ولادت میں اللہ نے دو بچے دیئے۔خدا کی شان دیکھو جب بی بی کو حمل ہوتا ولادت ہوتی ایک بچہ اور بچی ہوتا تو سب سے پہلا بچہ قابیل اور اس کی بہن اور سب سے آخر میں عبدالمغیث تھا چالیس اولادیں حضرت حوا سے ہوئیں اور اللہ نے آدمؑ کو عمرانیات، صنعت سازی، لباس وغیرہ کا علم دیا۔

انسان پہلے بندر نہیں تھا

یہ نہیں کہ آدمی پہلے بندر تھا پھر انسان بنا بلکہ انسان متمدن ہے پہلے دن سے اللہ نے اس

کوعلم دیا۔تعلیم بھی دی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو صناع کا علم بھی عطا فرمایا دنیا کی تعمیر کا علم بھی عطا فرمایا تو یہ ساری چیزیں ان کو ملیں اب ان شاء اللہ آگے درس میں بقیہ قصہ آدمؑ اور قصہ ہابیل وقابیل ہوگا اور حضرت ادریس کا قصہ بھی بیان کریں گے۔

اسرائیلی روایات کا حکم

اب جب آدمؑ کو اتارا گیا ہے تو بعض روایات میں یہ آتا ہے کیونکہ حقیقت کا علم اللہ کو ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ جن باتوں کا ذکر ہمیں قرآن میں اور حدیث پاک میں نہ ملے تو اور کوئی ذریعہ نہیں ماسوائے کتب سابقہ کے اور کتب سابقہ جتنی ہیں ان پر اعتماد نہیں جتنی اسرائیلی روایات ہیں ان کے بارے میں علماء محققین کا یہ فیصلہ ہے کہ "لا نصدق و لا نکذب" کہ نہ تو ہم ان کی کامل تصدیق کر سکتے ہیں کہ یہ صحیح واقعہ ہے نہ تکذیب کر سکتے ہیں خدا جانے صحیح ہو۔تو اس میں اصول یہ ہوتا ہے کہ ہر وہ روایت جو قرآن اور حدیث کے موافق ہو اس کو لے لیتے ہیں اور جو قرآن وحدیث سے ٹکرا جائے وہ خود بخود ختم ہوگئی یا ایک ایسی روایت ہے کہ اس میں سے ہمیں صرف معلومات مل سکتی ہیں اس کو علماء اپنی کتابوں میں نقل فرماتے ہیں کہ چلو علمی فائدہ تو ہے۔

حضرت آدمؑ کے چالیس حج

تو ان روایات کے اعتبار سے سیدنا آدمؑ کو ہند میں اتارا گیا اور اسی طرح ایک روایت میں ہے حج ادم من المهند اربعین حجة یعنی حضرت آدمؑ نے ہند سے آکر چالیس حج کئے اور وہ بھی پیدل چل کر۔

ہندوستانی حج زیادہ کیوں کرتے ہیں

اور اسی لئے علماء کرام کی یہ بھی رائے ہے کہ چونکہ ابا آدم نے سب سے پہلے ہند سے حج

کرنے شروع کئے تو اسی لئے ہندوستانی مسلمانوں کو حج سے زیادہ محبت ہے آج بھی آپ دیکھ لیں یہ حقیقت ہے کہ ہمارے ہندوستان کے بوڑھے مسلمان اتنے بوڑھے ہوتے ہیں کہ چل نہیں سکتے لیکن حج پر آتے ہیں شوق ہے اکثر کو تو یہ بھی یقین ہوتا ہے کہ خدا جانے ہم واپس بھی آئیں گے یا نہیں لیکن حج پر آتے ہیں والد کا اثر تو ہوتا ہے آخر۔

حضرت آدمؑ اور ابلیس میں فرق

اور بی بی حواؑ کو جدہ میں اتارا گیا تو اب آدمؑ اور حواؑ ایک دوسرے کو تلاش کرتے رہے اور دعائیں کرتے رہے اللہ کے آگے روتے رہے یہی تو وہ فرق ہے جو آدم اور ابلیس میں ہے کہ ابلیس نے اپنے گناہ پر اصرار کیا کہ ایک تو گناہ کیا اللہ کا حکم نہیں مانا حالانکہ بات تو ایک ہے کہ ابلیس کو اللہ نے فرمایا سجدہ کرو اس نے نہ کیا مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ اور اللہ نے آدمؑ کو منع فرمادیا کہ اس درخت کے قریب نہ جانا وہ چلے گئے یعنی بظاہر اگر دیکھا جائے تو دونوں نے حکم خداوندی کے خلاف کیا ہے آدمؑ سے بھی خلاف ثابت ہوا اور ابلیس سے بھی خلاف ثابت ہوا لیکن اب دونوں میں فرق ملاحظہ فرمائیں کہ آدمؑ کی غلطی کے بعد اصرار نہیں ہے بلکہ استغفار ہے، توبہ ہے، تضرع ہے، عاجزی ہے، اپنی خطا کا اعتراف ہے، اور ہر وقت اللہ کی طرف رجوع ہے کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ.

حتی کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ ستر سال تک آدمؑ معافی مانگتے رہے اس لئے اللہ پاک نے بھی معاف فرمادیا۔ "فَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى" آدمؑ نے نافرمانی کی لیکن ابلیس کا معاملہ اور ہے "أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ" میں ان سے بہتر ہوں۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ يَوْمِ الدِّينِ نکل جا۔ مردود ہو کر نکال دیا گیا۔ اس نے کہا مجھے مہلت

دو میں تیرے بندوں پر حملے کروں گا گمراہ کروں گا۔گناہ پر اڑا ہوا ہے۔

کبھی صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتے ہیں

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ گناہ پر اصرار بندے کو مروا دیتا ہے بعض اوقات صغیرہ گناہ ہوتا ہے لیکن اس کو بار بار کر رہا ہے تو پھر وہ صغیرہ نہیں رہے گا اسی لئے سرکار دو جہاں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عائشہ! ایاک و محقرات الذنوب کبھی گناہوں کو چھوٹا نہ سمجھا کرو یہ نہ خیال کیا کرو کہ یہ کبیرہ گناہ تو نہیں ہے اللہ کا شکر ہے کہ ہم کبائر سے بچے ہوئے ہیں حالانکہ صغائر بھی بار بار کرنے سے کبائر بن جاتے ہیں۔اس لئے علماء نے مثال دی ہے کہ جب آدمی آگ جلاتا ہے تو بڑی لکڑیوں کو آگ نہیں لگتی جب تک کہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں اس کے نیچے نہ رکھی جائیں چھوٹی لکڑیوں سے آگ دہکائی جاتی ہے پھر بڑی لکڑیوں کو پکڑ لیتی ہے۔ اسی طرح چھوٹے ذنوب ہی تو آگ کا سبب بنتے ہیں جن کی آدمی پرواہ نہیں کرتا، احساس تک نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ گناہ نہیں۔

بے غیرت کون ہوتا ہے

اس کی مثال یوں سمجھ لیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک ہے کہ ”لا یدخل الجنۃ ثلاث“ تین بندے جنت میں داخل نہیں ہوں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تین آدمی یہ ہیں ”مدمن الخمر“ ایک جو ہمیشہ شراب پیئے ”العاق لوالدیہ“ اپنے ماں باپ کا نافرمان ”الدیوث“ بے غیرت اردو زبان میں کہتے ہیں جس کو اپنی بیوی بچوں کی غیرت نہ آئے۔اپنے خاندان کی عزت وعصمت کی غیرت نہ آئے۔اب بظاہر یہ بات ہے کہ اس کی بیوی فاحشہ ہے یا برے کاموں کا ارتکاب کرتی ہے تو وہ مائنڈ ہی نہیں کرتا تو یہ ”دیوث“ ہے اور

دیوث کے بارے میں اتنا سخت فرمان ہے کہ وہ جنت میں نہیں جائے گا اب اس کو تو ہم نے یاد کرلیا لیکن اس کے ضمن میں علماء اور محدثین نے وضاحت کی ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو غیر مردوں سے بات کرنے سے بھی منع نہیں کرتا تو یہ بھی دیوثیت کا ایک حصہ ہے جبکہ اس کی بیوی گناہ نہیں کرتی نعوذ باللہ وہ فاحشہ نہیں ہے وہ زانیہ نہیں ہے۔

لیکن غیر مردوں کے ساتھ بولتی ہے بیٹھتی ہے گپ شپ کرتی ہے ان کو کھانا کھلا دیتی ہے ان کے آگے کھانا رکھ رہی ہے اور خاوند بھی ساتھ بیٹھا ہے اور وہ بھابھی، بھابھی، باجی، باجی کر رہے ہیں تو یہ بھی "نوع من الدیاثه"، یعنی دیوث ہونے کی، بے غیرت ہونے کی ایک قسم ہے۔

جی کرتا ہے تیری آنکھیں نکال دوں

اسی طرح اگر کوئی غیر آدمی فون کرے اور اس کی بیوی ٹیلی فون پر باتیں کر رہی ہے اور اگر کہے کہ اتنی دیر ہوگئی ہے تو وہ آگے سے کہتی ہے کہ میرا فرینڈ بات کر رہا تھا وہ جس کو آپ بھی جانتے ہیں آپ سے ملا تھا تو اس نے کہا اچھا ٹھیک ہے تو یہ بھی دیوث نے کی علامت ہے کہ تمہاری بیوی غیر آدمی سے بات کر رہی ہے تو ٹھیک ہے۔

اسی طرح حدیث مبارک میں ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر ایک آدمی آیا اس نے آواز دی حضور کو ملنے کے لئے اور اس زمانے میں دروازے تو تھے نہیں ہماری طرح تین تین دروازے تھوڑی ہوتے تھے بس ایک ٹاٹ لٹکا رہتا تھا ایک پرانی بوری لٹکاتے تھے کہ پردہ ہوگیا تو اس میں تھوڑی سی جھری تھی اور آدمی سامنے کھڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب باہر آئے تو فرمایا میرا دل کرتا ہے کہ چھری لے کر تیری آنکھیں نکال لوں تم سامنے

کھڑے ہو حالانکہ اس نے کچھ نہیں دیکھا اس کی نظر نہیں پڑی اور نہ ہی آپ کی اہلیہ مبارکہ سامنے آئیں۔

لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دروازے اس لئے تو نہیں لگائے جاتے کہ تم سامنے کھڑے ہو جاؤ تا کہ گھر والی یا عورت سامنے سے گزرے اور تم سامنے کھڑے ہو تو دیکھ لو بلکہ دروازے تو اس لئے لگائے جاتے ہیں کہ پردہ قائم رہے اگر تم کسی کے گھر گئے ہو تو سائیڈ پر کھڑے ہو تا کہ اندر عورت بے چاری اگر گزرے یا مرد نہیں ہے اور جواب دینے کے لئے آئے تو بے پردگی نہ ہو۔اب آپ اندازہ کریں کتنی غیرت نبوی ہے۔

ایک صحابیؓ کی غیرت

اور اسی طرح ایک صحابیؓ نے فرمایا یارسول اللہ! صحابہ کرامؓ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر میں اپنی بیوی کو کسی مرد کے ساتھ دیکھ لوں تو خدا کی قسم میں اس کے ٹکڑے کر دوں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا" اتعجبون من غیرۃ سعد" کیا تم میرے اس صحابی سعد کی بات سے حیرت کر رہے ہو؟''انا اغیر منہ و اللہ اغیر منی '' میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھے سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں اسی لئے تو اللہ نے زنا کو حرام کیا ہے کہ یہ غیرت کے خلاف ہے کہ ایک آدمی کسی کی امانت میں خیانت کرے۔

عورتوں کا نامحرموں سے بات کرنا

تو میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم ان باتوں کو چھوٹا سمجھتے ہیں کہ بیوی ٹیلیفون پر بات کر رہی ہے بیوی کسی اجنبی سے بات کر رہی ہے اس کو کھانا کھلا رہی ہے اور باقاعدہ اس کے

ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی سے سر پر دوپٹہ نہیں ہے کہ وہ جی آپ سے کیا پردہ ہے آپ کی تو بہن ہے آپ کی تو بھابھی ہے۔ پردہ تو غیروں سے ہوتا ہے تو یہ بھی صغیرہ بنتے بنتے کبیرہ بن جاتے ہیں۔ اسی لئے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ ابلیس مارا گیا حالانکہ بات تو ایک ہے کہ دونوں نے اللہ کی نہیں مانی لیکن آدمؑ اڑے نہیں انہوں نے فوراً معافی، استغفار، توبہ کی اللہ نے قبول فرمالی اور ابلیس ہمیشہ کے لئے مارا گیا اللہ نے فرمایا کہ ظالم تم میرے بندوں کو گمراہ کروگے تو میں بھی تم سے اور تمہارے ماننے والوں سے جہنم کو بھروں گا جو تیری پیروی کرے گا جو تیرے راستے پر چلے گا میں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔

حضرت آدمؑ کے علوم

آدمؑ کو جب زمین پر اتارا گیا تو ایک علم عطا فرمایا گیا اور دوسرا علوم صنعت بھی عطا فرمائے گئے کہ چیزیں کیسے بنتی ہیں؟ زراعت کیسے ہوتی ہے؟ کھیتی باڑی کیسے ہوتی ہے؟ تمام علوم سکھائے تو یہ نظریہ کہ پہلے انسان بندر تھا پھر انسان بن گیا وہ بھی غلط ہے اور ایک نظریہ بعض فلاسفہ کا یہ ہے کہ پہلے آدمی غیر متمدن تھا جاہل تھا یہ بھی غلط ہے آدمؑ جب اترے ہیں تو آدمؑ عالم تھے "عَلَّمَ آدَمَ الأَسْمَاءَ كُلَّهَا" جاہل نہیں تھے وہ تو اسی علم کی فضیلت کی وجہ سے مسجود ملائکہ بن چکے تھے اتنا بڑا عالم ہو کر اترا ہے کہ ملائکہ جواب نہیں دے سکے تو ہمارا ابا تو اتنا بڑا عالم تھا کہ اللہ کہ فرشتے کہنے لگے "لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا" ہمیں تو اتنا علم ہے جتنا آپ نے ہمیں بتایا ہے ہم ان چیزوں کے نام نہیں بتا سکتے اور حضرت آدمؑ نے بتلا دیئے اور دوسرا اللہ نے آدمؑ کو علوم صنعت بھی سکھائے کہ یہ کپڑا کیسے بنتا ہے فلاں چیز کیسے بنتی ہے ان تمام چیزوں کا علم بھی موجود ہے یعنی بیک وقت وہ نبی بھی ہیں اور معلم بھی ہیں اور وہ بہت بڑے صناع اور انجینئر بھی ہیں

سب چیزیں سکھلائیں۔

حضرت آدمؑ کی اولاد کب اور کتنا ہوئی

آدم اور حوا کو اللہ نے جب تک آسمانوں میں رکھا جنت میں رکھا تب تک تو کوئی اولاد نہیں ہوئی جب زمین پر اترے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم کو بی بی حوا سے چالیس بچے عطا فرمائے، اللہ دینا چاہے تو ایک بیوی سے بھی اتنے دے سکتا ہے۔ اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔

بنگلہ دیش کی ایک ایک عورت سے چالیس چالیس بچے

ہم تو بنگلہ دیش جاتے رہتے ہیں اب بھی بنگلہ دیش میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ ایک آدمی کے چالیس چالیس بچے ہوتے ہیں نام اس کو یاد نہیں رہتے نمبر سے پکارتا رہتا ہے تیسرے نمبر کا بیٹا کدھر ہے؟ چوتھا کدھر ہے؟ آپ ڈاکٹر لوگ ہیں آپ کہتے ہوں گے چاول کھاتے ہیں مچھلی کھاتے ہیں وٹامنز زیادہ ہیں۔ تو بہر حال وہ چاول کھائیں یا مچھلی کھائیں ایک ایک بیوی سے چالیس چالیس بچے ہیں اور ٹھیک ٹھاک ہیں۔

اس لئے وہاں جو عام جلسہ ہو اس میں دس ہزار پندرہ ہزار آدمی تو ویسے جمع ہو جاتا ہے اور اگر تھوڑا سا ان را گر تھوڑا سا اشتہار وغیرہ دے دو تو پھر تو ماشاء اللہ دو لاکھ سے کم مجمع نہیں ہوتا کیونکہ مخلوق اتنی ہے کہاں جائیں تو جو سڑک پر رہ رہے ہوتے ہیں وہ بیٹھ جائیں تو دو لاکھ کا مجمع ویسے ہو جاتا ہے اللہ کی مہربانی ہے۔

حضرت آدمؑ کے چالیس بچے ہوئے

تو بی بی حوا سے حضرت آدم کو اللہ نے چالیس بچے عطا فرمائے اور خدا کی قدرت ہے کہ

جب بھی بچہ پیدا ہوتا تو دو اکٹھے پیدا ہوتے تھے اور توامین (جڑواں) بھی عجیب ایک لڑکا ہوتا تھا اور ایک لڑکی۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ دو لڑکے ہو جائیں اور یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ دو لڑکیاں پیدا ہو جائیں اللہ کا نظام ہے اور شریعت آدمؑ میں یہ تھا کہ جو بچہ بچی اکٹھے پیدا ہوئے ہیں ان کا نکاح تو آپس میں حرام تھا لیکن جو دوسرے حمل میں بی بی حواء سے پیدا ہوئے تو ان کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔

شریعت آدمؑ میں بہن، بھائی کا باہمی نکاح ہوتا تھا

حالانکہ اصولاً تو وہ بھی بہن بھائی ہیں کیونکہ ماں ایک ہے باپ ایک ہے لیکن دونوں کی ولادت کا فرق ہے جو ایک ہی دفعہ اکٹھے پیدا ہوئے ہیں ان کا تو آپس میں رشتہ نہیں ہو سکتا اور لیکن جو ایک دفعہ پیدا ہوا اور جو دوسری مرتبہ ہوئی اس لڑکے کا اس دوسری لڑکی سے اور جو پہلی لڑکی تھی اس کا دوسرے لڑکے سے نکاح ہوتا تھا اور یہ آدمؑ کی شریعت میں جائز تھا۔

قابیل کی اپنی بہن سے شادی کی ضد

اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کو ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام ہابیل تھا اور اس کے ساتھ اس کی بہن تھی اور اس کے بعد دوسرے بطن میں اللہ نے ایک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام قابیل تھا اور اس کے ساتھ اس کی بہن تھی اب اصول یہ تھا کہ ہابیل شادی کرتا قابیل کی بہن سے اور قابیل شادی کرتا ہابیل کی بہن سے اور خدا کی قدرت یہ ہے کہ ہابیل کی بہن خوبصورت نہیں تھی اور قابیل کے ساتھ جو بچی پیدا ہوئی وہ بڑی خوبصورت تھی۔ اب ہابیل کو تو بڑی اچھی لڑکی مل رہی تھی؟ اور قابیل کو اتنی اچھی لڑکی نہیں مل رہی تھی تو قابیل کے دل میں عداوت آگئی

حسد آگیا کچھ فطرت میں یہ عالم تھا کہ ہابیل کی طبیعت میں حوصلہ، تدبر تھا یہ بااور قابیل بڑا جذباتی، شرارتی لڑاکو، جھگڑالو تھا تو جب حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ ہابیل کی بہن سے تم شادی کرو اور قابیل کی بہن سے تم شادی کرو تو قابیل نے کہا "لا افعل " میں نہیں کرتا ہائیل کی بہن دیکھو کتنی بدصورت ہے بدشکل ہے اور میں خوبصورت آدمی ہوں اور میری بہن بڑی خوبصورت ہے وہ میں ہابیل کو دے دوں میں اس اپنی بہن سے شادی کیوں نہ کرلوں آدمؑ نے بہت سمجھایا لیکن بیٹے کے دماغ میں جب عشق کا بھوت سوار ہو تو پھر وہ باپ کی بات تو نہیں مانتا۔

آج کل کے لڑکوں کا عشق

آج کل بھی ایسا ہی ہے جب بیٹے کے سر پر عشق کا بھوت سوار ہو جائے لاکھ ماں باپ سمجھائیں بیٹا یہاں شادی کر رہے ہو یہ خاندان اچھا نہیں ہے یہ لڑکی اچھی نہیں ہے اس کا سابقہ پس منظر اچھا نہیں ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں کوئی اچھی باتیں نہیں معلوم ہوئی ہیں تم مہربانی کرو وہ کہتا ہے نہیں جی۔ میں تو ٹرین کے نیچے آجاؤں گا گاڑی کے نیچے آجاؤں گا میں شادی تو نہیں کروں گا تو آجاؤ گاڑی کے نیچے جب گاڑی کے نیچے آجاؤ گے تو شادی کیسے کرو گے لیکن ماں باپ کمزور ہیں وہ کہتے ہیں شاید آجائے حالانکہ تھوڑا سا حوصلہ کرلیں تا کہ تم ٹرین کے نیچے آجاؤ گے شادی کہاں کرو گے یہ لڑکی تو رہ جائے گی پھر اس کو کسی اور سے شادی کرنا ہوگی تو ان شاء اللہ وہ نہیں آئے گا لیکن ماں باپ ہیں کمزور ہیں کیا کریں اولاد ہے "إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ عَدُوٌّ لَكُم "تمہاری اولاد اور مال تمہارے دشمن ہیں تمہیں برباد اور ہلاک کرتے ہیں تمہاری اولاد اور مال ہی تو ہیں جو تمہیں تباہی اور جہنم کے کنارے پر لے جاتے ہیں۔

کرپشن کی اصل وجہ

آج دنیا میں دیکھ لیں کتنی کرپشن ہے اس کی اصل وجہ بیوی اور بچے ہیں کہ فلاں افسر ہے اس کے پاس اتنا پیسہ ہے تم اتنے عرصے سے باہر ہو کیا کر رہے ہو؟ کیا بنایا ہے؟ فلاں آدمی دو سال کے لئے باہر گیا ہے اور واپس آیا ہے تو اس کا بنگلہ دیکھو گاڑیاں ہیں نوکر ہیں چاکر ہیں مالی ہیں غلام ہیں تم اس کے اسی طرح ہو کہ روٹی مل جاتی ہے روٹی تو اپنے ملک یا ملک میں بھی ہم کھا رہے تھے باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ یوں پیٹیاں پڑھائیں گی۔ آخر وہ جرم کرے گا۔

زمانہ آدمؑ میں خیرات قبول ہونے کا طریقہ کیا تھا

بہر حال حضرت آدمؑ کے سمجھانے کے باوجود قابیل نہ مانا تو انہوں نے فرمایا کہ تم اس طرح کرو کہ تم دونوں اللہ کے راستے میں خیرات کرو تا کہ اللہ مصیبت ٹالے اور مسئلہ حل ہو اور آدمؑ کے زمانے میں خیرات کی قبولیت کا طریقہ یہ ہوتا تھا۔ کہ آپ نے جو خیرات کرنی ہے نیت کر کے کسی پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیں۔ اللہ پاک آگ بھیجتے تھے اگر وہ آگ آ کر اس کو کھا لیتی تو معنی یہ ہوتا کہ وہ خیرات قبول ہو گئی اگر وہ چیز اسی طرح پڑی رہے تو سمجھو قبول نہیں ہوئی۔

ہابیل، قابیل کی خیرات

ہابیل بکریاں چراتے تھے اور قابیل زراعت کرتا تھا تو جب آدمؑ نے کہا تو اس نے کہا ٹھیک ہے اور قابیل نے کہا ابا جان خیرات کے ساتھ میری شادی کا کیا تعلق ہے انہوں نے کہا خیرات کا تعلق نہیں بات یہ ہے کہ اللہ پاک راضی ہوں کہ یہ مسئلہ حل ہو اس نے کہا اس میں اللہ کا کیا تعلق ہے شادی تو میں نے کرنی ہے۔

بہر حال اس نے کہا اچھا کرتا ہوں تو حضرت ہابیل نے جو بہترین دنبہ تھا اس کو چن کر اللہ کے نام پر نذر کیا اور قابیل دو چار پرانے گندم کے سٹے لے کر جو گلے سڑے ہوئی تھے وہ خیرات کے لئے لے آیا اور رکھ دیئے اور جب صبح ہوئی تو پتہ چلا کہ ہابیل کی قربانی قبول ہوگئی اللہ نے آگ بھیجی ہے اور وہ کھا گئی ہے قابیل کے دانے جو کچھ گندم کے اور کچھ باجرے کے تھے وہ ویسے پڑے ہوئے تھے۔

قابیل کا ہابیل سے غصہ اور قتل کی دھمکی

قابیل غصے میں آگیا کہنے لگا ہاں دیکھو یہ ابا نے زیادتی کی ہے آج مجھے پتہ چل گیا ہے ابا نے تمہاری قربانی کے قبول ہونے کی تو دعا کی ہے لیکن میری خیرات کے لئے دعا کی کہ اللہ قبول نہ کرے۔

اس لئے میں تو بدنام ہوگیا کہ یہ اچھا آدمی نہیں ہے اللہ اس کی خیرات قبول نہیں کرتا جبکہ ہابیل کی خیرات قبول ہوگئی ہے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا میں تمہیں قتل کروں گا تمہاری وجہ سے میری بے عزتی ہوئی ہے تو انہوں نے سمجھایا ایسی بات نہیں " إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ " بے شک اللہ تو متقین سے قبول فرماتے ہیں۔ جو اخلاص سے محبت سے، صداقت سے، اپنی محبوب چیز قربان کرتے ہیں۔ اس نے کہا " لَئِنْ بَسَطتَّ إِلَيَّ يَدَّك لِتَقْتُلَنِي مَاأَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْك لا قْتُلَك إِنِّي أَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعَلَمِينَ "۔

ہابیل نے کہا میرے بھائی اگر تم واقعی مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو میری طرف اگر تم قتل کے لئے ہاتھ بڑھاؤ گے تو تمہاری مرضی لیکن میں تو کچھ نہیں کروں گا ورنہ میں چاہوں تو میں بھی تمہیں تار سکتا ہوں لیکن "إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ تَبُوْا بِاثْمِيْ وَ الْمِك فَتَكُوْنَ مِنْ أَصْحٰبِ النَّارِ" پھر

میں یہ چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ بھی لے جا اور میرے گناہ بھی سب تیرے اوپر ہوں اور تو جہنمی بن جائے کہ اللہ ظالموں کو ضرور جہنم کی سزا دیتے ہیں۔

آسمان اور زمین میں پہلا گناہ حسد تھا

اب قابیل نے کیا کیا؟ علماء فرماتے ہیں اول ذنب اذنب في السماء الحسد و اول ذنب فی الارض الحسد" کہ آسمانوں میں بھی پہلا گناہ کیا تھا؟ کہ ابلیس کو آدم کی عظمت پر حسد آیا اور دنیا میں بھی پہلا گناہ کیا تھا؟ کہ قابیل کو ہابیل کی بہن پر اور ہابیل کی عظمت پر حسد آیا۔

اس لئے عرب کا محاورہ ہے "الحسود لا یسود حاسد کو کچھ نہیں ملتا کہاوت ہے حسد بہت بری بلا ہے حسد کا معنی یہ ہوتا ہے کہ وہ نعمت اس سے نکل جائے اور مجھے مل جائے اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی تقدیر پر بھی حاسد راضی نہیں۔

اور ایک یہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی کی اچھی گاڑی دیکھی اچھا گھر دیکھا آپ نے کہا اللہ مبارک کرے۔ اللہ اس کو بھی مبارک فرما اور ہمیں بھی عطا فرما۔ یہ حسد نہیں ہوتا بلکہ خوش ہو رہا ہے کہ میرے بھائی نے بڑا اچھا گھر بنایا ہے مسلمان ہے بھائی ہے اور کہتا ہے کہ اللہ اس گھر میں برکت دے۔

سب سے پہلا قتل

تو اب قابیل نے فیصلہ کر لیا کہ میں نے تو ہر حالت میں قتل کرنا ہے اس نے ایک دن چھپ کر انتظار کیا اور دیکھا کہ ہابیل سو رہے تھے تو ایک پتھر اٹھا کر لایا اور اور اپنے بھائی ہابیل کے سر پر مارا اور وہ فوت ہو گئے۔ یوں سمجھ لیں کہ سب سے پہلا خون جو زمین پر بہا ہے وہ ہابیل

کا ہے اور سب سے پہلا جو خون بہانے والا قاتل ہے وہ قابیل ہے اور اسی کے ساتھ آپ یہ بھی دیکھ لیں کہ سب سے بڑا ظلم مقتل ہے۔

سب قتلوں کا گناہ قابیل کو بھی ہوگا

اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ "لا یقتل احد ظلما کوئی شخص قیامت تک ظلما قتل نہیں ہوگا مگر قابیل پر بھی اللہ پاک گناہ لکھیں گے "اول من سن القتل" سب سے پہلے جس نے قتل کی بنیاد رکھی۔ یہ اللہ کا قاعدہ ہے کہ اگر آپ نیکی کی بنیاد رکھیں گے تو قیامت تک جتنے لوگ عمل کریں گے اس نیکی کا آپ کو بھی حصہ ملے گا اور اگر آپ نے کسی برائی کی بنیاد رکھی ہے تو قیامت تک جتنے لوگ کریں گے تو آپ پر بھی وبال آئے گا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا قیامت تک جتنے قتل بھی ہوں گے سب کا گناہ اس پر بھی ہوگا۔ اور اس سے ساری دنیا میں قتل شروع ہوا۔ اور سبب کیا تھا حسد اور ابلیس نے بھی تکبر کی وجہ سے سجدہ نہ کیا تھا۔ حسد کے بعد تکبر پیدا ہوا تھا "ابی و استکبر" یہاں بھی اصل چیز حسد ہے اور اس کے بعد تکبر پیدا ہوا اور سب سے پہلا جرم خطا، ذنب جو دنیا میں کیا گیا وہ قتل ہے اور بھائی بھائی کو قتل کر رہا ہے بھائی بھائی کا دشمن ہے۔ جب قتل ہو گیا تو اب قتل کرنے کے بعد عقل آئی کہ میں نے اپنے بھائی کو تو قتل کر دیا ہے لیکن اس کی لاش کو کدھر کروں؟ اب پریشان ہے "فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ الْخَسِرِيْنَ۔

سابقہ کتب کی روایات میں آتا ہے کہ اس نے اپنے بھائی کو اٹھایا اور پہاڑوں میں غاروں میں گھوم رہا ہے کبھی ادھر جاتا ہے اور کبھی ادھر جاتا ہے کہ کروں کیا؟

قاتل کی عقل غلطی کرجاتی ہے

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ گناہ کی سب سے پہلی سزا یہ ہوتی ہے کہ اللہ عقل چھین لیتا ہے اس لئے آپ دیکھیں کہ دنیا میں سب سے بڑا مجرم جو بڑی پلاننگ سے جنگ کرتا ہے اور بڑے بڑے مافیا ہوتے ہیں، گروہ ہوتے ہیں ان کے پیچھے باقاعدہ بڑے تھنک ٹینک ہوتے ہیں ان کے ٹائم فریم کرنے والے لوگ ہوتے ہیں ان کو باقاعدہ پلاننگ کرکے دینے والے لوگ ہوتے ہیں کہ ہمارے پاؤں کا کہیں نشان، نہ لگ جائے میرے آنے جانے کا کسی کو پتہ نہ چل جائے۔ میری کل کو وہاں حاضری ثابت نہ ہوسکے عجیب عجیب انداز میں جرم کئے جاتے ہیں کہ بندہ سوچ بھی نہیں سکتا لیکن پھر بھی مجرم کوئی نہ کوئی غلطی کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے اگر وہ غلطی نہ کرے اگر اس کا سسٹم سارا فول پروف ہو تو پھر تو وہ کبھی نہ پکڑا جائے لیکن وہ پکڑا جاتا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ اللہ کی مار پڑتی ہے اور عقل ضائع ہوجاتی ہے بندہ کہیں نہ کہیں غلطی کر بیٹھتا ہے اس لئے آپ ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ قرآن نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ کسی کے قتل کے معاملے میں دخل نہ دو قتل میں معاون بھی نہ بنو مساعد بھی نہ بنو اشارہ کرنے والے بھی نہ بنو کیونکہ قتل تو اللہ کو بڑا ناپسند ہے "فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا مقتول کی مدد اللہ کی ذات کرتی ہے جس کو کسی شاعر نے بھی کہا ہے کہ

جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو
پکارے گا آستین کا

قتل نہیں چھپتا خون خود بخود بولتا ہے خون میں اللہ نے بڑی طاقت رکھی ہے۔ اس لئے کسی نے کہا تھا جب فرانس اپنے جوہر کے ساتھ پوری مسلم آبادی پر ٹینک چلا رہا تھا تو

ٹینک مسلمانوں کے خون سے اور کٹے ہوئے اعضاء سے بھر جاتے تھے اس وقت کسی شاعر نے کہا تھا۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اور خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

اس لئے جس تحریک میں خون بہہ جائے وہ تحریک کبھی ناکام نہیں ہوتی اس کا ایک نہ ایک دن کامیابی کا ضرور آتا ہے۔جس درخت کی بنیادوں میں خون کی کھاد مل جائے وہ درخت کبھی سوکھتے نہیں ہیں وہ کسی نہ کسی حال میں ہرے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"بشر القاتل بقتل و لو بعد حسین" کہ جو قاتل کسی کو قتل کرے اس کو کہ دو کہ تم نے بھی قتل ہوتا ہے چاہے کچھ مدت بھی گزر جائے۔اور قتل انسانی اتنی بھیانک جرم ہے کہ اللہ کے نبی نے فرمایا کہ خون مسلم کی عظمت اللہ کے کعبے سے بھی زیادہ ہے۔

قابیل کی سیاہ کاریاں

اب لاش اٹھائے ہوئے پاگلوں کی طرح پھرتا ہے کہ میں کیا کروں "فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْءَةَ أَخِيهِ دیکھا ہے ایک کوا مرا پڑا ہے اور دوسرا زمین پر بیٹھ کر پاؤں کے ساتھ زمین کو کھود رہا ہے۔کھودتے کھودتے جب اتنا گڑھا بن گیا کہ اس میں دوسرے کوے کی لاش آسکے تو وہ کوے کی لاش کو اس میں ڈال کر مٹی ڈال کر اس کو دفن کر رہا ہے اب اس کو سمجھ آیا۔ يَوَيْلَتَى أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّدِمِينَ " کہ ہائے مجھے تو اس کوے کے برابر بھی عقل نہیں مجھ سے تو یہ کوا بھی سیانا ہے مجھے تو یہ سمجھ نہیں آیا کہ گڑھا کھود کر بھائی کی لاش کو چھپا دوں اب

ندامت تو ہوئی لیکن ندامت کے بعد توبہ نہیں کی۔تو پھر ندامت کا کیا فائدہ ہو۔ندامت تو تب فائدہ دیتی ہے جب نادم ہو اور ترک الذنب ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا عزم ہو تو پھر جا کر توبہ بنتی ہے ندامت تو ہوئی کہ مجھے تو کوے کے برابر بھی عقل نہیں ہے لیکن توبہ پھر بھی نہیں کی اکڑ گیا۔

آدمؑ نے جب تلاش کیا تو ہابیل نہ ملے اور قابیل بھی غائب ہے تو کچھ دنوں بعد آدمؑ اور حواؑ کو پتہ چل گیا کہ ہابیل کو قابیل نے قتل کیا ہے اور قابیل کو جب پتہ چلا کہ ابا کو پتہ چل گیا ہے تو اپنی بہن جو اس کے ساتھ پیدا ہوئی تھی اس کو لے کر فرار ہو گیا اور فرار ہونے کے بعد اس نے اپنے ابا سے بہت دور جا کر ایک بہت بڑی سرسبز وادی تھی اس نے وہاں ڈیرا لگایا وہیں توالد وتناسل شروع ہوا اور اس کی اولاد بڑھنے لگی اور کچھ لوگ جو اس مزاج کے تھے وہ بھی آدم کو چھوڑ کر وہاں جمع ہونے لگ گئے تو قابیل کی بھی ایک پارٹی بن گئی۔کیونکہ اس کی ابتداء اولاد بالزنا سے تھی جرم سے تھی قتل سے تھی کہ باپ قاتل بھی ہے زانی بھی ہے اور اپنے ابا پیغمبر کا مخالف بھی ہے تو آگے جو اولاد پیدا ہوتی گئی اس کے اندر شر بڑھتا گیا فواحش بڑھتے گئے برائیاں بڑھتی گئیں تو زمین میں فساد بڑھ گیا اور ادھر آدمؑ کی وفات کے دن قریب آ گئے۔

حضرت آدمؑ کی وفات

آدمؑ کی عمر کتابوں کے مطابق ایک ہزار سال ہے نو سو ساٹھ سال جب آپ کے گزرے اور ملک الموت آئے اور ایک روایت میں ہے کہ آدمؑ نے اپنے بچوں کو بلایا اور فرمایا "انی اشتھی ثمار الجنة" میری خواہش ہے کہ کچھ پھل مل جائیں کیونکہ یہ تو جنت کے پھلوں کا نمونہ ہیں اور جنت کے پھل تو جنت کے ہیں تو تم جاؤ اور تلاش کرو میری پھل کھانے کی خواہش ہے تو وہ ڈھونڈنے کے لئے جا رہے تھے کہ کہیں سے مل جائیں تو راستے میں اللہ کے فرشتے آ رہے

تھے انسانوں کی شکل میں۔انہوں نے پوچھا کہ کیوں اتنی جلدی جلدی جارہے ہوتو انہوں نے کہا ہمارے ابا آدمؑ بیمار ہیں ان کو سخت تکلیف ہے ہم ان کے لئے پھل ڈھونڈنے جارہے ہیں۔تو انہوں نے کہا پھل لینے کی کوئی ضرورت نہیں تو انہوں نے کہا ان کی موت آگئی ہے اور ادھر جب ملک الموت آئے تو آدمؑ کو اللہ نے بتلا دیا تھا چونکہ اللہ اپنے انبیاء کو بتلا دیتے ہیں اور کبھی کبھی اختیار بھی دے دیتے ہیں۔

جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دے دیا کہ آپ دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا ہمارے پاس آنا چاہتے ہیں۔

آدمؑ نے فرمایا ملک الموت تم تو بڑی جلدی آگئے ہو۔ابھی تو چالیس سال میری عمر میں باقی ہیں تو انہوں نے کہا کیا آپ نے اپنے بیٹے داؤد کو چالیس سال نہیں دیئے تھے تو انہوں نے فرمایا نہیں اب جب ملائکہ روح قبض کرنے کے لئے آئے تو بی بی حوا گھبرا گئیں کہ میرے خاوند کی موت کا وقت آرہا ہے تو بیوی فرشتوں کو روکنا چاہیں کہ دیکھو ان کی عمر تو ہزار سال تھی وہ تو صرف کہا تھا تو آدمؑ غصے میں آگئے ایک دفعہ پہلے جنت سے نکلوایا تھا اور آج پھر ملائکہ سے جھگڑا کر کے مجھ سے ایک اور غلطی کروانا چاہتی ہو کہ میں ان کو روک دوں۔

تو بہر حال آدمؑ کی روح قبض ہوئی اور اس کے بعد آپ کو غسل دیا گیا،کفن پہنایا گیا خوشبوئیں لگائی گئیں اور پھر فرشتوں نے آدمؑ کے یہ سب کیا اور پھر فرشتوں نے نماز پڑھائی جو کہ انسانی شکل میں تھے۔تو انہوں نے چار تکبیریں کہیں اور جب فارغ ہوئے تو آدمؑ کی اولاد کو اور سب حاضرین کو چونکہ تھے تو سب اولاد میں کہا "ھذہ سنۃ اللہ" یہ اللہ کا حکم ہے۔اس طرح غسل دیا جاتا ہے اس طرح کفن دیا جاتا ہے اس طرح دفن کیا جاتا ہے اس طرح جنازہ پڑھا جاتا ہے

اوراس طرح قبر بنائی جاتی ہے "فدفنوہ" پھر آپ کو دفن کر دیا گیا۔

حضرت آدمؑ کی قبر کہاں ہے

اب اس میں اختلاف ہے کہ آدمؑ کی قبر مبارک کہاں ہے؟ بعض کہتے ہیں ہند میں ہے جہاں آپ کو اتارا گیا آج کل بھی انڈیا میں ایک جگہ ہے جہاں بڑی لمبی لمبی قبریں ملتی ہیں اورلوگ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ یہ اولاد آدمؑ کی قبریں ہیں کیونکہ اس وقت تو قد ساٹھ ہاتھ تھا پھر یہ تھوڑا ہوتا گیا، ہوتا گیا، پھر کم ہوگیا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ آدمؑ کو مکہ مکرمہ کے نواح میں دفن کیا گیا اور بعض روایات میں ہے کہ پہلے تو ان کو وہیں دفن کیا گیا تھا پھر ان کے تابوت کو وہاں سے نکال کر شام میں دفن کیا گیا تھا۔

طوفان نوح کے دور میں پھر دوبارہ ان کو لے جا کر بیت المقدس میں دفن کر دیا گیا۔ لیکن ایک موٹی سی بات آپ یاد رکھیں کہ "ما سواء قبر النبي محمد صلى الله عليه وسلم ماسوائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے کسی نبی کی قبر کے بارے میں کوئی تعیین یا پختہ روایت موجود نہیں ہے۔ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی قبر کا انکار کرنے والا آدمی ایمان سے نکل جائے گا کیونکہ وہ تواتر سے ثابت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں ہے باقی انبیاء کے بارے میں مختلف روایات ہیں کوئی روایت ہے کہ بیت المقدس میں ہیں، بیت اللحم میں ہیں، بیت الخلیل میں ہیں، کوئی ہے کہ ستر انبیاء مکہ میں دفن ہیں، کوئی ہے کہ حرم میں۔ یہ سب روایات ہیں لیکن کوئی حقیقی روایت نہیں ہے میرے خیال میں اللہ کو یہی منظور ہوگا۔

سید احمد شہیدؒ کی قبر کہاں ہے

اللہ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو شرک سے بچانا ہوگا۔ ہوسکتا ہے میری غلطی ہو۔ ہاں اگر صحیح ہے تو اللہ کی طرف سے ہے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے ہے جیسے سید احمد شہیدؒ کے بارے میں آتا ہے وہ بڑے مجاہد بھی تھے، عالم بھی تھے اور ایک دن اپنے گھوڑے کو نہلا رہے تھے نہر کے کنارے ان کا ایک خاص مرید تھا جو بڑا بے تکلف تھا اس نے بطور مذاق کہا کہ شاہ جی! آج کل تو آپ بڑی سخت سخت توحید بیان کرتے ہیں لوگوں کو سناتے ہیں جیسے تقویۃ الایمان شاہ اسماعیلؒ نے لکھی ہے اور آپ ہر بات کو شرک کہتے ہیں مرنے کی دیر ہے آپ بھی تو سید ہیں آپ کی قبر پر ایسے سجدے ہوں گے کہ عقل آجائے گی۔

تو شاہ جی نے جلال سے کہا بھائی ان شاء اللہ میری زندگی شرک سے محفوظ ہے۔ میری قبر ہی کسی کو نہیں ملے گی تو کیا شرک ہوگا ہمارے پاکستان میں بالاکوٹ میں مشہور ہے کہ یہاں سید احمد کی قبر ہے حالانکہ وہ سید حسین کی قبر ہے۔ سید احمد کی نہیں۔ لوگ اس مغالطے میں جاتے ہیں حالانکہ وہ ان کی قبر نہیں ہے اللہ نے اپنے بندوں کو چھپالیا ہے۔

حضرت علی ہجویری کی قبر کہاں ہے

جیسے حضرت علی ہجویریؒ کی قبر ہے لاہور میں جن کو لوگ داتا صاحب کہتے ہیں۔ اور جہاں ان لوگوں نے مزار بنائی ہوئی ہے وہاں ان کی قبر ہی نہیں ہے حضرت کی قبر شالیمار باغ کی ایک دیوار کے نیچے یا لاہور کے شاہی قلعہ میں ہے یہ جگہ حضرت کی عبادت کی جگہ تھی یہاں حضرت عبادت کرتے تھے اللہ نے محفوظ رکھا کہ تم یہاں ٹکریں مارتے رہو اور وہاں میرے حبیب ہیں ہی نہیں۔

بی بی حواءؑ کی قبر

تو اللہ نے اپنے انبیاء کے مزاروں کو بھی محفوظ رکھا ہے کہ کسی کو کوئی پتہ نہیں حالانکہ روایت ہے کہ بی بی حوا کی قبر جدہ میں ہے تو اس کی کوئی دلیل نہیں ورنہ سو سال پہلے دو سو سال پہلے کے لوگ تو کہتے کہ یہاں بی بی حوا کی قبر ہے۔



حضرت شیث علیہ السلام

حضرت شیثؑ کی نبوت

بہرحال حضرت آدمؑ کی وفات کے بعد آپ کی کئی اولادیں آئیں لیکن ان میں سے ایک حضرت شیثؑ ہیں جن کو اللہ نے نبی بنایا شیث کا معنی ہوتا ہے ھبۃ اللہ اور شیث وہ نبی ہیں جن کو اللہ نے تقریباً پچاس صحیفے عطا فرمائے تھے شیثؑ نے بڑی کوشش کی اس شر کو مٹانے کی جو قابیل کے قبیلے سے پیدا ہوا تھا۔

شیطان کی شرارت اور گانا

ایک جماعت تو وہ تھی جو پہاڑوں پر رہتی تھی اور ایک جماعت وہ تھی جو میدانی علاقوں میں رہتی تھی قابیل کا قبیلہ میدانی علاقوں میں رہتا تھا قابیل کے قبیلے کی عورتیں بے انتہاء حسین و جمیل تھیں اور پہاڑوں کے مرد خوبصورت تھے اور عورتیں بدصورت تھیں اب ابلیس کو موقع ملا کہ کوئی حرکت کرنی چاہیئے تو ابلیس ایک غلام کی شکل میں قابیل کے قبیلے میں آگیا اور کہنے لگا کہ اللہ نے تمہاری عورتوں کو ایسا حسن و جمال دیا ہے لیکن تم لوگوں میں ذوق لطیف نہیں ہے آؤ میں تمہیں گانا سناتا ہوں تو گانے کی ابتداء سب سے پہلے ابلیس نے کی تھی۔ اب ابلیس نے ایسی آواز میں

گانا سنایا کہ وہ سر دھن رہے ہیں پھر اس نے روز کی محفل بنادی کہ روزانہ رات کو آتا اور گانا بجانا کرتا۔اور وہ گانے میں ایسے مصروف ہوئے کہ جیسے میں نے کچھ عرصہ پہلے اخبار میں پڑھا تھا کہ ایک گانے والے کے بارے میں دوسرے نے کہا تھا کہ اس کے گلے میں بھگوان بولتا ہے جس کے بارے میں کہا تھا وہ ہمارے علاقے کا آدمی تھا میں اس کو ذاتی طور پر جانتا ہوں کتنا بڑا شیطان ہے جس کے گلے میں بھگوان بولتا ہے۔انا للہ و انا الیہ راجعون اللہ معاف کرے آخر وہ بھگوان بھی تو خدا کو کہتے ہوں گے۔

اور اس کے بعد اس گانے کا یہ اثر ہوا کہ انہوں نے ایک دن عید کا بنالیا کہ ہر کا مہینے میں کم از کم کوئی ایک دن تو عید کا ہونا چاہیئے پھر بعض کہتے ہیں کہ سال میں ایک مرتبہ کا بنایا تھا۔

مسلمانوں کا نیو ایئر منانا

جیسے آج کل مسلمان ماشاء اللہ نیو ایئر بڑی اہتمام سے مناتے ہیں اس کے کارڈ چھتے ہیں اور بارہ بجے رات کو جب تاریخ تبدیل ہوتی ہے تو ان کے بھی بارہ بجتے ہیں جیسے سکھوں کے بھی بارہ بجتے ہیں یعنی مسلمان قوم اتنی پاگل ہو جاتی ہے کہ اللہ کے دین کو ہر تاریخ میں بھی چھوڑ دیا،سورج ڈوبنے سے بھی چھوڑ دیا کہ سورج ڈوب گیا تو رات ہوگئی سورج طلوع ہوگیا تو دن ہوگیا یہ کہتے ہیں کہ بارہ بجے تاریخ بدلے گی اتنا انگریز سے متاثر ہوئے کہ اللہ معاف فرمائے۔

ہابیل قابیل کے قبیلوں کا اختلاط

اس لئے قرآن میں آیا ہے: "وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى "علماء فرماتے ہیں کہ جاہلیت اولی قابیل کے قبیلے میں تھی کہ عورتیں خوشی مناتیں اور اس دن عریاں قسم کے

لباس پہنتیں اور ابلیس گانا گاتا اور ناچا تھرکتا تو یہ بھی شریک ہو جاتیں اور ابلیس نے پہاڑوں پر جا کر کہا کہ یار تم کتنے خوبصورت آدمی ہو اور تمہاری عورتیں کتنی بدصورت ہیں ذرا نیچے چل کر تو حسن و جمال کی وادی دیکھو اب اس نے انہیں ملایا اور وہاں سے زنا، شراب، کباب عام ہو گئے۔ جرائم شر و فساد اتنا بڑھ گیا کہ حضرت شیثؑ کو باقاعدہ جنگ لڑنا پڑی ان کی تقریر سے کچھ فائدہ نہ ہوا کیونکہ جب آدمی کی تقریر کام نہ کرے تو پھر کیا کرے۔

دیکھیں آج کتنی تنظیمیں ہیں جن کے بارے میں کہتے ہیں کہ دہشت گرد ہیں دہشت گرد ہیں اللہ کے بندے جب تم دوسرے آدمی کو بند گلی میں کھڑا کر دو گے اور وہ کمزور ہو گا تو کیا کرے گا بے چارہ آخر پھر تو یہی ہے کہ ٹکر مارے گا یا خود مر جائے گا یا دیوار توڑ کر نکل جائے گا۔



حضرت شیث
اور
حضرت ادریس علیہما السلام

حضرت شیثؑ کے بعد حضرت ادریسؑ کی نبوت

حضرت شیثؑ نے جہاد کیا اللہ کی مہربانی سے جہاد میں تو وہ غالب آگئے جہاد میں تو انہوں نے شر کی ساری قوتوں کو ختم کر دیا خدا کی قدرت ہے کہ حضرت شیثؑ کو بھی موت آگئی پھر ان کے بعد حضرت ادریسؑ تشریف لائے سب اولاد آدم میں سے ہیں لیکن حضرت آدمؑ اور حضرت ادریس کے درمیان ''عشرۃ قرون'' دس قرن اور ایک قرن ہوتا ہے "مائة سنة" یعنی ایک ہزار سال کا فاصلہ حضرت ادریسؑ کے بارے میں قرآن نے زیادہ تفصیل تو نہیں بیان فرمائی لیکن ذکر کیا ہے:

''وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا. وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا'' اللہ نے فرمایا میرے مدنی یاد کریں حضرت ادریسؑ کے بارے میں وہ بھی اللہ کے پسندیدہ صدق والے نبی تھے ہم نے ان کے مرتبہ کو بلند کیا۔

'' وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا '' کے بارے میں علماء مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ نے ان کو بھی آسمان پر اٹھایا چوتھے آسمان میں ان کا مقام تھا اس لئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج

میں گئے تو حضرت ادریسؑ سے چوتھے آسمان پر ملاقات کی۔

حضرت ادیسؑ کی وفات

اور ان کا بھی عجیب واقعہ آتا ہے کہ جب ان کی موت کا واقعہ آیا تو فرشتوں کے ساتھ انبیاء کی بات چیت تو ہوتی ہے ایک فرشتے سے کہا کہ ملک الموت سے کہو ذرا میری موت کو پیچھے نہیں کرسکتا اس نے کہا یہ تو مجھے پتہ نہیں ہے کہ اللہ نے ان کو آگے کرنے کی اجازت دی ہے یا نہیں لیکن بات میں کرسکتا ہوں۔

ابلیس نے قبائل میں گناہوں کو رواج دیا

اب ابلیس نے ان قبائل کو گمراہ کرنے کی ایک اور چال چلی ایک تو گانوں سے ان کو گمراہ کیا۔ دوسرا عورتوں کی عریانی سے گمراہ کیا "تبرج الجاهلية" کہ عورتیں عریاں قسم کے لباس پہن کر آتیں اور نیوائیر مناتیں اور گناہوں میں شریک ہوتیں اس کے بعد ان کے دلوں میں ابلیس نے یہ ڈالا کہ عباد صالحین۔ یہ جو نیک بندے ہیں، اولیاء اللہ ہیں، اللہ کے مقربین ہیں اور یہ لوگ جب مرجائیں گے تم تو ختم ہو ایسا کرو کہ کوئی نہ کوئی نشان بنادو جہاں وہ بیٹھتے تھے عبادت کرتے تھے کہ اس جگہ فلاں بزرگ کا ڈیرہ تھا وہ عبادت کرتے تھے۔

تم بھی جب یہاں سے گزرو تو عبادت کرلیا کرو اللہ کا نام لے لیا کرو اللہ کا ذکر کرلیا کرو تو اس نے یہ چیز بھی شروع کردی تھی یہ بھی وہی دور تھا۔

حضرت ادیسؑ کی وفات چوتھے آسمان پر ہوئی

حضرت ادریسؑ نے فرشتے سے کہا تو اس نے کہا کہ آپ ایسا کریں کہ میرے ساتھ

پروں میں بیٹھ جائیں میں آپ کو اوپر لے کر جاتا ہوں اور ملک الموت سے بات کرتا ہوں تو یہ فرشتہ جب ان کو لے کر چوتھے آسمان پر آیا تو ملک الموت چوتھے آسمان پر موجود تھے اور اس فرشتے نے ملک الموت سے کہا کہ مجھے نہیں معلوم اللہ کے احکام کیا ہیں؟ میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے حضرت ادریسؑ نبی ہیں، صدیق ہیں، اللہ نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے ان کی موت کچھ آگے ہوسکتی ہے تو ملک الموت نے پوچھا کہ یہ بتاؤ وہ ہیں کہاں؟ انہوں نے کہا کہ ادریسؑ کو تو میں لے آیا ہوں فضحك ملک الموت تو ملک الموت نہیں پڑے اور کہا کہ مجھے حکم ملا کہ حضرت ادریسؑ کی روح قبض کرنی ہے چوتھے آسمان پر میں حیران تھا کہ وہ تو زمین پر رہتے ہیں چوتھے آسمان پر کیسے آئیں گے اور میں روح قبض کروں گا ان کو آسمان پر اسی لئے آنا تھا لاؤ میں روح قبض کروں یہ تو وقت مقرر ہے اور اللہ نے یہی فیصلہ کیا تھا" وَرَفَعْنَهُ مَكَانًا عَلِيًّا" اتنا بلند مقام پر ہم لے گئے کہ پھر روح بھی وہیں قبض کی بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام بھی زندہ ہیں، حضرت عیسیٰؑ بھی زندہ ہیں اور وہ قرب قیامت میں اتریں گے "ینزل منارة شرقية بيضاء دمشق و انه يكسر الصليب و يقتل الدجال و يضع الجزية و يملأ الأرض عدلا و قسطاً، لیکن اصل صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت ادریسؑ زندہ نہیں ہیں تو اب ادریسؑ کے دور میں ہی عبادت شروع ہوئی اور ادریسؑ کے دور کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کے اول رسول اور اول نبی حضرت نوحؑ ہیں جن کے لئے ہم نے یہ آیت تلاوت کی تھی " وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ۔

سابقہ درس کا خلاصہ

جب آدمؑ کی وفات ہوگئی اور آدمؑ کی وفات پر فرشتے آئے اور انہوں نے غسل دیا اور کفن

پہنایا پھر فرشتوں نے نماز جنازہ پڑھی۔اور دفن کیااور حضرت آدمؑ نے نماز کے تقریباً ایک سال بعد حضرت حواؑ بھی فوت ہوگئیں اور سیدنا آدمؑ کے بعد انبیاء کے سلسلے میں حضرت شیثؑ تشریف لائے شیث کا معنیٰ "ھبتہ اللہ ہے ان پر اللہ نے پچاس صحیفے بھیجے اور جیسا کہ آپ سن چکے ہیں کہ قابیل اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد اپنی بیوی کو لے کر فرار ہوگیااور اس نے جا کر اپنا ایک علاقہ منتخب کیااور آباد ہوا وہیں اس کی اولاد ہوئی اور جتنے لوگ قابیل سے ہوئے ان کا علاقہ سہول کا کہلاتا تھااور وہ لوگ جو ہابیل کے ساتھ تھے وہ پہاڑ پر تھے اور اللہ کی قدرت یہ ہے کہ سہول یعنی میدانی علاقے میں جتنی عورتیں تھیں وہ بہت خوبصورت تھیں اور جو لاقے میں وہ خوجبال یعنی پہاڑ کے لوگ تھے ان کی عورتیں اتنی خوبصورت نہیں تھیں جتنے ان کے مرد خوبصورت تھے یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت تھی تو ابلیس کو موقع مل گیا وہ ایک غلام کی شکل میں آیااور میدانی علاقے میں جو قابیل کا تھا آ کر ڈیرہ لگا لیااور آہستہ آہستہ اس نے گانا شروع کر دیا اب آپ کو معلوم ہے کہ اللہ نے ابلیس کو استدراجی قوتیں دی ہیں اپنے بندوں کے امتحان کے لئے کہ وہ جیسی چاہے شکل بنا سکتا ہے تو اس گانے کا یہ اثر ہوا کہ عورتیں اکٹھی ہوتیں مرد اکٹھے ہوتے اس لئے جتنے آلات موسیقی ہیں ان کو مزامیر شیطان کہا جاتا ہے اور یہ انسان کو گمراہ کرنے کے لئے سب سے خطرناک طریقہ ہے تو اب انہوں نے مہینے میں ایک رات عید منانی شروع کر دی اس عید کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس میلے میں جب عورتیں اکٹھی ہوتیں تو وہ بھی اس کے ساتھ گانے میں شریک ہو جاتیں تو اب یہ سلسلہ بڑھ گیا تو ابلیس پہاڑ کے لوگوں سے ملا اور ان سے کہا کہ تم پہاڑوں میں زندگی گزار رہے ہو نہ تمہاری زندگی میں کوئی راحت ہے، نہ سکون ہے، نہ آرام ہے، کوئی سیر کے لئے نکلا کرو آدمی فریش رہتا ہے یہ کیا کہ آدمی بند گھڑے میں مچھلی بن کر رہ جائے تو لوگوں نے ادھر

آنا شروع کیا چونکہ مرد خوبصورت تھے اور ان کی عورتیں خوبصورت تھیں جب ان میں آنا جانا شروع ہوا تو پھر وہ اسی رات جمع ہوتے جب وہ گانا گاتے اس کا انجام یہ نکلا کہ زنا کا دروازہ کھل گیا۔

اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ کچھ چیزیں ہیں انسان کو تباہ کرنے والی کہ مال اور اولا دفتنہ ہیں اور اس کے ساتھ اس کو فتنے میں مبتلا کرنے والی چیز گانا ہے۔

گانے کا عورتوں پر اثر

اس لئے حدیث مبارک میں آتا ہے کہ سرکار دو عالم سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سفر فرمارہے تھے اب جو سفر کرنے والے ساتھ تھے وہ صحابہ کرامؓ تھے اور جو خواتین سفر کرنے والی تھیں صحابیاتؓ تھیں تو ایک صحابی نے گنگنانا شروع کیا۔عرب میں رواج تھا اونٹوں کو تیز چلانے کے لئے حدی پڑھتے تھے اور پھر اونٹ اس کی آواز سن کر تیز چلتے تھے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آواز سنی تو فرمایا ''رفقاً بالقواریر'' کیا کر رہے ہو اتنی خوش آوازی کے ساتھ گنگنا رہے ہو تمہیں پتہ نہیں ہے شیشے سفر کر رہے ہیں عورتیں شیشوں کی مانند ہیں کہ جیسے شیشے کو ٹھوکر لگتی ہے پتہ نہیں چلتا معمولی سی چوٹ لگنے سے اس پر اثر ہو جاتا ہے اور آپ نے دیکھا ہوگا بھی گاڑیوں کے شیشے چوٹ نہ بھی لگے گرمی سے ٹوٹ جاتے ہیں دراڑیں پڑ جاتی ہیں تو علم موسیقی یا گانا ایک ایسا جادو ہے جو نعوذ باللہ سب سے زیادہ اثر کرتا ہے۔

تو اب ان لوگوں کے آنے کی وجہ سے شر بڑھ گیا زنا کا دروازہ کھل گیا تو اللہ تعالی نے حضرت شیثؑ کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام کو بھیجا حضرت ادریسؑ بھی اللہ کے نبی ہیں اور آپ اللہ

کے اتنے مقبول انبیاء میں سے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ جتنا ساری مخلوق کے عمل کا ایک دن کا ثواب ہوتا تھا۔

اتنا حضرت ادریسؑ کا ثواب ہوتا تھا اور یہ وہ نبی ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں بھی ذکر فرمایا ہے اور جن کے بارے میں حدیث معراج میں بھی وضاحت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی تھی۔

اللہ کے حکم سے سب سے پہلا جہاد شر کے خلاف آپ نے کیا تھا اور جتنے غلط لوگ تھے ان کو مارا اور ختم کر دیا اور خدا کی شان ہے کہ جس دور میں شر بڑھ گیا تھا اس دور میں نیک لوگ بھی تھے یہ تو نہیں ہوتا کہ دنیا اچھے لوگوں سے خالی ہو جائے خیر اور شر ہمیشہ ملتے ہیں بلکہ علماء اسلاف نے یہ لکھا ہے کہ خیر محض یعنی ایسی خیر جس میں شر کا ذرہ بھی نہ ہو آخرت میں جنت میں ہوگی کہ وہاں خیر ہی خیر ہوگی کروڑ واں حصہ بھی وہاں برائی اور شر کا ہو ہی نہیں سکتا وہاں تو راحت ہی راحت ہے آرام ہی آرام ہے اور شر محض یعنی شر خالص جس میں خیر کا ذرہ نہ ہو وہ جہنم ہے کہ جو جہنم میں گیا اس میں کیا خیر ہے؟ اور دنیا خیر اور شر دونوں کی آمیزش کا نام ہے، خیر بھی ہوگی شر بھی، اس میں اچھائی بھی ہوگی برائی بھی، اس میں اچھے لوگ بھی ہوں گے برے لوگ بھی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانہ کے نیک لوگ اور ان کے بت

تو اسی زمانہ ادریسؑ سے یہ بات شروع ہوگئی کہ جو صالحین لوگ تھے، نیک لوگ تھے، علماء تھے، مشائخ تھے، عباد تھے، زہاد تھے، عباد اللہ الصالحین تھے، اولیاء اللہ تھے لازمی بات ہے کہ وہ فوت بھی ہوئے تھے تو جب وہ فوت ہونے لگے تو ابلیس کو موقع ملا اس نے لوگوں میں

انسان بن کر یہ بات پھیلانی شروع کر دی کہ یہ اللہ والے تو فوت ہو گئے ہیں اب ہمیں ان کے بعد کیا ملے گا ہمارے لئے .بہت بڑا اندھیرا ہو جائے گا کہ یہ اہل اللہ روز تو پیدا نہیں ہوتے وہ تو

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

پھر جا کر کوئی آدمی پیدا ہوتا ہے جو صحیح معنوں میں کام کرتا ہے تو اس نے دماغ میں یہ ڈالا کہ ایسا کیوں نہ کر لیا جائے کہ ہم بزرگوں کی تصویر بنالیں ایک مثال بنالیں جیسے آپ نے دیکھا کہ بڑے بڑے ملکوں میں رواج ہے کہ ڈمیاں بنا لیتے ہیں اسنچو بنا لیتے ہیں اور آپ دیکھیں تو آپ کو یہی محسوس ہو گا کہ بعینہ وہی آدمی کھڑا ہے یعنی حقیقت تو یہ ہے کہ بھی آدمی حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شاید واقعی میں حقیقی آدمی کے ساتھ کھڑا ہوں، بڑے بڑے عجائبات ہیں وہاں جا کر لوگ بڑے بڑے لوگوں کے جو اسٹیچو کھڑے ہیں ان کے ساتھ کھڑے ہو کر فوٹو کھینچواتے ہیں تو اس نے دماغ میں ڈالا کہ ایسا کر لیں کہ ہم ان کی صورتیں بنالیں کم از کم اتنا تو ہو گا کہ ہم ان کو یاد کیا کریں گے انہوں نے کہا کہ بات تو بہت اچھی ہے لیکن ہمارے پاس تو کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو تصویر بنا سکے ہم میں کوئی مجسمہ تراش نہیں ہے جو مجسمہ سازی کر سکے تو اس نے کہا میں خود بنادوں گا تو اس نے ان کی تصاویر بنا بنا کر جو ان کے عبادت کے مراکز تھے وہاں رکھ دیں عبادت نہیں شروع ہوئی صرف ان کی تصاویر کو وہاں کھڑا کر دیا گیا کیونکہ کام تو ایسے شروع ہوتا ہے ابتداء تو اسی طرح ہوتی ہے۔

اب جوں جوں وقت گزرتا رہا لوگ جاتے یاد کرتے کہ وہ سواع ، یغوث، یعوق نسر، یہاں ہوتے تھے شکل بھی دیکھ لیتے ہیں کچھ یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

حضرت ادریسؑ کی وفات

اسی دوران حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کا وقت بھی آگیا تو ایک فرشتے سے فرمایا کہ میری موت کا وقت کچھ آگے ہوسکتا ہے اگر اللہ چاہیں تو؟ اس فرشتے نے کہا کہ میں تو نہیں جانتا کیونکہ ہر کسی کے ذمے ایک کام ہے" وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُوم "ہم سب کا ایک وظیفہ ہے اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

جیسے آپ پہلے قصہ آدمؑ میں پڑھ چکے ہیں کہ ملائکہ نے کہا تھا"سبحانک لَا عِلْمَ لَنَا إِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا "ہمیں کوئی علم نہیں مگر جو آپ نے ہمیں علم دیا تو جس کو سکھایا گیا ہے وہ وہی جانتا ہے اس نے کہا البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ ملک الموت سے میں آپ کی بات کہہ دوں گا باقی یہ بات ملک الموت بتلائیں گے کہ اس میں تاخیر ہوسکتی ہے یا نہیں میں آپ کو آسمانوں میں لے جاتا ہوں تو اس نے ان کو اپنے پروں میں بٹھایا اور لے کر چل پڑا اور چوتھے آسمان پر ملک الموت سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ ادریسؑ کے لئے میں نے عرض کرنا ہے کہ ان کی زندگی کے کچھ دن لمبے ہوسکتے ہیں ان کی موت مؤخر ہوسکتی ہے؟

تو اس نے کہا کہ یہ بتلاؤ حضرت ادریسؑ ہیں کہاں؟ تو اس نے کہا کہ ان کو تو میں لے آیا ہوں تو ملک الموت ہنس پڑے اور کہا میں حیران ہو رہا تھا کہ اللہ نے لکھا ہے کہ تم نے ان کی روح چوتھے آسمان پر قبض کرنی ہے تو میں سوچ رہا تھا کہ چوتھے آسمان پر ادریسؑ کا کیا کام؟ شاید میں ان کو لے آؤں گا اور پھر روح قبض کروں گا میں نے تو ان کی روح قبض کرتی ہے "إِنَّ أَجَلَ اللهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ "اللہ نے جو وقت مقرر کیا ہے اس میں تاخیر نہیں ہوسکتی تو بعض علماء

نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ موت کی بات تو نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمانوں پر بٹھایا ہے اسی طرح حضرت ادریسؑ کو بھی اللہ نے آسمانوں پر زندہ بٹھایا ہے اور ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے "وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا" ادریسؑ ان پیغمبروں میں ہیں جن کا اللہ نے قرآن میں نام لیا ہے پیغمبر تو لاکھ سے زائد ہیں لیکن اللہ نے قرآن میں پچیس پیغمبروں کا نام لیا ہے۔ لیکن حضرت ادریسؑ کا قرآن میں اللہ نے باقاعدہ نام لیا ہے۔



حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوحؑ کی نبوت

حضرت ادریسؑ کی وفات کے بعد پھر سب سے عظیم دور حضرت نوحؑ کا ہے اور سیدنا نوحؑ ''اول رسول بعث فی الارض ''یعنی پہلے رسول ہیں جس کو اللہ نے زمین والوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمؑ سے لے کر چاہے شیثؑ کا دور آیا، ادریس کا دور آیا، شر تو بڑھ گیا لیکن غیر اللہ کی عبادت نہیں ہوئی سب دین اسلام پر تھے اللہ کی عبادت کرنے والے۔ وہاں سے پھر یہ سلسلہ شروع ہوا کہ جوں جوں نسل بڑھتی گئی ابلیس ان کے دماغ میں یہ بات ڈالتا گیا کہ یہ جو بت بنے ہوئے ہیں یہ جو تصویریں بنی ہوئی ہیں یہ اللہ کے بڑے محبوب بزرگ تھے اور تمہارے آباء و اجداد دکھوں میں مصیبتوں میں ان کے آگے درخواست کرتے تھے بارش نہ ہوتی ان کو کہتے، ضرورت ہوتی ان سے کہتے تو سارا نظام ان سے چلتا تھا تو تم بھی ان سے مانگو تو انہوں نے بھی ان سے مانگنا شروع کر دیا تو اب اللہ نے پہلا رسول بھیجا۔

قرن کا معنیٰ

یاد رکھیں نوحؑ اولاد آدم میں سے ہیں اور ''بینہ و بین ادم عشرۃ قرن'' سے اور حضرت

آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان دس قرن ہیں۔

اب بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ "کل قرن مائة سنة" کہ ہر قرن ایک سو ایک سال کا ہے وہ صدی کہلاتی ہے اگر اسی حساب کو مدنظر رکھا جائے تو اس کا مطلب ہے کہ حضرت آدمؑ اور حضرت نوحؑ کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہوا۔

اور بعض علماء نے یہ فرمایا کہ قرن سے مراد سو سال نہیں ہوتے بلکہ یہ مراد ہوتا ہے کہ جب ایک نسل ختم ہو جائے ایک جین ختم ہو جائے مثلاً ہمارے آباؤ اجداد جو ہمارے باپ دادا کا دور تھا وہ ختم ہو گیا اب ہم جو اس دور کے لوگ ہیں ختم ہوں گے تو پھر ہماری اولاد کا دور ہو گا تو اس کو بھی قرن کہا جاتا ہے جیسے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ "خیر القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم" سب سے بہتر دور میرا ہے پھر وہ جو میرے بعد ہوں میرے صحابہ پھر وہ جو ان کے بعد میرے تابعین۔

اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن میں کئی مقامات پر فرمایا "و قرن" "من قرن اور قرونا کثیرۃً، تو اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ ایک سو سال مراد ہو بلکہ اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے اور اس سے کم بھی۔

حضرت نوحؑ کی شان

تو نوحؑ بڑی شان والے پیغمبر ہیں جن کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا: "إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا" نوحؑ میرا بڑا شکر گزار بندہ ہے اسی طرح قرآن دوسرے مقام پر فرماتا ہے "سلم عَلَى نُوحٍ فِي الْعَلَمِينَ" اللہ نے نوحؑ پر سلام بھیجا ہے یہ کوئی عام بات تو نہیں، اللہ جس بندے پر خود سلام فرمائیں اور سلام بھی صرف یہ نہیں بلکہ "عالمین" تمام جہان میں اب

یوں سمجھیں کہ رسالت کی جو دراصل بنیاد ہے وہ نوعؑ ہیں وہیں سے ابتداء ہوئی۔

بعض انبیاءؑ کے روزے

حضرت نوعؑ ہمیشہ روزے رکھتے تھے داد وبھی صائم الدہر تھے لیکن ''کان یصوم یوما و یفطر یوما'' ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ سیدنا ابراہیمؑ بھی صائم الدہر تھے لیکن ان کے صائم الدہر ہونے کا یہ معنیٰ تھا ''کان یصوم ثلاثة ایام فی الشهر'' کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ صائم الدہر کا اطلاق یا تو حقیقتاً ہوتا ہے یا معنا۔

اس امت کے روزے

جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ جس آدمی نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کے بعد اس نے چھ روزے شوال کے بھی رکھ لئے ''فکانما صام الدهر'' گویا کہ اس نے پورا سال روزے رکھے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس نے تیس روزے رمضان کے اور چھ شوال کے رکھ لئے تو یہ چھتیس روزے ہو گئے ہیں اور اللہ فرماتے ہیں کہ ''من جاء بالحسنة فله عشر امثالها'' تو جب چھتیس کو دس کے ساتھ ضرب دیں گے تو تین سو ساٹھ بن گئے تو گویا اس نے سارا سال روزے رکھے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی ہر مہینے میں تین دن روزے رکھے ''ایام البیض'' سے مراد تیرہ، چودہ، پندرہ کا روزہ ہوتا ہے تو وہ بھی صائم الدہر کہلائے گا کیونکہ جب اس نے تین روزے رکھے اور ہر روزے کا دس کے برابر ثواب ملا تو گویا تیس ہو گئے۔

تو یہ اللہ کے علم میں ہے لیکن نوعی حقیقی صائم الدہر تھے کہ آپ نے ساری زندگی روزہ رکھا

''الا یوم العید و یوم الاضحی'' مگر عید الفطر اور عید الضحی کے دن ہم چونکہ ملت ابراہیمی پر ہیں اس لئے حضور علیہ السلام کو بھی یہی زیادہ محبوب تھا اور آپ نے یہی فرمایا کہ تین روزے مہینے میں رکھ لیا کرو سوموار اور جمعرات کے دن روزہ رکھ لو یہ بھی سنت ہے اور شوال کے چھ روزے رکھ لو یہ بھی سنت ہیں اس لئے جب آپ سے صحابہ کرام نے دائمی روزہ رکھنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر اللہ کو داؤد علیہ السلام کا روزہ بہت پسند ہے'' کان یصوم یوماً و یفطر یوما'' آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے فقہاء اور علماء نے ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا اس کی علت لکھی ہے کہ جب آدمی عادی ہو جاتا ہے تو پھر اس کی عادت بن جاتی ہے تو وہ عبادت نہیں رہتی کیونکہ اس آدمی کی عادت بن جاتی ہے تو اس لئے کہتے ہیں کہ ایک دن روزہ رکھے ایک دن کھائے تا کہ روزے والے دن بھی بھوک لگے کہ روزہ رکھا ہے جب عادت بن جائے گی تو پھر کسی قسم کی تکلیف نہیں ہوگی۔

تو ہر بات میں حکمتیں ہیں بہر حال حضرت نوحؑ بڑے عظیم الشان نبی تھے اور آپ بہت روتے تھے اتنا کہ آنسو بہہ بہہ کر نشان پڑ گئے تھے۔ اللہ کے آگے خشیت اللہ کے آگے تضرع، اللہ کے آگے عاجزی اور اسی لئے بعض علماء نے یہ لکھا کہ ان کو نوح کا لقب ملا یعنی کثرت سے رونے والا، کثرت سے غم کرنے والا نوحؑ اللہ کے بڑے شان والے پیغمبر ہیں اور ''اول نبی و اول رسول الذي بعث الی الخلق'' ہیں اور انہی کے زمانے میں شرک زوروں پر چلا گیا۔

حضرت نوحؑ کے دور کے پنجتن

اور اللہ کی قدرت دیکھیں اس دور میں بھی یہ پانچ تھے قرآن نے ذکر کیا ہے ''لَا تَذَرُنَّ

وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا" وہ ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ نوحؑ کی باتوں میں نہ آؤ۔ اپنے ان پنجتن کو بالکل نہیں چھوڑنا۔

اللہ کی قدرت ہے اس دور میں بھی پانچ تھے ورنہ چھوڑنا بھی ہو سکتے تھے سات بھی ہو سکتے تھے اس دور سے جب سے بت پرستی شروع ہوئی پنجتن کا مسئلہ شروع ہوا۔ اللہ رحمت فرمائے۔

بہرحال قوم کو حضرت نوحؑ نے دعوت دینی شروع کی جس کو اللہ نے قرآن کی مختلف سورتوں میں ذکر فرمایا ہے، سورۃ ہود میں دیکھیں، سورۃ الاعراف میں دیکھیں، سورۃ الانبیاء میں دیکھیں، سورۃ الشعراء میں دیکھیں، سورۃ الصافات میں دیکھیں حتیٰ کہ ایک سورت کا نام بھی سورۃ نوح رکھا ہے۔

اپنی قوم کو حضرت نوحؑ کی دعوت وتبلیغ

ہم نے ابتداء میں آیت تلاوت کی "إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ أَنْ أَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ" اللہ نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ اپنی قوم کو ڈراؤ اس سے پہلے کہ ان پر اللہ کا عذاب اتر آئے تو نوحؑ نے جا کر دعوت دی اور جدوجہد کی اتنا جہاد کیا کہ آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے یعنی آپ کتابیں اٹھا کر دیکھیں نوحؑ جب دعوت دیتے تھے "قَالَ رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا" میرے اللہ میں نے اپنی قوم کو کوئی خاص وقت نہیں دیا رات ہو، دن ہو، صبح ہو، شام ہو، ہر حال میں تیری دعوت دی، ہر حال میں تیری توحید کا سبق پڑھایا ہے لیکن "فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا" یرے مولیٰ! میری قوم تیرا پیغام سن کر بجائے اس کے کہ میری دعوت وتبلیغ سن کر میرے قریب آتے وہ مجھ سے اور دور بھاگ گئے

ہیں اب تو میرا اللہ ان کا یہ عالم ہوگیا ہے کہ "وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي أَذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا "جب میں ان کو تیری دعوت دیتا ہوں تیری تبلیغ کرتا ہوں وہ ظالم اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں کہ میری آواز ہی نہ آئے اور کبھی تو ایسا کرتے ہیں کہ کپڑا بھی اوپر ڈال لیتے ہیں کہ ہماری نوحؑ پر نظر بھی نہ پڑے یعنی آپ اندازہ کریں کہ کتنی مشقتیں آئیں کتنی مصیبتیں آئیں اللہ کی توحید بیان کرنے والوں پر کتنی تکلیفیں آئیں آپ خود ایک دن تجربہ کریں کہ آپ کسی سے بات کریں وہ منہ پھیر لے آپ کسی سے بات کریں وہ دوسری طرف توجہ کرلے آپ کسی سے بات کریں وہ کانوں میں انگلیاں ڈال لے کہ میں تو آپ کی آواز بھی نہیں سننا چاہتا، آپ کسی سے بات کریں وہ چہرے پر کپڑا ڈال لے کہ میں تو تمہاری شکل بھی دیکھنے کو تیار نہیں اور تم مجھے تقریر کرنے آئے ہو، تو اب آپ اندازہ کریں۔ اس وقت اس انسان پر کیا گزرتی ہے جب کہ دعوت دینے والا بھی اللہ کا پیغمبر ہو۔ اللہ کا نبی ہو تو ان پر کیا گزرتی ہوگی۔

حتیٰ کہ علماء نے سابقہ کتب کی روایت سے لکھا کہ وہ ایسے گستاخ ہوگئے تھے کہ نوحؑ کو آکر مارتے تھے۔ اور کئی مرتبہ آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر نعوذ باللہ کھینچتے تھے حضرت نوحؑ کی آنکھیں باہر ابل آتی تھیں اور آپ بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور وہ بدبخت یہ سمجھتے تھے کہ ہم نے مار دیا ہے اور حضرت نوحؑ ختم ہو گئے اور وہ مار کر چلے جاتے تھے پھر حضرت نوحؑ کو جب ہوش آتا تو آپ پھر از سر نو کھڑے ہو جاتے کہ "فَقَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ" جیسے یہاں فرمایا: قَالَ يَقَوْمِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ. أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ "کہ اے میری قوم میری ایک ہی دعوت ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ عبادت اللہ کی ہوگی اور اطاعت اللہ کے پیغمبر کی ہوگی۔

قوم کی نافرمانی

حضرت نوحؑ فرماتے ہیں ظالمو! میں جوتمہیں دعوت دے رہا ہوں تو اس میں فائدہ تو تمہارا ہے، تمہارے ہی گناہ معاف ہوں گے، تمہارا ہی کفارہ سیئات ہوگا تمہیں اللہ تبارک وتعالی جنتوں سے سرفراز فرمائیں گے لیکن قوم بالکل سننے پر آمادہ نہیں ہے حتیٰ کہ بعض روایات میں یہ آیا ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو لے کر آتے اور دور سے آ کر دکھلاتے کہ وہ دیکھو وہ مجنون، وہ دیوانہ وہ جو بیٹھا ہے اس کے قریب کبھی نہ جانا، اور سارے کام کرنا لیکن اس کے قریب نہ جانا یہ ہمیں کہتا ہے کہ سارے معبودوں کو چھوڑ دیں ہم پنجتن کو چھوڑ دیں ہم وداء سواع، یغوث، یعوق نسر کو چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی عبادت کریں مخلوق کے سارے کام ایک خدا کیسے انجام دے سکتا ہے یہ نعوذ باللہ دیوانے ہیں۔

قوم کے لئے عذاب کی دعا

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائیں یہی عالم ایک سال نہیں، دو سال نہیں، چار سال نہیں، دس سال نہیں، ساڑھے نو سو سال تبلیغ کرتے ہوئے رہا لیکن قوم قریب آنے کو تیار نہیں جب نوحؑ قوم سے بالکل مایوس ہو گئے تو اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ سے نوحؑ نے دعا کی اللہ نے یہ سارا واقعہ سورۃ نوحؑ کے اندر مفصل ذکر کیا ہے اور آخر میں حضرت نوحؑ نے اللہ سے دعا مانگی "وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَفِرِينَ دَيَّارًا" میرا اللہ اب تو کافروں کا کوئی گھر کوئی حویلی زمین پر نہ بچے۔ "إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا" میرا اللہ اگر آپ نے ان کو چھوڑ دیا اگر آپ نے ان کو مہلت دے دی۔ اگر آپ نے

ان کو ہلاک نہ کیا تو ان کی آنے والی نسلیں بھی فاجر، کافر ہوں گی وہ بھی تیرے فرمانبردار اور اطاعت گزار نہیں ہوں گے۔

کیا حضرت نوح علیہ السلام غیب جانتے تھے

یاد رکھیں بعض جاہل لوگ انہی آیات سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نبی کو علم غیب تھا کہ آنے والی نسلیں بھی ایمان نہیں لے آئیں گی اور یہ بھی بتلا رہے ہیں کہ آگے جو پیدا ہو گا کافر یا فاجر ہی پیدا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاءؑ کو علم غیب ہے حالانکہ یہ جہالت ہے اللہ کے انبیاء پر یہ الزام ہے اور اللہ کے قرآن ہے حالانکہ یہ ہے اللہ یہ کے سے سراسر انحراف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان کے دل میں ذرہ بھی خوف ہوتا تو نوحؑ کے اپنے قصے میں موجود ہے کہ میں کبھی علم غیب کا دعوی نہیں کرتا ''لا أقولُ لَكُمْ إِنِّي أَعْلَمُ الْغَيْبَ''۔

اور دوسری بات نوح علیہ السلام کا یہ کہنا کہ ان کی اولادیں کافر ہوں گی ساڑھے نو سو سال جو بندہ آزما چکا ہو۔ یعنی نو صدیاں بیت گئیں پچاس سال اوپر گزر گئے کئی لوگ پیدا ہوئے، کئی مر گئے، کئی نسلیں گزر گئیں یہ تو ایک کھلی سی بات ہے آپ دیکھتے ہیں کہ ایک بچے پر آپ چار دن، چار ماہ ،ایک سال محنت کرتے ہیں آپ کہتے ہیں بھئی یہ نہیں سدھرے گا اس کے سدھرنے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں تجربہ کر چکا ہوں اتنے عرصے سے تمہارے اندر تو کوئی تبدیلی بھی نہیں آسکی یہ علم غیب نہیں تھا بلکہ نوحؑ نے اپنے تجربے کی بناء پر فرمایا تھا۔

عذاب کیلئے دعا کی قبولیت

اللہ تبارک تعالیٰ سے جب نوحؑ نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور

نوحؑ کو حکم دیا کہ اب ایک بات اچھی طرح سمجھ "لو وَ أُوحِيَ إِلَى نُوحٍ اللہ نے وحی کی أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ" کہ بس اب آپ کی قوم سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔لیکن ایک بات یاد رکھنا کہ جب میرا عذاب آجائے تو پھر ان کے لئے بخشش کی دعا نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ عذاب دیکھنے کے بعد آپ کا دل نرم ہو جائے پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآن پاک میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔

ایک بڑی کشتی کی تیاری

اس لئے سابقہ کتابوں میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ نوحؑ نے سب سے پہلے اللہ کے حکم سے درخت لگائے تھے اور وہ درخت تقریباً سو سال تک بڑھتے گئے، بڑھتے گئے پھر اللہ نے حکم دیا۔ جبرائیل تشریف لائے انہوں نے آ کر نوحؑ کو بتلایا کہ کشتی کیسے بنانی ہے؟ کیونکہ نوح علیہ السلام کشتی بنانا تو نہیں جانتے تھے انہوں نے آپ کو آ کر تعلیم دی کہ اس طرح لکڑیوں کے پھٹے بنائیں تختے بنائیں پھر اس طرح ان کو جوڑا جائے گا اور اس طرح کشتی تیار ہوگی تو سب سے پہلے عمل نجار جسے آپ ترکھان کہتے ہیں۔ یا لکڑی کا کام کرنے والا کہتے ہیں۔ یہ سب سے پہلے نوحؑ نے کیا اور خدا کی شان دیکھیں کہ کشتی لکڑی سے تیار ہو رہی ہے اور میدان میں تیار ہو رہی ہے۔

کشتی کی لمبائی چوڑائی

اور کشتی بھی اتنی بڑی تھی راجح قول کے مطابق "طولها ثلاثمائة ذراع وعرضها خمسون ذراعاً" کہ لمبائی تین سو ہاتھ اور اس کی چوڑائی پچاس ہاتھ تھی اور اس کی اونچائی "ثلاثون ذراعا" میں ہاتھ تھی۔ اور بعض علماء نے بارہ سو ہاتھ لمبی اور اور تین سو ہاتھ چوڑی بتلائی ہے اصل میں یہ اختلاف نہیں ہوتا بلکہ ایک تو یہ روایات کتب سابقہ سے ہیں اور دوسری یہ ہے کہ

اس زمانے میں قد ہماری طرح تو نہیں تھے نوحؑ کا قد ساٹھ ہاتھ تھا اس کے بعد کم ہونا شروع ہوا اب آ کر یہ اتنا بچا ہے تو نوح علیہ السلام کے زمانے میں جب قد بڑا ہوگا تو ہاتھ تو خود بخود بڑا ہوگا جب ان کے تین سو ہاتھ ہوں گے تو ہمارے تو بارہ سو یا اس سے زیادہ ہی ہوگے۔

حضرت نوحؑ کے ماننے والوں کی تعداد

تو اس لئے بعض مؤرخین یا بعض اہل سیر کو اس پر اختلاف لگا ہے بہر حال راجح یہی ہے کہ تین سو ہاتھ لمبی اور پچاس ہاتھ چوڑی اور اونچائی تیس ہاتھ تھی حکم دیا گیا تھا تا کہ اوپر سے جو بارش ہو رہی ہے یا آسمان سے بارش برسی رہی ہے وہ بھی اس کو متاثر نہ کرے اب اللہ کی شان دیکھیں کہ نوحؑ اور ان کے جو تھوڑے بہت ماننے والے تھے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ جو کشتی میں سوار ہوئے تھے ان کی تعداد اسی یعنی عورتوں، مردوں، بچوں کے ساتھ سارے اسی بندے تھے۔

لوگوں کا حضرت نوحؑ سے مذاق

تو اب نوحؑ جب کشتی تیار کر رہے ہوتے تو لوگ مذاق اڑاتے کہ (نعوذ باللہ) بھلا یہ کشتی بنانے کی کیا تک ہے۔

یہاں کوئی دریا یا سمندر ہے جہاں کشتی چلے گی بھلا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ کشتیاں خشکی پر چلی ہوں ان کا تو دماغ متاثر ہوگیا۔ (نعوذ باللہ) نوحؑ اپنے کام میں لگے رہے۔

عذاب آنے کی اطلاع کیسے ہوگی

اللہ پاک سے عرض کیا کہ یا اللہ مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ اب طوفان آ رہا ہے اب پانی میں

کشتی آئے گی۔اللہ نے فرمایا:

حَتّٰی إِذَا جَآءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثنين. کہ جب ہمارا حکم پہنچے گا۔

''تنور'' کی تحقیق

تو بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''تنور'' ''عین من الہند'' ہند میں ایک چشمے کا نام تنور ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''سطح الارض'' زمین ہے اور اور بعض علماء نے فرمایا کہ جو معروف ہے جہاں روٹیاں پکائی جاتی ہیں یعنی وہ جگہ جو آگ جلانے کے لئے بنائی جاتی ہے اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ تنور کے لئے نیچے کوئی زیادہ کھدائی نہیں کی جاتی کھدائی کی جائے تو پانی نکل سکتا ہے وہ تو بس ایسے زمین پر رکھ دیا جاتا ہے، بنا کر اس میں روٹی پکائی ہوتی ہے اس میں کھدائی کی کیا ضرورت ہوتی ہے تو اللہ نے فرمایا کہ جب اس تنور سے پانی نکلے تو سمجھ لینا کہ وقت آگیا ہے۔ پھر تمہیں حکم ہے کہ ہر چیز کے جوڑے جوڑے مرد ہیں، جانور ہیں، پرند ہیں، چرند ہیں، سب کے جوڑے پکڑ کر کشتی میں بٹھادو۔

بالآخر عذاب آگیا

اور اس کے بعد دوسری جگہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ "إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاءُ حَمَلْنَكُمْ فِي الْجَارِيَةِ" اور تیسری جگہ پر قرآن فرماتا ہے: "فَفَتَحْنَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ. وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ" اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پھر آسمانوں کو بھی حکم دیا کہ دروازے کھول دو پانی کے اور زمین کو بھی حکم دیا کہ سارے چشمے کھول دو جب آسمانوں اور زمین کا پانی مل گیا اب حالانکہ دو پانی تھے علماء فرماتے ہیں کہ جب

آسمان اور زمین کا پانی الگ جنس تھا لیکن ملنے کے بعد گویا ایک پانی بن گیا۔ اس لئے اللہ نے" فَالْتَقَى الْمَاءَ ان نہیں فرمایا بلکہ فرمایا "فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدقدر" پھر فرمایا کہ ہم نے نوحؑ کو کشتی میں بٹھایا وہ کشتی جس میں لکڑیوں کے تختے بھی تھے اور میخیں لگا کر بنائی گئی تھی۔

اب تک سب کشتیاں نوحؑ کی کشتی کی طرح بنتی ہیں

اور خدا کی شان دیکھ لیں کہ دنیا جتنی ترقی کر گئی کہ آج دنیا نے ایسی ایسی کاریں ایجاد کر لیں کہ یہ کار پانی میں چلتی ہے اور بڑی گن بوٹ؟ وٹ بنالی گئیں میرین بنائی گئیں اور ایسی تار پیڈو کشتیاں بنائی گئیں لیکن ان کی شکل نہیں تبدیل ہوسکی ماسوائے اس کے جو حضرت نوحؑ نے ابتداء فرمائی تھی۔

اب دیکھیں آپ جتنی ترقی کر لیں جتنا اونچے چلے جائیں آج بھی بعینہ وہی کشتی کی شکل ہے جو نوحؑ کی کشتی کی تھی کیونکہ حضرت نوحؑ کی کشتی کے آثار جودی پہاڑ پر آج بھی موجود ہیں اللہ نے خود فرمایا ہے "وَلَقَدْ تَرَكْنَهَا آيَةً" ہم نے اس کو بھی ایک نشانی بنایا ہے آنے والوں کے لئے تاکہ اس کو دیکھ کر عبرت پکڑیں۔

کشتی میں سوار ہونے والوں کی ترتیب

اور نوح علیہ السلام نے جب کشتی میں جوڑے بٹھائے تو یہ انتظام کر دیا کہ نیچے کے درجے میں تو جانوروں کو بٹھا دیا اور اس سے اوپر کے درجے میں انسانوں کو بٹھایا اور سب سے اوپر والے درجے میں پرندوں کو بٹھایا خدا کی شان ہے اور یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ سب سے پہلے جو پرندہ سوار ہوا ہے وہ طوطا ہے تو یہ پرندوں میں سب سے پہلے سوار ہونے والا ہے اور حیوانوں میں سب سے آخر میں سوار ہونے والا گدھا تھا۔ کہ وہ ضدی ہے اس نے ضد تو کرنی تھی چاہے ڈوب

جائے، مرجائے، بلید (احمق) ہے، جب بلید ہے تو اس نے اپنا ہنر تو دکھانا تھا۔

ابلیس کشتی میں کیسے سوار ہوا

اب ابلیس گدھے کی دم کے ساتھ چھپ کر اندر داخل ہوگیا وہ بھی گدھے کے ساتھ سوار ہوا آخر اس نے بھی ڈوب جانا تھا اللہ نے فیصلہ کر دیا تھا۔ حضرت نوحؑ کی دعا تھی "لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا" اب اللہ کے حکم سے اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی فرق ہونے سے بچتا تو "نجت ام الصبی" ایک بچے کی ماں تھی وہ بچ جاتی جب وہ نہیں بچی تو کوئی بھی نہیں بچ سکتا اس کا واقعہ کتابوں میں لکھا ہے کہ

ایک عورت کا اپنے بچے کو بچانے کا واقعہ

ایک عورت کا اپنے بچے کو بچانے کا واقعہ ایک عورت تھی اس کا بچہ تھا جب پانی آنے لگا تو اونچے ٹیلے پر چڑھی جب پانی آگیا تو اس سے اونچے ٹیلے پر چڑھی تو جب اس پر بھی پانی آگیا تو اس سے اونچے پہاڑ پر چڑھی تو جب اس پر بھی پانی آگیا تو اس نے بچے کو اوپر کر لیا کہ میں ڈوب جاؤں میرا بچہ تو باہر رہے لیکن پانی بلند ہوتا گیا حتیٰ کہ وہ ڈوب گئی۔

اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ اگر اللہ کسی کو نجات دیتے تو اس بچے کی ماں کو بچا دیتے لیکن اگر وہ بھی نہیں بچی ہے تو پھر کون بچے گا۔

حضرت نوحؑ کے خاندانی حالات

اب دیکھیں کہ نوحؑ کی زوجات میں سے ایک بیوی کافرہ تھی ایک بیوی مؤمنہ تھی تو کافرہ بیوی تو طوفان سے پہلے مرگئی اور مومنہ بیوی اور اس کی اولاد نوحؑ کے ساتھ سوار ہوئی کشتی میں سوار ہونے والے تین بیٹے تھے، حام، سام، یافت لیکن ایک بیٹا کنعان ہے۔ اور ایک نوحؑ کا اور بیٹا

تھا جوطوفان سے پہلے مرگیا تھا اس کا نام عابر تھا۔

کنعان کی تباہی

لیکن کنعان طوفان کے وقت موجود تھا اور طوفان میں مرا تھا۔ جس کو نوحؑ نے کہا تھا'' بُنَيَّ ارْكَب مَّعَنَا وَلَا تَكُن مَّعَ الْكَافِرِينَ '' کہ اے بیٹے تم بھی ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ کافروں کے ساتھ نہ ہو'' قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ '' وہ کہنے لگا مجھے کیوں ڈراتے ہیں میں اس پہاڑ پر چلا جاؤں گا پانی کتنا آجائے گا پانچ میٹر، دس میٹر یہ تو سینکڑوں میٹر کا پہاڑ کھڑا ہے اس پر چڑھ جاؤں گا مجھے یہ پہاڑ بچالے گا۔

حضرت نوحؑ نے فرمایا کہ "لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ " آج کوئی نہیں بچا سکتا اللہ کے حکم سے مگر جس پر اللہ خود رحم کر کے بچائیں۔ ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اللہ نے حکم دیا اے موج! اوپر چڑھ جا۔ یہ میری زمین پر کھڑا ہو کر میری خدائی کو چیلنج کرتا ہے پہاڑوں کے سہارے لیتا ہے "وَ حَالَ بَيْنَهُمَا "اب دونوں کے درمیان میں موج نے جھپٹ ماری تو وہ غرق ہو گیا اور نوحؑ سامنے دیکھ رہے ہیں۔ اب قرآن فرماتا ہے: "فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي" اب نوحؑ نے اللہ کو پکارا اے اللہ میرا بیٹا ہے میری صلب سے ہے میرے خاندان سے ہے اور تیرا تو وعدہ ہے کہ میں تجھے بچالوں گا، تیرے اہل کو بچالوں گا مہربانی کر کے میرے بیٹے کو نجات دے دیں میرے بیٹے کو بچالیں۔

خدا کے فیصلہ کے سامنے پیغمبر کی بے بسی

حالانکہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں چھڑالیں گے، فقیر چھڑالیں گے، ہمیں پیران کے میں پیران پیر چھڑالیں گے، اب دیکھیں اللہ کے نبی ہیں اللہ کے رسول ہیں سامنے دیکھ رہے ہیں کہ

بیٹا غرق ہو رہا ہے اور اس کے بعد بچانا تو بڑی بات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کو جلال آ گیا فرمایا قَالَ يَنُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ " اے نوح یہ تیرا بیٹا نہیں ہے ہم نہیں جانتے یہ نبی کا بیٹا ہے ہاں تو اعمال کا مقام ہے ہمارے ہاں تو "إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ" اس سے نسب چلتا ہے جو کہ تقویٰ ہے "شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اتْقَكُمْ" نوح! جب اس کا عقیدہ تیرے ساتھ نہیں ملتا تو ہم نے اس کو تیرے خاندان سے بھی کاٹ دیا ہے وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل صالح نہیں اور پھر اس کے بعد جلال دیکھیں فرماتے ہیں: "فَلَا تَسْئَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَهِلِيْنَ" کہ نوح خبردار آئندہ نہ سوال کرنا جس بات کا تمہیں علم نہ ہو ہم نے جو کہہ دیا کہ جو تیرے اہل کی نجات کا فیصلہ کیا تھا جو ایمان لائیں اگر آپ نے پھر سوال کیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی جاہلین میں سے ہو جائیں۔ اب حضرت نوحؑ نے اللہ سے معافی مانگی اور کشتی چلنے لگی تو بڑی روایات لوگوں نے نقل کی ہیں۔

بعض عجیب روایات

بعض لوگ نوحؑ کے پاس آئے کہ نیچے تو شیر کھڑا ہے ہمیں خوف آتا ہے تو اللہ نے شیر پر بخار مسلط کر دیا تو وہ کھڑا ہی نہیں ہو سکتا تھا تو وہاں سے بخار کا سلسلہ شروع ہوا۔

اس کے بعد کہا کہ حضرت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے چوہا تو لکڑی کاٹ رہا ہے کشتی میں۔ اب کاٹ رہا ہے تو انہوں نے عرض کیا یا اللہ یہ تو چوہے سے بھی ڈرتے کیا کیا جائے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ شیر کی پیشانی پر ذرا مارو تو جب انہوں نے مارا تو اس کے نتھنوں سے بلیاں پیدا ہو گئیں اور جب بلیاں آئیں تو چوہے بھی ڈر گئے کہ یہ تو ہمیں پکڑنے والی بلا آ گئی ہے۔

طوطے کی پیغام رسانی

بہر حال یہ روایات ہیں، حکایات ہیں واللہ اعلم کتنی سچی ہیں کتنی جھوٹی ہیں کیونکہ سابقہ اسرائیلی روایات ہیں۔ "لا نصدق و لا نکذب" نہ تو ہم ان کی تصدیق کر سکتے ہیں اور نہ ہم ان کو جھٹلا سکتے ہیں۔ تو اب حضرت نوح علیہ السلام تقریبا ایک سو پچاس دن تک پانی میں رہے اور پھر اس کے بعد کی روایات ہیں کہ آپ نے کہا کہ میں پتہ کروں کہ پانی تھم گیا ہے یا نہیں زمین کہاں کہاں بچی ہے؟ آپ نے کوے کو بھیجا تو وہ کوا گیا اور اپنے کھانے پینے میں لگ گیا۔ اس کے بعد پھر آپ نے حمام یعنی کبوتر کو بھیجا تو کبوتر خبر لے کر آیا اسی وجہ سے اللہ نے اس کے گلے میں قوس وقزح کا انعام ڈال دیا جیسے کسی کو ہار پہنا دیا جاتا ہے اور اسی طرح دیکھیں خدا کی قدرت ہے کہ آج تک لوگ کبوتر سے پیغام رسانی کا کام لیتے ہیں جو سب سے پہلے نوحؑ نے لیا تھا اور وہ جا کر زیتون کی ٹہنی لے کر آیا اور اس کے پاؤں پر مٹی لگی تھی تھوڑی تھوڑی نرم تھوڑی تھوڑی خشک تو سمجھ گئے کہ طوفان تھم گیا ہے۔

طوفان تھم گیا

تو اللہ نے حکم دیا "وَ قِيلَ يَأَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَ يَسَمَاءُ أَقْلِعِي وَ غِيضَ الْمَاءُ وَ قُضِيَ الْأَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّلِمِينَ" زمین کو حکم دیا کہ پانی پی لو اور ہواؤں کو حکم دیا کہ چلو تا کہ خشکی ہو جائے اور آسمان نے برسانا روک دیا، ہوائیں چل پڑیں اور کشتی چلتے چلتے جودی پہاڑ پر آ گئی اللہ نے حکم دیا "نُوحُ اهْبِطْ بِسَلم منا" اللہ کے حکم کے ساتھ نوحؑ اترے۔

کون حضرت نوحؑ کے کس بیٹے کی اولاد ہیں

اور پھر اللہ نے آپ کی اولاد حام، سام، یافت کے ذریعہ نسل انسانی کا سلسلہ چلایا، شام ابوالعرب والروم" روم اور عرب سب سام کی اولاد میں سے ہیں اور ثقالبہ اور ترک حام کی اولاد میں آتے ہیں اور یافث کی اولاد میں بربر اور سوڈان آتے ہیں اور اس سے اللہ پاک نے ذریت چلائی "وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِين"۔

اللہ فرماتے ہیں ہم نے نوحؑ سے ہی ذریت کو باقی رکھا پھر اسی سے ہی آگے نسل چلتی آئی اور پھر نوحؑ کی وفات اکثر اقوال کے مطابق یہ ہے کہ وہ آخری عمر میں سرزمین حرم میں تشریف لائے اور یہاں اللہ نے آپ کو وفات عطا فرمائی اور سرزمین حرم میں دفن ہوئے اور بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ وہ لبنان میں دفن ہوئے لیکن زیادہ روایات اسی طرح ہیں کہ وہ حرم میں دفن ہوئے لیکن ان کی قبر کی تعین کے بارے میں لا یعلمہ الا اللہ تو اللہ تبارک وتعالی کے قرآن مقدس میں اور قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں قصص الانبیاء کے ضمن میں آج ہم نے قصہ سیدنا نوحؑ من اولہ الی آخرہ پڑھا ہے۔

نتیجۂ طوفان نوحؑ

قوم نوح پر عذاب آنے کے بعد جو کہ اتنا سخت طوفان تھا کہ پورے عالم پر چھا گیا اور کوئی بھی باقی نہ بچا ماسوائے سیدنا نوحؑ یا ان لوگوں کے جو آپ کے ساتھ کشتی میں سوار تھے۔

نسل انسانی کے باوائے ثانی

نوح علیہ السلام کے تین بیٹے جن کا نام حام، سام اور یافث ہے ایک بیٹا کنعان غرق ہوگیا اور

ایک بیٹا جس کا نام عابر تھا وہ طوفان آنے سے پہلے مر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے طوفان کے بعد تمام مخلوق کا سلسلہ تو والد و تناسل ان تین بیٹوں سے چلایا انہی سے پھر اللہ نے آگے پھیلا دیئے اسی لئے ان کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے کہ نوحؑ بھی گویا آدم ہیں کہ انہی کی ذریت کو باقی رکھا گیا اور سام ابو العرب تھے یعنی جتنے بھی عرب قبائل ہیں سب سامی النسل تھے ان کی انتہاء سام تک اور پھر سام سے نوحؑ اور نوحؑ سے پھر آدمؑ تک ہے۔



عرب کے انبیاءؑ

آج ہم قوم عاد کا واقعہ پڑھ رہے ہیں یہ بھی دراصل سام کے بیٹے تھے عرب بھی، اسی لئے ایک صحیح حدیث مبارک میں۔

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار پیغمبر عرب سے ہیں جن میں حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت شعیبؑ، اور تمہارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

عرب کی تین قسمیں

یہ چار انبیاء عرب ہیں لیکن عرب کی پھر تین قسمیں ہیں جب آپ تاریخ دیکھیں گے ایک عرب باعدہ اور ایک عرب عاربہ ہیں اور ایک عرب مستعربہ ہیں۔ عرب باعدہ تو وہ قومیں ہیں جو ہلاک ہوگئیں جن کا ہمیں ذکر ہی نہیں ملتا اور عرب عاربہ وہ لوگ ہیں جو سیدنا اسماعیلؑ سے پہلے کے ہیں انہی میں سے عاد تھے، نمود تھے، جرہم تھے مدین تھے یہ سب عاربہ ہیں تو اب یوں سمجھ لیں کہ سیدنا اسماعیلؑ سے پہلے کے جو عرب ہیں وہ باعدہ ہیں اور سیدنا اسماعیلؑ کے بعد جو عرب ہیں ان کو مستعربہ کہتے ہیں۔

عربی زبان

سیدنا اسماعیلؑ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربی سیکھی اور عربی بولنا شروع کی ورنہ

اسماعیلؑ کی زبان تو عربی نہیں بلکہ وہ تو کنعانی ہیں۔کنعان سے تھے۔

اسی طرح جو پہلے انبیاء گزرے ہیں زیادہ تر ان کی زبان یا سریانی تھی یا عبرانی اسی لئے کتب سابقہ عربی زبان میں نہیں تھیں اللہ نے صرف اس امت کو یہ عزت بخشی ہے کہ ان کا مرکز ہدایت کعبہ بھی عرب، اور نبی امی الہاشمی بھی عربی اور لغت قرآن بھی عربی اور اسی طرح لغت اہل جنت بھی عربی۔۔

قبیلہ جرہم مکہ میں آباد ہوئے

تو سیدنا اسماعیلؑ نے قبیلہ جرہم سے اور یہ وہ قبیلہ تھا جو سرزمین حرم سے گزر رہا تھا اس نے کچھ پرندوں کو اڑتے دیکھا تو ان کو احساس ہوا کہ یہاں کچھ پانی ہے۔کیونکہ پرندے تو آباد جگہ پر اڑتے ہیں تو جب وہ وہاں آئے تو وہاں ام اسماعیلؑ موجود تھیں اور زمزم ظاہر ہو چکا تھا تو قبیلہ جرہم نے ام اسماعیلؑ سے استدعا کی تھی کہ اماں! اگر آپ اجازت دیں تو ہم یہاں رک جائیں جیسے خانہ بدوش ہمارے ملکوں میں بھی ہوتے ہیں کبھی یہاں آ کر آباد ہو گئے پھر دس سال کے بعد چل پڑیں گے۔

ام اسماعیلؑ کی ایک شرط

اسی طرح ہندوستان پاکستان میں بھی ہیں اور ہمارے ہاں بھی اسی طرح سندھ کے علاقوں میں اور پنجاب کے کچھ جنوبی علاقوں میں بھی ہیں۔بہر حال انہوں نے کہا ہم یہاں رہنا چاہتے ہیں تو ام اسماعیلؑ نے انہیں اجازت دے دی لیکن ایک شرط پر کہ زمزم کے متولی نہیں ہو گے۔اس پانی کی تولیت ہمارے پاس ہے انہوں نے کہا ہمیں تو بس رہنا ہے اب اس دور میں جرہم تو یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ زمزم کیا ہے اس کا کیا مقام ہے لیکن اسماعیلؑ کی والدہ تو آخر

ایک نبی کی بیوی تھیں ان کو تو اسرار حکم الٰہیہ کا پتہ تھا کہ اللہ کے حکم کے اسرار تو ہیں کہ ہمیں آخر حضرت خلیل یہاں چھوڑ کر چلے گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ ایک معصوم بچے کے پاؤں سے زمزم نکال دے تو کوئی بات تو ہے تو بہر حال جرہم وہاں آباد ہوئے ان سے حضرت اسماعیلؑ نے عربی سیکھی تھی خدا کی شان ہے کہ سیدنا اسماعیلؑ اتنے فصیح اللسان تھے کہ جن سے عربی سیکھی تھی وہ بھی اتنی اچھی عربی نہیں بول سکتے تھے۔آخر نبی تھے ابن خلیل تھے اور پھر جن کی نسل میں اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجنا تھا۔



حضرت ہود علیہ السلام

طوفان نوحؑ کے بعد لوگوں کی حالت اور آغاز شرک

تو یہ قوم عاد بھی عرب تھی اور یہ بات یاد رکھیں نوحؑ کی وفات کے بعد اور اس طوفان کے عذاب کے بعد پھر جو نسل پیدا ہوئی گئی وہ سب موحد تھے کیونکہ عذاب کا ڈر تازہ تھا سن چکے تھے کہ پہلے سب تباہ و برباد ہو گئے تھے تو اس کے بعد پھر کافی مدت تک توحید رہی، صحیح دین رہا، اللہ کے ماننے والے لوگ رہے۔ کوئی شرک اور کفر کی رسمیں نہیں تھیں۔ پھر سب سے پہلے بت پرستی کی ابتداء قوم عاد نے کی یعنی حضرت نوحؑ کے زمانے میں تو بت پرستی تھی جیسے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان کے پانچ بت. بہت مشہور تھے۔ وہ سواع، یغوث، یعوق، نسر لیکن ان کے بعد پھر توحید کا غلبہ ہو گیا۔

قوموں کے بڑے بت

اس غلبے کے بعد پھر بت پرستی کی ابتداء اس قوم عاد نے کی اور قوم عاد کے مشہور تین بڑے بت تھے۔ صد، نمود، دحریہ ان بتوں کے نام تھے۔

اور بھی بہت ہوں گے لیکن ان کو بڑا مقام حاصل تھا جیسے مکہ میں ہبل، لات، عزیٰ، منات یہ بڑے بڑے بت تھے ورنہ تو تین سو ساٹھ بت تو کعبہ شریف میں رکھے ہوئے تھے لیکن

ان میں کچھ زیادہ شہرت والے تھے جیسے ہندوؤں کے بڑے بڑے مندر ہیں یا اسی طرح آپ اگر باہر کے ملکوں میں یونان میں، تھائی لینڈ میں جائیں گے تو ان کے بڑے بڑے مندر ہیں۔

نبوت حضرت ہودؑ

بہر حال جو حضرت ہودؑ کے زمانے میں بت تھا وہ ''صد'' تھا اور جس کو قوم عاد پوجتی تھی وہ صد تھا اللہ نے حضرت ہودؑ کو ان کی قوم میں نبی بنایا اس کو اللہ نے قرآن مقدس میں مختلف سورتوں میں سورۃ الاعراف میں، سورۃ ہود میں، سورۃ الشمس میں، سورۃ اقترب میں، چھبیس مقام ہیں جہاں اللہ نے قصہ ہودؑ اور قصہ صالحؑ کا ذکر فرمایا ہے اور اسی کو اللہ نے ذکر فرمایا" وَ إِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔

پیغمبروں کی اپنی قوم سے اخوت

اور یہ بات یاد رکھیں کہ بہت ساری آیات میں آپ پڑھیں گے۔ "والی مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا"" وَ إِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ت" ولفظ ''اخا'' اخوت پر ہے اور اخوت تو بعض اوقات قومی اخوت ہوتی ہے کہ قبیلہ ایک ہے اور بعض اوقات اخوت دینی اعتبار سے ہوتی ہے کہ ہم مسلمان ہیں اب ضروری نہیں کہ ہمارا قبیلہ بھی ایک ہو لیکن یہ جتنے پیغمبر آئے ہیں اپنی قوم سے ہی آئے ہیں اسی لئے آپ نے قرآن مقدس میں دیکھا ہے کہ جب نوحؑ کا ذکر آیا تو فرمایا لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قومه اور جب حضرت ہودؑ کا ذکر آیا تو فرمایا" وَ إِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا۔ "

قوم کی شاخیں

اور ایک بات یاد رکھیں کہ ان کو عاد کہا گیا ہے اور آگے ہم جس قوم کا ذکر پڑھیں گے وہ قوم محمود کہلاتی ہے لیکن کبھی کبھی اس کو عاد الاولیٰ اور اس کو عاد الثانیہ بھی کہتے ہیں وجہ یہ کہ ثمود بھی

عاد میں سے ایک قبیلہ ہے جیسے مثلاً بلوچ ایک بڑا قبیلہ ہے اس میں سے پھر آگے شاخیں نکل جاتی ہیں ۔ یہ لغاری ہیں، یہ قرائی ہیں، یہ جتوئی ہیں، بہت سی شاخیں ہیں، جیسے قریشی ہیں، لیکن آگے اس کی کئی شاخیں ہیں ۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی ہاشم میں سے تھے ۔

اسی طرح عاد بڑا قبیلہ تھا جن کے بارے میں اللہ نے قرآن پاک میں لکھا ہے کہ آج کل تو دنیا اپنے تمدن پر فخر کرتی ہے کہ ہم ترقی یافتہ ہیں لیکن جب آپ ان کی بات پڑھیں گے، قرآن کا مطالعہ کریں گے اور تاریخ ڈھونڈیں گے تو بڑی ترقی یافتہ قوم تھی اللہ نے ان کو حسن و جمال صحت قوت ایسی عطا فرمائی تھی کہ اس کی کوئی مثال نہیں اسی لئے قرآن فرماتا ہے: "أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ" یعنی ایسی قوم تھی ارم بھی دراصل اسی قوم کا نام ہے اس کو عاد بھی کہا جاتا ہے اور عاد ''احقاب'' میں آباد تھے ۔اور ''احقاب'' کا علاقہ عمان اور حضر موت کے درمیان میں یمن کے علاقے میں ایک جگہ تھی ۔

عربی میں لفظوں کا بگاڑ

یمن میں حضر موت آج بھی مشہور ہے بلکہ حضر موت کے لوگ آپ کے حیدرآباد میں بھی بھرے ہوئے ہیں پرانے دور میں جو حضر موت کے علاقے سے عرب ہیں وآئے تھے وہ ابھی تک حیدرآباد دکن میں آباد ہیں اسی لئے آج بھی حیدرآباد میں عرب کھانے دستیاب ہیں کیونکہ عرب آباد ہیں وہاں جا کر آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ کہیں ہریسہ بن رہا ہے کہیں ناشتے میں ''فول'' بن رہی ہے بالکل خالص ٹھیٹھ عرب ۔

بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ حضر موت اصل میں حضرت موت تھا کیونکہ پیغمبر کو موت آئی تھی تو حضرت موت بگڑ کر حضر موت بن گیا جیسے ہم ''یاوالد'' کو ''یاوا'' کہہ دیتے ہیں بعض

اوقات کثرت استعمال سے لفظ بگڑ جاتا ہے فصیح مختصر کو ہو جاتا ہے عربی کا تو کوئی مقابلہ نہیں وہ تو قرآن کی لغت ہے ایک لغت وہ ہوتی

ہے جو بازاری کہلاتی ہے کہ ہر وقت استعمال ہونے والی اس میں ان الفاظ کا استعمال ہو جاتا ہے۔ "لکباد" اور اسی طرح غباء حالانکہ ان کا لغت عربی سے کیا تعلق ہے یہ چاہیں تو انگلش کو بی عربی بنا دیں نیشنل کو ناشید نال کر دیں تو وہ عربی ہو جائے ٹوپیٹ کو توبیتو کر دیں تو وہ عربی بن جائے گی ان کی مرضی ہے انگریزی کو عربی کر دیں یا جرمنی کو عربی کر دیں زور والے لوگ ہیں۔

لطیفہ

اسی لئے ایک شہزادی نے جب شیر کو دیکھا تو بادشاہ سے پوچھا یہ انڈا دیتا ہے یا بچہ۔ تو اس نے کہا یہ زور والا جانور ہے جو مرضی آئے دے دے اس کی تو مرضی ہے یہ بات میں نے مزاح میں نہیں کہی بلکہ مزاح بھی بعض اوقات علمی ہوتے ہیں۔

عربی میں غیر عربی الفاظ کا استعمال

تو عرب کی زبان میں لغت میں اللہ نے اتنی طاقت رکھی ہے کہ شام کے لفظ آئے حبشہ کے لفظ آئے لیکن جب عربوں نے ان کو استعمال کیا تو وہ عربی بن گئے۔ یعنی عربی زبان میں اتنی قوت ہے اتنی طاقت ہے کہ بہت سے لفظ آئے لیکن جب عرب نے استعمال کیا تو اہل لغت کہتے ہیں کہ لفظ تو عجمی تھے لیکن عربی بن گئے عرب لوگوں نے استعمال کیا تو اب عجمیت ختم ہو گئی کہ اس لغت میں زور ہے اور کیوں نہ طاقت ہو کہ اللہ کا کلام عربی میں ہے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں اور مرنے کے بعد تو برزخ سے ہی عربی شروع ہو جائے گی "من ربک؟" "مادینك

ماتقول في حق هذا الرجل؟ تو ہم عربی بولیں گے اب چاہے نہ بولو وہاں تو لازم بولنی پڑے گی۔اور جنت میں بھی عربی ہوگی۔وہاں تو یہ انگریزی نہیں چلے گی اور یہ نیو ورلڈ آرڈر یہیں دم توڑ جائے گا۔وہاں تو پھر اسی ایک کا آرڈر چلتا ہے، إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ۔

قوم ارم کا شہر

تو اب یہ ارم بھی کہلاتے تھے اور عاد بھی کہلاتے تھے ارم کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ مشہور ہے کہ ارم ایک ایسا شہر تھا جس کی دیوار میں سونے چاندی کی تھیں اور وہ ''مدینہ ممکنہ'' ایسا شہر تھا جو سال ادہر رہتا تھا اور سال کے بعد جگہ بدل لیتا تھا لیکن یہ جھوٹی روایات ہیں اصل میں اس کی حقیقت بلکہ یوں سمجھیں کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ کیونکہ کچھ نہ کچھ بات تو ہوتی ہے ایسے جھوٹ نہیں بنتا یہ الگ بات ہے کہ ہمیں پر مل جائے تو اس کا باز ہم بنالیں گے لیکن پہلے پر تو ملے نا پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن خود فرماتا ہے کہ "إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ" یہ خیموں میں رہنے والے تھے۔

قوم عاد کے ترقی یافتہ کام

اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے کہ ان کے بڑے بڑے محل تھے اور یہ بڑی ترقی یافتہ قوم تھی سڑکیں، شوارع، مصانع (کارخانے)، پانی کے سپلائی کے انتظامات کے محل پہاڑ پر ہیں اور پانی ٹھیک اوپر پہنچ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں باقاعدہ ذکر فرمایا ہے کہ تم ایسے ایسے مصانع بنا رہے ہو کہ "لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ" تم سمجھتے ہو کہ ہمیشہ اس دنیا میں رہیں گے "وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُم جَبَّارِينَ" بڑی جبار قوم تھی ساٹھ ہاتھ تو قد تھا اسی آدمؑ کے قد پر چلے آرہے تھے اور پہاڑوں میں انہوں نے گھر بنائے تھے اور وادیوں میں انہوں نے خیمے لگائے تھے۔

اور وہ خیمے ایسی چیز تھے کہ قرآن نے ان کا ذکر کیا ہے۔عام خیمے نہیں تھے ان کے لئے سڑکیں بن جاتیں مارکیٹیں بن جاتیں یہی وجہ تھی کہ جب باہر کے قبیلے آتے وہ دیکھتے کہ یہاں تو شہر آباد ہے اور دوسرے آتے کچھ سال بعد تو وہ اور جگہ لگے ہوتے تو کہتے کہ معلوم ہوتا ہے یہ ارم شہر پھرتا رہتا ہے بھی ادھر ہو جاتا ہے اور کبھی ادھر ہو جاتا ہے۔اصل اس کی وجہ یہ تھی کہ وہاں بڑے پہاڑ بھی تھے۔

قوم عاد کی شان وشوکت

احقاب رمال کو کہتے ہیں یعنی ریت کے پہاڑ تھے اور قوم میں اتنی طاقت اور تمدن اور خوبصورتی جس کو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے" وَ اذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً "یاد کرو میں نے نوحؑ کے بعد تمہیں زمین میں آباد کیا۔اور تمہیں ہم نے ایسا خوبصورت بنایا،ایسے سفید رنگ دیئے کہ لوگ قوم عاد کو دیکھ کر حیران ہو جاتے تھے کہ یہ کہاں کی مخلوق ہے۔

حضرت ہودؑ کی بعثت ونبوت

لیکن جب وہ بت پرستی میں مبتلا ہوئے تو خدا کی رحمت جوش میں آئی جب ظلمات شرک میں قومیں ڈوب جاتی ہیں تو پھر اللہ کی رحمت بھی جوش میں آتی ہے جیسے زمینیں مردہ ہو جاتی ہیں تو اللہ بارش برساتے ہیں اور جب دل مردہ ہو جاتے ہیں تو اللہ اپنی وحی کی بارش کرتے ہیں اور اپنے حبیب کو بھیجتے ہیں کیونکہ زمینوں کی آبادی کا تعلق پانی کے ساتھ ہے اور دلوں کی آبادی کا تعلق ایمان اور اللہ کی وحی کے ساتھ ہے کیونکہ وہ روح امر ربی ہے اور اس کی غذا بھی امر ربی ہو سکتی ہے اور کوئی چیز اس کی غذا نہیں بن سکتی اس کو کوئی چیز کیسے زندہ رکھے۔

حضرت ہودؑ کی دعوت

تو حضرت ہودؑ تشریف لائے انہوں نے اپنی قوم کو دعوت دی "قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ" کہ اے میری قوم یہ انبیاء کا طرز تخاطب ہے کہ وہ کافر ہیں لیکن ان کو یہ نہیں کہا اے کافرو! اے بت پرستو! یہ انبیاء کی دعوت کا ایک اسلوب ہے کہ جب آپ دعوت دیں تو موعظت اور حکمت کے ساتھ دعوت دیں کہ دوسرے کو اگر آپ نے پہلے ہی کہہ دیا کافرو میری بات سنو تو وہ کہاں تمہاری بات سنے گا حالانکہ اللہ کے نبی ہیں پیغمبر ہیں لیکن کہتے ہیں اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جس خدا نے تمہیں اتنی عقل دی اتنی قوت دی، طاقت دی ہم اس کو چھوڑ کر ان بتوں کی عبادت میں پڑے ہو۔

سب انبیاء کی دعوت

تو قصص انبیاء علیہم السلام سے ہمیں سب سے بڑا جو سبق ملتا ہے وہ یوں سمجھیں کہ اللہ نے آخر یہ قصے کیوں بیان کئے ایک تو اس لئے بیان کئے گئے تاکہ ہمیں سمجھ آئے کہ اللہ کا دین ایک ہے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دین میں کوئی اختلاف نہیں۔ دین ایک ہے ہر پیغمبر یہی کہتا ہے اعبدوا اللہ اسی لئے قرآن کہتا ہے "وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ" ہم نے کوئی پیغمبر کوئی سول نہیں بھیجا "إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ، مگر اس کو یہ وحی کی کہ" انہ لا الہ إِلَّا آنا کوئی معبود نہیں مگر اللہ۔

توحید الوہیت کی اہمیت

اسی لئے نوح علیہ السلام نے کیا دعوت دی تھی یہی کہا تھا "اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ

إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ " اور یہی وہ دعوت ہے جو ہودؑ نے دی تھی اور اصل توحید الوہیت ہے توحید الوہیت نہ ہو تو پھر باقی تو ایمان ہے ہی نہیں یہ توحید نہیں ہوتی کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں خدا کو مانتے ہیں خدا رازق ہے روزی دیتا ہے خدا نے ہمیں پیدا کیا ہے وہی مارتا ہے وہی جلاتا ہے یہ توحید ربوبیت ہے اس سے کام نہیں چلتا اصل میں جس پر انبیاء کرام نے تکلیفیں برداشت کیں وہ توحید الوہیت ہے کہ عبادت کے لائق صرف وہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت جائز نہیں اب جو چیز بھی عبادت بنے گی اس کا حق دار صرف اللہ ہے اب اللہ کے سوا کسی غیر کے لئے استعمال کریں گے تو مشرک ہو جائیں گے۔

توحید الوہیت کیا ہے

مثلاً یوں سمجھیں کہ دعا عبادت ہے تو جب آپ اللہ کے سوا کسی غیر کو پکاریں گے تو یہ شرک ہو جائے گا، نماز، رکوع، سجود، قربانی، صدقہ، خیرات، نذر نیاز منت سب عبادت ہیں جب کسی غیر کا نام آئے گا تو مشرک۔

حضرت ہودؑ کی دعوت

لیکن حضرت ہودؑ کی دعوت کے جواب میں قوم کہتی" قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ، ملا کا معنی سردار یعنی ان کے بڑے بڑے لوگ ان کو ملا اس لئے کہا جاتا ہے علماء نے لکھا ہے کہ جو بڑے لوگ ہوتے ہیں وہ آ کر مجلس کو بھر دیتے ہیں اور لوگوں کے دلوں کو رعب سے بھر دیتے ہیں ان کے دلوں میں خوف ہوتا ہے یا بڑا آدمی بیٹھا ہے اس لئے ان کو ملا کہا جاتا ہے۔

قوم کا جواب

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ

، قوم کا انداز دیکھیں اور نبی کا انداز بھی دیکھیں کہ اللہ کا نبی فرماتا ہے "یا قوم" اے میری قوم اور قوم جواب دیتی ہے ہم نے سمجھ لیا ہے کہ آپ بے وقوف ہیں۔

یاد رکھیں! اللہ کے قرآن پر توجہ کر کے دیکھیں یہی نوحؑ کی قوم نے کہا تھا کہ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ "ہم یہی سمجھتے ہیں کہ تم خود کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو اور نوحؑ کو جو قوم کہہ رہی ہے وہی ہود کو کہہ رہی ہے اور پھر آپ اندازہ کریں ہزاروں سال گزر گئے جب اللہ کے نبی سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو ایمان لانے کی دعوت دی تو قوم نے وہی جواب دیا: "وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ وَلَكِنْ لَّا يَعْلَمُونَ" انہوں نے بھی بالکل وہی بات کی جب کہا گیا ایمان لاؤ جیسے صحابہ ایمان لائے تو انہوں نے وہی کہا کہ آپ ہمیں دعوت دیتے ہیں بلال کی طرح ایمان لے آئیں۔ صہیب کی طرح ایمان لے آئیں۔ زید کی طرح ایمان لے آئیں (نعوذ باللہ)۔ یہ تو بے وقوف لوگ ہیں مار کھانے کے لئے آپ کے ساتھ ملے ہوئے ہیں، جبکہ آپ کے پاس نہ دولت ہے، نہ پیسہ ہے، نہ قوت ہے، نہ طاقت ہے، سرداروں کو چھوڑ کر بھاگ کر یتیم مکہ کے پاس چلے گئے ہیں کوئی عقل کی بات تو کریں یہ تو پاگل ہیں۔

اپنے باپ داداؤں کی اندھی تقلید

یہی بات قوم ہود کہہ رہی ہے کہ آپ کو تو عقل ہی نہیں ہم ان خداؤں کو چھوڑ دیں ہمارے باپ دادا یہی کام کرتے تھے ہم جب سے پیدا ہوئے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کی یہی عادات تھیں انہی بتوں کے آگے آ کر سجدے کرتے تھے انہی سے منتیں مانتے تھے انہی کو مصیبت کے وقت میں پکارتے تھے ان کے چرنوں میں آ کر قربانی کے جانور ذبح

کرتے تھے ہم ان کو چھوڑ کر ایک خدا کو مان لیں تو یہ بڑی بے وقوفی والی بات ہے ایک خدا اکیلا سارے کام کرسکتا ہے۔

حالانکہ جہالت کی حد ہے کہ اگر نعوذ باللہ ایک ارب کے کام نہیں کرسکتا تو پھر تین بھی ارب ہاارب آبادی کو کافی نہیں ہیں۔ چلو تین سو ساٹھ ہی مان لو تو وہ ارب ہاارب کی آبادی کا کیسے کام کرسکیں گے۔ یہ جہالت تھی، ایک تعصب تھا ان کے دماغوں میں یہ بات چڑھی ہوئی تھی کہ ہمارا باپ دادا یہ کام کرتا تھا اس کو ہم چھوڑ دیں آج بھی آپ دیکھ لیں کہ جو جاہل سجدوں میں قبروں پر منتیں ماننے میں، ان پر چڑھاوے چڑھانے میں لگے ہیں ان کے پاس کوئی دلیل نہیں لیکن یہی کہ ہمارا باپ دادا کرتے آئے ہیں یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے سینکڑوں سال سے چلا آرہا ہے۔

حضرت ہودؑ کا جواب

اچھا اب پیغمبر کا صبر دیکھیں کہ اللہ کے نبی ناراض نہیں ہوئے بلکہ صرف یہی کہا کہ "قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ سَفَاهَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہ اے قوم میں بے وقوف نہیں ہوں؟ میں تو تمہیں جہنم سے نکالنا چاہتا ہوں میں تمہیں بندوں اور بتوں کی عبادت سے نکال کر اس وحدہ لاشریک کے دروازے پر لانا چاہتا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں تمہیں ہدایت کرنا چاہتا ہوں تمہاری بہتری کے لئے بلانا چاہتا ہوں اور پھر تم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو کہ اللہ نے تمہیں کتنی طاقت دی ہے، صحت دی ہے، دولت دی ہے، تمہیں سمجھ دی ہے کیا ان سب چیزوں کا شکریہ ہے کہ خدا کی عبادت چھوڑ کر غیروں کی عبادت کرو۔

قوم کی حالت

حضرت ہودؑ نے بار بار توحید کی دعوت دی لیکن قوم اپنے کفر وشرک پر اڑی رہی حتی کہ اتنی بات پر آگئے کہ جب حضرت ہودؑ نے ڈرایا کہ تم اگر شرک کرو گے اللہ کی عبادت نہیں کرو گے تو ہوسکتا ہے اللہ تم پر عذاب نازل کردے جیسے قوم نوح پر عذاب آیا تو قوم ڈرنے کی بجائے کہتی ہے قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَاؤُنَا "کہ تم یہی چاہتے ہو کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں اور اپنے باپ دادا کے سارے طریقے چھوڑ دیں۔

قوم عذاب کا مطالبہ کرنے لگی

یعنی اس کا مطلب ہے ہم پاگل ہیں ہمارے باپ دادا بھی پاگل ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں ''فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّدِقِينَ "الٹا اللہ کے پیغمبر کو کہنے لگے تمہارے پاس جو اللہ کا عذاب ہے لے آؤ ہمیں کیا روز، روز ڈراتے ہو۔اب پیغمبر نصیحت کر رہا ہے اور قوم آخری حدوں پر پہنچی ہوئی ہے یعنی انکار کی بھی کوئی حد ہے۔اس لئے اللہ کے قرآن نے کئی مقامات پر اس واقعے کو ذکر فرمایا ہے۔

قوم عاد پر آندھی کا عذاب اور انجام

پھر قوم عاد پر کیا عذاب آیا؟ اللہ تبارک وتعالی نے آندھی بھیجی۔اس کو قرآن نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے: " وَأَمَّا عَادٌ فَاهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ. سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمٰنِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ. فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ".

اور دوسرے مقام پر قرآن فرماتا ہے " إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ

نَحْسٍ مُسْتَمِر" فرمایا کہ پھر ہم نے آندھی بھیجی اور دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا" أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيحَ الْعَقِيم" ایسی آندھی جس میں کوئی چیز نہیں پیدا کرنے والی، عظیم اس عورت کو کہتے ہیں جس سے بچہ پیدا نہ ہو۔یعنی جس سے نقصان ہی نقصان ہو۔اور فرماتے ہیں "مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَتَتْ عَلَيْهِ إِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيم" اور وہ ایسی آندھی تھی کہ جس چیز سے بھی گزرتی تھی اس کو کچل کچل کر توڑ پھوڑ کر بالکل ریت کے ذروں کی طرح کر دیتی تھی اور ہوا بھی ایک دن نہیں دو دن نہیں بلکہ سات راتیں اور آٹھ دن متواتر آئی۔اور وہ ایسی ہوتھی کہ دن حضور پاک صل اللہ علیہ سلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے جو ہوا کے خزانے ہیں"موضع الخاتم" جیسے انگوٹھی کا حلقہ ہے اتنا سا دروازہ کھولا یہ نہیں کہ پوری ہوا کھول دی گئی ہو۔اور وہ ہوا جب آئی تو ان کے بڑے بڑے محل تھے انہوں نے اپنے آپ کو پتھروں سے باندھ کر اپنے آپ کو جکڑ لیا کہ ہوا ہمیں اٹھا نہ سکے۔لیکن وہ ہوا انہیں اوپر اٹھالے جاتی تھی اور سر کے بل پٹختی تھی۔

مؤمنین عاد کی حفاظت

حضرت ہودؑ اور ان کے ساتھ جو ایمان والے لوگ تھے ایک جزیرہ میں یوں سمجھیں کہ ایک احاطے کے اندر تھے جس میں مرد، عورتیں، حضرت ہودؑ عبادت کر رہے ہیں نمازیں پڑھ رہے ہیں اور ان کو ٹھنڈی ہوائیں لگ رہی ہیں ان کو محسوس ہی نہیں ہوا کہ کیا ہے۔اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"نصرت بالصباء و دو اهلكت عاد بالدبور" کہ اللہ نے میری نصرت باد صباء سے کی ہے اور اللہ نے قوم عاد پر دور ہوا بھیجی تھی جس کی وجہ سے وہ ہلاک اور تباہ ہو گئے تھے۔

ہواؤں کی اقسام

اور یاد رکھیں آٹھ قسم کی ہوائیں اللہ نے پیدا فرمائی ہیں جن میں چار رحمت کی ہیں اور چار

عذاب کی ہیں مختلف ہواؤں کے انواع واقسام ہیں۔ اللہ نے یہاں بھی فرمایا" فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ " کہ جب ہمارا عذاب آیا تو ہم نے حضرت ہودؑ کو بچالیا جولوگ ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو بھی بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، ہمارے پیغمبر کو جھٹلایا، ہماری توحید کو جھٹلایا ہم نے ان کو کاٹ کر رکھ دیا کہ نام تک بھی باقی نہیں رہا۔ اگر قرآن میں ان کا ذکر نہ ہوتا تو کون جانتا کہ قوم عاد کون ہے؟

حضرت ھودؑ کی وفات اور مقام تدفین

اس کے بعد حضرت ہودؑ کے بارے میں مختلف اقوال ہیں بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں کہ حضر موت میں ہی موت آئی اور وہیں دفن ہوئے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ دمشق کی طرف تشریف لے گئے وہاں فوت ہوئے وہاں دفن ہوئے اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہودؑ نے حرم کی طرف ہجرت فرمائی اور مکہ میں فوت ہوئے اور اسی جگہ دفن ہوئے کیونکہ انبیاء کرام اکثر جو گزرے ہیں ان کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اب زندگی کے آخری ایام مکہ میں گزر جائیں اس لئے بہت سارے انبیاء کی قبروں کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی قبروں کے موقعوں کی تعیین صحیح روایات میں نہیں ملتیں کہ کسی جگہ ہیں، کیونکہ ہزاروں سال گزر گئے ہیں۔

قوم ثمود

اب قوم عاد کی ہلاکت کے بعد ان کے قبیلے میں سے ایک قوم ثمود تھی اور یہ بھی بڑی عجیب قوم تھی اللہ نے ان کو بھی قوت دی تھی بڑا حسن و جمال دیا تھا اور ان کے بارے میں بھی اللہ نے بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور تقریباً چھبیس مقامات پر ان کا ذکر آتا ہے۔

کیا منگل اور بدھ کا دن منحوس ہے

اور اسی میں ایک بات یہ بھی یاد رکھیں کہ جب قوم عاد پر آٹھ دن اور سات راتیں عذاب آیا تھا تو بعض روایات میں ہے کہ اس عذاب کی ابتداء منگل کے دن ہوئی تھی اور بعض روایات میں ہے کہ بدھ کے دن تو یہ عام لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر اس دن سفر میں نکلو گے تو پھر سفر میں ہی رہو گے اور اگر بدھ کے دن بارش آجائے تو کہتے ہیں کہ یہ تو اب اگلے بدھ تک ہی چھوڑے گی یہ جہالت ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ فرماتے ہیں ان پر آٹھ دن عذاب رہا نہ کہ ایک دن تو آٹھ کے آٹھ دن ہی منحوس ہوئے صرف منگل بدھ ہی کیوں ہوا پھر تو آٹھ دن ہی کام نہ کریں جان چھڑائیں قصہ ختم کریں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ منحوس ان پر تھے نہ کہ مسلمانوں پر اور ہمارے لئے اور حضرت ہودؑ کے لئے تو مبارک دن ہے کہ دشمن مرگیا تو یہ نحوست تو ان کے لئے تھی ہمارے لئے تو باعث برکت تھی لیکن جو چیز کافروں کے لئے منحوس ہو تم اپنے لئے بھی منحوس سمجھتے ہو تو سمجھو پھر کس کی اتباع کر رہے ہو۔



حضرت صالح علیہ السلام

قوم ثمود بھی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے

اس لئے یہ عقیدہ رکھنا غلط ہے اب چونکہ قوم ثمود بھی اسی قبیلہ عاد کی ایک شاخ تھی وہ بھی اپنے حضارہ میں اور اپنے تمدن میں بڑے مشہور تھے لیکن وہ بھی بت پرستی میں مبتلا ہو گئے اللہ نے ان کے پاس حضرت صالحؑ کو بھیجا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ حضرت ہودؑ بھی عرب ہیں ،حضرت صالحؑ بھی عرب ہیں حضرت شعیبؑ بھی عرب ہیں اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عرب ہیں۔

حضرت صالحؑ کی دعوت

"وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

حضرت صالحؑ نے بھی ان کو آ کر یہی دعوت دی کہ اے قوم! اللہ کی عبادت کرو اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور کوئی عبادت کے لائق نہیں لیکن قوم نہ مانی اور اللہ کے پیغمبر نے ان سے اپنے معجزے کا ذکر کیا اور پھر اللہ کے پیغمبر نے ان کو نعمتیں یاد دلائیں کہ بندے کو نعمت یاد آئے تو کچھ تو احساس ہوتا ہے اپنے خالق حقیقی کو پہچاننے کا جیسے آپ کسی آدمی کو کہہ دیں کہ یار کمال کی بات ہے میں نے آپ کو مکے بلایا میں نے آپ کی نوکری کرائی میں نے

آپ کے ساتھ یہ کیا۔ کچھ تو مہربانی کرو۔ میرے احسانات کا یہ بدلہ تو نہ دو۔

اللہ کے پیغمبر نے تذکیر بالنعمہ کی کہ" وَ اذْكُرُوْا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّ بَوَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا و تَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا فَاذْكُرُوْا الاَءَ اللهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ " اللہ کے پیغمبر نے کہا کہ یاد کر اللہ نے قوم عاد کے بعد تمہیں ان کا خلیفہ بنا کر بھیجا تمہیں زمین میں رہنے کی نعمت دی اور پھر تمہیں ایسی قوت دی ہے۔ کہ تم وادیوں میں اونچے اونچے محل بناتے ہو۔ اور تمہیں اتنی قوت دی ہے کہ تم پہاڑوں کو کھود کر پہاڑوں کے اندر گھر بناتے ہو۔ خدا کی نعمتوں کو یاد کرو زمین میں ہے فساد نہ پھیلاتے پھرو۔

وہ ایسے نہیں کرتے تھے جیسے آج کل لوگ پہاڑوں پر مکان بناتے ہیں بلکہ وہ پہاڑوں کو کھود ڈالتے تھے ایسے فن کے ساتھ کہ پہاڑ کھڑا ہے اس کے اندر کھودتے گئے کمرہ بن گیا اسی پہاڑ کے اندر، اس لئے پیغمبر فرماتے ہیں اللہ کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرو، اللہ کا خوف کرو۔

قوم صالحؑ کا حضرت صالحؑ سے مطالبہ

اور حضرت صالحؑ جتنی دعوت دے سکتے تھے دی۔ رات دن دعوت دی لیکن قوم اپنی ضد پر اڑی رہی آخر میں حضرت صالحؑ نے فرمایا اکٹھے ہو کر کوئی بات سوچو کوئی حل سوچو عقل کی بات کرو تو اب قبیلے کے لوگ اکٹھے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضرت صالحؑ سے ہم کوئی نشانی مانگتے ہیں یہ ہمارے قبیلے میں پیدا ہوئے ہیں ہم جانتے ہیں۔

حضرت صالحؑ کا صبر

اور یہ کہتا ہے کہ میں نبی ہوں کہنے لگے "ءَ اُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِن بَيْنِنَا بَلْ هُوَ

کَذَّابٌ اَشِرٌ" کہنے لگے کہ یہ کیسی بات ہے ہم میں سے اس پر ہی اللہ نے وحی اتارنی تھی۔کسی بڑے آدمی کو چنتے (نعوذ باللہ) یہ تو جھوٹا ہے اللہ پر جھوٹ بول رہا ہے۔

اللہ کے پیغمبر یہ تمام باتیں سنتے رہے اور برداشت کرتے رہے اور اپنی دعوت پر لگے رہے۔

دینی دعوت والوں کا اجر

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جو صحیح معنوں میں دینی جماعتیں ہوتی ہیں آپ ان کی جتنی بھی مخالفت کریں وہ اپنے کام میں لگی رہتی ہیں آپ نہ مانیں آپ ان کو گالیاں دیں، آپ ان کو برا کہیں، آپ ان پر فتوے لگائیں لیکن وہ لگے رہیں گے وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی اپنی تو کوئی غرض نہیں ہوتی ان کی غرض صرف اللہ کو راضی کرنا ہوتی ہے تو آپ ان کی جتنی مخالفت کرتے ہیں اللہ تو ان سے اور زیادہ راضی ہوتا ہے۔زیادہ ثواب ملتا ہے وہ کیسے چھوڑ دیں۔دنیادار آدمی ہے کہ جب اس کو ریسپانس نہیں ملتا تو وہ کہتا ہے چھوڑو۔جب میری وہ عزت نہیں کرتا مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اس کے دروازے پر جاتا رہوں لیکن جس بندے کو پتہ ہو کہ میں جتنی مرتبہ جاؤں گا مجھے دھکے دیں گے میرا تو ثواب بڑھتا رہے گا۔وہ کیسے چھوڑے گا؟

قوم کا معجزہ دکھانے کا مطالبہ

تو حضرت صالحؑ نے جب اصرار کیا تو قوم نے میٹنگ کر کے کہا کہ ہم آپ کی صداقت جانچنے کے لئے، آپ کی نبوت ورسالت کا امتحان لینے کے لئے، آپ سے معجزے کے طلبگار ہیں لیکن معجزہ جیسے ہم مانگتے ہیں اسی طرح ہو اور ہماری آنکھوں کے سامنے مشاہدہ ہو۔اللہ کے نبی نے فرمایا ٹھیک ہے بتاؤ کہ شاید اس طرح تمہاری اصلاح ہو جائے۔

انہوں نے کہا کہ آپ یہ صحرہ دیکھ رہے ہیں صحرہ پہاڑ کی بڑی چٹان کو کہتے ہیں ایک تو پہاڑ ہوتا ہے جس کو جبل کہتے ہیں اور ایک صحرہ ہوتا ہے یعنی چٹان کہ اس چٹان سے اونٹنی نکل آئے ۔ دوسرے قبیلے کے جو بڑے بڑے سردار تھے انہوں نے کہا صرف اونٹنی نہیں سرخ رنگ کی ہو کالے رنگ کی ہوئی تو ہم پھر نہیں مانیں گے یہ قومیں ہیں ۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ حضرت نوح ؑ کے زمانے سے لیکر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر القرون کے دور تک قومیں نہیں لیڈر مخلص ہیں اور جب خیر القرون کا دور ختم ہوا تو اب قومیں بڑی سیدھی سادی مخلص ہیں لیڈر نہیں قوم سے جب چاہو زندہ باد کروالو۔ حقیقت ہے آپ نے ایسی قوم نہیں دیکھی ہوگی آپ کو کسی مرشد کی، پیر کی، فقیر کی کوئی ضرورت نہیں ۔آپ ویسے کپڑا ڈال کر بیٹھ جائیں دو ماہ کے بعد کام شروع ہو جائیگا۔ سیدھی سادی قوم ہے ملتزم پر لے آؤ وہاں دیکھو رو رہے ہیں چلا رہے ہیں یا رب البیت" یا رب البیت یا رب البیت. اور خواجہ نظام الدین کی قبر پر لے جاؤ وہاں بھی ہاتھ باندھ کر کھڑے ہیں ۔ پہلے قومیں اتنی شدید تھیں کہ ایک نے کہا اس صحرہ سے اونٹنی نکلے دوسرے نے کہا کہ اونٹنی سرخ ہو تیسرے قبیلے کا سردار اٹھ کھڑا ہوا اس نے کہا کہ صرف سرخ ہی نہ ہو بلکہ موٹی تازی بڑی ہو۔ ایک اور قبیلے کا سردار کھڑا ہوا اس نے کہا صرف موٹی تازی ہی نہیں بلکہ دسویں مہینے کی حاملہ ہو بچہ جننے والی ہو ہم نے دودھ بھی پینا ہے صرف اونٹنی دیکھنی تھوڑی ہے یعنی آپ اندازہ کریں کہ اس سے بڑا بھی اللہ کے ساتھ کوئی مذاق ہے اور کسی نے کہا کہ اونٹنی اتنی بڑی ہو اور اس کا اتنا دودھ ہو کہ ہم ساری ثمود کی قوم ایک دن میں پی لیں سب کو کافی ہو جائے یعنی شرطیں منوا رہے ہیں جیسے کوئی کنٹریکٹ کرنا ہو حضرت صالح ؑ سن رہے ہیں اللہ کے نبی یہ چاہتے ہیں کہ وہ جہنم سے بچ جائیں ۔

تین تبلیغ والوں کا واقعہ

ابھی جب میں یورپ کے دورے پر تھا تو مجھے ساتھیوں نے کہا کہ دو تین آدمی تبلیغی جماعت کے آئے ان کو کہیں رہنے کی جگہ نہ ملی وہاں مسجد میں تو ہوتی نہیں آپ کو پتہ ہے اگر ہوتی ہیں تو دور دور ہوتی ہیں اور پھر ان کے مینار، گنبد نہیں ہوتے کہ معلوم ہو کہ مسجد ہے وہ تو مکان ہوتا ہے اس کو مسجد بنایا ہوتا ہے تو یہ تین آدمی تھے تبلیغ کے لئے نکلے ہوئے تھے تو یہ بے چارے سردی سے بچنے کے لئے چرچ میں چلے گئے آگے پادری وغیرہ تھے گئے تو انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آئے تو دین کی تبلیغ کرنے کے لئے ہیں لیکن رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں اور یہاں قریب میں کوئی ہوٹل نہیں اور ہم زبان بھی کم سمجھتے ہیں صرف ایک آدمی ہے جو انگریزی زبان جانتا ہے اگر مہربانی کر دیں تو ہم رات یہاں گزار لیں انہوں نے کہا کوئی بات نہیں آپ رات گزاریں۔ لیکن ایک شرط ہے کہ ہمارے اس چرچ میں تبلیغ نہیں کرو گے آرام سے رہو ہم تمہیں کمرہ دیتے ہیں جگہ دیتے ہیں تمہارے کھانے پینے کا بھی انتظام کر دیتے ہیں لیکن تم یہاں تبلیغ نہیں کرو گے باہر جو مرضی آئے کرو۔

انہوں نے کہا رات گزارنی ہے دن کو ہم نکل جائیں گے تبلیغ کرنے رات کا وقت ہے کون سا یہاں کوئی ہے یہ کمرے ویسے خالی پڑے ہوئے ہیں تبلیغ کس کو کریں گے وہ تو اتوار کے دن کچھ بے وقوف ہوتے ہیں جو دو چار پرسنٹ آجاتے ہیں ورنہ گرجے میں ہوتا کیا ہے وہ ایک لطیفہ بن گیا کہ گر۔جا۔ یہ تو گر گیا ہے ان کا تو مقصد ہی یہ ہے اللہ کی رحمت سے گرجے بک رہے ہیں اور ان کی جگہ مسجدیں بن رہی ہے۔

خیر بہر حال وہ ٹھہر گئے وہ جب آئے تو صبح کو پادری کے پاس گئے کہ آپ کی بہت

مہربانی ہم نے بڑے آرام سے رات گزاری اتنی سردی ہوتی ہے وہاں کہ اگر کمرہ نہ ہو ہیٹنگ کا سسٹم نہ ہو تو بندہ مرجائے۔فریز ہو جائے تو انہوں نے شکریہ ادا کیا تو اس پادری نے پوچھا کہ تم نے کتنے دن اس علاقے میں رہنا ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تین دن یہاں ہیں تو اس نے کہا پھر تم تین دن یہاں رہو تم باہر جا کر تبلیغ کرو جو مرضی کرو لیکن جب یہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہوں تو پھر یہاں نہ آنا تو انہوں نے کہا ہم نے یہاں تبلیغ کرنی ہی نہیں تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ اب پادری کو کچھ تشویش ہوگئی کہ میں دیکھوں یہ کرتے کیا ہیں تو وہ رات کو آیا اور دیکھا کہ وہ تینوں سجدے میں گرے ہوئے ہیں اور بے تحاشا رو رہے ہیں اور ان کی زبان پر بار بار اس پادری کا نام آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت دے دے اللہ تعالیٰ اس کو جنت بھیج دے اس نے ہمیں جگہ دی تو بھی اس کو جگہ دیدے وہ دشمن ہو کر ہمیں جگہ دے رہا ہے تو تو مہربان ہے۔

اب اس نے سنا کہ یہ بار بار میرا نام کیوں لے رہے ہیں ان کو میرے ساتھ کیا ہوگیا ہے صبح جب وہ نماز پڑھ کر بیٹھے تو اس نے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوگیا تھا رات کو۔انہوں نے کہا ہم آپ کی ہدایت کی دعا کر رہے تھے تو اس نے کہا کہ تمہیں میرے ساتھ کیا ہمدردی ہے تو انہوں نے کہا کہ انسان ہو، ہمارے بھائی ہو، آدم کی اولاد ہو، ہمیں تو ہمدردی ہے تم سے تو اس نے کہا اچھا تمہارا اور کوئی کام ہے تو انہوں نے کہا کہ تین دن ہو گئے ہیں ہمیں اسی طرح تم نے دیکھا ہے تو وہ پادری مسلمان ہوگیا۔اس نے اپنے پورے خاندان کو کلمہ پڑھوایا۔

اور پہاڑ سے اونٹنی نکل آئی

تو اللہ کی دعوت میں تو پھر برداشت کرنا پڑتا ہے۔تو حضرت صالحؑ نے فرمایا نَاقَةُ ٹھیک ہے آپ نے دعا فرمائی تو اللہ نے اونی کو ظاہر فرما دیا اور حکم ہوا ہوگیا "ھذہ گہ یہ اللہ کی

اونٹنی ہے کیونکہ یہ اونٹنی سے تو نہیں پیدا ہوئی شان کن فیکون سے پیدا ہوئی ہے اور آپ نے فرما دیا اسے قوم "هَذِهِ نَاقَةُ اللهِ" یہ اللہ کی اونٹنی ہے۔ "وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْءٍ" اسکو کچھ نہیں کہنا چھیڑنا نہیں اور یہ بھی دیکھ لو "لها شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ" کہ ایک دن پانی اونٹنی پیئے گی اور ایک دن تم پیو گے جب اونٹنی پانی پیئے گی تم اس کا دودھ پیو گے اب جب چند دن گزرے تو اب پھر کہنے لگے یہ تو مسئلہ ہو گیا ایک دن ہم صرف دودھ ہی نہیں پانی نہ پئیں اور یہ اونٹنی بھی کوئی عذاب ہے سارا پانی پی جاتی ہے۔ اس کو ختم کرو۔

قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا

تو اب انہوں نے میٹنگ کی کہ "وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ" انہوں نے میٹنگ کی اور اس کے بعد "اشقی الاولین" پہلی قوموں میں سے سب سے بڑا بد بخت آدمی تھا لوگوں نے کہا کہ اونٹنی کو قتل کر دو تو بد بخت کدار نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور راستے میں بیٹھ گیا اونٹنی جب گزری تو "فَعَقَرُوْهَا" اونٹنی کو زخمی کیا اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں جو پاؤں کے نیچے ہڈیاں جڑی ہوتی ہیں ان کو کاٹ ڈالا اور اس کے بعد اس کا بچھڑا تھا اس کو مارا اور اس نے تین مرتبہ آوازیں نکالیں اور اس کی آوازوں سے پوری بستی ہل گئی لیکن ان ظالموں کو رحم نہیں آیا اور انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کا گوشت کاٹا اور اس کو پکا کر کھانے لگے۔

انہوں نے کہا کہ آپ یہ صحرہ دیکھ رہے ہیں صحرہ پہاڑ کی بڑی چٹان کو کہتے ہیں ایک تو پہاڑ ہوتا ہے جس کو جبل کہتے ہیں اور ایک صحرہ ہوتا ہے یعنی تو چٹان کہ اس چٹان سے اونٹنی نکل آئے۔

حضرت صالحؑ کے قتل کی سازش

حضرت صالحؑ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ ظالمو یہ نہ کرو اللہ کا عذاب آئے گا اب دیکھو

تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ أَيَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مكذوب ، تین دن کے بعد تم پر اللہ کا عذاب آئے گا یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی جھوٹا نہیں ہوگا۔ انہوں نے کہا کہاں سے عذاب آئے گا صالحؑ کو بھی قتل کر دو قالوا "تَقَاسَمُوْا بِاللهِ" انہوں نے قسمیں اٹھالیں کہ ہم رات کو جا کر اس کو اور اس کے خاندان کو قتل کر دیں گے لیکن جب قتل کرنے کے لئے آئے تو اللہ نے ایسا رعب ڈالا کہ بھاگ گئے۔

قوم پر اترنے والے عذابوں کی تفصیل

اب جب تین دن کا وعدہ پورا ہوا تو قوم کے چہرے پیلے ہو گئے۔ اب انہوں نے سمجھا کہ صالحؑ نے ٹھیک کہا تھا دوسرے دن ان کے چہرے سرخ ہو گئے اور تیسرے دن ان کے چہرے سیاہ ہو گئے اب ان کو سمجھ آ گئی کہ ہاں جو بات تھی وہ پوری ہونے والی ہے ہم نے واقعی بہت بڑی زیادتی کی ہے۔

لیکن اب تو عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا تھا اب کیا ہو سکتا تھا ان پر کئی عذاب آئے تھے قرآن میں آتا ہے کہ ایک "رجفة" آیا یعنی زمین کا زلزلہ اور صاعقہ بجلی جیسے بارش میں بجلی کڑکتی ہے اور آخری عذاب" فاخذتهم الصيحة" ایک ایسی آواز آئی کہ جتنے کہ جتنے تھے سب ختم ہو گئے اسی کو قرآن پاک فرماتا ہے: "وَ قَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ . فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ . فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ.

اللہ کے پیغمبر نے جب ان کو ڈرایا اللہ فرماتے ہیں زلزلے نے ان کو پکڑا جب زلزلہ آیا تو گر گئے، جب گر گئے تو صاعقہ آیا، جب صاعقہ ختم ہوا، تو صیحہ آیا تینوں عذاب جمع ہوئے اور پیغمبر

کھڑے ہیں افسوس کر رہے ہیں فرماتے ہیں ظالمو! میں نے تمہیں اللہ کا پیغام پہنچایا میں نے تمہیں بار بار نصیحتیں کیں لیکن تم خیر خواہ اور نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہو جس کا انجام یہ ملا ہے۔

حضرت صالحؑ کی وفات

حضرت صالحؑ وہاں سے ہجرت کر کے سرزمین فلسطین میں آباد ہوئے اور فلسطین میں ایک بستی "رملہ" تھی جس میں آپ نے انتقال کیا اور وہیں تدفین ہوئی۔



حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیمؑ کی شان

سیدنا ابراہیم الخلیلؑ بڑے باعظمت اور اولوالعزم اور رفیع الشان پیغمبروں میں سے ہیں ویسے تو اللہ کا ہر نبی شان والا ہے لیکن سیدنا ابراہیمؑ جو ہیں ان کو ابوالانبیاء کا لقب ملا کہ اللہ نے ان کی ذریت میں بہت نبی بھیجے ہیں یعنی آپ اندازہ فرمائیں کہ صرف بنو اسرائیل میں ہزاروں نبی بھیجے گئے اور بنو اسرائیل حضرت ابراہیمؑ کی صلالۃ اور نسب سے ہیں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے سیدنا اسماعیلؑ ہیں، سیدنا اسحاقؑ ہیں، سیدنا اسحاقؑ کی اولاد میں سے سیدنا یعقوبؑ ہیں جن کا دوسرا نام اسرائیل ہے اور سیدنا یعقوبؑ کی اولاد میں سیدنا یوسفؑ ہیں۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ شرف سیدنا ابراہیمؑ کو دیا ہے کہ آپ کی ولادت و بعثت کے بعد جتنے نبی دنیا میں آئے ہیں ان کا تعلق سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد سے ہے یعنی کتنی بڑی عظمت ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کی ذریت سیدنا ابراہیمؑ میں اللہ تعالیٰ نے میرے محبوب، افضل الانبیاء، امام الانبیاء، خاتم کے خاندان الانبیاء والمرسلین کو بھی مبعوث فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب بھی حضرت ابراہیمؑ سے جا کر ملتا ہے

اس لئے صحیح حدیث مبارک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "ان اللہ اصطفی

من ولد ابراھیم ''اللہ نے ابراہیمؑ کی اولاد میں سے اسماعیلؑ کو منتخب فرمایا ورنہ ان کے بیٹے اسحاق بھی تھے اور اسحاق بھی نبی ہیں لیکن اللہ نے اسماعیلؑ کو اختیار فرمایا اور اسماعیلؑ میں سے اللہ نے بنی کنانہ کو منتخب فرمایا اور بنی کنانہ میں سے اللہ نے قریش کو چن لیا اور قریش اصل میں بنی کنانہ میں سے آئے اور قصی بن کلاب نے ان کو جمع کیا قرشھم کے معنی جمعھم ہوتا ہے اسی لئے یہ قریش کہلائے۔

اللہ نے قریش میں سے بنی ہاشم کو چن لیا اور بنی ہاشم میں سے اللہ نے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو چن لیا۔آپ کا تعلق بھی سیدنا ابراہیمؑ سے ہے۔

حضرت ابراہیم کا ذکر ہر نماز میں ہوتا ہے

آپ اندازہ لگائیں کہ سیدنا ابراہیمؑ کا کیا مقام ہے۔سیدنا ابراہیمؑ وہ واحد پیغمبر ہیں جن کو ایک لاکھ چوبیس ہزار رسولوں اور نبیوں میں یہ شان ملی ہے کہ امت محمد مصطفیٰ ﷺ میں قیامت تک ان کا ذکر باقی ہے کہ آج بھی اگر کوئی مسلمان نماز پڑھے گا،فرض ہوں،سنن ہوں،واجبات ہوں،نوافل ہوں تو وہ جب درود پڑھے گا تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیتَ عَلٰی إِبرَاھِیمَ وَ عَلٰی آلِ إِبرَاھِیمَ إِنَّكَ حَمِیدٌ مَّجِید ؕ تو براہیم کا ذکر امت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کرے گی یہ شرف بھی حضرت ابراہیمؑ کو ہی ملا ہے اور کسی پیغمبر کا نام آپ نماز میں نہیں لیتے یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے گا یا حضرت ابراہیم کا نام آئے گا۔

حضرت ابراہیمؑ کے لئے تعمیر کعبہ اور بیت المعمور کا شرف

اور اسی طرح آپ دیکھیں کہ سیدنا ابراہیمؑ کو اللہ نے اتنا بڑا اشرف بخشا ہے کہ وہ اس کعبۃ

اللہ کے معمار کہلائے اسی طرح اللہ نے انہیں آسمانوں میں جو کعبہ ہے اس کے ساتھ ان کو بٹھایا ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر گئے تو آپ نے دیکھا کہ بیت المعمور کے ساتھ ایک بہت خوبصورت بزرگ ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انکی شکل مجھ سے ملتی ہے تو میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا من ھذا؟ تو جبرائیلؑ نے فرمایا: "ابوک ابراھیم" یہ آپ کے ابا ابراہیم ہیں تو یہ شرف بھی ابراہیم کو ملا ہے کہ کعبۃ اللہ جو زمین میں ہے اس کا معمار جس کا ذکر قرآن میں ہے۔

کعبہ کو کس کس نے تعمیر کیا

ورنہ تو کعبہ کئی مرتبہ بنا کعبۃ اللہ کو فرشتوں نے بھی بنایا۔ جرہم نے بنایا۔ قریش نے بنایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنانے میں شریک ہوئے۔ عبداللہ بن زبیر نے بنایا، حجاج بن یوسف نے بنایا۔ کعبۃ اللہ پر تقریباً گیارہ مرتبہ تعمیر کے مرحلے گزرے ہیں لیکن ان سب کے باوجود قرآن نے کسی کا نام نہیں لیا قرآن نے صرف ایک نام لیا ہے۔

حج میں اعمال ابراہیمی

"وَإِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اسْمٰعِيْلُ" تو یہ شرف بھی صرف سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کو ملا ہے اور اسی طرح آپ دیکھ لیں کہ حج ہے۔ تمام انبیاء کرامؑ نے حج فرمایا ہے لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے کعبۃ اللہ میں اور مناسک حج یعنی منیٰ، عرفات، مزدلفہ میں آپ جہاں جہاں بھی نظر ڈالیں گے مکہ میں ہر جگہ سیدنا ابراہیم خلیلؑ کی یاد تازہ ہوگی کہ اللہ نے مقام ابراہیمؑ، مقام صفا و مروہ، رمی جمرات، حج میں قربانی مقرر کیا تمام کا تعلق سیدنا ابراہیم خلیلؑ سے ہے۔

قربانی حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے

جب صحابہ کرامؓ نے سرکار دوعالم سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہم جو قربانی کرتے ہیں یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" سنة ابیکم ابراھیم یہ تمہارے ابا ابراہیمؑ کی سنت ہے تو یہ شرف بھی ابراہیم کو حاصل ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کسان صدق ہیں

اور یہ شرف بھی ابراہیمؑ کو ملا کہ آپ نے دعا کی تھی "وَاجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخَرِيْن" یااللہ میرا ذکر آخرین تک رہے اللہ نے قیامت تک سیدنا خلیلؑ کا ذکر شامل فرمایا۔

آپ کیلئے خلیل اللہ کا لقب

اور خلیل اللہ کا لقب بھی صرف ابراہیمؑ کو ملا ہے اور انبیاء روح اللہ کہلائے، خلیفہ اللہ کہلائے، کلمۃ اللہ کہلائے، لیکن لفظ خلیل اور لفظ خلت جو ہے اس کا معنی ہوتا ہے کہ کسی کے لئے آپ کا دل محبت سے بھر جائے تو آپ اندازہ فرمائیں کہ اگر اللہ کسی کو خلیل الرحمن فرمادیں تو معنی یہ ہے کہ اللہ کا دل جو اس کی شان کے مطابق ہوگا وہ سیدنا خلیلؑ کیلئے محبت میں بھرا ہوا ہے تو یہ مقام اور شرف بھی سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کو ملا ہے۔

آپ کیلئے ہجرت کا شرف

اور اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ انبیاء میں سب سے پہلے ہجرت کرنے کا تو شرف بھی حضرت ابراہیمؑ کو حاصل ہے تو الحمدللہ ثم الحمدللہ آج کے درس میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیمؑ کے قصہ مبارک کو سننے کا اور پڑھنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔

قرآن میں آپ کا ستر سے زیادہ بار ذکر

اور آپ اس کی عظمت کا اس سے اندازہ فرمائیں کہ اللہ نے قرآن میں تقریباً ستر سے زیادہ مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور اللہ نے قرآن میں تقریباً نہیں سورتوں سے زیادہ میں اس کا ذکر فرمایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اتنی شان بخشی کہ یہودی جن کو اپنے مذہب پر بڑا ناز ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اور مسیحی جن کو اپنے دین پر بڑا ناز ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اور اور مشرکین مکہ کا بھی یہ دعویٰ تھا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں یعنی ہر جماعت کا یہ دعوئی تھا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں ورنہ اصل میں ملت ابراہیمی کے وارث سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ سامی النسل تھے

لیکن دعوی سب کرتے تھے اب سب سے پہلے یہ دیکھیں کہ ابراہیمؑ کا تعلق بھی حضرت سام سے ہے جیسے آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے حام، سام، یافت، سیدنا ابراہیمؑ سامی النسل تھے یعنی ان کا سلسلہ نسب بھی سام سے ملے گا۔ اور سام کے بعد نوح علیہ السلام سے اور نوحؑ کے بعد حضرت آدمؑ سے ملے گا۔

آپ کی پیدائش کہاں ہوئی

حضرت ابراہیمؑ کی پیدائش کے بارے میں دو قول ہیں جو ہمیں ملتے ہیں ایک تو یہ روایت ہے کہ آپ کی پیدائش دمشق میں "غوطہ" ایک جگہ ہے وہاں ہوئی اور دوسرا قول یہ ہے کہ آپ کی پیدائش بابل میں ہوئی جو شمالی عراق میں ایک شہر تھا۔ علماء کے نزدیک یہی راجح قول ہے۔

آپ کے والد کا نام

اور آپ کی پیدائش آزر کے گھر میں ہوئی ابراہیم بن آزر اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ ابراہیم بن تارخ اور بعض علماء نے ابراہیم بن تارخ لکھا ہے۔ اصل میں کوئی قول غلط نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ ابراہیمؑ کے والد کا نام تارخ بعض آدمی کہ ''خ'' نہیں بولتے تارح کہہ دیتے تھے حالانکہ بات ایک تھی۔

بعض لوگ تارح اور تاریخ میں کوئی فرق نہیں کرتے نقطہ ادا نہیں کرتے جیسے آپ نے دیکھا کہ مصری حضرات لفظ" ج" جہاں آتا ہے وہاں وہ ''گ'' استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ''گ'' لغت عربی میں نہیں ہے لیکن وہ کہتے ہیں حامہ حاجہ کو وجہ تلفظ حسن ہے۔ اصل میں نام تاریخ تھا اور آزر لقب تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ آزر ایک صنم کا نام تھا اور اس بت کی یہ بڑی عبادت کرتے تھے اس کی بڑی تشہیر کرتے تھے گویا کہ اس کے مجاور تھے تو اس نسبت سے لوگوں نے اس کو بھی آزر کہنا شروع کر دیا۔

آزر کون تھا

دوسری بات یہ سمجھیں کہ اس دور کے لوگ حتیٰ کہ بعض وہ لوگ بھی جنہوں نے تفسیریں لکھیں ہیں یا بعض لوگ جنہوں نے مقالات لکھے ہیں وہ کبھی کبھی یہ تاویل بھی کرتے ہیں کہ آزر ابراہیم کے والد نہیں تھے بلکہ آپ کے چچا تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ بھئی ہم اتنے بڑے پیغمبر کے باپ کو کیسے کہہ دیں کہ وہ کافر تھا جہنمی تھا تو اس وجہ سے بچنے کے لئے انہوں نے قرآن کے ظاہر کو چھوڑ دیا حالانکہ قرآن نے ایک جگہ پر نہیں بلکہ متعدد مقامات پر فرمایا ہے کہ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ" تو جب قرآن بار بار ابیہ، اب یہ کہتا ہے تو ہم

کون ہیں باپ کا معنی چچا میں لینے والے۔ مجاز تو اس وقت ہوتا ہے جب حقیقت مستعذر ہو باقی یہ بات ہے کہ ان کا باپ اگر اسلام پر نہیں تھا تو اس سے ابراہیمؑ کی شان میں تو کوئی کمی نہیں آتی یہ تو اللہ کا نظام ہے یُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ" اللہ چاہیں تو مسلمان کے بطن سے کافر پیدا کر دیں اور کافر کے بطن سے مسلمان پیدا کر دیں نوح کی صلب سے کافر کنعان پیدا ہو جائے اور ابوجہل جیسے دشمن اسلام سے حضرت عکرمہ جیسا جلیل القدر صحابیؓ اور مرد اسلام پیدا ہو جائے۔

اس لئے ہمیں بلا وجہ ایسی تاویلات سے بچنا چاہئے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن میں ایک مرتبہ نہیں متعدد مقامات پر فرمائیں "ابیت" "ابیت" اور ہم کہیں نہیں وہ تو چچا تھے تو یہ بلا وجہ بات ہے صحیح بات یہ ہے کہ ابراہیمؑ کے والد کا تارخ اور لقب آزر تھا اللہ نے متواتر نصوص میں فرمایا ہے۔

وہ بتوں کیلئے سجدے اور نذر و نیاز چڑھاتے تھے

حضرت ابراہیمؑ جس شہر بابل میں تھے وہ شمالی عراق میں تھا اس قوم میں بھی بت پرستی کی لعنت تھی وہ لوگ بھی بتوں کو پوجتے تھے۔ بتوں کو سجدے کرتے تھے۔ بتوں پر نذر و نیاز چڑھاتے تھے۔ حتیٰ کہ بتوں سے اتنی عقیدت تھی کہ جب وہ کھانے پکاتے تو جیسے بزرگوں کے مزارات پر رکھتے ہیں اسی طرح وہ بھی بتوں کے آگے رکھتے تھے۔ اور کچھ دیر رکھنے کے بعد پھر گھر میں لے آتے تھے اور کھاتے تھے کہ ہمارے خداؤں نے اب برکت ڈال دی ہے اور یہ ان کے چرنوں میں رکھا ہوا کھانا ہے اب ہم کھائیں گے۔ جیسے آج بھی ہندو پرشاد تقسیم کرتا ہے آج بھی ہمارا جاہل مسلمان مزاروں پر یہی معاملہ کرتا ہے تو یہ ان کا عقیدہ تھا جس کو قرآن پاک

ذکرفرماتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نبی وصدیق تھے

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ، اللہ فرماتے ہیں میرے مدنی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم یاد کریں حضرت ابراہیمؑ جو مقام صدیقیت پر تھے اور نبی تھے۔

دعوت ابراہیمی اپنے گھر سے شروع ہوئی

اور ابراہیمؑ فرماتے تھے "إِذْ قَالَ لَا بَيْهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ "اس سے آپ دیکھیں کہ دعوت انبیاء پہلے اپنے گھر سے نکلی یہ ہے دعوت انبیاء کا طریقہ کہ سب سے پہلے انسان اپنے گھر کی اصلاح کرے۔سب سے پہلے انسان اپنی اولاد کی سب سے پہلے اصلاح کرے،سب سے پہلے انسان اپنے عزیز واقارب کی اصلاح کرے،سب سے پہلے انسان اپنے قریبی دوستوں کی محلے والوں کی اصلاح کرے "وَ انْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ۔

عقیدہ کا مسئلہ ماں باپ کے حق سے مقدم ہے

اب سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کا سب سے پہلا مناظرہ باپ کے ساتھ ہوا اور یہ بات بھی ہمیں اس قصہ مبارک سے ملی کہ اگر انسان حق پر ہے اور مسئلہ عقیدے کا ہے مسئلہ دین کا ہے تو اس میں ماں باپ کی بات نہیں دیکھی جائے گی۔کیونکہ ماں باپ کی اطاعت اس وقت تک ہمارے ذمے ہے جب تک وہ اللہ اور اللہ کے احکام کی مخالفت نہ کریں۔

دعوت دین کی خاطر کافروں سے تعلق اور بات کرنا

اسی ضمن میں ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر باپ کافر ہے تو بیٹا اس کے ساتھ بات کرسکتا ہے ورنہ ابراہیمؑ کو اللہ تبارک وتعالی کبھی اجازت بھی نہ دیتے۔ورنہ ابراہیمؑ تو اتنے نرم دل تھے اتنے

سخی تھے کہ آپ کو تو بعض لوگوں نے ابو الضیفان کا لقب دیا تھا کہ یہ تو مہمانوں کا باپ ہے حتیٰ کہ بعض مفسرین نے آپ کی سیرت میں لکھا ہے کہ سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کی ایسی عادت مبارک تھی کہ کبھی اکیلا کھانا نہیں کھایا جب تک کوئی مہمان نہیں آئے گا اگر کوئی مہمان نہیں ہے تو باہر تشریف لے جاتے اور تلاش کرتے کہ کوئی مسافر مل جائے تو گھر لے آؤں کہ میں بھی کھانا کھالوں گا یعنی آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا لیکن مسئلہ توحید پر والد کے سامنے کھل کر کھڑے ہیں۔

دین کے بیان میں رواداری

اور تیسری بات یہ ہے کہ جب تک آدمی اللہ کی توحید کو صحیح انداز میں پیش نہ کرے اس وقت تک مسئلہ سمجھ نہیں آتا جیسے آج کل یہ رواج ہے کہ جناب ماحول کا تقاضا ہے تو ذرا نرم بات ہونی چاہئے۔ ذرا وسعت قلب بھی ہوتی ہے، ذرا میٹھا اسلوب ہونا چاہئے کہ اگر شیعہ کا ماحول ہے تو فضائل حسین اور اہل بیت پر تقریر ہوگئی۔ اب آپ مولوی کو یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ ہم اہل بیت کو نہیں مانتے تم نے ان کی شان کیوں بیان کی ہے۔ اب اگر دیکھا کہ اہل توحید کا مسئلہ ہے تو توحید بیان ہوگئی اور اگر دیکھا کہ اہل بدعات حضرات کا یا تھوڑے دوسرے حضرات کا مجمع ہے تو وہاں سیرت پر تقریر ہوگئی تو سب لوگ خوش ہو گئے وہ بھی اور وہ بھی لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ کیا اللہ بھی راضی ہوئے ہیں یا نہیں۔

بتوں کی پوجا یا بھینس کے آگے بین

اب دیکھیں پیغمبر کس طریقے سے بات کر رہے ہیں: »یَابَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا یَسْمَعُ وَلَا یُبْصِرُ وَلَا یُغْنِی عَنْكَ شَیْئًا “ کہ ابا جان کس کی عبادت کر رہے ہو ایسی چیزوں کی کیوں عبادت کر رہے ہو جو نہ نفع دیتی ہیں نہ نقصان۔ آدمی جس کو خدا مانتا ہے وہ نفع تو کر دے زندہ

کرے، مارنے والا ہو، یہ کیا بات ہوئی کہ ایسی چیز کی عبادت کی جائے جو نہ سنے نہ دیکھے جیسے ہمارے ہاں اردو میں محاورہ ہے۔

کہ بھینس کے آگے بین بجانے والی بات ہے۔

بھینس کے آگے آپ بین بجاتے رہیں آپ کو کیا فائدہ ہوگا کچھ بھی نہیں نتیجہ یہ نکلے گا کہ آپ کی سانس ٹوٹ جائے گی بین ٹوٹ جائے گی لیکن بھینس تو کھڑی ہے بھینس کو کیا فرق پڑے گا تو اس لئے قاعدہ یہ ہے کہ جس کو خدا سمجھو تو اس کو پتہ تو ہو کہ کوئی ہمیں خدا سمجھ کر عبادت کر رہا ہے کم ازکم ہم جو فریاد کر رہے ہیں کہ ہمیں فلاں تکلیف ہے، بیماری ہے، وہ سن تو رہا ہو اور سنے بھی اور جانے بھی پھر کچھ کرنے کے بھی قابل ہو۔ آخر میں وہ خود یہ کہہ دے کہ میں خود اللہ کی مخلوق ہوں محتاج ہوں کچھ نہیں کرسکتا تو پھر اس کو خدا بنانے کا کیا فائدہ ہوا؟۔

حضرت ابراہیمؑ کی اپنے والد کو دعوت

اس لئے پیغمبر نے یہاں سے بات شروع کی کہ "يَاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا . يَاَبَتِ إِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا" کہ اے میرے ابا! اللہ نے جو مجھے علم دیا ہے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ نے مجھے علم لدنی نصیب فرمایا۔ اللہ نے مجھے علم توحید نصیب فرمایا اللہ نے مجھے معرفت اسماء ظاہر و باطن نصیب فرمائی۔ معرفت مال نصیب فرمائی مہربانی کر کے "فاتبعنی" آپ میری بات پر چلیں تاکہ میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں۔

کبھی باپ کو بھی بیٹے کا کلمہ پڑھنا پڑتا ہے

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ باپ بڑا ہوتا ہے اور بیٹا چھوٹا ہوتا ہے لیکن اللہ نے

جب بیٹے کو مقام نبوت دے دیا ہے تو باپ کو بھی بیٹے کا کلمہ پڑھنا ہے۔اسی لئے پیغمبر فرمارہے ہیں میری پیروی کرو۔اس کے بعد فرماتے ہیں یَابَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ إِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا" کہ اے ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کرو شیطان تو رحمن کا سخت نافرمان ہے منکر ہے۔وہ رحمت کرنے والا اور یہ عصیان کرنے والا وہ رحمن یہ سراپا عصیان۔

غیر اللہ کی عبادت دراصل شیطان کی عبادت ہے

اس سے بھی مسئلہ سمجھیں کہ حالانکہ آزر تو بت کی پوجا کرتا تھا وہ شیطان کی عبادت تھوڑی کرتا تھا شیطان تو انہوں نے دیکھا بھی نہیں ہوگا۔تو اب وجہ یہ ہے علماء نے لکھا ہے کہ کوئی آدمی جب غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے چاہے وہ بتوں کی عبادت کرے، چاہے وہ سورج کی عبادت کرے، چاہے وہ آگ کی عبادت کرے، چاہے وہ شخصیات کی عبادت کرے، چاہے وہ زندہ یا مردوں کی عبادت کرے۔دراصل وہ شیطان کی عبادت ہوتی ہے اسے اللہ کے راستے سے ہٹا کر غیر اللہ کے راستے پر لگانے والا شیطان ہے کیونکہ اس نے کہا تھا کہ اللہ پاک میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا "وَلَاُضِلَّنَّھُمْ" میں ان کو گمراہ کروں گا ورنہ کسی کو کیا پڑی ہے کہ آگ جل رہی ہے وہ جا کر عبادت کر رہا ہے، سورج نکلا ہے وہ عبادت کر رہا ہے۔

سب گمراہیوں کی بنیاد شیطان سے ہے

ساری چیزیں جو آپ قصہ آدمؑ میں قصہ نوحؑ میں پڑھ چکے ہیں کہ بتوں کی ابتداء کرنے والا بھی شیطان تھا۔اس نے ان کے دل و دماغ میں یہ بات ڈالی تھی کہ یہ بڑے اللہ والے لوگ ہیں اللہ کے پیارے ہیں محبوب ہیں وہ فوت ہو گئے ہیں تو ان کی تو یاد ہی ختم ہو جائے گی کم از کم ان کے جو ڈیرے ہیں یا قبریں ہیں وہاں ہم جگہ بنالیں بیٹھنے کی اور ان کو یاد کرلیا کریں

اس کے بعد پھر دماغ میں ڈالا کہ بزرگ تو چلے گئے کم ازکم ان کا فوٹو بنا لیتے ان کا ایک مجسمہ بنا لیتے تو ہمیں یاد تو آتا کہ یہ اللہ والا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو بنانا نہیں آتا تو اس نے کہا میں بنادوں گا۔اور اس کی ابتداور،سواع ویغوث ویعوق ونسر،اور اسی طرح صد،ونمود دھر یادھر یہ تمام بت شیطان نے بنوائے ۔تو اصل عبادت تو شیطان کی ہوئی ،بتوں کی تو ایک ظاہری عبادت تھی۔

باپ کو عذاب سے بچانے کی تاکید

پھر اللہ کے پیغمبر نے فرمایا:''یٰابَتِ إِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطَنِ وَلِيًّا'' کہتے ہیں کہ اے ابا جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کو اللہ کا عذاب نہ پکڑ لے اور اگر اللہ کے عذاب نے پکڑ لیا تو تم اس عذاب میں برباد ہو جاؤ گے۔ پھر تو تم شیطان کے دوست بن جاؤ گے ۔یعنی کتنی کھلی بات کی ۔تو حید سمجھ تب آتی ہے جب تم اپنے عقیدے کو کھول دو کھلی بات کرو اگر تم نرم،گول مول،میٹھا لگا کر بات کرو گے تو پھر تو بات نہیں بنے گی عقیدے کے بارے میں جب تک آپ سیدھی بات نہیں کریں گے عقیدہ کبھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔

تقریروں میں نرمی کا نقصان

یہی وجہ ہوتی ہے کہ بہت سارے دوست،اہل علم،علماء ہم نے دیکھتے ہیں کہ تیس تیس سال تک لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے رہ گئے لیکن کسی کا عقیدہ نہیں بدلا وجہ یہ ہے کہ کبھی عقیدہ بیان ہی نہیں کیا کبھی فضائل بیان کر دیئے کبھی درود شریف کی فضیلت کبھی رمضان شریف کی فضیلت کبھی مکہ مدینہ کی فضیلت،کبھی حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت ان کی فضیلت پر کون چڑتا ہے۔

حضرت آدمؑ کی فضیلت، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کبھی ان کے نام پر عرس شریف بھی رکھ دیئے ان پیغمبروں کا میلاد منانے شروع کر دیئے۔

حضور سے کفار مکہ کا جھگڑا کب ہوا

سارے مکے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہم تو آپ کے غلام ہیں جھگڑا تو تب ہوا جب کہا "يَأَيُّهَا الْكَفِرُوْنَ. لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ" بات تو تب ہوئی جب إِنِّي وَجُهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" کہا بات تو تب ہوئی جب اللہ کے نبی نے صفا پر کھڑے ہو کر کہا "یا معشر قریش، یا معشر بنی ھاشم یا معشر فلان یا معشر فلان قولوا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" جنات کی طرف سے حضور کی آمد کا اعلان اسی لئے تو نہیں تھا کہ سارے آسمانوں، زمینوں میں ہلچل مچ گئی انسان تو انسان جنوں میں بھی ہلچل مچ گئی وجہ کیا ہے؟ سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مقام ابراہیم کے قریب لیٹا ہوا تھا میں نے ایک بت کے اندر سے آواز آتی ہوئی سنی یانجیح رجل فصیح یقول لا الہ الا اللہ کہ وہ کسی کو پکار رہا ہے کہ نجیح ایک بندہ پیدا ہوا ہے بڑی فصاحت والا وہ توحید کا نعرہ بلند کر رہا ہے تو سارے کا فر ڈر کے مارے بھاگے کہ یہ بتوں سے کیسی آواز آرہی ہے حضرت عمرؓ فرماتے ہیں میں نہیں ڈرا میں وہیں بیٹھا رہا تو بعد میں مجھے پتہ چلا کہ یہ جن تھے آواز دینے والے اللہ کے نبی ﷺ نے جب نعرہ توحید بلند کیا تو دنیا ہل گئی۔

حضور نے کفار سے پھر کیوں برداشت کئے

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب آپ گھبراتے ہیں کہ میں یہ سچی بات کہوں گا تو میرے دوست ناراض ہو جائیں گے جب دل میں یہ خوف ہو تو پھر مسئلہ سمجھ نہیں آئے گا او میرے بھائی!

جب لوگ اللہ کے نبی ﷺ سے ناراض ہو گئے تو ہماری کیا حیثیت ہے اللہ کے نبی ﷺ سے مکہ والے خوش تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کیوں کرنا پڑی؟ صحابہ کرام کو حبشہ کیوں جانا پڑا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں پتھر کیوں برداشت کرنے پڑے؟ اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خوش نہیں ہوئے تو مولوی سے کیسے خوش ہو سکتے ہیں۔ بلکہ جس مولوی سے لوگ خوش ہو جائیں تو سمجھ لو کہ بالکل جھوٹا آدمی ہے۔ حق کی نشانی یہی ہے کہ کچھ ناراض ہوں گے کچھ راضی ہوں گے کچھ وہابی کہیں گے کچھ گالیاں دیں گے کچھ کہیں گے کہ گستاخ رسول ہے کچھ کہیں گے اولیاء اللہ کو نہیں مانتے جب یہ باتیں ہوں تو سمجھو کہ یہ بات ٹھیک ہے۔

حضرت ابراہیم ؑ کو آزر کا جواب

تو اس لئے کھل کر بات کرنی چاہئے اب آزر باپ ہے اس کو اپنے باپ ہونے کا بھی تو زور ہے کہتا ہے "قَالَ اَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ الهَتِي يَابْرَاهِيم" ابراہیم تم تو میرے خداؤں سے بیزار ہو گئے ہو تمہیں تو میرے خداؤں کے ساتھ بیر ہو گیا ہے۔

اے ابراہیم! اس خدا کو بیچ آؤ

حتیٰ کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ آزر جو کہ سنگ تراش بھی تھے یعنی بت بناتے تھے اور بت فروش بھی تھے ابراہیم ؑ کو بلا کر کہا کہ بیٹا میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے اور میں نے یہ بڑا قیمتی بت بنایا ہے اس کو بازار میں جا کر بیچ آؤ۔ خدا بک رہا ہے جب اللہ عقل چھین لے تو پھر یہی ہوتا ہے کہ جو بکنے والا ہو وہ بھی خدا ہو سکتا ہے؟

پیر اور مجاور خود دوسروں کے ٹکڑوں پر پل رہے ہیں

تمہیں آج کل یہ مسئلہ سمجھ میں آیا ہے کہ جو مزارات پر مجاور اور سجادے بن کر بیٹھے ہیں

نذروں پر گزارہ کر رہے ہیں ان کے اپنے باپ دادا اتنا کیوں نہیں دے دیتے کہ وہ ہم سے لینے کے محتاج نہ رہیں وہ جا کر نہیں مانگتے کہ ہم دو دو روپے کے محتاج ہیں ہم جا کر نذرانے چڑھائیں اور سلام کریں ہمارے نذرانوں سے ان کی زندگی گزر رہی ہے کسی کسی نے زمین دے دی کسی نے جائیداد دے دی کسی نے پیسہ دے دیا کسی نے مکان دے دیا وہ پیر بنے ہوئے ہیں ان کی پیری چمک رہی ہے وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ اگر پیروں میں دینے کی بات ہے تو کم از کم اپنی اولادوں کو تو دے کر جان چھڑائیں تا کہ ہم سے تو ختم ہو جائے۔

حضرت ابراہیمؑ نے بت کا کیا حشر کیا

مفسرین نے کتب سابقہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے باپ سے بت لیا جب دور ہو گئے تو ایک رسی ڈھونڈی پھر اس رسی کو اس بت کے پاؤں میں باندھا اور اس کو لے کر گھسیٹ کر چلے کہ میرے باپ کا رب بک رہا ہے کوئی لینے والا ہے؟ اب اس طرح کون لیتا واپس آ گئے کہا کہ کسی نے نہیں لیا تو اس نے کہا کہ کمال ہے میرے بنائے ہوئے بتوں کا تو لوگ انتظار کرتے ہیں تو آپ نے کہا کہ میں تو ساری بستی میں گلی گلی پھرا کر لے آیا ہوں اور تم تو اٹھا کر پھراتے ہو میں نے تو اس کو زمین پر پھروایا ہے کہ اس بے چارے کو کبھی زمین بھی نصیب نہیں ہوئی ہو گی تو اب آزر کو بات سمجھ آئی کہ اچھا تو زمین پر گھسیٹتا رہ گیا تو کب لیتے۔

آزر کی حضرت ابراہیمؑ کو تنبیہ

اس لئے ابراہیمؑ کو ڈانٹتے ہیں کہ "اَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يَابْرَاهِيْمُ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا" ہٹ جاؤ اس بات سے، چھوڑ دو توحید کا نعرہ، چھوڑ دو میرے خداؤں کی مخالفت۔

حضرت ابراہیمؑ کا جواب

بعض علماء نے کہا کہ پھر میں تمہیں اذیت دوں گا اور بعض علماء نے فرمایا کہ پھر میں تمہیں پتھر مار مار کر مار دوں گا سیدنا ابراہیمؑ بات سن رہے ہیں لیکن وہ آزر کی بات تھی اور یہ پیغمبر کا جواب تھا "قَالَ سَلَٰمٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اپنی قوم سے مناظرہ

اب قرآن مجید یہ فرماتا ہے کہ ساری قوم کو پتہ چل گیا تو قوم بھی آ گئی اب قوم سے بھی مناظرہ قوم کو بھی آپ نے یہی فرمایا ظالمو! "أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ" تم نے ان کو خدا بنا رکھا ہے جن کو تم اپنے ہاتھوں سے بناتے ہو یہ کیا کر رہے ہو؟ تم نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریقے پر پایا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کی گت بنا دی

اور اللہ کا قرآن فرماتا ہے کہ پھر ابراہیمؑ نے ایک پروگرام بنایا کہ تقریروں سے تو ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا رات دن میں نے ان کو دعوت دی ہے، معجزات دکھلائے ہیں لیکن اس کے باوجود بھی ان کو کوئی اثر نہ ہوا تو ایک آخری فیصلہ کیا جب قوم کے ساتھ مناظرہ ہوا تو اللہ کا قرآن دوسرے مقام پر فرماتا ہے۔ "تاللہ لَأَكِيدَنَّ أَصْنَامَكُمْ بَعْدَ أَنْ تُوَلُّوا مُدْبِرِينَ" حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا مجھے بھی خدا کی قسم ہے میں بھی تمہارے خداؤں کو سمجھوں گا میں بھی کوئی حیلہ کروں گا۔ جب تم نہیں ہو گے تو میں تمہارے خداؤں سے بات کروں گا۔

گت بنانے کا واقعہ

بعض علماء نے فرمایا ہے "قال فی نفسہ" یعنی یہ قول ابراہیمؑ نے اپنے دل میں کہا

تا کہ لوگ سن نہ لیں، لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے پیغمبر نے کھل کر کہا کہ یہ تمہارے الہ یہ تمہارے بت "لاکیدن" کید کا مطلب ہے "ایصال المکروہ بطریقہ خفیہ" یعنی دشمن کو ایسے طریقے سے نقصان پہنچاؤ کہ اس کو پتہ نہ چلے ان کو یقین تھا کہ ہمارے خدا ہیں ان کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے؟ تو سال میں ان کا ایک دن عید کا ہوتا تھا اس میں بڑی رونق، میلے، بڑا ذوق شوق ہوتا تھا عید کا اور اس میں سارے بابل والے نکل جاتے تھے میدانوں میں جا کر عید مناتے تھے تو اب جب عید کا موقع آیا تو قوم کے سارے بڑے اکٹھے ہوئے اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے کہ ٹھیک ہے ہمارے اور تمہارے مذہب میں فرق ہے۔

لیکن عید کا موقع ہے خوشی میں بھی تو شریک ہوا کرو ابراہیمؑ نے فرمایا اچھا آپ نے یوں غور کیا اور کہا "فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْم" کہ میں نے ستاروں میں غور کیا ہے ستارہ گردش میں آرہا ہے اور میں بیمار ہونے والا ہوں تو عید میں کیسے جاؤں۔

حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹ والی روایت اور جواب

اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ تین جھوٹ تھے جو ابراہیمؑ نے بولے تھے (جبکہ وہ حقیقت جھوٹ نہیں تھے) حالانکہ ابراہیمؑ اس بات پر ڈرے ہیں کہ قیامت والے دن جب سارے لوگ آئیں گے سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کی خدمت میں کہ آپ ہماری سفارش کریں تو وہ یہی جواب دیں گے کہ میں نے تین موقعوں پر ایسی بات کہی تھی میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں پوچھ نہ لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لفظ "کذب" فرمایا ہے۔ تو یہ صورۃ کذب ہے حقیقت کذب نہیں ہے لیکن شان جو بڑی ہے تو وہاں چاہے کوئی بات صورۃ بھی ہو تو ڈرتے ہیں حالانکہ ان کا مقصد تو یہ تھا کہ مجھے موقع ملے اور میں شرک پر ضرب لگاؤں تو اس میں جھوٹ کی کون سی بات تھی لیکن شان

نبوت کے مناسب نہیں ۔فرمایا کہ بظاہر تو میں بیمار نظر نہیں آرہا اور میں ستاروں کو بھی نہیں دیکھ رہا۔نہ ستاروں کو مانتا ہوں پھر بھی میں یہ بات کہہ رہا ہوں صرف ان کو اعتماد دلانے کیلئے۔

بتوں کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیئے

اور بعض علماء نے فرمایا کہ ابراہیمؑ اس وقت بھی بچے تھے اس سے بڑی بیماری ان کے سامنے ہے کیا کہ اللہ کے نبی کے سامنے کفر وشرک ہو رہا تھا۔اب قوم ساری میلے پر چلی گئی ابراہیمؑ نے تسلی کرلی کہ ابا بھی میلے پر گئے ہیں اور خاندان والے بھی سارے لوگ میلے پر گئے ہیں ۔"فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ جلدی جلدی خاموشی سے ان کے خداؤں کے پاس چلے کلہاڑا لے کر اور جوان کا بڑا بت خانہ تھا وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہاں بتوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔

مٹھائیاں، پھل کھانے بھرے ہوئے ہیں ۔اب ابراہیمؑ بتوں کے پاس گئے اور فرمایا کیوں نہیں کھاتے ہو؟ اندھے ہو کیا؟ اتنا قیمتی کھانا جو رکھا ہوا ہے کیوں نہیں کھاتے۔

وہ کیا کھائیں بت بھی کھاتے ہیں کیا؟ اب ابراہیمؑ غصے میں جب آئے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے کلہاڑا اٹھایا اور اس کے بعد مارنا شروع ہوئے کسی کا ناک نہیں کسی کا سر نہیں، کسی کا بازو نہیں، کسی کی ٹانگ نہیں، سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

قوم کی واپسی اور بتوں کی بے بسی

قرآن کہتا ہے "فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا إِلَّا كَبِيرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ إِلَيْهِ يَرْجِعُونَ "مگر جوان کا سب سے بڑا بت تھا سب سے بڑا ان کا خدا بنا ہوا تھا اس کو نہیں چھیڑا اور اس کے کندھے پر کلہاڑا رکھ کر ابراہیمؑ واپس آگئے اب جب قوم میلے سے واپس آئی تو خوشیاں منا کر، پکنک منا کر کہ اب اپنے مندر میں بھی تو جائیں اپنے خداؤں کے آگے رکھا ہوا کھانا برکت والا تو کھائیں

وہاں جب پہنچے تو دیکھتے ہیں کہ وہاں تو سب کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں وہاں تو کچھ ہے نہیں۔اب سب اکٹھے ہو گئے کہ یہ تو حد ہوگئی ہمارے خداؤں کے ساتھ، یہ تو تمہاری عقل کے ساتھ حد ہی ہوگئی ہے کہ جن کو تم خدا سمجھتے تھے وہ ٹوٹے ہوئے ہیں انہوں نے توڑنے والے کو بھی نہیں پکڑا۔

قوم کی تدبیر

اب سب کے سب کہنے لگے "قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ ابراهيم" کہ ہم نے سنا ہے ایک نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے وہ بتوں کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ میں اس کو ٹکڑے کروں گا معلوم ہوتا ہے وہی ہمارے معبودوں کے ساتھ ٹکر گیا ہے "قَالُوْا فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ" اب قوم نے کہا کہ ابراہیمؑ کو پکڑا اور ساری عوام کی عدالت میں کھڑا کروتا کہ ہمیں پتہ چلے کہ ابراہیمؑ نے یہ کیا کیا ہے اور لوگ گواہ ہو جائیں اور پھر ہم اس کو بادشاہ کے پاس لے جائیں گے۔

قوم اور حضرت ابراہیمؑ کا آمنا سامنا

تو اب ساری قوم جمع ہوگئی ابراہیمؑ کے پاس اب اندازہ کریں کہ حضرت ابراہیمؑ اکیلے ہیں اس زمین پر ان کے ساتھ کوئی نہیں تھا یعنی قوم بھی دشمن ہے باپ بھی دشمن ہے، اکیلے حضرت ابراہیمؑ کھڑے ہیں لیکن اللہ کے ماننے والے کو کبھی خوف نہیں آتا اسی لئے اقبال نے کہا تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

کہ اللہ کے شیروں کے ساتھ بزدلی کا کیا تعلق ہے؟ انہوں نے تو حق کہنا ہے کوئی ہوا گرچہ دشمن بھی سامنے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کے سامنے آ کر کہا "، أَنتَ فَعَلْتَ هَذَا بِالهَتِنَا يَابرَهِيمُ " کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کیا ہے تم نے ہمارے خداؤں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا جواب

آپ نے جواب دیا" قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ " آپ نے فرمایا بے وقوفو مجھ سے کیوں پوچھتے ہو جو بڑا خدا ہے اس نے یہ سارا کام کیا ہے جا کر تحقیق کرو اصل وجہ کیا ہے؟ کہ جو کھانا تم رکھتے تھے وہ یہ چھوٹے کھا جاتے تھے تو اس کو غصہ آ گیا ان سے پوچھو کس نے مارا ہے؟ میں نے مارا ہے؟

بت پرستوں کی بدحواسی

"فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّلِمُونَ . ثُمَّ نُكِسُوا عَلَى رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ "اب وہ سوچنے لگے کہ بات تو ٹھیک ہے جب ہم اندر گئے تھے تو وہ بڑا بت کھڑا تھا اس کو تو کوئی چوٹ نہیں لگی تھی پھر وہ جو کلہاڑا ہے جس سے توڑا گیا تھا وہ بھی تو اس کے کندھے پر تھا۔ بات کچھ لگتی ہے دل کو معلوم ہوتا ہے اس کو کوئی غصہ آ گیا ہے چڑھائی کر دی۔

پھر آپس میں سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ جب آدمی کے پاس بات کرنے کی طاقت نہ ہو تو پھر وہ سر نیچے کر کے بیٹھتا ہے، تو وہ سر نیچے کر کے بیٹھ گئے "لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنطِقُونَ" کہنے لگے ابراہیمؑ یہ بھلا بولتے کہاں ہیں؟ کچھ تو مہربانی کرو یہ تو پتھر کے بت ہیں۔ ان کو دھوپ میں

کھڑا کر دیں تو یہ سائے میں نہیں جاسکتے اور اگر سائے میں کھڑا کر دیں تو دھوپ میں نہیں جاسکتے یہ تو نہیں بولتے۔

اسی لئے تو حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہا تھا کہ قوم کو اس ٹارگٹ پر لے آئیں جس پر نشانہ لگانا ہے، جہاں ضرب لگانی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا جواب

اب جب اعتراض کیا تو فرمایا ''اف لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ '' فرمایا تم پر بھی حیف ہے اور تمہارے الہ پر بھی جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم نے معبود بنایا ہے تمہاری عقل ختم ہوگئی ہے کہ جو اتنا نہیں بتاسکتے کہ ہمیں کس نے مارا ہے؟ تو وہ خدا کیسے بن گیا؟ اہ کیسے بن گیا؟ سفارشی کیسے بن گیا؟

قوم مباحثہ ہارگئی

تو ان کے پاس جواب کوئی نہیں تھا تو قوم مباحثے میں بھی ہارگئی اور اس کے بعد انہوں نے مشورہ کیا کہ اس کا حل اور کوئی نہیں ہے صرف یہی حل ہے کہ ہماری اتنی برادری ہے، اتنی قوم ہے، بادشاہ ہے تو پھر حل یہ ہے کہ ابراہیم کو قتل کر دیا جائے جلا دیا جائے اگر ہم خود قتل کریں گے تو پھر تو بات بڑھ جائے گی بہتر ہے کہ ہم ان کا معاملہ بادشاہ وقت کے پاس لے جائیں اور بادشاہ بھی تو پھر ہمارے مذہب کا ہے بت پرست ہے لیکن فیصلہ اس سے ہی کرایا جائے کہ سیدنا ابراہیمؑ کو جلایا جائے قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ۔

حضرت ابراہیمؑ کو جلانے کا فیصلہ

اب ساری قوم جمع ہو کر یہ مشورہ کرتی ہے کہ ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں

کی مدد کرو۔ حالانکہ خدا مدد کرتا ہے یا اس کی مدد کی جاتی ہے یعنی آپ اندازہ فرمائیں کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ عقل چھین لیتے ہیں تو عقیدہ لوگوں کا یہ بنتا ہے کہ تم خدا کی مدد کرو اب ایک روایت میں تو یہ ہے کہ قوم نے فیصلہ کروایا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ قوم نے نہیں بلکہ جو اس وقت بابل کا بادشاہ نمرود تھا اس نے فیصلہ کیا۔

زمین کے چار بڑے بادشاہ

اور یہ یاد رکھیں دنیا میں چار بادشاہ گزرے ہیں جنہوں نے زمین کے اکثر حصے پر بادشاہت کی اور ان چار میں سے دو مسلمان تھے اور دو کافر تھے کافروں میں ایک نمرود تھا اور دوسرا بخت نصر تھا جنہوں نے بہت بڑی حکومت کی اور ایک حضرت سلیمانؑ اور دوسرے ذوالقرنین ہیں جن کو اللہ نے زمین کے ایک بڑے حصہ پر اقتدار عطا فرمایا ہے۔

جلانے کیلئے بڑے آتش فشاں کی تیاری

نمرود بڑا سرکش اور جبار اور قہار تھا لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس کے ساتھ ابراہیمؑ کا واسطہ بعد میں پڑا ہے قوم نے پہلے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیم کو جلا دیتے ہیں بات ختم ہو جائے گی۔ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ" کہنے لگے کہ ایسا کرتے ہیں کہ ایک بڑی جگہ بناتے ہیں وہاں آگ جلائیں گے اور پھر ابراہیم کو اس آگ میں ڈال دیں گے۔

آتش فشاں تیار ہو گیا

بعض علماء نے لکھا ہے کہ ایک میل کے علاقے میں تقریباً انہوں نے جگہ بنائی پتھر چن چن کر انہوں نے چار دیواری بنائی اور جب وہ جگہ تیار ہو گئی تو سب کو حکم دیا کہ لکڑیاں اکٹھی کر کے لے آؤ۔ تو اب سب اونٹوں پر گدھوں پر ہر چیز پر لکڑیاں لاد کر لا رہے ہیں تو جب وہ میدان لکڑیوں

سے بھر گیا تو اس میں آگ لگائی جب آگ لگی تو وہ ایک بڑا آتش فشاں بن گیا اور سیدنا ابراہیمؑ کو پکڑ کر لایا گیا اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا لباس بھی اتارا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کے کپڑے بھی اتار دیئے گئے

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب پہلے جنتی لباس میرے ابا ابراہیمؑ کو پہنایا جائے گا۔ تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا "قبلک" آپ سے بھی پہلے فرمایا ہاں کیونکہ "اول من جرد فی سبیل اللہ" کہ ابراہیمؑ پہلے شخص ہیں جن کا لباس اللہ کی راہ میں اتارا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دیں گے اور قیامت والے دن سب سے پہلے ان کو لباس پہنایا جائے گا۔ آپ کے ہاتھوں کو بھی رسیوں سے باندھا گیا اور منجنیق (بڑے جھولے) کو لایا گیا اس میں پتھر رکھ کر دور سے مارتے تھے قلعہ کے دروازوں کو توڑنے کے لئے۔ چونکہ وہ آگ اتنی بلند تھی تو ابراہیمؑ کو پکڑ کر اندر ڈالنے کون جائے اس لئے منجنیق میں بٹھا دیا۔

آپ کی مدد کیلئے فرشتوں کی آمد

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرشتہ "ملک السحاب" جس کے ذمہ بادلوں کا معاملہ ہے اس نے عرض کیا کہ مولائے کریم تیرا خلیل تیرے نام پر آگ میں ڈالا جا رہا ہے مجھے حکم دیں بادل برسا دوں آگ ختم ہو جائے گی اللہ نے فرمایا جاؤ خلیل کی مدد کرو کر سکتے ہو تو فرشتہ آیا اس نے عرض کیا اے ابراہیم! میں فرشتہ ہوں اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، اللہ نے مجھے اجازت دی ہے کہ اگر آپ چاہیں تو میں بادل برسا دوں؟ فرمایا مجھے آپ کی کوئی ضرورت نہیں۔ حتیٰ کہ روایات میں ہے کہ جبرائیلؑ آئے اور انہوں نے فرمایا کہ ابراہیم الخلیلؑ مہربانی کریں مجھے حکم دیں فرمایا مجھے تیرے سے بھی کوئی کام نہیں ہے مقام دیکھیں اللہ کے فرشتے اللہ کی اجازت سے آ

رہے ہیں لیکن اللہ کا نبی غیر سے مدد نہیں لینا چاہتا "اَیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔

حضرت جبرائیلؑ کا مشورہ

اب جب جبرائیلؑ نے دیکھا کہ اللہ کا حبیب تو پھر اپنی محبت میں ہیں تو انہوں نے کہا اللہ کے بندے چلو اللہ کو پکارو اس سے تو مدد مانگو یہ تو منع نہیں ہے۔

اگر اللہ جلانے پر راضی تو میں جلنے پر راضی

تو کتابوں میں آتا ہے ابراہیمؑ مسکرائے اور فرمایا جبرائیل! یہ جو کچھ ہو رہا ہے آگ جلا رہی ہے، مجھے ڈالا جا رہا ہے۔ یہ اللہ جانتے ہیں یا اللہ کو کہنے کی ضرورت ہے۔ تو جبرائیلؑ نے فرمایا کہ اللہ کو کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کو تو معلوم ہے تو فرمایا کہ پھر اللہ کو کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ ہمیں جلانے پر راضی ہے تو ہم جلنے پر راضی ہیں۔

حسبنا اللہ و نعم الوکیل کی خاصیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" بس مجھے میرا اللہ کافی ہے اور یہی وہ کلمہ ہے جو جنگ احد میں صحابہ کرامؓ نے فرمایا تھا اور یہی وہ کلمہ ہے جو سیدہ عائشہؓ نے فرمایا تھا۔ یہی وہ کلمہ ے جو انبیاءؑ کی زبان سے نکلا۔ علماء نے "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" پر بڑی ہے۔ کتابیں لکھی ہیں۔

ابراہیمؑ آگ میں گئے تو آگ کی تپش ختم

بہر حال انہوں نے منجنیق میں بٹھایا اور حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا اب حضرت ابراہیمؑ کا وجود مبارک آگ میں نہیں پہنچا اور حکم آیا "قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ" کہ آگ ٹھنڈی ہو جا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ "سلاما" نہ فرماتے تو آگ اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ حضرت ابراہیمؑ کو ٹھنڈ کی تکلیف پہنچتی۔

رسیاں جل گئیں مگر آپ کو کچھ نہ ہوا

مفسرین نے لکھا ہے کہ آگ نے صرف ان رسیوں کو تو جلا دیا جو بندھی ہوئی تھیں لیکن بدن کو نہیں جلایا اور جنت کے لباس آگئے۔ جنت کے کھانے آگئے، ابراہیمؑ اندر بیٹھے ہوئے کھا رہے ہیں۔ علماء نے لکھا کہ آزر آخر باپ ہے چاہے کافر ہو، باہر حیران کھڑے ہیں اور قوم کے سامنے کہہ بھی نہیں سکتے کہ ہمیں دکھ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا کہ آگ کے اندر سے پردہ ہٹا دو آزر کو اپنے بیٹے کا حال دیکھنے دو کہ ابراہیمؑ کس حال میں بیٹھے ہیں جب ان کی نظر پڑی تو کہتے ہیں "نعم الرب رب ابراھیم" کہ بیٹا ابراہیم رب تو تمہارا رب ہے ہم تو ایسے بتوں کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں زبان سے مجبوراً نکل گیا اور اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں کہ " اطیب عیشا عندی" میرے سب سے لذت میں جو دن گزرے وہ ہیں جب میں معراج میں تھا۔ یہ ان کا آگ کے اندر معراج تھا آگ جلائی جارہی تھی تو چھوٹے چھوٹے پرندے بھی اپنی چونچ میں پانی لا کر ڈال رہے تھے کہ آگ نہ جل سکے۔[۱]

قرآن میں انبیاء کے واقعات کے فائدے

اللہ کے قرآن میں جو قصص الانبیاء ہیں ان کی بہت بڑی اہمیت ہے یہ دنیا کے تاریخی قصوں کی طرح نہیں ہیں اور نہ ہی ان کا اسلوب قصے کا اسلوب ہے آپ نے مختلف قصص پڑھے ہوں گے یہ قرآن کے قصص حقائق ہیں۔

اور دوسرا ان میں مواعظ اور عبرتیں ہیں اور تیسرا یہ قصص الانبیاء قرآن میں سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی تائید اور دلیل ہیں۔اور چوتھا اس میں ہمارے لئے ایک بہت بڑا درس عبرت ہے اور پھر امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سابقہ امتوں کے احوال، ان کی صفات، ان کے کردار، اس میں ایک بہت بڑا درس ہے اور ایک بڑی چیز صداقت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ ایک نبی عربی اور ایک نبی امی، جو سرزمین حرم اور مکہ مکرمہ جیسی آب وگیاہ وادی میں پیدا ہوئے جہاں پانی بھی نہیں آبادی بھی نہیں وہاں آپ کیا سمجھ سکتے ہیں کہ کتنے مدارس اور یونیورسٹیاں ہوں گی۔

یہ واقعات حضور ﷺ کی نبوت کی دلیل ہیں

لیکن وہ نبی امی جس کی عبداللہ کے گھر میں، بی بی آمنہؓ کے گھر میں ولادت ہوئی اور عبد المطلب کی گود میں پرورش پائی اور ابوطالب کی کفالت میں آپ نے زندگی کا ابتدائی حصہ گزارا

لے (حدیث) حضرت عائشہؓ نے اپنے گھر میں ایک نیزہ رکھا ہوا تھا، ان سے پوچھا گیا آپ اس کا کیا کرتی ہیں؟ فرمایا: میں اس سے کرلے کو مارتی ہوں۔کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ہمیں خبر اللہ دی ہے کہ

ان ابراهيم لما القى فى النار لم يكن فى الارض دابة الا اطفات عنه النار غير الوزغ فانه كان ينفخ عليه النار ، فامر صلى الله عليه وسلم بقتله. (ابن ماجه، مند احمد، حياة الحيوان جلد ۲ صفحه ۴۲۲)۔

(ترجمہ) ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو ہر جانور اس آگ کو بجھانے کی کوشش میں تھا سوائے کرلے کے وہ آپ پر آگ کو اور بھڑکا رہا تھا۔تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔(انور)

اور قبیلۂ بنو سعد میں آپ کی رضاعت ہوئی اور کسی استاد کو نہیں دیکھا۔ اور کسی مدرس کو نہیں دیکھا کسی مدرسے کو نہیں دیکھا، کبھی کسی کتاب کو چھوا تک نہیں۔ یعنی اللہ نے خود قرآن میں یہ بات فرمائی ہے کہ "ما کُنتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ "کہ میرے محبوب آپ کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ کتاب کیا چیز ہے؟ ایمان کے مبادی اور تفصیلات کیا ہیں؟

وہ نبی اُمی جب ہمیں آدمؑ کا قصہ بتلائیں، نوحؑ کا قصہ بتلائیں، ادریسؑ کا قصہ بتلائیں، سیدنا ابراہیمؑ کا قصہ بتلائیں اور جس کی جزئیات اور تفصیلات اتنی حقیقی ہوں کہ آج تک دشمن تردید نہ کرسکیں تو ایک عام آدمی کو بھی بات سمجھ آجاتی ہے کہ یہ خبر دینے والا صادق ہے اور اس کا تعلق اللہ کی وحی سے ہے ورنہ اس کو کیسے پتہ چل سکتا ہے جو بات صدیوں پہلے گزر گئی تو اس لئے قصص الانبیاء میں ایک بہت بڑی گواہی ہے، شہادت ہے، دلالت ہے ہمارے محبوب سرکار دو عالم سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی۔

تقریباً سب قومیں حضرت ابراہیمؑ کی طرف اپنی نسبت کرتی ہیں

اسی ضمن میں سیدنا ابراہیمؑ کا قصہ ذکر ہو رہا تھا سیدنا ابراہیمؑ کے قصے کا آپ اسی بات سے اندازہ لگائیں کہ اللہ نے پچیس سورتوں میں سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کا قصہ ذکر فرمایا ہے اور تقریباً تہتر مقامات ہیں۔ تو اس سے اندازہ کریں کہ ابراہیمؑ کی ذات کتنی اہم ہے کہ ہر جماعت یعنی یہودی عیسائیوں کو نہیں مانتے عیسیٰ کو نہیں مانتے اور یہودیوں کو عیسائی نہیں مانتے اور مشرکین دونوں کو نہیں مانتے مسلمان تینوں کو نہیں مانتے لیکن اس سب کے باوجود ابراہیمؑ کے ساتھ نسبت کا دعویٰ سب کرتے ہیں یعنی یہودیوں کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں، ہمارا دین دین ابراہیمی ہے۔ اسی طرح عیسائیوں کا بھی یہ دعویٰ ہے کہ ہمارا دین ملت ابراہیمی پر ہے

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ مشرکین مکہ کا بھی یہ دعوی ہے کہ ہم خالص ملت ابراہیمی پر ہیں، ہم تو ابراہیم کے کعبے کے مجاور ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ سے سچی نسبت مسلمانوں کو حاصل ہے

جبکہ مسلمانوں کا تو ویسے ہی سچا دعوی ہے کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیمؑ کو کتنی عظمت بخشی تھی کہ ہر جماعت ایک دوسرے کی نفی کر رہی ہے اور اپنے آپ کو ابراہیمؑ کے ساتھ جوڑ رہی ہے اسی لئے قرآن پاک نے بھی باقاعدہ اس کی وضاحت فرمائی ہے اور یہود ونصاری کی تردید فرمائی کہ

"مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ، إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَهَذَا النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا"

اللہ نے فرمایا ابراہیمؑ قطعاً یہودی نہیں تھے۔ اور قطعاً نصرانیت پر نہیں تھے اور قطعاً مشرکین میں سے نہیں تھے بلکہ اگر سچ پوچھتے ہو تو ابراہیم کا پیروکار اور ملت ابراہیمی پر چلنے والا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھ ایمان لانے والے ہیں۔ اس سے آپ مقام ابراہیم خلیلؑ کا اندازہ فرمائیں کہ ہر جماعت، ہر آدمی، ہر ملت اپنے آپ کو اسی ملت سے جوڑ رہے ہیں تو اس سے ابراہیمؑ کے واقعے کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے۔

سب مسلمان کعبہ ابراہیمی کی طرف نماز پڑھتے ہیں

اسی طرح آپ اندازہ فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس گھر کو جس کعبے کو قبلہ بنا دیا۔ مرجع خلائق بنا دیا اور ساری کائنات کا مسلمان مشرق میں ہے، مغرب میں ہے شمال میں ہے جنوب میں ہے کسی جگہ ہے، بحر و بر میں وہ اپنی نماز میں اپنا رخ قبلے کی طرف کرتا ہے اور مسلمان

دنیا کے کسی کونے میں ہو چاہے وہ فرض پڑھ رہا ہو، چاہے وہ واجب ادا کر رہا ہو، وہ سنت پڑھ رہا ہو، وہ تہجد پڑھ رہا ہو، وہ اشراق پڑھ رہا ہو، ہر نماز میں جہاں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج رہا ہے، وہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر درود بھیج رہا ہے۔

سنت ابراہیمی حج کا عظیم فلسفہ اجتماعیت

تو سیدنا ابراہیمؑ کا ذکر بھی آ گیا اور آپ کو اللہ نے سرزمین حرم میں رہنے کی سعادت بخشی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حج ایک عظیم فریضہ ہے آپ جانتے ہیں کہ حج وحدت اسلامیہ کا ایک عظیم مظہر ہے کہ ساری کائنات سے لوگ کھچے ہوئے آرہے ہیں ایک مقام پر یہ مساوات اسلام ہے یہ وحدت اسلامیہ ہے یہ اجتماعیت اسلامیہ ہے اور یہ پورے عالم کے لئے اسلام کا درس ہے کہ ہمارے پاس کوئی گورے کالے کا مسئلہ نہیں ہے، ہمارے پاس کوئی ہندی، سندھی، افغانی کا مسئلہ نہیں ہے، ہمارے پاس کوئی حسب نسب عربی عجمی نہیں بلکہ ہم سب ایک احرام میں لبیک کہتے ہوئے ایک کعبے میں اور ایک مقام عرفات میں کھڑے ہوتے ہیں اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس سے بڑا روح پرور منظر آج تک دنیا کے مذاہب نہیں پیش کر سکے کہ میں لاکھ آدمی ایک امام کے پیچھے کھڑا ہوا ایک جیسا رکوع کرتا ہے، سجود کرتا ہے، نماز کی ابتدا کرتا ہے اور نماز سے نکل جاتا ہے اتنا بڑا ڈسپلن اتنی بڑی تعظیم، اتنی بڑی وحدت، اتنی بڑی مساوات کا عالم کوئی بڑے سے بڑا مائی کا لال بھی پیش نہیں کر سکتا۔

بیت المعمور میں حضرت ابراہیمؑ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات

اور اس وحدت کا، اس کائنات کے مرکز اصلی کا، اس مقام ہدایت کا، اس ھدی للعالمین کا بانی کون ہے سیدنا ابراہیمؑ ہیں یعنی آپ اس سے اندازہ کریں اور اسی پر ہی انتہاء

نہیں بلکہ سرکار دو عالم، تاجدار حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات میں ساتویں آسمان پر ایک گھر دیکھا اور اس کے ساتھ میں نے ایک خوبصورت آدمی بیٹھا ہوا دیکھا جس کی سفید داڑھی تھی اور ان کی داڑھی سینے تک بھری ہوئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی شکل کا یوں اندازہ لگا لو کہ وہ میرے ساتھ ملتی تھی تو میں نے جب جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون سا گھر ہے تو انہوں نے بتایا کہ یہ بیت المعمور ہے یہ آسمانوں میں اللہ کا کعبہ ہے، جیسے زمین میں کعبہ ہے تو یہ آسمانوں میں کعبہ ہے تو میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو انہوں نے کہا" ابوک ابراھیم "یہ آپ کے ابا ابراہیمؑ ہیں آگے بڑھیں اور اپنے ابو کو سلام کریں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے سلام کیا تو انہوں نے فرمایا"مرحبا بالابن الصالح والنبي الصالح " کہ میں اپنے بیٹے کو مرحبا کہتا ہوں اور اس وقت بھی وہ کعبۃ اللہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہیں تو اس پر مفسرین اور محدثین نے فرمایا ہے کہ اللہ نے جیسے زمین پر اپنے کعبے کا معمار ابراہیمؑ کو بنایا ہے۔ اسی طرح آسمان کے کعبے کے ساتھ بھی ابراہیمؑ کو بٹھایا ہے تو یہ ساری سعادت اور عظمت سیدنا ابراہیم کو ملی ہے اس لئے میں اپنی تقریروں میں، دروس میں کبھی بھی کہا کرتا ہوں کہ یہ اللہ کی بے نیازی ہے اور احسان ہے کہ

نوازنے پر آئے تو نواز دے زمانہ

تو جو کریم ٹھہرا تیرے کرم کا کیا ٹھکانہ

کہ جب آپ نے سرزمین مکہ کو عظمت دینی تھی تو یہاں خلیل اللہ کا ڈیرا لگوا دیا اور اگر آپ نے مدینہ منورہ کو عظمتوں سے ہمکنار کرنا تھا تو وہاں حبیب اللہ کو بٹھا دیا ساری عظمت یا خلیل اللہ کے گھرانے کو آئی یا حبیب اللہ کے گھرانے کو آئی اور ان دونوں کا تعلق کس سے ہے؟ حبیب اللہ کا

تعلق بھی خلیل اللہ سے ہے۔

جگہ جگہ ابراہیمؑ کے تذکرے اور یادیں

تو اس لئے آپ سیدنا ابراہیمؑ کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ اگر آپ کی نظر اٹھے تو ابراہیمؑ یاد آئیں، اگر آپ نماز پڑھیں تو پھر بھی ابراہیمؑ یاد آئیں اور اگر صفا مروہ پر دوڑیں تو زوجۂ ابراہیمؑ یاد آئیں، آپ طواف کریں مقام ابراہیمؑ نظر آئے، آپ زمزم پینے جائیں تو ابن ابراہیمؑ یاد آئے۔ آپ کنکریاں مارنے جائیں تو حضرت ابراہیمؑ یاد آئیں، آپ قربانی کریں تو حضرت ابراہیمؑ یاد آئین یعنی قدم قدم پر جدھر نظر ڈالیں ابراہیمؑ کا ذکر ہے اللہ نے آپ کو اتنی بڑی شان بخشی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ ابوالانبیاءؑ ہیں

اس لئے آپ کی صفات بھی عجیب ہیں اللہ نے آپ کو ایسا کریم بنایا کہ آدمؑ جیسے ابوالبشر کہ تمام کائنات کے انسانوں کی ابتداء حضرت آدمؑ سے ہوئی اور آپ کے بعد جیسے حضرت آدمؑ کو لقب ملا اسی طرح میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء کا لقب ملا اور سیدنا ابراہیمؑ کو ابوالانبیاء کا لقب ملا۔ یعنی ابراہیم الخلیلؑ اتنے بڑے عظمت والے ہیں کہ اللہ نے آپ کی ذریت میں آپ کی نسل میں آپ کے خاندان میں نبوت رکھی تو ابراہیمؑ کے بعد جتنے نبی آئے ہیں سب آپ کی نسل سے آئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ میں کئی سلسلوں تک مسلسل نبوت

یعنی آپ دیکھیں سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد میں حضرت اسحاقؑ، حضرت اسماعیلؑ ہیں اور حضرت اسحاقؑ نبی ہیں اور حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں حضرت یعقوبؑ بھی نبی ہیں، حضرت یعقوبؑ کی اولاد میں حضرت یوسفؑ نبی ہیں جتنے نبی ہیں سب ذریت ابراہیمؑ ہیں اور حضرت

اسماعیلؑ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں اور حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

قربانی بھی سنت ابراہیمؑ ہے

یہ فضیلت بھی سیدنا ابراہیمؑ کو ملی ہے اور اسی طرح صحابہ کرامؓ نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! یہ ہم قربانی کرتے ہیں یہ آخر کیا چیز ہے؟ جانور کو ذبح کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو سیدنا وحبیبنا وقائدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سنة ابیکم ابراھیم علیہ السلام" یہ آپ کے ہم سب کے ابا ابراہیمؑ کی سنت ہے یہ انہی کا طریقہ ہے جس کو اللہ نے قیامت تک کے لئے باقی رکھ دیا ہے تو یہ شرف بھی سیدنا ابراہیمؑ کو ملا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کا نام بھی ابراہیم

اور اسی طرح دیکھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے کا نام بھی دادا کے نام پر ابراہیم رکھا جو بی بی ماریہ قبطیہؓ سے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ چونکہ اللہ نے نبوت بند کر دی ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ورنہ اگر میرا یہ بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو اللہ ان کو بھی نبی بناتے۔ اس سے آپ کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مہمان نوازی بھی سنت ابراہیمؑ ہے

اور آپ کے کرم کا یہ عالم تھا کہ کتابوں میں اور روایات میں یہ بات موجود ہے کہ ابراہیمؑ کبھی اکیلا کھانا نہیں کھاتے تھے یعنی ان کی یہ عادت تھی کہ جب تک گھر میں کوئی مہمان نہ آجائے کوئی دوست نہ آجائے کھانا نہیں کھانا۔ یعنی اگر اتفاق سے کوئی مہمان نہیں آتا تھا تو آپ روزہ رکھ لیتے کہ آج مہمان تو ہے نہیں لہٰذا اکیلے کھانے سے بہتر ہے بندہ روزہ رکھ لے اور افطار پانی سے

فرماتے تھے۔

ابراہیمؑ کی ریت کی بوریاں آٹا بن گئیں

اسی ضمن میں ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک دن آپ کی بیوی نے آپ سے عرض کیا کہ حضرت مہمانوں کے لئے تو آپ اتنا قربانی فرماتے ہیں لیکن اتفاق کی بات یہ ہے کہ گھر میں کچھ نہیں ہے تو آپ کچھ نہ کچھ گھر کے لئے لے آئیں تو آپ نے سواری لی اور پوریاں اٹھا کر چل پڑے بادشاہ کافر تھا۔اس نے ابراہیمؑ کو کہاں آٹا اور گندم دینی تھی تو وہاں گئے انہوں نے انکار کر دیا کہ ہم سب کو دیتے ہیں لیکن آپ کو نہیں دیتے تو سیدنا ابراہیمؑ نے دل میں سوچا کہ میں اگر خالی ہاتھ گھر جاؤں تو لازمی بات ہے میری بیوی پر بڑا اثر ہوگا تو انہوں نے ایک سرخ ٹیلے کے قریب راستے میں اپنی اوٹنی میں بٹھائی اور ان بوریوں میں ریت بھر دی اور بوریاں اس پر رکھ کر لے آئے اور ایک جگہ اتار کر رکھ دیں بیوی نے دیکھا تو خوش ہوگئی کہ ماشاء اللہ دو بوریاں آٹے کی ہیں ابراہیمؑ اتنا سارا آٹا لے آئے ہیں ابراہیمؑ نے فرمایا میں تو سونے جارہا ہوں۔جب نیند سے اٹھے تو دیکھا بیوی کھانا پکا کر گرم گرم روٹیاں پکا کر بیٹھی ہیں۔تو آپ نے فرمایا "مِنْ أَيْنَ هَذَا؟ یہ روٹیاں کہاں سے آگئیں؟ انہوں نے فرمایا "مَا جِئْتَ بِهِ أَنْتَ يَا إِبْرَاهِيم "جو تم لائے ہو اسی آٹے سے تو بنائی ہیں تو آپ نے فرمایا "هَذَا رِزْقٌ رَزَقَكُمُ اللهُ" یہ رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے۔تو ابراہیمؑ کی یہ صفت اپنے زمانے میں بھی ضرب المثل تھی۔

فرشتوں کی مہمانی کا واقعہ

اور اللہ نے جن کے قصے کا قرآن مجید میں بھی ذکر فرمایا ہے کہ "هل أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ " اے میرے محبوب! کیا آپ کو پتہ ہے کہ ابراہیمؑ کے پاس جو

عزت والے مہمان آئے تھے تو پھر ابراہیمؑ نے کیسی مہمانی کی کہ مہمان آئے تو فوراً بغیر بتائے جا کر بچھڑا ذبح کیا اور بھونا اور آدمی کو ساتھ لیا اور اٹھا کر لائے "فقرب الیھم" ان کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ کھائیں اب اللہ کے فرشتے حیران بیٹھے ہوئے ہیں کہ ہم تو کھانے سے پاک ہیں ابراہیمؑ کے دل میں خوف آگیا کہ گھر میں آنے کے بعد اگر کوئی کھانا نہ کھائے تو وہ تو دشمن ہوتا ہے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دوست ہو اور کھانا نہ کھائے تو اب جب زیادہ خوفزدہ ہونے لگے تو انہوں نے کہا "لا تَخَفْ " نہ ڈرو ہم تو اللہ کے فرشتے ہیں اور فرشتے کھایا نہیں کرتے اب آپ کی سخاوت کا عالم دیکھیں کہ مہمانوں سے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ آپ کھانا کھائیں گے ہم تیار کریں۔

مہمان سے پوچھے بغیر کھانا لانا سنت ابراہیمؑ ہے

اسی لئے علماء نے اس کو سنت ابراہیمی فرمایا ہے کہ گھر میں آنے والے سے آپ کبھی نہ پوچھیں کہ آپ نے کھانا ہے؟ پینا ہے؟ آپ کیا پسند فرمائیں گے جو اللہ نے دیا ہے چپ کر کے "ما حضر" پیش کر دو وہ تناول فرمائے الحمدللہ نہ فرمائے تو بچے کھائیں گے اللہ اس نعمت کے کھانے والے کو بھی بھیج دیں گے یہ آداب سنت ابراہیمؑ کے خلاف ہے کہ پہلے آدمی پوچھے اور پھر شریف آدمی تو بات کرتے ہوئے بھی استحیاء کرتا ہے کہ ایک تو میں رات کو آیا ہوں اور دوسرا میں یہ کہوں کہ میں نے کھانا کھانا ہے تو کچھ تو لحاظ ہوتا ہے۔

اس لئے حکم ہے کہ کوئی بات نہ کرے آپ کے گھر میں ٹھنڈا ہے گرم ہے جو چیز اللہ کی نعمت تھوڑی بہت ہے وہ اٹھا کر سادگی سے پیش کر دیں وہ تناول فرمائیں تا کہ سنت ابراہیمؑ پر عمل ہو جائے۔

اور اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے والد آزر کے بارے میں آپ پہلے تھوڑا سا سن چکے

ہیں کیونکہ ہمارے درس میں ایک بہت بڑا فاصلہ آیا ہے جب تک اس پورے قصے کا استحضار ہمارے ذہنوں میں نہیں ہوگا تو ہم صحیح معنوں میں پھر اس قصہ سے استفادہ حاصل نہیں کرسکیں گے تو ابراہیمؑ کے والد کے بارے میں اختلاف ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کے والد کا اصل نام کیوں چھپ گیا

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام "تاریخ" ہے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان کا نام "آزر" ہے لیکن اللہ کے قرآن میں جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہر جگہ اللہ کے قرآن نے "آزر" کا ذکر کیا ہے تاریخ کا ذکر نہیں کیا۔ "وَاِذْ قَالَ لِاَبِیْہِ اٰزَرَ"۔

اور اسی طرح حدیث بخاری میں جس میں قیامت کے منظر کا ذکر کیا گیا ہے وہاں بھی "آزر" ہے تو بہرحال جس نام کو اللہ کے قرآن نے ترجیح دی ہو تو ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ ہم بلا وجہ سابقہ کتابوں کی طرف لوٹیں جب کہ اللہ کے قرآن نے "آزر" کہہ دیا ہے۔

اور بعض علماء نے اس کو یوں جمع فرمایا کہ اصل میں ابراہیمؑ کے والد کا نام تو "تارخ" تھا اور یہ سام بن نوح کی اولاد تھے لیکن وہ جس بت کی پوجا کرتے تھے اس کا نام "آزر" تھا تو اس کی وجہ سے آپ کا لقب "آزر" ہوگیا اور لوگ اصل نام کو بھول گئے جیسے دیکھیں "ابوہریرہ" یا "ام سلمہ"۔ اسی طرح اور بہت سے صحابی ہیں جن کو کنیت سے پکارا جاتا ہے جیسے سیدنا ابوبکرؓ کوئی پوچھ لے تو زیادہ سے زیادہ صدیق جو کہ لقب ہے وہ بتادیا جائے گا لیکن نام تو آپ کا عبداللہ ہے اور آپ "ابوبکر" کے نام سے مشہور ہوگئے اسی طرح حضرت عمرؓ کو "ابوحفص" اور اور حضرت علیؓ کو "ابوالحسن" اور بعد میں "ابوتراب" کہا جانے لگا اس لئے بعض نام ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی کنیت اتنی معروف ہوجاتی ہے کہ لوگ نام بھول جاتے ہیں پھر اسی لقب سے اس کو یاد کرتے ہیں۔

حضرت سارہؑ کہاں سے تھیں

اور یہ بات ہمیں کتب سابقہ اور اللہ کے قرآن دونوں سے ملتی ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کا واسطہ دوقوموں سے پڑا ہے ایک قوم بابل میں تھی اور ایک قوم حران میں تھی یہ وہ علاقہ ہے جہاں سے آپ نے شادی کی کیونکہ بی بی سارہؑ کا تعلق حران سے تھا۔ جو دمشق اور شام کے راستے میں ہے ان دوقوموں سے ابراہیم علیہ السلام کا واسطہ پڑا ہے اور اتفاق کی بات یہ ہے کہ دونوں قوموں میں سے ایک قوم بت پرستی میں مبتلا تھی۔

علم نجوم اور ستارہ پرستی

اور ایک قوم سات ستاروں کی پوجا کرتی تھی اور یہ حران کی قوم تھی، وہ کہتے تھے کہ دنیا کے تمام نظام کو یہ چلانے والے ہیں یہ نحوست، سعادت، فتح، نصرت، کامیابی، ناکامی سب کا تعلق ستاروں کے ساتھ ہے اور یہ علم نجوم اور کواکب پرستی اس زمانے سے چلی آرہی ہے۔

اسی طرح آج تک کافروں کو آپ چھوڑ دیں، مسلمانوں میں بھی کئی جماعتیں ایسی ہیں جو علم فلکیات کے ماہرین کے ساتھ جا کر تعلق جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ستارہ دیکھ کر بتائیں کہ میرے حالات کیا ہوں گے تو کوئی باقاعدہ زائچہ بنائے گا آپ کی تاریخ پیدائش پوچھے گا اور اگر وقت بھی بتادیں تو اس کے لئے اور آسانی ہو جاتی ہے پھر وہ آپ کا ستارہ نکالے گا، برج نکالے گا پھر وہ حساب لگا کر آپ کو بتائے گا کہ آپ کا ستارہ گردش میں ہے یا سعد میں ہے یا نحس میں ہے۔

اسلام میں ایسی باتوں پر عقیدہ رکھنا کفر و شرک ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن وسنت میں یہ بات واضح کی ہے کہ چاند، سورج سب اللہ کی مخلوق ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے

ان کو ہماری خدمت کے لئے مسخر کر دیا ہے ورنہ ان کے ہاتھ میں نہ تو کسی کا نفع ہے نہ کسی کا نقصان۔

علم نجوم کی تردید

جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی لوگوں کا اس پر بڑا اعتماد تھا۔ جب چاند گرہن ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا سمجھتے ہو یہ چاند گرہن کیوں ہوتا ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ حضور زمانہ جاہلیت میں ہم لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا تھا کہ جب چاند یا سورج کو گرہن لگتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کوئی بڑا آدمی مرگیا کہ چاند پر بھی اندھیرا ہوگیا ہے یا آج دنیا میں کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اس بچے کی وجہ سے سورج بھی سیاہ ہوگیا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لا یخسفان لموت احد و لا لحیاۃ احد انھما أیتَانِ من آیت اللہ یخیف اللہ بھما عبادہ" کہ یہ کسی کی موت اور حیات پر نہ ڈوبتے ہیں نہ سیاہ ہوتے ہیں یہ تو اللہ کی نشانیاں ہیں اپنی نشانیوں میں سے اللہ اپنے بندوں کو دکھاتے ہیں ڈرانے کے لئے کہ یہ جو نوری ہیں ہم ان کو بے نور کر سکتے ہیں تو انسان ہمارے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس کے اندر تہدید ہے لیکن یہ سلسلہ بہت ہی پرانا ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے میں بھی تھا۔

بعض علماء کی غلطی

اسی طرح بعض علماء نے یہ غلطی کی ہے انسانوں سے ہی غلطیاں ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور تمام مسلمانوں کو معاف فرمائے کیونکہ اصولی بات ہے کہ تیرنے والا ہی ڈوبتا ہے جو آدمی کبھی سمندر میں گھسے ہی نہ اسے کیا ڈوبنا ہے اس طرح گاڑی چلانے والے سے ہی گاڑی ٹکرائے گی، جب چلائے گا ہی نہیں تو کیسے ٹکرائے گی۔

اسی لئے علماء سے بھی غلطیاں ہو جاتی ہیں آخر وہ بھی انسان ہیں تو انہوں نے یہ لکھا کہ ابراہیمؑ چاند اور سورج کے دیکھنے میں خود مبتلا تھے اور آہستہ آہستہ ان پر انکشاف ہوا تو آپ ہٹ گئے حالانکہ یہ بات غلط ہے اللہ جن کو نبوت دیتے ہیں ان کا تو عالم ارواح میں فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔

حضرت آدمؑ نے اپنی عمر کے چالیس سال حضرت داؤدؑ کو دیدیئے تھے

آپ نے خود پڑھا ہے اور سنا ہے کہ حضرت داؤدؑ کی روح کو جب آدمؑ نے دیکھا تو پوچھا کہ یا اللہ میرے اس بیٹے کی عمر آپ نے کتنی لکھی ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ ساٹھ سال۔ عرض کیا یا اللہ میرا یہ بیٹا خوبصورت ہے اور عمر تھوڑی ہے تو میری عمر میں سے چالیس سال اسے دیدو۔

تو اب جب موت کا وقت قریب آگیا تو عزرائیلؑ آئے اور کہا کہ تیار ہو جائیں تو فرمایا کہ میرے تو ابھی چالیس سال باقی ہیں تم تو جلدی آگئے ہو تو اس نے کہا کہ وہ آپ نے اپنے بیٹے کو دے دیئے تھے فرمایا مجھے تو یاد نہیں ہے آدمؑ پھر بھول گئے جیسا کہ درخت کے سلسلے میں بھول گئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اللہ کی طرف سے حفاظت

تو بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ نبوت کے فیصلے تو عالم ارواح میں ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "و اني عند الله خاتم النبيين و آدم منجدل في طينته" کہ آدمؑ کا ابھی پانی اور مٹی ملا ہوا تھا میں اس وقت بھی اللہ کے نزدیک خاتم النبین تھا۔ اور قرآن تو ابراہیمؑ کے بارے میں خود فرماتا ہے" وَ لَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِنْ قَبْلُ وَ كُنَّا بِهِ عَلِمِينَ " کہ ہم نے ابراہیمؑ کو پہلے سے ہدایت دے دی تھی، پہلے سے ہم نے ان کو رشد عطاء فرما دیا تھا یہ نہیں کہ ابراہیمؑ آہستہ آہستہ آئے تو یہ ایک دھوکہ ہے اور اس دھوکہ لگنے کی وجہ

یہ ہے کہ ابراہیمؑ کا ایک مناظرانہ انداز ہے ہر آدمی کا اپنا ایک مناظرانہ رنگ ہوتا ہے۔

شیعہ سنی کے مناظرہ کا قصہ

جیسے ایک شیعہ آدمی کا ایک اہل سنت والجماعت کے عالم سے مناظرہ ہو رہا تھا اس بات پر کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں جو خیبر کے علاقے میں فرک تھا بی بی فاطمہ کو آپ کا میراث فرک نہ دیا اور بی بی صاحبہ نے آکر درخواست کی۔ آپ نے طلب کیا لیکن حضرت ابوبکرؓ انکار کر گئے "فغضب الفاطمۃ" اور بی بی فاطمہؓ ناراض ہوگئیں تو اسی سے وہ شیعہ زور لگاتے ہیں کہ ایک تو اللہ کے نبی کی میراث نہ دینا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو محروم کر دینا، میراث کا غصب کر لینا، پھر بی بی فاطمہؓ کو ناراض کر دینا اور جس پر بی بی فاطمہؓ ناراض ہو جائیں اللہ کا نبی ناراض ہوگیا، اللہ کا نبی ناراض ہو جائے تو خدا ناراض ہوگیا تو پھر ابوبکرؓ کی خلافت کا کیا ذکر؟ یعنی پھر وہ اس رنگ میں لاتے ہیں بات تو خود بنانی ہوتی ہے صغریٰ، کبریٰ بناتے ہیں۔

تو جو اہل سنت کے عالم تھے انہوں نے بڑے پیار سے پوچھا کہ اچھا واقعی سیدہ فاطمہؓ نے درخواست دی معروض پیش کیا اور ابوبکرؓ نے انکار کر دیا تو اس نے کہا ہاں جی یہی تو کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ بی بی فاطمہؓ نے مانگا درخواست دی تو انہوں نے کہا اچھا یہ تمہاری کتابوں میں بھی ہے سنی کی کتابوں میں بھی ہے۔ تو جب وہ شیعہ اس پر پکا ہوگیا، وہ تو اس پر خوش ہوگیا کہ اہل سنت کا مناظر تو خود بخود ہار رہا ہے وہی بات کہلوا رہا ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں جب وہ بالکل پکا ہوگیا تو اہل کے عالم نے فرمایا کہ ایک بات کا جواب دے دیں بی بی فاطمہؓ درخواست کیوں دینے آئی تھیں اگر ابوبکرؓ خلیفہ نہیں تھے تو پھر درخواست دینے کا کیا مطلب؟ درخواست تو کورٹ میں دی جاتی ہے جہاں کسی کو اختیار ہو تو بی بی فاطمہؓ نے خلیفہ مانا تو درخواست دی یا تو یوں کہو کہ درخواست

نہیں دی۔اور اگر آپ کہتے ہو کہ درخواست دی ہے تو پھر خلیفہ مانو۔ پھر آگے یہ فیصلہ کریں گے کہ خلیفہ کا فیصلہ دی ہے پھر مانو۔ درست تھا یا غلط تو اب شیعہ کو پتہ چلا کہ یہ تو الٹا مجھے پھنسا رہا تھا۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو خود اپنے دام میں صیاد آگیا

وہ تو خود پھنس گیا تھا اب نہ آگے نکل سکے نہ پیچھے کہ اگر درخواست دی ہے تو خلیفہ ہیں اور اگر نہیں دی تو پھر تو اور بات ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا انداز مناظرہ

تو بہر حال قرآن یہ کہتا ہے کہ ابراہیمؑ نے بھی اپنی قوم سے اسی انداز میں بات کی تھی کہ وہ سورج کے پجاری تھے "فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا يُحِبُّ الْأَفِلِينَ" کہ جب رات ہوئی اور تارے نکلے تو ابراہیمؑ اپنی قوم کو ساتھ لائے اور دکھایا کہ یہ سب سے چمک والا ستارہ ہے تو انہوں نے کہا یہ تو ہے سارا کچھ۔ جب تھوڑی دیر گزری اور رات ڈھلتی گئی، ڈھلتی گئی، تارے چھپ گئے تو اب ابراہیمؑ نے کہا کہ تمہارا خدا کدھر گیا ڈوب گیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں ڈوب تو جاتا ہے تو ابراہیمؑ نے کہا اگر ڈوب جاتا ہے تو پھر خدا کیسے ہوا؟ کہ ہمیں کام پڑے اور وہ ڈوبا ہوا ہو تو وہ اچھا خدا ہوا کہ ابھی خدا نکلے گا تو پھر پیش کریں گے۔

اب قرآن فرماتا ہے: فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّيْنَ. اب چاند نکلا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا اچھا یہ رب ہے تو انہوں نے کہا ہاں یہ تو بالکل پکا رب ہے ساری دنیا کو روشنی دے رہا ہے اب جب وہ چھپ گیا تو فرمایا کہاں گیا وہ رب؟ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی تمہاری طرح

گمراہ ہو جاتا۔

فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَذَا رَبِّيْ هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ إِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ "اب جب دن ہوا اور سورج سورج نکلا اور آپ نے فرمایا اچھا! معنی یہ ہوا کہ یہ سب سے بڑا خدا ہے، زہرہ سے بھی، مریخ سے بھی، چاند سے بھی، اب شام ہونے لگی تو سورج صاحب بھی ڈوبنے لگے، رنگ زرد ہو گیا تو فرمایا یہ تمہارا رب ہے۔ خبردار میں بری ہوں تم سے اور تمہارے شرک سے۔

تو اصل میں ابراہیمؑ نے اس انداز میں قوم کو سمجھایا اور یہ علم نحو میں بھی قاعدہ ہے کہ جیسے ''هَذَا رَبِّيْ هَذَا اكْبَر" یہاں ہمزہ استفہام مقدر ہوتا ہے "هذا رَبِّيْ هذا اكبر "یعنی بطور سوال کے یہ اچھا ہے یہ بڑا خدا ہے یہ بطور استفہام ہے، یہ نہیں کہ ابراہیمؑ پہلے ستاروں کو مانتے تھے ان کو خدا سمجھتے تھے پھر اللہ پاک نے سمجھ دی آہستہ آہستہ بت پرستی سے تدریجی طور پر نکلتے آئے۔

ہمارے نبی کے صحابہؓ کی شان

اللہ کے نبی ﷺ کی تو شان بڑی ہے میرے مدنی کے تو صحابہ سیدنا صدیقؓ سیدنا علیؓ نے کفر کے زمانے میں بھی کبھی بت کو سجدہ نہیں کیا تو جب اللہ نے انبیاءؑ کے صحابہ کو محفوظ رکھا ہے تو اللہ اپنے نبیوں کو کیسے مبتلا کر سکتے ہیں کہ وہ زندگی کے کچھ حصوں میں تو ستاروں کو پوجتے رہیں اور بعد میں ٹھیک ہو جائیں۔

لہذا یاد رکھیں اصل میں قوم حران کی عبادت کا تعلق نجوم سے تھا اور جو بابل میں تھے وہ بت پرست تھے اب ابراہیمؑ نے ان کو بھی سمجھانے کی کوشش کی، ان کو بھی نصیحت فرمائی، ان

کو بھی ہدایت کی۔

اپنے ابا کو نصیحت

اس کے بارے میں اللہ نے خود قرآن میں ذکر فرمایا ہے جس کو میں نے پہلے ذکر کیا ہے: إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَاأَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا "کہ ابا جان! آپ ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کر رہے ہیں جو آپ کی سنتے نہیں دیکھتے نہیں آپ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

یہ اچھے دیوی دیوتا تم نے بنا رکھے ہیں کچھ تو خدا کا خوف کرو بہر حال ابراہیمؑ نے فرمایا:

اے ابا جان! آپ میری اتباع کریں میں آپ کو سیدھے راستے پر لے جاؤں اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو مجھے ڈر ہے کہ رحمن کا عذاب نہ پکڑ لے۔

ابا کا جواب

لیکن آپ کے ابا کو یہ بات سمجھ نہ آئی، غصے میں آ گئے انہوں نے کہا کہ ابراہیم اگر تم اپنی ان باتوں سے باز نہ آئے تو "لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا" تو میں تمہیں ماروں گا۔

بعض علماء نے فرمایا زبانی طور پر اور بعض نے فرمایا کہ پتھر ماروں گا، رجم کروں گا۔

حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ" میری طرف سے تم بے فکر رہو کوئی تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔

حضرت ابراہیمؑ کا طرز عمل

لیکن اب آپ کا اور میرا اکٹھے رہنا ناممکن ہے " سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي

حَفِيًّا" یکن میں اپنے پروردگار سے آپ کے لئے معافی مانگوں گا۔ مجھے یقین ہے کہ میرا رب مہربانی فرمائے گا" وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ عَسىٰ إِلَّا أَكُوْنَ بِدُعَاءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ، میں تمہیں بھی اور تمہارے بتوں کو بھی چھوڑتا ہوں۔

حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنے کا منصوبہ

اسی طرح دیکھیں جب قوم اب بھی نہ سمجھی تو ابراہیمؑ نے فرمایا کہ یہ اس طرح تو نہیں سمجھتے فرمایا" وَ تَاللهِ لَا كِيْدَنَّ أَصْنَامَكُمْ " مجھے بھی اللہ کی قسم ہے میں بھی تمہارے خداؤں کو ٹکروں گا تم ایسے نہیں مانتے۔ ابراہیمؑ نے بھی ایک فیصلہ کرلیا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔

تو اب ڈنڈے کی زبان سے سمجھانے کا فیصلہ کرلیا ان کی سال میں ایک عید ہوتی تھی جو وہ باہر جا کر گزارتے تھے ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں کیونکہ وہ بت پرست تھے اور ستاروں پر بھی یقین رکھتے تھے تو آپ نے فرمایا" فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ. فَقَالَ إِنِّيْ سَقِيْمٌ " کہ میں نے ستاروں میں دیکھا ہے میں تو بیمار ہونے والا ہوں میں نہیں جاسکتا تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے اور وہ چلے گئے۔

اب جب ابراہیمؑ کو تسلی ہوگئی کہ سارے چلے گئے ہیں۔ تو قرآن فرماتا ہے "فَرَاغَ إِلَى الْهَتِهِمْ " تو ان کے مندر میں آئے اور دیکھا بڑا عجیب منظر ہے دیوتا، دیوی بڑے عجیب کوئی چار سر والا، کوئی دو ٹانگوں والا، کوئی آٹھ ہاتھوں والا، اور ان کے آگے مٹھائیاں اور کھانے اور بڑی عجیب وغریب نعمتیں اللہ کی ان کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور وہ کھڑے ہوئے ہیں تو ابراہیمؑ آگے آئے اور فرمایا "اَلَا تَأْكُلُوْنَ " کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اتنا مال جو پڑا ہوا ہے کھاؤ!

اب پتھر کہاں کھاتے ہیں؟ فرمایا "مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ" بولو تو سہی بتاؤ تو سہی اگر معدہ خراب ہے تو بتاؤ تو سہی۔ اب پتھر کہاں بولتا ہے؟

یہ تو آدمی کے اپنے تخلیات ہوتے ہیں کہ بھگوان ہے، بھگوان ہے ورنہ پتھر کا کیا ہے کہ اس کو اٹھایا باہر رکھ دیا اور اٹھا کر اندر رکھ دیا۔

شیعوں کے جلوس اور دلدل میں بے عقلیاں

اللہ تبارک و تعالیٰ جب ناراض ہوتے ہیں تو عقل چھین لیتے ہیں، پاکستان میں، ہندوستان میں، بنگلہ دیش میں، جا کر دیکھیں کیسے ماتم ہو رہا ہے آگ پر چل کر ماتم کر رہے ہیں حسینؓ پر، اور دیکھیں امام حسینؓ کا روضہ اٹھایا ہوا ہے اور امام حسینؓ کا گھوڑا اٹھایا ہوا ہے جی یہ دُلدل شریف ہے اس پر کپڑے ڈالے ہوئے ہیں رنگ ڈالا ہوا ہے وہ منظر کشی اور ڈرامہ ہو رہا ہے کہ حضرت حسینؓ جب گھوڑے پر تھے اور گھوڑے کو تیر لگے تو گھوڑا کیسے وہاں سے بھاگا؟

دُلدل سے عقیدت

بدبختو! جو گھوڑا امام حسینؓ کو گرا کر بھاگا اس کو مارو گے یا اس کو احترام دو گے جو امام حسینؓ کے گرانے کا سبب بنا ایسا بے وفا گھوڑا ہے کہ سائیں کو شہید کروا کر تمہارے پاس آ گیا پھر ہر شہر میں نیا گھوڑا ہے تو حضرت حسینؓ والا کون سا ہے اور پھر تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو حضرت حسینؓ کا تو سفر ہی اونٹوں پر ہے نہ کہ گھوڑوں پر اب اس کا کیا علاج ہے؟ اس قوم کا کیا کیا جائے کہ جو گھوڑا کل تک تانگے میں تھا آج اس کے ہاتھ چوم رہے ہیں کہ گھوڑا سا میں مجھے بچہ دے اس کا کیا علاج ہے؟

ہم تو کہتے ہیں کہ ہندو پاگل ہیں ان کو چھوڑیں مسلمانوں کا کیا حال ہے؟ مسلمان کیا کرتا

ہے نبی کا کلمہ پڑھنے والا کیا کرتا ہے، ہندوؤں کو چھوڑیں کہ وہ تو کافر ہیں بتوں کے پجاری ہیں، گنگا، دیوی، جمنا ان کے نزدیک تو سانپ بھی مقدس ہے ان کے نزدیک تو بچھو بھی اگر بڑا ہو جائے تو وہ بھی مقدس ہے اور ان کے نزدیک تو مرد اور عورت کے اعضاء تناسل بھی مقدس ہیں وہ بھی عبادت کے لائق ہیں کمال تو یہ ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور پھر گھوڑے کے نیچے سے با قاعدہ عورتوں کو گزارتے ہیں کہ اگر بچہ نہ ہوتا ہو تو عورت کو نیچے سے گزارو تو بچہ ہو جاتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون".

ابراہیمؑ نے بتوں کے ٹکڑے کر دیئے

تو بہر حال جب ابراہیمؑ آئے تو انہوں نے کہا "مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ" تم بولتے کیوں نہیں ہو؟ تم کھاتے کیوں نہیں ہو؟ اس کے بعد ابراہیمؑ نے کلہاڑا اٹھایا اور سب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا "إِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ" سوائے ان کے بڑے کے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک ہاتھ اس کا کاٹ دیا اور دوسرے ہاتھ پر کلہاڑا رکھ دیا اور باہر آگئے جب قوم عید منا کر خوشیاں منا کر واپس آئی کہ اپنے مندروں میں جا کر شکر ادا کریں کہ ہماری عید خوشی سے گزر گئی، ہم خیریت سے اپنے گھر واپس آگئے جب مندر میں گئے تو دیکھا یہ حال ہے کہ کسی کی گردن نہیں تھی کسی کی آنکھ نہیں کسی کی ٹانگ نہیں، کسی کی دونوں ٹانگیں نہیں ہیں، کوئی ٹکڑے ٹکڑے ہوا پڑا ہے۔

خداؤں کے ٹوٹنے پر بت پرست رونے لگے

تو اب وہ بیٹھ کر رونے لگے کہ خدا ٹوٹ گئے مخلوق خدا کو رو رہی ہے آپ اس پر نہیں گئے آپ بھی اپنے لوگوں سے پوچھیں کہ جن کو ہم خود قبر میں دفن کرتے ہیں پھر ان کو حاجت روا جو

ہم مانتے ہیں تو ان کا اور ہمارا کیا فرق ہے آخر ہم نے بھی تو خود مزار میں بنائی ہیں آخر ہم نے بھی تو قبروں پر خود روضے اور گنبد بنائے ہیں ہم نے غلاف ڈالے ہیں اور ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ان کی وفات ہوگئی جنازہ ہوگیا تدفین ہوگئی پھر بھی ہم مانگ رہے ہیں تو ان میں اور ہم میں فرق کیا ہے؟ صرف یہ کہ وہ بت تھے۔

تو بہر حال انہوں نے کہا کہ ایسا کون کرسکتا ہے یہ سب کہنے لگے" قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ. قَالُوْا فَأْتُوْا بِهِ عَلَى أَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ "نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے یہ اسی کی دہشت گردی ہے۔

حالات حاضرہ پر تبصرہ

آج بھی کوئی خدا کا نام لے تو وہی دہشت گرد ہے داڑھی والا، مجال ہے کہ کوئی بغیر داڑھی والے کو ہاتھ لگائے سوٹ بوٹ پہننے والے کو کون ہاتھ لگائے وہ جانتے ہیں کہ یہ ہماری طرح عورتیں ہیں، مرد تھوڑے ہیں۔ جس کی داڑھی دیکھیں گے اسی کو مرد سمجھیں گے اور پوچھیں گے کہ یہ کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ اس کو اندر سے دیکھو اندر کوئی بلا تو نہیں ہے۔

حضرت ابراہیمؑ سے تحقیق

تو اس لئے وہ بھی کہتے ہیں وہ نوجوان جس کا نام ابراہیم ہے ہم نے سنا ہے کہ وہ خداؤں کے بارے میں کہتا تھا کہ میں تمہارے خداؤں کو ٹکروں گا۔ معلوم ہوتا ہے یہ اسی کا کام ہے اس کو پکڑ کر لے آؤ سب کے سامنے پوچھو تا کہ کوئی شہادت بنے ہم اس سے بدلہ لیں۔

اب سارے بھاگ رہے ہیں ایک آدمی کو پکڑنے کے لئے پورا کفر بھاگ رہا ہے۔ آج بھی آپ دیکھ لیں کہ جس کے اندر ایمان ہے جس کے اندر قرآن ہے جس کے اندر اسلام

ہے پورا کفر ڈرتا ہے حالانکہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کے پلے کچھ نہیں ہے اس کو کھانے کے لئے روٹی بھی نہیں ملتی یہ تو خود بھی مانگ مانگ کر کھاتے ہیں مدرسوں میں لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ مدارسے بڑے خطرناک ہیں اصل میں اسلام ڈراتا ہے جن لوگوں میں اسلام اور ایمان زیادہ ہے ان سے زیادہ ڈر ہے جن میں کم ہے ان سے کم ڈر ہے اور جن میں اور کم ہے ان سے اور کم ڈر ہے۔

ابراہیمؑ کے پاس ساری قوم اکٹھی ہو کر آ گئی کہنے لگے "ءَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَا اِبْرَاهِيْمُ ،ابراہیم! تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حشر کیا ہے؟ اب دیکھیں یہ ایمان ہے کہ ساری دنیا مخالف ہے، باپ مخالف ہے، وقت کا بادشاہ مخالف ہے، اکیلا ابراہیمؑ ہے، جوانی کا عالم ہے اور بعض کتابوں میں آتا ہے کہ آپ کی عمر سولہ سال تھی یعنی عین شباب ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا جواب

تو ابراہیمؑ بڑے آرام سے فرماتے ہیں "قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" آپ نے فرمایا کہ ان کے بڑے نے کیا ہے اس سے جا کر پوچھ لو جن کو چوٹ لگی ہے وہ اتنے پاگل ہیں بتاتے نہیں کہ ہمیں کسی نے کلہاڑا مارا ہے؟ فَرَجَعُوا إِلَى أَنْفُسِهِمْ۔

اب قوم کی کیا حالت تھی

اب سارے غور کرنے لگے کہ ہم بھی بڑے بے وقوف ہیں ان سے پوچھ کر ہی آتے ہم ابراہیمؑ کو پکڑنے تو دوڑ پڑے اور اپنے خداؤں سے تو ہم نے پوچھا ہی نہیں کہ تمہیں کس نے مارا ہے یہ واقعی ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہمیں پہلے مدعی سے تو پوچھنا چاہئے جو زخمی ہے مجروح ہے مار کھا کر پڑا ہے۔ایف، آئی، آر تو اسی کی طرف سے ہی گائی جائے گی اس سے تو ہم پوچھیں کہ تمہیں کس

نے مارا؟ تو انہوں نے کہا یہ بات واقعی غلط ہے جب چلنے لگے تو پوچھا کہ بے وقوف آدمی کس لئے جارہے ہو کہا کہ پوچھنے جارہے ہیں کہ تمہیں مارا کس نے ہے؟ تو کہا کہ وہ کوئی بولتے ہیں؟ تو کہا ہاں یہ بات بھی آپ ٹھیک کہتے ہیں کہ وہ بولتے تو ہیں نہیں۔ تو اب انہوں نے کہا ہاں یہ سارا ابراہیمؑ کا کام ہے ایک تو ہمارے خداؤں کو مار دیا اور پھر ہمیں بے وقوف بنا کر کہتا تو ہمارے خداؤں کو مار دیا اور پھر ہمیں کہہ رہے کہ ان سے پوچھو وہ تو بولتے ہی نہیں ان سے پوچھیں کیسے؟۔

حضرت ابراہیمؑ کی تنبیہ

ابراہیمؑ نے یہ سارا مجمع اسی لئے تو لگایا تھا کہ آج اللہ کی توحید پیش کرنے کا موقع ہے اس لئے تو انہوں نے یہ بات قبول کی تھی کہ کسی طرح یہ ظالم اکٹھے تو ہوں میری بات تو سنیں اب جب سب اکٹھے ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم ان سے کیسے پوچھیں یہ تو بولتے نہیں ہیں سنتے نہیں ہیں یہ کیسے بتا سکتے ہیں؟ تو سیدنا ابراہیمؑ نے فرمایا: أُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ أَفَلَا تَعْقِلُوْنَ " حیف ہے تم پر، افسوس ہے تم پر اور تمہارے ان خداؤں پر کہ جو نہیں بتا سکتے کہ مجھے کس نے مارا ہے؟ تو وہ تمہارے خدا کیسے بن سکتے ہیں، وہ آگے تمہارے سفارشی کیسے بن سکتے ہیں؟ وہ تمہارے حاجت روا کیسے بن سکتے ہیں؟ معلوم ہوتا ہے تم عقل سے فارغ ہو۔

بادشاہ اور قوم کی تدبیر

اب ناکام ہو گئے کہ کیا مقابلہ کریں تو جا کر بادشاہ کو شکایت کی کابینہ بیٹھ گئی ایسے معاملات میں اللہ والوں کے خلاف پوری پلٹن بیٹھتی ہے " قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْا اٰلِهَتَكُمْ إِنْ كُنتُمْ فَعِلِيْنَ " کہنے لگے اگر تم اپنے خداؤں کی مدد کرنا چاہتے ہو تو ایسا کرو یہ روز روز کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ایک ہی مرتبہ ابراہیم کو آگ میں ڈال کر و کہ آئندہ کسی کو جرأت نہ ہو کہ ہمارے

خداؤں کے خلاف اقدام کر سکے۔

آگ کے الاؤ کی حالت

مفسرین نے لکھا ہے کہ انہوں نے ایک خشک بنجر زمین میں ایک مربع میل کے علاقے میں آگ کا الاؤ روشن کیا اور عقیدت کا یہ عالم تھا کہ کسی کا بچہ بیمار ہوتا تو ماں منت مانتی تھی کہ میرا بچہ ٹھیک ہو جائے تو میں دو اونٹ لکڑی کے ابراہیم کو جلانے کے لئے دوں گی۔ اندازہ کریں اس وقت بھی منتوں کا یہ عالم تھا۔

نارنمرود کو بھڑکاو دکو بھڑکانے میں چھپکلی کی کوشش

اسی لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے جتنے جانور پرندے پیدا کئے سب نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چھپکلی آگ کو بڑھانے کے لئے پھونکیں مارتی تھی کہ آگ بڑھ جائے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا کہ جس کو بھی نظر آئے اس کو مار ڈالو ویسے بھی یہ بڑی گندی زہریلی چیز ہے کسی برتن پر سے گزر جائے تو زہر آلود کر دیتی ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں کیسے ڈالا گیا

تو سیدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ ظاہر ہے ایک مربع میل میں آگ جل رہی ہو تو ڈالنے کون جائے قریب جانے کی کس کو طاقت ہو تو اب انہوں نے منجنیق بنائی کہ جھولے میں ابراہیم کو بٹھا کر نیچے سے رسیاں کھینچ لی جائیں تو ابراہیم نیچے جا گریں گے آپ کا لباس اتارا گیا اور آپ کو منجنیق میں بٹھایا گیا اسی لئے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن میرے ابا ابراہیمؑ کو سب سے پہلے جنت کا لباس پہنایا جائے گا، صحابہ

کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ! اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اللہ کی توحید کے لئے سب سے پہلے میرے ابا کے کپڑے اتار گئے۔ اس لئے اللہ قیامت والے دن بدلہ دیں گے کہ سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے۔

فرشتوں کا مدد کیلئے آنا اور ابراہیمؑ کا جواب

سیدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنے کے لئے رسیاں تیار ہیں جھولا تیار ہے اللہ نے فرمایا فرشتو جاؤ تمہیں اجازت ہے میرے ابراہیمؑ کی مدد کرو ملک الجبال آیا پانی کا فرشتہ آیا، بادلوں کا فرشتہ آیا، ابراہیم حکم کرو ابھی بارش برسا کر آگ بجھا دیتے ہیں فرمایا "اما الیک فلا حاجتی" مجھے تمہاری کوئی حاجت نہیں مجھے تمہاری کوئی تمنا نہیں۔ حضرت جبرائیلؑ آئے انہوں نے کہا ابراہیم! مجھے حکم کرو ابھی آگ اٹھا کر ان کے اوپر ڈال دوں۔ فرمایا "اما الیک فلا حاجتی" تیری بھی مجھے کوئی حاجت نہیں تو انہوں نے کہا ابراہیم! اپنے خدا سے تو مانگو چپ کر کے بیٹھے ہو۔ ابراہیمؑ نے فرمایا جبرائیل! مجھے ایک بات بتاؤ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے میرے مولی کے علم میں ہے یا نہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا کہ سب اللہ کے علم میں ہے فرمایا جب وہ جانتے ہیں تو پھر مانگنے کا کیا فائدہ ہے؟ اگر وہ ہمارے جلانے پر راضی ہے تو خلیل بھی جلنے پر راضی ہے میں اپنے اللہ کے فیصلے سے انکار نہیں کرسکتا۔ اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا جب ابراہیمؑ کو ڈالا گیا "قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ" اے آگ ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا۔

عقل کی بجائے قوم عداوت میں آگئی

سیدنا ابراہیم الخلیلؑ نے جب اپنی قوم سے اپنے خاندان سے وقت کی مقتدر قوتوں سے ٹکر لی اور بتوں کو توڑ ڈالا جو کہ آپ سن چکے اور اتنی بڑی ناکامی کے بعد چاہئے تو یہ تھا کہ ان کو کچھ

عقل آتی وہ حقائق کو سمجھ لیتے کہ جو ٹوٹ گئے ہیں وہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ یا خدا کے اور ہمارے درمیان واسطہ کیسے بن سکتے ہیں؟ تو وہ ہمیں کیسے چھڑائیں گے؟ لیکن بجائے سمجھنے کے جہالت میں، دشمنی میں، عداوت میں وہ اتنے بڑھ گئے کہ انہوں نے فیصلہ کیا جس کے بارے میں قرآن پاک میں سورۃ الصافات میں فرمایا ہے کہ " قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ" اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے" قَالُوا حَرِّقُوهُ وَ انْصُرُوا الهَتَكُمْ إِنْ كُنتُمْ فعلين" کہ سب نے مل کر فیصلہ کیا کہ حضرت ابراہیمؑ کو جلا دو۔

آگ کا حدود اربعہ

پہلی آیت میں قرآن نے اس کو دوسرے اسلوب میں بیان کیا ہے کہ چار دیواری بنائیں اور اس میں آگ جلائیں اور ابراہیمؑ کو ڈال دیں۔ تو علماء کرام اور مورخین نے لکھا ہے کہ وہ جگہ حریہ تھی اس میں ایک خشک بنجر زمین تھی تو ایک میل ضرب ایک میل میں انہوں نے دیوار دی اور اس میں آگ جلائی اور ان کی جہالت کا یہ عالم تھا منت مانتے تھے کہ اگر بچہ ٹھیک ہو گیا تو میں دو اونٹ لکڑیوں کے ابراہیم کو جلانے کے لئے دوں گا۔

توحید خداوندی کیلئے تکلیف برداشت کرنا

بات یہ ہے کہ یہ تاریخی قصے نہیں کہ ہم پڑھیں اور گزر جائیں یا تکیے کے نیچے رکھ لیں کہ نیند نہیں آرہی تو رات کو پڑھ لیں گے۔ اللہ کے قرآن میں تذکرہ ہے، عبرت ہے، کہ سب سے پہلے تو آپ اسی بات کو دیکھیں کہ اللہ کا داعی جب کھڑا ہوتا ہے تو اس کو کتنی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اگر آپ اپنے محلے میں، اپنی برادری میں توحید کی بات کریں تو آپ کہتے ہیں کہ شرارت ہو جائے گی، جھگڑا ہو جائے گا بس نبھ رہی ہے گزر رہی ہے جب اللہ چاہیں گے تو ہدایت

دے دیں گے آپ اگر کسی ایسے مقام پر بیٹھے ہوں کہ آپ کے سامنے شرک ہو رہا ہو، آپ کے سامنے بت پرستی ہو رہی ہو، آپ کے سامنے قبور پر سجدے ہو رہے ہوں، آپ کے سامنے باقاعدہ قبروں کو چوما جا رہا ہو، طواف کیا جا رہا ہو، ہاتھ باندھ کر معتقدین کھڑے ہوں یا مزارات اولیاء پر گانے بجانے، مجرے، قوالیاں ہو رہی ہوں تو آپ جرات نہیں کریں گے کہ آپ بات کریں اور پڑھا لکھا آدمی تو یہ سمجھتا ہے کہ دفع کرو ہمیں کیا پڑی ہے کہ مصیبت اپنے سر لے لیں۔

لیکن درس درس ابراہیمؑ یہ ہے کہ اگر ٹکر نہیں لیں گے تو مسئلہ کہاں حل ہوگا؟ ہوگا؟ آپ اس قصے کو گھر میں لے کر بیٹھے رہیں کہ مخالفت ہوگی اللہ فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا نبی ہے، خلیل اللہ ہے، اور پیغمبر بھی وہ جس کی ذریت میں ہم نے نبوت رکھی ہے جس کے پورے خاندان میں میں نے نبی بھیجے ہیں اور اس کے امتحان کا عالم دیکھو کہ ساری قوم ایک طرف ہے ماں ایک طرف ہے، باپ ایک طرف ہے صرف یہی نہیں فرمارہے کہ تم یہ کیا کر رہے ہو، ہدایت کرتے رہے، نصیحت کرتے رہے جب دیکھا کہ اثر نہیں ہوتا تو جا کر بتوں کو توڑ ڈالا آپ اندازہ فرمائیں کہ اس وقت اس داعی پر کیا گزری ہوگی جب ایک آدمی اکیلا کھڑا ہو اور ساری دنیا اس کی مخالف ہو اور اسی طرح ہمیں ان دروس سے یہ سبق ملتا ہے کہ جہالت کی حد دیکھیں کہ خود کہہ رہے ہیں یہ بول کر بتا نہیں سکتے اعتراف بھی کر رہے ہیں لیکن پھر چوم بھی رہے ہیں یعنی اس سے بڑی کوئی بات ہوگی کہ قرآن نے ان کی بات کو نقل کیا ہے کہ ابراہیمؑ کو جلاؤ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔

اہل قبور کی بے بسی اور پجاریوں کی جہالت

خدا بندے کی مدد کرتا ہے یا بندے خدا کی مدد کرتے ہیں یعنی آپ اندازہ کریں کہ ایسے خدا ہیں جو بندے کی مدد کے محتاج ہیں لیکن اس کے باوجود بھی تو میں کھڑی ہیں اور عقیدہ

بھی وہی ہے یہی عالم آج بعینہ ہمارے مسلمانوں میں ہے کہ ہمارے کروڑوں مسلمان ایک دو لاکھ نہیں، وہ قبروں پر سجدے اور قبروں پر مانگنے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کو پتہ ہے کہ ان کو ہم نے خود دفن کیا ہے، ان کی قبریں ہم نے خود کھودی ہیں، ان پر روضے ہم نے بنائے ہیں ان کے مزار ہم نے بنائے ہیں۔ یہاں پر مسجد میں ہم نے بنائی ہیں سارے انتظامات ہم کر رہے ہیں اور اب مشکل کشا وہ ہو گئے ہیں۔

عیسائیوں کی حماقت

وہی عالم ہے کہ جو اس قوم میں عادت تھی۔ جو نوحؑ کی قوم میں عادت تھی جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کی حالت تھی۔ یعنی بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگ نہ کہ جاہل۔ ہندوؤں میں بھی اکثر جاہل لوگ ہیں لیکن عیسائی اور نصرانی تو پڑھے لکھے ہیں ان کا تو عام بندہ بھی جاہل نہیں ہوتا ان کی تعلیم تو عام ہے اب آپ ان کے مذہب کا حال دیکھیں کہ ایک ہفتہ گناہ کر لیں اور پادری کے سامنے آ کر اپنے گناہوں کا اقرار کر لیں تو وہ معاف کرا دے گا۔ یعنی آپ اندازہ فرمائیں کہ گناہوں کی معافی کا انچارج پادری صاحب ہے جو خود بھی جاہل ہو اور گناہوں میں مبتلا ہو اور کتنا عجیب عقیدہ ہے کہ ہم صلیب کی اس لئے قدر کرتے ہیں کہ جو عیسیٰؑ کو صلیب دیا گیا اس کو ہم یاد کر رہے ہیں کہ عیسیٰ سولی پر پڑھ گئے ہمارے سارے گناہوں کا کفارہ کر گئے۔ جب وہ اپنی ذات کو نہیں بچا سکے تو تمہیں کیا بچائیں گے۔ اس لئے یہ گھر سے نکلتے ہوئے وہی شکل بناتے ہیں اور گلے میں صلیب لڑکاتے ہیں۔

قرآن سب پر اثر کرتا ہے

بہر حال آپ ان قرآن کے واقعات کو جب پڑھیں تو غور کریں اور ایک آیت کو ایک

مرتبہ نہیں آپ تین چار آیات پڑھیں تو ان کو بار بار پڑھیں۔ اللہ کے قرآن کا معجزہ دیکھیں کہ جتنا زیادہ آپ ان کو پڑھیں گے قرآن خود بخود سینے میں اترنا شروع ہو جائے گا چاہے آپ زبان نہ بھی جانتے ہوں اس کا معنیٰ بھی نہ جانتے ہوں چونکہ اس کا تعلق کلام اللہ سے ہے اور اللہ کا کلام جو ہے تو انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ مالک کی زبان کو ہر کوئی سمجھتا ہے جیسے آپ دیکھیں بکریاں ہیں، ریوڑ ہیں، بھینسیں ہیں، گائے ہیں، اونٹ ہیں، گھوڑے ہیں، گدھا ہے، آپ لاکھ آواز دیں لیکن جب اس کا چرانے والا آواز دے گا تو فوراً سنے گا کیونکہ وہ اپنے مالک کی آواز کو پہچانتا ہے۔

تو ہم کیسے بندے ہیں کہ مالک کا کلام نہ پہچانیں یہ ہوسکتا ہے؟ ہاں البتہ قرآن کے آداب ہیں کہ آپ باوضو ہوں، آپ کسی صاف ستھری جگہ پر بیٹھے ہوں، اگر آپ بستر پر بیٹھے ہیں تو چادر پاک ہو اور سامنے آپ قرآن پاک کھول کر ایک آیت کو بار بار پڑھیں اور غور کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ میرا اللہ! ہم تو عجمی لوگ ہیں یہ تیرا کلام ہے اور عربی زبان میں ہے ہم اس کے حقائق کا ادراک تو نہیں کر سکتے لیکن کچھ نہ کچھ تو ہمیں سمجھ آجائے تو آپ جب پڑھیں گے دو مرتبہ، تین مرتبہ، پانچ مرتبہ تو پھر آپ کو اللہ کے قرآن سے موانست ہونی شروع ہو جائے گی بات سمجھ آئے گی اور پھر جب بات سمجھ آئے گی تو پھر آپ غور کریں کہ ابراہیمؑ نے ایسا کیوں نہ کیا کہ میری قوم نہیں مانتی تو نہ مانے جیسے آج کل ہمارے ہاں محاورہ ہے۔

تو اپنڑی نبڑ تینوں ہور نال کی

یعنی تو اپنی گزار مجھے دوسرے سے کیا ہے؟ کہ وہ کیا کر رہا ہے حالانکہ اسلام نے تو تمہیں ''خیر امة'' بنا کر بھیجا ہے۔

ساری قوم ایک طرف اور ابراہیمؑ ایک طرف

اور پھر قرآن اسی لئے تو آیا ہے کہ ہم غور کریں کہ ابراہیمؑ ایک طرف ہے اور پوری قوم ایک طرف اور آگ جلا دی گئی ہے اور اتنا تیز ہے کہ ابراہیمؑ کو ڈالنے کا مسئلہ ہے کہ کیسے ڈالا جائے۔

منجنیق کس نے ایجاد کی

تو ''حیظا'' نام کا ایک آدمی تھا جس نے سب سے پہلے منجنیق ایجاد کی اب تو خیر بہت سی چیزیں دنیا میں آگئی ہیں۔ میزائل آگئے، راکٹ لانچر آگئے، جہاز آگئے اس دور میں۔

بہر حال منجنیق بہت نئی چیز سمجھی جاتی تھی جس کا پہلے وجود ہی نہیں تھا بہر حال ابراہیمؑ کو اس کے اندر بٹھا دیا گیا اور اس کا طریقہ یہ تھا کہ ہم رسیوں کو کھینچیں گے۔ بہت لمبا جھولا دیں گے تو وہ الٹ جائے گا اور ابراہیمؑ آگ میں جا گریں گے۔ اب آپ اسی منظر کو ذرا آنکھوں میں رکھ کر دیکھیں کہ کیا عالم ہوگا سامنے آگ جل رہی ہو اور آپ منجنیق میں بیٹھے ہوں اور پتہ ہو کہ دو منٹ کے بعد مجھے آگ جلا دے گی۔

حضرت ابراہیمؑ نے قوم سے کوئی سمجھوتہ نہ کیا

لیکن اس کے باوجود بھی وہ جھولے میں بیٹھ کر اپنی قوم سے کہہ دیتے کہ میں معافی مانگتا ہوں، آئندہ میں آپ کو نہیں کہوں گا تو وہ تو خوش ہو جاتے کہ ہمارا مسئلہ تو حل ہو گیا۔ وہ کہہ دیتے کہ میں آپ کا علاقہ چھوڑ دیتا ہوں میں اپنی بات واپس لے لیتا ہوں۔ لیکن اللہ کا نبی اپنے مقام پر ہے۔ کہ جب میں حق پر ہوں تو پھر مجھے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے جب میں اللہ کی توحید کا اثبات کر رہا ہوں میں شرک کو مٹا رہا ہوں، میں قوم کو جہنم سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں

میں پیچھے کیوں ہٹوں سیدنا ابراہیمؑ نے بعض روایات میں آتا ہے یوں پڑھا سُبْحَنك اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِك لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ۔

فرشتوں کا حضرت ابراہیمؑ کی مدد کیلئے پہنچنا

اور اللہ کے فرشتے اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں کہ تیرا خلیل ہے، تیرا محبوب ہے، تیرا بندہ ہے، تیرا نبی ہے، اور تیری توحید کے لئے آگ میں ڈالا جارہا ہے آپ ہمیں حکم فرمائیں اللہ نے اجازت دے دی کہ ملائکہ جاؤ میرے خلیل کی مدد کرو تو پہاڑوں کا فرشتہ آیا، بادل کا فرشتہ آیا، ہر فرشتہ آیا جس کی جہاں جہاں ڈیوٹی ہے انہوں نے کہا مہربانی کرو ہمیں حکم کرو ہم دونوں پہاڑوں کو ملا دیتے ہیں ہم یہ آگ اٹھا کر ان پر الٹ دیتے ہیں آپ علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے میں تم سے مدد نہیں لینا چاہتا اگر زندہ ایک دوسرے کی مدد کرے تو یہ کوئی شرک اور کفر نہیں اور منع بھی نہیں لیکن مقام خلیل یہ ہے کہ وہ کہتا ہے نہیں حالانکہ ان کو پتہ ہے کہ فرشتے اللہ کے ہیں اور اللہ کے حکم کے بغیر میرے پاس نہیں آسکتے لیکن فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ خلیل اللہ میں تو آپ کے اور اللہ کے درمیان میں واسطہ ہوں، ہمیشہ وحی لے کر آنے والا، ہر نبی کی خدمت میں آنے والا، اور آپ جانتے ہیں کہ اللہ نے مجھے کتنی قوتوں اور طاقتوں سے نوازا ہے آپ مجھے فرمائیں میں آپ کے لئے کیا کروں؟ فرمایا "أَمَّا إِلَيْكَ فَلَا حَاجَتِي"

آپ کی بھی ضرورت نہیں اسی سے سوچیں کہ ہمیں کوئی خواب میں بھی نظر آجائے تو پتہ نہیں کیا کریں۔

اور پھر ابراہیمؑ کو یہ شبہ بھی نہیں کہ جبرائیلؑ میری مدد بھی کرسکے گا یا نہیں۔ یا جبرائیلؑ کی

طاقت بھی ہے کہ اس آگ کو الٹ دے یا بجھا دے ان کو یقین ہے کہ جو سدوم جیسی بڑی بستی ایک سیکنڈ میں اوپر آسمان تک لے جاسکتا ہے تو یہ کیا چیز ہے؟ لیکن فرمایا کہ آپ کی بھی ضرورت نہیں۔

میرا حال خود اللہ جانتا ہے

اور بعض علماء مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ جبرائیلؑ نے عرض کیا کہ اے ابراہیم الخلیلؑ کم از کم اپنے اللہ سے تو مانگو تو سیدنا ابراہیم الخلیلؑ سسکرائے اور فرمایا کہ جبرائیلؑ مجھے یہ بتاؤ کہ میرے اللہ کو پتہ ہے کہ یہ ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا جی ہاں اللہ کو پتہ ہے اللہ کے حکم کے بغیر آگ نہیں جل سکتی تو فرمایا کہ اگر اللہ ہمیں جلانے پر راضی ہے تو ہم جلنے پر راضی ہیں الخلیل "راض علی حکم الجلیل" ہم تو اپنے رب کریم کے ہر منشا پر راضی ہیں اگر ان کا فرمان اور ان کا منشا ہے کہ ہم جل جائیں تو جل جائیں گے۔

ابراہیمؑ کی عجیب مناجات

ایک عجیب بات ابراہیمؑ نے فرمائی جس کا کتابوں میں ذکر ہے فرماتے ہیں کہ "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ وَاحِدٌ فِي السَّمَاءِ وَ أَنَا وَاحِدٌ فِي الْأَرْضِ أَعْبُدُكَ" میرا اللہ! تو اپنے ملک میں آسمانوں میں اکیلا ہے اور آج زمین میں میں بھی اکیلا ہوں۔ تیری عبادت کرنے والا اور کوئی نہیں۔ آپ کی مرضی اور آپ کے ہر حکم پر راضی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا آگ کو عجیب حکم

اس کے بعد کفار نے فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ منجنیق سے پھینک دو تو اللہ پاک نے بھی براہ

راست آگ کو حکم دیا جس کا اللہ نے قرآن پاک میں سورۃ الصافات اللہ نے میں ذکر فرمادیا ہے۔اور دوسری آیت میں بھی فرمایا ہے کہ" قُلْنَا یٰنَارُ کُونِیْ بَرْدًا وَ سَلٰمًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ" ہم نے آگ کو حکم دیا کہ ٹھنڈی ہو جا اور ایسی ٹھنڈی نہیں کہ میرے ابراہیم کو تکلیف پہنچے آپ نے دیکھا ہے کہ ٹھنڈ زیادہ ہو تو پھر تکلیف ہے۔

رسیاں جل گئیں ابراہیمؑ نہ جلے

اسی لئے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے آگ کو حکم دیا اور ساتھ پابند کر دیا "علی ابراھیم" اگر ابراہیم پر قید نہ لگاتے تو ساری دنیا کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی اور پھر عجیب منظر ہے کہ جب حکم ملتا ہے تو آگ ان رسیوں کو تو جلاتی ہے چونکہ ابراہیمؑ کے کپڑے بھی اتارے گئے تھے اور آپ کو رسیوں سے باندھا بھی گیا تھا کہ آپ کسی طرح بھی نکل نہ سکیں بچ نہ سکیں اپنا دفاع نہ کر سکیں۔

قیامت میں سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس ملے گا

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "اول من یکسی یوم ن القیامة ابراھیم "سب سے پہلے قیامت والے دن قبروں سے اٹھنے کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا صحابہؓ نے پوچھا "قبلک یا رسول اللہ" آپ سے بھی پہلے؟ فرمایا ہاں اللہ کی توحید کے لئے دنیا میں ان کے کپڑے اتارے گئے تھے آج اللہ بدلہ دیں گے کہ آج سب سے پہلے ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے تو ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تو بخاری میں صحیح روایات میں موجود ہے کہ اس وقت زبان پر "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ" تھا۔

کلمہ حسبنا اللہ کی اہمیت

یہ وہ کلمہ ہے جو میرے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر فرمایا تھا کہ جب ان کو خبر دی گئی تھی کہ

إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ. فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْءٌ.

صحابہؓ نے بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی پڑھا تھا اور بی بی عائشہؓ پر جب تہمت لگی اور آپ کو جب پتہ چلا کہ لوگ میرے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں تو سب سے پہلے ان کی زبان پر یہی کلمہ آیا حَسْبُنَا اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ "۔

اس لئے یاد رکھیں علماء نے لکھا ہے کہ کتنی بڑی مصیبت ہو کتنے بڑے امتحان میں آپ مبتلا ہو جائیں لیکن اس کلمے کی ایسی برکت ہے کہ اگر آپ یقین کامل کے ساتھ پڑھیں گے تو اللہ تبارک وتعالی ساری بلاؤں کو ٹال دیں گے محض اس کلمہ پر بہت سے علماء نے کتابیں لکھی ہیں، یعنی اس کے فضائل اور فوائد پر باقاعدہ مؤلفات ہیں کتابیں، لکھی گئی ہیں اور البتہ یہ بات ضرور ہے کہ بعض کہتے کے ہیں تین سو مرتبہ پڑھیں، اور بعض کہتے ہیں تین سو تیرہ مرتبہ پڑھیں، بعض کہتے ہیں پانچ سو مرتبہ پڑھیں، بعض کہتے ہیں چھ سو مرتبہ پڑھیں تو پڑھنے کے مختلف طریقے تو ہو سکتے ہیں لیکن اس میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ جب کوئی آدمی یہ کلمہ پڑھے اور اس کو اللہ پر یقین کامل ہو تو اللہ اس کو سرخرو فرمائیں گے اور اس کو یف مصیبت سے بچالیں گے۔

حضرت ابراہیمؑ کے پاس جنت کی نعمتیں

تو جب سیدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا تو آگ نے رسیاں تو جلا دیں لیکن ابراہیمؑ کو کچھ

نہ کہا اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیلؑ اس وقت بھی ساتھ کھڑے ہیں اور ابراہیمؑ کی پیشانی سے پسینہ بہتا دیکھ رہے ہیں صرف اتنا احساس ہوا اور کچھ نہ ہوا اور اس آگ میں ایک دو دن نہیں بلکہ ایک روایت میں ہے چالیس دن اور دوسری میں ہے کہ پچاس دن گزارے اور سیدنا ابراہیمؑ فرماتے تھے کہ سب سے بہترین میری زندگی کے وہی دن تھے جب میں آگ میں تھا کہ جنت کا کھانا، جنت کی نعمتیں، جنت کی پوشاک، جنت کا لباس اور سیدنا ابراہیمؑ کی والدہ کے بارے میں کتابوں میں آتا ہے کہ جب ابراہیمؑ آگ میں ڈال دیئے گئے تو آپ باہر کھڑی کھڑی رو رہی ہیں آخر ماں ہیں، باپ ہیں ایک خفیہ جگہ پر کھڑے ہو جاتے اور روتے کہ ہمارا بیٹا جل گیا، تو اللہ نے حکم دیا کہ ان کے سامنے سے حجاب ہٹا دو جب حجاب ہٹا دیا گیا تو انہوں نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں زندہ سلامت دیکھا تو ان کو تسلی ہوگئی اور ابراہیمؑ کا والد کہ اٹھا اے ابراہیم تیرا رب بہت اچھا رب ہے۔

سیدنا ابراہیمؑ جب ہجرت کر کے جا رہے تھے تو راستے میں ایک جابر بادشاہ نے آپ کی بیوی بی بی سارہؓ کو زبردستی آپ سے چھینا اور اس کے بعد اس نے بری نیت سے آپ پر تین مرتبہ حملہ کرنا چاہا لیکن اللہ نے اس کے مکر کو اس کے برے ارادے کو ختم کر دیا اس کا تین مرتبہ ہاتھ شل ہوگیا اور بی بی صاحبہؓ کی دعا سے ہی اس کو آزادی ملی اور آخر میں اس نے بی بی حاجرہؓ بی بی سارہؓ کو بطور خادمہ عطا کی اور معافی بھی مانگی کہ میں نے غلطی کی ہے لیکن اللہ نے آپ کو محفوظ رکھا ہے تو اب مجھے معاف کر دیں اور مجھے بد دعا نہ دیں تو اب بی بی سارہ اور بی بی حاجرہ کو لے کر رت ابراہیمؑ کی خدمت میں آگئیں ابراہیمؑ بے حد پریشان تھے آپ کو پتہ تھا حضرت کہ وہ کیسا غلط آدمی تھا جب بی بی سارہؓ واپس آئیں تو حضرت ابراہیمؑ نماز کی کیفیت میں تھے، بعض روایات

میں ہے کہ آپ نے اشارہ کیا کہ کیا ہوا؟ تو بی بی صاحبہؓ نے عرض کیا کہ "ان اللہ رد کید الکافر والفاجر في نحرہ "اللہ نے اس ظالم کافر کے مکر کو اسی پر الٹا دیا ہے۔ اللہ نے مجھے محفوظ رکھا ہے جب ابراہیمؑ فارغ ہوئے تو بی بی سارہؑ نے سارا واقعہ سنایا ساری کیفیت سے آگاہ کیا اور یہ بھی بتلایا کہ اب تو انہوں نے حضرت بی بی حاجرہ بھی ہمیں ہدیہ میں دی ہے یہ مصر سے تھیں اور بہت بڑے خاندان سے تھیں۔ لیکن جبار نے اپنے قبضے میں رکھا ہوا تھا۔ اب ابراہیمؑ ان کو لے کر روانہ ہوئے۔

ثلاث کذبات والی حدیث اور اس کا معنی

اب ایک بات حدیث صحیح میں آتی ہے کہ ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا سوائے تین مقامات کے اور وہ تین یہ ہیں ایک جب ان سے قوم نے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کو کس نے مارا ہے تو فرمایا کہ ان کے بڑے نے تو یہ تو جھوٹ ہوا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ نے مارا تھا۔ اور دوسرا جب قوم آئی اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ میلے میں چلو تو فرمایا کہ میں بیمار ہوں اور تیسری بات جب اس فرمایا کہ بادشاہ جبار نے آپ کی بیوی کو پکڑا تو آپ نے حضرت سارہؓ سے فرمایا کہ اگر وہ تم سے پوچھے تو تم کہنا کہ میں بہن ہوں۔

حدیث میں "ثلاث کذبات" آیا ہے لیکن محدثین اور مفسرین نے جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے فہم عطا فرمائی ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ بظاہر تو یہ بات کہی گئی ہے ورنہ حقیقت میں یہ جھوٹ نہیں ہے اللہ کے نبی تو معصوم ہیں اگر اللہ کے نبی سے جھوٹ بولنا نعوذ باللہ ثابت ہو جائے تو پھر اعتماد کہاں؟ پھر تو اس کی دعوت کا قصہ ہی ختم ہوگیا۔

مثال

یوں سمجھیں جیسے سیدنا عمرؓ نے رمضان المبارک میں جب دیکھا کہ کچھ لوگ ایک حافظ کے پیچھے کھڑے ہیں اور کہیں دو کھڑے ہیں کہیں دس کھڑے ہیں تو حضرت عمرؓ پر یہ بات گراں گزری انہوں نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ ہے اور لوگ علیحدہ علیحدہ کھڑے ہیں" لو جمعناهم علی امام واحد "اگر ان کو ایک امام پر اکٹھا کر کے کھڑا کر دو تو کتنی بڑی جماعت بن جائے گی تو حضرت امیر المؤمنینؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ جو قرآن کے سب سے بڑی قاری تھے ان کو بلایا اور کہا کہ آپ کل سے تراویح پڑھایا کریں اور تمام صحابہؓ کو حکم دیا کہ تراویح کل سے ابی بن کعبؓ کے پیچھے ہوگی بعد میں اگر کسی نے تلاوت کرنی ہو تو کرتا رہے لیکن تراویح صرف ابی بن کعبؓ کے پیچھے ہوگی۔

تو جب اگلی رات آئی اور حضرت ابی بن کعبؓ نے تراویح پڑھانا شروع کی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بھر گئی تو فرمایا کہ دیکھو کتنا عمدہ اللہ کی عبادت کا منظر نظر آرہا ہے۔ "نعم البدعة هذه "اب حالانکہ اس پر بدعت کا اطلاق کیا گیا ہے لیکن اگر وہ بدعت حقیقی معنوں میں بدعت ہے جو چیز سنت کے مقابلے میں ہو نعوذ باللہ وہ کیسے اچھی ہو سکتی ہے" کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة "وہ تو گمراہی ہوتی ہے اور پھر خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ جو حکم کریں تو وہ تو سنت ہے۔ "علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین "سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اور میرے خلفاء کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر تو باقاعدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا کہ" فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر "۔ میرے بعد اگر کسی کی اقتداء کرنی ہے تو ابو بکرؓ اور عمرؓ کی کرنی ہے ان

کا کام کیسے بدعت ہوسکتا ہے اور پھر مسجد میں نماز پڑھنے والے کون ہیں؟ صحابہؓ ہیں اور پڑھانے والا کون ہے؟ صحابیؓ ہے تو جب سارے صحابہؓ کسی مسئلے پر اکٹھے ہو جائیں اور اعتراض نہ کریں تو یہ تو اجتماع صحابہؓ ہوگیا اجماع صحابہؓ کا تو وہی مقام ہے جو سنت رسول ﷺ کا مقام ہے وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے تو سمجھیں کہ بدعت کا معنیٰ ہوتا ہے نئی چیز تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے کہ پہلے ہر کوئی علیحدہ علیحدہ پڑھتا تھا اب ایک امام کے پیچھے کھڑے ہو کر تراویح پڑھی جارہی ہے نئی چیز ہے لیکن بہت اچھی اس سے لغوی طور پر بدعت مراد ہے اصطلاحی اور شرعی نہیں۔

توریہ فی الکلام

اسی طرح توریہ فی الکلام ہوتا ہے کہ اپنی بات کو ایسے انداز میں کریں کہ دوسرے کو سمجھنے میں مشکل پڑ جائے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی بہن اپنے بھائی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے فرعون کے محل میں پہنچی تو دیکھا اتنی عورتیں جمع ہیں اور ایک بچہ ہے رو رہا ہے تو پہچان گئیں کہ میرا بھائی ہے پوچھا کہ کیا بات ہے تو انہوں نے کہا کہ بہت دائیاں بلائی گئیں، مرضعہ بلائی گئیں لیکن بچہ ہے کہ دودھ کو منہ ہی نہیں لگاتا بھوکا ہے، رو رہا ہے تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ میں تم کو ایک گھرانے کے بارے میں خبر دیتی ہوں ''هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُوْنَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نصِحُوْنَ'' اور وہ گھرانہ اس کو سنبھال لے گا وہ بی بی بڑی نیک ہے صالحہ ہے اور وہ خیر خواہ بھی ہے اب بی بی کے منہ سے نکل تو گیا لیکن فرعون تو بڑا کائیاں تھا اس کو تو فوراً شبہ ہوگیا اس نے کہا کہ اس سے پوچھو کہ اس کو کیسے پتہ ہے کہ وہ خیر خواہ ہے اس کا مطلب ہے یہ بچے کو جانتی ہے کہ کس کا بیٹا ہے اب وہ تفتیش والے آگئے اور پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے تو یہ کہا ہے کہ وہ فرعون کا خیر خواہ ہے نہ کہ یہ کہا ہے کہ وہ موسیٰؑ کا خیر خواہ ہے۔

اب بادشاہ نے کہا کہ ٹھیک ہے حالانکہ کیا ہے بی بی صاحبہ کا کہنے کا مقصد یہی تھا کہ موسیٰؑ کا خیر خواہ ہے اس کو کذب نہیں کہا جاسکتا۔

تیسری مثال

اسی طرح سیدنا ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں ہجرت کی رات میں جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے جارہے تھے اور میں تھوڑا پیچھے چل رہا تھا کہ راز نہ کھل جائے تو اتفاق سے ایک آدمی نکل آیا اس نے پوچھا کہ ابو بکرؓ "من ھذا الرجل" یہ جو آگے آدمی جارہا ہے یہ کون ہے؟ اب حضرت صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ میرے لئے تو مسئلہ پیدا ہوگیا کہ اگر میں بتاؤں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تو صاف بات ہے کہ ان کو شبہ ہوگا کہ یہ کیوں جارہے ہیں اور اگر میں نہ بتاؤں تو صدیق ہو کر جھوٹ کیسے بولوں؟

تو اللہ نے فوراً میرے دماغ میں بات ڈال دی میں نے کہا "رجل یھدینی سواء السبیل" ایک بندہ ہے جو مجھے صحیح راستہ بتلاتا ہے اب بات تو ٹھیک ہے کہ اللہ کا نبی راستہ تو بتلاتا ہے، صراط مستقیم تو بتلاتا ہے جھوٹ بھی نہ ہوا اور بات بھی چھپ گئی۔

اگر اس انداز میں بات کی جائے کہ اس کلام کا رخ دونوں طرف پھیرا جائے لیکن مقصد اس کا کسی کا تحفظ کرنا ہے، کسی کی جان بچانی ہے اگر خدانخواستہ دشمن کو پتہ چل جائے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچاتے اسی لئے حضرت ابو بکر صدیق ﷺ نے یہ کیا۔

اسی طرح ایک معاملہ اصطلاحات علماء میں ہوتا ہے کہ آپ کہیں کہ جب میں بات کروں گا تو اس کا جواب میرے مخالف سے نہیں بن پڑے گا اور جب جواب نہیں بن پڑے گا تو پھر میں اس پر ضرب لگاؤں گا تو وہ بھی جھوٹ نہیں ہوتا۔ دراصل آدمی کا اپنے مقصد کو واضح کرنے

کے لئے ایک انداز ہوتا ہے کہ جب انہوں نے ابراہیمؑ سے پوچھا کہ ہمارے معبودوں کو کس نے توڑا ہے؟ تو فرمایا ''بل فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ'' ان کے بڑے نے کیا ہے ''فَسْئَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ'' اگر وہ بولتے ہیں تو ان سے پوچھ لو۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ تو بولتے نہیں ہیں۔

جواب

یہی تو ابراہیمؑ ان سے کہلوانا چاہتے تھے کہ اپنے منہ سے یہ کہیں تو اب حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ''اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ'' تم ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہو جو جواب بھی نہیں دے سکتے حیف ہے تم پر اور تمہارے معبودوں سے مکھی کو نہیں ہٹا سکتے، وہ مشکل کشا کیسے بن سکتے ہیں؟ حاجت روا کیسے بن سکتے ہیں؟

تو کوئی مقصد ہوتا ہے بات کہلوانے کے لئے بظاہر تو یہ جھوٹ تھا کہ ان کے بڑے نے کیا ہے لیکن اللہ کی توحید تک ان کو پہنچانے کا طریقہ یہ تھا کہ ایسی بات کرو کہ پھر ان کے پاس جواب ہی نہ ہو۔[۱]

دوسرا جواب (اضافہ از امداد اللہ)

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں حضرت قاری ابن سمیعؒ سے بل فعلہ پر وقف نقل کیا ہے۔ تو آپ کے جواب کا مطلب یہ ہے ''بل فعلہ؟ فعلہ کبیرھم ھذا. فاسئلوھم ان کانوا ینطقون.

یعنی ان سے یہ جس نے کیا ہے کیا ہے۔ یہ ان کا بڑا ہے۔ ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہیں۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ نے ''فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ. فَقَالَ إِنِّيْ سقيم'' ستاروں کی طرف دیکھا کیونکہ قوم ستاروں کو مانتی تھی ان کے نزدیک تو تارے سارا نظام چلانے والے

ہیں۔تو اس لئے کہا کہ میں بیمار ہوں۔

علماء نے لکھا ہے کہ کہنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سے بڑی کوئی بیماری ہوگی کہ پیغمبر کے سامنے شرک ہو رہا ہو۔وہ تو روحانی بیمار ہیں تو ابراہیمؑ نے کوئی جھوٹ نہیں بولا"سقیم" کا معنیٰ ہوسکتا ہے کہ میں بیمار ہونے والا ہوں تو یہ بھی سچ ہے کہ کسی وقت بیمار ہو سکتے ہیں یہ بھی جھوٹ نہیں ہے۔

اور اسی طرح بی بی سارہؓ کے بارے میں فرمایا کہ میری بہن ہے آپ نے با قاعدہ وضاحت کی کہ "لم یکن فی الارض احد سواک"اس وقت تیرے اور میرے سوا زمین پر کوئی نہیں کلمہ پڑھنے والا۔

لے-اسلام کا رشتہ ہے کہ"انما المومنون اخوۃ" کہ ہر کلمہ پڑھنے والا ایک دوسرے کا بھائی ہوتا ہے اور پھر اس اعتبار سے بھی تو ہر آدمی بھائی بہن ہیں کیونکہ ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ ہے۔اگر مادۂ بعیدہ دیکھا جائے تو ماں بھی ایک ہے باپ بھی ایک ہے مادۂ تقریبہ دیکھا جائے تو ماں اور باپ الگ الگ ہیں۔یہ بھی ابراہیمؑ کا جھوٹ نہیں تھا بلکہ ظاہری شکل جو تھی اس کو کذب کے ساتھ بیان کیا گیا ورنہ اللہ کے نبی جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں،ہر گناہ سے پاک ہیں۔

جس طرح کہ بائبل کی اسی کتاب میں ہے اس لئے حضرت ابراہیمؑ کا اپنی بیوی کو بہن کہنا بھی درست ہوا۔(انور)

بعض علماء نے یہ جواب بھی دیا ہے کہ حضرت سارہؓ حضرت ابراہیمؑ کی باپ شریک بہن تھیں ماں جدا جدا تھی اور ان کی شریعت میں باپ شریک بہن سے نکاح درست تھا(جیسا کہ بائبل میں کتاب سے پیدائش ۱۲:۲۰ لکھا ہے کہ ابرہام(یعنی ابراہیم)نے کہا کہ میرا خیال تھا کہ خدا کا خوف تو اس جگہ ہرگز نہ ہوگا اور وہ مجھے میری بیوی کے سبب سے مار ڈالیں گے۔اور فی الحقیقت وہ میری بہن بھی ہے کیونکہ وہ میرے باپ کی بیٹی ہے اگرچہ میری ماں

کی بیٹی نہیں ہے۔ پھر وہ میری بیوی ہوئی) جس طرح دو=

حضرت اسماعیلؑ کی پیدائش کیلئے ابراہیمؑ کی دعا

سیدنا ابراہیمؑ جب روانہ ہوئے تو آپ نے اللہ سے دعا کی " وَقَالَ إِنِّيْ ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ. رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّلِحِيْنَ . فَبَشَّرْنَهُ بِغُلٰمٍ حليم "کہ میرے مولی مہربانی فرما مجھے بھی بچہ عطا فرما لیکن بیٹا ہو اور نیک ہو۔ کیونکہ اولاد صالح تو نعمت ہے ورنہ آدمی کے لئے بری اولاد عذاب ہے۔

نیک اولاد کی دعا کرنی چاہیئے

اسی لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ آدمی بہت اچھا ہوتا ہے لیکن اولاد کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے، دوستوں کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے۔ تو اس سے سبق ملتا ہے کہ جب بھی ہم دعا مانگیں تو صالح اولاد کی مانگیں اور اگر اولاد موجود ہے تو ان کی فلاح مانگنی چاہیئے" اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ " کیونکہ اگر بچوں میں صلاح ہے تو پھر آپ کا پورا گھر کامیاب ہے اور اگر بچوں میں بگاڑ ہے تو گھر برباد ہو گیا کیونکہ نسل تو اسی سے چلنی ہے۔

حضرت حاجرہؑ کو حضرت اسماعیلؑ کا حمل مبارک

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو بشارت فرمائی اور اس کا قصہ یہ ہوا کہ ایک دن بی بی سارہؓ نے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا کہ حضرت یہ جو مجھے بی بی حاجرہؓ دی گئی ہیں

بہنوں کا ایک شخص سے نکاح درست تھا جیسے حضرت یعقوب کی دو بیویاں لیا اور راخل آپس میں بہنیں تھیں۔ جس طرح کہ بائبل کی اس کتاب پیدائش ۲۹:۸-۳۰ میں ہے اور حضرت آدم کی سگی اولاد میں بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح ہوتا تھا۔

جبکہ والتاریخ میں مؤرخ انجی نے لکھا ہے کہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم کی ماں حضرت ابراہیم کے چچا کی بیٹی تھیں۔ (انور)

یہ میں آپ کو ہبہ کرتی ہوں۔آپ اس کے ساتھ رشتہ ازدواج قائم کریں ہوسکتا ہے اللہ پاک ہمیں اولاد سے نواز دے دس سال گزر گئے ہیں۔حضرت ابراہیمؑ نے ان کی بات مان لی اور اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی سال تھی۔جب حضرت ابراہیمؑ نے بی بی حاجرہؑ سے ازدواجی تعلق قائم کیا تو بی بی صاحبہ حاملہ ہوگئیں کیونکہ خوشخبری تو اللہ پاک پہلے ہی بھیج چکے تھے کہ ہم آپ کو بچہ دیں گے۔

حضرت سارہؑ اور حضرت حاجرہؑ کی گفتگو

اب جب بی بی صاحبہ حاملہ ہوگئیں تو یہ تو فطری بات ہے کہ ایک بیوی گھر میں ہو جس طرح کہ بائبل کی اسی کتاب پیدائش ۳۰۔۲۹:۸ میں ہے اور حضرت آدمؑ کی سگی اولاد میں بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح ہوتا تھا وہ لاولد ہو اس میں سے اولاد نہ ہو بانجھ ہو اور خاوند دوسری شادی کرے اور وہ حاملہ ہو جائے تو لازمی بات ہے کہ پھر اس کا دماغ تو اونچا ہو جاتا ہے کہ میں اچھی ہوں۔تو اب بی بی حاجرہؑ میں بڑے پن کا اظہار ہوگیا تو بی بی سارہؑ غصے میں آگئیں کہ عجیب بات ہے میری کنیز تھی اور اب مجھے بڑا پن دکھاتی ہیں۔تو بی بی سارہؑ نے حضرت ابراہیمؑ سے شکایت کی کہ آپ نے بی بی حاجرہؑ کا کردار دیکھا ہے کہ وہ میرے ساتھ کس طرح بات کرتی ہیں۔تو آپ نے فرمایا کہ تم نے ہی تو کہا تھا ورنہ میں نے تو خواہش نہیں کی تھی۔

بی بی حاجرہؑ کو بشارت

تو بی بی حاجرہ اس مقام سے چلی گئیں ایک مقام کی طرف جہاں پانی تھا چشمہ تھا ایک دن وہاں بیٹھی تھیں کہ ایک فرشتہ آیا اس نے خبر دی کہ بی بی کیوں گھبرا خبر رہی ہو؟ تمہارے بطن میں بڑی شان والا بچہ ہے اور اس کی ذریت میں اللہ عظیم شخصیتیں پیدا فرمائیں گے۔ "مَشَارِقِ الْأَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا، جن کا مشرق اور مغرب کے اندر دبدبہ ہوگا۔آپ تو اتنے عظیم

الشان بیٹے کی ماں بننے والی ہو آپ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے کیوں گھبراتی ہو۔اور جب وہ بچہ پیدا ہوتو اس کا نام اسماعیل رکھنا تو بی بی صاحبہ کو بڑی تسلی ہوگئی۔

حضرت حاجرہؑ کے خلاف حضرت سارہؑ کی قسم

اب بی بی صاحبہ واپس آئیں اسی دور میں کچھ روایات یہ بھی آتی ہیں کہ بی بی سارہ کو پھر غصہ آیا تو انہوں نے کہا" و اللہ لا قطعن "خدا کی قسم ہے کہ میں بی بی حاجرہ کے تین اعضاء کسی وقت موقع ملا تو کاٹ دوں گی۔اب ابراہیمؑ کو پتہ چلا کہ بی بی سارہؑ نے قسم کھائی ہے۔اس زمانے میں قسم کا کفارہ بھی نہیں تھا کہ آدمی کفارہ دے کر فارغ ہو جائے بلکہ وہ قسم پوری کرنی پڑتی تھی یا اللہ کے ہاں گنہگار ہو،اور پھر نبی کی بیوی اپنے آپ کو گنہگار کیسے کرے؟

قسم کا عجیب کفارہ

تو ابراہیمؑ نے جب سمجھایا تو انہوں نے کہا کہ میں تو قسم کھا بیٹھی ہوں اب کیا کروں یہ جو روایات میں ذکر کر رہا ہوں ان کا صحیح احادیث میں ذکر تو ہے کیونکہ یہ اتنی بلند مرتبہ ہوتی ہیں کہ ان میں کچھ نہ کچھ حقیقت تو پائی جاتی ہے۔تو ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم بی بی کے دونوں کانوں اور ناک میں سوراخ کر دو تو تین اعضاء ہو گئے اور آپ کی قسم پوری ہوگئی یہ سوراخ وہیں سے شروع ہوئے پھر آہستہ آہستہ معاملہ بڑھتا گیا یہ تمدن ترقی کرتا گیا۔

پنجابیوں میں شادی کا انوکھا طریقہ

پہلے تو بطور سزا کے تھا یا جیسا کہ پہلے لوگ غریب ہوتے تھے گھوڑوں پر بیٹھ کر دوسرے قبیلوں میں جا کر تاخت وتاراج کرتے تھے اور ان کی عورتوں کو گھسیٹ کر اٹھالاتے تھے اور ان کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیتے تھے کہ بھاگ نہ جائیں۔

وہی تصور آج بھی ہمارے ہاں موجود ہے کہ شادی والے دن دولہے کو گھوڑے پر بٹھا دیتے ہیں کیونکہ کسی کی لڑکی کو اٹھانے جارہا ہے اور آج بھی صرف فرق اتنا ہے کہ پیروں میں لوہے کی جولان ڈالنے کی بجائے سونے کی پازیب ڈال دیتے ہیں گلے میں رسہ ڈالنے کی بجائے نیکلس (ہار) ڈال دیا اسی طرح ناک میں مہار ڈالنے کی بجائے ڈائمنڈ کا نگ ڈال دیا کہ دور سے چمک آئے چیز اصل میں وہی تھی باذوق لوگوں نے اس کو صرف زیور کا رنگ دے دیا کہ وہ بات بھی رہے اور عورت بھی خوش ہو۔

بعض علاقوں میں عورتوں کا بھی ختنہ ہوتا ہے

اسی طرح روایت میں ہے کہ ختنہ مردوں میں تو سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا ہوا پھر آپ نے سیدنا اسماعیلؑ کا کیا لیکن روایات میں یہ بھی موجود ہے کہ اس زمانے میں بلکہ اب بھی بعض علاقوں میں عرب کے جو گرم علاقے ہیں وہاں عورتوں کا بھی ختنہ کیا جاتا ہے۔

اسی لئے ایک روایت میں ہے کہ ام عطیہ جو مدینہ میں عورتوں کے ختنے کرتی تھیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نصیحت کی کہ تم عورتوں کا ختنہ تو کرتی ہو لیکن زیادہ نیچے نہ کاٹا کرو یعنی زیادہ گہرا نہ ہو بس اوپر سے تھوڑا معمولی سا کاٹا کرو ''فانہ احظ للزوج'' تاکہ خاوند کے لئے عورت اور زیادہ پسندیدہ ہو جائے تو سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا ختنہ ہوا اور عورتوں میں آپ کی بیوی کا ہوا لیکن بطور سزا کے بی بی سارہؑ نے اپنا غصہ پورا کر کے یوں قسم پوری کی۔

سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا ختنہ ہوا

بہر حال واللہ اعلم۔ مردوں میں جو ختنہ ہے وہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے اور آپ کا ختنہ اسی سال کی عمر میں ہوا۔

سب سے پہلے ابراہیمؑ کے بال سفید ہوئے

''اول من رأی الشیب ''اور مردوں میں ابراہیمؑ پہلے شخص ہیں جن کے بال داڑھی میں سفید ہوئے ورنہ پہلے کسی نے بال سفید دیکھا ہی نہیں تھا تو جب ابراہیمؑ نے سفید بالوں کو دیکھا تو پوچھا''یارب ماھذا'' یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ تو بندے کا وقار ہے۔تو حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا" یارب زدنی وقاراً کہ اللہ یہ اگر وقار ہے تو اور بڑھاؤ۔

حضور ﷺ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد سے ہیں

اب اکثر روایات میں یہ ذکر ہے کہ جب بی بی حاجرہؑ اور بی بی سارہؑ کا آپس میں تباعد ہو گیا اور سیدنا اسماعیلؑ کی ولادت پر حضرت ابراہیمؑ کو بڑی خوشخبریاں ملیں کہ یہ تو وہ بیٹا ہے جس کی ذریت میں نبی محمد رسول اللہ ﷺ آئے گا۔جو خاتم الانبیاء ہیں۔

اس امت کے بارہ خلفاء

اور پھر وہ حدیث مبارک ہے جو سرکار دو عالم سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''لایزال الامر قائماً'' یہ دین کا حکم ٹھیک رہے گا" اثنا عشر خلیفة'' بارہ خلیفہ پیدا ہوں گے اور "کلھم من قریش'' وہ سب قریش سے ہوں گے اولاد اسماعیلؑ سے ہوں گے۔

شیعوں کے بارہ یا چھ امام

ایک تو شیعہ حضرات نے بارہ خلفاء بنا رکھے ہیں۔اور دوسرا شیعہ حضرات کا بڑا فرقہ شش امام مانتا ہے۔جو بارہ مانتے ہیں وہ تو شروع ہی حضرت علیؓ سے کرتے ہیں کہ پہلا امام حضرت علیؓ تھے اور آخری مہدی منتظر ہیں نماز میں بیٹھے ہیں محمد بن حسن عسکری کی اولاد میں سے ہیں جو امام غائب ہیں تو یہ زمانہ غیبت کبری کا ہے تو غیبو بت کبری کے زمانے میں جو

ہمارے آیت اللہ ہوتے ہیں یہ ان کے نائب ہوتے ہیں اور ان کے احکام پر امت کو چلنا ہوتا ہے یہ ان کا عقیدہ ہے لیکن اس میں کوئی حقیقت نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ نے صلح کر لی حضرت حسینؓ کو تو خلافت ملی ہی نہیں اور پھر جن کو وہ بارہ امام بناتے ہیں ان میں سے کوئی کبھی مسجد میں بھی امام نہیں رہا یعنی اتنا بڑا جھوٹ بول رہے ہیں کہ آخر امامت کے لئے کوئی حکومت تو ہو جیسا کہ ابو الکلام نے بڑی عجیب بات لکھی لکھی۔ ہے کہ

خلافت کوئی مسیحیت کا پوپ تو نہیں ہے

یعنی خلافت اور امامت کا جو اسلام میں تصور ہے وہ کوئی مسیحیت کا پوپ تو نہیں ہے کہ جس کے لئے پچھانوں کا سجدہ کافی ہے بلکہ خلافت تو تمکین فی الارض کا نام ہے کہ حکومت بھی تو ملے کسی جگہ تب ہی تو خلیفہ بنے گا تو ان کو تو کبھی نہیں ملی۔

بارہ خلفاء کون سے ہیں

تو اصل بارہ امام سے کیا مراد ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ سے شروع ہوں گے حضرت حسنؓ تک آئیں گے اور آگے بعض بنو العباسؓ سے ہیں اور بعض بنو امیہؓ سے ہیں اور اسی طرح عمر بن عبد العزیزؒ ہیں یہ ضروری تو نہیں کہ بارہ لگا تار ایک دوسرے کے ساتھ آئیں۔ قیامت سے پہلے پہلے بارہ پورے ہوتے ہیں۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ وہ پورے ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی ام اسماعیلؑ کی طرف توجہ

اب علماء نے لکھا ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کی ولادت کے بعد ظاہری بات ہے حضرت ابراہیمؑ کی توجہ حضرت حاجرہؑ کی طرف زیادہ ہو گئی کہ اب وہ بچے کی ماں بن گئی اور پھر بچے کا ملنا، بچے کی خبر گیری کرنا بھی تو ہے لہذا زیادہ وقت اسی بیوی کو ملے گا تو اس سے بی بی سارہ علیہا السلام کا غصہ اور تیز ہوتا گیا تو اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے سوچا کہ میں اس بیوی اور بچے کو کہیں دور چھوڑ آؤں۔

اسماعیلؑ اور ام اسماعیلؑ کی مکہ ہجرت کی وجہ

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ابراہیمؑ اپنے بیٹے کی محبت میں آگئے ابراہیم خلیلؑ ہیں اور خلیل اللہ کے دوست ہیں اور دوست تو پھر کسی دوسرے کی محبت برداشت نہیں کرتا۔ اسی لئے سید نا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر"۔ کہ میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن میں چونکہ اللہ کا خلیل ہوں اور دل میں اللہ کو مقام دیا جا چکا ہے اس میں کسی اور کی گنجائش نہیں ہے تو اب ابراہیمؑ بھی خلیل اللہ ہیں تو خلیل اللہ کو محبت چاہے بیوی سے ہو، بیٹے سے ہو، کہتے ہیں کہ اللہ کا جلال تھا کہ امتحان میں آگئے اللہ نے حکم دیا۔ کہ اپنے بیوی بیٹے کو لے جاؤ اور ایک جگہ پر چھوڑ دو جگہ ہم بتلا دیں گے۔

دونوں باتیں تھیں کہ ادھر بی بی سارہؑ بھی غصے میں تھیں اور اللہ کی عظمت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ خلیل میرا ہو اور پیار بیوی اور بیٹے سے کرے تو دونوں باتیں جب جمع ہوگئیں تو حکم ہوا اور ابراہیمؑ اپنی بیوی اور بچے کو لے کر آئے اور چلتے چلتے اللہ پاک کے حکم کے مطابق جہاں اب خانہ کعبہ ہے اور اس کے سامنے جہاں زمزم کا کنواں ہے اسی جگہ ایک اونچی جگہ تھی "عند دوح فوق زمزم" اس مقام پر آ کر انہوں نے سواری روک دی اللہ کا حکم وہیں تھا۔ بات بھی یہی سمجھ آتی ہے اور روایات سے تسکین بھی یہی ہوتی ہے ورنہ اللہ کا نبی اتنا کمزور نہیں ہوسکتا کہ ایک بیوی ناراض ہو جائے تو دوسری بیوی کو اتنی دور چھوڑ آئے یہ تو شان نبوت کے خلاف ہے۔

حاجرہؑ کا پیچھے دوڑنا اور ابراہیمؑ کی خاموشی

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تو روایات میں موجود ہے کہ سیدنا ابراہیمؑ نے جب بیوی اور بیٹے کو یہاں سرزمین حرم میں چھوڑا چلنے لگے کوئی بات نہیں کی بتایا نہیں تو بی بی صاحبہ پیچھے دوڑنے

لگیں کہ ابراہیمؑ کیا کر رہے ہو؟ تو اب اگر صرف بی بی سارہؑ کا غصہ ہوتا تو اب تو بی بی حاجرہؑ سے ملتے اور بچے کو چومتے بات کرتے اب تو بی بی سارہؑ نہیں تھیں۔ تو بتلاتے کہ اس لئے میں نے کہا کہ آپ علیحدہ رہیں، وہ علیحدہ رہیں، میں آتا جاتا رہوں گا۔ لیکن ابراہیمؑ بولتے بھی نہیں ہیں کیونکہ اللہ نے بولنے کا حکم نہیں دیا صحیح روایات کے اندر یہ بات موجود ہے کہ ابراہیمؑ چلتے گئے اور بی بی صاحبہ دوڑتی گئیں، دوڑتی گئیں حتی کہ جنت المعلیٰ جہاں اب قبرستان ہے تو اس مقام پر جب پہنچیں تو ابراہیمؑ خاموش ہیں۔

بی بی حاجرہؑ کا اطمینان

بی بی صاحبہ کھڑی ہوئیں اور کہا "اللہ امرک بھذا"؟ ابراہیم یہ تو بتائیں کہ یہ آپ کا غصہ ہے یا اللہ کا حکم ہے آپ ہمیں ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر جا کر رہے ہیں جہاں کچھ نہیں۔ جہاں پانی نہیں، جہاں کھیتی نہیں، جہاں کوئی بندہ نہیں بولنے والا۔ آپ کو اللہ نے حکم دیا ہے یا خود ناراض ہیں؟ تو اللہ نے حکم دیا کہ ابراہیم! جواب دے دو تو فرمایا کہ ہاں " ان اللہ امرنی بھذا" میرے اللہ کا حکم ہے تو حدیث مبارک میں آتا ہے کہ بی بی صاحبہ فوراً رک گئیں کہا" فاذا لا یضیعنا" کہ اگر اللہ کا حکم ہے تو اللہ ہمیں بھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائیں گے۔

اسماعیلؑ اور ام اسماعیلؑ کی حالت

اور بعض روایات میں آتا ہے کہ بی بی نے یہ بھی کہا "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" اور کہا کہ ابراہیم! اب جائیں اب ہمیں کوئی خوف نہیں۔ بی بی صاحبہ واپس آگئیں آپ کے پاس بچہ ہے وہ بھی دودھ پینے والا، اور ایک مشکیزہ پانی کا ہے اور ایک مشکیزہ ہے جس میں کچھ تو ہیں

اور کچھ کھجور میں ہیں یہ زاد راہ ہے تھوڑا تھوڑا کر کے گزارہ ہونے لگا اور کتنے دن وہ پانی چل سکتا تھا آخر ختم ہوگیا تو ''کان اسماعیل یتقلب'' حضرت اسماعیلؑ پلٹیاں کھانے لگے۔

بی بی صاحبہ کا حوصلہ

یہ واقعات پڑھ لینا یا کسی سے سن لینا کوئی مشکل بات نہیں بلکہ اس میں تفکر کریں کہ وہ کیا وقت ہوگا کہ سرزمین حرم میں نہ کعبہ ہے نہ عمارت ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میلوں تک کالے پہاڑ ہیں اور ایک اکیلی عورت بیٹھی ہو تو اس پر کیا گزرے گی اسی سے تصور کریں آپ اپنے فلیٹ میں ہوں بچے چلے جائیں تو کئی دن تک بندے کو نیند نہیں آتی دو دو مرتبہ آدمی چیک کرتا ہے کہ دروازے بند ہیں لاک ہیں کیا ہیں اب اکیلا سو رہا ہوں پتہ نہیں کیا ہوگا۔

بی بی صاحبہ کی حالت

تو سیدہ حاجرہؑ کا مقام عظمت دیکھیں کہ ایک اکیلی عورت ہے اور دودھ پینے والا بچہ ہے اور اللہ پر کتنا بڑا یقین ہے تو یہ دین کے لئے عورتوں کی قربانیاں تھیں۔

اس لئے آپ دیکھ لیں کہ ہم حج پر آتے ہیں ہماری بیٹیاں، ہماری بہنیں، ہمارے گھر والے لوگ، ہمارے عزیز و اقارب اتنی مشقت برداشت کرنے کے لئے تیار ہیں اس کعبۃ اللہ کے لئے، اس گھر کے لئے، اس حج کے لئے، اس دین کے لئے۔

اتنا بڑا امتحان جو اٹھایا جا رہا ہے کوئی آسان کی بات تو نہیں ہے بیٹا ہانپ رہا ہے پانی نہیں ہے اب آپ بتائیں عورت اکیلی کہاں جائے پھر اولاد ہے سب سے قریب ترین پہاڑ جبل صفاء تھا تو بی بی صاحبہ دوڑ کر صفا پر چڑھیں کہ دور کہیں نظر ڈالوں شاید کہیں اڑتے ہوئے پرندے نظر آجائیں بعض پرندے ایسے ہوتے ہیں جو خاص طور پر پانی کی جگہ پر اڑتے ہیں اور وہ عرب

لوگ پہچانتے ہیں کیونکہ وہ صحراؤں کے رہنے والے ہوتے ہیں شاید کوئی پرندہ نظر آجائے یا کوئی قافلہ گزرتا ہوا نظر آجائے ان کے پاس پانی ہو تو میرا بچہ بچ جائے تو ام اسماعیلؑ صفا پر چڑھیں صفا سے پھر آپ مروہ کی طرف چلیں اب صفا اور مروہ کے درمیان جو انہوں نے سبز بتی کا نشان لگا دیا ہے یہ جگہ نیچی تھی اور باقی جگہ اونچی تھی جہاں سے اسماعیلؑ نظر آتے تھے تو بی بی صاحبہ یہاں آئیں تو اسماعیلؑ نظر نہیں آتے تھے تو بی بی تیز چلتی تھیں کہ جلدی اونچی جگہ پر جاؤں دیکھوں تو سہی خدانخواستہ میں تو پانی ڈھونڈ رہی ہوں اور جنگل کا کوئی جانور آ کر بچے پر حملہ کر دے۔

اسی طرح مروہ پر چڑھیں پھر واپس آئیں کچھ نہیں نظر آرہا اسی دوڑنے کو میرے اللہ نے ایسا قبول فرمالیا کہ قیامت تک انبیاء، اولیاء، صلحاء، حجاج ہر آدمی سنت ام اسماعیلؑ کو زندہ رکھے گا اور صفا مروہ کے درمیان دوڑے گا اور اس دوڑنے پر ثواب تب مرتب ہوتے ہیں جب کیفیت وہ پیدا ہو جائے کہ سامنے بچہ ہو اس کی ہلاکت یقینی ہو پانی کہیں سے نظر نہ آئے آدمی اکیلا وحشت میں ہو اور بے تحاشہ دیوانوں کی طرح بھاگ رہا ہو جب یہ کیفیت پیدا کریں گے تو پھر دیکھیں صفا مروہ کی برکتیں کیسے حاصل ہوتی ہیں۔ اب تو ایک سنت ہے آدمی ادا کر دیتا ہے ائیر کنڈیشن ہیں، راحت ہے، آرام ہے، اس کے بعد بھی آدمی کہتا ہے کہ بہت رش ہے اس مرتبہ تو بہت تکلیف ہوئی اوپر دوڑ لیں گے پھر اور اوپر دوڑ لیں گے لیکن وہ کیفیت جب پیدا کریں گے تو برکت حاصل ہوگی کہ

فضائے بدر پیدا کر
فرشتے اتر سکتے ہیں
قطار اندر قطار اب بھی

آب زمزم کا ظہور

تو بی بی صاحبہ اسی دوڑ میں تھیں کہ آواز آئی۔ تو بی بی صاحبہ رک گئیں اور کہا کون ہو؟ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو واضح کرو، سامنے آؤ پھر آواز آئی کہ بی بی صاحبہ آپ نہ گھبرائیں آپ اپنے بچے کے پاس تو آئیں۔ جب بچے کے پاس آئیں تو دیکھتی ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ کے پاؤں ہل رہے ہیں اللہ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ جس جگہ میرے اسماعیل کے پیر لگ رہے ہیں اسی جگہ پر، پر مارو چشمہ نکل آئے گا۔

آب زمزم کی برکات

روایات میں آتا ہے کہ ماء زمزم میں اللہ نے بڑی برکتیں راحتیں جمع کی ہیں ایک تو جبرائیلؑ کا پر لگا اور ایک اللہ کے نبی کے پاؤں لگے اور پھر تیسری بڑی نعمت یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ڈول منگوا کر پیا اور اپنا لعاب دہن ڈالا اور پھر کنویں میں ڈال دیا تو وہ برکتیں بھی زمزم میں شامل ہوگئیں تو اب پانی نکلا تو بی بی صاحبہ نے جلدی جلدی پتھر لے کر اس کو روکنا شروع کیا زم، زم، زم، ٹھہر جا، رک جا، اور ہاتھوں میں لے کر مشکیزے میں بھرنے کی کوشش کی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رحم الله ام اسماعیل "اللہ اسماعیلؑ کی اماں پر رحمت فرمائے اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو "کان عینا و عیرا" یہ تو ایک نہر جاری ہو جاتی لیکن اللہ کو یہی منظور تھا اللہ کی رحمت اس میں تھی۔ تو اسی اثنا میں جب پانی کا انتظام ہوگیا تو اس وقت خانہ کعبہ کی کوئی عمارت نہ تھی وہ ایک اونچے ٹیلے کی شکل میں تھا اور باہر سے جب برسات کے پانی گرتے تھے تو کوئی ادھر سے چلا گیا اور کوئی ادھر سے چلا گیا۔

قبیلہ جرہم کو زمزم کی دریافت

کچھ دنوں کے بعد قبیلۂ جرہم مسفلہ میں مکہ کے نچلے حصے میں اترا اور انہوں نے پڑاؤ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک پرندہ اڑ رہا ہے جو عام طور پر پانی پر ہوتا ہے تو انہوں نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہاں تو کبھی پانی نہیں دیکھا یہ کیسا پانی ہے ان کے آدمی دوڑے دوڑے آئے تو دیکھا کہ بی بی صاحبہ ہیں، ایک بچہ ہے اور چشمہ ہے ماشاء اللہ ابل رہا ہے تو انہوں نے بھی پانی بھرا اور اپنے ساتھیوں کے لئے بھی لے گئے اور ان کو بتایا کہ وہاں تو ایک بڑا عظیم چشمہ ہے اور عجیب پانی ہے تو اب جرہم والے سب کے سب بی بی صاحبہ کے پاس آگئے اور آ کر کہنے لگے کہ اماں! اگر تم ہمیں اجازت دے دو ناراض نہ ہو ہمیں رخصت دے دو تو ہم لوگ یہاں تمہارے ساتھ آباد ہو جائیں۔ ہم بھی اسی لئے سفر کر رہے ہیں کہ کوئی اچھی جگہ ملے تو ہم وہاں ٹھہر جائیں۔

حضرت اسماعیلؑ کی قبیلہ جرہم میں شادی

تو بی بی صاحبہ نے کہا کہ میں اس کی تو آپ کو اجازت دیتی ہوں "لکن لا لاحق لکم علی الماء" لیکن تمہارا پانی پر کوئی کنٹرول نہیں ہوگا۔ پانی ہمارے کنٹرول میں ہوگا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے تو قبیلۂ جرہم وہاں آباد ہوا اور یہ خالص عرب تھے تو اب سیدنا اسماعیلؑ نے "اول من تکلم بالعربیۃ" پہلے عربی بولی اور وہ انہوں نے قبیلۂ جرہم سے سیکھی اور اسماعیلؑ جوان ہو گئے تو بنو جرہم نے بی بی حاجرہؑ سے خواہش ظاہر کی کہ مہربانی کریں آپ کا بچہ جوان ہو گیا ہے اب اس کی ہماری بچی سے شادی کر دیں اسماعیلؑ نے قبیلۂ جرہم کی ایک لڑکی سے شادی کی اس کے بعد سیدہ حاجرہؑ وفات فرما گئیں۔

ابراہیمؑ کس سواری پر حضرت حاجرہؑ کو ملنے آتے تھے

ابراہیمؑ کو جب اللہ کی طرف سے اجازت ملی تو ابراہیمؑ تشریف لے آئے کہ میں مکہ جا کر پتہ تو کروں میرے بیٹے اور بیوی کا کیا حال ہے؟ اب اس میں دو روایات ہیں۔

بعض علماء تو یہ لکھتے ہیں کہ ابراہیمؑ کے لئے معجزہ تھا اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے لئے زمین کو لپیٹ دیتے تھے زمین مختصر ہو جاتی تھی ان کو شام اور بیت المقدس سے مکے کا سفر مشکل نہیں ہوتا تھا تو جلدی طے ہو جاتا تھا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے آپ کے لئے زمین لپیٹ دی جاتی تھی۔

ابراہیم علیہ السلام کی بہو سے ملاقات اور پیغام

اور بعض روایات میں ہے کہ آپ براق پر تشریف لاتے تھے اور بعض روایات میں ہے کہ آپ اپنی اسی عام سواری پر تشریف لاتے تھے۔ آپ تشریف لائے اور آ کر پتہ کیا بی بی حاجرہؑ فوت ہوگئیں تھیں حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شکار پر گئے ہوئے ہیں تو پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا میں اسماعیلؑ کی بیوی ہوں تو فرمایا کیا حال ہے؟ کیسا گزارا ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کیا پوچھتے ہو "فی ضیق و شدة" (سخت تنگی میں ہیں) آپ نے پوچھا کیوں تو اس نے کہا ہمارے پاس ہے کیا؟ یہ پانی ہے اور بھی اسماعیلؑ شکار کر کے آتے ہیں کبھی کوئی جانور پرندہ مل گیا کبھی نہ ملا۔

آپؑ نے فرمایا اچھا میں تو جاتا ہوں لیکن جب تمہارے خاوند اسماعیلؑ آئیں تو سلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل ڈالو اور چلے گئے۔ حضرت اسماعیلؑ کئی دنوں کے بعد جب شکار سے واپس آئے تو انہیں کچھ عجیب عجیب سا لگا انہوں نے کہا کوئی ہمارے گھر

میں آئے تھے۔ نبی کا گھر میں آنا کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم جہاں سے گزر جاتے تھے صحابہؓ فرماتے ہیں ہمیں پوچھنا نہیں پڑتا تھا گلیاں خود بتاتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے گزرے ہیں۔ خوشبو ہوتی تھی۔ انبیاء کہیں سے گزر جائیں تو پتہ کیسے نہ چلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے میں اللہ نے اتنی خوشبو رکھی تھی کہ عطر مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔

اپنی بیوی کو طلاق دیدو

تو سیدنا اسماعیلؑ نے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں ایک بزرگ آئے تھے سفید ریش تھے انہوں نے آکر ہم سے خیر و عافیت پوچھی آپ کا پوچھا۔ میں نے بتایا تھا کہ ہمارے پاس تو "الماء واللحم" ہیں تو انہوں نے پوچھا کہ اچھا وہ کوئی بات تو نہیں کہہ کر گئے؟ تو اس نے کہا کہ انہوں نے یہی کہا تھا کہ جب تمہارے شوہر آجائیں تو انہیں میرا اسلام کہنا اور انہیں کہنا "غیر عتبة بابک" اپنے دروازے کی چوکھٹ کو بدل ڈالو۔ تو اسماعیلؑ نے فرمایا بات سنو جو آئے تھے وہ میرے والد تھے اور جو پیغام انہوں نے دیا ہے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایسی بیوی کو چھوڑ دو (جو اللہ کا شکر نہیں کرتی) لہذا "الحقی باھلک" میں نے تمہیں طلاق دی ہے جاؤ اپنے گھر۔ نبی کے گھر میں ایسی عورت نہیں رہ سکتی جو اللہ کا شکوہ کرے شکر ادا نہ کرے کہے کہ ہم تکلیف میں ہیں۔

اب حضرت اسماعیلؑ نے اور شادی کی پھر کئی دنوں کے بعد حضرت ابراہیمؑ دوبارہ تشریف لائے خدا کی قدرت کہ اسماعیلؑ پھر بھی نہیں ملے آپ نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ کیسے گزر رہا ہے؟ تو اس نے کہا الحمدللہ! بڑے مزے میں ہیں ماشاء اللہ تازے گوشت ملتے ہیں زمزم کا پانی ہمیں ملتا ہے ہمیں اور کیا چاہئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعا

تو آپ نے فرمایا کہ جب اسماعیلؑ آئیں تو میرا اسلام کہنا اور انہیں کہنا ''ثبت عتبة بابک ''اپنے دروازے کی چوکھٹ کو ثابت رکھنا اور تھوڑا ادور آ کر آپ نے دعا مانگی کہ "اللهم بارك لهم في ماءهم ولحمهم" اے اللہ ان کو پانی میں اور گوشت میں برکت عطا فرما۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" لو كان القمح" کہ اگر اس وقت یہ گندم یا روٹی کا مسئلہ ہوتا تو وہ دعا بھی لگ جاتی لیکن اس وقت گوشت اور پانی ہی تھا تو ابراہیم نے صرف پانی اور گوشت کے لئے دعا کی۔

مکہ میں گوشت پانی ہر طبیعت کے موافق ہے

اس کو اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ کسی ملک میں کسی بندے کو گوشت اور پانی اتنا موافق نہیں آسکتا جتنا مکے میں یعنی آپ کسی اور ملک میں چلے جائیں آپ دو ماہ رات دن گوشت کھائیں کیا حال ہوگا؟ یہاں دس سال کھاتے رہیں کچھ نہیں ہوگا۔ ابراہیمؑ کی دعا ہے اب سیدنا ابراہیمؑ پھر واپس چلے گئے۔

تعمیر بیت اللہ

اب تیسری مرتبہ ابراہیمؑ آئے تو دیکھا آپ بیٹھے ہوئے تیر بنا رہے تھے حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا تو محبت سے ملے آپ خود اندازہ لگائیں کہ ابراہیمؑ والد ہو اور ولد اسماعیلؑ جیسا ہو تو کسی محبت سے وہ ملے ہوں گے اور وقت لقاء کیا حال ہوگا؟ بڑی ملاقات کے بعد، خوش ہونے کے بعد ابراہیمؑ نے فرمایا کہ بیٹا! اللہ کی حکمتیں ہیں یہ سب اللہ کا حکم ہے اور اب ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم اللہ کا گھر بنائیں حضرت اسماعیلؑ نے فرمایا جو اللہ کا حکم ہو ہم حاضر ہیں۔

حدود کعبہ کی تعیین

تو اب اللہ سے حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ اللہ پاک! مجھے تو نہیں پتہ کہ کعبہ شریف کا کتنا طول ہے؟ کتنا عرض ہے؟ میں کہاں بناؤں؟ جگہ تو موجود ہے وہ ٹیلہ موجود ہے آدمؑ نے سب سے پہلے یہاں خیمہ گاڑا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ قبہ بنا پھر عمارت بنی لیکن چھت نہیں ہوتی تھی کئی ادوار گزر گئے تو کعبۃ اللہ کی عظمت تو پر عمار بنی چھت نہیں ہوتی تھی کئی ادوار تو موجود بھی جب ابراہیمؑ بچوں کو بٹھا رہے ہیں تو اس وقت بھی یہی کہا تھا کہ " رَبَّنَا إِنِّيٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيۡرِ ذِي زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ الۡمُحَرَّمِ " کہ تیرے حرمت والے گھر کے پاس کہ گھر تو تھا لیکن عمارت نہیں تھی۔ تو بعض کتب میں یہی آتا ہے کہ اللہ نے فرمایا ابراہیمؑ! ہم بادلوں کا سایہ کر دیتے ہیں جہاں جہاں سایہ ہے نشان لگا دو یہیں میرا کعبہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ نے مل کر کعبہ تعمیر کیا

اور اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے مل کر بنائے کعبہ شروع کی جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے۔

وَ إِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرَهٰمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَ اسۡمَعِيۡلُ رَبَّنَا تَقَبَّلۡ مِنَّا إِنَّكَ أَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ".

اب باپ بیٹا اللہ کا گھر بنا رہے ہیں اللہ سے دعا کر رہے ہیں اور سیدنا ابراہیمؑ معمار بنے ہوئے ہیں اور سیدنا اسماعیلؑ مزدور بنے ہوئے ہیں اس گھر کے شرف کا اندازہ لگائیں کہ جس کی تعمیر میں اللہ کا نبی معمار ہوا اور اللہ کا نبی ہی مزدور ہو۔ اب جب ابراہیمؑ نے بناء بنانی شروع کی تو تصور کریں اس وقت پتھروں کا لانا اور اسی جگہ پر پھر پتھروں کا لگانا اور کوئی نہیں صرف ابراہیمؑ اور

اسماعیلؑ ہیں یہ تو پیغمبروں کا معجزہ تھا کہ وہ اٹھا کر لاتے تھے ورنہ کون اٹھا سکتا تھا۔

اب جب دیوار اتنی اونچی ہوگئی کہ وہاں ہاتھ کا پہنچنا مشکل ہوگیا۔

حجر مقام ابراہیمؑ

تو ابراہیمؑ پریشان ہوئے اور اسماعیلؑ سے کہا کہ کوئی ایسا پتھر تلاش کرتے ہیں کہ کچھ تو اونچا ہو جس کے اوپر ہم کھڑے ہو جائیں لیکن اللہ کو ہی منظور تھا اور اسماعیلؑ اس پتھر کو اٹھا کر لے آئے جو آج بھی مقام ابراہیمؑ کہلاتا ہے اور سیدنا ابراہیمؑ جب اس پتھر پر کھڑے ہوتے ہیں آپ کے پاؤں میں چونکہ جوتا نہیں تھا تو یہ بھی آپ کا معجزہ تھا کہ آپ کے پاؤں مبارک پتھر میں کھب گئے تا کہ وہ نشان، وہ علامت، وہ یادگار، قیامت تک قائم رہے تا کہ امتیاز کیا جا سکے کہ حجر ابراہیمؑ کون سا ہے؟ اور اس کو دیگر احجار سے علیحدہ کیا جا سکے تو اس سے بناء کعبہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے شروع فرمائی کہ اللہ کا گھر بنایا جائے اس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورۃ البقرۃ میں اور دیگر سورتوں میں فرمایا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بھی اور ہمیں بھی صحیح معنوں میں اپنے گھر اور حرمین شریفین اور اس بلد الامین کے ادب کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت ابراہیمؑ کے فضائل

سیدنا ابراہیمؑ اولوا العزم، من الانبیاء والرسل تھے یعنی اللہ نے جن انبیاء کو اولوا العزم ہونے کی شان بخشی ہے ان میں سیدنا ابراہیمؑ تھے۔ اور اسی طرح سیدنا ابراہیمؑ ابوالانبیاء ہیں آپ کی ذریت سے اللہ نے نبوت کا ایک عظیم سلسلہ جاری کیا۔ اور سیدنا ابراہیمؑ وہ پیغمبر ہیں جن کو اللہ نے اپنے خلیل ہونے کا اعزاز بخشا، ابراہیم خلیل اللہؑ ہیں۔ اسی شان کی بدولت اللہ نے قرآن میں بھی ان کا قصہ تقریباً پینتیس جگہوں پر ذکر فرمایا ہے اور اسی ضمن میں سیدنا ابراہیمؑ

بہت بڑے امتحانات میں سے گزرتے ہیں اس لئے عرب کے ایک بڑے سکالر نے مؤرخ نے، بڑی عجیب بات لکھی ہے اپنی زبان میں کہ ابراہیمؑ وہ انسان تھے۔

"الذي بذل نفسه للنيران و بذل ولده للقربان وما له للضيفان" کہ جس نے اپنے نفس کو آگ کے لئے اور اپنے بیٹے کو ذبح ہونے کے لئے اور اپنے مال کو مہمانوں کے لئے پیش کر دیا۔ یعنی اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا۔

کعبہ کس کس نے تعمیر کیا

اب مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اللہ کے گھر کے بارے میں چونکہ نشان موجود نہیں تھا حضرت نوحؑ کے زمانے میں ٹیلے کی شکل میں موجود تھا تقریباً اکتالیس دن تک کشتی اللہ کے کعبے کا طواف کرتی رہی اور جب حضرت آدمؑ تشریف لائے تو جیسے ایک خیمہ لگاتے ہیں آپ نے منیٰ میں اسی طرح کا ایک خیمہ لگایا یہ اس بات کی علامت تھی کہ یہ اللہ کا گھر ہے لیکن اس سے پہلے بھی فرشتے اللہ کے حکم سے اللہ کے گھر کو بنا چکے تھے اس گھر کی تعمیر میں کئی ادوار گزرے ہیں اللہ کے حکم سے فرشتوں نے بنایا۔ پھر آدم نے بنایا۔ پھر ادریس کے زمانے میں کعبہ الہ کو بنایا گیا اور پھر طوفان نوح میں ختم ہو گیا ایک ٹیلہ رہ گیا پھر سیدنا ابراہیمؑ کے زمانے میں تعمیر ہوا۔ سیدنا ابراہیمؑ کی تعمیر کے بعد پھر قبیلۂ قریش نے جبکہ سرکار دعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی کعبہ اللہ تعمیر کیا۔

، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عبد اللہ بن زبیرؓ جب مکہ میں حاکم بنے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا کے مطابق کعبۃ اللہ کی تعمیر کی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد پھر حجاج بن یوسفؒ نے اس کو دوبارہ قریش کی تعمیر پر بدل دیا باقی جہاں تک مرمت کا

تعلق ہے تو وہ ہر دور میں ہوتی رہی اب بھی کا اس حکومت سعودیہ کے دور میں سعودیہ کے دور میں بڑی زبردست اندر سے باہر سے حطیم مبارک، چھت مبارک پر بے انتہاء کام ہوا ہے۔ تو اللہ نے جب حکم دیا تو سیدنا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا تو اس وقت خانہ کعبہ کا معمار، مستری، انجینئر یا جو بھی سمجھ لیں صرف سیدنا ابراہیمؑ ہیں۔ اور مزدور حضرت اسماعیلؑ ہیں یعنی اس گھر کی عظمت کا اندازہ لگائیں کہ جہاں اللہ کے پیغمبر جو معمار بھی تھے مزدور بھی تھے۔

حدود کعبہ کی تعیین

اب حضرت ابراہیمؑ کو کعبہ کے طول وعرض کا پتہ نہیں تھا۔

اب اس کے بارے میں دو تاریخی باتیں آئی ہیں حدیث وغیرہ میں تو اس کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی قرآن میں اس کی تفصیلات کا ذکر ہے کہ کعبہ کا کتنا طول تھا؟ کتنا عرض تھا؟ کتنے دروازے تھے؟ قرآن نے صرف اشارہ دیا ہے کہ ہم نے ان کو حکم دیا اور انہوں نے ہمارا کعبہ بنایا۔ البتہ اسرائیلی روایات میں یہ باتیں ملتی ہیں کہ جب سیدنا ابراہیمؑ نے دعا مانگی تو وہاں ایک اثر دھا آیا کعبۃ اللہ کے وسط میں اور اس نے پورا خط کھینچا جب سانپ چلتا ہے تو نیچے خط (لکیر، لائن) تو بن جاتے ہیں۔ تو اشارہ ہوگیا کہ یہی جگہ ہے جہاں کعبۃ اللہ بنانا ہے۔

اور دوسری روایت میں یہ آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو حکم دیا کہ اتنی جگہ پر سایہ کرو اور ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ جس جگہ پر بادلوں نے سایہ کیا ہے اس جگہ پر ہمارا گھر بنادو اور یہ بات اقرب بھی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بادل سایہ کرتے تھے

اس لئے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات میں آپ کی شان میں جہاں اور

باتوں کا ذکر ہے وہاں یہ بات بھی ملتی ہے کہ آپ پر بادل سایہ کرتے رہے جیسے آپ شام کے سفر میں جارہے تھے تو اس راہب نے جب پہچانا اور ابو طالب سے کہا کہ دیکھو حالانکہ ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شباب ہے ابھی آپ ﷺ کو نبوت بھی نہیں ملی۔

لیکن اس نے کہا کہ آپ دیکھ نہیں رہے آپ جہاں چل رہے ہیں وہاں سایہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس درخت کے نیچے آکر بیٹھے تو آپ سے پہلے چونکہ ساتھی بیٹھ چکے تھے اور سایہ والی جگہوں پر قبضہ کر چکے تھے تو آپ وہیں بیٹھ گئے جہاں دھوپ تھی کسی ساتھی کو تکلیف نہیں دی کہ میرے لئے جگہ بناؤ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تو سایہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ڈھل گیا اب وہ دھوپ میں بیٹھے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سائے میں بیٹھے ہیں۔

کیا حضور ﷺ کا اپنا سایہ نہیں تھا

انہی چیزوں سے ہمارے ملکوں، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش وغیرہ میں ایک بڑی عجیب سی بات چل نکلی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا یہ بڑی مشہور بات ہے وہ دراصل یہی غلط فہمی تھی اور اس سے وہ نعوذ باللہ محبت میں بڑھتے بڑھتے شرک میں چلے جاتے ہیں کہ جب سایہ نہیں تو معنیٰ یہ ہے کہ وہ بشر نہیں تھے، کیونکہ انسان کا سایہ ہوتا ہے اور جب سایہ نہیں تو معلوم ہوا کہ خدا تھا وہ یہیں سے پھر شرک میں بڑھ جاتے ہیں حالانکہ بعض کتابوں میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو والد پہلے فوت ہو گئے آپ ﷺ کے پیدا ہونے کے بعد ابھی بچپن تھا سات سال کی عمر میں والدہ فوت ہو گئیں والدہ کا بھی سایہ نہیں تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی تربیت عبدالمطلب نے کی وہ بھی فوت ہو گئے ابی

طالب کا دور آیا تو غربت کا دور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بادلوں کا بھی سایہ کر دیا گیا تھا تو اس لئے بعض علماء اس محبت سے لکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو کسی بندے کے سائے میں نہیں رکھا اللہ نے انہیں اپنے سائے میں رکھا اپنی تربیت میں رکھا کہ اگر بچہ اچھا ہو تو کہتے ہیں کہ والدین کا کمال ہے بچہ اچھے نمبروں سے امتحان میں کامیاب ہو تو کہتے ہیں کہ ماشاء اللہ استاد کی محنت ہے اللہ نے فرمایا کہ ہم اپنے نبی کے ذمے ایسی کوئی بات رہنے بھی نہیں دیتے تا کہ ان کی تربیت کا براہ راست میری ذات کے ساتھ تعلق ہو کہ "اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فاوی" ہم نے آپ کی حفاظت کی، آپ کی تربیت کی، تا کہ جو بھی اعزاز ملے وہ میرے نبی کو ملے باپ کی طرف، دادے کی طرف، چاکی طرف، استاد کی طرف معلم کی طرف منتقل ہی نہ ہو سکے بلکہ "النبی الامی" کسی کے پاس بھی نہیں پڑھے اور ساری دنیا کو پڑھا دیا۔

کعبہ کے قیام پر بادل کا سایہ

ہمیشہ یاد رکھیں کہ بعض علماء نے لکھا کہ وہاں بادلوں کا سایہ تھا ان سے حضرت ابراہیمؑ نے نشان لگا لئے اور پھر تعمیر کی اور پتھر لگاتے رہے۔

اور یہ بھی بعض روایات میں ملتا ہے کہ کعبۃ اللہ کے لئے مختلف پہاڑوں سے پتھر لائے گئے جیسے جبل سینا ہے، جبل لبنان ہے، جبل کعبہ ہے لیکن تمام باتیں اسرائیلی روایات. روایات سے ملتی ہیں ہمیں صحیح روایات سے نہیں ملیں کہ اتنی دور سے پتھر لانے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ مکہ شریف کے ارد گرد تو اپنے ذاتی پہاڑ موجود ہیں اور نہ کسی دور میں ایسا پتھر دیکھا گیا ہے کہ اس میں سنگ مرمر لگایا ہو سنگ احمر لگایا گیا ہو یا کوئی خاص ٹھنڈا پتھر لگایا گیا ہو۔ بلکہ صرف سادہ پتھر ہیں جو ہم دیکھتے ہیں جب ایام حج مبارک میں غلاف اٹھا ہوا ہوتا ہے تو سامنے ظاہر ہوتا ہے سب

دیکھ رہے ہوتے ہیں اب پتھر ہیں کہ ان کی پیمائش بھی برابر نہیں کوئی بڑا ہے کوئی چھوٹا ہے۔

حجر مقام ابراہیمؑ کو حضرت جبرائیلؑ لائے تھے

تو جب سیدنا ابراہیمؑ نے اس کعبۃ اللہ کی بناء کی جب کعبۃ اللہ کی دیواریں اونچی ہوگئیں تو اب سیدنا ابراہیمؑ پتھر میں پہنچا سکتے تھے تو آپ نے سیدنا اسماعیل سے فرمایا کہ کوئی پتھر تلاش کریں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ دونوں نے تلاش کیا لیکن کتابوں میں یہ بات موجود ہے کہ یہ ایک خاص پتھر ہے جیسے اللہ نے جنت سے حجر اسود کو بھیجا ہے اسی طرح یہ ایک خاص پتھر ہے اس کو بھی جبرائیلؑ لائے تھے اللہ نے اس میں ایسی شان رکھی تھی۔

حجر مقام ابراہیمؑ کی خوبیاں

آج کل دنیا اتنی ترقی کر گئی جدید ٹیکنالوجی میں کہ چاند پر ڈیرے ڈال رہی ہے اب تو ایسی مشینیں نکل آئی ہیں کہ آپ بٹن پر ہاتھ رکھو تو وہ اونچی ہو جائے گی۔

حسب ضرورت نیچے ہو جائے گی لیکن کمال تو یہ ہے کہ چلانے کے لئے نہ کسی آپریٹر کی ضرورت ہو نہ کوئی ڈرائیور ہو اور سیدنا ابراہیمؑ خود کھڑے ہو جائیں حکم کریں پھر اوپر ہو جائے اور حکم کریں تو پھر نیچے ہو جا ہوئے کمال تو یہ ہے یہ کون سا کمال ہے یہ تو اسباب ہیں کہ ایک مشین ہے اس کو چلانے کے لئے اور مشینیں ہیں پھر اس کو آپریٹ کرنے کے طریقے ہیں اور بعض اگر بجلی پر چلنے والی ہیں لائٹ نہیں ہے تو کھڑی ہیں۔ بعض کے چلانے کے لئے بیٹری ہے بیٹری ڈاؤن ہوگئی تو مشین کھڑی ہے لیکن اس کا نام معجزہ ہے یہ معجزہ انبیاء ہے کہ جو ساری دنیا کو عاجز کر دے اور اللہ کے نبیؑ کے ہاتھ پر ہو جائے اسی لئے اس کو معجزہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا ابراہیمؑ کھڑے ہوتے تھے وہ پتھر اونچا ہو جاتا تھا اور جب نیچے ہوتے وہ نیچے ہو جاتا تھا۔

اور دوسری نشانی جو کہ صحیح حدیثوں میں موجود ہے کہ اللہ نے اس پتھر میں ایک خاص لچک رکھی تھی کہ سیدنا ابراہیمؑ کے پاؤں اس میں کھب گئے ورنہ پتھر میں پاؤں کہاں داخل ہوسکتا ہے یعنی اگر زمین بھی سخت ہوتو اس میں بھی داخل نہیں ہوتا ہاں کسی جگہ نرم زمین ہو۔ دلدلی زمین ہو، ریتلی زمین ہوتو ہوسکتا ہے کہ آپ کا پاؤں وہاں چلا جائے لیکن سخت زمین میں پاؤں نہیں جاتا چہ جائیکہ پتھر میں پاؤں چلا جائے لیکن اللہ اس کو قیامت تک علامت بنانا چاہتے تھے تا کہ نشانی رہے "فیہ آیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِیمَ۔

قبولیت تعمیر بیت اللہ کی قبولیت کی دعا

اب ابراہیمؑ نے جب اللہ کا گھر بنالیا تو اس کو اللہ نے قرآن میں یوں ذکر فرمایا "وَ إِذْ یَرْفَعُ إِبْرَاهِیمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اسْمٰعِیلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ "کہ ابراہیمؑ اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر اس کی بنیادیں اٹھا رہے تھے اور ساتھ دعا کر رہے تھے کہ اے پروردگار! ہماری اس محنت کو قبول فرما یہاں سے علماء نے مسئلہ لکھا کہ کام کرنے والے اللہ کے نبی ہیں ایک خلیل اللہ ہیں ایک ذبیح اللہ ہیں۔ اور کام بھی اللہ کا کر رہے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے کہ میرا گھر بناؤ اس کے باوجود بھی کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! قبول فرما۔

قبولیت اعمال کی دعا لازمی ہے

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ کوئی عمل کرو، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، زکوۃ دو، دعا کرو اللہ قبول فرمائے کیونکہ کیا پتہ کہ اس میں ایسی کوتاہی رہ جائے، یا آجائے، اس میں سمع آجائے، اس میں طلب شہرت آجائے، اس کے دل میں کوئی خیال آجائے، تو ساری عبادت، ساری محنت ختم کردے وہ تو بادشاہ ہے وہ چاہے تو ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادت قبول فرمالے۔ اور چاہے تو ہم

فریاد کرتے رہیں اور نہ سنے۔

اس لئے اللہ کے پیغمبروں نے ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ "إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ" کہ دعاؤں کا سننے والا اور اپنے بندوں کے حال جاننے والی صرف تیری ذات ہے میرے مولی! صرف آپ سننے والے جاننے والے ہیں ہماری نیت کو بھی آپ جاننے والے ہیں کہ ہم تیرا گھر خلوص سے بنارہے ہیں یا نہیں۔

حجراسود کی نورانیت اور سیاہ ہونے کی وجہ

تو ابراہیم الخلیلؑ کو اسی دور میں حجراسود کے بارے میں حکم ہوا کیونکہ حجراسود کے بارے میں صحیح روایات یہ ہیں کہ یہ حضرت آدمؑ کے ساتھ جنت سے لایا گیا تھا اور جس وقت جنت سے آیا تو اتنا روشن تھا اتنی چمک تھی کہ جیسے سورج میں چمک ہوتی ہے۔

حدیث مبارک میں آتا ہے کہ "سودته خطايا بنى آدم" آدم کی اولاد کے گناہوں نے اس کو سیاہ کردیا۔ اسی لئے آپ دیکھیں کہ قیامت کے دن کافروں کے چہرے سیاہ ہوں گے کیونکہ سب سے بڑا گناہ کفر اور شرک ہے" يوم تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ" اسی طرح گناہ اور معصیت سے دل پر سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے۔

ذکراللہ کے اثرات

جس طرح گناہوں کے اثرات ہیں اسی طرح نیکی کے بھی اثرات ہیں کوئی سیاہ فام ہے حبشی ہے، سوڈانی ہے، افریقی ہے، کسی ملک کا ہے بالکل سیاہ رنگ ہے موٹے موٹے نقوش ہیں لیکن کثرت ذکر سے اور کثرت عبادت سے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے ذکر سے ان کے چہرے پر ایسی کشش ہوتی ہے کہ بندے کا دل کرتا ہے کہ میں اس کے پاس بیٹھا رہوں۔ بعض آدمی

خوبصورت ہیں لیکن طبیعت میں نفرت آجاتی ہے اس کی وجہ یہ اثرات ہیں۔کہیں آگ جلے تو گرمی تو آئے گی اور آپ ائیر کنڈیشن چلائیں تو ٹھنڈک تو آئے گی فطری بات ہے اثرات تو آئیں گے اگر ان چھوٹی موٹی چیزوں کے اثرات آتے ہیں تو اللہ کے ذکر کے اثرات کیسے نہیں آتے۔

لیکن اصل میں یہ چیزیں پریکٹکل سے تعلق رکھتی ہیں، یہ کہنے سے سمجھ نہیں آتیں۔آپ کو ہم لاکھ کہتے رہیں، کوئی اور کہتا رہے سمجھ نہیں آئے گی آپ کلمہ طیبہ یعنی ''لا الہ الا اللہ'' یا صرف لفظ ''اللہ'' اسم ذات کا آٹھ دس دن اکیلے بیٹھ کر ذکر کر کے دیکھیں اس کے بعد مجھے بتائیں کہ طبیعت میں کتنی حدت اور شدت اور گرمی پیدا ہوئی ہے ابھی آپ کو کوئی کہہ دے کہ اللہ اللہ کرنے سے کیا گرمی ہوگی مولوی عجیب آدمی ہے اس کا دماغ بھی ٹھکانے پر ہے یا کوئی پرزہ ڈھیلا ہوگیا ہے لیکن میں تو آپ کو تجربے کی بات بتاتا ہوں میں آپ کو مسئلہ نہیں بتا رہا اللہ کے مزے بتا رہا ہوں لیکن جو آ کر چکھ لے یہ چکھنے کی چیزیں ہیں۔

آپ کے سامنے میٹھی چیز رکھی ہو میں لاکھ تعریفیں کروں کیسے پتہ چلے گا جب تک آپ چکھیں گے نہیں۔تو اسی طرح جب اللہ کے ذکر کی ضرب اللہ والے لگاتے ہیں اس دل پر جو گندگی اور گناہوں سے بھرا ہوا ہے اور اس کی جب کثرت ہوتی ہے ایسے آدمی اب بھی موجود ہیں جو ایک لاکھ ڈیڑھ لاکھ کا ذکر روز کر لیتے ہیں اور پھر اس میں جب اور ترقیاں ہو جاتی ہیں تو پھر وہ تو مدارج ہی اور ہیں آپ صرف آٹھ دن کر کے دیکھ لیں پھر دیکھیں کیا حال ہے آپ کا۔

آپ یکدم ایسے پریشان ہو جائیں گے کہ چار چار ائیر کنڈیشن چلا دیئے جائیں تو آپ کہیں گے اب بھی گرمی ہے اسم ذات ہے اس کے تو اثرات ہیں۔جلالہ ہے'' جل جلالہ، جل

شانه، عز برهانه"۔

اہل مکہ اور اہل مدینہ کی طبیعتوں میں فرق

جولوگ محسوس کرتے ہیں آپ کعبۃ اللہ میں جائیں تو ایک اللہ کا جلال اور عظمت نظر آئے گی اور اگر مدینہ منورہ میں جائیں تو آپ کو ایک جمال محسوس ہوگا وہی لوگوں میں بھی اثر ہے کہ مدینہ منورہ کا جو مدنی الاصل، مدنی النسل ہوگا وہ کبھی آپ سے ناراض نہیں ہوگا آپ سے پیار سے بات کرے گا اور جو یہاں کے اصل ہوگا ایسے بات کرے گا کہ براہ راست اللہ سے تعلق ہے تمہیں سمجھتا کیا ہے؟ اس سے بات کرو تو معلوم ہوگا کہ غصہ تو بالکل اس کی ناک پر رکھا ہے۔ یہ اثرات ہوتے ہیں اور یہ چیزیں کہنے سے نہیں آتیں بلکہ عملی طور پر کرنے سے آتی ہیں۔

حجر اسود کی تلاش اور تنصیب

تو سیدنا ابراہیمؑ کو حکم دیا گیا کہ حجر اسود کو ڈھونڈیں تو روایات میں آتا ہے کہ یہ جو حرم کے ساتھ جبل ابوقیس ہے اس پر اللہ نے اس کو محفوظ کر دیا تھا اب سیدنا ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ ڈھونڈ رہے ہیں، لیکن کیسے پتہ چلے کہ حجر اسود کون سا ہے؟ تو حجر اسود سے آواز آئی کہ میں ادھر ہوں۔

اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیلؑ کو حکم ہوا وہ اس وقت بھی ہند میں موجود تھا حضرت آدمؑ کے ساتھ وہیں سے اس کو لایا گیا اور ابراہیمؑ کو پہنچایا گیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اس حجر اسود کو اسی کونے میں رکھا یہ سب اللہ کے حکم سے ہوا۔

حضرت ابراہیمؑ کا اعلان حج

ابراہیمؑ نے جب اللہ کے گھر کو بنالیا مکمل ہوگیا تو اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ ابراہیم الخلیلؑ اب اعلان کر دو اور پورے عالم کو خبر دو کہ اللہ کا گھر بن گیا ہے اور اللہ کے گھر میں حج کے

لئے آؤ تو سیدنا ابراہیم الخلیلؑ نے عرض کیا کہ مولیٰ کریم! میں اگر یہاں سے کھڑے ہو کر آواز دوں تو میری آواز کون سنے گا؟ میری آواز کہاں تک جائے گی۔

جدید سائنس کا ناز اور کمزوریاں

آج جدید سائنس کو بڑا ناز ہے کہ فون کے ذریعے موبائل کے ذریعے، ڈش کے ذریعے سمندر کی لہروں کے ذریعے، فضاؤں کے ذریعے، کہاں کی آواز میں ہم نے کہاں تک پہنچائیں۔ یہ تو سارے اسباب ہیں اگر تمہارا ایک اسٹیشن فیل ہو جائے یا راستے میں تمہارا ایک ریڈار کام چھوڑ دے یا تمہارا راستے میں ایک ٹاور کام کرنا چھوڑ دے تو سارے سلسلے ختم، وہ تو محتاج ہیں۔ اسی لئے تو جدید ملکوں میں جب بارش آتی ہے تو سارا سسٹم درہم برہم ہو جاتا ہے کچھ نہیں کر سکتے کیا کریں؟ کوئی نظام ہیں وہ جن کو محکمہ موسمیات آٹھ آٹھ دن پہلے بتا رہے ہوتے ہیں کہ آنے والے دن میں یہ ہوگا یہ ہوگا ان کی اتنی معلومات کے باوجود یہ عالم ہوتا ہے کہ پوری پوری ریاستیں طوفان میں ڈوب جاتی ہیں لوگ مر رہے ہیں، ڈوب رہے ہیں کچھ نہیں کر سکتے۔

لیکن اللہ نے حکم دیا کہ خلیل میرا حکم ہے آواز دینا تمہارا کام ہے اور آواز کا پہنچانا ہمارے ذمہ ہے: "وَ اَذِنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَ عَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ،، کہ آواز دو سیدنا خلیلؑ نے آواز دی۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ مختلف روایات سے یہ بات ملتی ہے کہ آپ کی آواز کو اللہ نے ایسی برکت دی کہ شرقاً، غرباً، شمالاً، جنوباً، بلکہ وہ بچے جو ابھی ماں کے پیٹوں میں تھے یا عالم ارواح میں تھے وہاں بھی اللہ نے آواز پہنچائی اور جس جس کے نصیب میں حج عمرہ لکھا تھا سب نے جواب میں کہا" لَبَّيْكَ اللهُمَّ لَبَّيْك، لَبَّيْكَ لا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، اور یہ بات بھی کتابوں

میں موجود ہے کہ جس نے نداء خلیلؑ پر ایک مرتبہ لبیک کہا اللہ نے اس کو ایک حج نصیب کر دیا، جس نے دو مرتبہ کہا دو مرتبہ نصیب ہوا اور جس نے سو مرتبہ کہا اللہ نے اس کو سو مرتبہ نصیب کر دیا۔

اہل مکہ کیلئے حج کی آسانی

آدمی کے تصور میں بھی نہیں ہوتا اللہ بھیج دیتے ہیں حج کر رہا ہے، وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ میں کبھی حج کروں گا لیکن اللہ مکے میں بھیج دیتا ہے۔ بڑے سے بڑے آدمی اس اطمینان سے حج نہیں کر سکتے جیسے مکے میں رہنے والا کرتا ہے۔ اپنی گاڑی ہے رات کے وقت نکلا کسی ٹائم چلا گیا کہیں جا کر کھڑا ہو گیا کہیں بیٹھ گیا۔ کھانا، سامان، سارا کچھ گاڑی میں پڑا ہوا ہے کھا رہا ہے، پی رہا ہے، سایہ بنایا ہوا ہے، بیٹھ گیا، لیٹ گیا۔

آسمانوں کے قبلہ کے پاس حضرت ابراہیمؑ کی نشست

بناء کعبہ ابراہیمؑ نے کی اور اللہ کی شان ہے کہ اللہ نے معمار کعبہ کو یہ عظمت بھی بخشی کہ آسمانوں میں بھی اپنے کعبے کے برابر بٹھا دیا جب معراج کی رات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں تو سیدنا ابراہیمؑ جس گھر کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو عرض کیا گیا کہ یہ اللہ کا کعبہ ہے جس کا نام بیت المعمور ہے جیسے زمین میں کعبہ ہے آسمانوں میں بھی کعبہ ہے اور وہ کعبہ عین اس کعبہ کے اوپر ہے۔

اسی لئے حکم ہے کہ جب مسجد بن جاتی ہے تو آسمانوں تک زمینوں تک، اس کا حکم ہے اب اگر ہم انڈر گراؤنڈ بھی مسجد بنالیں تو نیچے بھی جب نماز پڑھیں گے تو اسی طرف رخ کر لیں گے ضروری تو نہیں کہ پہلے کعبے کو نیچے لے آئیں اس کا حکم تحت الثری تک ہے۔ اسی طرح اگر ہم ہوائی جہاز میں بھی نماز پڑھتے ہیں تو کعبہ تو حضرت بہت نیچے ہے لیکن وجہ کیا ہے کہ بیت المعمور

کعبہ ہے تو وہاں بھی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو بٹھایا ہے۔

کلمات کے امتحان میں کامیابی

تو بناء کعبۃ اللہ کے اس عظیم واقعے کی بعد حضرت ابراہیم الخلیلؑ پر ایک اور امتحان آتا ہے اسی لئے سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وَ إِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمٰتٍ فَأَتَمَّهُنَّ " کہ اللہ نے آپ کو کلمات کے امتحان میں ڈالا لیکن ابراہیمؑ پورے اترے جیسے دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے: " وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِى وَفّٰى "اور میرا ابراہیمؑ ایسا سچا ہے کہ جو میں نے حکم دیا اس کو پورا کیا۔

بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کا امتحان

اب دوسرا حکم جو ملا وہ ایک عظیم ابتلاء تھا کہ اپنے بیٹے کو میرے راستے میں ذبح کرو۔ یعنی اندازہ کریں کہ پہلے تو بیٹے کو چھوڑ آؤ، بیوی کو چھوڑ آؤ، ایسی وادی میں جہاں پانی نہیں، بندہ نہیں، آبادی نہیں، پھر بھی ان کے لئے کچھ نہیں کر سکتے بس چپ کر کے واپس آجاؤ۔

جب بیٹا بڑا ہو گیا تو حکم ملا کہ بیٹے کو میرے راستے میں ذبح کرو۔ اور وہ حکم براہ راست نہیں آیا بلکہ خواب دیکھا۔

خوابوں کی تین اقسام

اس میں ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ ایک وہ خواب ہے جو عام بندہ دیکھتا ہے اور ایک وہ خواب ہے جو اللہ کا نبی دیکھتا ہے تو اللہ کے نبی کا جو خواب ہوگا جو پیغمبر کا خواب ہوگا اللہ کے نبی اور رسول کا جو خواب ہوگا وہ وحی ہوگا وہ غلط نہیں ہو سکتا وہ اللہ کا حکم ہوتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جو خواب دیکھتے ہیں وہ تین قسم کے ہوتے ہیں ایک تو یہ ہوتا ہے

کہ ہم دن میں جو باتیں کرتے رہے کوئی پریشانی تھی کوئی کمی تھی وہی رات کو ہمارے لاشعور سے شعور میں آتی رہی، وہی چیزیں ہمارے سامنے دوڑتی رہیں۔

اور ایک خواب یہ ہوتا ہے کہ شیطان ہمیں ڈراتا ہے۔

مثلاً آپ دن میں ایک تقریر اور وعظ پر تھے اور رات کو آپ دیکھ رہے ہیں کہ مسجد ہے وہاں ساتھی بیٹھے ہوئے ہیں تو صاف بات ہے کہ وہی بات دماغ میں آرہی ہے جو لاشعور میں تھی اور ایک ہے کہ شیطان ڈرا رہا ہے کبھی جانور بن کر کبھی سانپ بن کر کبھی کوئی اور چیزیں بن کر۔

اس کا علاج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلا دیا ہے کہ بائیں طرف تین مرتبہ تھوک دیں اس کی تحقیر کے لئے اور تین مرتبہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ" پڑھیں اور کروٹ بدل لیں اور سو جائیں اور کسی کو خواب کا ذکر نہ کریں آپ کا کوئی نقصان نہیں ہوگا اور بعض خواب رحمانی ہوتے ہیں اس کی علامت یہ ہے کہ بندہ نماز پڑھ کر سویا ہے تہجد کا وقت ہے رات کا آخری پہر ہے اور عین اللہ کی رحمت کے نزول کا وقت ہے اور اس وقت بندہ خواب دیکھتا ہے۔

نیک لوگوں کے خواب

اور یاد رکھیں کہ جتنے صالحین اور اللہ والے لوگ ہوتے ہیں چونکہ وہ باوضو سوتے ہیں اللہ کو یاد کر کے سوتے ہیں تو ان کے خواب زیادہ سچ کے قریب ہوتے ہیں۔

انبیاءؑ کے خواب

اب یہاں پیغمبر کا مسئلہ ہے کہ ان کو تو شیطان دخل نہیں دے سکتا۔ تو اب لامحالہ ان کا تعلق رحمن سے ہوا۔ تو جب رحمن ان کے دماغ میں ڈالیں تو وحی ہوا۔ اس لئے نبی کا خواب بمنزلہ وحی کے ہے۔ آج اگر کوئی اللہ کا ولی خواب دیکھے کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر دو تو اس کا یہ مطلب

نہیں کہ وہ ذبح کر دے اس کا خواب وحی نہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم کچھ خیرات کرو۔لیکن اگر اللہ کا نبی دیکھے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کا حکم ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا خواب

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا ابراہیم کو خواب میں دکھلایا اور جب خواب فرمایا اور بعض میں حکم ہوا تو اس کے بعد سیدنا ابراہیم نے حضرت اسماعیل سے روایات میں ہے کہ آپ نے یہی خواب تین مرتبہ دیکھا اور دیکھا کہ میرے ہاتھ میں چھری ہے اور میں نے اپنے بیٹے کو لٹایا ہوا ہے اور اس کو ذبح کر رہا ہوں۔

ذبیح کون ہے اسماعیلؑ یا اسحاقؑ

اور اسی ضمن میں آپ حضرات یہ بات بھی یاد رکھیں یہ بڑا اختلافی مسئلہ ہے کہ ذبیح کون ہیں؟

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیلؑ ہیں اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیدنا اسحاقؑ ہیں یہ بڑا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے۔دونوں طرف بڑے دلائل ہیں،بڑی بحثیں ہیں حتیٰ کہ بعض ہمارے اہل سنت والجماعت کے بڑے بڑے لوگ بھی قائل ہو گئے کہ حضرت اسحاقؑ ہیں۔

اختلافی مسائل میں کثرت رائے کو ترجیح

لیکن آپ ایک اصولی بات یاد رکھیں کہ جہاں اختلاف ہو جائے وہاں جمہور کے فیصلے کی قوت ہوتی ہے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ سے پوچھ لیتے تھے کہ تمہاری کیا رائے ہے؟

تو جس طرف زیادہ ہے؟ صحابہ کی رائے ہوتی تھی حضور ﷺ اس مشورہ پر عمل فرماتے

تھے) مثلاً کسی فقہی مسئلے میں ایک فقیہ ایک طرف ہے اور باقی ایک طرف ہیں تو جمہور ایک طرف ہو گئے یعنی کثرت ایک طرف ہوگئی مثلاً بی بی عائشہؓ ایک مثالی مسئلے میں ایک طرف ہیں اور دوسری طرف تمام صحابہؓ ہیں تو لازمی بات ہے کہ ہم بی بی صاحبہ کا احترام تو کریں گے لیکن بات جمہور صحابہ کرامؓ کی مانیں گے ۔لیکن فتوی جمہور کے قول پر ہوگا تو یہ بات یاد رکھ لیں کہ

اختلاف کی وجہ

جمہور کے نزدیک یہ فیصلہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے ۔اصل میں یہ جھگڑا کیوں ہوا ہے؟

اس اختلاف کی وجہ بھی دراصل یہودیوں کی سازش ہے کہ یہودی حضرت یعقوبؑ کو مانتے ہیں انہی کا نام حضرت اسرائیلؑ ہے اور ابراہیمؑ کی اولاد حضرت اسحاقؑ ہیں ۔حضرت اسحاقؑ کی اولاد حضرت یعقوبؑ ہیں، حضرت یعقوبؑ ہی حضرت اسرائیلؑ تھے پھر آگے سارے بنو اسرائیل انہی سے ہیں ۔انہوں نے کہا یہ شرف بجائے اسماعیلؑ کو جانے کے اسحاقؑ کو دیا جائے ۔اگر اسماعیلؑ کو ذبیح مانیں تو یہ تو عرب کو عزت مل گئی ۔بنو اسرائیل کو تو نہ ملی تو انہوں نے روایات کو گڈ مڈ کر دیا۔اور کہا کہ نہیں نہیں یہ اسحاقؑ ہیں ۔اسی لئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانے میں انہیں جب پتہ چلا کہ فلاں یہودی عالم مسلمان ہوگیا ہے آپ نے اس کو بلایا اور کہا چونکہ تم عالم ہو۔ان کے بڑے راہب ہو اللہ نے تمہیں اسلام بھی نصیب کر دیا ہے مجھے ایک صحیح بات بتادو کہ ذبیح کون ہے؟ اسحاقؑ ہیں یا اسماعیلؑ ہیں ۔

تحقیقی بات

انہوں نے کہا کہ حضرت صحیح بات یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیلؑ تھے لیکن یہودی یہ

نہیں چاہتے کہ یہ شرف اور عزت عرب کو ملے وہ چاہتے ہیں کہ یہ شرف بھی ہمارے حصے میں آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ذبیحوں کے بیٹے ہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر آپ قرآن پر غور کرو گے تو قرآن اس مسئلے کا خود حل کرے گا۔ قرآن یہ کہتا ہے کہ" فَبَشَّرْنَهَا بِإِسْحٰقَ مِنْ وَرَاءِ إِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ " اللہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ کی بشارت دی اور اسحاقؑ کے بعد یعقوبؑ کی دی۔ یعنی ہم آپ کو بیٹا دیں گے وہ بھی نبی ہوگا اسحاق اس کا نام ہوگا پھر اسحاقؑ کا بیٹا یعقوبؑ بھی نبی ہوگا تو جس کو یہ خبر دی جا رہی ہو کہ ہم آپ کو بیٹا دیں گے آپ کے بیٹے کا پھر بیٹا ہوگا اس کو ذبیح کرو۔ یعنی جب اس بیٹے نے رہنا ہے اس کا بیٹا ہوتا ہے تو پھر اس کے بارے میں ذبیح کرنے کا حکم کیسے! اس کا مطلب ہے اس نے ذبیح نہیں ہونا جب ذبح نہیں ہونا تو پھر تو ڈرامہ ہوگیا قربانی تو نہ ہوئی۔ کیونکہ ابراہیمؑ کو تو پتہ ہے کہ اس نے ذبح نہیں ہونا میرا بیٹا نبی بنے گا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا " انا ابن الذبیحین "" کہ میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں صحابہؓ حیران ہو گئے کہ حضور کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے اللہ نے مجھے ولد اسماعیل سے چنا ہے اور اسماعیلؑ بھی ذبیح ہیں اور میں عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ عبدالمطلب نے نذر مانی تھی کہ اگر زمزم مل جائے تو میں اپنا ایک بیٹا ذبح کروں گا جب زمزم مل گیا تو قرعہ ڈالا تو عبداللہ کے نام قرعہ نکلا میرے باپ کو بھی اللہ نے بچالیا جیسے اسماعیلؑ کو بچالیا اگر اسماعیلؑ ذبح ہو جاتے تو آگے نسل نہ چلتی اور اگر عبداللہ کو ذبح کر دیا جاتا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا نہ ہوتے تو اس میں اللہ کی حکمت تھی کہ اللہ نے انہیں بھی بچایا اور انہیں بھی بچا لیا لیکن میں ہوں "ابن الذبیحین" کہ میرا ابا عبداللہ بھی ذبیح ہے اور میرا ابا

اسماعیلؑ بھی ذبیح ہے۔تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر واضح کر دیا تو ہمیں شک کرنے کی کیا گنجائش ہے اور بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔

تیسرا جواب

اور تیسری بات یہ ہے کہ بچپن میں یعنی چھوٹی عمر میں حضرت اسحاقؑ تو مکہ میں آئے نہیں ان کا تو مکے میں آنا ثابت ہی نہیں۔بڑی عمر میں تو آئے حج کرنے۔ہر پیغمبر نے حج کیا طواف کئے ہیں مکے میں تشریف لائے ہیں۔لیکن بچپن میں آنا اسحاقؑ کا ثابت ہی نہیں وہ تو صرف حضرت اسماعیلؑ کا ثابت ہے اور یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات سے ثابت ہے کہ "رحم اللہ ام اسماعیل" کہ اللہ اسماعیلؑ کی اماں پر رحمت فرمائے کہ وہ اگر مزمزم کو نہ روکتیں تو پوری دنیا میں نہر بن جاتی وہاں بھی ام اسماعیلؑ فرمایا اور اسماعیلؑ کی والدہ حضرت حاجرہؑ ہیں تو یاد رکھیں کہ دلائل اور جمہور کا فیصلہ اسی پر ہے کہ ذبیح اللہ اسماعیلؑ ہیں۔

اسماعیلؑ کے سامنے خواب میں ان کو ذبح کرنے کا ذکر

اب حضرت ابراہیمؑ اسماعیلؑ کو لے کر آئے بڑا تفصیل سے واقعہ ہے قرآن فرماتا ہے "فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيْ أَرىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرىٰ" اللہ فرماتے ہیں کہ جب اسماعیل جوان ہو گئے کام کاج کے قابل ہو گئے دوڑنے کے قابل ہو گئے آپ اپنے بیٹے کو لے کر خطاب فرمایا کہ مجھے خواب دکھلایا گیا کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں "فَانْظُرْ مَاذَا تَرىٰ"۔

اسماعیلؑ کی رائے پوچھنا

یاد رکھیں "فانظر" نظر کے معنیٰ میں ہے اس کا معنیٰ دیکھنا بھی ہوتا ہے اور اس کا معنیٰ

غور اور تدبر کرنا بھی ہوتا ہے صرف دیکھنے کا مطلب نہیں ہوتا جیسے قرآن فرماتا ہے "وُجُوْهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ" اپنے رب کو دیکھیں گے اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے "أَفَلَا يَنظُرُوْنَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ" کیا تم اونٹ کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس کو کیسے پیدا کیا؟

اور دوسری جگہ فرمایا فَلْيَنْظُرِ الإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ "اور تیسری جگہ فرماتا ہے فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلٰى طَعَامِهِ" اور کہیں قرآن فرماتا ہے "أَفَلَمْ يَنْظُرُوا" کیا تم غور نہیں کرتے؟ تدبر نہیں کرتے؟ دیکھتے نہیں ہو۔ تو اس لئے قرآن پاک نے یہاں یہ فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى "کہ اب غور کریں، تدبر کریں، سوچ کر مجھے بتائیں کہ آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ کی کیا رائے ہے؟ اس مسئلے میں کیونکہ حضرت ابراہیمؑ یہ نہیں چاہتے تھے کہ قہراً اپنے بیٹے کو ذبح کر دیں۔

حضرت اسماعیلؑ کا جواب

آگے پھر نبی کا بیٹا تھا کوئی ہمارا بیٹا تو نہیں تھا کہا "قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ" کہ ابا جان! آپ کریں جو آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ باپ کہتا ہے کہ میں نے خواب دیکھا ہے لیکن بیٹا کہتا ہے کہ جو آپ کو حکم دیا گیا ہے وہ کریں اللہ کا حکم ہے خواب نہیں" قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ، آپ کو جو امر دیا گیا ہے وہ پورا کرلُ "سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّبِرِيْنَ" اللہ نے چاہا تو مجھے بھی اس امتحان میں صبر کرنے والا پاؤ گے فکر نہ کرو غم نہ کرو۔ اسی لئے علامہ اقبالؒ نے بڑی پیاری بات کہی کہ

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آدابِ فرزندی

یہ ہے ادب، باپ نے کہا ذبح کرنا ہے کہا حاضر! اگر آپ ذبح کرنے پر تیار ہیں تو میں ذبح ہونے پر تیار ہوں۔

حضرت اسماعیلؑ کی دو خواہشیں

لیکن کتابوں میں آتا ہے کہ سیدنا اسماعیلؑ نے عرض کیا کہ ابا جان میری کچھ خواہشیں ہیں ایک تو مہربانی کر کے مجھے سجدے کی حالت میں لٹا دیں تا کہ آپ کی نظر میرے چہرے پر نہ پڑے اور اللہ کے حکم میں دیر نہ ہو اور دوسرا میری شہادت کے بعد میرے خون آلود کپڑے میری والدہ تک پہنچا دیئے جائیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ میرے گھر والوں کو دے دیئے جائیں۔

چھری کیوں نہیں چلتی

اللہ فرماتے ہیں "فَلَمَّا اَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ" اب جب دونوں تیار ہو گئے۔ اپنے آپ کو اس حکم کے سپرد کر دیا۔ اب جب حضرت ابراہیمؑ نے "بسم اللہ اللہ اکبر" پڑھا اور بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اب ذرا اندازہ کریں اس وقت کیا کیفیت ہو گی کہ باپ بیٹے کو لٹا کر اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہا ہے کہ دینا تو بہت آسان ہے لیکن کرنا بڑا مشکل ہے اپنے بیٹے کو خود لٹا رہے ہیں، خود چھری تیز کر رہے ہیں اور لٹانے کے بعد خود ذبح کرنے کے لئے تیار ہیں اس کے بارے میں خود قرآن فرماتا ہے "فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ" اب جب لٹا دیا چھری چلائی تو چھری نہیں چلتی۔ ابراہیمؑ نے پھر زور لگایا لیکن چھری پھر نہیں چلتی حضرت اسماعیلؑ نے کہا کہ ابا میاں! کیا کر رہے ہیں چھری چلائیں بات ختم ہو اللہ کا امتحان پورا ہو جائے۔ انہوں نے کہا بیٹا میں تو چلا رہا ہوں چھری نہیں چلتی تو انہوں نے کہا اچھا پھر آپ اس کی نوک رکھ لیں ہو سکتا ہے

چھری کا منہ ذرا تیز نہ رہا ہو۔اس پر بوجھ دیں۔

ابراہیمؑ واسماعیلؑ دونوں کامیاب

لیکن مفسرین نے لکھا ہے اور بعض روایات میں موجود ہے کہ اللہ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ ایک پیتل کی پلیٹ بالکل اسماعیلؑ کی گردن کے برابر اوپر چڑھا دیں زور لگانے دیں ذبح نہیں ہوں گے اب پلیٹ کیسے ذبح ہو اب زور لگا رہے ہیں لیکن چھری چلتی نہیں تو ایک روایت میں ہے کہ غصہ میں ابراہیمؑ نے چھری کو پھینکا تو چھری نے آواز دی اللہ کے حکم سے کہ ابراہیم الخلیلؑ کیوں غصہ کر رہے ہو؟ آپ کہتے ہو کہ چل، ذبح کر، اور مجھے میرا خالق کہتا ہے کہ نہ چل تو بتلاؤ میں کس کا حکم مانوں؟ میرے اوپر کیوں غصہ کرتے ہو۔آگے قرآن فرماتا ہے "إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاؤُ الْمُبِيْنُ. وَفَدَيْنَهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ" اللہ نے حکم دے دیا ابراہیمؑ تو سچا تیری بات سچی ہوگئی، تو نے پوری کر دی، میرے حکم کی تعمیل ہوگئی تو نے اپنا بیٹا ذبح کرنے کے لئے پیش کر دیا ہے لٹا بھی دیا، چھری بھی چلا دی اب میری مرضی میں بچالوں گا۔

اسماعیلؑ کی جگہ جنتی دنبہ کی قربانی

اب اللہ نے حکم دیا کہ جبرائیلؑ جلدی سے جنت سے ایک دنبہ لے جاؤ تا کہ ابراہیم الخلیلؑ کو سمجھ آجائے کہ چھری بھی ٹھیک ہے اللہ نہ چلنے دے تو کیا کرے۔اس کو قرآن نے کہا کہ "وَفَدَيْنَهُ بذبح عظيم" ہم نے بڑی قربانی بھیجی اور اس کو ابراہیمؑ نے ذبح کیا اور ایک روایت میں ہے کہ اس کے سینگ کعبہ کے اندر ایک زمانہ تک رہے ایک مرتبہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ وحضرت شیبہؓ کو بلایا جن کے پاس چابی تھی فرمایا کہ جب میں کعبۃ اللہ کے اندر گیا ہوں تو وہاں اس جانور کے سینگ رکھے ہوئے ہیں اس پر کپڑا ڈال دو تا

کہ اندر جا کر نماز پڑھنے والوں کا خیال ادھر نہ ہو تو وہ سینگ بھی محفوظ کر دیئے گئے تا کہ اسماعیلؑ کی قربانی بھی یادگار رہے اور اللہ نے اس کے بدلے جنت سے مینڈھا بھجوایا وہ ذبح ہوا اور قربانی قبول ہوگئی یاد رکھیں یہی سنت ہے جو قیامت تک کیلئے ہے۔

قربانی سنت ابراہیمؑ ہے

اس لئے صحابہ کرامؓ نے حج میں قربانی کرتے ہوئے پوچھا کہ حضور یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ "سنة ابیکم ابراھیم "تمہارے ابا ابراہیمؑ کی سنت ہے اللہ نے اس منظر کو ایسا قبول فرمایا ہے کہ قیامت تک زندہ رکھا ہے۔

دنبہ کے سینگ کیوں جلے تھے

اور اسی طرح سینگوں کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کافی عرصہ خانہ کعبہ کے اندر رہے اور پھر بعد میں ان کو میزاب رحمت کے ساتھ لٹکا دیا گیا لیکن [1] یزید کے زمانہ میں کعبہ کو آگ لگ گئی تو غلاف مبارک جل گیا اندر جو ندرانہ تھا وہ جل گیا اور اس میں جو قربانی کے سینگ محفوظ چلے آرہے تھے وہ بھی جل گئے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنا بڑا امتحان لیا کہ اپنی اولاد کو ذبح کرنے کا حکم دیا اسی لئے تو میں نے عرض کیا تھا کہ" انه بذل نفسه للنیران و بذل ولده للقربان و بذل ماله للضیفان "تو یہ ابراہیمؑ کی شان وصفات تھیں۔

---

[1] یزید کی فوج نے جب جبل ابوقبیس سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے کے دوران سنگ باری کی تو اس سے کعبہ شریف کی دیواروں کو نقصان پہنچا اور غلاف کعبہ کو آگ لگ گئی اور حضرت اسماعیل کی قربانی والے دنبہ کے سینگ بھی جل گئے)۔

(امداد اللہ انور)

ملک الموت نے آپ کو خلیل اللہ ہونے کی خوشخبری سنائی

روایات میں موجود ہے ایک دن ابراہیمؑ گھر میں بیٹھے تھے کہ ان کے گھر کے اندر ایک نوجوان کھڑا ہے تو آپ حیران ہوئے کہ میرا دروازہ تو بند ہے یہ اندر کیسے آیا؟ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کون ہو؟ میرے گھر میں بغیر اذن کے آئے ہو تو انہوں نے کہا آپ ناراض نہ ہوں میں ملک الموت ہوں فرمایا کیسے آنا ہوا؟ کہا کہ اللہ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں آپ کو ایک خوشخبری سناؤں کہ آپ میرے خلیل ہیں، یعنی خلیل اللہ۔

سب سے پہلے ختنہ اور شلوار ابراہیمؑ سے

اور اسی طرح یاد رکھیں کہ بہت ساری سنتیں حضرت ابراہیمؑ سے منقول ہیں "اول من اختتن" سب سے پہلے ختنہ جو کہ مسلمانوں کا شعار اور نشانی ہے وہ ابراہیمؑ سے شروع ہوا۔ اور اسی طرح کتابوں میں ہے "اول من لبس السراویل" سب سے پہلے شلوار بھی حضرت ابراہیمؑ نے استعمال کی ورنہ آپ سے پہلے کسی نے استعمال نہیں کی۔ اور سراویل میں شلوار، پاجامہ نما سادہ ہو، بھاری ہو سب آجاتی ہیں۔ ورنہ پہلے الازار والرداء یعنی تہبند اور چادر یا چادر اور قمیص کا رواج تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ساری زندگی چادر استعمال فرمائی اور روایات میں اتنا ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار خرید فرمائی اور اس کو پسند بھی فرمایا کہ بڑا اچھا لباس سے آدمی کا ستر محفوظ رہتا ہے چادر میں تو ہو سکتا ہے کہ لپٹنے میں کھل جائے شلوار تو نہیں کھلتی تو یہ بھی ابراہیمؑ کی سنت ہے۔

دیگر وہ کام جو سب سے پہلے ابراہیمؑ نے کئے

اور اسی طرح یہ بھی صحیح روایات میں موجود ہے کہ اللہ کے دین فطرت میں جیسے ختنہ ہے

اورزیرناف بالوں کالوہے کے ساتھ یااسترے کے ساتھ صاف کرنااور پانی کے ساتھ استنجاء کرنا یہ بھی ابراہیمؑ کی سنت ہے اوراسی طرح مضمضہ یعنی پانی منہ میں لے کرکلی کرنا "استنشاق ناک میں پانی لے کرناک کو صاف کرنااور ناخن کاٹنا۔اوربغلوں کے بال صاف کرنا یہ بھی سنت ابراہیمؑ ہے۔اوراسی طرح دیکھیں جوقربانی ہے یہ بھی سنت ابراہیمؑ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ ایک امت تھے

اورحضرت ابراہیمؑ کی شان کے بارے میں اللہ نے قرآن میں فرمایا" إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا، میرا ابراہیمؑ تواکیلا امت ہے امت کا معنیٰ ہے ایک جماعت یعنی ایک امت ایک طرف اوراکیلا ابراہیمؑ ایک طرف۔

آپ الوا العزم من الرسل ہیں

اوراللہ نے جہاں "اولوا العزم من الرسل" کاذکرکیاہے پانچ پیغمبر اولوا العزم من الرسل ہیں ان میں سب سے افضل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں توان پانچ میں حضرت ابراہیمؑ بھی ہیں۔

آپ کعبہ کے معمار ہیں

اوراسی طرح یہ بات بھی دیکھیں کہ اللہ نے اپنے کعبے کا معمار اورجس کاذکرقرآن میں ہے وہ حضرت ابراہیمؑ ہیں اورکسی نبی کے بارے میں ذکرنہیں کیا قرآن میں کہ فلاں نبی نے میرا کعبہ بنایاہے۔

آپؑ کی اولاد میں نبوت ورسالت رکھی گئی

اسی طرح اللہ نے فرمایا کہ ابراہیمؑ کی ذریت میں ہی ہم نے نبوت اورکتاب بعد رکھ دی

کہ جتنے بھی آپ کے بعد پیغمبر آئے سب ابراہیمؑ کی اولاد میں سے آئے حضرت موسیٰؑ، ہارونؑ، یحییٰؑ، زکریاؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ، یونسؑ، سب اولاد میں، یہ شرف بھی سیدنا ابراہیمؑ کو ملا ہے۔

قیامت میں ابراہیمؑ کو پہلے لباس ملے گا

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن جب سب ننگے ہوں گے تو سب سے پہلے میرے ابا ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا کیونکہ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے میرے ابا ابراہیمؑ کو لباس پہنایا جائے گا کیونکہ اللہ کے راستے میں سب سے پہلے حضرت ابراہیمؑ کا لباس اتارا گیا۔

اس امت میں آپ کا دائمی ذکر

اور اسی طرح سب پیغمبروں میں یہ شان صرف اللہ نے ابراہیمؑ کو دی ہے کہ جب انہوں نے دعا مانگی کہ "وَاجْعَلْ لِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ" اے اللہ میرا ذکر آخرین میں بھی باقی رہے اللہ نے حکم دیا اپنے نبیؐ کو اور صحابہؓ نے بھی سوال کیا کہ یا اللہ ہم نے آپ پر سلام کا طریقہ تو سیکھ لیا ہے کہ

"السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبرکاته اب کیف الصلاة علیك یا رسول الله" ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قولوا اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید وبارك علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم انك حمید مجید" تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے ضمن میں سیدنا ابراہیمؑ کا ذکر کر کے آپ کا ذکر قیامت تک کر دیا کہ جب تک مسلمان قیامت تک

نماز پڑھیں گے تو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے گا وہاں آپؑ کا نام بھی آئے گا۔ اور اس سے اندازہ لگائیں تقریباً ایک ارب چھبیس کروڑ مسلمان ہیں ان میں سے جتنوں کو بھی نماز نصیب ہوگی تو پانچ وقت کی نماز ہے، نوافل ہیں، تہجد ہے، وتر ہے، اشراق ہے، چاشت ہے۔

آپؑ کا قرآن میں کثرت سے ذکر

تو ایک دن میں اندازہ کریں کہ کتنے کروڑ ہا کروڑ مسلمان ابراہیمؑ پر درود بھیج رہے ہیں یہ اعزاز بھی صرف سیدنا ابراہیمؑ کو حاصل ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابراہیمؑ کا ایک ایک واقعہ، آپ کا مناظرہ آپ کا قوم سے مقابلہ، آپ کا بتوں کو توڑنا، آپ کا نمرود سے ٹکرانا، آپ کا آگ میں ڈالا جانا، یعنی کون سا واقعہ ہے جس کو اللہ نے قرآن میں کھول کر بیان نہیں کیا۔

کئی پشتوں تک نبی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ کریم کون ہے؟ تو فرمایا کہ الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم حضرت یوسفؑ ہیں ۔ ابن النبي ابن النبی ابن النبی یوسف جو ہیں وہ بھی نبی ہیں اور اسی طرح یعقوبؑ ان کے والد ہیں وہ بھی نبی اور حضرت یعقوبؑ کے والد حضرت اسحاقؑ بھی نبی اور حضرت اسحاقؑ کے ابا ابراہیم الخلیلؑ وہ بھی نبی۔

یعنی آپ اندازہ کریں خود نبی، باپ نبی، دادا نبی، پردادا نبی، اللہ نے نبوت گویا آپ کے گھر میں رکھ دی یہ شان بھی اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو دی۔

صحف ابراہیمی

اور آپ کو اللہ نے صحف بھی عطا فرمائے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے "صُحُفِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى" اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ جو ابراہیمؑ کے صحف ہیں ان میں کیا

ہے؟ فرمایا مناجات، امثال ان میں مثالیں تھیں اللہ نے مثال مثالیں دے دے کر سمجھایا تھا اور اس میں اتنی حکمت پر مبنی امثلہ کا ذکر ہے کہ آدمی اگر دیکھے تو حیران ہو جاتا ہے۔ ابراہیمؑ کے اس دور کے نصائح آج بھی امت کے لئے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

آپ خلیل اللہ کیوں بنائے گئے

تو یہ شرف بھی سیدنا ابراہیمؑ کو ملا آپ نے ملک الموت سے پوچھا کہ اللہ نے میری کس نیکی کو قبول فرما کر مجھے خلیل بنایا؟ تو ملک الموت نے کہا کہ اللہ فرماتے ہیں میرا خلیل دینا تو جانتا ہے لیکن کسی سے لیتا نہیں تو یہ صفت آپ کی اللہ کو اتنی بھا گئی ہے کہ اللہ نے آپ کو خلیل بنالیا ہے۔

باوضو رہنے کا ثواب

حدیث میں آتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلال! تم نے ایسا کون سا عمل کیا ہے کہ میں جنت میں جب داخل ہوا تو میں جہاں گیا تو ''سمعت خشخشک امامی ''تیرے چلنے کی آواز میرے آگے آگے آرہی تھی تو تم اتنے مرتبے پر کیسے پہنچ گئے تو عرض کیا کہ حضور میں جب وضو کرتا ہوں تو فوراً دو رکعت پڑھتا ہوں اور اپنے آپ کو ہمیشہ باوضو رکھتا ہوں، کبھی بے وضو نہیں رہتا۔

آپؑ کا جنت میں عالیشان محل

اسی طرح یہ بھی ابراہیمؑ کی شان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ایک عظیم الشان محل دیکھا جو سارے کا سارا موتیوں سے بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا تو پوچھا یہ عظیم الشان قصر کس کا ہے؟ تو مجھے بتایا گیا یہ سیدنا ابراہیم الخلیلؑ کا ہے۔

آپؑ کی ہر دعا قبول ہوئی

اور اسی کے ساتھ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جتنی بھی دعائیں مانگی ہیں وہ سب اللہ نے قبول فرمائی ہیں جب اپنے بچوں کو چھوڑا تو دعا مانگی کہ یا اللہ یہاں کوئی آبادی نہیں ان کو پھلوں سے رزق عطا فرما اللہ نے ان کی دعا کیسے قبول فرمائی کہ جب آپ کے ملک میں بھی پھل نہ ملے مکہ مکرمہ میں ملتا ہے یعنی وہ ملک جو زرعی ہیں، جو باغات کے گڑھ سمجھے جاتے ہیں جب وہاں بھی فروٹ ختم ہو جاتے ہیں تو مکہ مکرمہ میں موجود ہوتے ہیں "تُجبَى إِلَيْهِ ثَمَرَاتُ كُلِّ شَيْءٍ" اللہ فرماتے ہیں ساری کائنات کے پھل کھینچ کر یہاں لائے جاتے ہیں۔

اہل مکہ کی گوشت اور پانی کی مہمانی

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی کہ "اللهم بارك لهم في ماءهم و لحمهم الله" ان کو گوشت اور پانی میں برکت عطا فرما تو اس پر بھی علماء نے لکھا ہے کہ جتنا گوشت جتنا پانی مکے میں ملتا ہے کہیں نہیں ملتا۔ اور یہ بھی علماء نے لکھا ہے کہ آپ دنیا کے کسی ملک میں چلے جائیں آپ وہاں متواتر صبح و شام گوشت کھاتے رہیں اور پھر بھی ٹھیک رہیں، بہت مشکل ہے یہ صرف مکہ ہے جہاں آدمی اتنا گوشت کھا رہا ہے۔

آب زمزم کی برکت

تو یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی اور پانی تو ایسا کہ ہر سال تمھیں لاکھ آدمی رمضان میں اور حج میں پیتا ہے، بھرتا ہے، لے جاتا ہے کوئی فرق نہیں، کوئی کمی نہیں، کبھی کنواں خشک نہیں ہوا، ہمارے لاہور میں یا آپ کے اور شہر جو ہندوستان میں دریاؤں کے کناروں میں ہیں وہاں بھی اگر کوئی اچھا خاصا اجتماع ہو جائے تو پانی کی کمی واقع ہو جاتی ہے واٹر لیول ڈاؤن ہو

جاتا ہے حالانکہ دریا کے کنارے پر ہیں لاہور شہر دریائے راوی کے کنارے واقع ہے لیکن اس کے باوجود بھی اگر وہاں کوئی اچھا خاصا فنکشن ہو جائے کوئی اجتماع یا کوئی میلہ لگ جائے تو پانی نہیں ملتا اور زم زم کا پانی دیکھیں کہ کوئی دریا بھی قریب نہیں اور دور جو سمندر ہے اس کا بھی کڑوا پانی ہے لیکن اللہ تبارک وتعالی نے اس کی شان اتنی رکھی ہے کہ جتنا ہم سارے دن میں زم زم استعمال کرتے ہیں جو لوگ زم زم پر کام کرتے ہیں ان سے آپ پوچھیں کہتے ہیں جی اتنا اور ابھر آتا ہے۔

زمزم کی ایک عجیب حالت

اور جب مکہ مکرمہ میں ایک دفعہ سیلاب آیا بارشوں کا پانی آیا کہ پانی کعبہ شریف کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔ اور بعض بعض جگہیں حرم کی جہاں سیکھے چل رہے ہیں پنکھوں کو ٹکرا رہا تھا اتنا پانی آیا تھا پورے حرم میں، لیکن خدا کی شان دیکھیں اس دور میں جو لوگ زم زم پر کام کرتے تھے انہوں نے کہا ہم نے جو زم زم میں ڈول ڈالے تو ڈول نیچے نہ جائے اللہ کی قدرت دیکھیں کہ اللہ نے زم زم کے اوپر ایک غلاف دے دیا چادر دے دی کہ وہ سیلاب کا پانی اس کے اندر نہ مل جائے اور جب سیلاب کا پانی صاف ہو گیا تو پانی آرہا ہے اور ڈول جا رہا ہے اب کوئی کہے کہ کیسے پردہ ہو گیا۔

دنیا میں سمندر کے پانی کہاں ایک دوسرے سے نہیں ملتے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو دریاؤں کو دیکھو "بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا یَبْغِیٰنِ" کہ میں نے دو دریاؤں کے درمیان حاجز (رکاوٹ) رکھ دیا ادھر میٹھا پانی ہے ادھر کڑوا پانی ہے پانی ملتے نہیں ہیں کھڑے ہیں یہ حاجز بھی تو نظر نہیں آتا لیکن ہے۔ اللہ نے اس کو روکا ہوا ہے کئی دفعہ طوفان آنے

پر کڑوا پانی میٹھے پر چڑھ جائے گا پھر لوٹ آئے گا لیکن وہ ملتا نہیں اب بھی برما میں ارا کان ہے اسی طرح کیپ ٹاؤن جنوبی افریقہ میں بھی "مَرجَ الْبَحْرَيْنِ" ہے اور بھی کئی مقام میں دو دریا ملتے ہیں لیکن پانی نہیں ملتے۔ اچھا آپ کشتی میں جائیں غوطہ لگائیں ادھر سے اُدھر اُدھر سے ادھر چلے جائیں کوئی رکاوٹ نہیں ہے لیکن کونسی چیز ہے جو ان کو نہیں ملنے دیتی؟

تعمیر کعبہ کی قبولیت کی دعا

ابراہیم علیہ السلام کی اللہ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی اللہ نے جب ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا تھا تعمیر کعبہ کا اور اس کے بعد آپ نے دعا کی تھی کہ " رَبَّنَا تَقَبَّلْ منا" ہماری اس عمارت ہماری محنت اور بنانے کو قبول فرما۔

مسلمانوں کے دل کعبہ سے لگے ہوئے ہیں

اسی طرح ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ اے میرے مولا جب تیرے گھر کے قریب بچوں کو چھوڑ رہا ہوں "أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ" لوگوں کے دلوں کو مکہ کی طرف پھیر دے اللہ نے کعبہ کو قلوب کیلئے مقناطیس بنا دیا کہ ساری دنیا کے بندے کھنچے آئیں آپ تو پڑھے لکھے آدمی ہیں بالکل دیہاتی، جٹ، ان پڑھ، بالکل خالص آئیں بکریاں ڈنگر چرانے والے ہیں، جس بیچارے کو یہ پتہ نہیں کہ الف کیا ہے، اور ب کیا ہے؟ اس کو بھی اگر آپ کہیں تو کہے گا جی بڑی تمنا ہے اللہ مکہ مدینہ دکھا دے تو مکہ مدینہ کا اس کو بھی پتہ ہے یعنی جس بچے کو اپنے گاؤں کا نام نہیں آتا۔ گاؤں کا پتہ نہیں ہے تحصیل کا پتہ نہیں ہے۔ اپنے ریلوے اسٹیشن کا پتہ نہیں ہے لیکن مکہ مدینہ جانتا ہے اور یہ بھی ابراہیم علیہ السلام کو سعادت ملی تھی "بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا" کہ آپ کی آواز کو اللہ نے قیامت تک حج کا ذریعہ بنایا کہ جو میرے ابراہیمؑ کی ندا پر لبیک کہے گا۔ اس کو لاؤں گا جو نہیں

کہے گا اس کو نہیں لاؤں گا۔

حضرت حاجرہؑ کی وفات

تو اسی ضمن میں ہم نے پڑھا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام بناء کعبہ سے فارغ ہو گئے اور آپ پھر واپس فلسطین گئے اور بی بی ہاجرہؑ فوت ہوگئیں ان کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور دفن بھی مکہ مکرمہ میں ہوئی ہیں ان کی وفات، ان کے جنازے اور دفن میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام بھی شامل ہوئے اور یہ بھی کتابوں میں ہے کہ حضرت حاجرہؑ کی وفات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت اداس تھے "حزن حزنا شدیدا" سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب واپس گئے بی بی ہاجرہؑ فوت ہوگئیں اب آپ کی جو بیوی سارہؑ تھیں اور یاد رکھیں یہ بھی روایات میں ہے کہ اللہ نے فرمایا اے ابراہیم اس کو سارا نہ کہا کرو۔ بلکہ سارہ کہا کرو یعنی "راء" کے بعد "ہ" لگائیں "الف" نہیں۔

فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے مہمان بن گئے

اب اللہ نے بی بی سارہؑ کی دعائیں بھی سنیں اس واقعے کو اللہ نے قرآن میں کئی مقام میں ذکر کیا سورہ ہود میں ذکر ہے، سورہ الذاریات میں ذکر ہے، سورہ نحل میں ذکر ہے اور اسی ضمن میں آج کے درس میں ہم نے جو آیات پڑھی میں اللہ پاک نے فرمایا وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا إِبْرٰهِيمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا "وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا" ہمارے فرشتے ہمارے فرستادہ آئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر اور اللہ نے اس کو قرآن میں کئی مقامات پر ذکر فرمایا "هَلْ أَتٰكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِيْنَ" اللہ نے فرمایا میرا مدنی کیا آپ کو

قصہ ابراہیم علیہ السلام کے مہمانوں والا پہنچا ہے اسی طرح تیسرے مقام پر قرآن کہتا ہے "وَ نَبِئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ ابراهيم "میرا مدنی آپ اپنی امت کو خبر دیں کہ میرے ابراہیمؑ کے پاس کیسی شان والے مہمان آئے۔ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب مہمان آئے تو انہوں نے سلام کیا ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا۔ اور ایک مقام پر آتا ہے "قَالَ سَلٰمٌ قَوْمٌ مُنْكَرُوْن" یہ لوگ منکر یعنی غیر لوگ ہیں جانے پہچانے نہیں لگتے سمجھ نہیں آتی، ہمارے علاقے کے تو نہیں لگتے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر علاقے کے نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ کسی دوسرے علاقے کے ہیں اور دوسرے علاقے کے آدمی جب سفر کر کے آئیں تو اونٹ گھوڑا یا کوئی سواری ہوتی ہے اور پھر اس کے اوپر سفر کا بھی کوئی اثر ہوتا ہے، تھکاوٹ ہوتی ہے یہ تو ایسے تروتازہ لگتے ہیں یہ تو چل کر بھی نہیں آئے یہاں قرآن فرماتا ہے "فَمَا لَبِثَ أَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ" یعنی بچھڑا بھونا ہوا لے آئے اور دوسری جگہ قرآن کہتا ہے "بعجل سمين" موٹا تازہ بچھڑا۔ دونوں میں کوئی تفاوت نہیں کہ باعتبار بدن کے موٹا تازہ تھا، بھون کے لے آئے۔

مہمان کے سامنے اچھا کھانا پیش کرنا

اور اسی سے مسئلہ بھی استنباط کیا ہے آداب ضیافت میں سے ہے کہ میزبان مہمان سے پوچھے نہیں حالات کے مطابق وقت کے مطابق جو تقاضا ہے اور جو کچھ اللہ نے اس کو توفیق دی ہے چپ کر کے پیش کرے۔

مہمان کو ماحضر پیش کرنا بھی جائز ہے

مثلاً چائے کا وقت ہے۔ چائے پیش کرے کھانے کا وقت ہے کھانا پیش کر دے ایسا وقت ہے کہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ آدمی اتنی دور سے آئے ہیں کھانا نہیں کھایا ہوگا پوچھ بھی سکتا ہے

لیکن آداب ضیافت میں سے یہی ہے کہ جو اللہ نے آپ کو دیا ہے جو سوکھی روٹی ہے پیش کر دیں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ آپ اسراف کریں تبذیر کریں اور دکھلاوے کے طور پر اپنے مہمانوں کے لئے خرچ کریں جو اللہ نے دیا جو توفیق دی ہے اس کے مطابق خرچ کریں۔

کیونکہ بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ مہمان میں بھی ایک حیا ہوتی ہے کہ اس کو ضرورت بھی ہو تو وہ بے چارہ شرم کے مارے نہیں کہتا کہ میں رات کو پہنچا ہوں رات کافی بیت گئی ہے۔ اب میں ان کو کیسے کہوں کہ میں نے کھانا نہیں کھایا کھانا اس نے نہیں کھایا ہوتا لیکن اس کو بھی تو کچھ حیا ہوتی ہے اس لئے جو کچھ اللہ توفیق دے وہ پیش کر دو۔

جب فرشتوں نے کھانا نہ کھایا تو

جب مہمان آگئے اور آپ نے کھانا پیش کیا یہاں قرآن نے نہیں بیان کیا دوسری جگہ بیان کیا "فقربہ الیھم" کھانا لائے سامنے رکھا اور وہ بیٹھے ہیں نہیں کھاتے یہاں قرآن کہتا ہے " فَلَمَّا رَا أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ " جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ کھانے کی طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتے کہا یہ کیسے مہمان ہیں؟ اور مہمان اگر آئے اور کھانا نہ کھائے تو عرب کے اندر یہ علامت دشمنی کی تھی کہ اگر گھر میں آدمی آئے اور گھر والے کوئی چیز پیش کریں اور وہ نہ کھائے تو یہ دوست نہیں دشمن ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے کہ اتنا اچھا میں کھانا لایا ہوں خود اٹھا کے لئے آیا ہوں خود پیش کیا ہے اب دل میں خوف پیدا ہوا " أَوْ جَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً قَالُوْا لَا تَخَفْ " اب دل میں خوف پیدا ہوا اور جب دل میں خوف آئے تو چہرے پر بھی آثار ہوتے ہیں۔

یہ فرشتے کونسے تھے

جب انہوں نے دیکھا تو کہا کہ آپ ڈریں نہیں "إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لوط" یہ آنے والے کون تھے یاد رکھیں! یہ فرشتے تھے اور یہ بھی کتابوں میں ذکر ہے کہ آنے والوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی تھے، حضرت میکائیل علیہ السلام بھی تھے اور ملک الموت عزرائیل علیہ السلام بھی تھے، یہ تین تھے۔

ایک کمزور روایت

بعض علماء نے یہاں ایک روایت نقل کی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے اصرار کیا کہ آپ کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم کھانا مفت نہیں کھاتے اگر قیمت آپ لے لیں تو پھر کھائیں گے ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تم مہمان ہو انہوں نے کہا کہ بس ٹھیک ہے آپ کے اپنے آداب ہیں اور ہمارے اپنے آداب ہیں کہ ہم مفت چیز نہیں کھاتے کسی کو اس کا بدلہ دیتے ہیں اس کی آپ قیمت بتادیں تو پھر ہم کھائیں گے تو انہوں نے کہا ہاں قیمت تو ہے قیمت دے دو تو انہوں نے کہا کتنی قیمت ہے فرمایا اس کی قیمت صرف اتنی ہے کہ جب کھانا کھاؤ تو پڑھو بسم اللہ الرحمن الرحیم" اور جب کھا چکو تو کہہ دو "الحمد للہ" اللہ تیرا شکر ہے تو بس قیمت ادا ہوگئی لیکن یہ روایت اسرائیلی ہے اور صحیح نہیں ہے۔

اس لئے کہ وہ تو اللہ کے فرشتے ہیں بسم اللہ پڑھیں یا نہ پڑھیں الحمد للہ پڑھیں یا نہ پڑھیں وہ تو ہر وقت اللہ کی تسبیح میں ہیں "عباد مکرمون" ہیں وہ ہر وقت اللہ کی تسبیح تہلیل میں اس کی تقدیس بیان کرتے ہیں پھر وہ ہر لحاظ سے کھانے سے پاک ہیں اور ایسی بات کیسے کر سکتے ہیں اور قرآن شریف میں بھی اس کا کوئی اشارہ نہیں ہے اب جب یہ بات طے ہوگئی تو انہوں نے کہا

حضرت آپ نہ گھبرائیں ہم تو آئے ہیں قوم لوطؑ کی طرف۔اب درمیان میں اللہ نے ہمیں یہ بھی حکم دیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے ہو کر جاتا ہے۔

حضرت سارہؑ کیوں ہنسی تھیں

آپ کی بیوی آپ کے ساتھ کھڑی تھی "وَ امْرَأَتُهٗ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَهَا بِاِسْحٰقَ وَ مِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ "اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ آپ کی بیوی کھڑی تھی" فضحکت" بیوی ہنس پڑی۔

اب بعض علماء یہاں یہ کہتے ہیں جب خوش خبری دی گئی بیٹے کی تو پھر بیوی ہنس پڑی حالانکہ یہ بات نہیں ہے چونکہ قرآن یہاں یہ کہتا ہے یہ واقعہ پہلے ہے اور بشارت بعد میں ہے " وَ امْرَأَتُهٗ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ مِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ "بشارت تو بعد میں ہے اور بی بی صاحبہ کا ہنسنا پہلے ہے تو یہ بی بی صاحبہ کیوں ہنسی وہ دراصل اس لئے ہنسیں کیونکہ قوم لوط اخبث ترین قوم تھی۔

قوم لوط کا گندا عمل

قوم لوط علیہ السلام جو تھی وہ دنیا کی فحش ترین مصیبت میں پڑی ہوئی تھی اور اس پورے علاقے میں فساد پھیلا دیا تھا اور کسی کی عزت محفوظ نہیں تھی تو جب ان پر عذاب کی بات سنی تو بی بی ہنس پڑیں کہ اچھا ہوا ایسی قوم پر تو قہر آنا چاہئے تھا۔اس لئے بی بی صاحبہ خوش ہوئیں۔

حضرت سارہؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی خوشخبریاں

اب جب بی بی صاحبہ کو یہ خبر مل گئی تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ کو ایک اور خوشخبری دیتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو بیٹا عطا کریں گے اور اور بیٹے کا نام اسحاق ہوگا اور پھر اسحاق کے

بعداس کا بیٹا یعقوب ہوگا یعنی کئی خوشخبریاں ہوگئیں ایک تو آپ کو بیٹا ملے گا اور پھر بیٹا بھی نبی ہوگا یعنی ''اسحاق'' پھر اسحاق کا بھی بیٹا ہوگا یعقوب اور وہ بھی نبی۔

حضرت سارہؑ کا تعجب

جب بی بی صاحبہ نے سنا" قَالَتْ يٰوَيْلَتٰى ءَاَلِدُ وَ أَنَا عَجُوْزٌ وَ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا إِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ " جب سنا تو کہتی ہیں عجیب بات ہے۔ ''اَلِدُ وَ أَنَا عَجُوْزٌ'' مجھے بچہ ہوگا؟ میں بڑھیا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ کی عمر ۹۰ سال تھی اور ابراہیم علیہ السلام تو ایک سو بیس سال سے اوپر ہو گئے تھے۔

اور دوسری جگہ قرآن کہتا ہے " فاقبلت امرأته في صرة فصكت وجهها "آدمی حیران ہو کر آواز نکالے اس کو کہتے ہیں "صرۃ" بالکل بے تحاشہ "فصكت وجهها "اور اپنے چہرے پہ ایسے ہاتھ مارا جیسے عورتوں میں رواج ہوتا ہے۔

کیونکہ پہلے آدمی" جنین "ہوتا ہے پھر"صبی" ہوتا ہے پھر ولد ہوتا ہے پھر" مراہق "ہوتا ہے پھر"غلام" ہوتا ہے پھر"شاب" ہوتا ہے پھر"کہل" ہوتا ہے اس کے بعد"شیخ" ہوتا ہے جب سن شیخوخہ میں پہنچ گئے تو اب بوڑھے آدمی سے کیا اولاد ہوگی اس کے بعد کہا" إِنَّ هٰذا لَشَيء عجيب" یہ عجیب بات ہے پھر بھی آپ کہہ رہے ہیں۔

فرشتوں کا جواب

"قالوا اتعجبين من امر الله رحمة الله و بركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد" اللہ کے فرشتوں نے کہا کہ آپ کس بات پر تعجب کرتی ہیں؟ اللہ کے حکم پر اللہ کی رحمت ہو، اللہ کی برکتیں ہوں آپ تو نبی کا اہل بیت ہیں اللہ کی قدرت اور اس کی مرضی ہے بڑھاپے میں

دے دے، مرضی ہے جوانی میں دے دے، مرضی ہے نہ دے۔

اولاد دینا اللہ کے اختیار میں ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَشَاءُ عَقِيْمًا اللہ چاہیں تو لڑکے دے لڑکیاں دے جوڑے دے اور چاہے تو بانجھ کردے کچھ بھی نہ دے کتنے خوبصورت جوڑے ہوتے ہیں جوان مرد ہے جوان عورت ہے بچہ نہیں ہے۔

اچھا کتنے آدمی دیکھو گے بوڑھے ہیں اور اولاد ہے، کتنے آدمی ہیں بیمار ہیں بعض دائمی مریض ہیں لیکن اولاد ہے اور بعض لوگ دیکھیں دولت کے حساب کتاب کی حد نہیں۔ لیکن اولاد سے محروم ہیں ایک وقت کی روٹی نہیں گھر میں اولاد کی لائنیں لگی ہوئی ہیں ماشاء اللہ یہ اللہ کا نظام ہے۔ اس میں کوئی دخل دے سکتا ہے؟ اگر دولت والوں کو اولاد ملتی تو پھر غریب کے پاس نہ ہوتی پیسے والے تو بڑے حاسد ہوتے ہیں غریب کو بچہ تھوڑا رکھنے دیتے یہ اللہ کا نظام ہے۔

بیوی اصل اہل بیت ہے

اس لئے انہوں نے کہا کیا تم تعجب کر رہی ہو؟ اور اسی سے یہ مسئلہ بھی سمجھ لیں کہ یہ اللہ کا قرآن ہے اور فرشتے کہہ رہے ہیں کہ "رَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ"۔

شیعہ کی تردید

یہاں تو صرف ابراہیمؑ کی بیوی ہے اس لئے جہاں قرآن میں اہل البیت کا ذکر ہے وہاں سے مراد بھی ازواج نبی ہیں نہ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ اہل بیت، پنج تن پاک ہیں باقی اور کوئی اہل بیت نہیں اب دیکھو یہاں تو قرآن ہے کہنے والے فرشتے ہیں اور خطاب دے رہے

ہیں اہل البیت اور آگے فقط ابراہیم علیہ السلام کی بیوی ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اصل اہل بیت کا اطلاق ہوتا ہی بیوی پر ہے بچے تو ویسے ہی شامل ہو جاتے ہیں بچوں کو تو شامل کیا جاتا ہے اس لئے تو حضور ﷺ نے دعا مانگی تھی یا اللہ یہ بچے جو میری چادر کے نیچے ہیں "اللھم ھولاء أَھْلَ بیتی" یہ بھی میرے اہل بیت ہیں ورنہ قرآن کی نص سے لفظ اہل بیت کا اطلاق ہوتا ہی بیوی پر ہے جیسے اللہ نے یہاں فرمایا۔

حضرت سارہؑ کا بیٹا بھی ہوا اور پوتا بھی

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرشتوں نے خوشخبری دی اور اللہ نے اس خوشخبری کے عوض میں عین اسی بیوی بی بی سارہؑ سے ہی آپ کو اولاد دی اور اولاد بھی کیسی؟ سیدنا اسحاق علیہ السلام جیسی اور اللہ نے اس میں یہ بھی اشارہ فرمادیا تھا کہ "و مِنْ وَرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ" کہ اسحاقؑ کے بعد اسحاقؑ کا بیٹا یعقوبؑ بھی ہوگا بی بی تم تو کہہ رہی ہو بوڑھی ہوں تم بچہ بھی جنو گی۔ پھر زندہ رہو گی پھر تمہارے بچے کا بچہ ہوگا وہ بھی دیکھو گی اس وقت بھی زندہ ہوگی بوڑھی ہونے کا کیا مطلب ہے یہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

عرب لوگوں کی جنسی قوت

خدا کی شان ہے اب بھی یہاں ایسے لوگ ہیں جن کی عمر سو سال سے زیادہ ہے اس ملک میں ابھی چند دن قبل میں اخبار میں پڑھ رہا تھا پتہ نہیں اس کی عمر چھیانوے سال تھی یا سو سال تھی اس نے کہا کہ میں آٹھویں شادی کر رہا ہوں آپ نہ ڈریں انشاء اللہ آپ کو ایک ہی کافی ہے یہ تو میں عربوں کی بات کر رہا ہوں جن کا عرب سے تعلق ہے خدا کی قدرت ہے۔

لیکن آپ یاد رکھیں عرب سامی النسل ہیں سامی جو ہیں اللہ نے ان میں قوت زیادہ رکھی

ہے بہ نسبت حامی اور یافثی کے۔ یہ بھی ایک طبی تحقیق ہے کہ جتنے سامی النسل لوگ ہیں ان میں خدا کی قدرت ہے اللہ نے جنسی قوت زیادہ رکھی ہے غلبہ بھی زیادہ رکھا ہے حضرت نوحؑ کے تین ہی تو بیٹے تھے، حام، سام، یافث، لوگ، یا حام کی اولاد ہے یا سام کی اور یا یافث کی اور عرب سارے سام میں آئے ہیں۔

حضرت سارہؑ کی وفات

تو اب جناب، اللہ نے بیٹا بھی عطاء فرمایا اور بیٹے کا بیٹا بھی عطاء فرمایا اور اس کے بعد بی بی سارہؑ فوت ہوئیں۔ ان کا دفن حبرون میں ہوا ہے۔

یاد رکھو جبرون اسی جگہ کو کہتے ہیں جس کو آج کل "الخلیل" کہتے ہیں یعنی آپ جائیں بیت المقدس ان شاء اللہ اس کے ساتھ ایک جگہ ہے جس کو "الخلیل" کہا جاتا ہے پہلے بیت اللحم ہے پھر وہ جبرون ہے اس حبروں کا نام سریانی زبان میں عبرانی زبان میں الخلیل ہے ان کے جنازے میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام مکہ سے پہنچے اور سیدنا اسحاق علیہ السلام تو پہلے سے وہاں موجود تھے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اسحاق اور اسماعیل علیہما السلام نے جنازہ پڑھا اور ان کو وہیں دفن فرمایا اور ان کی قبر مبارک اسی جبرون میں یعنی الخلیل میں ہے اور علاقہ جو تھا اس کے بنانے والے بھی سلیمان علیہ السلام تھے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ یہ تعین تو نہیں کی جا سکتی کہ یہ جگہ ہے یعنی علاقہ وہی ہے جیسے مسجد کا ایک قطعہ ہے اس میں کونسی قبر ہے بی بی کی؟ یقین نہیں ہے لیکن قطعہ کی تعیین موجود ہے۔

حضرت حاجرہؑ اور سارہؑ کی اولاد

تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد جو سیدنا اسحاقؑ ہیں ایک بات یاد رکھیں بی بی ہاجرہؑ سے

جو اولاد ہوئی وہ اسماعیل علیہ السلام ہیں اور آج کے سبق سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ قرآن کہتا ہے "فبشرنھا باسحاق "جب کعبہ آپ نے بنایا اور بنا کے آپ واپس فلسطین میں آئے تو پھر اسحاقؑ کی بشارت ملی۔

ذبیح اسماعیلؑ ہی تھے

اس کا مطلب ہے کہ ذبح کے وقت صرف اسماعیلؑ تھے کیونکہ بناء کعبہ میں شریک ہونے والے اسماعیلؑ ہیں کیونکہ وہ تو قرآن میں ثابت ہے کہ "وَ إِذْ يَرْفَعُ ابْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمعِيلُ" کہ بناء کعبہ کے وقت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کون ہے۔ اسماعیل ہی ہیں اسی طرح آج تک بھی حطیم کو کہا جاتا ہے "حجر اسماعیل "کیونکہ یہ میزاب رحمت کے عین نیچے ہے اور عین نیچے بیٹھ کر حضرت اسماعیلؑ عبادت کیا کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، دعائیں مانگتے تھے تو اس جگہ کو کہا گیا ہے "حجر اسماعیل" اور اب اللہ فرماتے ہیں "فبشرنھا باسحاق"۔

یعنی اس واقعہ کے بعد ہم نے اسحاقؑ کی خوش خبری دی تو بات واضح ہوگئی کہ ذبیح جو ہیں وہ اسماعیلؑ ہیں نہ کہ اسحاق علیہ السلام جیسا کہ اسرائیلیوں نے بعض روایات میں یہ سازش کی ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ ذبیح جو ہیں وہ اسماعیل علیہ السلام نہیں ہیں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی شادی حضرت ہاجرہؑ سے ہوئی ان سے اسماعیلؑ اور بی بی سارہؑ سے اللہ نے حضرت اسحاقؑ دیئے۔

بی بی سارہؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کی تھیں اور بی بی ہاجرہؑ جو ہیں وہ اس بادشاہ نے ہدیہ میں وہی تھی اس کے بعد پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قطورہ سے بھی شادی

فرمائی اس شادی سے بھی اللہ نے آپ کو چار اولاد دیں (اور ایک عورت سے بھی شادی کی جس سے سات اولادیں ہوئیں) یعنی بی بی ہاجرہؑ اور بی بی سارہؑ (کی وفات کے بعد آپ نے) ایک بی بی قطورہ سے آپ نے شادی فرمائی۔ اور ان سے بھی سیدنا ابراہیم کی اولاد ہوئی پس آپ کے کل تیرہ بچے ہوئے اور اسی طرح قرآن مقدس میں آپ یہ دیکھیں کہ اللہ نے ابراہیم علیہ السلام کی صفت جو آج ہم نے پڑھی ہے فرمایا "إِنَّ ابْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ أَوَّاهٌ مُنِيْبٌ" کہ میرا ابراہیم بڑے حوصلہ والا ہے میرا ابراہیم حلم والا ہے۔

اسماعیلؑ واسحاقؑ کی خصوصیات

پھر جو آپ کو دو بیٹوں کی خوشخبری دی ہے ایک جگہ آتا ہے "فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ" ہم نے علم والے بیٹے کی بشارت دی (یعنی اسحاق کی) اور ایک جگہ بشارت ہے فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ"۔ یعنی علم والے بیٹے کی (یعنی اسماعیل کی) اللہ نے علم والا بیٹا بھی عطاء کیا اور حلم والا بیٹا بھی عطا کیا۔

اولاد ابراہیمی میں انبیاءؑ کی بعثت

اور اسی طرح یہ بات بھی دیکھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے اسحاقؑ اور اسحاقؑ کے بیٹے کا نام یعقوبؑ اور یعقوبؑ کون ہیں؟ آپ کا دوسرا نام اسرائیل ہے یعنی بنو اسرائیل میں جتنے نبیؑ ہیں سب ذریت ابراہیمؑ اور سیدنا اسحاقؑ سے آئے اللہ نے صرف ایک نبی بھیجا سیدنا اسماعیلؑ کی اولاد میں اور وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں۔

ابراہیمؑ واسحاقؑ کی عمریں برابر تھیں

اب اسی طرح دیکھیں جب ابراہیم علیہ السلام کی وفات کا وقت آیا تو ابراہیم علیہ السلام کی عمر مبارک ایک سو پچھتر سال تھی اللہ کی شان دیکھیں کہ جب اسحاق علیہ السلام کی وفات ہوئی ان کی عمر بھی ایک سو پچھتر سال تھی قدرت کی طرف سے اتفاق تھا۔

حضرت ابوبکرؓ کی حضور ﷺ سے دو مناسبتیں

اسی طرح آپ دیکھیں کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیقؓ کی عمر ایک ہے اسی طرح اتفاقات دیکھیں علماء نے لکھا ہے کہ جہاں سے کسی کی مٹی اٹھتی ہے تو اسی جگہ وہ دفن ہوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابوبکر صدیقؓ کی مٹی بھی ایک جگہ سے اٹھائی گئی روضہ مبارک سے کہ وہیں اللہ نے دونوں کو جمع فرمایا۔

تو اسی طرح سے جب سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کی وفات ہوئی تو ان کی عمر ایک سو پچھتر سال تھی اور سیدنا ابراہیم علیہ اسلام کی تدفین میں بھی آپ کے بیٹے شریک تھے وہ بھی نبی تھے اور آپ کی تدفین کے بعد آپ کو اسی حبرون میں جس کو آج کل ''الخلیل'' کہتے ہیں وہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دفن کیا گیا آپ بھی نبی تھے اور آپ پر جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے بھی اللہ کے نبی اور بیٹے تھے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی وفات بھی حبرون میں ہوئی اور آپ کا دفن بھی حبرون میں ہوا۔



حضرت لوط علیہ السلام

حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت ابراہیمؑ کی رشتہ داری

سلسلۂ قصص الانبیاء والمرسلین علیہم السلام میں ہم نے سیدنا ابراہیمؑ کے بارے میں پڑھا اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے واقعات کے ضمن میں ہی قرآن مقدس نے متعدد سورتوں میں حضرت لوط علیہ السلام کے قصے کو بھی تقریباً ساتھ ہی ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء کرام نے لکھا ہے کہ لوط علیہ السلام اصل میں ابراہیم علیہ السلام کے بھائی کے بیٹے تھے یعنی ابراہیم علیہ السلام کے بھائی تھے ماران، حاران کے بیٹے جو ہیں وہ لوطؑ ہیں تو پھر لوط بن حاران بن تارخ ہیں جیسے ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارخ تھا اور لقب آزر تھا تو جو لوط ہیں وہ ان کے بھائی کے بیٹے ہیں تو اس لئے ایک بڑا قریبی تعلق ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی آزر کے ہاں پرورش

اور اسی طرح ہمیں یہ روایت بھی کتب سابقہ میں ملتی ہے کہ لوط علیہ السلام نے بھی دراصل آزر کے گھر میں ہی پرورش پائی ابراہیم علیہ السلام اور وہ اکٹھے رہے ایک تو بھائی کے بیٹے ہیں اور زیادہ قرب بھی ہے ایک گھر میں پرورش پائی اور جب ابراہیم علیہ السلام پر آزمائشوں کے

پہاڑ ٹوٹے جب سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام پر دور ابتلا آیا اور آپ کو اس وقت کی مقتدر قوتوں نے آگ میں ڈالا تو حضرت لوط علیہ السلام کے سامنے یہ سارا واقعہ ہو رہا تھا۔

سرمایہ دار قوتیں ناحق، انبیاءؑ کا مقابلہ کرتی رہیں

دراصل یہ قصے جو ہیں قرآن پاک میں یہ مقام ہیں مواعظ کے عبرتوں کے کہ انسان ان کو پڑھ کر عبرت حاصل کرے یہ دیکھیں وقت کی سرمایہ دار قوتیں یا مقتدرہ قوتیں جو ہیں وہ ہمیشہ اہل حق کے خلاف رہتی ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے لے کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک اگر ہم نظر دوڑائیں تو ہر دور میں اہل حق کی مخالفت کرنے والے بڑے لوگ تھے سرمایہ دار تھے، جاگیر دار تھے، یا وقت کے حاکم تھے۔

حضرت نوحؑ کی مثال

اسی لئے نوح علیہ السلام سب سے پہلے نبی اور رسول ہیں جب آپ نے اپنی قوم کو دعوت دی تو سب سے پہلے اللہ کا قرآن کہتا ہے "قَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِهٖٓ إِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ." آپ کی قوم کے جو بڑے بڑے سردار تھے۔

''ملأ'' کہتے ہیں جن کی وجہ سے آنکھیں بھر جائیں ڈر سے دلوں میں رعب پڑ جائے وہ ہوتے ہیں۔ ملأ ''یملؤون القلوب من هیبتهم'' لوگوں کے دل دیکھ کے ڈر جاتے ہیں کہ یہ کون بڑا آدمی آرہا ہے۔

قَالَ الْمَلَا مِنْ قَوْمِهٖ'' سب سے پہلے ان کے سرداروں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے نعوذ باللہ آپ تو گمراہ ہیں تو مخالفت انہوں نے کی۔

حضرت موسیٰؑ کی مثال

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں مخالفت کرنے والا کون ہے فرعون یعنی ہر دور میں غریبوں نے تقریباً معاف کر دیا اگر کہیں غریب موافقت نہیں کر سکے تو معاندت بھی نہیں کی، مخالفت نہیں کی پیچھے ہٹ گئے لیکن یہ فساد ہمیشہ ان بڑے لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی مثال

جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر دور ابتلا آیا کہ آپ کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جہاں ابراہیم علیہ السلام کے والد اور والدہ کے لئے اس آگ کو کھول دیا کہ وہ دیکھیں کہ ابراہیم تو آگ میں آرام سے بیٹھے ہیں وہ تو اللہ کی نعمتیں کھا رہے ہیں۔

ابراہیمؑ پر سب سے پہلے لوط علیہ السلام ایمان لائے

ایسے ہی حضرت لوط علیہ السلام کیلئے بھی منظر سامنے کر دیا اسی لئے قرآن دوسری جگہ کہتا ہے "فَقَالَ لَهُ لُوْطٌ" اب لوط ایمان لے آئے سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں لوط علیہ السلام ہیں جو ابراہیمؑ کے دین پر آئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کے واقعہ کو اکٹھے ذکر کیا ہے۔

اہل اسلام کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کی بعثت

اور اسی طرح یہ بات بھی روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو منتخب فرمایا تو ابراہیم علیہ السلام نے ہی حکم دیا کہ آپ اس علاقے میں دعوت کے لئے تشریف لے جائیں قریہ سدوم کی طرف، تو بھیجنے والے بھی ابراہیم علیہ السلام تھے اس لئے بھی لوط علیہ السلام کے ساتھ آپ کا ایک تعلق ہے۔

قوم لوط علیہ السلام کو عذاب دینے والے فرشتے ابراہیمؑ کے پاس تو اسی ضمن میں جب ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان آئے جیسا کہ ہم درس میں پڑھ چکے ہیں اور آپ نے ان کے لئے کھانے کا انتظام کیا ایک بچھڑا ماشاء اللہ تر وتازہ بھونا اور بنا کر لے آئے اب وہ کھاتے نہیں۔

تو جب ابراہیم علیہ السلام کو خوف لاحق ہوا کہ یہ کیوں نہیں کھاتے جب آپ ڈر گئے تو انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کے فرشتے ہیں اور انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی مبارک دی اور وہ بیٹا کون اسحاق جبکہ اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں "فَبَشَّرْنَهَا بِإِسْحَقَ وَ مِنْ وَرَاءِ إِسْحَقَ يَعْقُوبَ "تو حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دی گئی اور اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوئے بی بی سارہؑ کے بطن سے جو آپ کی پہلی بیوی تھیں اب جناب اسی کو دیکھیں کہ جب ساری بشارتیں ہوگئیں ابراہیم علیہ السلام کو بشارت مل گئی تو ابراہیم علیہ السلام نے یہ اندازہ تو لگالیا کہ یہ جب بچے کی خبر دینی تھی تو ایک فرشتہ ہی کافی ہے پھر تین فرشتوں کے آنے کی کیا ضرورت ہے اور تینوں اہم فرشتے جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور ملک الموت اگر انسان کو مبارک دینی ہے تو بی بی مریم علیہا السلام کے پاس بھی تو اکیلے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اس کے لئے تو اتنی ضرورت نہیں ہوتی کہ تین اہم فرشتے اور تمام ملائکہ میں جو افضل ہیں ان کو بھیجا جائے۔

اب ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا "قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ "بھائی اصل وجہ کیا ہے تم اللہ کے فرشتے کیوں بھیجے گئے ہو "قَالُوا إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قوم مجر "میں اب فرشتوں نے کہا کہ بھائی اصل بات یہ ہے ہمیں تو اس مجرم قوم، قوم لوط کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے کہ اب ان کی نافرمانیوں کی انتہاء ہوگئی ہے۔[1]

[1] حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ (۱) وہ مردوں سے بدفعلی کرتے تھے۔ (۲) کبوتر کھیلتے تھے

(۳) ڈھول بجاتے تھے (۴) غلیل کے (ناحق) نشانے مارتے تھے (۵) انگلیوں سے کنکریاں مارتے تھے (۶) سرخ لباس پہنتے تھے (۷) تالیاں بجاتے تھے (۸) سیٹیاں بجاتے تھے (۹) شراب پیتے تھے (۱۰) داڑھیاں کٹواتے تھے (۱۱) مونچھیں بڑھاتے تھے۔

اور دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ (۱۲) مجلس میں زور سے پاد مارتے تھے (۱۳) ایک دوسرے کے منہ میں جماع کرتے تھے (۱۴) ایک چبانے کی چیز کو چباتے تھے (جیسے آج کل لوگ چیونگم کو چباتے ہیں) (۱۵) راستوں میں ڈاکے ڈالتے تھے (۱۶) لوگوں کا مال چھین لیتے تھے (۱۷) لوط علیہ السلام کا مذاق اڑاتے تھے (۱۸) اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ایسے لوگوں کو بتاتی تھی کہ لوط علیہ السلام کے پاس آج لوگ آئے ہوئے ہیں۔ (البدوالتاریخ ابوزید بلخی ۱/ ۲۳۷، ۲۳۸- امداد اللہ)

اب ان کی بغاوت کی انتہاء ہو چکی ہے اب ان کے استیصال کا وقت آ گیا ہے۔ اب ان کے سروں کی فصل یک چلی ہے ان کے کٹنے کا زمانہ آ گیا ہے۔

ابراہیمؑ کا فرشتوں سے جھگڑا

ابراہیم علیہ السلام کو جب یہ پتہ چلا تو یہاں قرآن پاک نے سورہ ھود میں دوسرے اسلوب سے بیان فرمایا ہے۔ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَ جَاءَتْهُ الْبُشْرىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ۔

جب ابراہیم علیہ السلام کا خوف ختم ہو گیا پتہ چل گیا کہ یہ فرشتے ہیں اب ابراہیم علیہ السلام قوم لوط کی وجہ سے جھگڑنے لگ گئے فرشتوں کے ساتھ۔

وہ جھگڑا کیا تھا

وہ یہ ہے کہ روایات میں آتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے فرشتوں سے پوچھا کہ ایک بات تو بتاؤ ٹھیک ہے تم جا رہے ہو قوم لوط کو ہلاک کرنے لیکن اگر کسی بستی میں کسی علاقے میں چار سو

مسلمان رہتے ہوں تو وہاں بھی تم عذاب نازل کرو گے کہنے لگے نہیں اگر وہاں چارسو مسلمان ہوتو وہاں تو ہم عذاب نازل نہیں کریں گے۔انہوں نے کہا اچھا ایک بات اور بتادو چارسو نہ ہوں دو سو ہوں تو انہوں نے کہا اگر دوسو ہوں تو پھر بھی ہم عذاب نازل نہیں کریں گے۔انہوں نے کہا اچھا دوسو نہ ہوں سو ہوں انہوں نے کہا پھر بھی عذاب نہیں آئے گا۔انہوں نے کہا اگر سو نہ ہوں وہاں چالیس ہوں۔اب ابراہیم علیہ السلام جھگڑنے لگے مقصد یہ ہے کہ آخر اللہ کے نبی ہیں اب دیکھا کہ قوم پر عذاب آ گیا ہے تو کوشش کی کہ کسی طرح ٹل جائے پیغمبر یہ تو نہیں چاہتے کہ قوموں کا استیصال ہو۔

انہوں نے کہا چالیس ہوں تو پھر بھی عذاب نہیں ہوگا انہوں نے کہا اگر چالیس نہ ہوں دس ہوں انہوں نے کہا پھر بھی نہیں کریں گے انہوں نے کہا اگر ایک ہو۔

لوط علیہ السلام پر ایمان لانے والی ان کی صرف دو بیٹیاں تھیں

ابراہیم علیہ السلام کو پتہ تھا کہ وہاں تو مسلمان ہیں ہی نہیں ماسوائے لوط علیہ السلام کے کیونکہ خدا کی شان یہ ہے پوری قوم لوط میں کوئی بندہ اسلام نہیں لے آیا ماسوائے دو بیٹیوں کے بیوی بھی مسلمان نہیں تھی،اسی لئے حدیث مبارک میں آتا ہے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن بعض نبی ایسے ہوں گے جن کے ساتھ ایک بندہ بھی نہ ہوگا اور بعض نبی ایسے ہوں گے جن کے ساتھ دو چار آدمی ہوں گے۔

کثرت حقانیت کی دلیل نہیں

اسی لئے ہمیشہ یاد رکھا کریں اسی لئے علماء حق نے قرآن وسنت کی روشنی میں فرمایا ہے مجمع زیادہ ہونا بھیڑ زیادہ ہونا ادب زیادہ ہونا کوئی حقانیت کی دلیل نہیں ہوتی ویسے بھی اللہ

تعالیٰ کی شان دیکھیں گلاب کا پھول تو ایک ہوگا اور کانٹے ساتھ اٹھارہ لگے ہوئے ہوں گے۔ اسی لئے آپ دیکھیں جب پانی آتا ہے اس کے اوپر جتنا گند اور چھوٹی موٹی چیزیں ہوتی ہیں تنکے تو ایسی ساری اس کے اوپر چڑھی ہوئی ہوتی ہیں یہ کوئی دلیل نہیں ہوتی کہ اگر ہم کہیں کہ بلاد اوروباء میں، یورپ، امریکہ اور ماسکو ہے ایشیا ہے اور ہر جگہ کفر ہے کفر ہے یہ کوئی دلیل نہیں ہے چاہے ساری دنیا میں ایک مسلمان ہو یہ تو کوئی ضروری نہیں ہے کہ ہم اگر ہزار ہا ہوں یہ ایک الگ بات ہوتی ہے کہ اب ہم مسلمان ہیں الحمدللہ پھر اس مسئلے میں جمہور ایک طرف ہیں تو ان کا ایک وزن ہوتا ہے لیکن جہاں کفر اور اسلام کی بات ہو تو پھر ہم مسلمان اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہیں اگر کوئی مسلمان ہوگیا تو ٹھیک ورنہ نبی کا اس میں کوئی ذمہ نہیں" ان علیک اِلَّا البلاغ" آپ کی ذمہ داری ہے حق پہنچا دینا۔

فرشتوں کا جواب

تو انہوں نے کہا اگر ایک بھی ہو تو پھر بھی ہم عذاب نازل نہیں کریں گے لیکن قرآن کہتا ہے انہوں نے کہا ابراہیم بات سنو: "یابرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا إِنَّهُ قَدْ جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَإِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ"۔

انہوں نے کہا ابراہیم اب جانے دیں چھوڑیں اس بحث کو ان کا وقت آچکا ہے اب اللہ کے عذاب کا فیصلہ ہوگیا ہے اب اللہ کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا اب بحث کا کیا فائدہ باقی دوسری جگہ قرآن بیان کرتا ہے باقی تمہیں خوف ہے کہ وہاں لوط علیہ السلام ہیں قرآن بھی کہتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا "اِنَّ فِيهَا لُوطًا" خدا کے بندے وہاں لوط نہیں عذاب کیسے نازل کروگے نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا، فرشتوں نے کہا ہمیں پتہ ہے اس بستی میں کون کون مسلمان

ہے ہم اللہ کے حکم سے پہلے ان کو نکالیں گے پھر عذاب ہوگا۔

کفار سے اہل ایمان کی وجہ سے خدا کا عذاب ٹل جاتا ہے

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمت تھی اللہ کی رحمت تھی اگر کسی بستی میں ایمان والے ہوں تو ان کی وجہ سے بھی عذاب ٹل جاتا ہے۔اس ضمن میں حدیث مبارک میں موجود ہے کہ اللہ کے نبی کے صحابہؓ کبھی کبھی حیران ہوتے کہ ہم پر اتنے ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں لیکن مکے والوں پر کوئی عذاب نہیں نازل ہوتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِ '' محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان پر کیسے عذاب اتاریں آپ جو ان کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں آپ جائیں تو دیکھیں ہم ان کو کیسے نیست و نابود کرتے ہیں۔آپ کے ہوتے ہوئے ہم عذاب نازل نہیں کرتے۔

عذاب ٹلنے کی دوسری وجہ

اسی طرح قرآن بیان کرتا ہے کہ ہم وہاں بھی عذاب نازل نہیں کرتے جہاں ہم سے کوئی بخشش مانگنے والے ہوں۔

تیسری وجہ

اور اسی طرح قرآن کا یہ فیصلہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا فیصلہ ہے ''وما كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا'' ہم اس وقت تک کسی بستی کو ہلاک برباد نہیں کرتے جب تک اپنا پیغمبر نہ بھیجیں جب تک نبی نہ بھیجیں یا نبی کا خلیفہ یا عالم نہ یا بی بھیجیں۔ان کو حق بات پہنچا نہ دی جائے ان کو اتمام حجت نہ کر دیا جائے ایسے نہیں اللہ کسی کو پکڑ لیتے۔

اذان والی بستی اور شہر پر یلغار نہ کرو

اسی لئے میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کو وصیت فرماتے تھے جب تم جنگ کے لئے جارہے ہو تو خیال رکھنا ایسے نہیں کہ شب خون مار دو بستی پر بلکہ انتظار کرنا ''فاذا سَمِعْتُمُ النِّدَاءَ'' اگر تمہیں اذان کی آواز آجائے تو پھر حملہ نہ کرنا اس کا مطلب ہے کہ اندر مسلمان ہیں اذان جو دے رہے ہیں اگر اذان کی آواز نہ آئے تو سمجھ لینا کہ اس بستی میں کوئی مسلمان نہیں ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ مسلمان ہو اور اذان نہ کہے اور نماز نہ پڑھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

نیکوں کے باوجود کب عذاب نازل ہوگا

لیکن ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ ایک دفعہ ایک بی بی صاحبہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال کیا کہ آپ بتارہے تھے کہ بندوں پر ایسے عذاب آئیں گے ایسے عذاب آئیں گے تو اس بی بی نے پوچھا یارسول اللہ! انهلك وَفِينَا الصَّالِحون. کیا ہم اس وقت بھی ہلاک ہوجائیں گے جب ہم میں اچھے لوگ بھی ہوں گے اور برے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں جب إِذَا كثر الخبث. جب بے حیائی بڑھ جائے گی جب برائی بڑھ جائے گی تو پھر اللہ کے عذاب آئیں گے پھر اللہ پاک عذاب نازل کریں گے۔

اس میں اچھے بھی مارے جائیں گے اور برے بھی رگڑے جائیں گے پھر قیامت والے دن ہر کوئی اپنے عمل پر اٹھے گا اگر کوئی اچھا ہے تو جزا اچھی مل جائے گی اگر کوئی برا ہے تو سزا ملے گی لیکن اللہ عذاب کو نہیں روکیں گے۔

ایک بستی پر عذاب کا واقعہ

اسی طرح ایک روایت میں موجود ہے کہ اللہ نے حکم دیا ایک بستی پر عذاب کا کہ فلاں بستی پر عذاب نازل کر دو تو فرشتوں نے عرض کیا یا اللہ اس بستی میں تو ایسا بندہ رہتا ہے جس کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی جس کا رات دن تیرے ذکر میں ہے تیری یاد میں ہے تیرے فکر میں ہے ہر وقت زبان پر تیرا نام ہے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے فرمایا اسپر بھی کر دو اب اللہ کی مرضی ہے آپ کا حکم ہے انکار نہیں ہوسکتا ملائکہ تم نہیں جانتے ٹھیک ہے وہ عابد تھا زاہد تھا وہ ذاکر تھا لیکن اس نے برائی پر کسی دوسرے کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔

دوسروں کو بھی غلطی پر تنبیہ کرو

تو صرف ہمارا نیک ہونا کافی نہیں ہوتا آج کل ایک محاورہ ہے ''تو اپنا کام کر تجھے غیر سے کیا'' یہ غلط ہے۔ ہر آدمی کا ایک فلسفہ بن گیا ہے کہ چھوڑو ہم کسی دوسرے کے معاملے میں کیسے دخل دیں کہ جی آزادی ہے اور ہر آدمی کو حق ہے ٹھیک ہے وہ جانیں اور ان کا کام جانے تو یہ بات اللہ، اس کے رسول اور اسلام کے فلسفہ کے خلاف ہے۔

ایک آدمی آگ میں جل رہا ہے آپ اس کو بچانے کی کوشش نہ کریں، آزادی ہے جلنے دو ایک آدمی اگر آپ کے سامنے آگ میں جل رہا ہے آپ کا فرض ہے کہ پکڑیں آپ اس کو ،ایک آدمی آپ کے سامنے مکان سے چھلانگ لگانا چاہتا ہے خودکشی کرنا چاہتا ہے ہم کہیں آزادی ہے کرنے دو یہ کونسی آزادی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر رہے ہیں اللہ اور رسول کی مخالفت کر رہے ہیں جہنم کی آگ میں اپنے آپ کو ڈال رہے ہیں ان کو آپ جہنم سے بچانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے یہ کیا بات ہے۔

اس امت کی ایک فضیلت

اسی لئے اسلام کا فلسفہ ہے کہ "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" کہ ہمارا ہر بندہ اچھائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے جب تک یہ فضا نہ بنے کام بھی نہیں ہوسکتا تو اسی لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ جتنے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام آئے جتنا مرضی صدمے آئیں شرط یہ ہے کہ احکام پر چلنا ہوگا ورنہ اللہ کا عذاب آئے گا سب کو لپیٹ جائے گا۔

دوسروں کا نہ روکنے سے نہ روکنے والوں کا نقصان

اس کے بارے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عظیم مثال بیان فرمائی آپ نے فرمایا کہ اگر آپ ایک کشتی میں سوار ہیں اور کشتی کے دو حصے ہیں دو خانے ہیں کچھ لوگ اوپر ہیں اور کچھ لوگ نیچے ہیں اگر نیچے والوں کا یہ مزاج بن جائے کہ ہم اس کشتی میں سوراخ کر دیتے ہیں نیچے سے پانی لے لیتے ہیں ادھر سے جانا پڑتا ہے ادھر جاؤ کنارے پر کھڑے ہو اور ڈول ڈالو اور پھر پانی نکالو تو بڑا مشکل ہے، بلکہ یہاں سے تختہ توڑ کر یہاں سے ہر آدمی اپنے ڈول بھرے گا۔

اللہ کے نبی نے فرمایا اگر تم ان کا ہاتھ نہ پکڑو وہ سوراخ کر دیں اور پانی اندر بھر جائے تو اوپر والوں کا کیا حال ہوگا اگر تم اوپر بیٹھے رہو کہ جی ہم تو دور ہیں ہمیں تو کچھ نہیں ہوگا لیکن جب اس کشتی میں پانی بھرے گا وہ ڈوبیں گے تو تم بھی ہو ساتھ ڈوبو گے۔

اللہ محض کافر ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا

اور دوسری بات جو اصل بنیادی بات ہے سمجھنے والی اس کو اپنے دل و دماغ

میں رکھ لیں۔

جب تک آپ نوح علیہ السلام سے لے کر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنی قومیں یا پیغمبر گزرے ہیں جب آپ نظر ڈالیں گے تو آپ اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اللہ محض کافر ہونے کی وجہ سے کسی کو عذاب نہیں دیتا یہ بات ہمیشہ یاد رکھیں مثلاً ایک قوم کافر ہے کافر ہونے کی وجہ سے عذاب آجائے تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو دونوں راستے بتلا دیئے ہیں یہ ایمان کا ہے یہ کفر کا ہے جو چاہو اختیار کرلو پھر عذاب کیوں ہوتا ہے کافروں کو بھی عذاب اس وقت ملتا ہے جب کفر کے ساتھ وہ مجرمانہ کاروائیوں میں پڑ جاتے ہیں۔

پھر اللہ کے عذاب آتے ہیں ورنہ کافر ہے ٹھیک ہے مانے گا اس کا بھلا ہے نہیں مانے گا اس کا نقصان ہے ایمان لے آئے گا تو دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے کچھ نہیں کرسکتے۔ اور ایمان نہیں لے آئے گا تو دنیا اور آخرت کی خرابی ہے تو اس کے علاوہ تو آپ کچھ نہیں کرسکتے۔

نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کیوں آیا

اب نوح علیہ السلام کی قوم ہے نہیں عذاب آیا لیکن جب قوم نے نوح علیہ السلام کو مارنا شروع کر دیا مار مار کر بے ہوش کر دیتے نوح علیہ السلام کو مجنون کہتے، دیوانہ کہتے، استہزا کرتے جب وہ جرائم میں پڑتے گئے اب ان پر تبلیغ نے اثر بھی چھوڑ دیا تو پھر نوح علیہ السلام کو کہنا پڑا کہ یا اللہ میں نے ان کو ہر حال میں دعوت دی ہے ان پر کوئی اثر نہیں ہوا حتیٰ کہ اگر آپ ان کو چھوڑ دیں تو میں ان کی نسلوں کو بھی آزما چکا ہوں آئندہ بھی جو سل پیدا ہوئی کافر ہوگی "وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا۔

اسی طرح آپ نظر ڈالیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون تھا تو بنو اسرائیل

کے مقابلے پر قبطی تھے فرعون تھا لیکن اتنی مدت طویلہ تک فرعون کی قوم پر عذاب نہیں آیا۔لیکن جب وہ حد سے بڑھ گئے بچوں کو قتل کر دیتے اور بچیوں کو غلام بنا کر ان کو مشقت کے کاموں اور عذابوں میں ڈال دیتے سارے مسائل کا قوم کو کار کرنا شروع کیا پھر اللہ کا جلال جوش میں آتا ہے ورنہ عموماً کافر کو بطور کافر ہونے کے دنیا میں جلدی سزا نہیں ملتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو پیدا کرنے کے بعد اس کے سامنے راستہ کھلا کر دیا۔

اب قوم لوط علیہ السلام پر عذاب آ کر رہے گا

تو اس لئے قرآن مجید یہ کہتا ہے کہ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ حضرت اب بات کہنے کا کوئی فائدہ نہیں اللہ کے فیصلے کبھی بدلا نہیں کرتے لا مُبَدِّلَ لکلمته۔

اللہ کا جو حکم ہو جائے پھر ہو کر رہتا جاتا ہے "إِنَّهُمْ آتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مكذوب" اب اللہ کے فرشتے وہاں سے چلے اور حضرت لوط علیہ السلام قریہ سدوم میں رہتے تھے۔

سدوم کی بستی

قریہ سدوم جو ہے اس کو آج کل بحر میت کہتے ہیں اگر آپ اردن جائیں جبر الٹر جائیں اس کے قریب وہ جگہ ہے اس کو کہتے ہیں بحر میت وہ سمندر کا علاقہ ہے لیکن اس سمندر میں کوئی جاندار چیز نہیں ہے حالانکہ پانی موجود ہے اب جناب اس علاقے میں قریہ سدوم تھا اور یاد رکھیں لفظ قریہ عام طور پر تو ہم کہتے ہیں بستی کو لیکن قریہ کا اطلاق کبھی بھی شہر پر بھی ہوتا ہے مدینے پر بھی ہوتا ہے مصر پر بھی ہوتا ہے جیسے مکہ امّ القری اسی طرح یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آپ پڑھیں گے " وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا "آپ ان شہر والوں سے پوچھ لیں ہم نے تو کوئی

زیادتی نہیں کی وہ بستی میں تو نہیں تھے وہ تو مصر میں تھے یہ قبیلہ سدوم جو ہے۔ بعض علماء لکھتے ہیں کتب سابقہ سے کہ یہ پانچ بستیوں کا مجموعہ تھا جس کو سدوم کہا جاتا تھا۔ [1]

اور وراس کی آبادی صحیح روایات کے مطابق ایک لاکھ سے متجاوز تھی بعض روایات میں تو چار لاکھ بھی آیا ہے لیکن بہر حال صحیح روایات کا تقاضا یہ ہے کہ وہ ایک لاکھ تھی۔

فرشتوں کی حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی سے ملاقات

اب جب فرشتے وہاں سے آئے تو راستے میں سیدنا لوط علیہ السلام کی بیٹی وہ مسلمان تھی وہ راستے میں ملی اس نے دیکھا کہ آدمی ناواقف ہیں اور اتنے خوبصورت اور شباب والے ہیں اور ان کے چہروں پر اتنا حسن و جمال ہے جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا اور نہ اس علاقے میں دیکھا گیا اور ہمارے علاقے کی جو قوم ہے اس کے حالات بڑے خراب ہیں۔

انہوں نے پوچھا کون ہو انہوں نے کہا ہم تو مسافر ہیں اور مہمان ہیں تو بیٹی نے کہا آپ یہاں ٹھہر جائیں میں لڑکی ہوں آپ کو ساتھ لے کر نہیں جا سکتی میں ابھی جا کر اپنے والد کو بتاتی ہوں بیٹی بیچاری ڈر گئی کہ یہ آئے ہیں اور ہماری قوم بہت بری ہے تو لوط علیہ السلام کی جو قوم تھی وہ انتہائی خباثت کی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔

[1] حضرت لوط علیہ السلام ان بستیوں کی طرف رسول بنائے گئے تھے یہ بستیاں اس وقت یہ گھنٹے کی مسافت کے برابر تھا۔ (البدء والتاریخ ابوزید بلخی المتوفی ۳۲۲ھ انور)

قوم لوط علیہ السلام کی گندگی

اس لئے آپ قرآن میں دیکھیں کسی قوم کے بارے میں اتنی مذمت کے لفظ نہیں آئے

جتنے قوم لوط کے بارے میں آتے ہیں کہیں قرآن کہتا ہے ''ظالمی''کہیں قرآن کہتا ہے ''مفسدین'' کہیں قرآن کہتا ہے''مجرمین'' کہیں قرآن کہتا ہے''معتدین'' یعنی کوئی ایسا لفظ نہیں جو ان کے حق میں استعمال نہ ہوا ہو اتنی گندی قوم تھی اور اسی لئے قرآن مجید میں کئی مقامات پر ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ساری دنیا میں سب سے پہلے انہوں نے یہ بے حیائی شروع کی۔اس لئے حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا تھا إِنَّكُمْ لَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ '' کہ ظالموتم جوگناہ کرتے ہوتم سے پہلے دنیا میں آج تک کسی نے کیا ہی نہیں۔

قوم لوط علیہ السلام کا سب سے بڑا گناہ کیا تھا

اس دور میں سب سے بڑی جو بیماری تھی وہ نعوذ باللہ لواطت کی تھی کہ وہ مردوں سے بدفعلی کرتے تھے۔

دوسرے گناہ

اور اس کے ساتھ ان کی اور بھی عجیب حرکات تھیں ایک بات ان میں یہ بھی تھی کہ راستے میں بیٹھ جاتے جو بندہ گزرتا اس کا استہزاء کرتے ٹھٹھہ کرتے کسی پر کنکریاں پھینکتے کسی پر پتھر پھینکتے اور ان کو چھیڑتے اور اسی طرح ''وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ''اور چور بھی تھے ڈاکہ بھی مارتے تھے اور راستے میں جاتے ہوئے مسافروں کو لوٹ بھی لیتے تھے۔

اور دوسرا علماء نے لکھا ہے ان کے اندر اور خباثت بھی تھی کہ لباس عورتوں والا پہنتے تھے مرد ہو کر عورتوں والے کپڑے پہنتے،''و تاتون في ناديكم المنكر''اور ایسے بد بخت تھے جو

ان کی مجلسیں تھیں جو ان کے بیٹھنے کی جگہیں تھیں سب بیٹھے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے سامنے برائی کر رہے ہیں حتیٰ کہ کتنی گراوٹ کی بات ہے کہ مفسرین نے لکھا ہے کہ سینکڑوں آدمی بیٹھے ہوئے ہیں پاد مارنے میں مقابلہ کرتے ہیں کون زیادہ اور اونچا مارتا ہے سب سے بڑا گناہ جو تھا'' و تاتون الذکران ''لڑکوں کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ بدفعلی کرتے ۔اسی لئے قرآن نے کئی مقام پر ذکر کیا کہ حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے بدفعلی کرتے ہو۔

لواطت کتنا بڑا گناہ ہے

اس لئے مسئلہ سمجھ لیں کہ زنا بھی جرم ہے لیکن یہ لواطت جو ہے یہ زنا سے بھی شدید جرم ہے۔

لواطت کی سزا

اسی لئے حدیث مبارک میں ہے کہ "مَنْ عَمِلَ عَمَلَ قَوْمِ لُوطٍ" کہ جو شخص بھی قوم لوط والا فعل کرے ''فاقتلوا الفاعل و المفعول ''یعنی اس کرنے والے کو بھی اور کرانے والے کو بھی دونوں کو قتل کر دو یہی سزا ہی کافی ہے ۔اسی لئے امام احمد بن حنبلؒ اور امام شافعیؒ کا یہی فتویٰ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے اور حضرت علیؓ یہ فرماتے تھے کہ ان کو قتل کرنے کے بعد آگ میں جلا دو ایسا برا فعل کرتا ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس فعل میں مبتلا کوئی بندہ پایا جائے وہ فرماتے ہیں اس کو کسی اونچی جگہ پر لے جاؤ کسی مینار پر لے جاؤ کسی بلند مقام کسی پہاڑ پر لے جا کر اس کو گراؤ اور اس پر پتھروں کی بارش کر دو یا کسی اور طریقہ سے اس کا خاتمہ کر دو یعنی اتنا بڑا جرم ہے۔

کافروں کی بے حیائیاں

اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی اپنی بیوی کو بھی غلط راستے سے استعمال کرے تو وہ مردود ہے فرمایا کہ اس پر اللہ کی لعنت ہے تو یہ اتنا فاحشہ ہے اور اتنا قبیح ہے لیکن خدا کی قدرت دیکھو ہمارے گناہوں کی سزا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "صدق رسول اللہ" میرے مدنی کا اتنا فرمان سچا ہے "تتبعون سنن من قبلکم ذراعاً بذراع شبرا بشبر ولو دخلوا جحر ضب ..... او کما قال النبي صلي الله عليه وسلم" فرمایا میری امت بھی ہر وہ کام کرے گی جو پہلی امتیں کرتی تھیں بالکل تم انہی کی طرح کرو گے جو جو گناہ انہوں نے کئے ہیں تم بھی کرو گے اور فرمایا کہ اگر وہ کسی گوہ کی بل میں گھسے ہوں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے اسی لئے آج آپ دیکھ لیں قوم لوط کا جو عمل تھا جو لواطت کا عمل تھا جو بدفعلی کا عمل تھا آج اس امت میں خصوصاً کفار میں عذاب بن چکا ہے نہ سکول محفوظ ہیں نہ یونیورسٹیاں محفوظ ہیں اور میڈیا نے جو انسانوں کو حیوانی سیکس میں مبتلا کیا ہے اب جناب نہ گھر محفوظ ہیں نہ بیویاں محفوظ ہیں نہ لڑکیاں نہ چھوٹی بچیاں، انا للہ و انا الیہ راجعون.

اتنا بڑا جرم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اقتلوہ" اس کو قتل کردو بدبخت ہے زمین پر رہنے کا کیا حق ہے ایسا عمل کرتا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف قتل نہیں "فاحرقوہ" جلا بھی دو اللہ معاف فرمائے۔

شیعوں کے نزدیک بیوی سے لواطت

دنیا میں ایسے باطل فرقے بھی ہیں روافض وشیعہ میں بعض فرقے ایسے بھی ہیں جنہوں نے اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری فعل کی اجازت دی ہے بیوی ہے نکاح میں ہے کہتے ہیں یہ

تھوڑا ہے ایک حصہ نکاح میں ہو اور ایک حصہ نکاح میں نہ ہو نعوذ باللہ من ذلک۔

بیوی سے لواطت حرام ہے

اور دوسرا استدلال قرآن سے کہ ایک آدمی نے پوچھا کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے پاس کیسے آئے فرمایا" فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ" وہ کہتے ہیں قرآن کہتا ہے جیسے تم چاہو۔

جواب

یہ غلط ہے جب قرآن کی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی اس کے بعد کیا مطلب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس کو حق ہے کہ وہ قرآن کو بدلے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خود فرمادیا کہ میاں بیوی کسی بھی حال میں بیٹھ کے لیٹ کے کھڑے ہو کے کوئی کیفیت بھی ہو اختیار کر سکتے ہیں لیکن فی صمام واحد لیکن خبردار جگہ ایک ہوگی حرثکم جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔

اس مسئلہ میں قرآن کا نزول

اور قرآن نے بھی کہا فَاتُوا حَرْثَكُمْ آو اپنی کھیتی والی جگہ پر اور پھر حدیث میں وضاحت موجود ہے کہ ایک مدینے کی لڑکی کی شادی مکے والے سے ہوگئی انصار مہاجرین کی شادیاں ہوتی تھیں مکے کے لوگ اپنی بیوی کو مختلف طریقوں کے ساتھ لٹاتے تھے بٹھاتے تھے تو اس نے اپنی بیوی سے خواہش ظاہر کی اس نے کہا ہم مدینہ والوں میں یہ رواج نہیں ہم اہل مدینہ کے لوگ جو ہیں بس لیٹے اور بات ختم ہوگئی اس نے کہا تم میری بیوی ہو اس نے کہا ہاں میں تمہاری بیوی ہوں لیکن ہمارے مدینہ منورہ میں یہ آداب کے خلاف ہے اگر ایسی کوئی بات ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں (ان اللہ لا یستحیی من الحق" حق میں کیا

شرم ہے۔

حق بات میں کیا شرم ہے

بھائی لیکن اگر آج کوئی مسئلہ بیان کرے تو کہتے ہیں دیکھو جی عجیب بات ہے کیسے مسئلے بیان کر رہے ہیں وجہ کیا ہے کہ آج ہمیں حق سے تو شرم آتی ہے لیکن ظلم اور گناہ سے شرم نہیں آپ یقین کریں اگر آج آپ سفر کر رہے ہوں بیوی ساتھ ہو مدینہ جا رہے ہوں آپ اپنی بیوی سے کبھی نہیں کہیں گے اگر خواہش ہو پھر بھی نہیں کہیں گے کہ بیوی کیا کہے گی۔ حالانکہ ان کی بیوی ہے حق ہے اللہ کے نبی ﷺ نے جب مزدلفہ میں اپنی بیویوں کو رات کو بھیج دیا اور بیویاں کہتی ہیں کہ ہم نے جلدی جلدی رات کو پہنچ کر صبح عین طلوع فجر کے ساتھ سات کنکریاں مار کر قربانی کر کے احلال کر لیا کہ پتہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بلا لیں تو کیا کریں گی حلال تو حلال ہے اس میں کیا شرم ہے۔

آج لوگ حرام میں شرم نہیں کرتے

لیکن اگر کسی کو راستے میں نوجوان لڑکی مل جائے تو کوئی بھی شرم نہیں کرتا۔ یعنی حرام سے شرم نہیں ہے حلال سے شرم ہے دین کا مسئلہ ہم نہیں پوچھیں گے ساری زندگی ہم غلطی کرتے رہیں گے کبھی نہیں پوچھیں گے کہ حیض سے غسل کرنے کا طریقہ کیا ہے آج آپ جا کر تسلی کر لیں ان کو آتا ہے اور اگر نہیں آتا تو پھر غسل صحیح نہیں ہوا تو پھر پاکی کیسے صحیح ہوئی آج آپ یقین فرمائیں بغیر کسی اعتراض کے یہ نہیں کہ میں آپ سے عرض کر رہا ہوں اپنی بیوی سے پوچھیں کہ غسل کے فرض کتنے ہیں سنتیں کتنی ہیں۔

فرض غسل کی اہمیت

ہم تو پڑھے لکھے ہیں اگر ہمارے گھر کا یہ حال ہو تو آپ خود توقع کریں کہ جاہلوں کا کیا حال ہوگا آپ کے ہاں تعلیم ہے تعلیم چاہے اردو کی ہو انگریزی کی ہو علم تو علم ہے آپ کوئی بھی کتاب الحمدللہ لے کر پڑھ سکتے ہیں بیوی کو سمجھا سکتے ہیں آپ ان سے پوچھ لیں مجھے آپ پر اعتبار ہے کہ غسل کے فرض واجبات سنتیں مستحبات کتنے ہیں مستحبات تھوڑے لمبے ہوتے ہیں آپ صرف تین چیزیں پوچھ لیں اگر ان کو آتی ہیں تو جواب لکھ لینا اور جن جن کا صحیح جواب آئے گا تو الحمدللہ اور اگر نہ آئے تو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ لینا کہ اگر پاکی نہ ہو تو نماز ہوگی؟ اور اگر پاکی نہ ہو تو ان کی عبادت ہوگی؟ یہ معمولی مسئلہ نہیں ہے یہ اہمیت والے مسائل ہیں اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین میں ان چیزوں میں کوئی شرم نہیں ہے۔

لواطت کی صورتیں

تو یہ لواطت سب سے بڑا گناہ ہے کہ مرد مرد سے کرے یا عورت عورت سے کرے یا مرد اپنی بیوی یا کسی عورت سے کرے یہ افحش الفواحش ہے اور اس فاحشہ کی بنیاد رکھنے والی قوم لوط ہے۔

فرشتے لوط علیہ السلام کے گھر میں

اب حضرت لوط علیہ السلام آئے انہوں نے دیکھا پوچھا کہا جی مہمان ہیں لوط علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ مہمان ہیں میرے پاس نہ آؤ ان کو کون روکے اور پھر قوم کا بھی خوف ہے کہ میری قوم کا تو یہ حال ہے خیر ان کو لے کر چل پڑے اور ان کو یہ کہتے آئے کہ یہ علاقہ ایسا ہے یہاں کے لوگ ایسے ہیں اور ان کے آداب ایسے ہیں تاکہ مہمان خود سمجھ جائیں اور

کہیں جی اچھا السلام علیکم ہم اس بستی میں نہیں جاتے خود اپنی زبان سے نہ کہیں اور مہمان بھی خاموشی سے سنتے رہے بستی میں ہیں جاتے اور چل رہے ہیں ساتھ ساتھ حتی کہ لوط علیہ السلام کے گھر میں پہنچ گئے۔

لوط علیہ السلام کی بیوی

جب ان کے گھر پہنچے تو ان کی بیوی نے جا کر قوم کو خبر کر دی کیونکہ بیوی کافر تھی۔

"ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَأَتَ نُوحٍ وَامْرَأَتَ لُوْطٍ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتَهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَقِيلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِينَ.

اللہ تعالیٰ قرآن میں مثال بیان فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام اور لوط علیہ السلام دونوں کی بیویاں کافرہ تھیں ایک کا نام (فالحہ ہے اور ایک کا نام والحہ ہے) دونوں کافرہ ہیں فخانتھما تو دونوں نے خیانت کی لیکن سمجھ لو کہ نبی کی بیوی کافرہ تو ہو سکتی تھی لیکن گنہگار نہیں ہو سکتی زانیہ نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تو نبی پر تہمت ہے کہ نبی کے گھر عورت ہو اور زانیہ ہو ہاں کفر ہونا الگ بات ہے کوئی مسلمان ہوتا ہے اور کوئی کافر ہوتا ہے۔[1]

[1] اور کافر بھی یہی دو بیویاں تھیں جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ نہ یہ کہ جیسے شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضور ﷺ کی بیویاں بھی حضور کی وفات کے بعد کافر ہو گئیں تھیں۔ (انور)

تو بیوی نے جا کر ان کو خبر کر دی کہ ایسے خوبصورت لڑکے تو میں نے آج تک دیکھے ہی نہیں جو آج لوط کے گھر میں ہیں کہا کہ اچھا وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ قوم کو جب پتہ چلا لوط علیہ السلام کے گھر کی طرف دوڑ پڑے۔

حضرت لوط علیہ السلام کے گھر پر قوم کا ہجوم

اللہ فرماتا ہے کہ پہلے بھی تو وہ برائی میں مبتلا تھے اب ان کو پتہ چلا کہ لوط علیہ السلام کے گھر خوبصورت لڑکے ہیں تو اب کہاں صبر کریں گے جب وہاں لوط علیہ السلام کے پاس آئے تو کہا کہ اپنے مہمانوں کو نکالو انہوں نے کہا کہ اللہ سے ڈرو قَالَ يَقَوْمِ هَؤُلَاءِ بَنَاتِيٓ هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ، لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ ظالمو میری بیٹیاں جو ہیں تمہارے لئے پاک ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹیوں سے مراد ان کی امت کی عورتیں ہیں

لیکن یاد رکھو کہ اسکا مطلب یہ نہیں کہ لوط علیہ السلام نے اپنی بیٹیاں پیش کیں آپ کی تو دو بیٹیاں ہیں ساری قوم کو دو بیٹیاں پیش کیں یہ ظلم ہے، جہالت ہے اور نبی پر تہمت ہے معنی یہ ہوتا ہے کہ جو بھی لڑکی ہو جو بھی کسی کی بیوی ہے وہ نبی کی بیٹی ہے جیسے قرآن کہتا ہے کہ نبی کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں و ازوجه امهتكم جب نبی کی بیویاں ہماری مائیں ہیں تو ہم ان کے کیا ہوئے بیٹے" النبي اولى بالمومنين من انفسهم" نبی پاک ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں زیادہ حقدار ہیں اس لئے جتنی عورتیں ہیں وہ سب نبی کی بیٹیاں ہوں گی تو اللہ کے نبی نے فرمایا ظالمو تمہارے گھر میں بیویاں موجود ہیں تم ان کو چھوڑ کر کیا کہہ رہے ہو۔

قوم کا مطالبہ اور حضرت لوط علیہ السلام کا جواب

فَاتَّقُوا اللهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِيٓ أَلَيْسَ مِنكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ. انہوں نے کہا ظالمو اللہ سے ڈرو مجھے مہمانوں کے بارے میں رسوا نہ کرو میرے گھر میں عزت والے مہمان ہیں کیا کہہ رہے ہو مجھے بھی رسوائی سے بچاؤ کیا تم میں کوئی ایک بندہ بھی نہیں جس کو عقل آئے" قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ" اب قوم کی بے حیائی کا عالم دیکھیں

جب آدمی گناہوں میں پڑ جاتا ہے تو اللہ پردے ڈال دیتا ہے اللہ دلوں پر مہریں لگا دیتا ہے۔ اب نبی کو کہتے ہیں اے لوط ! آپ کو پتہ بھی ہے کہ ہمیں عورتوں سے لڑکیوں سے غرض نہیں خواہش بھی نہیں تم جانتے ہو ہم کیا چاہتے ہیں ہمیں لڑکے چاہئیں ہم کیا کریں عورتوں کو اور دوسری جگہ قرآن کہتا ہے "أَوَلَمْ نَنْهَكَ" ہم نے پہلے نہیں کہا تھا کہ لوگوں کو گھر نہ لایا کرو مہمان نہ بنایا کرو تم نے ہماری بات نہیں مانی لے آئے ہو تو اب تمہیں یہ مہمان ہمیں دینے پڑیں گے قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ۔

اب حضرت لوطؑ گھبرائے اور کہنے لگے اے قوم ہائے کاش میرے پاس کوئی طاقت ہوتی یا کسی قبیلہ یا کسی طاقت ور قوم کے ساتھ تعلق رکھتا تو میں تمہارا مقابلہ کرتا اب میں اکیلا بندہ کیسے اپنے مہمانوں کی عزت بچاؤں۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رحم اللہ لوطا "اللہ ہمارے بھائی لوط پر رحمت کرے دیکھو کیسے بیچارے مجبور ہو کر کہہ رہے تھے پھر اس قصے کے بعد اللہ نے جو نبی بھی بھیجا تو اس کے ساتھ اور بھی نبی آئے کہ چلو کوئی دشمنی کرنے والا ہو تو کوئی ساتھ کھڑے ہونے والا بھی ہو اب جب لوط علیہ السلام گھبرا گئے مقصد یہ تھا کہ اللہ تو اپنی سنت (یعنی اپنا طریقہ) پوری کر رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ عذاب اس وقت تک نہیں بھیجیں گے جب تک حجت پوری نہ ہو جائے فرشتوں کے سامنے اللہ کے نبی کے سامنے قوم نے یہ نہیں کہ گناہوں کا اقرار کیا بلکہ بے حیائی کی انتہاء کی نبی سے کہتے ہیں کہ لڑکے ہمارے سپرد کرو برائی کے لئے اور کھل کر کہتے ہیں تمہیں پتہ ہے کہ ہم نے کیا کرنا ہے اب جب لوط علیہ السلام گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ نے حکم دیا فرشتوں کو اب عذاب لے آؤ۔

فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام کو تسلی دینا

قَالُوْا یٰلُوْطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَصِلُوْا إِلَیْكَ انہوں نے کہا لوط علیہ السلام کیوں گھبراتے ہو ہم تو فرشتے ہیں ہمیں اللہ نے بھیجا ہے ہم بندے نہیں ہیں آپ بالکل نہ گھبرائیں ہمارا تو خیر یہ کیا بگاڑیں گے تمہاری طرف بھی نہیں آ بھی آسکیں گے ان کو یہ طاقت نہیں ہے کہ تمہیں ہاتھ لگائیں آپ کو اللہ کی طرف سے یہ حکم ہے کہ رات کے آخری حصہ میں بچوں کو لے کر اس بستی سے نکل جائیں اور یہ بھی حکم ہے جب نکل جائیں تو پھر مڑ کر بھی نہ دیکھیں پھر ان کی طرف نظر نہیں ڈالنی۔ بس آپ جائیں۔

قوم لوط علیہ السلام اندھی ہوگئی

حضرت جبرائیل علیہ السلام باہر آئے اپنا ہاتھ مارا ان کی آنکھوں پر سب کی آنکھیں اندھی ہوگئیں اب اندھے ہو کر دیواریں پکڑ پکڑ کر بھاگ رہے ہیں کہتے پھر رہے ہیں ہاں لوط آج تو تم نے جادو کر دیا اب کل آئیں گے چھوڑیں گے نہیں دیواریں پکڑ پکڑ کے جا رہے ہیں لیکن بے حیائی کی انتہا ہوگئی ہے اور اس کے بعد فرشتوں فرشتوں نے کہا:

”فَاسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَ لَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ إِلَّا امْرَأَتَكَ إِنَّهُ مُصِیْبُهَا مَا أَصَابَهُمْ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ أَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ“

یعنی مڑ کے نہ دیکھنا لیکن آپ کی بیوی نہیں بچ سکے گی اللہ کے عذاب سے چونکہ وہ خیانت کر کے ان کے ساتھ مل چکی ہے اور ان کی بربادی کا وقت صبح کا وقت ہے۔

قوم لوط علیہ السلام پر عذاب کی تفصیلات

اور علماء و مفسرین نے لکھا ہے جب صبح کا وقت ہوا تو اللہ نے حکم دیا فرشتوں کو، جبرائیل

علیہ السلام کو آپ نے اپنے پروں کو ان بستیوں کے بالکل نیچے جو جڑیں تھیں وہاں داخل کیا وہاں سے اسے پہلے پروں پر اٹھایا روایات میں آتا ہے کہ وہ اتنے آسمان کے قریب ہو گئے کہ آسمان کے فرشتوں نے بھی ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں اور بعض روایات میں ہے کہ انھم سمعوا تسبیح الملائکۃ۔

یعنی قوم لوط نے بھی ملائکہ کی تسبیح کی آواز میں سنیں جب وہ اتنے اونچے چلے گئے تو اللہ نے حکم دیا اب الٹ دو اور اتنی اوپر سے الٹو فرماتے ہیں " فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا " کہ جب اللہ کا حکم آگیا وقت مقرر آگیا اس پورے خطہ کو اٹھا کر اوندھا گرایا گیا" وَ أَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ "اور اللہ نے حکم دیا کہ اب پتھروں کی بارش کرو ان پر اور لگا تار پتھر برساؤ "مُسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ" اور ہر پتھر پر نشانی ہے ہر پتھر پر نام لکھا ہوا ہے یہ فلاں کو لگتا ہے یہ فلاں کو پہنچتا ہے "وَ مَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ"۔

اور دوسری جگہ قرآن فرماتا ہے: "وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ" اللہ پاک نے فرمایا پھر ہم نے حکم دیا ان پر پتھروں کی برسات کر دو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ دیکھو میرا محبوب ہم نے ان پر کیسی ہلاکت کے پتھر پھینکے۔ اور تیسری جگہ قرآن کہتا ہے: "فَذُوقُوا عَذَابِي" اللہ نے فرمایا اب چکھو میرا عذاب۔

اللہ نے مختلف سورتوں میں ان کا ذکر کیا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ پوری قوم لوط برباد ہو گئی۔ تباہ کر دی گئی ایک بھی زندہ باقی نہ رہا۔

جیسا گناہ ویسی سزا

اسی طرح دیکھیں اللہ کی قدرت اللہ نے ان کو عذاب کیسا دیا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا اس

کو کہتے ہیں عذاب من جنس العمل کہ جیسے وہ لڑکوں کو الٹا کرتے تھے وہی عذاب اللہ نے ان کو دیا جیسے تم نے گناہوں میں حرکت کی ہے اسی طرح ہم نے تم کو عذاب دیا ہے اس لئے ہے کہ جس قسم کا کوئی گناہ کرتا ہے اسی قسم کا اس کو عذاب دیا جاتا ہے۔

جیسے حدیثوں میں آتا ہے کہ عالم حق نہ کہے تو سب سے پہلے اس کو سزا یعنی آگ کی لگام دی جائے گی کیونکہ اس نے اپنی زبان کو حق کے لئے استعمال نہیں کیا۔ اس لئے جیسا اس نے عمل کیا ہے اسی طرح کی سزائیں دی جارہی ہیں کیونکہ ان کے گناہ کا طریقہ یہ تھا ان کے اعمال کا بربادی کا طریقہ ایسا تھا تو پھر اللہ نے ان پر عذاب بھی ایسا نازل کیا قرآن کہتا ہے "إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً" ایسے واقعات میں نشانیاں ہیں عبرتیں ہیں موعظتیں ہیں کہ تم اگر وہاں سے گزرو تو نصیحت پکڑو کہ یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں عذاب آیا تھا اگر وہ کام ہم کریں گے تو عذاب ہم پر بھی آسکتے ہیں اور اگر ہم ان باتوں سے بچیں گے تو ہم اللہ تعالی کے عذاب سے محفوظ ہو جائیں گے۔

کفر کی حکومت رہ سکتی ہے ظلم کی نہیں

تو ان قصوں میں ان واقعات میں ہمارے لئے ایک سبق ہوتا ہے ایک تو ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ نے کسی حکومت کو بطور کافر ہونے کے سزا نہیں دی لیکن جب کفر کے ساتھ ظلم اور جرائم کا ارتکاب ہو تو پھر اللہ کا عذاب آتا ہے اللہ کی دنیا ہے اس کی مخلوق ہے اس میں کافر بھی رہیں گے اور مسلمان بھی رہیں گے ہوائیں چلیں گی کافروں کو بھی لگیں گی اور آپ کو بھی لگیں گی پانی برستا ہے مسلمانوں کی زمینوں کو بھی لگے گا اور کافروں کی زمینوں کو بھی لگے گا کیونکہ وہ مخلوق ہے اللہ کی مخلوق بھی تو مخلوق ہوتی ہے۔

لیکن جب کفر کے ساتھ آدمی ظالم بھی بن جائے مجرم بھی بن جائے پھر اللہ کی سنت ہے کہ

عذاب کا فیصلہ کر دیتے ہیں پھر معاف نہیں کرتے۔

اور ساتھ ہمیں یہ بھی سبق ملتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی بیوی نبی کی بیوی ہے تو جب عذاب آیا تو وہ بھی نہ بچ سکی کیونکہ وہ جرائم میں ان کی معاون تھی کافرہ تھی تو اللہ کی پکڑ جب آئی تو نوح علیہ السلام لوط علیہ السلام اپنی بیویوں کو نہیں بچا سکے۔

سابقہ امم کے واقعات میں حضور ﷺ کیلئے تسلی

تو ہمیں معلوم ہوا کہ جب عذاب آتے ہیں تو پھر اللہ کے سوا کوئی چھڑا نہیں سکتا اور اسی طرح ان قصوں میں قصص الانبیاء میں ہمارے لئے بھی اور سب سے زیادہ سرکار دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے لئے تسلی ہوتی ہے کہ میرے محبوب آپ نہ گھبرائیں پہلے بھی تو میں ایسا کرتی آئی ہیں یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آپ کیلئے نئی پیدا ہوئی ہے بلکہ پہلی امتیں جو گزری ہیں انہوں نے بھی ایسے ایسے جرائم کا ارتکاب کیا ہے آپ غم نہ کریں جیسے ان پیغمبروں نے صبر کیا آپ بھی صبر کریں۔

حضور ﷺ کو یہ واقعات کیسے معلوم ہوئے

اور اس میں اثبات رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہوتا ہے حضور ﷺ مکے میں رہنے والے مکے میں پیدا ہوئے کوئی یونیورسٹی نہیں کوئی مواصلات کا ذریعہ نہیں کوئی ھاتف نہیں سیٹلائٹ نہیں اور پھر آپ خبر دیتے ہیں کبھی قوم نوح علیہ السلام کی کبھی قوم عادؑ کی اور کبھی قوم ثمود کی اور کبھی قوم لوط کی اور کبھی قصہ یوسفؑ کی تو یہ اللہ نے آپ کو خبر دی اور تو کوئی ذریعہ ہے ہی نہیں۔

اقوام عالم کو چیلنج

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں قصہ سنایا ہے لوط علیہ السلام کا ہے یوسف علیہ السلام کا

ہے۔آج چودہ سو سال بعد تک دنیا کوئی ایک بات جھوٹی ثابت نہیں کرسکی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی نہیں مانتا ہم تو مانتے ہیں ہم تو غلام ہیں ہمارے لئے تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم حکم خدا ہے لیکن اگر کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل نہیں اسے تو یہ حق پہنچتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خبر دی کہہ دے کہ وہ غلط تھی اب تو تمہارے پاس وسائل موجود ہیں اب تو تم یہ بھی بتا سکتے ہو کہ یہ درخت کتنے ہزار سال پہلے کا ہے اب تو تم ہڈیوں کے ڈھانچے بھی دیکھ کر بتا سکتے ہو کہ کتنے سال پرانے ہیں تو ہمارے پیغمبر نے جو خبر دی ہے کوئی ایک تو جھوٹی ثابت کردو یہ قصص الانبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام رسالت ونبوت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے بڑی دلیل ہیں۔

تمت بالخیر



حضرت آدمؑ سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام مشہور انبیاء کرامؑ
کے مستند حالات وواقعات اور احکام ومضامین اور علمی نکات پر مشتمل

قصص الانبیاء علیہم السلام

(جلد دوم)

شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ
شیخ التفسیر والحدیث مسجد الحرام مکہ مکرّمہ

حضرت مفتی امداد اللہ انور دار المعارف ملتان

ڈاکٹر مفتی تمیم احمد۔وی
شعبۂ نشر واشاعت، انجمن قاسمیہ، پیری میٹ، چنئی۔تمل ناڈو (انڈیا)

919444192513

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

تفصیلات

نام کتاب : قصص الانبیاءؑ (اول و دوم)

افادات علمیہ : شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ

مرتب تدوین و تصحیح: مفتی امداد اللہ انور ملتان

تعداد اشاعت : ایک ہزار

صفحات جلد دوم : ۵۴۲

سن اشاعت : ۲۰۲۵

بار اشاعت دوم : تعداد اشاعت ایک ہزار

نشر و ترتیب : ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی ۔وی

چیرمین ۔تنظیم فروغ اردو، تمل ناڈو ۔انڈیا

شعبۂ نشر و اشاعت انجمن قاسمیہ، پیری میٹ، چنئی ۔تمل ناڈو (انڈیا)

کتاب حاصل کرنے کا پتہ

Anjuman-e-Qasimiyh & tanzeem Farogh-e-urdu street

E.K.Guru,21/25 Perimaet,Chennai tamil Nadu. india

anjumanqasimiyah@gmail.com

Mobail:9444192512 / 9940251340

فہرست

حضرت یوسف علیہ السلام

- مکی اور مدنی سورتوں اور آیات کی پہچان ۴۷
- سورۃ یوسف کب نازل ہوئی ۴۷/۴۸
- ایمان کی موت کا کیا غم ۴۸/۴۹
- حضرت بلالؓ کا واقعہ ۴۹
- حضرت عثمانؓ کا واقعہ شہادت ۴۹/۵۰
- حضرت ابوطالب کی موت ۵۰
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے عام الحزن کی وجہ ۵۰
- حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ۵۱
- حضرت خدیجہؓ سے حضور کی محبت ۵۱
- حضرت خدیجہؓ کا مقام و مرتبہ ۵۲
- حضرت خدیجہؓ کی سمجھ ۵۲
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجارت ۵۲/۵۳

❁ حضرت خدیجہؓ سے آپ کا رشتہ ازدواج	۵۳/۵۴
❁ حضرت شعیبؑ کی نہایت سمجھدار بیٹی	۵۴/۵۵
❁ عام الحزن کا تتمہ مضمون	۵۵
❁ سورۂ یوسف غم اور پریشانی کا علاج ہے	۵۵
❁ حضرت یوسف علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مشابہت	۵۶
❁ حضرت یوسف علیہ السلام کا اس سورت میں جامع تذکرہ	۵۶
❁ حضرت یوسفؑ کا قصہ سب سے خوبصورت ہے	۵۷
❁ قصہ کا معنی کیا ہے	۵۷/۵۸
❁ سورۂ یوسف احسن القصص ہے	۵۸
❁ حضرت یوسفؑ کی شان	۵۸
❁ حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال	۵۹
❁ جمال خالق یوسفؑ	۵۹
❁ قصہ یوسفؑ کا عمود	۵۹/۶۰
❁ قصہ موسوی میں عمود	۶۰
❁ حضرت یوسفؑ سے ان کی خالہ کا پیار	۶۰/۶۱
❁ قصہ قمیص	۶۱
❁ سورہ یوسف کی ابتداء حروف مقطعات سے	۶۱/۶۲
❁ حروف مقطعات کی تفسیر کا علم	۶۲

❁ سورۃ یوسف کے نزول سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قصہ یوسف کا علم نہیں تھا	۶۲/ ۶۳
❁ حضرت یوسفؑ کا خواب	۶۳/ ۶۴
❁ قرآن میں ستاروں کا ذکر	۶۴
❁ ستاروں کے تین فائدے ہیں	۶۵/ ۶۶
❁ انبیاء کی عظمت	۶۶
❁ سمندر میں چھلانگ لگانے والوں کا لطیفہ	۶۷
❁ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے	۶۷/ ۶۸
❁ بھائیوں میں صرف یوسفؑ نبی بنے تھے	۶۸
❁ سورج چاند نے اتنے بڑے وجود کے ساتھ کیسے سجدہ کیا تھا	۶۸
❁ جواب	۶۸/ ۷۰
❁ قصہ یوسف کی جامعیت	۷۰
❁ قصہ یوسف کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ سے مشابہت	۷۰
❁ سورہ یوسف کی ایک خوبی	۷۱
❁ کون سے قصے قرآن میں ایک دفعہ مذکور ہیں	۷۱
❁ انبیاء کا تعدد ازواج	۷۱/ ۷۲
❁ تعدد ازواج پر اعتراض کرنے والوں کی حالت	۷۲/ ۷۳
❁ حضرت یوسفؑ کے وقت مصر میں حکمران کون تھے	۷۳
❁ قبائل کے مختلف ہونے کی حکمت	۷۳/ ۷۴

❁ حضرت یوسفؑ کا زمانہ حکومت	۷۴
❁ حضرت یوسفؑ کی پیدائش اور کنویں میں ڈالے جانے کی عمر	۷۵
❁ خواب کی شرعی حیثیت	۷۵
❁ خواب کی حقیقت	۷۵/۷۶
❁ خواب کی تعبیر میں احتیاط	۷۶/۷۷
❁ خواب کافر کا بھی سچا ہوسکتا ہے	۷۷
❁ جنگ احد کے متعلق حضور ﷺ کا خواب	۷۸
❁ خواب کی تعبیر کی مدت ظہور	۷۸
❁ گزشتہ واقعات یوسفی پر مختصر نظر	۷۸/۷۹
❁ سورۂ یوسف نبوت محمدی کی دلیل ہے	۷۹/۸۰
❁ حضرت یوسفؑ کا خواب	۸۰/۸۱
❁ خواب خیر خواہ دیندار عالم کو بیان کیا جائے	۸۱
❁ خواب کو بھائیوں کے سامنے ذکر نہ کرنے کی وجہ	۸۲
❁ پرویز کا انکار حدیث	۸۲/۸۳
❁ جواب	۸۳/۸۴
❁ حسن یوسفؑ	۸۴
❁ یوسفؑ پر نعمتوں کی تکمیل	۸۴
❁ کفار کے حضور ﷺ سے سوالات	۸۵

❁ حضرت یوسفؑ کے متعلق کفار کا حضور ﷺ سے سوال	۸۵/۸۶
❁ ضَلال کا معنی	۸۶
❁ حضور ﷺ کیلئے ملال کا معنی	۸۶
❁ یعقوبؑ کی یوسفؑ اور بنیامینؑ سے محبت	۸۷
❁ ابا جان کی دنیا سے لاعلمی کی حالت	۸۷/۸۸
❁ کسی ایک بچے کی طرف غیر شرعی جھکاؤ	۸۸/۸۹
❁ بیٹے کو عاق کرنے کا حکم	۸۹/۹۰
❁ برادران یوسفؑ کا مشورہ	۹۰/۹۱
❁ دینداری میں جوانوں اور بوڑھوں کی حالت	۹۱
❁ برادران یوسفؑ کا اقدام قتل	۹۱/۹۲
❁ قرآن اکثر نام نہیں لیتا	۹۲
❁ آپ کے قتل سے روکنے والا بھائی	۹۲/۹۳
❁ مقاصد تک پہنچنے سے پہلے کام کا واویلا نہ کرو	۹۳
❁ برادران یوسفؑ کو کیسے معلوم ہوا	۹۴
❁ عداوت کی وجہ	۹۴/۹۵
❁ نبی کی توہین اور سزا	۹۵
❁ اسلام لانے میں کوئی جبر نہیں	۹۵/۹۶
❁ بھائیوں کی دشمنی	۹۶/۹۷

❁ سب سے پہلا قتل بھائی نے کیا	۹۷
❁ رشتہ داروں کی طرف سے تکالیف	۹۷/۹۸
❁ شورش کاشمیری کا لطیفہ	۹۸
❁ بھائیوں کا مشورہ	۹۹/۱۰۰
❁ اسلام میں کھیل کا حکم	۱۰۰
❁ برادران یوسفؑ اپنے باپ کے پاس	۱۰۱
❁ کیا نبی عالم الغیب ہوتا ہے	۱۰۱/۱۰۲
❁ اصل حقیقت	۱۰۲/۱۰۳
❁ حضرت یعقوبؑ کا ایک خواب	۱۰۳
❁ حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کی بدسلوکی	۱۰۴
❁ چاہ کنعان کی تاریخ	۱۰۴/۱۰۵
❁ حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا گیا	۱۰۵/۱۰۶
❁ حضرت یوسفؑ قافلہ والوں کے ہاتھ میں	۱۰۶/۱۰۷
❁ بھائی حضرت یعقوبؑ کے پاس	۱۰۷
❁ قاضی شریحؒ کے پاس ایک مظلوم عورت کا واقعہ	۱۰۷/۱۰۸
❁ بھائیوں کا حضرت یعقوبؑ کے پاس فریب	۱۰۸
❁ قمیص یوسفؑ پر جھوٹا خون	۱۰۸/۱۰۹
❁ حضرت یعقوبؑ کا صبر جمیل	۱۰۹/۱۱۰

❁ قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو چھپا دیا ۱۱۰
❁ حضرت یوسفؑ کو بیچ دیا گیا ۱۱۰/۱۱۱
❁ کتنے پیسوں میں بیچا؟ ۱۱۱/۱۱۲
❁ لڑکے لڑکیاں غلام بیچے جاتے تھے ۱۱۲/۱۱۳
❁ حسن یوسفؑ کی شہرت ۱۱۳/۱۱۴
❁ حضرت یوسفؑ کو عزیز مصر نے خرید لیا ۱۱۴
❁ عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو کتنے میں خریدا ۱۱۴/۱۱۵
❁ حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کے ہاں مرتبہ ۱۱۵/۱۱۶
❁ کمال یوسفؑ ۱۱۶
❁ مقام یوسفؑ ۱۱۶/۱۱۷
❁ حضرت یوسفؑ کے بکنے کی مالیت کیا تھی ۱۱۷
❁ مصر میں مہنگے دام یوسفؑ کو خریدنے والا ۱۱۸
❁ خاندان ابراہیمیؑ کا حسن ۱۱۸
❁ کیا یوسف علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین تھے ۱۱۹
❁ حضور ﷺ کا حسن مبارک ۱۱۹/۱۲۱
❁ حضور ﷺ جیسا نہ پہلے نہ بعد میں ۱۲۲
❁ دانتوں کے درمیان سے نور ظاہر ہوتا تھا ۱۲۲
❁ چاند سے بھی زیادہ حسین تھے ۱۲۲

❁ حضرت عائشہؓ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن	۱۲۳
❁ عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو پھانپ لیا	۱۲۳/ ۱۲۴
❁ عرب میں چہرہ شناسی	۱۲۴
❁ حضرت اسامہؓ کی اپنے باپ سے مشابہت	۱۲۴/ ۱۲۵
❁ حضرت یوسفؑ کے کمالات	۱۲۵/ ۱۲۶
❁ زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے عشق	۱۲۶/ ۱۲۷
❁ عصمت انبیاء اور قرآن پر کفار کا ایک اعتراض	۱۲۷/ ۱۲۸
❁ جواب	۱۲۸/ ۱۲۹
❁ سوال	۱۲۹
❁ جواب	۱۲۹
❁ اصل اعتراض کا دوسرا جواب	۱۲۹/ ۱۳۰
❁ اللہ تعالیٰ عورت کا نام لینا پسند نہیں کرتے	۱۳۱
❁ زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے عشق	۱۳۱/ ۱۳۲
❁ قابو کرنے کیلئے ایک داؤ	۱۳۲
❁ حضرت یوسفؑ کا جواب	۱۳۲/ ۱۳۳
❁ ایک مشکل آیت	۱۳۳
❁ اشکال کا پہلا جواب	۱۳۳/ ۱۳۴
❁ ہم گناہ نہیں	۱۳۴

❁ دوسرا جواب	۱۳۴/۱۳۵
❁ تیسرا جواب	۱۳۵/۱۳۶
❁ حضرت یوسفؑ نے ہم کیا ہی نہیں	۱۳۵/۱۳۶
❁ آیت کا صحیح معنی	۱۳۶/۱۳۷
❁ قصہ گو لوگوں کا جھوٹا الزام	۱۳۷
❁ حقیقت کا اعتراف	۱۳۷/۱۳۹
❁ ایک بہترین مثال	۱۳۹
❁ برہان کی تفسیر	۱۳۹/۱۴۱
❁ سات حضرات عرش کے سایہ میں	۱۴۱/۱۴۲
❁ حضرت یوسفؑ کا زلیخا سے بھاگنا	۱۴۲
❁ ایک سوال اور جواب	۱۴۲
❁ دروازہ کیسے کھل گیا	۱۴۳/۱۴۴
❁ یوسفؑ و زلیخا عزیز مصر کے سامنے	۱۴۴
❁ عورت پر بھروسہ نہیں کیا جائے	۱۴۴/۱۴۵
❁ تیمور لنگ کا لطیفہ	۱۴۵
❁ زلیخا کی چالاکی	۱۴۶/۱۴۷
❁ قرآن کی گہرائی کی مثال	۱۴۷
❁ عورت بہت بڑا فتنہ ہے	۱۴۷/۱۴۸

❁ آدمی اپنی عزت پر حرف نہ آنے دے	۱۴۸/۱۴۹
❁ زلیخا کے خلاف کس نے گواہی دی	۱۴۹
❁ حالت شیر خوارگی میں کتنے بچے بولے تھے	۱۵۰
❁ حضرت جریجؒ کا قصہ	۱۵۰
❁ ماں باپ کی دعا کیوں جلدی قبول ہو جاتی ہے	۱۵۰/۱۵۱
❁ تتمہ قصہ	۱۵۱/ ۱۵۳
❁ تیسرا بچہ	۱۵۳
❁ چوتھا بچہ	۱۵۳
❁ ایک ضعیف روایت	۱۵۴
❁ حضرت یوسفؑ کی صفائی دینے والا بچہ	۱۵۴
❁ بعض علماء کا قول	۱۵۴/۱۵۶
❁ زلیخا کے مکر میں دوسری عورتیں بھی شریک تھیں	۱۵۶
❁ کیا شیطان کا مکر عورتوں کے مقابلہ میں کمزور ہے	۱۵۶/۱۵۷
❁ عزیز کو معلوم ہو گیا کہ قصور کس کا ہے	۱۵۷
❁ قَالَ نِسْوَۃٌ کہنے کی حکمت	۱۵۷/۱۵۸
❁ زلیخا کو زنان مصر کی طعنہ زنی	۱۵۸
❁ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے	۱۵۸/۱۵۹
❁ زلیخا کی زنان مصر کو دعوت	۱۵۹

❁ ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے ۱۵۹
❁ دسترخوان پر چھری کانٹوں کا انتظام ۱۶۰
❁ زنان مصر کی حالت ۱۶۰
❁ زلیخا کی طرف سے یوسفؑ کی صفائی بھی اور ان کو دھمکی بھی ۱۶۰/۱۶۱
❁ زلیخا کی یوسفؑ کو دھمکی ۱۶۱
❁ سب عورتوں کا یوسفؑ کو دعوت گناہ دینا ۱۶۲
❁ حضرت یوسفؑ کی دعا ۱۶۲
❁ قرآن میں لفظ مکر کا معنی ۱۶۳
❁ مکر کی پہلی مثال ۱۶۳/۱۶۴
❁ مکر کی دوسری مثال ۱۶۴
❁ ایک سوال ۱۶۵/۱۶۶
❁ جواب ۱۶۶/۱۶۸
❁ اس آیت کی صحیح تفسیر ۱۶۸/۱۶۹
❁ حضرت یوسفؑ جیل میں چلے گئے ۱۶۹
❁ اللہ سے عفو و عافیت کی دعا مانگو ۱۶۹/۱۷۰
❁ زلیخا کے زمانہ میں مصر کا تہذیب و تمدن ۱۷۰/۱۷۱
❁ حضرت یوسفؑ کے ساتھ جیل میں دو اور ساتھی ۱۷۱
❁ ان دو کا جرم کیا تھا ۱۷۱/۱۷۲

❁ ایک اخباری واقعہ	۱۷۲/ ۱۷۳
❁ ان دونوں کے جیل میں جانے کا اصل سبب	۱۷۳/ ۱۷۴
❁ ان دونوں نے کیا خواب دیکھا	۱۷۴
❁ حضرت یوسفؑ کی ان کو تبلیغ	۱۷۵
❁ دعوت و تبلیغ کا بہترین طریقہ	۱۷۵/ ۱۷۶
❁ آپ نے کیا تبلیغ فرمائی تھی	۱۷۶/ ۱۷۷
❁ ان کے خوابوں کی تعبیر کیا تھی	۱۷۷
❁ زندہ بچ جانے والے کے ذریعہ یوسفؑ کا پیغام	۱۷۸
❁ کسی کو رب کہنا	۱۷۸/ ۱۷۹
❁ حضرت یوسفؑ جیل سے کیوں نہ نکلے	۱۷۹
❁ جیلر کی حضرت یوسفؑ سے محبت کا واقعہ	۱۷۹/ ۱۸۰
❁ حضرت یوسفؑ کو کئی سال جیل میں رہنا پڑا	۱۸۰
❁ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا واقعہ	۱۸۰/ ۱۸۱
❁ مولانا محمد علی جالندھری اور ختم نبوت کی تبلیغ	۱۸۱/ ۱۸۲
❁ تبلیغ کا موقعہ ضائع نہ ہونے دو	۱۸۲/ ۱۸۳
❁ مذاق مذاق میں وزیر جیل میں چلا گیا	۱۸۳
❁ حضرت یوسفؑ کی جیل میں پریشانی	۱۸۴
❁ حضرت یوسفؑ کا اللہ کی طرف رجوع	۱۸۵

❁ حضرت یوسفؑ کی مرحلہ وار تربیت	۱۸۵/۱۸۶
❁ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت	۱۸۶/۱۸۷
❁ بادشاہ مصر کا خواب	۱۸۷/۱۸۹
❁ خواب کی تعبیر یوسفی	۱۸۹/۱۹۰
❁ اناج وغیرہ کی حفاظت کا صحیح طریقہ	۱۹۰/۱۹۱
❁ بادشاہ کے نزدیک حضرت یوسفؑ کا مرتبہ	۱۹۱
❁ حضرت یوسفؑ کا آزادی سے انکار	۱۹۱/۱۹۲
❁ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی شان یوسفؑ	۱۹۲
❁ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا اصل مقصد	۱۹۲
❁ حضرت یوسفؑ کا مقام عظمت	۱۹۳
❁ زبان مصر کی طرف سے حضرت یوسفؑ کی صفائی	۱۹۳/۱۹۴
❁ حضرت یوسفؑ نے اپنی صفائی کیوں دلوائی تھی	۱۹۴
❁ زلیخا کی سچی گواہی	۱۹۵
❁ زلیخا کا اقرار	۱۹۵/۱۹۶
❁ وما ابرئ حضرت یوسفؑ کا کلام ہے	۱۹۶
❁ نفس کو جتنا خوش کرو اتنا بگڑتا ہے	۱۹۶/۱۹۷
❁ نفس کی خواہشات	۱۹۷
❁ نفس کی چار اقسام	۱۹۷/۱۹۸

❁ حضرت بایزید بسطامی کی راحت	۱۹۸
❁ اللہ اللہ سے دل کا دورہ نہیں ہوتا	۱۹۸/۱۹۹
❁ پریشانی اور دل کا علاج	۱۹۹
❁ بادشاہ پر یوسفٹ کی گفتگو کا اثر	۱۹۹/۲۰۰
❁ بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا مکمل بتاتا	۲۰۰
❁ بادشاہ کو قحط سے بچنے کا مشورہ	۲۰۰/۲۰۱
❁ حضرت یوسفؑ نے خود عہدہ کیوں طلب کیا	۲۰۱/۲۰۲
❁ جواب	۲۰۲
❁ کیا نبی کافر سے عہد قبول کرسکتا ہے	۲۰۲/۲۰۳
❁ جواب	۲۰۳
❁ دلہن کو قرآن کے نیچے سے گزارنا	۲۰۳
❁ ماڈرن ذہن اور حقیقت حال	۲۰۳/۲۰۴
❁ جدید سائنس کا مسئلہ جینیات اور قرآن	۲۰۴
❁ مراحل تخلیق انسانی کے جاننے کی قرآنی دعوت	۲۰۴/۲۰۵
❁ حضرت یوسفؑ کی وزارت خزانہ کی اہمیت	۲۰۵/۲۰۶
❁ حضرت یوسفؑ پر تمام حکومت کی ذمہ داری	۲۰۶/۲۰۷
❁ حضرت یوسفؑ کی حکومت پر دنیا حیران رہ گئی	۲۰۷
❁ برادران یوسفؑ کا یوسفؑ کے پاس جانا	۲۰۷

- حضرت یوسفؑ کا ان کو کو پہچاننا ۲۰۷/۲۰۸
- کیا تم جاسوس تو نہیں ہو ۲۰۸
- برادران یوسفؑ کی حضرت یوسفؑ کے سامنے کہانی ۲۰۸/۲۰۹
- حضرت یوسفؑ کی اپنے بھائی بنیامین سے ملنے کی تدبیر ۲۰۹
- آپ نے ان کے پیسے واپس رکھوا دیے ۲۰۹
- پیسے واپس کرنے کی وجوہات ۲۰۹/۲۱۰
- حضرت یوسفؑ نے اپنے والد کو خبر کیوں نہ کی ۲۱۰/۲۱۱
- حضرت بنیامین کو ساتھ لے جانے کی درخواست ۲۱۱
- حضرت یعقوبؑ کا جواب ۲۱۱/۲۱۲
- بالآخر حضرت یعقوبؑ مان گئے ۲۱۲
- حضرت یعقوبؑ کی نصیحت اور اس کی وجہ ۲۱۲
- نظر بد حق ہے حتیٰ کہ سائنس کے نزدیک بھی ۲۱۳
- نظر بد کا ایک علاج ۲۱۳
- نظر بد سے حفاظت کی دعا ۲۱۴
- حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں کو ایک دروازہ سے گزرنے سے منع کرنا کیوں ۲۱۴/۲۱۶
- بنیامین کو پاس رکھنے کی تدبیر ۲۱۶
- اعتراض ۲۱۶
- دوسرا اعتراض ۲۱۷

❁ دوسرے اعتراض کا جواب	۲۱۷
❁ پہلے اعتراض کا جواب	۲۱۸
❁ اصل جواب	۲۱۸
❁ حیلہ کا جواز	۲۱۹
❁ ایک واقعہ اور مشکل کا حل	۲۱۹
❁ حیلہ کیوں کیا جاسکتا ہے	۲۱۹/۲۲۰
❁ ایک غلط حیلے کا قصہ	۲۲۰/۲۲۱
❁ خلاصۂ جواب	۲۲۱/۲۲۲
❁ حضرت یوسفؑ کا حیلہ کیوں جائز تھا	۲۲۲
❁ حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام	۲۲۳/۲۲۴
❁ آپؑ بنیامین کی جگہ دوسرے بھائی کو رکھ لیں	۲۲۴
❁ برادران یوسفؑ کا مشورہ	۲۲۴/۲۲۵
❁ حضرت بنیامین کے متعلق بھائیوں کی بے رخی	۲۲۵/۲۲۶
❁ سب بیٹے حضرت یعقوبؑ کے پاس واپس آئیں گے	۲۲۶
❁ صبر کی اہمیت	۲۲۶/۲۲۷
❁ لوح محفوظ میں لکھے گئے اولین کلمات	۲۲۷
❁ سب بیٹوں کے ملنے کی خوشخبری	۲۲۷/۲۲۸
❁ کیا زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے نکاح ہوا تھا	۲۲۸/۲۳۲

❁ کیا انبیاءؑ کے لئے صدقہ لینا درست ہے	۲۳۲
❁ حضرت یعقوبؑ کی مشکل حل ہونے کا وقت آگیا	۲۳۲/۲۳۳
❁ بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کیسے پہچانا	۲۳۳
❁ بھائیوں نے معافی مانگی	۲۳۳
❁ حضرت یوسفؑ نے معاف کر دیا	۲۳۴
❁ حضور ﷺ کا فیصلہ بھی حضرت یوسفؑ کے فیصلہ کے مشابہ ہوگیا	۲۳۴
❁ مصر میں اپنے والد کو بلوانا	۲۳۵
❁ قمیص چہرہ پر لگانے سے نگاہ واپس آگئی	۲۳۵
❁ اس مبارک قمیص کی تاریخ	۲۳۵/۲۳۶
❁ سامری کے بچھڑے کی حقیقت	۲۳۶
❁ حضرت یوسفؑ سے کئی قمیصوں کا تعلق	۲۳۷
❁ حضور کے ہاتھ پھرنے سے ۱۲۰ سال تک بال سفید نہ ہوئے	۲۳۷/۲۳۸
❁ حضرت یوسفؑ کے قمیص سے خوشبو	۲۳۸/۲۳۹
❁ انبیاءؑ عالم الغیب نہیں ہوتے	۲۳۹
❁ پیغمبر کی پیشین گوئی سچی ہوگئی	۲۴۰
❁ برادران یوسفؑ کی آبا حضور ﷺ سے استغفار کی درخواست	۲۴۰
❁ دیر سے معافی مانگنے کا نکتہ	۲۴۰/۲۴۱
❁ حضرت ابن مسعودؓ کی دعا	۲۴۱

- حضرت یعقوبؑ کے جواب کی دوسری وجہ　۲۴۲
- اہل خانہ کو بلوایا حضرت یوسفؑ خود کیوں نہیں گئے　۲۴۲/۲۴۳
- جواب　۲۴۳
- حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں فرق　۲۴۳/۲۴۴
- والدین کا استقبال یوسفی　۲۴۴
- سجدہ میں گر گئے　۲۴۴
- والدین کا سجدہ کس کو تھا　۲۴۴
- شریعت اسلامی میں کسی غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں ہے　۲۴۴/۲۴۵
- یوسفؑ نے قید سے رہائی سے اپنا قصہ کیوں شروع کیا　۲۴۵/۲۴۶
- حضرت یوسفؑ کا قرآن میں قصہ بیان کرنے کی وجوہات　۲۴۶
- اس سورت میں حضور ﷺ کیلئے بڑی تسلیم ہے　۲۴۷
- مصائب کے بعد یوسف کو تخت نشاہی ملا　۲۴۷
- امت کیلئے اس سورت میں ایک سبق　۲۴۸

سیدنا ایوب علیہ السلام

- حضرت ایوبؑ کس خاندان سے تھے　۲۴۹
- علامہ کیرانوی اور ''اظہار الحق''　۲۴۹/۲۵۰
- قرآن کے نزدیک ایوب ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں　۲۵۰
- حضرت ایوب علیہ السلام کی صفات　۲۵۱

❁ صبر ایوبؑ کی آزمائش ۲۵۱
❁ اچھے لوگوں پر آزمائش کیوں آتی ہے ۲۵۲
❁ ایک علم نجوم جاننے والا پیر اور اس کی حرکات ۲۵۲/۲۵۳
❁ آزمائش کا آغاز ۲۵۳/۲۵۴
❁ پہلی آزمائش ۲۵۴
❁ دوسری آزمائش ۲۵۴/۲۵۵
❁ تیسری آزمائش ۲۵۵
❁ چوتھی آزمائش ۲۵۵/۲۵۶
❁ بیوی کے علاوہ سب چھوڑ گئے ۲۵۶
❁ یہ بیوی کون تھیں ۲۵۶/۲۵۷
❁ دو بھائیوں یا دوستوں کا آپ کا حال پوچھنا ۲۵۷
❁ کیا حضرت ایوبؑ نے کوئی بڑا گناہ کیا تھا ۲۵۷
❁ بیوی کی وفاداری ۲۵۸
❁ حضرت ایوبؑ کی تکلیف کی حالت ۲۵۸/۲۵۹
❁ شیطان کا فریب ۲۵۹
❁ شیطان کے نام کی منت ۲۵۹/۲۶۰
❁ حضرت ایوبؑ کا جواب ۲۶۰
❁ حضرت ایوبؑ کی دعا ۲۶۰/۲۶۱

❁ سہل تستری کو قبولیت دعا کا علم ہو جاتا تھا	۲۶۱
❁ دعا کیلئے دل وزبان دونوں کی توجہ ضروری ہے	۲۶۱/ ۲۶۲
❁ عبادت میں لذت کا طریقہ	۲۶۲
❁ ایوبؑ کو شفاء کیسے ہوئی	۲۶۳
❁ حضرت ایوبؑ کی بیوی بھی آپ کو نہ پہچان سکی	۲۶۳
❁ یہ مذکورہ واقعات اسرائیلی روایات ہیں	۲۶۴
❁ بدن میں کیڑے پڑنے کی روایت غلط ہے	۲۶۴
❁ موسیٰؑ کی عزت کی حفاظت	۲۶۴
❁ شان نبوت ﷺ کے خلاف باتیں	۲۶۵
❁ ابلیس کے تصرف وغیرہ کی روایات بھی معتبر نہیں	۲۶۵
❁ علماء کی غلط فہمی کا سبب	۲۶۵
❁ شیطان کی طرف کی طرف نسبت کی وجہ	۲۶۶
❁ خالق کی طرف کونسی چیزوں کی نسبت کرنا جائز ہے	۲۶۶
❁ امتحان کی اصل وجہ	۲۶۷
❁ جب خدا نے بیماری کی تعیین نہیں کی تو ہم کیوں کریں	۲۶۷/ ۲۶۸
❁ جاہل واعظوں کے اضافے اور تحریف..	۲۶۸
❁ قرآن سے ناچنے کی دلیل بنالی	۲۶۸/ ۲۶۹
❁ پاؤں مارنے میں تو چشمے بھی نکالو	۲۶۹

- حضرت ایوبؑ کو ڈبل نعمتیں مل گئیں. ۲۶۹/۲۷۰
- بیوی کو کوڑے مارنے کی قسم کیسے پوری کی ۲۷۰
- کیا یہ حیلہ خاص ایوب کیلئے تھا ۲۷۰
- شرعی حیلہ کا جواز ۲۷۱
- سو کوڑے مارنے کی قسم کیسے پوری ہوگی ۲۷۱
- اس امت کے لئے قسم کا کفارہ ۲۷۱/۲۷۲
- غریب کیلئے قسم کا کفارہ کیا ہے ۲۷۲

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

- آپ سے شیطان کا فریب ۲۷۴/۲۷۶
- ایک اور ذوالکفل کا واقعہ ۲۷۶/۲۷۷

اصحاب القریہ

- عربی زبان کی وسعت ۲۸۰
- اس قریہ (بستی) کے پیغمبر کون تھے ۲۸۰/۲۸۱
- یہ بستی کونسی تھی ۲۸۱
- مہم کو مبہم ہی رکھو ۲۸۱/۲۸۲
- کیا بشر نبی نہیں ہوسکتا ۲۸۳
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت ۲۸۳

- ایک مولوی صاحب کا غلط ترجمہ کرنا　۲۸۳/۲۸۴
- جواب　۲۸۴
- قرآن کے ساتھ کھیل　۲۸۴
- کافروں کا عقیدہ　۲۸۵
- پیغمبروں کا حوصلہ　۲۸۵/۲۸۶
- تبلیغی جماعت کی صفت مفت　۲۸۶
- تبلیغی جماعت صفت　۲۸۶
- تبلیغی جماعت قادیانیوں کے عبادت خانہ میں　۲۸۶/۲۸۹
- انبیاءؑ کو قوم کا جواب　۲۸۹
- ایک نیک آدمی کی نصیحت　۲۸۹/۲۹۱
- بستی والوں کا انجام　۲۹۱

حضرت یونس علیہ السلام

- آپ کا اصل نام　۲۹۲/۲۹۳
- ایک یہودی کا ایک انصاری سے جھگڑا　۲۹۳/۲۹۴
- حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ بھی فضیلت والے ہیں　۲۹۴
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موسیٰؑ یونسؑ پر فضیلت نہ دینے کی وجہ　۲۹۴/۲۹۵
- آج کل کے علم کا دعوی کرنے والوں کی حالت　۲۹۶/۲۹۷
- ایک نبی کو دوسرے پر نہ بڑھانے کی وجہ　۲۹۷

❁ اللہ کی عظمت کا خیال رکھو	۲۹۷/۲۹۸
❁ حضرت یونسؑ کا وطن	۲۹۸
❁ ایک حدیث کے واقعہ سے اس کی تصدیق	۲۹۸
❁ حضرت یونسؑ کے نبوت ملنے کے وقت کی عمر	۲۹۹
❁ حضرت عیسیٰؑ کو نبوت ملنے کے وقت عمر	۲۹۹
❁ نینوا کے لوگوں کی تعداد	۲۹۹
❁ قوم کو عذاب سے ڈرانا	۳۰۰
❁ حضرت یونسؑ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے	۳۰۰
❁ کشتی ڈوبنے لگی	۳۰۰/۳۰۱
❁ قرعہ ڈالا گیا	۳۰۱
❁ قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا	۳۰۱
❁ مچھلی کو حکم ہوا	۳۰۱
❁ عجیب قید خانہ	۳۰۱/۳۰۲
❁ حضرت یونسؑ کی تسبیح اور اس کی وجہ	۳۰۲
❁ حضرت یونسؑ کی دعا کی برکت	۳۰۲
❁ آیت کریمہ کا سوا لاکھ کا ختم	۳۰۳
❁ مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا عرصہ	۳۰۳
❁ اب مچھلی نے باہر اگل دیا	۳۰۴

❁ کدو کی فضیلت　　۳۰۳/۳۰۴

❁ بستی والوں کی توبہ قبول ہوگئی　　۳۰۴/۳۰۵

حضرت موسیٰ علیہ السلام

❁ حضرت موسیٰؑ کی شان　　۳۰۶/۳۰۷

❁ اکثر مسلمان پانچ نمازیں بھی صحیح قائم نہیں کرتے　　۳۰۷

❁ نماز قائم کرنے کا معنی　　۳۰۷

❁ ایک مثال　　۳۰۸/۳۱۰

❁ پچاس نمازیں پانچ ہوگئیں　　۳۱۰

❁ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پہچان　　۳۱۰/۳۱۱

❁ اللہ نے آپ کے بھائی ہارون کو بھی نبی بنایا　　۳۱۱

❁ حضرت موسیٰؑ نبی بھی تھے اور صاحب حکومت و اقتدار بھی　　۳۱۱

❁ قرآن میں آپ کا ۱۳۸ مرتبہ ذکر　　۳۱۱/۳۱۲

❁ آپ کا ذکر کن سورتوں میں ہے　　۳۱۲

❁ قرآن میں آپ کے زیادہ ذکر کی وجوہات　　۳۱۲

❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت موسیٰؑ کے فرعونوں کا فرق　　۳۱۲/۳۱۳

❁ صحابہ کے دور اور ہمارے دور میں فرق　　۳۱۳

❁ دنیا طالبان کی مخالف کیوں؟　　۳۱۳/۳۱۴

❁ طالبان کی مثالی اسلامی حکومت　　۳۲۴

❁ پاکستانی پولیس آفیسر اور طالبان کا عدل وانصاف	۲۳۲۶/۳۲۴
❁ آج بھی اسلامی نظام میں وہی تاثیر ہے	۳۱۷
❁ آج کے مسلمان کی حالت	۳۱۷
❁ حضرت موسیٰؑ اور حضور ﷺ کے حالات میں مماثلت	۳۱۸/۳۱۷
❁ دوسری مماثلت	۳۱۸
❁ تیسری مماثلت	۳۱۹/۳۱۸
❁ قرآن میں حضرت موسیٰؑ کے واقعات کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ	۳۱۹
❁ یہودیوں کی مذہبی پختگی	۳۲۰/۳۱۹
❁ مسلمانوں کی کوتاہیاں	۳۲۰۳۲۱
❁ مکہ میں شیطانی کارکارستانیاں	۳۲۲/۳۲۱
❁ حضرت موسیٰؑ کے زیادہ ذکر کی وجہ	۳۲۲
❁ یہودی کی ضد اور ایک مثال	۳۲۲
❁ حضور ﷺ کی صداقت وعظمت	۳۲۳/۳۲۲
❁ حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی واقعہ	۳۲۳
❁ عظمت خطاب	۳۲۴/۳۲۳
نبا اور انباء کا فرق	۳۲۵/۳۲۴
❁ فرعون کا تکبر اور سرکشی	۳۲۵
❁ تکبر حرام ہے	۳۲۶/۳۲۵

❁ بڑائی کس چیز میں ہے	۳۲۶
❁ انسان کی اعلیٰ غذا اور اعلیٰ لباس کی حقیقت	۳۲۶
❁ خلاصہ حالات فرعون	۳۲۶/۳۲۷
❁ ظالم بادشاہ کا ہاتھ شل ہوگیا	۳۲۷
❁ فرعون کتنے اور کون کون تھے	۳۲۸
❁ بعض ملکوں کے بادشاہوں کے لقب	۳۲۸
❁ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کی پیشین گوئی	۳۲۸/۳۲۹
❁ بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا حکم	۳۲۹
❁ اسرائیلی بچوں کے قتل کا دوسرا سبب	۳۲۹/۳۳۰
❁ تیسرا سبب	۳۳۰
❁ چوتھا سبب	۳۳۰
❁ پانچواں سبب	۳۳۰
❁ چھٹا سبب	۳۳۱
❁ اسرائیلی حاملہ عورتوں کی نگرانی اور بچوں کو قتل	۳۳۱/۳۳۲
❁ ایک سال کے بچے قتل کردو دوسرے کے چھوڑ دو	۳۳۲
❁ حضرت ہارونؑ کی پیدائش کا سال	۳۳۲/۳۳۴
❁ شریف کا لطیفہ	۳۳۴
❁ قرآن میں حضرت موسیٰؑ کا ۱۳۸ مقام پر ذکر	۳۳۴/ ۳۳۵

❁ حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت کے حالات	۳۳۵
❁ حضور ﷺ کی پیدائش کے حالات	۳۳۵/۳۳۶
❁ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی	۳۳۶/۳۳۷
❁ مرزے کے پیاس وحی لانے والا ٹچی ٹچی	۳۳۷
❁ آغا خان کو خدا یاد آہی گیا	۳۳۷/۳۳۸
❁ مرزا قادیانی کا دعویٰ	۳۳۸/۳۳۹
❁ ہمارے زمانے کے جاہلوں کا عقیدہ	۳۳۹
❁ حضرت موسیٰؑ کو دریا میں کیسے ڈالا گیا	۳۳۹/۳۴۰
❁ ''خوف'' اور ''حزن'' میں فرق	۳۴۰/۳۴۲
❁ روافض کا جھوٹ اور ان کی سزا	۳۴۲
❁ زیادہ رونے والے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں	۳۴۲
❁ شیعوں نے دھوکہ سے حضرت حسینؓ کو قتل کر دیا	۳۴۲
❁ غار میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے بجائے حضور ﷺ کی فکر تھی	۳۴۳
❁ ام موسیٰ علیہا السلام پر انعامات خداوندی	۳۴۳/۳۴۴
❁ حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈال یا گیا	۳۴۴
❁ فرعون کے سونگ پول وغیرہ	۳۴۴/۳۴۵
❁ صندوق کو آل فرعون نے پکڑ لیا	۳۴۵
❁ آل کا اطلاق	۳۴۵/۳۴۶

❁ حضرت موسیٰؑ کا صندوق فرعون کے گھر میں	۳۴۶/۳۴۷
❁ صندوق سے حضرت موسیٰؑ برآمد ہو گئے	۳۴۷
❁ فرعون کا جواب	۳۴۷
❁ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی حالت	۳۴۸
❁ جن کی اللہ خود حفاظت کرتے ہیں	۳۴۸
❁ حضرت موسیٰؑ کی تلاش میں بہن کی روانگی	۳۴۸/۳۴۹
❁ قرآن میں عورت کے نام کا بھی پردہ ہے	۳۴۹
❁ آج کل لڑکیوں کے ماڈرن نام-لطیفہ	۳۴۹/۳۵۰
❁ عورتوں کے نام باہر نہ نکالو	۳۵۱
❁ بہن کو بھائی مل گیا	۳۵۱
❁ حضرت موسیٰؑ نے کسی غیر عورت کا دودھ نہ پیا	۳۵۱/۳۵۲
❁ فرعون کے گھر موسیٰؑ کی بہن کی گفتگو	۳۵۲
❁ فرعون کی دانش اور اخت موسیٰ کا جواب	۳۵۲/۳۵۳
❁ ماں کو احتیاط کی ترغیب	۳۵۳
❁ موسیٰؑ کی ماں کا حوصلہ	۳۵۳
❁ بیٹے ماؤں کے پاس جاتے ہیں نہ کہ مائیں بیٹوں کے پاس	۳۵۳/۳۵۴
❁ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے	۳۵۴/۳۵۵
❁ موسیٰؑ کی والدہ کا جواب	۳۵۵

❁ موسیٰؑ کی ماں کا اکرام	۳۵۵
❁ موسیٰؑ اپنی ماں کے گھر میں رہتے تھے	۳۵۶
❁ فرعون کے گہنے	۳۵۶
❁ موسیٰؑ نے فرعون کو تھپڑ مار دیا	۳۵۶
❁ فرعون کا غصہ	۳۵۷
❁ موسیٰؑ کا امتحان	۳۵۸/۳۵۷
❁ حضرت جبرائیل نے موسیٰؑ کا رخ پھیر دیا	۳۵۸
❁ آپ کا انگارہ اٹھانا اور زبان کی لکنت	۳۵۸
❁ فرعون دھوکہ میں آگیا	۳۵۸
❁ حضرت موسیٰؑ مدت شیر خوارگی کے بعد فرعون کے محل میں آگئے	۳۵۹/۳۵۸
❁ فرعون کے محل میں رکھنے کی حکمت	۳۵۹
❁ حضرت موسیٰؑ کا مرتبہ حکم	۳۶۰/۳۵۹
❁ موسیٰؑ کے محل میں آنے سے بنی اسرائیل کو فائدہ	۳۶۰
❁ قبطی اور اسرائیلی کے لڑنے کا واقعہ	۳۶۰
❁ قبطی کا قتل شیطانی عمل کیسے ہے	۳۶۱/۳۶۰
❁ قبطی کیوں قتل ہوا	۳۶۲/۳۶۱
❁ وہ اسرائیلی دوسرے قبطی سے لڑ رہا تھا	۳۶۲
❁ علماء کے دو قول	۳۶۳/۳۶۲

❁ فرعون تک خبر پہنچ گئی	۳۶۳
❁ حضرت موسیٰؑ کی گرفتاری کا فیصلہ	۳۶۳/ ۳۶۴
❁ ملاأ کا معنی	۳۶۴
❁ ایک ہمدرد کی حضرت موسیٰؑ کو اطلاع	۳۶۴
❁ حضرت موسیٰؑ کی پریشانی	۳۶۴
❁ فرعون کا ظلم	۳۶۵
❁ مدین کی طرف حضرت موسیٰؑ کی ہجرت	۳۶۵
❁ قوم شعیبؑ بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے	۳۶۵
❁ انبیاء پر بھی اللہ کی مرضی چلتی ہے	۳۶۶
❁ موسیٰؑ کے ساتھ تقدیر کی مرضیاں	۳۶۶
❁ سفر میں موسیٰؑ کی حالت	۳۶۶/ ۳۶۷
❁ پرانے وقتوں میں پانی کے کنوؤں کا سسٹم	۳۶۷
❁ حضرت موسیٰؑ مدین کے کنویں پر	۳۶۷
❁ حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں سے موسیٰؑ کی گفتگو	۳۶۷/ ۳۶۸
❁ حضرت شعیبؑ کا بیٹا نہیں تھا	۳۶۸
❁ موسیٰؑ نے بکریوں کو پانی پلا دیا	۳۶۸/ ۳۶۹
❁ حضرت موسیٰؑ کی محتاجی	۳۶۹
❁ حضرت شعیبؑ کے سامنے حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ	۳۶۹

❁ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیبؑ کے گھر بلانا	۳۷۰
❁ عورتوں کے نام نہ لینے کا حکم	۳۷۰
❁ عورت کے حق میں ماڈرن لوگوں کا فریب	۳۷۰/۳۷۱
❁ عورت کو کیسے چلنا چاہئے	۳۷۱/۳۷۲
❁ فاسق لوگ عورت کی چال سے پہچان لیتے ہیں	۳۷۲
❁ عورت کے چلنے کے غلط طریقے	۳۷۲
❁ اس آیت میں مسلمان عورتوں کے لئے سبق	۳۷۲/۳۷۳
❁ شریف عورت کی نظر	۳۷۳
❁ بنت شعیبؑ کی مختصر بات	۳۷۳
❁ عورت گول مول بات نہ کرے	۳۷۳/۳۷۴
❁ عورت! نامحرم سے نرم لہجہ میں بات نہ کرے	۳۷۴/۳۷۵
❁ عورت اجنبی کے آگے نہ چلے	۳۷۵
❁ عورت آگے کیوں نہ چلے	۳۷۵
❁ عورت قیادت نہیں کرسکتی	۳۷۵/۳۷۶
❁ ایک عیسائی لڑکی سے میرا مکالمہ	۳۷۶/۳۷۸
❁ قرآن میں شیخ کبیر سے مراد کون ہیں	۳۷۸
❁ اکثر مفسرین کی رائے	۳۷۸/۳۷۹
❁ حضرت موسیٰؑ کے متعلق بنت شعیبؑ کی بات	۳۷۹/۳۸۰

❁ نادر شاہ کا واقعہ	۳۸۰/۳۸۱
❁ حضرت موسیٰؑ کی قوت اور پاکبازی	۳۸۱
❁ دنیا میں سمجھدار تین لوگ	۳۸۱/۳۸۲
❁ حضرت شعیبؑ کا حضرت موسیٰؑ سے معاہدہ	۳۸۲/۳۸۳
❁ رشتہ میں بیٹی کی خواہش کا خیال رکھو	۳۸۳
❁ کیا نوکری بیٹی کا حق مہر بن سکتی ہے	۳۸۳
❁ حضرت موسیٰؑ نے دس سال خدمت کی تھی	۳۸۴
❁ موسیٰؑ کا شعیبؑ کی چھوٹی بیٹی سے نکاح ہوا تھا	۳۸۴
❁ ہر حال میں خدا کا شکر کرو	۳۸۴/۳۸۵
❁ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ پر مشکل کیوں ڈالی	۳۸۶
❁ ایک شہزادہ کی مثال	۳۸۶
❁ حضرت موسیٰؑ کی اپنے وطن واپسی	۳۸۶/۳۸۷
❁ سفر پر روانگی اور مشکلات سفر	۳۸۷
❁ دور سے آگ دیکھی	۳۸۷
❁ روشنی صرف حضرت موسیٰؑ کو نظر آئی	۳۸۸
❁ قرآن بیوی کو اہل بیت کہتا ہے	۳۸۸
❁ ازواج مطہرات کو شیعہ اہل بیت کیوں نہیں مانتے	۳۸۹
❁ اہل سنت کی لاپروائی	۳۸۹

❁ خلفاء راشدین سے لاعلمی	۳۹۰
❁ مسلمانوں پر ظلم کا ایک فائدہ بھی ہے	۳۹۱/۳۹۰
❁ دیگر صحابہؓ کیلئے امام اور علیہ السلام کا لفظ	۳۹۲/۳۹۱
❁ امام کا صحیح اور غلط مطلب	۳۹۲
❁ شیعہ کا پروپیگنڈا	۳۹۲
❁ سنیوں کے اکثر جھگڑے	۹۳/۳۹۲
❁ کیا امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی؟	۳۹۵/۳۹۳
❁ اہل بیت کا اصل استعمال بیویوں کے لئے ہے	۳۹۵
❁ اہل بیت کا قرآنی اطلاق	۳۹۶/۳۹۵
❁ اہل بیت ہونے کیلئے حضور ﷺ پر ایمان بھی ضروری ہے	۳۹۶
❁ حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا اہل بیت	۳۹۶
❁ وہ نور تھا یا آگ تھی	۳۹۸/۳۹۷
❁ ننگے سر نماز	۳۹۹/۳۹۸
❁ یہ کیسی آگ ہے کہ درخت بھی سرسبز ہے	۳۹۹
❁ حضرت موسیٰؑ وادی مبارک میں	۳۹۹
❁ وادی مبارک میں پہلا حکم	۴۰۰/۳۹۹
❁ مسجد میں جوتے اور جوتوں میں نماز	۴۰۱/۴۰۰
❁ حضور ﷺ کے عرش پر جوتوں سمیت جانے کی روایت جھوٹی ہے	۴۰۲/۴۰۱

❁ مسجد میں جوتے کیوں نہ پہنیں	۴۰۲
❁ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کی پہلی بات	۴۰۲/۴۰۳
❁ حضرت موسیٰؑ کا عصا	۴۰۳
❁ حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کی پہلی بات	۴۰۵/۴۹۳
❁ موسیٰؑ نے طویل جواب کیوں دیا	۴۰۵/۴۰۷
❁ عصائے موسوی کی خصوصیات	۴۰۷/۴۰۸
❁ عصائے موسوی پر اعتراض	۴۰۸
❁ جواب	۴۰۹
❁ موسیٰؑ سانپ کو دیکھ کر کیوں بھاگے	۴۰۹
❁ حضرت موسیٰؑ نے سانپ پکڑ لیا	۴۱۰
❁ روشن ہاتھ کا معجزہ	۴۱۰
❁ ان دو معجزات کے دینے کا مقصد	۴۱۱
❁ کیا یہ خدا کی ہی آواز تھی	۴۱۱
❁ جواب	۴۱۱/۴۱۳
❁ حضرت موسیٰؑ نبوت سے سرفراز ہو گئے	۴۱۳
❁ حضرت موسیٰؑ کی دو درخواستیں	۴۱۳/۴۱۴
❁ جب فرعون نے ایمان نہ لانا تھا تو موسیٰؑ کو کیوں بھیجا	۴۱۴
❁ داعی کی صفت نرمی سے سمجھانا	۴۱۴/۴۱۵

❁ اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف	۴۱۵/۴۱۶
❁ جدید تعلیم کے برے اثرات	۴۱۶/۴۱۸
❁ حضرت موسیٰؑ کی معرفت خداوندی پر اعتراض	۴۱۸/۴۱۹
❁ جواب	۴۱۹
❁ منکرین معجزات سے ہمارے مطالبات	۴۱۹/۴۲۳
❁ حفظ قرآن کے دو واقعات	۴۲۳
❁ حضرت موسیٰؑ کے دو معجزے	۴۲۳/۴۲۴
❁ حضرت ہارونؑ کی نبوت	۴۲۴
❁ حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے دربار میں	۴۲۴
❁ فرعون کا الزام	۴۲۴/۴۲۵
❁ حضرت موسیٰؑ کا جواب	۴۲۵
❁ فرعون کے سامنے معجزات کا اظہار	۴۲۵
❁ فرعون کا الزام	۴۲۶
❁ نبی اور جادوگر میں فرق	۴۲۶
❁ جھوٹے نبی کی نشانیاں	۴۲۶
❁ فرعون کا مشورہ	۴۲۶/۴۲۷
❁ حجاج بن یوسف کے دربار کا ایک واقعہ	۴۲۷
❁ فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب	۴۲۷/۴۲۸

❁ فرعون کے جادوگروں کی تعداد	۴۲۸
❁ دنیا کے بڑے جادوگر کون ہیں	۴۲۸
❁ جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ	۴۲۸
❁ لوگوں کے لوٹنے کا فن	۴۲۸/۴۲۹
❁ انبیاء کرامؑ کو دنیا کا لالچ نہیں ہوتا	۴۲۹/۴۳۰
❁ تبلیغی جماعت والوں کا مطالبہ	۴۳۱
❁ فرعون کے جادوگروں کا مطالبہ	۴۳۱
❁ جادوگروں اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ	۴۳۱
❁ جادوگروں کے جادو کی حقیقت کیا تھی	۴۳۱/۴۳۲
❁ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بہت بڑا اژدھا بن گیا	۴۳۲/۴۳۳
❁ جادوگروں کا سب جادو عصا کھا گیا	۴۳۳
❁ جادوگروں کا شکست کھا کر ایمان لانا	۴۳۳/۴۳۴
❁ جادو اور معجزہ میں فرق	۴۳۴
❁ بعض قبطی بھی ایمان لے آئے	۴۳۴
❁ فرعون کا نیا چکر	۴۳۵
❁ جادوگروں کا جواب	۴۳۵/۴۳۶
❁ آج کل مسلمانوں کی حالت زار	۴۳۶
❁ فرعون کا سخت ظلم کا حکم	۴۳۷

❁ بنی اسرائیل کا مطالبہ اور موسیٰؑ کا جواب ۴۳۷/۴۳۸
❁ فرعونیوں پر خدائی عذابات ۴۳۸/۴۴۰
❁ حضرت موسیٰؑ نے کونسا دریا کہاں سے عبور کیا تھا ۴۴۰/۴۴۱
❁ مصر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سمیت روانگی ۴۴۱
❁ قوم کا خوف ۴۴۱/۴۴۲
❁ حضرت موسیٰؑ کی طرف سے تسلی ۴۴۲
❁ بعض لوگوں کی اندھی تاویلیں ۴۴۲/۴۴۳
❁ حضرت جبرائیلؑ کی گھوڑی ۴۴۳
❁ اللہ کی تقدیر غالب ہے ۴۴۳
❁ فرعونیوں کے غرق ہونے کی اصل وجہ ۴۴۳/۴۴۴
❁ ہر شے اللہ کے حکم کے ماتحت ہے ۴۴۴
❁ فرعون نشان عبرت بن گیا ۴۴۴/۴۴۵
❁ باطل مذاہب کی اثر انگیز حرکتیں ۴۴۵/۴۴۶
❁ قوم موسیٰؑ کا بت پرستی کا مطالبہ ۴۴۶/۴۴۷
❁ حضرت موسیٰؑ کی ڈانٹ ۴۴۷/۴۴۸
❁ قوم موسیٰؑ کا مطالبہ کتاب ۴۴۸
❁ اللہ تعالیٰ کا جواب ۴۴۸
❁ چالیس دن حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر ۴۴۸/۴۴۹

❁ حضرت موسیٰؑ کا مسلسل تیس دن کا روزہ	۴۴۹/۴۵۰
❁ موسیٰ علیہ السلام کا چلہ	۴۵۰
❁ تبلیغی جماعت کے چلہ کا استدلال	۴۵۱
❁ قوم موسیٰؑ کی گمراہی	۴۵۱/۴۵۲
❁ سامری کے پاس زیور کہاں سے آئے تھے	۴۵۲
❁ سامری کا بچھڑا تیار کرنا	۴۵۲/۴۵۳
❁ قوم کا بچھڑے کی پوجا کرنا	۴۵۳/۴۵۴
❁ طور پہاڑ پر زیارت خداوندی کی درخواست	۴۵۴
❁ زیارت خداوندی کا مسئلہ	۴۵۴
❁ موسیٰؑ کی قوم کی طرف واپسی اور ہارون سے گفتگو	۴۵۴/۴۵۵
❁ حضرت موسیٰؑ کا سامری سے خطاب	۴۵۵
❁ سوال	۴۵۵/۴۵۶
❁ بچھڑے کا انجام	۴۵۶
❁ بچھڑے کی آواز کی منطق	۴۵۶
❁ قوم کی توبہ	۴۵۶
❁ تورات کا نزول اور قوم کا انکار	۴۵۶/۴۵۷
❁ ستر لوگوں کا انتخاب	۴۵۷
❁ ہر خود خدا کو دیکھیں گے تو مانیں گے	۴۵۷

❁ موت کا عذاب	۴۵۷/۴۵۸
❁ قوم کے سروں پر طور پہاڑ	۴۵۸
❁ گائے کے ذریعہ زندہ ہونے والے ایک مقتول کا قصہ	۴۵۸/۴۵۹
❁ خدا کے حکم کی حکمتیں	۴۵۹/۴۶۰
❁ یہ گائے ایک یتیم بچے کی تھی	۴۶۰
❁ رسی مولویوں کے خرچے	۴۶۰/۴۶۱
❁ بیت المقدس کی طرف بنی اسرائیل کو ہجرت کا حکم	۴۶۱/۴۶۲
❁ کفار کے ساتھ جہاد کے متعلق آج کل لوگوں کی رائے	۴۶۲/۴۶۳
❁ جہاد سے انکار کی سزا	۴۶۳/۴۶۴
❁ چالیس سال وادی تیہ میں من اور سلوی	۴۶۴/۴۶۵
❁ حضرت موسیٰؑ کی وفات	۴۶۵/۴۶۶
❁ حضرت موسیٰؑ نے فرشتے کو تھپڑ کیوں مارا	۴۶۶
❁ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی فرشتوں کو نہ پہچان سکے	۴۶۶
❁ حضرت لوطؑ بھی فرشتوں کو نہ پہچان سکے	۴۶۶
❁ بی بی مریمؑ بھی جبرائیلؑ کو نہ پہچان سکیں	۴۶۶
❁ حضرت موسیٰؑ کی قبر کہاں ہے	۴۶۷
❁ حضرت یوشعؑ کا قوم سمیت بیت المقدس میں داخلہ	۴۶۷/۴۶۸
❁ ہنود و یہود سے آخری معرکے کی تیاریاں	۴۶۸/۴۶۹

- حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کی طرف سفر　　۴۶۹/۴۷۰
- بھونی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی　　۴۷۰
- مچھلی رہنما بن گئی　　۴۷۰
- موسیٰ علیہ السلام کے نوجوان کا نام کیا تھا　　۴۷۱
- میڈیا سے میری ایک گفتگو　　۴۷۱/۴۷۲
- دنیا کی ترقی زمانہ اسلام میں کیوں ہوئی　　۴۷۲/۶۷۴
- خضر علیہ السلام کو خضر کیوں کہتے ہیں　　۴۷۴

حضرت داؤد علیہ السلام

- ننانوے دنبیوں کا واقعہ　　۴۷۵
- بائبل میں ایک جھوٹا قصہ　　۴۷۶
- داؤدؑ اور سلیمانؑ کے بارہ میں عیسائی نظریہ　　۴۷۷/۴۷۸
- حقیقت واقعہ　　۴۷۸/۴۷۹

حضرت سلیمان علیہ السلام

- حضرت سلیمانؑ کی فہم وفراست　　۴۸۰/۴۸۲
- دو ماؤں کے درمیان ایک بچے کا فیصلہ　　۴۸۲/۴۸۳
- ایک جھوٹے گواہ کا قصہ　　۴۸۳/۴۸۴
- بقیہ قصہ کا تتمہ　　۴۸۴/۴۸۵
- حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر خدا کی نعمتیں　　۴۸۵/۴۸۶

❁ انبیاءؑ کا مال میراث نہیں ہوتا	۴۸۶
❁ حضرت سلیمانؑ کی خصوصیات	۴۸۶
❁ چیونٹی کی گفتگو اور حضرت سلیمانؑ کا شکر	۴۸۶/۴۸۷
ہوا اور تخت پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت	۴۸۷
❁ جانوروں اور جنات پر حکومت	۴۸۷
❁ ہدہد اور قصہ بلقیس	۴۸۷/۴۸۸
❁ حضرت سلیمانؑ کے ہدہد کی خصوصیات	۴۸۸
❁ ہدہد کے ذریعہ ملکہ سبا کی اطلاع	۴۸۸
❁ ملک سبا کا محل وقوع	۴۸۸/۴۸۹
❁ ملکہ سبا بلقیس	۴۸۹
❁ سلیمانؑ کا خط اور بلقیس کا مشورہ	۴۸۹
❁ حضرت سلیمانؑ کا جواب	۴۹۰
❁ اسلام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی	۴۹۰
❁ عورت کی فرمانبرداری ہلاکت ہے	۴۹۱
❁ پلک جھپکنے میں بلقیس کا تخت سلیمان کے پاس	۴۹۱
❁ شیشے کی چھت کا طویل حوض	۴۹۱/۴۹۲
❁ بلقیس مسلمان ہوگئی	۴۹۲
❁ ایک اسرائیلی روایت	۴۹۲/۴۹۳

- ایسا حوض بنانے کی اصل وجہ　　۴۹۳
- بیت المقدس کی تعمیر سلیمانی اور حضرت سلیمانؑ کی وفات　　۴۹۳/۴۹۴
- جنات غیب نہیں جانتے　　۴۹۴/۴۹۵
- بیت المقدس شہر کی تباہی　　۴۹۵

حضرت عزیر علیہ السلام

- حضرت عزیرؑ کا امتحان　　۴۹۶/۴۹۷
- اللہ کی قدرت کے کرشمے　　۴۹۷
- جب حضرت عزیرؑ گھر لوٹے　　۴۹۷
- آپ تورات کے حافظ تھے　　۴۹۸

حضرت زکریا علیہ السلام

- حضرت زکریاؑ کا پیشہ　　۴۹۹
- انبیاء علیہم السلام کے پیشے　　۴۹۹/۵۰۰
- حلال پیشے حقیر نہیں ہیں　　۵۰۰/۵۰۱
- پیشوں کی ضرورت　　۵۰۱
- ذات پات کا فرق　　۵۰۱/۵۰۲
- حضرت سلیمانؑ کا ہیکل سلیمانی تعمیر کرانا　　۵۰۲

حضرت عمران

❁ منت اور نذر صرف خدا کے نام کی جائز ہے	۵۰۳ / ۵۰۴
❁ مردوں اور عورتوں میں مساوات کا دعویٰ	۵۰۴ / ۵۰۵
❁ مساوات نے عورت کو کیا دیا؟	۵۰۵
❁ حضرت مریمؑ کی والدہ	۵۰۵
❁ مریمؑ کی کفالت کیلئے قرعہ اندازی	۵۰۶
❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرعہ اندازی	۵۰۶
❁ عجیب قرعہ اندازی	۵۰۶ / ۵۰۷
❁ ہر نبی غیرت مند ہوتا ہے	۵۰۷
❁ تعلم جدید تعلیم اور دشمنان دین کا غوغا	۵۰۸ / ۵۰۹
❁ ایک جواب میں کئی مسائل کا حل	۵۰۹
❁ حضرت زکریاؑ کی دعا	۵۰۹ / ۵۱۰
❁ انبیاء علیہم السلام کی میراث مال نہیں ہوتا	۵۱۰ / ۵۱۱
❁ انبیاءؑ کی میراث نہ ہونے کی وجہ	۵۱۱
❁ دعا میں عاجزی چاہیئے	۵۱۱ / ۵۱۲
❁ حضرت زکریاؑ کی دعا کا طریقہ	۵۱۲
❁ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات	۵۱۲ / ۵۱۳
❁ حضرت زکریاؑ کی شہادت	۵۱۳

حضرت یحیی علیہ السلام

- بعض انبیاءؑ کی صفات ۵۱۴/۵۱۵
- حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی ۵۱۵
- حضرت مریمؑ کا واقعہ ۵۱۵
- حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی امید ۵۱۶/۵۱۷
- حضرت یحییٰؑ کا نام اللہ نے رکھا ۵۱۷
- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام اللہ نے رکھا ۵۱۷/۵۱۸
- حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی آسمان میں رکھا گیا ۵۱۸
- حضرت مریمؑ کی خواہش ۵۱۸/۵۱۹
- اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی ۵۱۹
- بچہ والی عورت کیلئے کھجور عمدہ غذا ہے ۵۱۹/۵۲۰
- اب قوم کو کیا جواب دوں گی ۵۲۰
- عصمت مریمؑ کا اللہ کی طرف سے انعام ۵۲۰
- اخت ہارون کی تحقیق ۵۲۱/۵۲۲
- حضرت مریمؑ کا جواب ۵۲۲
- حضرت عیسیٰؑ کا جواب ۵۲۲
- عیسائیوں کے ذہن بگڑنے کی ابتداء ۵۲۲/۵۲۳
- حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے ۵۲۴/۵۲۵

❁ یہودیوں کی حضرت عیسیٰؑ سے دشمنی	۵۲۵
❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات	۵۲۵/۵۲۶
❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور	۵۲۶
❁ یہودی حضرت عیسیٰؑ کے قتل کیلئے جمع ہو گئے	۵۲۶/۵۲۷
❁ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے	۵۲۷
❁ یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ	۵۲۷
❁ عقیدہ کفارہ کا رد	۵۲۷
❁ عقیدہ تثلیث کا رد	۵۲۷/۵۲۸
❁ مرزا قادیانی کا کفریہ نظریہ	۵۲۸
❁ قرآن کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی	۵۲۸/۵۲۹
❁ حضور خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں	۵۲۹/۵۳۰
❁ حضرت عیسیٰؑ کیوں اتریں گے	۵۳۰
❁ دجال کو قتل کریں گے	۵۳۰
❁ صلیب توڑ دیں گے	۵۳۰
❁ یاجوج ماجوج تباہ ہوں گے	۵۳۰
❁ حضرت عیسیٰ کی شادی اور وفات	۵۳۱
❁ روضہ مبارک میں تدفین	۵۳۱

❁ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰ قیامت میں اکٹھے اٹھیں گے ۵۳۱
❁ کلمات شکر ۵۳۱
❁ تمت الکتاب ۵۳۱

❁❁❁

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نؤمن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدی اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و قائدنا و حبینا و شفعینا محمداً عبدہ و رسولہ.

الٓرٰ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ • إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ٥ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْکَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ هٰذَا الْقُرْآنَ وَ إِنْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ • إِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰأَبَتِ إِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَباً وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سَاجِدِیْنَ ٥ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاکَ عَلٰی إِخْوَتِکَ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا إِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِیْنٌ ٥ وَ کَذٰلِکَ یَجْتَبِیْکَ رَبُّکَ وَیُعَلِّمُکَ مِنْ تَأْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَیُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْکَ وَ عَلٰی اٰلِ یَعْقُوْبَ کَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰی اَبَوَیْکَ مِنْ قَبْلُ إِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ إِنَّ رَبَّکَ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ • لَقَدْ کَانَ فِیْ یُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖ اٰیٰتٌ لِلسَّائِلِیْنَ-

الٓرٰ یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔ ہم نے آپ کے پاس جو اس قرآن کو وحی کیا ہے اس کے ذریعے سے ہم آپ ﷺ سے ایک سب سے خوبصورت قصہ کو بیان کرتے ہیں اگرچہ آپ اس سے پہلے

بے خبر تھے۔جس وقت یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہا اے ابا میں نے خواب میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔فرمایا اے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا ورنہ وہ تیرے لئے کچھ فریب گھڑیں گے بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔اور اسی طرح تجھے تیرا رب برگزیدہ کرے گا اور تجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا اور تجھ پر اور یعقوبؑ کے گھرانے پر اپنا انعام پورا کرے گا جیسا کہ اس کو اس سے پہلے تیرے دو باپ دادوں ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر پورا کیا ہے بے شک تیرا رب جاننے والا حکمت والا ہے۔یوسفؑ کے اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل ہیں پوچھنے والوں کیلئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کا قصہ عظیم اور عجیب قصہ ہے اور خدا کی شان دیکھیں کہ یہ سورہ یوسف مکی سورت ہے۔

مکی اور مدنی سورتوں اور آیات کی پہچان

تو جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو اس میں لکھا ہوا ہوتا ہے مکیہ اور مدنیہ تو اس کا ایک راجح قول آپ یاد رکھ لیں جتنی سورتیں جتنی آیتیں جتنے رکوع میرے محبوب پر ہجرت سے پہلے اترے ہیں وہ سب کی ہیں چاہے وہ کہیں اترے ہوں اور جتنی آیات اور جتنی قرآن کی سورتیں میرے آقا پر ہجرت کے بعد اتری ہیں وہ سب مدنی ہیں چاہے وہ کہیں اتری ہوں چاہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حج پڑھنے کے لئے تشریف لائے تو قرآن عرفات میں بھی نازل ہوا منی میں بھی آیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے لئے تشریف لا رہے تھے تو حدیبیہ میں بھی اترا راستے میں جاتے ہوئے بھی اترا لیکن وہ سب آیات مدنی کہلاتی ہیں کیونکہ وہ ہجرت کے بعد نازل ہوئیں اور حضور ﷺ کی ہجرت کے بعد کی زندگی مدنی زندگی ہے۔

سورۃ یوسف کب نازل ہوئی

اسی لئے یاد رکھیں کہ سورہ یوسف علیہ السلام یہ مکی سورت ہے اور پھر اس کی ایک عظیم مناسبت کہ یہ سورہ مبارکہ اس سال نازل ہوئی ہے جس کو عام الحزن کہا جاتا ہے سرکار دو جہاں صلی

اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک سال ایسا بھی گزرا ہے جس کو عام الحزن کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے محسن چچا جو تھے ابو طالب سب سے بڑے معاون سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے والے اور آپ کے ساتھ ہر مسئلے میں شریک ہونے والے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ قریش کو مجھے اس وقت تک ایذا پہنچانے کی جرأت نہیں ہوئی جب تک کہ ابو طالب زندہ تھے۔ ابو طالب کی وفات کے بعد پھر قریش نے کھل کے میری مخالفت کی۔

تو ابو طالب وہ ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے اب ابو طالب جب فوت ہو گئے اور فوت بھی ایسے حال میں ہوئے کہ اسلام نہ لا سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے ہمنوا۔

ایمان کی موت کا کیا غم

ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ایک عورت نے جہاد کے متعلق پوچھا کہ میرا ایک نوجوان بیٹا جہاد میں شہید ہو گیا اور میرا ایک ہی بیٹا تھا میں صرف اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ اللہ نے میرے بیٹے کی قربانی قبول کر لی ہے اور وہ جنت میں ہے یا نہیں؟ بس صرف یہ پوچھنے کے لئے آئی ہوں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندی "انَّ لِلّٰہِ جِنَانٌ اللہ" کے ہاں کئی جنتیں ہیں "وَ إِنَّهُ فِي الْفِرْدَوْسِ الاَعْلٰی" تیرا بیٹا تو سب سے اعلیٰ جنت میں ہے تو اس نے کہا کہ اگر قربانی ہماری قبول ہو گئی۔ ہمارا بیٹا شہید ہو گیا اللہ راضی ہو گیا پھر غم کی کیا بات موت تو آنی ہے موت سے کس کو مفر اور اگر اللہ عزت کی موت دے شہادت کی موت دے اللہ جنتی والی موت دے۔ تو پھر کیسا غم۔

حضرت بلالؓ کا واقعہ

اسی لئے حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جب موت کی گھڑی آئی تو ایک ساتھی نے کہا کہ بھائی آپ تو بڑے خوش نظر آرہے ہیں حالانکہ آپ کا اخیر وقت ہے فرمایا

غَدًا نلقی الاحبه

محمدا و صحبه

کل ہم اپنے دوستوں کے پاس اپنے محبوب کے پاس جارہے ہیں خوش ہونے کا وقت ہے رونے کا وقت نہیں ہے۔

حضرت عثمانؓ کا واقعہ شہادت

اس لئے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا جب محاصرہ کیا گیا اور وقت قریب آگیا حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کہاں پہنچ گیا اسپین تک ساری دنیا اسلام کے زیر نگیں آگئی تو مدینہ منورہ میں پانچ چھ سو باغیوں کو کنٹرول کرنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نزدیک کونسی بڑی بات تھی اگر آپ بھی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں کہ ان کی زیادہ سے زیادہ تعداد چھ سو تک اور وہ چھ سو سارے بھی مدینے میں موجود نہیں تھے اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حکم دیتے اپنی فوج کو یا مدینہ منورہ میں رہنے والوں کو جو باہر تھی اور جو اندر تھی تو ان کا کوئی بال بیکا نہ کرسکتا۔

جب صحابہؓ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کہا حضرت علیؓ نے پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا کیا بات ہے مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ میں نے شہید ہونا ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عثمانؓ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں

لڑنے کے مقابلے کی کیا ضرورت ہے میں اپنی جان دینا چاہتا ہوں لیکن محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے میں خون خرابہ نہیں کرنا چاہتا کہ میری وجہ سے قتال ہو جائے زیادہ سے زیادہ یہی ہے کہ باغی مجھے مارنا چاہتے ہیں تو میں شہید ہو جاؤں گا۔

حضرت ابو طالب کی موت

بس ختم تو اس لئے اصل بات یہ تھی کہ اگر ابو طالب کی وفات اسلام پر آتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پریشان نہ ہوتے تو اس لئے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس بیٹھے اور نصیحت کی "یا عَمِّ قُلْ کَلمۃً احاج بِھَا عند اللہ" کہ اللہ کے ہاں مجھے حجت کرنے والا تو بنا دیں کچھ کہہ تو سکوں کہ میرا چچا کلمہ پڑھ کر فوت ہوا ہے۔ ابو طالب نے کہا اے میرے بھتیجے میں چاہتا ہوں کہ تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دوں لیکن یہ قریش، یہ سرداران قریش ساری زندگی طعنہ دیتے رہیں گے کہ ابو طالب مرتے وقت ڈر گیا تھا میں طعنہ برداشت نہیں کر سکتا اگر آگ لکھی ہے تو پھر اللہ کی مرضی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے عام الحزن کی وجہ

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور حزن ہوا اللہ نے قرآن نازل فرمایا إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَآءُ " اے محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت ہمارے ہاتھ میں ہے یہ تو نہیں ہے کہ جس کو آپ چاہیں ہدایت دے دیں اللہ کی مرضی ہے جس کو چاہیں تو اس لئے جب ابو طالب فوت ہوئے تو یہ عام الحزن بن گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سب سے بڑا غم یہ تھا۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات

اور خدا کی شان دیکھیں کہ پھر تین دن کے بعد بی بی خدیجہؓ فوت ہوگئیں یعنی ابو طالب کی موت کے فوراً بعد تین دن نہیں گزرے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور سیدہ خدیجہؓ کی موت اتنی عظیم بات ہے کہ وہ تو محسنہ اسلام ہیں، محسن محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حضرت خدیجہؓ سے حضور ﷺ کی محبت

اس لئے ایک مرتبہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے محبت میں آ کر ذرا سخت لفظ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کر دیئے کہ یا رسول اللہ! آپ ہر وقت خدیجہ کی بات کرتے ہیں **هكذا خديجه و هكذا عملت خديجه و هكذا فعلت خديجه و ما هذا** یہ کیا ہے ایک بوڑھی عورت تھی دو شادیاں پہلے اس کی ہو چکی تھیں اور چالیس سال کی عمر تھی جب آپ سے شادی ہوئی اور پھر وہ فوت بھی ہوگئیں آپ ہر وقت اسے یاد فرماتے رہتے ہیں تو ہمارے لئے بڑی بات ہے ایک سوکن کے لئے اس کے سامنے بیٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری بیوی کو یاد کریں۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہوگیا فرمایا عائشہ تمہیں پتہ ہے کیا کہ رہی ہو تم سب نے تو میرا ساتھ اس وقت دیا جب اللہ نے اسلام کو عزت دی اور غلبہ دے دیا اور خدیجہؓ نے میرا ساتھ اس وقت دیا جب اللہ کے سوا محمد ﷺ کا کوئی نہ تھا۔ تم خدیجہؓ کا مقابلہ کر سکتی ہو خدیجہؓ نے تو میرا اس وقت ساتھ دیا مالی طور پر، جانی طور پر ہر قربانی دی جب اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ مکے میں کوئی نہیں تھا خدیجہ کا کیا مقابلہ۔

حضرت خدیجہؓ کا مقام و مرتبہ

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کمل من الرجال کثیر "مردوں میں تو اللہ تعالیٰ نے بڑے قابل لوگ بھیجے نبی بھیجے رسول بھیجے، پیغمبر بھیجے اولیاء اللہ آئے" وَلم یکمل من النساء الا اربعة "عورتوں میں سے تو صرف چار عورتیں ایسی تھیں جن کو کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی کامل تھیں ورنہ مردوں میں تو لاکھوں ہیں وہ عورتیں آسیہ زوجہ فرعون، مریم ام عیسی علیہ السلام، سیدہ خدیجہ الکبری اور سیدہ فاطمۃ الزہراء رضوان اللہ علیہن اجمعین۔

مردوں میں لاکھوں لوگ پیدا ہوئے لیکن عورتوں میں جو کمال کو پہنچا وہ چار عورتیں ہیں اور ان میں سیدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا بھی ہیں۔

حضرت خدیجہؓ کی سمجھ

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر دیکھا جائے تو عورتوں میں سمجھ والی عورتیں بہت ہی کم گزری ہیں ایک تو ان میں خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک نبوت نہیں ملی آپ کو نبوت تو چالیس سال میں ملی پچیس سال کی عمر میں صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دل میں بات سمجھ لی دل میں بات بٹھالی کہ آپ کی کوئی شان ہے۔ نبوت نہیں ملی حضور ﷺ کا عین شباب ہے دیکھیں عورت ہو کے کتنی سمجھداری سے کام لیا آپ کی طرف آدمی بھیجا اور کہا کہ سارے مکے والے تجارت کرتے ہیں آپ تجارت کیوں نہیں کرتے تجارت کرنا تو بڑی اچھی بات ہے اور روایات میں یوں بھی ہے کہ اللہ نے دس حصے رزق کے تجارت میں رکھے ہیں۔

حضور ﷺ کی تجارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بات تو ٹھیک ہے میرا بھی دل چاہتا ہے لیکن میں کیسے

تجارت کروں میرے پاس تو پیسہ نہیں پیسے کے بغیر کیسے تجارت ہوتی ہے تو سیدہ خدیجہؓ نے پیغام بھیجا کہ ''لاتحزن'' آپ غم نہ کریں میں پیسے دیتی ہوں میرے پیسے سے سامان لے جائیں جیسے قریش کرتے ہیں مکے سے لے گئے شام میں بیچا یا شام سے لے آئے مکے میں آ کر بیچا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو گئے۔

حضرت خدیجہؓ سے آپ کا رشتہ ازدواج

حضرت خدیجہؓ چونکہ خاندانی عورت تھیں۔تو انہوں نے اپنا پرانا تجربہ کار غلام بھی ساتھ کر دیا کہ تم بھی ساتھ جاؤ اور واپسی پر تم نے مجھے ایک ایک بات کی رپورٹ دینی ہے۔محمد ﷺ کے بارے میں آپ کا اٹھنا بیٹھنا بات کرنا آپ کی سیرت کیسی ہے کیونکہ آدمی تو سفر میں کھلتا ہے سفر میں آدمی کا پتہ چلتا ہے کہ آدمی کیا ہے گھر بیٹھے تو ہر آدمی اچھا ہے کون کسی کے ساتھ لڑتا ہے جب وہ واپس آیا اور پوری رپورٹ سنی رپورٹ سننے کے بعد ایک عورت کو بلایا اور کہا کہ کسی طرح حضور ﷺ کے ساتھ میری شادی کر دو رشتے کرنے والی خاتون کو بلایا ساری پلاننگ خود کر رہی ہیں تو اس خاتون نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ تو ماشاء اللہ جوان ہیں اور اب تجارت بھی کر رہے ہیں آپ شادی کیوں نہیں کرتے آپ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ میرے والدین فوت ہو گئے ہیں میرے دادا عبدالمطلب فوت ہو گئے میرے محسن چچا ابوطالب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔اب میں کیسے شادی کروں تو انہوں نے کہا کہ اگر میں کوئی رشتہ دیکھوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی بات ہے میں بھی چاہتا ہوں انہوں نے کہا کہ آپ کا خدیجہؓ کے بارے میں کیا خیال ہے فرمایا خدیجہؓ کے بارے میں کیا کہیں، کوئی عقل کی بات کرو وہ ایک امیر خاندان کی عورت ہے میرے ساتھ کہاں شادی کرے گی میرے پاس نہ پیسہ ہے، نہ گھر ہے، نہ دولت

ہے اس نے کہا حضور ﷺ میں نے یہ نہیں کہا کہ وہ کرے گی یا نہیں کرے گی میں نے تو آپ کی رائے پوچھنا چاہی کہ آپ کا سیدہ خدیجہؓ کے بارے میں کیا خیال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی بندی خدیجہؓ کو کون رد کرے گا بھلا کوئی مکے میں ایسا آدمی ہے کہ سیدہ خدیجہؓ کا رشتہ ہوسکتا ہو اور وہ انکار کر دے تو اس نے کہا حضور آپ کو مبارک ہو مجھے تو خدیجہؓ نے ہی آپ کے پاس بھیجا ہے کیسی عقل ہے جس نے پچیس سال کی عمر میں پہچان لیا کہ حضور ﷺ کی کوئی شان ہے یہ عام انسان نہیں ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی نہایت سمجھدار بیٹی

اور اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی وہ بھی اعقل النساء میں سے تھیں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا تو اپنے ابا سے کہا یا بت استاجرہ ابا جان آپ اس کو مزدوری کرنے کیلئے رکھ لیں اپنے پاس، کیونکہ یہ آدمی بہت قوی اور امانتدار ہے والد تو والد ہوتا ہے جب نوجوان بیٹی کسی غیر کی تعریف کرے تو باپ کو تو بات لگتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو کیسے پتہ ہے کہ قوی اور امانتدار آدمی ہے انہوں نے کہا ایک بات تو یہ ہے کہ اس کنویں کے اوپر جو پتھر کا ڈھکنا ہے وہ کئی آدمی بھی زور لگائیں نہیں ہٹا سکتے اس اللہ کے بندے نے تنہا اپنے ہاتھ سے ہٹا دیا ایک تو قوی ہے اور دوسرا جب میں اس کو بلانے کے لئے گئی تو انہوں نے مجھے ہدایت کی کہ تم میرے پیچھے چلو میرے آگے نہ چلو حالانکہ وہ تو مسافر ہے وہ تو راستہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن اس نے کہا کہ تم میرے پیچھے ہو جاؤ اور مجھے بتائی جاؤ کہ سیدھا چلو دائیں چلو اور بائیں چلو آگے نہ چلو تو میں سمجھ گئی یہ نہیں چاہتے کہ عورت آگے ہو ممکن ہے ہوا سے بال کھل جائیں کوئی بدن کا حصہ کھل جائے اور اس کی نظر پڑ جائے تو اتنا امین اور دیانت دار ہمیں کیسے مل سکتا ہے۔ تو یہ

خاتون بھی اعقل النساء سمجھ دار تھی کہ اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو پہچان لیا کہ یہ عام بندہ نہیں یہ کوئی خاص بندہ ہے۔

عام الحزن کا تتمہ مضمون

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ یہ عام الحزن تھا یہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، اولاد مصطفیٰ ﷺ ہیں تمام اولاد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی سب کی ماں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ؓ ہیں سوائے ابراہیم علیہ السلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے بیٹے اور چار بیٹیاں مگر حضرت ابراہیم وہ بی بی ماریہ قبطیہ قسے ہیں وہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور وہ بھی وفات پا گئے تو یہ کتنا بڑا شرف ہے کہ ایک تو زوجہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک کل اولاد مصطفیٰ کی ماں اور تیسری یہ ہے کہ محسنہ اسلام وہ بھی فوت ہوگئیں۔

اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنا بڑا غم ہوگا طالب فوت ہو گئے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں اسی لئے اس کو عام الحزن کہا جاتا ہے۔غم کا سال ہے اس میں پے در پے غم ہی سامنے آئے تو خدا کی شان ہے کہ اللہ نے سورہ یوسف نازل کی۔

سورہ یوسف غم اور پریشانی کا علاج ہے

اسی لئے روایات مبارکہ میں آتا ہے کہ جو بندہ کسی غم میں مبتلا ہو اللہ نہ کرے اگر وہ سورہ یوسف پڑھیے اس کے پڑھنے سے انسان کا غم ہلکا ہو جاتا ہے۔یعنی کتنا آدمی پریشان ہو غمگین ہو غم اور حزن کا علاج سورہ یوسف ہے کہ اگر وہ سورہ یوسف کی تلاوت کرے تو غم اور حزن خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

حضرت یوسفؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک مشابہت

اور اسی طرح سورہ یوسف علیہ السلام میں ایک عجیب تشبیہ ہے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ستانے والے بھی ان کے بھائی تھے اور میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ستانے والے بھی اپنے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ابو جہل تھا، ابولہب، عتبہ، ،شیبہ، ربیعہ، ولید ابن مغیرہ سب اپنے تھے اور جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کو نقصان پہنچانے کا سبب حسد تھا اسی طرح میرے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا اصل سبب بھی حسد تھا کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عظمت اور شان دے دی أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلىٰ مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ یہ بہت بڑا تشابہہ ہے قصہ یوسف علیہ السلام اور قصہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں۔

حضرت یوسفؑ کا اس سورت میں جامع تذکرہ

اور اسی طرح ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ نے پیغمبروں کے بڑے قصے بیان کئے ہیں قرآن میں ان شاء اللہ آپ پڑھ رہے ہیں اور اللہ نے ہمیں توفیق دی تو آئندہ بھی ہم پڑھیں گے لیکن کوئی قصہ ترتیب کے ساتھ تکمیل کے ساتھ بیان نہیں ہوا۔ نوح علیہ السلام کا قصہ ہے تو کئی سورتوں میں بیان ہوا اور اگر سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ کا قصہ ہے تو کئی سورتوں میں اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا قصہ ہے تو کئی سورتوں میں ذکر کیا ہے اور ہر جگہ ایک اسلوب بیان ہے لیکن یہ واحد قصہ ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کا جس کو اللہ نے قرآن میں ایک ہی سورت میں پوری ترتیب کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کا قصہ سب سے خوبصورت ہے

اور جس قصہ مبارک کو اللہ خود فرماتے ہیں:

"نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنِ وَ إِنْ كُنتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ'

اللہ نے فرمایا ہم آپ پر بہترین اور احسن القصص بیان کرتے ہیں۔

قصہ کا معنیٰ کیا ہے

یاد رکھیں قصہ جو ہے کسی چیز کا قدم بقدم چلنا آپ اگر آگے جا رہے ہیں اور میں آپ کے قدموں پر چل رہا ہوں اس کو عربی میں قصہ کہتے ہیں۔

اسی لئے قرآن کہتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا تو ماں نے اپنی بیٹی سے یہی کہا تھا ناں "وَ قَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ" انہوں نے کہا بیٹی اسی راستے پر جاؤ تا کہ پتہ تو چلے کہ موسیٰ ﷺ کہاں پہنچے تو وہاں بھی قصہ کا لفظ ہے۔

اللہ جس کام کی نسبت اپنی طرف کریں وہ خوبصورت ترین ہے اس لئے اللہ نے فرمایا احسن القصص اور پھر اس کی براہ راست نسبت ہے ورنہ قرآن تو سارا اللہ کا کلام ہے لیکن یہ بھی یاد رکھا کریں جس کام کو اللہ خود فرمائیں کہ ہم نے یہ کہا، سارا کلام فرشتے اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں کوئی چیز اللہ کے حکم کے بغیر نہیں ہوتی لیکن جس چیز کی نسبت اللہ براہ راست اپنی طرف کر دیں تو اس چیز کی عظمت کا آپ خود اندازہ کریں کہ وہ چیز کتنی عظیم ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ہم نے آپ کو کوثر عطا کی" إِنَّا

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ .ہم نے قرآن اتارا" إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ "ہم نے اتارا یہ عظمت قرآن ہے ورنہ لانے والے تو جبرائیلؑ ہیں اترنے والا تو جبرائیلؑ ہے۔آپ پر پڑھنے والا تو جبرائیلؑ ہے اللہ پاک اپنی طرف نسبت فرماتے ہیں۔

سورہ یوسف احسن القصص ہے

اس لئے یہاں بھی اللہ پاک نے فرمایا کہ "نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ احسن القصص" اس قصے کی عظمت کا اور اس قصے کی رفعت شان کا آپ اندازہ لگالیں۔

حضرت یوسفؑ کی شان

اور اس میں جس پیغمبر علیہ السلام یعنی سیدنا یوسف علیہ السلام کا تذکرہ ہے وہ بھی اتنے شان والے پیغمبر ہیں یوسف علیہ السلام بھی نبی آپ کے ابا یعقوبؑ بھی نبی اور یعقوب علیہ السلام کے ابا اسحاق علیہ السلام بھی نبی اور اسحاق علیہ السلام کے ابا ابراہیم علیہ السلام بھی نبی یعنی پوری نسل نبی ابن نبی ابن نبی ابن نبی یعنی خود نبی، باپ نبی، دادا نبی، پردادا نبی۔

اسی لئے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو فرمایا الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یعنی یوسفؑ ابن یعقوبؑ ابن اسحاقؑ ابن ابراہیم علیہ السلام آپ اندازہ فرمائیں کہ کتنی بڑی عظمت ہوگی ابراہیم علیہ السلام کی نبوت کے گھرانے میں اور خاندان نبوت میں پیدا ہونے والا حضرت یوسف علیہ السلام اور اس کے ساتھ آپ یہ بھی دیکھیں کہ قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اٰتَيْنٰهُ حكماً و علما کی شان بھی آئے گی اور آپ کے بارے میں تأويل الأحاديث کا لفظ آیا ساری صفت جو ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کی ہے۔

حضرت یوسفؑ کا حسن و جمال

اور اسی طرح یہ بھی یاد رکھ لیں یوسف علیہ السلام کی معراج کی رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی جن کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ نے شَطْرَ الحسن عطا کیا ہے یعنی اللہ نے جو حسن جمال پیدا کیا ہے اس کی مثال سمجھ لو کہ اگر اس کو تقسیم کیا جائے تو اللہ نے آدھا حسن و جمال تو ساری مخلوق کو دیا، یعنی ساری مخلوق کو، انسانوں کو، حیوانوں کو چرند پرند کو، پرندے کیسے کیسے خوبصورت ہوتے ہیں آدمی دیکھتا رہ جاتا ہے اللہ نے آدھا حسن تو ساری کائنات میں تقسیم کر دیا اور آدھا یوسف علیہ السلام کو عطا فرما دیا تو کر دیا اور آدمؑ اب ان کے حسن و جمال کا خود اندازہ کریں کہ جن کو اللہ نے شطر یعنی آدھا حسن عطا فرمایا اب ان کے حسن جمال کا کیا عالم ہوگا۔

جمال خالق یوسفؑ

اس سے علماء نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ جب یوسفؑ اتنا خوبصورت ہے اتنا جمال ہے اتنا کمال ہے تو یوسف کو پیدا کرنے والے کا کیا جمال ہوگا یعنی خالق حقیقی جو خالق ہے یوسف علیہ السلام کا اس جمال کیسا ہوگا تو اس سورہ مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں قصہ ذکر فرمایا۔

قصہ یوسفؑ کا عمود

اچھا اسی کے ساتھ ایک بات اور یاد رکھ لیں کہ قرآن کی سورتوں میں قرآن کے قصص الانبیاء میں ایک چیز ہوتی ہے جس کو علماء کی اصطلاح میں عمود کہا جاتا ہے محمود السورۃ یا عمود القصہ محمود کا کیا معنیٰ عمود اصل میں ستون کو کہتے ہیں۔ اور یوسف علیہ السلام کے

قصے میں خدا کی شان ہے کہ عمود جو ہے وہ آپ کی قمیص ہے قصے کی ابتداء میں بھی اور انتہاء میں بھی یوسف علیہ السلام کا قمیص ہی ایک مسئلہ ہے خدا کی شان ہے۔

قصہ موسوی میں عمود

جیسے الحمدللہ آپ نے تو دیکھا ہے منیٰ عرفات میں خیمے لگاتے ہیں ایک درمیان میں رہی ہوتی ہے جو عین سنٹر میں ہوتی ہے یہ عمود ہوتا ہے تو اس پر خیمہ کھڑا ہے اس کو نکال دیں تو خیمہ گر جائے گا تو معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ ہر قصے میں ہر صورت میں کوئی نہ کوئی عمود ہوتا ہے اس لئے میں ایک آسان مثال بیان کر دوں تا کہ آپ کے لئے سمجھنا آسان ہو جائے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جو آپ پڑھیں گے عمود جو ہے وہ عصا ہے کہ ہر واقعہ میں عصا موسیٰؑ کا ذکر آئے گا کیا مطلب جب نبوت کے ملنے کا وقت آیا ہے تو عصا معجزہ ملا تو عصا پھینکو اور سانپ بن جائے فرعون کا مقابلہ ہوا عصا، دریا پار کرنے لگے تو عصا، پانی کی ضرورت پڑی پتھر پر مارا تو عصا، ہر جگہ عمود جو ہے وہ عصا ہے۔

حضرت یوسفؑ سے ان کی خالہ کا پیار

مفسرین نے لکھا بچپن میں بھی ایسا ہی ہے یعنی آپ چھوٹے سے تھے دو تین سال کی عمر تھی آپ کی خالہ جو تھی، بچہ تو لوگوں کا بھی پیارا لگتا ہے آدمی کسی کے بچے کو دیکھے اللہ پاک نے ایسی شفقت دل میں رکھی ہے کہ آدمی کو خود بخود پیار آتا ہے حالانکہ پتہ نہیں ہوتا کون ہے کہاں کا ہے تو یوسف علیہ السلام جیسا بچہ ہو ان کو خالہ لے گئیں اپنے گھر میں اور یعقوب علیہ السلام نے حکم بھیجا کہ یوسف علیہ السلام کو واپس لے آؤ اور خالہ کہتی ہیں کہ میں نہیں دیتی خالہ بھی تو ماں ہوتی ہے مجھے بھی تو حق ہے تو انہوں نے ایک دن دو دن تین دن چار دن صبر کیا پھر فرمایا کہ تم یوسفؑ کو

لے آؤ تو خالہ نے کہا کہ آپ مہربانی کریں میں تو اب اس بچے کے بغیر رہ نہیں سکتی۔

تو انہوں نے کہا اللہ کی بندی ہم بھی تو نہیں رہ سکتے۔

قصہ قمیص

تو بی بی صاحبہ نے کیا کیا کہ ایک قیمص جو تھا جیسے ریشمی کپڑا اس کو تہہ کریں تو اتنا سا بن جائے گا جیسے آپ کے ہاں مشہور تھا کہ ڈھاکہ کی ململ کا پورا تھان آدمی جیب میں ڈال لیتا تھا ان بی بی صاحبہ نے کیا کیا کہ ان کے قمیص کو لپیٹ کر سامان میں کسی جگہ چھپا دیا اور بچے کو حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیج دیا تو دوسرے دن آئیں اور کہا کہ ہمارا ایک قمیص نہیں ہے معلوم ہوتا ہے بچہ لے آیا ہے انہوں نے کہا تین چار سال کا بچہ ہے وہ کیا کرے گا تو انہوں نے کہا پھر گیا ہے مقصد یہ تھا کہ اگر میری چوری مل جائے تو پھر یوسفؑ کو میں لے جاؤں گی وہ تو میرے پاس رہے گا۔

تو وہاں جو قصہ کا مسئلہ بنا وہ بھی قمیص کا یوسف علیہ السلام کے لئے اور وہ آئے تو قمیص مل گیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی خالہ سے کہا کہ یہ چار سال کا چور تو بڑا سمجھدار ہے بڑی اچھی طرح اس نے لپیٹا اور ان کپڑوں میں بڑے محفوظ طریقے سے باندھا یوں تو بڑا آدمی بھی نہیں باندھ سکتا۔ خدا کی بندی سچی بات کرو انہوں نے کہا کچھ بات تو یہ ہے کہ میں یوسفؑ کو لینا چاہتی ہوں میں نے بہانہ بنایا تھا تو عمود قصہ یوسف علیہ السلام کا کرتا ہے جس کا ذکر آپ کو ابتدائے سورہ میں بھی اور انتہائے سورت میں بھی ان شاء اللہ ملے گا۔

سورہ یوسف کی ابتداء حروف مقطعات سے

اسی طرح ابتدا سورت جو ہے وہ حروف قطعات سے شروع ہے یہ بھی اللہ کی حکمت ہے

حروف مقطعات ہر سورت میں تو نہیں ہوتے جیسے سورہ کہف عظیم سورت ہے لیکن "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ . (سورہ تکویر) إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ إِذَ السَّمَاءُ انْشَقَّتْ عَمْ يَتَسَاءَلُوْنَ . عَبَسَ وَتَوَلّٰى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى"۔

لیکن بعض سورتیں ایسی ہیں کہ ان کے اندر حروف مقطعات ہیں جیسے مثلاً سورہ بقرہ میں ہے الم۔ اسی طرح حم عسق۔

حروف مقطعات کی تفسیر کا علم

تو حروف مقطعات بھی تو ایک عجیب چیز ہے ایک ایسا راز ہے جو آج تک علماء کیلئے نہیں کھل سکا تو قصہ یوسف کی مناسبت سے اللہ کی شان اس سورت کی ابتداء جو ہے وہ بھی حروف مقطعات سے ہے الر یہاں بھی تین حروف کا ذکر ہے الف لام راء۔

بہر حال اس میں راجح قول تو یہی ہے کہ "اللہ اعلم بمرادہ" کہ ان کی حقیقت کو خدا جانتا ہے گو بعض لوگوں نے لکھے ہیں کہ الف سے اللہ مراد ہیں لام سے جبرائیل مراد ہے اور ر سے قرآن مراد ہے لیکن بہر حال یہ باتیں کمزور ہیں یہ باتیں قوی نہیں ہیں سیدھی بات ہے کہ یہ ایسے حروف ہیں جن کے معنی اللہ تبارک وتعالی ہی جانتے ہیں اور اسی میں اللہ کی حکمت ہے کہ اللہ نے اپنے نبی کے لئے ہر چیز کو کھول دیا کہ کچھ تو ایسا کہ حضور صلی اللہ علیہ سلم کا بھی ایمان بالغیب ہو ایسی چیزیں بھی رکھ دی جائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم نہ دیا جائے اس لئے فرمایا: اگر تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ إِنَّا اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

سورۃ یوسف کے نزول سے پہلے حضور ﷺ کو قصہ یوسفؑ کا علم نہیں تھا

اللہ نے فرمایا یہ آیات ہیں ایسی کتاب کی جو کتاب واضح ہے بین ہے جس میں کوئی خفا

نہیں جس میں کوئی اغلاط نہیں إِنَّا أَنزَلْنَهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ. ہم نے اتارا قرآن کو عربی زبان میں تا کہ تم سمجھ سکو، اللہ نے قرآن بھی عربی میں اتارا تا کہ ان کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ یہ خطاب ہے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم آپ پر ایک ایسا قصہ بیان کرنے والے ہیں جو بہترین قصوں میں ہے أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنِ وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَفِلِيْنَ " قرآن کے آنے سے پہلے آپ اس قصے سے غفلت میں تھے آپ کو علم نہیں تھا کہ یوسف علیہ السلام کا کیا واقعہ ہے جب تک قرآن نہیں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پتہ یہ تو ہزاروں سال پہلے کی بات ہے۔

اس لئے جیسے قرآن کہتا ہے "مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْإِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا، اللہ نے فرمایا میرا محبوب جب تک ہم نے قرآن نہیں اتارا وحی نہیں اتاری آپ کو تو ایمان کی تفصیلات اور جزئیات اور قرآن کے حقائق کا پتہ نہیں تھا۔ اس لئے فرمایا" وَإِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَفِلِيْنَ " میرے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن کے اترنے سے پہلے اس سورت کے اترنے سے پہلے قصہ یوسفؑ کے بیان کرنے سے پہلے آپ غفلت والوں میں تھے آپ کو پتہ نہیں تھا اِذْ قَالَ يُوسُفُ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ إِنِّيْ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ "۔

حضرت یوسفؑ کا خواب

اللہ پاک نے قرآن میں ارشاد فرمایا کہ اس قصے کی ابتدا یوں ہوتی ہے کہ حضرت یوسف علیہ الصلوۃ والسلام اپنے ابا کی خدمت میں آ کر کہتے ہیں اے ابا جان۔ یاد رکھیں رویت بصری بھی ہوتی ہے اور رویت علمی بھی ہوتی ہے رؤیت قلبی بھی ہوتی ہے اور رویا بمعنی خواب بھی ہوتا

ہے یہاں وہی خواب کی بات ہو رہی ہے۔

إِنِّيْ رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْ كَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِيْ سجِدِيْنَ " کہ میں نے خواب دیکھا ہے اور وہ خواب بھی بڑا عجیب ہے کہ گیارہ ستارے سورج اور چاند سب مجھے سجدہ کر رہے ہیں سب میرے آگے جھک رہے ہیں۔

خدا کی شان دیکھیں یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی گیارہ تھے اور جو حقیق بھائی تھے یعنی ایک ماں سے وہ صرف ایک یعنی بنیامین تھے باقی دوسری ماں سے تھے کل گیارہ بھائی تھے لیکن ان کے نام اللہ نے قرآن میں ذکر نہیں فرمائے اور یوسف علیہ السلام نے خواب یہ دیکھا گیارہ تارے ہیں سورج بھی اور چاند بھی سب آگے جھک رہے ہیں سجدہ کر رہے ہیں۔

قرآن میں ستاروں کا ذکر

خدا کی قدرت ہے کہ اللہ نے ستاروں کے بارے میں بھی کئی مقامات پر ذکر کیا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کی قسم بھی کھائی ہے جیسے فرمایا و النجم إذا هوای مجھے قسم ہے اس تارے کی جب وہ غروب ہوتا ہے۔

اسی طرح فرمایا فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ " واپس لوٹ کر آنے والے اسی طرح ستاروں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یہ بھی فرمایا " وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ " کہ ہم نے پہلے آسمان کو ستاروں سے زینت بخشی اور کہیں فرمایا" إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةِ الْكَوَاكِبِ " ہم نے آسمان دنیا کو زینت بخشی ہے ان ستاروں کے ساتھ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے پھر ان کی باقاعدہ سیر کا بھی ذکر فرمایا اور بروج کا بھی ذکر فرمایا وَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُوْنَ " یہ سب اپنے مدار میں اور اپنے فلک میں تیرتے ہیں۔

ستاروں کے تین فائدے ہیں

لیکن یہ مسئلہ یاد رکھنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ ستارے جو ہیں ان کے صرف تین کام ہیں ان کے چوتھے مسئلے میں پڑو گے تو پھر کوئی فائدہ نہیں آج دیکھیں ناں دنیا سٹاروار یں لگی ہوئی ہے کیا فائدہ ہوا ہے آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں ہم دقیانوسی لوگ ہیں یہ آج چاند پر پہنچ گئے کوئی مشتری پر جارہے ہیں جہاں مرضی آئے جائیں اس پر جتنا پیسہ خرچ کر رہے ہیں اگر یہ پیسہ غریبوں پر خرچ کر دیتے دنیا میں ایک بھی بھیک مانگنے والا نہ ہوتا ہم تو اقتصادیات نہیں جانتے ہم تو ملا مولوی لوگ ہیں ناں لیکن آپ مجھے یہ بتائیں انا پرستی کیا ہے کہ ہم خلاؤں میں اسٹیشن بنارہے ہیں فضاؤں پر کنٹرول حاصل کر رہے ہیں، ہم جناب ستاروں میں پہنچ گئے پہنچ جاؤ لاکھ دفعہ پہنچ جاؤ جتنا آدمی اونچائی سے گرے گا اتنی زیادہ چوٹ لگے گی پہنچ جہاں پہنچنا ہے تمہاری ہلاکت کا وقت بھی قریب ہے فصل پکے گی تو کٹے گی جب تک فصل پکے نہیں ہم نے گندم کبھی کاٹی ہے اب ان کی فصل پکنے پر آگئی ہے فکر نہ کریں۔

بہر حال آپ اس وقت تک یہ جو دنیا بلین نہیں بلینز ڈالر خرچ کر چکی ہے۔ چاند پر پہنچنے کیلئے اگر یہ پوری دنیا کے غریبوں کی بہبود پر خرچ کرتے تو پوری دنیا میں کوئی بھوکا نہ مرتا۔

(۱) اسی لئے قرآن کہتا ہے زَيَّنَّا السَّمَاءِ الدُّنْيَا اس کو ہم نے زینت بنا دیا ہے بڑے آدمی تو چاند بنا کے اپنے گھروں میں لگا لیتے ہیں لیکن غریب کیا دیکھے۔

(۲) اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ " وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِلشَّيٰطِيْنِ شیطانوں کے لئے ہم نے ان کو رجوم بنا دیا ہے۔

(۳) اور تیسری چیز علامات و بِا نجم هم يهتدون ہم نے بھولے ہوئے، بھٹکے

ہوئے، رات میں صحرا میں، جنگلوں میں لوگوں کے لئے ہدایت کا ان کو ذریعہ بنایا ہے راستہ بنا دیا ہے کہ مشرق مغرب کا اور راستے کے رخ کا تعین کر لیں اس کے علاوہ کسی جنجال میں پڑو گے تو تباہی کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا بس یہ تین چیزیں ہیں پہلے کے لوگ بحری جہازوں میں سمندروں میں اور صحراؤں میں اس سے سفر کے رخ کا استفادہ کرتے تھے۔

انبیاءؑ کی عظمت

تو اللہ کی شان یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا خواب بھی عجیب ہے کہ ایک زمین پر رہنے والے کے سامنے سورج چاند ستارے سجدہ کر رہے ہیں اور اس سے ہمیں ایک سبق ملتا ہے کہ اللہ نے اپنے نبیوں کو کتنی عظمت بخشی ہے اللہ نے فرمایا ظالموتم جو سورج چاند کے پجاری ہو وہ تو یوسف علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں تم نے ان کو خدا بنایا ہوا ہے تم ان کو سجدہ کرتے ہو عجیب بات ہے تم سورج کے پجاری بندے ہو تم چاند کے پجاری بندے ہو وہ تو یوسف علیہ السلام کو سجدہ کر رہے ہیں اس لئے یوسف علیہ السلام نے آ کر اپنے ابا کے سامنے یہ بات رکھی کہ ابا جان میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ گیارہ تارے ہیں اور سورج ہے چاند ہے وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

آپ یہ بات بھی یاد رکھ لیں ایک خواب ہوتا ہے عام آدمی کا ایک خواب ہوتا ہے کسی صالح انسان کا اور ایک خواب ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نبی کا۔ ہر خواب غلط ہو سکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کا خواب نہیں غلط ہو سکتا بلکہ اللہ تعالیٰ کے نبی کے خواب کے متعلق حکم یہ ہوتا ہے کہ وہ وحی ہے وہ خواب نہیں کیا معنی کسی کا خواب حکم نہیں ہوتا مثلاً اگر آج آپ کو خواب دکھایا جائے کہ اپنے بچے کو ذبح کریں یہ تھوڑا ہے کہ آپ ذبح کر دیں یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا۔

سمندر میں چھلانگ لگانے والوں کا لطیفہ

ابھی دو تین سال پہلے کی بات ہے کہ میں نے اخبار میں پڑھا تھا کراچی کے ساحل سمندر پر کوئی پندرہ بیس آدمی ڈوبے ان میں سے کچھ زندہ نکال لئے گئے اور کچھ کی لاشیں نکلیں اور کچھ کی لاشیں بھی نہ ملیں۔ بہرحال جب ان کو زندہ نکالا گیا تو ان سے پوچھا کہ تم تو اچھے خاصے آدمی ہو تمہیں کیا ہو گیا کہ تم نے سمندر میں چھلانگ لگائی انہوں نے کہا ہم نے خواب دیکھا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلایا تھا ہم ان کے پاس جا رہے تھے تو انہوں نے سمجھا کہ ہمارا خواب بھی اتنا پکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آجائیں گے اور سمندر سے ہمیں لے جائیں گے ہم نے آکر چھلانگ لگا دی حضرت علیؓ وقت پر پہنچے نہیں تو انہوں نے کہا بدبختو وہ تو کربلا میں نہیں پہنچے تمہارے پاس کیا پہنچیں گے اگر وہ کربلا پہنچتے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ شہید نہ ہوتے وہ تو وہاں بھی نہیں پہنچے۔

بہرحال کہنے کا مقصد یہ تھا کہ غیر نبیؓ کا خواب ہمیشہ سچ نہیں ہوتا کبھی سچا ہو گیا ہو گیا کبھی غلط ہو گیا کبھی اس طرح ہو گیا کبھی الٹ ہو گیا خواب کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ کسی کی موت آگئی ہے اللہ اس کی زندگی بڑھا دیتے ہیں بالکل الٹ ہو جاتا ہے۔

پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے

لیکن جو نبی کا خواب ہے وہ وحی ہے اس لئے آپ نے ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں پڑھا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے "انی اری فِي الْمَنَامِ" کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔

اب آپ غور فرمائیں اس میں آپ کا کیا خیال ہے "يَابَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ" انہوں

نے کہا ابا جان آپ کریں جو اللہ کا حکم ہے ان کو پتہ تھا کہ میرا ابا خلیل اللہ ہے۔

بھائیوں میں صرف یوسفؑ نبی بنے تھے

اب یوسفؑ اگرچہ ابھی نبوت نہیں ملی ابھی تو بچپن ہے اور یہ بھی خدا کی شان ہے کہ گیارہ بھائیوں میں نبوت جو ملی وہ صرف یوسف علیہ السلام کو ملی۔ بعض لوگوں نے روایات میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ کے جو باقی بھائی تھے وہ بھی نبی بنے لیکن وہ روایات درست نہیں ہیں اصل روایت صحیحہ جو ہے وہ یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اگر نبوت کے لئے منتخب فرمایا خانوادہ یعقوب علیہ السلام میں سے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ نے نبوت کے لئے چن لیا۔

سورج چاند نے اتنے بڑے وجود کے ساتھ کیسے سجدہ کیا تھا

اب جناب انہوں نے جو دیکھا کہ آسمان کے تارے ہیں سورج ہے چاند ہے اور وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں میرے آگے جھک رہے ہیں یاد رکھیں یہ ایک کیفیت ہے ورنہ بہت سارے لوگوں نے اللہ معاف فرمائے اعداء اسلام نے ان باتوں پر بھی حملے کئے ہیں

کہ دیکھو جی چاند کتنا بڑا ہے سورج کتنا بڑا ہے یہ زمین جو ہے اس سے ایک سو چودہ گنا بڑی ہے اگر ایک سو چودہ سے ضرب دیں پھر بھی سورج بڑا ہے یعنی سورج کا جو کرہ ہے سورج کا جو حجم ہے زمین سے ایک سو چودہ گنا بڑا ہے انہوں نے کہا ایک سو چودہ گنا بڑی چیز نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیسے کیا۔

جواب

یہ جو سلمان رشدی کی برادری پیدا ہوتی ہے ناں وہ ایسی چیزیں ڈھونڈتے ہیں فَأَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ، جن کے دلوں میں کجی ہوتی ہے میل ہوتا ہے وہ ایسی چیزوں کو

پکڑتے ہیں۔

مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ. وہ آیات متشابہات لے کر دنیا کے دماغوں میں فتنہ ڈالتے ہیں حالانکہ یہ بات یاد رکھا کریں یہ ایک محاوراتی بات ہے اگر کوئی سمجھنا چاہے تو مشکل نہیں آپ دیکھیں عید کا چاند آپ دیکھ رہے ہوتے ہیں دس آدمی کھڑے ہوتے ہیں ایک آدمی کو نظر آجاتا ہے کہ وہ دیکھو مجھے نظر آگیا دوسرا کہتا ہے مجھے نظر نہیں آیا دیکھنے والا کہتا ہے ادھر آؤ وہ دیکھو کھجور کا درخت ہے اس کے پیچھے دیکھو یار مجھے تو ابھی تک نظر نہیں آیا وہ کہتا ہے میں انگلی سیدھی کرتا ہوں عین میری انگلی کے پیچھے آؤ انگلی کے پیچھے چاند تھوڑا آجائے گا یہ تو محاورہ ہوگیا ناں اس کو پھر ضرب تقسیم دے کر اللہ کے قرآن میں بلا وجہ اعتراض کرے یہ کوئی عقل کی بات ہے انسان خواب دیکھتا ہے کہ اس کو پھانسی دی جارہی ہے انسان خواب دیکھتا ہے کہ اس کو سانپ ڈس گیا ہے خواب کی دنیا ہی الگ ہے تو اس کو سامنے رکھ کر اللہ کے قرآن پر اعتراض کرنا یا اللہ کے کلام پر حملہ کرنا یہ تو جہالت ہے۔

اور دوسری بات یہ یاد رکھیں شاید کوئی کہے کہ عین ممکن ہے کہ یوسف علیہ السلام ایک خواب ایسا بنا کر اپنے ابا کو بتائیں ان کو غرض کیا ہے ابھی تو آپ بچے ہیں ابھی آپ کی عمر گیارہ سال کے قریب تھی جب یہ واقعہ پیش آیا جب آپ کو کنویں میں ڈالا گیا تو آپ کی عمر بارہ سال تھی تو انہی دنوں کا یہ واقعہ ہے کہ اس وقت آپ کی عمر گیارہ اور بارہ کے درمیان میں تھی۔

تو اس وقت آخر یوسف علیہ السلام کو کیا ضرورت پیش آئی کہ نعوذ باللہ وہ ایک فرضی خواب پیش کریں کوئی عقل کی بات ہے اس لئے یہ خواب سچا تھا حقیقت تھی اور انہوں نے واقعہ دیکھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں آکر بیان کیا تو ابا نے فرمایا میرے بیٹے مجھے تو یہ

خواب سنایا ہے لیکن یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا کہ کہیں وہ حسد میں آ کر آپ کے خلاف مکر اختیار نہ کریں۔

قصہ یوسفؑ کی جامعیت

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے قصے میں بہت بڑے درس ہیں کیونکہ آپ کے قصے میں مالک اور مملوک کا قصہ ہے حاسد اور محسود کا قصہ ہے شاہد ومشہود کا قصہ ہے قید اور آزادی کی کیفیات ہیں ابتلاء وامتحان اور اسی طرح ایک محب اور محبوب کا قصہ ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کی حکمت و دانائی اور علم کی بات ہے تو یہ قصہ اس میں کوئی ایک پہلو نہیں اس میں کثیر پہلو ہیں۔

قصہ یوسفؑ کی حضور ﷺ کے واقعہ سے مشابہت

اسی لئے اللہ تعالیٰ کے قرآن نے اس کو احسن القصص فرمایا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ اس قصہ مبارک کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے سے بڑی مشابہت ہے کہ جیسے یوسف علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے والے ان کے بھائی تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والی آپ کی قوم تھی برادری تھی جیسے یوسف، علیہ السلام کے بارے میں بھائیوں نے قتل کا مشورہ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی قریش نے قتل کا منصوبہ بنایا جیسے یوسف علیہ السلام کو اپنا وطن چھوڑنے کے بعد عزت ملی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کے بعد عزت ملی سرکار دو عالم نے بھی فتح مکہ کے موقع پر بالکل وہی بات فرمائی جو یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے فرمائی تھی لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اس لئے اس قصہ کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عظیم جامع مناسبت ہے۔

سورۂ یوسف کی ایک خوبی

اس لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس قصے کو احسن القصص فرمایا ہے اور مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اور قصے آپ کو قرآن میں تھوڑے تھوڑے ملیں گے کسی جگہ ابتداء ہے کسی جگہ انتہاء ہے قرآن نے بار بار کئی سورتوں میں بیان کئے ہیں لیکن یوسف علیہ السلام کا قصہ صرف ایک سورت میں ہے حالانکہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ آپ نے پڑھا ہے الحمدللہ کہ قرآن کی کونسی سورت ہے جہاں اللہ نے ذکر نہیں فرمایا لیکن یوسف علیہ السلام کی بات صرف ایک ہی سورت میں ہے اور اول سے لے کر آخر تک اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دفعہ ذکر فرمایا اس لئے علماء کرام نے فرمایا ہے اس پر غور کریں کہ باقی جو انبیاءؑ ہیں ان کے قصے جو ہیں ان میں تو تنبیہ تو بار بار کی جاتی ہے لیکن قصہ یوسف علیہ السلام میں وہ بات نہیں ہے۔

کون سے قصے قرآن میں ایک دفعہ مذکور ہیں

اسی طرح اصحاب کہف اسی طرح ذوالقرنین، اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰؑ اور خضر علیہ السلا کی ملاقت اور قصہ سیدنا یوسف علیہ السلام نے ایک ہی دفعہ بیان کیا ہے کیونکہ اس میں سرزنش اور تنبیہات نہیں ہیں اس لئے اس قصہ مبارک کا اسلوب بہت نرالا ہے اب یوسف علیہ السلام کے قصہ کو پڑھنے سے پہلے تھوڑا سا اس کے تاریخی پس منظر پر بھی نظر ڈال لیں تاکہ اس کے بعد آپ یوسف علیہ السلام کے قصے کو قرآن کی روشنی میں سمجھیں گے تو آپ کے لئے اور آسانی ہوگی اور آپ کیلئے نئی راہیں کھلیں گی۔

انبیاءؑ کا تعدد ازواج

ہمیں جہاں تک تاریخی پس منظر کا پتہ چلتا ہے لازمی بات ہے وہ کتب سابقہ یعنی

اسرائیلی روایات میں یعنی بائبل میں اور تلمود میں ہمیں یہ بات ملتی ہے۔کہ تقریباً یہ ۱۸۹۰ ق م کا قصہ ہے اور انہی کتابوں میں یہ بات بھی ملتی ہے کہ ۱۸۹۰ ق م میں فلسطین کے علاقے میں ایک مقام تھا حبرون جہاں حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔بہت سے انبیاء علیہم السلام اور حضور علیہ السلام کی ازواج متعدد تھیں جیسے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کے حرم میں ننانوے بیویاں تھیں۔

تعدد ازواج پر اعتراض کرنے والوں کی حالت

یہ تعدد ازواج کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ نعوذ باللہ تعصب کی نگاہوں سے دیکھ کر کسی کے لئے ذریعہ عیب ٹھہرایا جائے بلکہ افسوس تو یہ ہے کہ تعدد ازواج کے مسئلے پر وہ تو میں اعتراض کرتی ہیں جن کا طریقہ یہ ہے کہ آپ گرل فرینڈ جتنی مرضی آئے رکھ لیں لیکن حلال نہ کریں اور تعدد ازواج پر اعتراض کرنے والی قوم کا یہ عالم ہے کہ ان کے ہاں نو سال سے لے کر تیرہ سال تک کی پانچ لاکھ حاملہ لڑکیاں ہیں۔

ابھی آپ نے تین چار روز پہلے اخباروں میں پڑھا ہوگا کہ چودہ ہزار خواتین کا یہ مسئلہ بنا ہوا ہے کہ جب سکول ٹائم آیا بچوں کے داخلے کا، تو انہوں نے کہا بچے کے باپ کا نام بتائیں انہوں نے کہا ہم نہیں بتا سکتیں کہ کون ان کا باپ ہے اب اس مسئلے کے لئے کمیٹیاں بیٹھی ہوئی ہیں ماہرین بیٹھے ہوئے ہیں کہ باپ کے بارے میں کیا کریں بہر حال حضرت یعقوب علیہ السلام کی جس بیوی کا نام راحیل تھا یا بعض بائبل کے نسخوں میں اس کا نام راغل بھی کہا گیا ہے لیکن زیادہ راجح راحیل ہے راحیل کے بطن سے حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کے شقیق (حقیقی) بھائی بن یامین پیدا ہوئے اور بی بی لیا سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولادیں ہوئیں تو اس

لئے ابتداہی میں ذراذہن میں رکھیں کہ مائیں الگ الگ تھیں اس لئے یوسفؑ اور بنیامین علیہ السلام کی ماں الگ ہے باقی بھائیوں کی ماں الگ ہے۔

حضرت یوسفؑ کے وقت مصر میں حکمران کون تھے

اوراسی طرح آپ ایک بات یہ بھی یادرکھیں کہ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ فرعون تھا یہ بات غلط ہے زمانہ یوسف علیہ السلام میں مصر پر عمالقہ قوم کا قبضہ تھا۔ یہ عمالقہ اصل میں چرواہے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مصر کی حکومت دے دی تو اللہ تعالیٰ کی شان ہے "وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ"۔

یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے اب تو ہمارے سامنے عالم کے واقعات ہیں کہ بہت چھوٹے چھوٹے لوگ بڑے اعلیٰ مناسب پر آجاتے ہیں یہ قوم عمالقہ اصل میں چرواہے تھے لیکن تھے عربی النسل انہوں نے جاکے مصر پر قبضہ کیا اور یوسف علیہ السلام کے دور میں پندرہواں خاندان عمالقہ قوم کا حکومت کر رہا تھا اور اس دور ہیں، جو باہ شاہ تھا اس کا نام ابو قیس تھا وہ فرعون نہیں تھا فرعون تو بعد میں آیا اور اسی طرح ان کا وزیر خزانہ عزیز کہلاتا تھا اور پھر قوم عمالقہ کے بعد قوم پرستی کے نام پر تحریکیں اٹھیں۔

قبائل کے مختلف ہونے کی حکمت

جیسے آج بھی دنیا میں آپ دیکھتے ہیں کہ کہیں بنگالی ہے کہیں سندھی ہے کہیں ہندی ہے کہیں افغانی ہے کہیں کچھ ہے یہ قومیت کے نام پر عصبیتیں ہوتی ہیں ورنہ مسلمان تو مسلمان ہے چاہے کہیں بھی ہو ہم سب سے پہلے تو مسلمان ہیں اس کے بعد تو صرف تعارف کی بات ہے کہ آپ ہندی کہلاتے ہیں آپ پاکستانی کہلاتے ہیں وہ کشمیری کہلاتے ہیں اصل رشتہ تو ایمان کا رشتہ

ہے کہ "إِنَّما المؤمنون اخوۃ "تمام ایمان والے ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔

اسی لئے اسلام کا جو عظیم چارٹر ہے حجۃ الوداع کا اس میں میرے آقا نے واضح فرمایا تھا ''وَلَا فَضْلَ لِعربي على عجمي وَلَا لِأَحْمَر عَلَى أَسْوَدِ إِلَّا بالتقوى ''کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں کسی گورے کو کالے پر فضیلت نہیں مگر تقوی سے جتنا اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اتنا زیادہ شان ہوتی ہے تو قوم عمالقہ کے بعد قوم پرستانہ تحریک جب اٹھی تو جو قبطی کہلاتے تھے انہوں نے آ کر قبضہ کیا اور قبطیوں میں قوم فراعنہ تھی جو حکومت اور اقتدار پر قابض ہوئی ان کے بادشاہ بنے والوں کا لقب فرعون تھا جیسے حبشہ میں بادشاہی کرنے والوں کا لقب نجاشی، فارس میں کسری، روم میں ہرقل، مصر میں فرعون کہلاتے تھے تو ان قبطیوں نے قبضہ کیا۔

حضرت یوسفؑ کا زمانہ حکومت

اور خدا کی شان دیکھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو عمالقہ زمانے میں وہاں پہنچے تھے۔ اس وقت قبطیوں کی حکومت نہیں تھی اور یوسف علیہ السلام نے جب اقتدار سنبھالا ہے آپ کی عمر تقریباً تیس سال تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اسی سال تک بلا شرکت غیرے بادشاہ رہے ہیں اور ایک سو دس سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی اسی دور میں جب مصر میں اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام السلام کو عروج بخشا تو بنو اسرائیل آئے کیونکہ بنو اسرائیل تو حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں، وہ بھی مصر میں آئے اور آباد ہو گئے اب جب قبطی قوم اور ان کے فرعون آئے تو انہوں نے سب سے پہلے عمالقہ اور بنو اسرائیل پر مظالم ڈھائے انہوں نے اڑھائی لاکھ عمالقہ کو مصر سے نکالا اور بنو اسرائیل پر ظلم کے پہاڑ توڑ ڈالے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی نجات کیلئے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔

حضرت یوسفؑ کی پیدائش اور کنویں میں ڈالے جانے کی عمر

تو اسی پس منظر میں کتاب تلمود میں اور بائبل میں ہمیں یہ بھی ملتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پیدائش ۱۸۹۰ ق م کی ہے اور آپ نے جو خواب دیکھا ہے اور پھر آپ کو کنویں میں ڈالا گیا ہے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً سترہ سال ہوگئی تھی ۱۹۰۶ ق م کا یہ واقعہ ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنویں میں ڈالا گیا تھا اس کا ذکر بھی کتابوں میں آیا ہے وہ شمال قسم میں ایک جگہ دوتن تھی وہیں وہ کنواں تھا جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈالا گیا تھا۔

خواب کی شرعی حیثیت

اور یہ بات بھی آپ یاد رکھیں خواب بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔اسی لئے ایک صحیح حدیث میں آتا ہے "لم یبق من النبوۃ إلا المبشرات" اب نبوت تو ختم ہوگئی ہے اب بشارات ہیں اور اسی طرح یہ بھی آیا ہے کہ خواب جو ہے وہ بھی جز ہے نبوت کے اجزاء میں سے لیکن اس کا معنی یہ نہیں ہوتا کہ جز موجود ہو تو نبوت کا کوئی دعوی کر دے کہیں آپ ٹانگ پڑی ہوئی دیکھتے ہیں تو آپ کہتے ہیں ٹانگ ہے، یہ نہیں کہتے کہ بندہ پڑا ہے کہیں آدمی کا ہاتھ کٹا ہوا پڑا ہو تو آپ یہ نہیں کہیں گے کہ آدمی پڑا ہے یعنی جز کو دیکھ کر آپ کبھی کل کا دعوی نہیں کریں گے تو اسی طرح اللہ نے اگر نبوت کی ایک جز باقی رکھی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ نبوت باقی ہے لہذا کل خواب دیکھنے والا نبی بن جائے گا خواب کے بارے میں بھی علماء نے بہت بڑی ابحاث اور تفاصیل بیان کی ہیں۔

خواب کی حقیقت

کتابوں میں بہت بحثیں ہیں لیکن آپ موٹی سی بات یاد رکھیں۔جو ان ابحاث کا تقریباً

خلاصہ ہیں انسان میں ایک تو جان ہے اور ایک ہے نفس اور ایک ہے روح بعض علماء نفس اور روح کو ایک بھی کہہ دیتے ہیں کیونکہ جو کام روح کا ہے وہی کام نفس کا ہے اسی لئے قرآن کہتا ہے: " اللہ یتوفی الانفس حین موتھا " کہ اللہ تبارک وتعالیٰ پورا پورا لے لیتے ہیں نفس کو تو یوں سمجھ لیں ایک جان ہے، ایک نفس ہے، ایک روح ہے جان کے لئے نفس کام کر رہا ہے اور نفس کے لئے وہ روح کام کر رہی ہے۔

آپ کے لئے کچھ آسانی ہو جائے گی ورنہ یہ بہت بڑی علمی ابحاث ہیں جن کے بہت اوقات کی ضرورت ہے اور ان لوگوں کے لئے ہیں جن کا اس علم سے تعلق بھی ہو تو اب یہ ہوتا ہے کہ جبکہ انسان سوتا ہے یا مدہوش ہے تو جب نفس انسانی تدبیر بدن سے فارغ ہو جاتا ہے اب آپ سو گئے تو گویا نفس انسانی جب تدبیر نفس سے فارغ ہوا اب اس کو قوت متخیلہ کے ذریعہ کچھ صورتیں اللہ دکھا دیتے ہیں پھر آگے ان کی کیفیات ہوتی ہیں یا تو جو ہم نے دن میں کہا وہ پیش آگیا یا شیطانی خواب آگئے، یا اللہ کی طرف سے رحمانی خواب آگئے۔

خواب کی تعبیر میں احتیاط

اس کے لئے بھی حکم یہ ہے کہ " لا یُذْکَرُ إِلَّا عَلَی حبیب لبیب " کہ جب بھی خواب ذکر کریں کسی دوست عقل مند عالم سے کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خواب جو ہے وہ ایسے ہے جیسے کسی پرندہ پر پاؤں رکھا ہو جیسے تعبیر دی گئی ویسے ہی واقع ہوگی وجہ یہ ہے کہ دراصل ایک تقدیر معلق ہے ایک تقدیر مبرم ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی ایک تقدیر معلق ہے وہ یہ لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اگر آپ نے یہ درس دیا تو ہم آپ کو یہ ثواب دیں گے تو یہ معلق ہے اسی طرح خواب بھی تقدیر معلق کی قسم ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صاحب تعبیر نے جیسے تعبیر دے دی و دے دی ویسے وہ واقع ہو جاتا ہے اب اگر تعبیر اچھی دے گا تو اچھی بات ان شاء اللہ واقع ہوگی اگر تعبیر غلط دے گا تو آدمی ایک مخمصے اور ایک مصیبت میں ذہنی طور پر پریشان ہو جاتا ہے۔ تعبیر کے مطابق بھی اس بندے کو پیش آئے گا اس لئے خواب بھی ایک بڑی نعمت ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ انبیاء کا خواب تو وحی ہے۔

خواب کافر کا بھی سچا ہوسکتا ہے

اسی ضمن میں آپ ایک بات یہ بھی یاد رکھ لیں کہ خواب کبھی کبھی کافروں کا بھی سچا ہوتا ہے خواب کبھی کبھی فاسق فاجر بڑے سے بڑے بدکردار انسان کا بھی سچا ہوسکتا ہے کہ اسی سورہ یوسف میں آپ دو قیدیوں کا خواب سنیں گے وہ بھی تو کافر تھے، اس وقت کے جس بادشاہ نے خواب دیکھا اور جس کی تعبیر کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو نکالا گیا وہ خواب دیکھنے والا بھی کافر تھا لیکن خواب سچا تھا۔

جیسا کہ بی بی عاتکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خواب دیکھا اسی طرح بخت نصر نے خواب دیکھا تھا اسی طرح کسری فارس نے خواب دیکھا تھا اور بالکل سچا اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں خواب میں ضروری نہیں ہوتا کہ مومن کا خواب تو خیر ہے ہی مؤمن کا خواب اولیاء اللہ کے خواب میں یا انبیاء کے خواب میں سبحان اللہ ان میں تو کوئی کلام نہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت یہ ہے کہ کبھی کبھی کافروں کا خواب بھی سچا ہوتا ہے۔

جنگ احد کے متعلق حضور ﷺ کا خواب

ورنہ اللہ کے نبی کا خواب تو وحی ہے جیسے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے پہلے خواب دیکھا کہ آپ کی تلوار ذوالفقار جو ہے وہ ٹوٹ گئی اور لگائیں ہیں جو ذبح کی جارہی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ احد میں ہمیں شکست ہوگی اور میرے بڑے بڑے صحابہؓ بڑی شان والے لوگ شہید کئے جائیں گے لیکن اللہ کی تقدیر کون ٹال سکتا ہے۔

خواب کی تعبیر کی مدت ظہور

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا جو خواب ہے اس کی تعبیر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوئی یہ ضروری نہیں ہوتا کہ آپ خواب دیکھیں اور کل اس کی آپ کو تعبیر مل جائے ایسا بھی ہوتا ہے کہ جیسے بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں پہلے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوائل نبوت میں آپ جو خواب دیکھتے تھے ویسے ہی اس کی تعبیر ظاہر ہو جاتی تھی۔

گزشتہ واقعات یوسفی پر مختصر نظر

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سورہ مبارکہ میں بڑے عظیم واقعات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اسی لئے قرآن نے اس کے بارے میں فرمایا کہ اَحْسَنَ الْقَصَص یہ ایسا بہتر قصہ ہے اے میرے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم جو ہم آپ کو سنا رہے ہیں تو اب آپ کے ذہن میں تھوڑا سا پس منظر حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا اور ان مقامات کا جہاں جہاں حضرت یوسف علیہ السلام گزرے تھے، آگیا ہوگا۔ اور یہ سارے مقامات ارض فلسطین میں ہیں یوں سمجھ لیں کہ شام کے علاقے میں۔ اور وہ قافلہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کو نکالنے والا ہے

وہ شرق اردن جو آج کل اردن کہلاتا ہے اسی شرق اردن سے مصر جارہا تھا انہوں نے آ کر اس واقعہ کے بعد آپ کو نکالا ۔

اب اللہ تبارک تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنِ وَ إِنْ كُنتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ " اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے زجر ہے قریش مکہ پر کہ قریش مکہ اور یہود نے آ کر پوچھا تھا تو اللہ نے فرمایا اب تو اللہ کا قرآن آ گیا اب تو تمہارے سامنے سیدنا یوسف علیہ السلام کا عظیم قصہ میرے مدنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا دیا۔

سورہ یوسف نبوت محمدی کی دلیل ہے

اس سے آپ اندازہ لگالیں اللہ کا نبی ہے آپ کو یہ قصہ کیسے معلوم ہوا ہے اس زمانے میں سیٹلائیٹ کے کوئی اسٹیشن تو نہیں لگے ہوئے تھے اس زمانے میں کوئی ڈش تو نہیں لگے ہوئے تھے کہ رات کو دیکھ لیا اور صبح قصے سنا دیئے جس آدمی نے نہ دیکھا ہو وہ تو حیران ہو جائے گا کہ رات کو ہم نے نئی نئی چیزیں دیکھیں جس آدمی نے نہ دیکھا ہو وہ تو حیران ہو جائے گا کہ رات کو آپ انٹرنیٹ پر بیٹھ گئے آپ نے پچاس لوگوں سے معلومات حاصل کرلیں میں کیونکہ نہیں جانتا میرے لئے تو عجوبہ بن گئی لیکن کوئی بڑی بات نہیں آپ کے پاس چونکہ کمپیوٹر موجود ہے تو جو چلانا جانتا ہے وہ خبریں حاصل کرسکتا ہے۔

لیکن کمال تو اس نبی عربی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو پیدا ہونے سے لے کر چالیس سال تک لوگوں کے سامنے رہے اسی لئے سب سے پہلے یہی بات پیش کی تھی لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا" کہ اے لوگو! میں نے تمہارے اندر زندگی گزاری ہے، میں تمہارے اندر رہا ہوں تمہارے

سامنے پیدا ہوا ہوں میری زندگی کھلی ہوا کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے اور چالیس سال کے بعد بھی آپ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ سنا رہے ہیں، کبھی آپ حضرت صالح علیہ السلام کا واقعہ سنا رہے ہیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ہود علیہ السلام کا واقعہ سنا رہے ہیں کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ سنا رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بعد بھی تمہاری غفلت نہیں ٹوٹی کہ یہ میرا پیغمبر ہے میرا نبی ہے اور جو سناتا ہے وہ میرے کہنے سے سناتا ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اور تو کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔

حضرت یوسفؑ کا خواب

قصہ میں اب جناب وہ واقعہ آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے ابا یعقوبؑ کو بتایا إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَاأَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا و الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ " یوسف علیہ السلام نے آ کر عرض کیا ابا جان میں نے خواب دیکھا ہے۔ عجیب خواب کہ گیارہ ستارے ہیں، سورج ہے، چاند ہے۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھے جھک کر سجدہ کر رہے ہیں علماء نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمثیل کے طور پر یوسف علیہ السلام کو خواب میں دکھلایا شمس سے مراد آپ کی والدہ ہیں اور قمر سے مراد آپ کے والد ہیں۔

بعض علماء نے کہا کہ آپ کی والدہ فوت ہوگئی تھیں یہ ان کی خالہ ہیں چونکہ کتب سابقہ میں یہ بات ہمیں ملتی ہے کہ جب بنیامین پیدا ہوئے تھے تو آپ کی والدہ ولادت کے مسئلے میں فوت ہوگئیں۔ اب بعض علماء نے کہا ہے کہ خالہ مراد ہیں خالہ بھی مرتبہ میں ماں ہوتی ہے اور اس کے بعد تشبیہ دی گئی والد کو قمر کے ساتھ اور بھائیوں کو ستاروں کے ساتھ کیونکہ سب کا اصل سورج ہے جس سے سب نور حاصل کرتے ہیں گویا کہ وہ ماں اور اصل تھی جس سے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو خواب دکھلایا اور اسی خواب میں ایک عجیب اشارہ تھا کہ آسمان کی بلندی پر رہنے والی چیزیں، آسمان پر چمکنے والی چیزیں آسمان سے پورے عالم کو روشن کرنے والی چیزیں، اے یوسفؑ تیرے آگے جھک رہی ہیں تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن میں یوسف علیہ السلام کو کتنے عظیم لقب دیئے کہیں فرمایا غلام حلیم تھے علم والے، کہیں فرمایا وہ غلام حلیم تھے حلم والے، اور کہیں فرمایا" اتینہُ حُکْمًا و علماً، ہم نے تو ان کو حکمت و دانائی اور علم عطا فرمایا اور حکم کا معنیٰ حکومت کرنا ہے یعنی اقتدار بھی عطا فرمایا، اور کہیں فرماتے ہیں وَ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِين وہ تو میرے چنے ہوئے بندے تھے بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا خواب اپنے والد کی خدمت میں پیش کیا۔

خواب خیر خواہ دیندار عالم کو بیان کیا جائے

اسی سے ہمیں سبق ملا لا یُذْکَرُ إِلَّا علی لبیب أَوْ عَلَی حَبِیبٍ جب دیکھو کسی عقل مند دینی شعور والے سے بیان کرو اب یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی تو موجود تھے اور بھی تو لوگ وہاں رہتے تھے لیکن ماسوائے حضرت یعقوب علیہ السلام کے کسی کو نہیں بتایا اب جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور آ کر آپ کو خواب سنایا تو" قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوْا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْن" حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میرے بیٹے اپنا یہ قصہ اپنے بھائیوں سے ذکر نہ کرنا وہ پھر تمہارے لئے جال بنیں گے، مکر کریں گے (کیونکہ وہ سوتیلے بھائی ہیں) إِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْن" شیطان، انسان کا کھلا دشمن ہے اس خواب میں آپ کی عزت کا ذکر ہے عظمت کا ذکر ہے اور بھائی برداشت نہیں کر سکیں گے۔

خواب کو بھائیوں کے سامنے ذکر نہ کرنے کی وجہ

کیونکہ یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ بھائیوں کو تو پہلے حسد ہے وہ تو حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو پہلے بھی باعث حسد سمجھتے ہیں، پہلے بھی نعوذ باللہ ان کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تو جب وہ ایسا خواب سنیں گے تو اس کا نتیجہ دو میں سے ایک بات ہوگی۔ اگر انہوں نے خواب کو اہمیت دے دی تو دشمن بن جائیں گے اور اگر خواب کو اہمیت نہ دی تو مذاق اڑائیں گے دیکھو جی سورج اور چاند کیسے سجدہ کرتے ہیں، دیکھو جی آسمان سے سورج اترا ہے سجدہ کرنے کے لئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو دشمن ہوتا ہے وہ اسی بات کو افسانہ بنا دیتا ہے اور اگر دوست ہوتا ہے تو پھر اس کے دل میں عظمت ہوتی ہے جیسے آپ کسی کو کہیں کہ دیکھو وہ چاند میری انگلی کے پیچھے ہے اب اگر مخالف ہوگا تو اس کو بہانہ بنالے گا جی دیکھو کبھی چاند بھی انگلی کے پیچھے آسکتا ہے، کبھی سورج بھی انگلی کے پیچھے آسکتا ہے اتنا بڑا ہے وہ انگلی کے پیچھے کیسے آسکتا ہے وہ تو زمین سے بھی بڑا ہے۔

پرویز کا انکار حدیث

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج نکل رہا ہو تو تم نماز نہ پڑھا کرو فَإِنَّهَا تَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ جب یہ سورج نکلتا ہے تو گویا شیطان کے دو سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔ اب دیکھیں ایک صحیح حدیث مبارک ہے لیکن پرویز جیسے منکرین حدیث جن کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے عداوت ہے اس نے اس بات کو اتنا رنگ ڈالنے کی کوشش کی کہ پوری کتاب لکھ ڈالی اس نے کہا کہ اگر اس پیشانی کی پیمائش کی جائے تو ہر بندے کے طول وعرض کا یہ بارہواں حصہ ہوتا ہے تو اس نے کہا جناب سورج جو ہے وہ تو زمین

سے ایک سو چودہ گنا بڑا ہے اور وہ اگر شیطان کے دو سینگوں کے درمیان آجاتا ہے۔ تو شیطان کی پیشانی کتنی بڑی ہوگی اور وہ کتنی چوڑی ہوگی کہ سورج آ کر پھنس گیا۔ اس کے دو سینگوں میں اور اگر وہ شیطان کے سینگوں میں آجاتا ہے تو وہ سینگوں کو اٹھا کر لے جائے جہاں مرضی آئے پوری دنیا میں اندھیرا کر دے تو اس نے کہا یہ حدیث نہیں ہے یہ ایسے لوگوں نے کہا ہے۔

جواب

حالانکہ یہ جاہلیت کی بات ہے، بات محاوراتی ہے کہ شیطان کیونکہ جانتا ہے کہ یہ عبدۃ الشمس کا یعنی سورج کے پجاریوں کی عبادت کا وقت ہے تو وہ آگے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے تو گویا سورج اس کے دو سینگوں کے درمیان میں ہے یا حقیقت وہ سورج تک پہنچ گیا اگر پہنچے تو جل نہ جائے تو وہ سورج کے قرب میں کیسے جا سکتا ہے۔

بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام کو حضرت یعقوب علیہ السلام نے نصیحت فرمائی کہ اے بیٹا مہربانی کر کے یہ بات اپنے بھائیوں کو نہیں بتانی کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی مکر کا اور کید کا شکار ہو جاؤ کید کا معنی ہوتا ہے خفیہ طریقے سے کسی کو نقصان پہنچانا اور وہ ایسا کیوں کریں گے حالانکہ وہ ہیں تو تمہارے بھائی، باپ بھی ایک ہے، ویسے بھی اچھے ہیں مؤمن ہیں لیکن شیطان بھی تو بڑا دشمن ہے ناں وہ دوسروں کو عداوت میں مبتلا کرتا ہے اور اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بھی فرمایا: "وَ كَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَ يُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ" کتنی بڑی بشارت ہے یعقوب علیہ السلام نے کہا میرے بیٹے تیرے رب نے تجھے چن لیا ہے اور تمہیں خواب کی تعبیر کا علم بھی عطا فرمائیں گے اشارہ ہو گیا کہ باقی بھائی نبی نہیں بنیں گے ان بھائیوں میں سے یوسف کو چن لیا یوسف علیہ السلام کی شان ایسی کہ اللہ

تبارک وتعالیٰ نے ان کے تمام بھائیوں میں سے ان کو چن لیا۔

حسن یوسفؑ

اسی لئے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لَیْلَۃُ المعراج میں میری جب یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو حسن پیدا کیا، جو جمال پیدا کیا گویا کہ آدھا یوسفؑ کو دیا اور آدھا ساری دنیا کو دیا تو اندازہ لگائیں کہ یوسف علیہ السلام کا جمال کیسا ہوگا۔

یوسفؑ پر نعمتوں کی تکمیل

تو یہاں حضرت یعقوبؑ نے یہ بھی اشارہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چن لیا ہے اللہ آپ کو ''تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ''سکھائیں گی علماء نے لکھا ہے احادیث سے مراد خواب ہیں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ نہیں حکومت کرنے کا اور بات کرنے کا فن اور فیصلے کرنے کی قوت "وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَ عَلٰى آلِ يَعْقُوْبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلٰى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيْمَ وَ اسْحٰقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ''اللہ تعالیٰ آپ پر نعمت پوری کریں گے جیسے آل یعقوب پر نعمت پوری کی ہے اور جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے آپ کے والدین سیدنا ابراہیمؑ اور اسحاقؑ پر پوری کی اور ان کو نبوت کے لئے چن لیا کیونکہ تیرا رب علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوسُفَ وَ إِخْوَتِهٖ اٰيٰتٌ لِلسَّائِلِيْنَ یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصے میں بڑی نشانیاں ہیں پوچھنے والوں کیلئے۔

کفار کے حضور ﷺ سے سوالات

اصل میں بنو اسرائیل امتحان لینا چاہتے تھے۔ یہود قوم جو ہے بڑی عیار بڑی مکار ہے تو وہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے ایسے سوال کرتے تھے اور کبھی کبھی قریش کو بھی سکھا دیتے تھے تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا امتحان لیا جائے کبھی اصحاب کہف کے بارے میں سوال کیا، کبھی ذوالقرنین کے بارے میں سوال کیا کبھی روح کے بارے سوال کیا، کبھی جنت میں مؤمن کو جو سب سے پہلی بارے میں سوال کیا۔ غذا کھلائی جائے گی اس کے بارے میں سوال کیا، کبھی جنت کی زمین کی مٹی کے بارے میں سوال کیا۔

حضرت یوسفؑ کے متعلق کفار کا حضور ﷺ سے سوال

اسی طرح انہوں نے آ کر آقائے نامدار سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ حضور آپ جانتے ہیں یوسف علیہ السلام کا واقعہ تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے رد میں، ان کے جواب میں یہ سورت اتاری اس لئے اللہ فرماتے ہیں یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں کے واقعات میں بہت بڑی نشانی ہے ان پوچھنے والوں کے لئے اور یاد رکھیں صرف پوچھنے والوں کے لئے نہیں ہے بلکہ اس قصے میں تو آیات ہیں، اس قصے میں تو نشانیاں ہیں، اس قصے میں بہت بڑی عظمت اور ہدایات ہیں اور یہ پوری کائنات کے لئے ہیں جو بھی اس سے فائدہ اٹھانا چاہے۔

اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ أَخُوْهُ أَحَبُّ إِلٰى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُبِيْنٍ" اب وہ بھائی آپس میں بیٹھے، آپس میں جمع ہو کر کہنے لگے عجیب بات ہے کہ یوسفؑ اور اس کا بھائی بنیامین یعقوب علیہ السلام کو زیادہ محبوب ہیں، ہر وقت

یوسف، یوسف، بنیامین، بنیامین۔ان کا اتنا خیال ہے حالانکہ وہ صرف دو ہیں اور ہم دس ہیں، ہم تو جماعت ہیں ہم سے اتنی محبت کوئی نہیں معلوم یہ ہوتا ہے کہ ہمارا ابا جو ہے وہ ضلال ظاہر میں چلا گیا۔

ضلال کا معنیٰ

یاد رکھیں ایک ضلال کا معنیٰ ہوتا ہے گمراہی اللہ معاف کرے نبی گمراہ تو نہیں ہو سکتے اور اگر یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اپنے باپ کو گمراہ سمجھتے تو مسلمان ہی نہ رہتے۔یعقوب علیہ السلام نبی ہیں نبی کی طرف گمراہی کی نسبت کرنے والا مسلمان کیسے ہو سکتا ہے اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں ضلال جو ہے وہ ہدایت کے مقابلے پر بھی ہوتا ہے کہ جیسے" من یھدہ اللہ فلا مضلہ و من یضللہ فلا ھادی لہ "تو ہدایت کے مقابلے میں ضلال کا لفظ آتا ہے لیکن کبھی ضلال کا معنی یہ ہوتا ہے کہ کسی چیز میں گم ہو جانا جیسے ایک آدمی راستہ بھٹک جائے وہ بھی تو ضال ہے ناں کم ہو گیا۔

اسی طرح آدمی کسی خیالات میں بالکل ڈوب جائے جیسے عربی کہتے ""حال السماء في اللبن "پانی لسی میں حل ہو گیا پتہ نہیں لگتا پانی کدھر ہے تو اس میں لسی ہی لسی نظر آتی ہے۔

حضور ﷺ کیلئے ضلال کا معنی

اسی طرح یاد رکھیں کہ قرآن مقدس میں کئی مقامات پر اس لفظ کا استعمال ہوتا ہے جیسے اللہ نے فرمایا" وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدٰى "میرے مصطفیٰ ﷺ ہم نے آپ کو پایا یعنی آپ بالکل مستغرق ہو چکے تھے آپ اس مسئلے میں، اپنی حیرت میں، کھو چکے تھے کہ پورے عالم کو پوری دنیا کو میں نے توحید کی دعوت دینی ہے کیسے دوں گا، کیسے میں اللہ کے دین کی دعوت پہنچاؤں گا اللہ نے فرمادیا پھر ہم نے آپ کو راستہ بتلا دیا کہ کیسے کرنا ہے۔

یعقوبؑ کی یوسفؑ اور بنیامین سے محبت

ہمیشہ یاد رکھیں کہ ضلال ہمیشہ ایک معنی میں استعمال نہیں ہوتا تو ہمارے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے ابا جان جو اتنے یوسف اور بنیامین کی محبت میں غرق ہو گئے ہیں۔ ہم تو ان کو نظر ہی نہیں آئے کہ گویا ہم ان کی اولاد ہی نہیں کہ ہم دس ایک طرف اور وہ دو ایک طرف لیکن وہ ان دو کی محبت میں اتنے گم ہو گئے ہیں اتنے ڈوب گئے ہیں جیسے آپ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور آپ کے سامنے ایک آدمی بیٹھا ہے آپ اس سے پوچھتے ہیں وہ کہتا ہے اچھا کیا بات ہے حالانکہ وہ بالکل آنکھیں کھول کے بیٹھا ہے آپ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں لیکن وہ اپنے خیالات میں اتنا کھو جاتا ہے اتنا ڈوب جاتا ہے اس کو کسی دوسری چیز کا پتہ نہیں۔

اسی طرح بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی یاد میں اللہ کے ذکر میں اللہ کی نعمتوں کے فکر میں کبھی ایسے مستغرق ہو جاتے تھے کہ دنیا کی کسی بات کا خیال ہی نہیں اسی لئے آپ نے نہیں دیکھا کہ جب کھجوروں کے تابیر کرنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور فصل بھی اس سال کم ہوگئی تو فرمایا انتم اعلم بامور الدنیا کہ بھائی دنیا کے معاملات تم سمجھتے ہو ہمیں نہیں پتہ کہ دنیاوی معاملات کیا ہوتے ہیں۔

ابا جان کی دنیا سے لاعلمی کی حالت

کتنے بڑے بڑے عالم بڑے بڑے بزرگ سنے ہیں بلکہ دیکھے ہیں کہ ان کو گھڑی دیکھ کر ٹائم کا پتہ نہیں چلتا یعنی گھڑی بھی موجود ہے ساتھ بیٹھے ہوئے آدمی کو دکھلائیں گے کہ بھائی کیا ٹائم ہوا ہے بھائی گھڑی رکھنے کا کیا فائدہ بخاری اور مسلم شریف زبانی پڑھانے والے لوگ، لیکن

گھڑی کا ٹائم نہیں بتا سکتے۔ میرے اپنے والد جو بھی ساتھ بیٹھا ہوا ہوتا کہتے بیٹا ذرا یہ دیکھو کیا بجا ہے کوئی ساتھی آجاتا تو فرماتے بھائی اس کی کل بھی بھر دو چابی کو کہتے کل مجھے تو آتا نہیں کہ کیسے بھری جاتی ہے۔ میرے بچے چھوٹے تھے میرے والد صاحب بھیجتے کہ میرے لئے بوتل لے آو یہ عام بوتل مرنڈا وغیرہ وہ آ کر کہتا دادا جان وہ ایک بوتل پانچ ریال کی ملتی ہے۔ وہ ایک بوتل اس زمانے میں چار فلوس کی ملتی تھی چھوٹے بچے تھے کہ پیسے کیسے حاصل کریں دادا ابو سے کہنا جی پانچ ریال کی ملتی ہے انہوں نے کہا پہلے تو سستی تھی اس نے کہا اب مہنگی ہوگئی ہے اب پانچ ریال کے دس دے دیئے۔

انہوں نے کہا دیکھو بھائی یہ کتنے ہیں اس نے کہا کہ یہ پانچ ہیں انہوں نے کہا کہ نہیں بھائی یہ نوٹ تو بڑا نظر آرہا ہے اس نے کہا نہیں جی یہ تو مختلف چھپتے رہتے ہیں ہر سال یہ پانچ کا ان کو پتہ نہیں یہ کیا ہے صحاح ستہ میں حدیث ہے، نحو ہے، صرف ہے، بلاغت ہے، معانی ہے، منطق ہے، معقول ہے، دنیا کی کوئی کتاب اٹھا کر پڑھ لی بس یاد ہوگئی اس میں اتنا حفظ ہے لیکن دنیا کے معاملے کا پتہ نہیں۔

اس لئے ان کے کہنے کا معنی یہ نہیں تھا کہ یعقوب علیہ السلام گمراہ ہیں نعوذ باللہ کوئی اللہ کے نبی کو گمراہ سمجھے تو پھر مسلمان کیسے رہ سکتا ہے وہ تو کافر ہو جاتا ہے معنی یہ تھا کہ ہمارے ابا جان ان کی محبت میں اتنے کھو گئے اتنے ڈوب گئے ہیں کہ ہماری طرف توجہ نہیں کرتے۔

کسی ایک بچے کی طرف غیر شرعی جھکاؤ

اسی طرح آپ دیکھ لیں کہ ایک آدمی کے چار بچے ہیں، پانچ بچے ہیں، چھ ہیں، دو ہیں

کسی ایک سے محبت کا زیادہ ہو جانا گناہ نہیں ہے شرعاً کوئی ممنوع نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں بچوں میں عدل کرے۔ یہ نہیں کہ ایک کو تو دیتا جائے اور دوسرا بیچارہ بھٹکتا رہے یہ بات شریعت میں ناجائز ہے۔ جیسے ہمارے ہاں عام رواج ہے ہم یہ بیٹا میرا بڑا فرمانبردار ہے اس نے میری بڑی خدمت کی ہے باقی بچوں نے بھی مجھے پوچھا ہی نہیں اس لئے یہ کوٹھی تو میں نے اس کو بنا کر دے دی ہے۔ یہ ناجائز ہے۔

بیٹے کو عاق کرنے کا حکم

جب بھی آپ پڑھتے ہوں گے اخباروں میں کہ میں نے اپنے بیٹے کو عاق کر دیا انگریزی قانون تو کہتا ہے کہ وہ آپ کی جائیداد سے محروم ہو گیا لیکن شریعت اسلامی میں وہ آپ کی جائیداد سے محروم نہیں ہو سکتا آپ چاہے کتنا عاق کرتے رہیں وہ آپ کی جائیداد کا وارث ہے اور آپ کے مرنے کے بعد وہ جائیداد کا حق دار ہے اسے دنیا کی کوئی طاقت آپ کی جائیداد سے محروم نہیں کر سکتی وہ آپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے آپ کے گھر میں پیدا ہوا ہے اور یہ تو اللہ کا فیصلہ ہے کہ اللہ نے اس کو آپ کا بیٹا بنا دیا۔

باقی یہ ہماری قسمت کہ اولادیں فرمانبردار ہوں ہمارے لئے قرۃ عین بن جائیں اور جب اولادیں نافرمان ہوں اور ہمارے لئے عذاب اور وبال بن جائیں یہ ایک علیحدہ بات ہے تو ان کے حق میں والد زیادتی نہ کرے۔ جہاں تک محبت کا تعلق ہے وہ آپ کے بس میں نہیں جیسے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تبارک وتعالیٰ کے آگے درخواست کرتے تھے یا اللہ اپنی بیویوں کے بارے میں، میں عدل کرتا ہوں، انصاف کرتا ہوں لیکن جو میرے ہاتھ میں ہے ٹائم برابر دیتا ہوں، خرچہ برابر دیتا ہوں، ملنے ملانے میں برابری کرنے کی کوشش کرتا

ہوں کیف أعدل في مالا املک لیکن اس چیز کے بارے میں میں کیسے عدل کرسکتا ہوں جو میرے قبضے میں نہیں دل تو میرے قبضے میں نہیں ہے کسی سے کم محبت ہو کسی سے زیادہ محبت تو میں کیا کروں۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے اگر والدین کو کسی اولاد سے زیادہ محبت ہے تو یہ جرم نہیں ہے یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ دل میں کسی کی محبت زیادہ ڈال دے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین کی محبت اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیادہ دل میں ڈال دی۔

برادران یوسفؑ کا مشورہ

اب جناب بھائیوں نے مشورہ کیا اور اسی سے حسد پیدا ہوا انہوں نے مشورہ کیا" اقْتُلُوْا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوْهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَ تَكُوْنُوا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ " انہوں نے کہا ایسا کر قتل کر دیں یوسف کو، بالکل ختم کر دیں، جب رہے گا نہیں باپ کیا کرے گا دو دن، چار دن غم کرے گا رو رو کے بیٹھ جائے گا آخر آدمی کو صبر آ ہی جاتا ہے جب یوسفؑ سامنے نہیں ہوگا تو خود بخود ہماری طرف توجہ کرے گا، جب اچھا چلا جائے تو برے کے علاوہ آدمی کہاں جائے۔ دو بیٹے ہیں بندے کے ایک اچھا ہے خدمت گزار ہے اور ایک نالائق ہے اگر خدانخواستہ وہ اچھا چلا جائے تو وہ کیا کرے گا، کہے گا۔اب تو تم ہی بچے ہو ناں اب میرا سہارا تم ہی رہ گے، میری لاٹھی تو تم ہو، اب تو میرا ہاتھ تم نے پکڑنا ہے اس لئے یعقوب علیہ السلام پھر خود بخود ہماری طرف متوجہ ہوں گے اور باقی یہ بات رہی کہ ہم قتل کر دیں اتنا بڑا جرم کریں تو بعد میں توبہ کرلیں گے پھر اچھے بن جائیں گے پھر ٹھیک ہو جائیں گے جب ہمیں ان کی محبت مل جائے گی تو ہم بھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اصل وجہ کیا ہوتی ہے جب شیطان جرم کراتا ہے تو یہی باتیں

دماغ میں ڈالتا ہے ابھی آپ کرلو توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔

دینداری میں جوانوں اور بوڑھوں کی حالت

اور التائب من الذئب کمن لا ذنب لہ توبہ کرنے والے کا گناہ اللہ تعالیٰ مٹا دیتے ہیں، جوانی ہے کھالو پی لو اور جب بوڑھے ہو جاؤ گے ٹانگیں جواب دے جائیں گی تو بہ کر کے حرم میں بیٹھ جانا صف اول میں ماشاء اللہ اور اب آپ کسی نماز میں ظہر میں، عصر میں مغرب میں، عشاء میں، فجر میں امام کے پیچھے دیکھیں تو ان شاء اللہ آپ کو نوے فیصد لوگ وہ ملیں گے جو ریٹائر ہوں گے کوئی جوان آپ کو ان شاء اللہ نہیں ملے گا آپ یقین کریں اگر مکہ کے ثانویہ کے طالب علم حرم میں آجائیں تو حرم بھر جائے گا متوسطہ کے بھی نہیں صرف جتنے بچے ثانویہ میں پڑھتے ہیں اگر وہ ہر نماز میں حرم میں آئیں تو پورا حرم بھر جائے گا اور مہذب لوگوں کا پڑھے لکھے لوگوں کا جن کی تعلیم بھی ہے آداب کا علم بھی ہے نا علم بھی ہے لیکن آپ دیکھیں ماشاء اللہ وہ لوگ آگے بیٹھے ہوں گے کہ دادا جان عذاب بنے ہوئے ہیں، کھانس کھانس کے ہماری نیند خراب کی ہوئی ہے، وہ بھی چار بجے کی بجائے اڑھائی بجے گھڑی لگا لیتے ہیں تہجد کا وقت ہو گیا حرم شریف میں جائیں وہاں زیادہ ثواب ہوتا ہے۔ کہتے ہیں اچھا ہوا اب نو بجے سے پہلے تو نہیں آتا اس وقت تک تو ہم آرام سے سولیں جب یہ عالم ہو جائے تو کیا کریں۔

برادران یوسفؑ کا اقدام مقتل

بہر حال انہوں نے کہا کہ اگر ہم قتل کا جرم بھی کر بیٹھے یوسف علیہ السلام کو قتل بھی کر دیا وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ پھر ہم ٹھیک ہو جائیں گے اب جب یہ مشورہ ہونے لگا اور

نعوذ باللہ وہ آخری حد تک آ گئے، اقدام مقتل معمولی بات تو نہیں ہے" قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوسُفَ وَ الْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِنْ كُنتُمْ فَعِلِيْنَ " ان بھائیوں میں سے ایک نے کہا کہ کیا کر رہے ہو کچھ عقل کرو۔

قرآن اکثر نام نہیں لیتا

بعض علماء نے لکھا ہے کہ وہ یہود ا تھا لیکن قرآن نے نام نہیں لیا قرآن پاک نے اخوۃ یوسف کا نام نہیں لیا یہ اللہ کی سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ نام سے بحث نہیں کرتے اِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ بس وہ چند نوجوان جنہوں نے کہف کے غار میں پناہ لی کیا نام تھا اللہ اعلم" وَ أَوْحَيْنَا إِلٰى أُمِّ مُوسٰى "ام موسیٰ کا نام کیا تھا کوئی پتہ نہیں قرآن نام سے بحث نہیں کرتا قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ اخت کا نام کیا تھا کوئی معلوم نہیں، شعیبؑ کی بیٹی کا نام کیا تھا کوئی پتہ نہیں اس لئے نام کی کیا ضرورت ہے اصل مسئلہ تو کام کا ہے نام یاد رکھنے سے کیا ہو جائے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل سے روکنے والا بھائی

تو بہر حال کتب سابقہ میں بائبل میں بھی یہ آتا ہے، تلمود میں بھی یہ موجود ہے کہ اس کا نام یہود ا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں سے کہا خیال کرو کیوں اتنے حد سے گزرتے ہو کہ بھائی کو قتل کرتے ہو، یہ کام نہ کرو مقصد تو تمہارا یوسفؑ سے جان چھڑانا ہے ناں ایسا کرتے ہیں دور جا کر جنگل میں کسی غیر آباد کنویں میں ڈال دیتے ہیں کنویں میں جب ڈالیں گے غیر آباد کنواں ہے اس میں سانپ ہوں گے بلائیں ہوں گی، یوسف کو وہ کھا جائیں گی اور یوسفؑ ختم ہو جائے گا کم از کم ہم اپنے ہاتھ سے تو قتل نہ کریں، اپنے ہاتھ سے مارنے کی بجائے کسی ایسی جگہ پر چھوڑ آتے ہیں

کہ کوئی چیز ڈس لے اور مار ڈالے اگر یوسف علیہ السلام وہاں بچ گئے اور کسی جانور نے نہ ڈسا تو پھر یہ بات ہوگی کہ کوئی نہ کوئی قافلہ گزرے گا کوئی نہ کوئی گزرنے والے گزریں گے اور یوسف روئیں گے چیخیں گے اور وہ آواز سنیں گے تو نکال دیں گے اگر وہ بھی نکال کے لے گئے تو ہمارا تو کام ہوگیا جو تم کرنا چاہتے ہو اس نے کہا خدا کے لئے یہ فکر کر قتل کرنے سے باز رہو۔

دوسرا یہ ہے کہ قتل چھپا نہیں رہے گا ایک نہ ایک دن ظاہر ہو جائے گا اس لئے بہتر یہ ہے کہ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُب، اور اسی کو لکھا ہے ان بزرگوں نے کہ شمال سکم میں ایک جگہ تھی جس کا نام تھا دوتن بائبل میں جو اس جگہ کا نام آیا ہے اور وہ قافلہ آیات جو ہے شرق اردن سے مصر جارہا تھا جو اس کنویں سے گزرا یہ چیزیں سابقہ کتب میں ہیں جیسے بائبل ہے اور روایات کی کتب میں یا روایات کعب احبار میں اور دیگر روایتوں میں یہ چیزیں ہمیں ملتی ہیں کہ ان بھائیوں نے یہ مشورہ کیا اور آخر میں اس میں یہ چیزیں ہیں بات پر اتفاق کیا کہ چلو ہم نہیں کرتے ہیں لیکن آپ کو کسی جگہ چھوڑ دیتے ہیں۔

مقاصد تک پہنچنے سے پہلے کام کا واویلا نہ کرو

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک ہے کہ **اقضوا حوائجکم بالکتمان** کہ تم اپنے امور اور کام جو ہیں، راز داری سے سرانجام دیا کرو یہ نہیں کہ بلاوجہ آدمی یہ کہتا رہے کہ میں یہ کر رہا ہوں، یوں کر رہا ہوں جتنا اللہ نے اس کو راز داری میں برکت رکھی ہے، فائدہ رکھا ہے اتنا شور کرنے میں نہیں رکھا۔[1]

[1] اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر اپنا کام راز داری سے نہ کیا جائے تو لوگوں کی نظر بد لگ جاتی ہے، حد ہو جاتا ہے، دشمنی شروع ہو جاتی ہے، رکاوٹیں ڈالی جاتی ہیں نقصان پہنچایا جاتا ہے غرض کہ ہو جاتی ہے کالی جاتی ہی پہچایا جاتا۔ بہت سے کام آدمی پایہ تکمیل کو ن ہیں پہنچ پاتے۔ یوں اگر خفیہ طور پر تدبر کر کے کام کر لیا جائے تو جب کام ہو جاتا ہے تب لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے اور نقصان یا رکاوٹ نہیں ہوتی۔ (امداد اللہ انور)

برادران یوسفؑ کو کیسے معلوم ہوا

بہر حال یوسف علیہ السلام کے اس خواب کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کے بھائیوں کو بھی پتہ چل گیا۔ اب مفسرین نے اس کی دو وجوہات لکھی ہیں بعض مفسرین تو یہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام خواب اپنے والد کو بتانے سے پہلے اپنے بھائیوں کو بتا چکے تھے اب اگر والد نے منع کیا تو روک نہیں سکتے تھے کیونکہ اب تو وہ بتا چکے تھے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے خود تو نہیں بتایا انہوں نے تو اپنے بھائی بنیامین کو بتایا تھا جو ان کے حقیقی بھائی تھے اور باقی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی وہ دوسری بیوی سے ہے تو بنیامین نے کہیں بھائیوں کو بتا دیا اب اس خواب کے بعد ان کے دلوں میں مزید عداوت، عصیبت اور حسد بڑھ گیا۔

عداوت کی وجہ

اب انہوں نے پروگرام بنایا بھائیوں نے بیٹھ کر مشورہ کیا کہ یہ بات بڑی عجیب ہے کہ یعقوب علیہ السلام کی شفقت یوسف علیہ السلام کی طرف ہے اور ہم دس بھائی ہیں ہماری طرف محبت نہیں اور یہ بات ہمارے لئے نا قابل برداشت ہے یہ ہم کیسے برداشت کر سکتے ہیں کہ ہم دس بھائی ایک طرف اور یوسفؑ ایک طرف اور وہ زیادہ محبوب ہو۔

"إِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ أَحَبُّ إِلٰى أَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ" ہم ایک جماعت اور قوت ہیں دس ہیں تو عقل کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی ان سے پیار کرے کہ ان کے پاس طاقت ہے قوت ہے ہم دس جوان آدمی ہیں باپ کے کام آنے والے یوسفؑ اور بنیامین چھوٹے ہیں ان کے مقابلے میں دو کو ترجیح اور دس کو پیار نہ دینا "إِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" ہمارا باپ صریح

غلطی پر ہے۔

نبی کی توہین اور سزا

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ ضلال کا معنی ہمیشہ یہ نہیں کیا جاتا کہ گمراہ ہے نعوذ باللہ اپنے باپ کو وہ گمراہ سمجھیں جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں تو وہ تو کافر ہو جاتے پھر وہ مسلمان نہ رہتے۔ اللہ کے نبی کو گمراہ کہنے والا یا اللہ کے نبی کی شان میں توہین کرنے والا بندہ تو مسلمان نہیں رہتا۔

اسی لئے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ کے نبی کی شان میں کوئی توہین کرے تو اس کی سزا موت ہے دنیا میں کونسا ایسا ملک ہے جہاں کوئی اپنے آئین سے باغی ہو یا اپنے بادشاہ سے باغی ہو یا اپنے اس ملک کی مقتدرہ قوت سے باغی ہو اور اس کی سزا موت نہیں رکھی گئی کونسا دنیا میں قانون ہے کوئی سے ایک دستور مجھے بتا دیں ہر ملک میں باغی کی سزا موت ہے یہ تو صرف ملک کا باغی میں سزا ہے یہ نہیں یہ تو ہمارے دین کا باغی ہے۔

اسلام لانے میں کوئی جبر نہیں

تو اس لئے اس فلسفہ کو سمجھیں کہ اسلام لانے کے لئے جبر نہیں کیا جاتا کہ آپ کسی پر جبر کریں کہ آپ کلمہ پڑھیں غلط ہے آپ ہندو پر، سکھ پر جبر نہیں کریں گے یہود و نصاری پر جبر نہیں کریں گے آپ اسلام کی حقانیت اور دلائل اسلام کے براہین اسلام کے محاسن ان کے سامنے رکھیں گے اگر قبول کرتے ہیں تو اھلا و سھلا اگر نہیں کرتے تو لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّين کوئی جبر نہیں لیکن جب کوئی آدمی اسلام کو قبول کرے گا اب دیکھیں کہ اگر آپ نے آئین کی وفاداری کا

حلف اٹھالیا ہے پھر اگر آپ اس کی مخالفت کرتے ہیں تو اب آپ باغی ہیں لیکن اگر آپ نے حلف نہیں اٹھایا آپ نے اس کو تسلیم ہی نہیں کیا آپ نے کلمہ پڑھا ہی نہیں، اسلام کوئی جبر نہیں کرتا کبھی بھی اسلام نے جبر نہیں کیا اور نہ جہاں مسلمانوں کی صدیوں تک حکومتیں رہی ہیں اگر جبر کی بات ہوتی تو غیر مسلم ایک بھی نہ ہوتا حالانکہ اسلام کے خلاف ہر حکومت نے جبر کیا ہے۔ روم سے لے کر فارس سے لے کر، قیصر و کسری سے لے کر آج تک جتنی کافر قوتیں ہیں سب سے بڑا ظلم مسلمانوں سے کر رہے ہیں آج آپ دیکھ رہے ہیں آج جو کچھ شیشان میں ہو رہا ہے انسانی حقوق کے آدمی آتے ہیں، جو کوسوو میں ہو رہا ہے انسانی حقوق کی کوئی بات نہیں، لبنان میں کیا ہوا انسانی حقوق مجروح نہیں ہوتے، کشمیر میں کیا ہوا انسانی حقوق مجروح نہیں ہوتے یعنی آج ان کے اپنے چیف منسٹر کہہ رہے ہیں کہ یہاں ظلم ہو رہا ہے اس کے باوجود بھی کچھ نہیں ہوتا اس لئے ان کی باتوں میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بھائیوں کی دشمنی

ایک قاعدہ ہے، ایک مسلمہ اصول ہے کہ جو آدمی اللہ کے نبی کی توہین کرنے میں آپ کی شان اقدس میں گستاخی کرے اس کی سزا موت ہے یہ جو انہوں نے کہا اِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کافر ہو گئے زندیق بن گے۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ یاد رکھیں۔ ہر جگہ ایک لفظ کا معنی ایک نہیں ہوتا اس کے سیاق و سباق کو دیکھنا پڑتا ہے معنی یہ تھا کہ نَحْنُ عُصْبَه ایک طرف دس ہیں ایک طرف دو ہیں ہم جوان ہیں اور وہ چھوٹے بچے ہیں ہم پر ان کو ترجیح دینا یہ غلطی ہے۔ مان لئے انہوں نے کہا اِنَّ أَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ. ہمارے ابا تو واضح غلطی میں پڑے ہوئے ہیں کہ ادنی آدمی کو سمجھ آتی ہے تو اس غلطی کا حل کیا کریں تو انہوں

نے کہا کہ ابا جان تو مانتے نہیں تو انہوں نے کہا اقْتُلُوا یُوسُفَ " یوسف کو قتل کر دو یا یوسف علیہ السلام کو دور کسی جگہ چھوڑ آؤ تا کہ واپس ہی نہ آسکے تو جب یوسف علیہ السلام کا وجود ہی نہیں ہوگا تو لازمی بات ہے کہ ابا مجبور ہو کر ہم سے پیار کریں گے اگر ایک آدمی کے پاس چار بچے ہیں ایک انتہائی فرمانبردار ہے اگر خدانخواستہ موت آگئی بیچارہ کیا کرے گا خود بخود ان تین سے پیار کرے گا اب کہنے لگے اب ہماری غلطی تو ہوگی لیکن ہم اپنے بھائی کو قتل کرنے کے بعد باپ کی محبت حاصل کرلیں گے اور ہم اچھے ہو جائیں گے کہ اللہ کا نبی ہم سے محبت کرتا ہے اور بعض علماء نے کہا کہ انہوں نے کہا گو یہ غلطی ہے لیکن توبہ کرلیں گے۔

سب سے پہلا قتل بھائی نے کیا

اور اس سے اب اندازہ لگائیں کہ دنیا میں سب سے پہلا قتل بھائی نے کیا یعنی جب حضرت ہابیل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قتل ہوئے، غیروں نے تو قتل نہیں کیا بلکہ بھائی نے قتل کیا قابیل کون تھا، بھائی تھا اور اس نے قتل کی بنیاد رکھی تھی۔

رشتہ داروں کی طرف سے تکالیف

اس لئے عربوں کا ایک محاورہ ہے الاقارب کالعقارب کہ رشتے دار جو ہوتے ہیں وہ بچھو ہوتے ہیں اَقَارِب کو الف کے ساتھ لکھو تو رشتہ دار اور اسی پر عین لگا دو بچھو بن جاتا ہے یہ مجبور ہوتے ہیں ایک دوسرے کو ڈنک مارنے پر "إِلَّا من هداه الله" مگر جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر میں فرمایا تھا اے ابو جہل ،عقبہ، ربیعہ ،شیبہ تم کیسے میری برادری ہو کتنی بری برادری ہو تم۔

تم کیسے ہو کذبتموني وصدقتني الناس تم نے رشتہ دار ہو کر مجھے جھٹلایا اور

دوسرے لوگوں نے میرا کلمہ پڑھا اور مجھ پر ایمان لے آئے آخر جتمونی و اونی النّاس تم نے رشتہ دار ہو کر مجھے مکہ سے نکالا اور لوگوں نے مجھے سینہ سے لگایا، تم کیسے رشتہ دار ہو اس لئے علماء نے بھی لکھا کہ جو قرابت کے مسائل ہیں بہت ہی مشکل ہیں اس لئے کسی شاعر کا بھی شعر ہے رشتہ داری کے بارے میں یہ عجیب سلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں کہ دور ہوں تو دھواں دیں قریب ہوں تو جل جائیں، حالانکہ رشتہ دار ہیں لیکن سلگتی ہوئی لکڑیاں ہیں آپ بیٹھے دور ہیں لیکن یہ دھواں تو دے رہی ہیں، تنگ تو کر رہی ہیں اگر قریب آگئے تو جل گئے کہ دور ہوں تو وہاں دھواں دیں قریب ہوں تو جل جائیں تو یہ ایک قدرتی بات ہے کہ نعوذ باللہ ثُمَّ نعوذ باللہ سازش قتل کرنے والا آدمؑ کا بیٹا بھی تو نبی کا بیٹا ہے اور یوسف علیہ السلام بھی نبی کا بیٹا ہے اور خود بھی نبی ہے لیکن سازش کرنے والے کون ہیں بھائی ہی ہیں۔

شورش کاکشمیری کا لطیفہ

اس لئے شورش کشمیری جو اپنے وقت کے خطیب، شاعر اور ادیب تھے بڑا عجیب آدمی تھے کافی عرصہ اختلاف کے بعد بھٹو سے ان کی صلح ہوئی تو بھٹو صاحب نے کہا اچھا کشمیری صاحب اب سابقہ باتوں پر مٹی ڈالیں آج کے بعد میں آپ کا بھائی ہوں انہوں نے جواب دیا یہ تو اللہ کو معلوم ہے آپ بھائی تو میرے بن رہے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ کہیں میرے یوسفؑ کے بھائیوں جیسے بھائی ثابت نہ ہوں۔

بھائیوں کا مشورہ

بہر حال بھائی ہیں اور قتل کی سازش ہو رہی ہے تو ایک بول پڑا۔ بعض علماء نے لکھا ہے سابقہ کتب سے اور توریت سے، انجیل سے بولنے والے بھائی کا نام یہودا تھا بعض کہتے ہیں

یہودا اور بعض کہتے ہیں ان کا بڑا بھائی تھا شمعون، بعض کہتے ہیں بڑا بھائی لیکن اس کا نام را عول تھا۔

بہر حال مختلف نام لکھے گئے قرآن نے نام نہیں لیا تو ہمیں اس بحث میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے اب اس نے مشورہ دیا کہ تم بھائی کو قتل کرنے کا سوچ رہے ہو یہ کوئی معقول بات نہیں ہے یعنی باپ کی توجہ حاصل کرنے کے لئے بھائی کو قتل کر دو یوسفؑ کو قتل کے بعد باپ کی نفرت ملے گی نہ کہ محبت۔ وہ کہیں گے کہ یہ عجیب اولاد ہے جنہوں نے جا کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا اب بھی یہ میری محبت اور شفقت کے حقدار ہیں؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر تم قتل کرنے کے لئے بضد ہو تو پھر میرا کہنا مان لو بلاوجہ کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگو کیونکہ خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا ایک نہ ایک دن ضرور اپنے اثرات ظاہر کرتا ہے۔ جب یہ حالات ان کو بتلائے گئے سمجھایا گیا تو انہوں نے کہا کہ ہم یوسف کو کہیں دور افتادہ کنویں میں ڈال دیتے ہیں کنویں میں ڈالنے سے کنویں کے اندر کی بلائیں ان کو کھا جائیں گی اگر اس سے بھی بچ گئے تو ایسی جگہوں سے قافلے گزرتے رہتے ہیں قافلے والے دیکھیں گے اور نکال کر لے جائیں گے۔

اس نے کہا خوامخواہ تم کیوں قتل سے اپنے ہاتھ رنگتے ہو کیوں جرم کر رہے ہو انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہاری بات مانتے ہیں قتل نہیں کرتے بہر حال کسی نہ کسی جگہ دور کر دیتے ہیں اور پھر اکٹھے ہو کر باپ کے پاس آئے جس کو قرآن خود بیان کرتا ہے ''قَالُوْا یٰاَبَانَا مَالَکَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ'' معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کہتے رہے تھے اس لئے کہنے لگے ابا جان پتہ نہیں کیوں آپ ہم پر اعتماد نہیں کرتے آپ یوسف علیہ السلام کے بارے میں ہم پر

کیوں اعتبار نہیں کرتے۔ ہم تو یوسفؑ کے خیر خواہ ہیں بھائی ہیں اچھا بھائیوں میں بھی تھوڑی بہت تلخی بھی ہو جاتی ہے پھر بھی ہم یوسفؑ کے بھائی ہیں مہربانی کریں۔

اسلام میں کھیل کا حکم

"أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ" ابا جان آپ مہربانی کریں اس کو اجازت دیں کہ کل ہمارے ساتھ جائے اور ہم جائیں گے اور کھائیں پئیں گے، جنگلوں میں جو جنگلی چیزیں ہوتی ہیں وہ کھائیں گے وَيَلْعَبُ اور کھیلیں گے۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے بعض کھیل کود جو شریعت کے خلاف نہ ہوں کوئی منع نہیں ہیں مثلاً آدمی گھوڑا دوڑاتا ہے آدمی دوڑ میں مقابلہ کرتا ہے مثال کے طور پر آدمی کشتی کرتا ہے یا آدمی کبڈی کھیلتا ہے یا ہاکی کرکٹ وغیرہ کھیلتا ہے شرط یہ ہے کہ اوقات نماز اور فرائض کا خیال رکھے یہ نہیں کہ کھیل میں لگنے کے بعد نمازیں ختم کہ بھائی میچ بند نہیں کیا جا سکتا تو پھر کھیل حرام ہو گئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرائض کو چھوڑ رہا ہے فی نفسہٖ کھلنا حرام نہیں تھا۔ اب بھائیوں نے جب یعقوب علیہ السلام سے اصرار کیا اور ساتھ یہ بھی کہا ابا جان آپ فکر نہ کریں ہم ان کی حفاظت کریں گے ہم حضرت یوسفؑ خیال کریں گے تو یعقوب علیہ السلام نے سننے کے بعد کہا۔

برادران یوسفؑ اپنے باپ کے پاس

قَالَ إِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْ أَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ أَخَافُ أَنْ يَّأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ.

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا مجھے غم ہے، فکر ہے یوسفؑ کا کہ اگر تم ان کو لے کر گئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بھیڑیا آ کر ان کو کھا جائے چھوٹی عمر ہے بچہ ہے "وَ أَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ" اور تم اپنی کھیل کود میں ہو غفلت میں پڑے ہو میں اجازت نہیں دیتا۔ "قَالُوْا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ

عُصْبَةٌ إِنَّا إِذًا لَّخَاسِرُونَ" کہنے لگے ابا جان کمال کی بات ہے ہم ایک جماعت ہیں دس آدمی ہیں ہم دس بندے کھڑے ہوں اور ایک بھیڑیا آ کر ہمارے بھائی کو کھا جائے پھر تو بڑی گھاٹے کی بات ہے پھر تو انتہاء ہوگئی۔

کیا نبی عالم الغیب ہوتا ہے

اب یاد رکھیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بات کیوں فرمائی کہ کہ بھیڑیا اس کو کھا جائے اور تم غافل رہو اور اپنے کھیل کود میں لگے رہو۔

مشکل یہ ہوتی ہے کہ ہر باطل فرقہ اللہ تعالیٰ کے قرآن میں معانی میں یا الفاظ مبارکہ میں اپنی پسند کی تحریف کر دیتا ہے۔ اپنے طریقے سے اس کو ڈھال دیتے اسے اپنے مطلب کی بات کو نکالتے ہیں جیسے کسی نے کہا۔

خود کو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

چاہئے تو یہ تھا کہ جیسے قرآن کا حکم ہے ہم ویسے اپنے آپ کو بدل دیتے لیکن وہ خود کو نہیں بدلتے۔ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو بدل دیتے ہیں بعض ہمارے لوگ عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں کہتے ہیں دیکھو جی اللہ کے نبی عالم الغیب ہوتے ہیں ان کے پاس علم غیب ہوتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ بھیڑیے والا قصہ بنائیں گے تو یہ پہلے ہی کہہ رہے ہیں، تنبیہ کر رہے ہیں کہ "ان یأکلہ الذئب" اگر اس کو بھیڑیا کھا گیا اس لئے کہ وہ عالم الغیب تھے یعنی وہ اپنے مطلب کی بات نکالتے ہیں حالانکہ انہوں نے یہ نہ سوچا کہ اگر وہ عالم الغیب ہیں اور یہ بھی پتہ ہے کہ میرے بیٹے بھیڑیے والا قصہ بنائیں گے (تو یوسف کو لے جانے کی اجازت کیوں دیتے اور) جب کنویں میں تھے تو تب بھی آپ کو علم ہوتا کہ میرے یوسفؑ کو فلاں کنویں

میں ڈالا گیا ہے۔ حضرت یوسفؑ نے تو تین دن کنویں میں گزارے تو حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں سے جا کر نکال لیتے وہ علم آخر کیوں نہیں ہوا اگر علم ہونے کے باوجود باپ اپنے مظلوم بیٹے کی مدد نہ کرے تو وہ نعوذ باللہ قابل مواخذہ ہے تو پھر یہ کہیں کہ بیٹوں سے، اولاد سے مخاطب ہیں اولا دتو شرمندہ ہوئی اولاد تو یوسفؑ کا قتل ثابت کر رہی ہے جبکہ یوسفؑ زندہ ہیں تو باپ جا کر کھڑے ہو جاتے کہتے جی یہ دیکھو یوسفؑ تو زندہ بیٹھے ہیں کیسے کہتے ہو قتل ہو گئے ہیں (اور پھر طویل عرصہ تک کیوں روتے رہتے)۔

اصل حقیقت

تو مجرم کے تو پاؤں نہیں ہوتے وہ زمین پر کھڑا نہیں ہو سکتا اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں یہ علم غیب کا مسئلہ نہیں اس کی دو وجوہات مفسرین کرام نے لکھی ہیں ایک وجہ کہ اس علاقے میں بھیڑیے بہت زیادہ تھے جس علاقہ میں یعقوب علیہ السلام کا ڈیرہ تھا یہ جانور وہاں کثرت سے پائے جاتے تھے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حالات کے پیش نظر جو عام خطرے کی بات تھی وہ ذکر کر دی ورنہ تو اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جیسے آپ کسی راستے سے جا رہے ہوں مثلاً آپ طائف جائیں جدہ کے راستے سے جائیں تو آپ کا کوئی دوست ہو تو وہ آپ کو سمجھاتا ہے کہ بھائی راستے میں ایک جگہ آتی ہے وہاں بہت بندر ہوتے ہیں کبھی کبھی وہ غصے میں گاڑی کے شیشے وغیرہ توڑ دیتے ہیں، پتھر مارتے ہیں اگر پہلے کوئی لڑکا ان کو چھیڑ آئے، بدقسمتی سے آپ پھنس گئے، وہاں چھیڑنے والا تو بچ گیا لیکن کئی لوگوں کی گاڑیوں کا نقصان ہو جاتا ہے۔ وہ تو بندر ہے وہ تو غصے میں ہے کہ مجھے کسی نے چھیڑا کیوں اور آپ جائیں راستے میں کوئی بندر نہ آئے تو نہ آئے۔ یہ تو ایک واقعہ ہے آپ کسی جگہ رہتے ہیں وہاں سانپ ہیں تو آپ کے پاس کوئی آیا تو آپ کہہ

دیتے ہیں خیال کرنا یہاں سانپ بیٹھا ہوا ہوتا ہے آپ کے انتظار میں۔اس لئے کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے جو فرمایا تھا تو وہ بھی حالات کے پیش نظر تھا یہ جرائم اور یہ جانور پائے جاتے تھے اور اکثر وہ ایسی وارداتیں کرلیا کرتے تھے جب وہ بستی میں آ کر کر جاتے تھے یہ تو خود جنگل میں تھے۔اس لئے یعقوب علیہ السلام نے فرمادیا۔

حضرت یعقوبؑ کا ایک خواب

اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ نہیں اصل بات یہ تھی کہ یعقوب علیہ السلام نے بھی ایک خواب دیکھا تھا کہ آپ جنگل میں اونچی جگہ پر کھڑے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب کے دامن میں چھپے ہوئے ہیں اور ردس بھیڑیے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور وہ یوسف علیہ السلام پر حملہ کرنا چاہتے ہیں یعقوب علیہ السلام یوسف کو چھپائے ہوئے ہیں اور یوسفؑ بھی اپنے ابا کے دامن میں اتنے چھپے ہیں کہ باہر نہیں نکلتے کہ اتنے میں ایک بھیڑیا آ کر سب کو بھگاتا ہے۔انہوں نے خواب دیکھا تھا وہ خواب ان کے ذہن میں تھا اس لئے خواب کی تعبیر جو ان کے ذہن میں تھی وہ پیغمبر نے ذکر کر دی کہ اس کو اگر میں تمہارے ساتھ بھیج دوں اگر اس کو کسی جانور نے نقصان پہنچا دیا اور تم اپنے کھیل کود میں لگے رہے تو پھر یوسفؑ کا کیا ہوگا انہوں نے کہا نہیں ابا جان آپ فکر نہ کریں ہم جماعت ہیں ہم ان کا پورا پورا خیال کریں گے۔

حضرت یوسفؑ سے بھائیوں کی بدسلوکی

اب جناب جب حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے۔تو قرآن پاک تو صرف اتنی بات کہتا ہے کہ "فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اجْمَعُوْا أَنْ يَجْعَلُوْهُ فِي غَيٰبَتِ الْجُبِّ وَ أَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ"

اللہ تعالیٰ کا قرآن تو صرف اتنا بیان کرتا ہے کہ جب آپ ان کو لے کر چلے گئے اور اس بات پر اتفاق کر لیا کہ ان کو ایک ایسے دور افتادہ غیر آباد کنویں میں ڈال دیں البتہ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو خوش کرنے کے لئے ان کے سامنے پہلے کندھے پر بٹھا لیا کہا آپ ہمارے بھائی ہیں آپ چھوٹے ہیں آپ کیوں پیدل چلتے ہیں ہم آپ کو اٹھا کر لے جائیں گے تا کہ ابا خوش ہو جائے اور جب والد کی نظروں سے دور ہو گئے تو جو اٹھا کر لے جا رہا تھا اس نے پھینک دیا اور کہا کہ خود چلو۔ اب یوسف علیہ السلام چھوٹے ہیں۔ اور وہ جوان ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چلو یوسفؑ پیچھے ہوتے تو تھپڑ مارتے حتیٰ کہ یوسف علیہ السلام کا پاؤں زخمی ہو گیا وہ جب بیٹھ گئے انہوں نے اور مارا کہ جلدی چلو اب یوسف علیہ السلام کہیں کہ اللہ کے بندو کچھ خوف خدا کرو آخر ہو تو تم میرے بھائی کیوں مجھ پر ظلم کر رہے ہو میں نے کیا قصور کیا ہے کہنے لئے اچھا تم اب ہمیں بھائی بناتے ہو جاؤ ان چاند ستاروں اور سورج کو بلاؤ کہ وہ آ کر تمہاری مدد کریں چھڑائیں۔

چاہ کنعان کی تاریخ

تو اسی طرح بہر حال ستاتے ہوئے تکلیفیں دیتے ہوئے ان کو ایک کنویں پر لے آئے اس زمانے میں اس جگہ کا نام دوتن تھا یہ اردن شام مصر کے درمیان میں ایک جگہ ہے اس جگہ کو اس زمانے کے اعتبار سے دوتن کہا جاتا ہے وہی ایک کنواں تھا۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ دراصل اردن کے بادشاہ نے اس کنویں کو بنوایا تھا یہ بڑا کنواں تھا تا کہ یہاں آبادی کی جائے اور کچھ لوگوں کو یہاں آباد کیا جائے اس وقت مصر میں جو حاکم تھا ابو قیس بعض کہتے ہیں کہ ریان اس کا نام تھا اور مصر کا دار الخلافہ مفلس میں تھا قاہرہ میں نہیں تھا اس وقت اس کو مصر منف بھی

کہتے تھے۔ اصل دارالخلافہ ان کا وہاں تھا اور یہ شام اور مصر کے درمیان میں حبرون کا مقام جہاں حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ دوتن میں جو کنواں تھا اوپر سے تنگ لیکن نیچے سے بہت وسیع تھا اوپر سے نہیں کہ پانی کا ڈول ہی ڈالنا ہے اور اندر بڑا وسیع اور اس کے درمیان میں انہوں نے لکڑی کی ایک جگہ بھی بنائی تھی کہ اگر کبھی اس کا پانی بہت نیچے چلا جاتا تو اتر کر لوگ اس جگہ پر کھڑے ہو کر اس کی صفائی بھی کرتے تھے اور وہاں سے پانی بھی لیتے تھے۔

حضرت یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا گیا

حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر آئے اور اس میں انہوں نے ڈالا۔

بعض کہتے ہیں کہ ڈول میں ڈالا لیکن صحیح روایات میں ہے کہ ڈول میں نہیں ڈالا جب قتل کرنے کے ارادے سے لے آئے تھے انہیں کونسی ہمدردی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو چوٹ نہ لگے انہوں نے دھکا دیا لیکن اللہ نے جبرائیل علیہ السلام کی ذمہ داری لگا دی کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یوسف علیہ السلام کا ایک مقام ہے کہ ان کو گرنے بھی نہ دو، چوٹ بھی نہ لگنے دو، اس لکڑی پر بٹھا دو۔ جبرائیل علیہ السلام کے لئے کیا مشکل، اب یوسف علیہ السلام کنویں میں اس لکڑی پر بیٹھے ہوئے ہیں ماسوا پانی کے اور کچھ نہیں تین دن تین راتیں اکیلے یوسف علیہ السلام نے اس کنویں میں گزاریں نوجوان بچے تھے اکیلے رہے علماء کہتے ہیں کہ بھائیوں نے بھی کہا کہ جب تک یوسف علیہ السلام کے معاملے میں ہم تسلی نہ کر لیں۔

اس وقت تک ہم نہیں جاتے دیکھتے ہیں دو تین دن شکار کے لئے لوگ نکلتے تھے تو ہفتوں ہفتوں جنگلوں میں رہتے تھے کوئی نئی بات تو تھی نہیں انہوں نے کہا کہ تین چار دن ہم ان

کو دیکھتے ہیں کہ یا تو اندر کی چیز ان کو لڑ جائے اور مر جائیں تو پھر تو ٹھیک ہے یقین ہو گیا کہ یوسفؑ مر گئے ان کو دفن کر دیں گے یا کوئی قافلہ آتا ہے اور لے جاتا ہے پھر بھی ہمیں تسلی ہو جائے گی کہ کوئی اس کو لے گیا۔

حضرت یوسفؑ قافلہ والوں کے ہاتھ میں

اب ایک قافلہ گزرا اور یہ قافلہ مصر کی طرف جا رہا تھا اور سابقہ کتابوں میں ہے اس وقت خشک میوہ بادام، پستہ اور سنوبل یہ چیزیں لے کر جاتے تھے اور وہاں بیچتے تھے وہ لے کر جا رہے تھے۔

انہوں نے آدمی بھیجا کہ جا کر پانی لے آؤ وہ آیا ڈول ڈالا بڑے بڑے ڈول ہوتے تھے رسیوں سے باندھ کر اونٹوں سے کھینچتے تھے تو یوسف علیہ السلام ڈول بیٹھ کے باہر نکلے دکھا تو حیران ہو گئے دیکھا اتنا خوبصورت بچہ کو وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَأَدْلٰى دَلْوَ ى يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴾ اب جب انہوں نے دیکھا خوش ہو کر ایک دوسرے کو مبارک باد دینے لگے کہ اتنا خوبصورت غلام مل گیا ہے یہ جو ہم سامان لے کر جا رہے ہیں اس کے ساتھ ہی جا کر مصر میں بیچ دیں گے اور اسی اثنا میں بعض علماء فرماتے ہیں بھائی جو تھے وہ پہلے ابا کے پاس آ گئے ابھی یوسف علیہ السلام کنویں میں تھے لیکن قرآن مقدس تقدیم و تاخیر کا قائل نہیں ہوتا کہ ہر بات کو تقدیم تاخیر کی ترتیب سے ذکر کیا جائے مقصد تو ایک واقعہ کا بیان کرنا ہوتا۔ ہے کہتے ہیں قافلہ یہاں سے انہیں نکالنے کی فکر میں ہے۔

بھائی حضرت یعقوبؑ کے پاس

بعض علماء فرماتے ہیں کہ کچھ بھائی آگئے اور کچھ بھائیوں نے یہ تاثر دینے کے لئے کہ وہ یوسف کو ڈھونڈ رہے ہیں، کنویں کے قریب رہ گئے اور جب یہ آئے تو کس حال میں آئے'' وَجَاءُوْ عَلٰی قَمِیصِیدَم کَذِب'' اور ایک جگہ قرآن کہتا ہے و جَاءُوْ اَبَاھُمْ عِشَاءً یَبْکُوْنَ. رات کے وقت روتے ہوئے واپس آئے۔

علماء نے لکھا ہے کہ رات کو کیوں آئے اس لئے کہ تھے تو جھوٹے رونے والے، سچے رونے والے میں اور جھوٹے رونے والے میں تو بڑا فرق ہوتا ہے اب ایک آدمی ویسے آنسو بہا رہا ہے بہانہ کر کے اور ایک آدمی حقیقتاً رو رہا ہو تو سمجھنے والا سمجھ جاتا ہے تو سوچا کہ اب رات ہوگئی اب ہمارے چہروں پر نظر نہیں پڑے گی۔ اس زمانہ میں لائٹ وغیرہ تو تھی نہیں رات کا اندھیرا ہمارے گناہ پر پردہ ڈالے گا۔ ہوسکتا ہے کہ ہمارے چہروں کی کیفیت کو دیکھ کر یعقوب علیہ السلام بھانپ جائیں اس لئے جناب وہ شام کو آئے روتے ہوئے۔

قاضی شریحؒ کے پاس ایک مظلوم عورت کا واقعہ

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ کسی کے رونے سے بھی مظلومیت کا فیصلہ نہیں ہوتا قاضی شریحؒ کی خدمت میں ایک بزرگ بیٹھے ہوئے تھے ایک عورت آئی اس نے آکر بڑا واویلا کیا بڑی آہ فریاد کی میں مظلوم ہوں میرے ساتھ علم ہوا جو ساتھ بزرگ بیٹھے تھے وہ بڑے متأثر ہوئے انہوں نے قاضی شریحؒ سے کہا مہربانی کرو یہ بیچاری مظلومہ ہے رو رو کر اس کے تو آنسو نہیں تھمتے ،اس کی پہلے فریاد سنو، اس کا پہلے کام کر دو انہوں نے فرمایا آپ اس کے رونے کو نہ دیکھو جب تک میں دوسری پارٹی کو نہ بلالوں اس وقت تک میں فیصلہ نہیں کرسکتا اگر صرف رونے کو دیکھنا

ہے و جَاءُ وْ أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُوْنَ. روئے تو حضرت یوسفؑ کے بھائی بھی بہت زیادہ تھے صرف رونا تو کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

بھائیوں کا حضرت یعقوبؑ کے پاس فریب

اب قرآن کہتا ہے انہوں نے آ کر کہا:

قَالُوْا يٰاَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ مَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ.

کہنے لگے ابا جان ہم نے دوڑ میں مقابلہ کیا اور یوسف علیہ السلام کو پیچھے بٹھایا کہ سامان پڑا ہے ہم تو دوڑ کا مقابلہ کر رہے ہیں تم سامان کا خیال رکھنا ہم دوڑ میں لگ گئے اور خدا کی قدرت ہے کہ وہاں ایک بھیڑیا آیا اور یوسف علیہ السلام کو اٹھا کے لے گیا ''وَ مَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ'' ہم چاہے کتنا سچے ہوں آپ مانیں گے نہیں اس لئے کہ آپ تو پہلے کہتے تھے کہ بھیڑیا لے جائے گا آپ کی بات بھی ہو رہی ہے اور ہم نے کہا کہ ہم غفلت نہیں کریں گے بات بظاہر غلط ہو رہی ہے لیکن ہم ہیں سچے کہ واقعی ان کو بھیڑیا لے گیا ہے ہماری لیکن آپ ہمیں سچا نہیں مانیں گے۔ لیکن ہم سچ کہہ رہے ہیں۔

قمیص یوسفؑ پر جھوٹا خون

اللہ کے پیغمبر کے سامنے انہوں نے ایک اور دلیل پیش کی ''وَ جَاءُ وْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ'' انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص پر ایک بکرا یا شکار کا کوئی جانور لے کر، ذبح کر کے اس کا خون لگا دیا آپ ہماری بات نہ مانیں یہ یوسف علیہ السلام کی قمیص ہے یہ ہم لائے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے جب دیکھا تو کہا جو کچھ تم کہہ رہے ٹھیک ہے لیکن آج

تک تاریخ میں ایسا ہیں اور شریف بھیڑیا نہیں دیکھا گیا کہ اس نے یوسفؑ کو تو کھالیا لیکن قمیص نہیں پھاڑی کہا کہ بہت پڑھا لکھا بھیڑیا تھا بڑا سمجھدار کہ اس نے پہلے یوسف علیہ السلام کو کہا کہ تم قمیص اتار کے رکھ لو کیونکہ میں نے آپ کو کھانا ہے پھر قمیض کو خون بھی لگاتا ہے لیکن قمیص پھٹتی نہیں۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جھوٹ ہے "افة الكذب النسيان" جھوٹے آدمی کی بات یہ ہے کہ وہ بھولتا بہت ہے کہ کوئی نہ کوئی بھول ہوگئی تو جھوٹ پکڑا جاتا ہے اصولی بات ہے کہ سچ بولا جاتا ہے اور جھوٹ گھڑا جاتا ہے الصدق ينجي والكَذِبُ يُهْلِكُ صدق نجات کا ذریعہ بنتا ہے۔اور جھوٹ ہلاکت کا ذریعہ بنتا ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا صبر جمیل

اب جھوٹ تو بولا لیکن پھر ایک جھوٹ کے لئے کئی طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنے پڑتے ہیں انہوں نے بھی کئی جھوٹ بنائے قمیص لائے اس کو خون لگایا لیکن جھوٹ جھوٹ ہے اللہ کے نبی نے کہا" قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ وَ اللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُوْنَ."

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بیٹے یہ سب تمہارے نفس کی شرارت ہے اس نے تمہیں سکھایا ہے تم ایک ڈرامہ بنا کر کہانی گھڑ کر لے آئے ہو بھلا یہ بات بھی کوئی عقل میں آنے کی ہے کہ جانور کسی پر حملہ کرے اور اس کے کپڑے بھی نہ پھٹیں لیکن "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ" ایک طرف بیٹا ہے تو دوسری طرف باپ ہے وَ اللهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ اور اللہ تعالیٰ ہی میری بہتر مدد کرنے والے ہیں جو تم کہہ رہے ہو اللہ مدد کریں گے آخر جو حقیقت ہے وہ تو ایک دن ظاہر ہوگی۔میرے پاس صبر جمیل کے علاوہ کچھ نہیں۔

قافلہ والوں نے حضرت یوسفؑ کو چھپا دیا

ادھر جناب قافلے والوں نے نکالا اور خوشیاں منائیں کہ غلام مل گیا۔ اب کہنے لگے ایسا کرتے ہیں "وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً" یہ ہماری قیمتی پونجی ہے لیکن قافلہ میں چھپا کر رکھو کہیں اس کے حقیقی وارث نہ پہنچ جائیں کہنے لگے اس کو چھپا کر حفاظت کے ساتھ لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ" جانتے ہیں جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ ہی کو علم ہے کہ ہم نے یوسف کو مصر پہچان تھا کیسے اسباب پیدا کر دیئے قافلے والے آئے اور اس کو چھپا چھپا کر لے جا رہے ہیں کہیں اس کی بستی والے آ کر اس کو چھڑا کر نہ لے جائیں۔ اس لئے اللہ فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں جو کچھ تم کر رہے ہو۔

حضرت یوسفؑ کو بیچ دیا گیا

اب قرآن پاک فرماتا ہے:

وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ. یاد رکھیں ایک لفظ ہوتا ہے شری بشری اس کا معنی بیچنا ہوتا ہے اور اشتری کا معنیٰ خریدنا ہوتا ہے کہ انہوں نے بیچ دیا یوسف علیہ السلام کو، اب سمجھیں اس میں دو قول ہیں بعض علماء نے کتابوں میں اور تفاسیر میں تاریخ میں یہ لکھا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر لے گئے تو قافلے والوں نے ان کو معمولی قیمت میں بیچ ڈالا انہوں نے کہا کہ جلدی کرو جان چھڑواؤ کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اصل وارث آجائیں "وَ كَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزَّاهِدِيْنَ" وہ تھے اس میں نکلنے والے یعنی جان چھڑانے والے۔

ایک قول تو یہ ہے "وَشَرَوْهُ" یعنی باعوہ یعنی بیچنے والے کیونکہ اس کے بعد اگلی آیت آتی ہے کہ یوسفؑ کو لیا کس نے عزیز مصر نے اس لئے بعض علماء نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ لے

جانے والے قافلے نے یوسف علیہ السلام کو مصر میں بیچا۔ بخس کا معنی حرام پیسہ بھی ہوتا ہے بخس کا معنی کھوٹا سکہ بھی ہوتا ہے اور دراہم معدودہ کا معنی چند دراہم بعض نے کہا چالیس درہم اور بعض نے کہا کہ بیس درہم میں بیچ دیا۔

اور بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ نہیں جب قافلے والوں نے یوسف علیہ السلام کو کنویں سے نکالا تو جو بڑا بھائی تھا جو ان کے بچانے کی کوشش کر رہا تھا وہ تین دن کے بعد دیکھنے کے لئے آیا کہ اگر یوسف علیہ السلام زندہ ہیں تو ان کو کھانا دوں یا کسی طرح نکال کر اس کو چھپا دوں وہ جب آئے ان کو جب پتہ چلا کہ قافلے والے لے کر گئے ہیں اس نے کہا بھائیوں سے تو بھائی سارے پہنچ گئے کہ یہ تو ہمارا غلام ہے عبد ہے ہم سے بھاگ کر گیا ہے تم نے کیسے اس کو پکڑ لیا قافلے والوں نے کہا کہ بھائی عقل کرو ہم نے تو بھاگتا ہوا غلام نہیں پکڑا۔ ہم نے تو اسے کنویں سے نکالا ہے اگر تمہارا غلام ہے تو تم نے اس کو کنویں میں ڈال دیا تھا انہوں نے کہا زیادہ بحث نہ کرو ہم اس غلام سے ویسے ہی تنگ ہیں تم نے خریدنا ہے؟ قافلے والوں نے کہا ہم لیتے ہیں کہا کہ ٹھیک ہے قیمت بتاؤ کیونکہ اب بھائی بھی جان چھڑانا چاہتے ہیں ان کا مقصد بھی یہ تھا کہ بھائی کنویں سے تو نکل گیا ہم مار بھی نہ سکے اب قافلے والے لے کر جا رہے ہیں چلو ہم سے تو دور ہو گیا۔

کتنے پیسوں میں بیچا؟

تو ان بھائیوں نے یوسفؑ کو بیچ ڈالا بِمَنٍ بخس یعنی بالکل معمولی کی قیمت لے کر نا قدری قیمت لے کر دراہم معدودہ اگر بہت کم پیسے ہوں تو ان کو دراہم بھی نہیں کہا جاتا جیسے ہم کہتے ہیں گنے چنے پیسے۔

اس لئے بعض علماء نے کہا کہ انہوں نے چالیس درہم میں سودا کیا دس بھائی تھے چار

چار درہم یوسف علیہ السلام کے ان کو مل گئے بعض کہتے ہیں کہ بیس درہم میں انہوں نے بیچا دو دو درہم لیکر یوسف علیہ السلام سے جان چھڑالی اب یہ قافلے والے یوسف علیہ السلام کو لے کر مصر میں پہنچے۔

لڑکے لڑکیاں غلام بیچے جاتے تھے

اور اس دور میں مصر میں باقاعدہ مارکیٹیں ہوتی تھیں، بازار ہوتے تھے جہاں غلام لڑکے، لڑکیوں کی باقاعدہ منڈیاں بجتی تھیں اور اس میں بیچے جاتے تھے اور اس میں شعراء اور بڑے بڑے لوگ آتے تھے تاکہ خریدار زیادہ مائل ہوں۔

اور اس طرح جو لڑکیاں بیچی جاتی تھیں ان کو ناچ گانا وغیرہ یہ سب چیزیں سکھلائی جاتی تھیں کیونکہ وہ قوم اس دور میں بھی بڑی ایڈوانس تھی جیسے آج آپ کی قومیں کہتی ہیں کہ چھری کانٹا ہو یہ چھری کا نشاز لیخا کے دور میں بھی تھا " و اعتدت کُلَّ واحدةٍ مِنْهُنَّ سِكِيناً "اس نے ہر ایک کو چھری کانٹا پکڑایا کہ اس سے کھاؤ متکاً میز لگائی، کرسی لگائی وہ اتنے آگے تھے یہ جو ہماری لڑکیاں آج ڈانس رہی ہیں وہ سیکھ رہی ہیں وہ تو اس دور میں بھی سیکھتی تھیں جیسے اب ہم ترقی کر رہے ہیں، اب ہم ایڈوانس ہو رہے ہیں۔

ہم بھی ماڈرن ہو گئے اور نئی دنیا میں آرہے ہیں ہماری ترقی اور حقوق انسانی اب تو ماشاء اللہ مسلمانوں کی لڑکیاں مقابلہ حسن میں آرہی ہیں اور جیت رہی ہیں، ہم نے ترقی کی، کہاں پہنچ گئے ہم پر ہم فخر کرتے ہیں کہ اگر کوئی ہاتھ سے روٹی ہے۔ کھائے تو اس کو بڑی حقارت سے دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں یہ دیکھو دقیانوسی ملا ہے اور انگلیاں گندی کر کے بیٹھا ہے یار اس کو کھانے کی تہذیب بھی نہیں ہیں، چھری ہے، کانٹے ہیں، ٹیبل ہے۔ تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ تو یوسف علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کی بات ہے تم تو زمانہ جاہلیت کی طرف جا رہے ہو یعنی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزاروں سال پہلے ان کے پاس یہ تہذیب موجود تھی۔

حسن یوسفؑ کی شہرت

اس لئے تہذیب مصر میں لڑکیوں کا رقص شامل تھا تہذیب مصر میں لڑکیوں کا خریدنا فروخت کرنا تھا، منڈیاں لگتیں اور ان کے بڑے بڑے نظارے ہوتے جب یوسف علیہ السلام بازار میں آئے تو ان کا غلغلہ ہوگیا کہ اتنا خوبصورت غلام ہے کہ آج تک کسی نے ایسا غلام نہیں دیکھا جیسے روایات میں آتا ہے "لَقَدْ أُوتِيَ شَطْرَ الْحُسْن" کہ اللہ نے ان کو دنیا کا آدھا حسن دیا تھا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آدھا حسن ساری کائنات کو ملا اور آدھا یوسف علیہ السلام کو اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں آدھے حسن سے مراد ہے آدھا حسن آدمؑ یعنی جو آدم علیہ السلام کو اللہ نے جمال دیا تھا اس کا آدھا جمال حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا، کیوں کہ حضرت آدمؑ کا جمال اتنا ہوگا کہ قیامت میں ہر بندہ جب جنت میں جائے گا تو اسی آدم علیہ السلام کے قد و قامت میں جائے گا اور سب سے اول انسان جس کو اللہ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا وہ کتنا خوبصورت ہوگا اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس کو ہاتھوں سے بنایا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ جبکہ یوسف علیہ السلام کے بارے میں تو نہیں آیا کہ اللہ نے ان کو اپنے ہاتھوں سے بنایا۔

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ جمال سے مراد ہے اپنے زمانے میں اپنے دور میں ورنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال یوسف علیہ السلام کے جمال سے زیادہ تھا۔ جس کو سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ زنان مصر نے یوسفؑ کا جمال دیکھا تھا اور اپنے ہاتھوں پہ چھریاں چلا دی تھیں " وَاللهِ لَوْ رَأَيْنَ جَمَالَ مُحَمَّدٍ قَطعنَ قلوبَهُنَّ " اگر میرے محبوب کا جمال دیکھتیں تو دلوں پر چھریاں پھیر دیتیں جمال تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے

زیادہ تھا۔اس لئے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ نہیں اپنے زمانے میں۔بہرحال اللہ تعالیٰ نے اتنا جمال دیا تھا کہ دیکھنے کی تاب نہیں ہوتی تھی بعض اوقات یوسف علیہ السلام پردہ کر لیتے تھے کہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہوں۔وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ.

حضرت یوسفؑ کو عزیز مصر نے خرید لیا

اللہ پاک قرآن میں فرماتے ہیں الذی اشتراہ جس نے یوسفؑ کو خریدا وہ کون تھا وہ عزیز مصر تھا۔ یاد رکھو اس دور میں عزیز مصر وزیر خزانہ تھا، وزیر مالیات تھا اور اس کی بیوی تھی بعض علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ اس کا نام رائیل ہے اور بعض علماء نے کتب سابقہ کی روشنی میں لکھا کہ اس کا نام زلیخا ہے اصل بات یہ ہے کہ اصل نام اس کا رائیل اور لقب زلیخا تھا لہذا دونوں روایتیں درست نہیں۔اس عورت کا اصل نام رائیل اور لقب زلیخا تھا اور اس وقت کا جو بادشاہ تھا ابو قیس اس کی بہن کی بیٹی تھی اور وزیر خزانہ کی بیوی تھی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے بازار میں اس وقت کے وزیر خزانہ نے خریدا۔

عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو کتنے میں خریدا

بعض علماء فرماتے ہیں کہ جو بیچنے والے تھے۔انہوں نے کہا کہ اے عزیز آپ نے اس کی کیا قیمت لگائی ہے اس نے کہا مانگو کیا قیمت مانگتے ہو اس پر قافلے والوں نے کہا کہ ایک دفعہ تو ہم اس کا وزن کریں گے عطر مشک کے ساتھ اور دوسری دفعہ ہم اس کا وزن کریں گے چاندی کے ساتھ اگر یہ قیمت دو گے تو ہم بیچیں گے ورنہ ہم نہیں بیچتے۔اس نے یہ قیمت ادا

کی اور جب یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے بعد لے گئے تو اپنی بیوی سے کہا کہ یوسف کا بہت زیادہ اکرام کرنا عنی أن ینفعنا ہوسکا ہے کہ اللہ ہمیں اس کے ذریعے بہت زیادہ نفع دے یا چلو وجہ اتنا خوبصورت بچہ ہے کہ اس کو ہم بیٹا ہی بنالیں کیونکہ اصل وجہ یہ تھی علماء نے لکھا ہے کہ جو عزیز مصر تھا وہ عنین تھا یعنی نامرد تھا اس کی اولاد نہیں تھی بڑا آدمی تھا مالدار تھا شادی کر کے اپنی بات پر پردہ ڈالنا چاہتا تھا لیکن اصل میں نامرد تھا وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ اس کی اولاد ہوتی اس لئے اس نے کہا یوسف علیہ السلام ہمارے لئے باعث نفع ہو یا اس کو ہم اپنا بیٹا بنالیں گے۔

حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کے ہاں مرتبہ

اس لئے اللہ فرماتے ہیں کہ بھائیوں نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا اور ہم کنویں سے اٹھا کر سیدھا وزیر خزانہ کے پاس لے آئے ہمارا انتظام دیکھیں کہ دشمن کیا کر رہا ہے اور یوسفؑ کا مولا کیا کر رہا ہے "وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ" اور پھر ہم نے اس طرح سے جمایا یوسفؑ کو زمین میں، اس کو زمین میں تمکین عطا فرمائی، اس کو ٹھہراو عطا فرمایا کہ وزیر خزانہ کے گھر میں پہنچ گئے۔

اور اس کے بعد "وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" اور ہم نے ان کو علم دیا خواب کی تعبیر کا "وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ" اللہ کا حکم ہر چیز پر غالب ہے لوگ نہیں جانتے نہیں سمجھتے اور جب یوسف علیہ السلام آئے۔ اللہ نے ان کو جمال بھی دیا تھا، کمال بھی دیا تھا اور پھر نبی کے بیٹے ہیں کوئی مذاق تو ہے نہیں ایسا حسن نظم کہ عزیز نے کہا یہ جو ہمارا داخلی معاملہ ہے یہ سب تمہارے ذمہ ہے یہ محلات، یہ نظام صفائی، ملازمین اور ان کی تنخواہیں یہ سب تمہارے سپرد ہیں۔

کمال یوسفؑ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس انداز میں یوسف علیہ السلام کی تربیت عطا فرمائی یہ تو اللہ کی حکمت ہے اب اندازہ لگائیں جو کنویں میں قید تھا جو غلام بن کے بک رہا تھا اب مصر کے وزیر خزانہ کے گھر کا سارا نظام اس کے کنٹرول میں ہے اور اتنا اعلیٰ انتظام کیا انہوں نے کہ کہتے ہیں عزیز حیران ہوگیا کہ بچہ ہے سترہ اٹھارہ سال کی عمر ہے اور اتنا ذہین ہے اتنا ہی نظم ونس کو سمجھنے والا ہے کہ ہر ملازم پر اس کی نظر ہے۔

مقام یوسفؑ

"وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَهُ حُكْمًا وَ عِلْمًا" اور پھر جب وہ اپنے کمال رشد کو پہنچے۔

اللہ فرماتے ہیں ہم نے ان کو حکمت بھی عطا فرمایا اور علم بھی عطا فرمایا "وَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ" اور اپنے نیک بندوں کو صالح بندوں کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم جزا دیا کرتے ہیں جیسے ہم نے یوسف علیہ السلام کو اتنا بڑا بدلہ دیا اتنی عزت اور اتنا بڑا مقام دیا ہم نے ان کو ان کا لباس بھی شہزادوں والا، ان کی رہائش بھی شہزادوں والی، اٹھنا بیٹھنا بھی شہزادوں والا والا ان کی والی اٹھنا بھی والا اور پھر داخلی انتظام پورے کا پورا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس۔

ادھر سے حضرت کا یہ مرتبہ اور ادھر سے امتحان کی ایک دوسری کڑی شروع ہوگئی کہ پہلے بھائیوں کی وجہ سے امتحان میں آئے۔ خدا کی شان اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر بڑے بڑے عجیب امتحان آتے ہیں پہلے بھائیوں کی وجہ سے اتنے بڑے امتحان سے گزرے کہ اللہ کے نبی حضرت یعقوبؑ گھر میں بیٹھے آنسو بہا رہے ہیں اور اپنے بھائی قتل کے ارادے سے

لے آتے ہیں بھائی مارتے ہیں بھائی جنگل کے غیر آباد کنویں میں پھینک کر چلے جاتے ہیں پھر اور ابتلا آتا ہے کہ ایک نبی کا بیٹا ہو کر غلام بن گیا یہ کوئی معمولی بات نہیں کہ کسی کو غلام بنا لیا جائے نبی کا بیٹا غلام ہو اور غلام ہو کر بازاروں میں بکے اب اللہ نے رحمت فرما کر جگہ دیدی، سکون آیا تو اب جناب بی بی زلیخا کا امتحان شروع ہو گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر عجیب ابتلاء کے دور سے گزرے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کے بکنے کی مالیت کیا تھی

اب جناب جب قافلے والے لے گئے تو انہوں نے جا کر مصر کے بازار میں یوسف علیہ السلام کی بولی لگائی اور اس دور میں مصر میں باقاعدہ بازار لگتے تھے جہاں لڑکے لڑکیاں غلام جاریہ سب فروخت ہوتے تھے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بھی بڑی بولی لگی اتنا خوبصورت اتنا جمال کہ بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ بولی لگائی کہ یوسف علیہ السلام کو ایک پلڑے میں کھڑا کر دو اور ایک پلڑے میں ہم مشک برابر وزن کر کے دیتے ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں ایک طرف یوسف علیہ السلام کو کھڑا کر دیں اور ایک طرف خالص حریر (ریشم) کا کپڑا برابر کا وزن میں لے لو۔

اور بعض نے کہا کہ بھائی ایسا کرتے ہیں کہ ایک طرف یوسف علیہ السلام کو کھڑا کریں اور ایک طرف چاندی وزن کر لیں تو بہر حال یہ تو سارے اقوال ہیں کہ جس کو قرآن پاک نے ذکر نہیں کیا کہ کتنے میں بیچے گئے اور کتنے میں خریدے گئے، قرآن پاک نے وہ واقعہ بیان کیا ہے کہ پہلے جو بھائیوں نے بیچا وہ دراہم معدودہ تھے۔

مصر میں مہنگے دام یوسفؑ کو خریدنے والا

اب جب یوسف علیہ السلام کو بیچا گیا تو سب سے زیادہ جو بولی لگانے والا تھا وہ عزیز مصر

تھا اس زمانے میں مصر میں عمالقہ قوم کی حکومت تھی اس زمانے میں جو بادشاہ تھا وہ تھا زیان ابن ایسل۔ اور عزیز مصر کے دو نام آئے ہیں کتابوں میں قطفیر یا اطغیر لیکن وہ کہلاتا تھا عزیز مصر جیسے یہاں کہلاتے ہیں وزیر خزانہ، وزیر تجارت پھر تو نام کوئی نہیں لیتا وزیر داخلہ، وزیر خارجہ تو وہ بھی وزیر خزانہ عزیز کہلاتا تھا۔ اصل نام اس کا قطیر یا قطفیر تھا اور اس کی بیوی کا نام زلیخا یا رائیل تھا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ رائیل نام تھا اور زلیخا اس کا لقب تھا۔

انہوں نے سب سے زیادہ بولی دی اور خریدا اب اس کو قرآن پاک ذکر فرماتا ہے "وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِنْ مِصْرَ لِامْرَأَتِهِ اكْرِمِي مَثْوَاهُ" کہ جس نے خریدا مصر میں یوسفؑ کو اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ یوسف علیہ السلام کا خصوصی خیال رکھو "عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا" کہ ہوسکتا ہے یہ بچہ ہمارے نفع کا ذریعہ بن جائے اس نے دیکھا کہ اتنا ذہین ذکی۔

خاندان ابراہیمی کا حسن

اور پھر یوسف علیہ السلام جن کے بارے میں صحیح روایات میں آتا ہے کہ اعطی شَطْرَ الحسن وجدته السدس. صحیح روایات میں آتا ہے کہ اللہ نے یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا تھا اور حسن کا چھٹا حصہ آپ کی دادی کو ملا تھا۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام یعقوبؑ کے بیٹے اور یعقوب علیہ السلام اسحاقؑ کے بیٹے، اور اسحاق علیہ السلام ابراہیم خلیلؑ کے بیٹے جو اسحاقؑ کی والدہ بی بی سارہؑ ہیں وہ بھی اپنے زمانے میں سب سے زیادہ خوبصورت عورت تھیں۔

کیا یوسف علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین تھے

لیکن اس کے ساتھ ایک بات یاد رکھیں کہ اللہ نے یوسف علیہ السلام کو جمال عطا فرمایا اور اگر نصف جمال ملا یوسف علیہ السلام کو اور نصف جمال ملا کائنات کی تمام مخلوقات کو تو اس کا

مطلب یہ ہوا کہ وہ ہمارے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جمال میں زیادہ ہوں۔ تو اس لئے ایک مسئلہ سمجھ لیں مفسرین محدثین نے علماء نے اللہ ان کی محنتوں کو قبول فرمائے انہوں نے کئی جواب دیتے ہیں کہ جزوی فضیلت بھی کلی فضیلت کو متاثر نہیں کر سکتی کیا معنی ایک آدمی میں ایک فضیلت ہوتی ہے اللہ نے داؤد علیہ السلام کو آواز دی اب ان کی آواز کا اتنا حسن تھا اتنا اس میں تاثیر تھی اتنا اس میں درد تھا جب آپ زبور پڑھتے تھے تو اڑتے ہوئے پرندے بھی رک جاتے تھے ایک خاص چیز ہے اللہ نے عطا کی اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ کو سے اللہ علیہ السلام کو صفت صبر سے نوازا اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے مختلف انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو خاص ایک ایک چیز فرمائی۔

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن مبارک

اس لئے کسی نے بڑا خوب کہا ہے کہ اللہ نے حسن تو یوسف علیہ السلام کو بھی دیا اللہ نے کمال تو موسیٰ کو بھی دیا اگر ان تمام کمالات کا مجموعہ دیکھا جائے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں جیسے صفت حیات حضرت عثمانؓ میں زیادہ تھی صفت قضا یعنی فیصلہ کرنے کی قوت حضرت علیؓ میں زیادہ تھی۔ حق کے لئے شجاعت اور سختی حضرت عمرؓ میں زیادہ تھی لیکن مجموعی طور پر جو فضیلت حاصل ہے وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جو افضل بعد رسول اللہ ہیں حاصل ہے۔ اس لئے آپ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ایک طرف ہم صرف جمال کو دیکھیں تو یہ ایک جزوی فضیلت ہے جو ہمارے آقا کی کلی فضیلت کو مانع نہیں ہو سکتی۔ نقصان نہیں دے سکتی۔

میرے مدنی میں صرف جمال نہیں جمال بھی ہے کمال بھی ہے جلال بھی ہے رحمت بھی ہے خلق عظیم بھی ہے وہ تو مجموعہ ہیں خوبیوں کا کہ کائنات حسن جب پھیلی تو لامحدود تھی۔ اور جب سمٹی تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر رہ گئی۔

ایک دوسری بات یاد رکھیں علماء نے فرمایا ہے کہ حسن دو قسم کا ہوتا ہے ایک ہوتا ہے حسن صباحت اور ایک ہوتا ہے حسن ملاحت حسن صباحت کا معنی کیا ہوتا ہے بھائی خوبصورتی ہے، رنگ ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بالکل سفید تو نہیں ہے ہلکا سا سانولا پن بھی آتا ہے ہلکا سا گندمی رنگ بھی آتا ہے لیکن اس ملاحت میں جو کشش ہے وہ صباحت میں نہیں ہوتی یعنی آج کے دور میں بھی آپ دیکھ لیں جو ٹھنڈے علاقے ہوتے ہیں وہاں کے لوگ گورے ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح ایک چھوٹی سی مثال عرض کر دوں کیونکہ آپ مکہ میں رہتے ہیں مکے میں رہنے والے آدمی کو ہر ملک کی قوم سے واسطہ پڑتا رہتا ہے ہر ملک کی قوم سامنے سے گزرتی رہتی ہے آپ مصر کے لوگ دیکھیں ماشاء اللہ بہت خوبصورت ہیں لیکن جو سوڈان کے لوگوں کے چہرے میں کشش ہے وہ مصر کے لوگوں کے چہروں میں کشش نہیں ہوگی وہاں صرف سفیدی ہوگی لیکن یہاں کے لوگ کالے تھے تو درمیان میں اللہ نے ایک ملاحت پیدا کر دی تو یہ قدرتی بات ہے فطری بات ہے جو کشش اس میں ہوتی ہے وہ عام گورے رنگ میں نہیں ہوتی۔

اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے حسن میں صباحت تھی اور میرے مدنی ﷺ کے حسن میں ملاحت تھی اس لئے ایک وجہ سے حضور ﷺ کا جمال زیادہ ہو گیا اور تیسری بات یاد رکھیں یہ قاعدہ ہے عربی کلام میں جب متکلم کلام کرے الحسن یوسف علیہ السلام کو آدھا حسن دیا گیا۔ خود شامل نہیں ہوتا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أعطی یوسفُ شَطْرَ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماسوا کیونکہ متکلم بھی شامل نہیں ہوتا متکلم جب بات کرے گا کہ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں وہ خود شامل نہیں ہوتا۔

اور چوتھا جواب علماء کرام نے یہ دیا ہے کہ ایک ہوتا ہے حسن منقسم اور ایک ہوتا ہے حسن مطلق غیر منقسم کیا مطلب ایک ہوتا ہے کہ کوئی چیز ہے وہ قابل تقسیم ہے مثلاً میرے پاس میں ریال ہیں اب یہ قابل تقسیم ہیں ایک ایک ریال دوں تو آدمیوں کو آجائیں گے اور اگر دو دو ریال دوں تو دس آدمیوں کو مل جائیں گے پانچ پانچ ریال دے دوں تو چار آدمیوں کو آجائیں گے قابل تقسیم ہیں اب اگر میں سخاوت کرنا چاہوں تو عینک کیسے تقسیم کروں گا۔ یہ تو نا قابل تقسیم چیز ہے کہ یہ تو ساری دے دوں دوں کسی کو اب میں کہوں نہیں جناب آدھی آپ لے لیں اور آدھی یہ رکھ لیں کیا کرینگے بیچارے رسی ڈال کے ایک آنکھ پر لگائیں گے۔

اسی طرح ایک حسن و جمال ہوتا ہے منقسم قابل تقسیم اور ایک جمال ایسا ہوتا ہے جو نا قابل تقسیم ہوتا ہے انہوں نے کہا یوسفؑ تو اس حسن سے حصہ لے رہے ہیں جو منقسم تھا اور محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن غیر منقسم ہے اس کو تو شامل کرنے تھا اور یہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس کو کیسے شامل کیا جا سکتا ہے وہ تھا ہی حسن مطلق غیر منقسم تھا کہ جس کی تقسیم اللہ نے کی ہی نہیں کہ کسی کو دیا ہو۔

حضور ﷺ جیسا نہ پہلے نہ بعد میں

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال سب سے زیادہ ہے جیسے انہوں نے کہا وہ تو سب مل کر جمع کریں لیکن محمد مدنی ﷺ اکیلے کو اللہ نے اتنا حسن دیا ہے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں لم ار قبلہ و لا بعدہ مثلہ حضور جیسا جمال میں نے نہ پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں کسی

کا دیکھا اور اسی طرح حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کان افلج الاسنان کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کے درمیان میں تھوڑا تھوڑا فاصلہ تھا ایک تو ہوتا ہے کہ دانت بالکل جڑے ہوئے، دانتوں کے درمیان میں کوئی فاصلہ ہے ہی نہیں ایک ہوتا ہے کہ دانت بالکل برابر خوبصورت لیکن درمیان میں فاصلہ ہے۔

دانتوں کے درمیان سے نور ظاہر ہوتا تھا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانت مبارک کے درمیان میں فاصلہ تھا إِذَا تَكَلَّمَ يُرَى النُّوْرُ مِنْهَا اور جب حضور صلی اللہ علیہ ہو وسلم بات فرماتے تو نور کی شعائیں ہوتی تھیں اندر سے نور ظاہر ہوتا تو یہ جمال کسی کو نہیں ملا کسی بھی شکل میں۔

چاند سے بھی زیادہ حسین تھے

اور اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گزر رہے تھے اور چودھویں کا چاند آسمان پر تھا فرماتے ہیں "فجعلت انا انظر الیہ والی القمر فھو عندی احسن من القمر" میں کبھی چاند کو دیکھتا تھا کبھی حمد مدنی ﷺ کے چہرے کو دیکھتا تھا۔ خدا کی قسم میرے نبی ﷺ کے چہرہ کا مقابلہ چاند کا نور بھی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت عائشہؓ کے نزدیک حضور ﷺ کا حسن

اسی لئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں ایک تو لوگوں کا سورج ہے اور ایک میرا سورج ہے "لنا شمس وللآفاق شمس" ایک میرا سورج ہے ایک لوگوں کا سورج ہے لوگوں کا سورج صبح طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج طلوع ہی رات کو ہوتا ہے یعنی جب اندھیرا چھا جاتا ہے

دنیا کا سورج بے نور ہو جاتا ہے میرے مدنی کا سورج چمک اٹھتا ہے۔

اسی طرح بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں ہم گھر میں کوئی کام کر رہے ہوتے کوئی سلائی کر رہے ہوتے کوئی کپڑا سی رہے ہوتے اور اتفاق سے اندھیرا ہے لائٹ تو ہوتی نہیں تھی دیئے جلائے جاتے تھے اور کبھی دیا جلانے کے لئے نہ تیل ہوتا تھا نہ گھی اب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات فرماتے اتنی روشنی ہوتی کہ ہم سوئی اٹھا لیتے تو یہ جمال جمال محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی جمال نہیں کر سکتا۔

رخ مصطفیٰ ہے وہ آئینہ　کہ اب ایسا آئینہ
نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

یہ تو ایسا جمال ہے کہ جس کا تصور ہی نہیں۔

عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو پہچان لیا

لیکن حضرت یوسفؑ کا جمال بھی تمام دنیا میں سب سے زیادہ ہے ”اعطی شَطْرَ الْحُسن“ تو جب عزیز مصر نے دیکھا کہ ایسا جمال کہ آدمی کا چہرہ اس کی ذہانت پر، اس کی قابلیت پر، اس کی متانت پر، اس کی بردباری پر، اس کے عالم ہونے پر، اس کے جاہل ہونے پر دلالت کرتا ہے چہرہ سب سے بڑی اس کی دلیل ہے کہ آدمی چہرہ دیکھ کر فوراً اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ آدمی ذہین ہوگا یا یہ آدمی غبی ہوگا۔ خاص طور پر عرب لوگ اس قیافے میں بہت ماہر ہوتے ہیں یہ اتنے ماہر ہوتے ہیں قیافے کے کہ آپ حیران ہو جائیں گے ایک دفعہ پرانی بات ہے میں ریاض میں گیا ایک بازار سے میں گزر رہا تھا ایک بوڑھا بدو بالکل خالص دیہاتی وہ اٹھا اور

بڑی محبت سے مجھے ملا اس کے بعد اس نے مجھے اپنی دوکان پر بٹھایا قہوہ وغیرہ بھی پلایا۔

عرب میں چہرہ شناسی

عرب فیاض ہوتے ہیں عربوں میں تو اللہ نے جواہر رکھتے ہیں اور اس کے فوراً بعد مجھے پوچھا کہ باب العمرہ میں ایک جگہ ایک عالم ہیں پاکستانی وہ درس دیتے ہیں اور پگڑی باندھتے ہیں تم ان کے لڑکے تو نہیں ہو میں نے کہا کہ تم جانتے ہو ان کو انہوں نے کہا ہاں باب العمرہ سے نیچے اترو تو ان کا بہت بڑا حلقہ ہوتا ہے اور وہ اپنے اس پاکستانی لباس میں ہوتے ہیں اور کہا کہ تم ان کے بیٹے ہو میں نے کہا ہاں میں نے کہا تمہیں کیسے پتہ لگ گیا ہے کہنے لگا میں نے ان کی ناک دیکھی تھی اور تمہاری ناک دیکھ کر اندازہ لگایا کہ اسی کے بیٹے ہو۔ اب اندازہ کریں یہ ہے عرب میں کمال۔

حضرت اسامہؓ کی اپنے باپ سے مشابہت

اسی لئے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے بارے میں بہت سے لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تہمت لگاتے تھے کہ اسامہ حضرت زیدؓ کے بیٹے معلوم نہیں ہوتے کوئی کچھ کہتا اور کوئی کچھ کہتا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت اسامہؓ اور حضرت زیدؓ یعنی دونوں باپ بیٹے حرم میں سو رہے تھے اور کپڑا چھوٹا پہنا ہوا تھا پاؤں پر ڈالتے ہیں تو سر ننگا ہو جاتا ہے سر پر ڈالتے ہیں تو پاؤں ننگے ہو جاتے ہیں انہوں نے پاؤں ننگے رہنے دیے اور سر پر کپڑا لے لیا تو ایک عرب کا دیہاتی گزرا جو قیافہ شناس تھا جب اس نے پاؤں کو دیکھا تو کہ بعضھم من بعض معلوم ہوتا ہے کہ باپ بیٹے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا آپ بڑے خوش ہوئے یہ نہیں کہ قیافے کی بات ضرور مانی جائے لیکن ان کافروں کے نزدیک قیافہ حجت تھا ہمارے

نزدیک چاہے حجت نہ ہو۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے کہ چلو اعتراض کرنے والوں کو تو جواب مل گیا تصدیق ہوگئی کہ قیافہ شناس کہہ رہا ہے کہ یہ دونوں آپس میں ملتے ہیں اور یہ فطری بات ہے کہ بہت بڑے بڑے قبیلوں میں بڑی بڑی قوموں میں خاص طور پر ایک علامت آتی ہے اور وہ علامت چلتی رہتی ہے پورے قبیلے میں اور قبیلہ اس سے پہچانا جاتا ہے تو یہ اللہ کی شان ہے۔

حضرت یوسفؑ کے کمالات

اب حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا آخر وزیر تھا کوئی چھوٹا بچہ تو نہیں تھا اس نے پہچان لیا کہ اس میں کوئی نہ کوئی جوہر ہے۔

اس لئے سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے جب ان کے والد ناراض ہونے لگے تو ان کی والدہ نے کہا ابوبکر کے ابا ابوبکر سے کچھ نہ کہنا ان ابني هذا له شان یہ میرا بیٹا کچھ بنے گا۔ اب جناب عزیز مصر نے کہا اس کا خیال رکھنا خصوصی نگہداشت خاطر مدارات کرنا یہ ہمارے لئے ہوسکتا ہے کوئی نفع کا ذریعہ بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں کیونکہ وزیر خزانہ کا بیٹا کوئی نہیں تھا لاولد تھا بلکہ بعض کتب میں آتا ہے وہ نامرد تھا اولاد کے قابل نہیں تھا بس قرآن نے صرف اتنا کہا:۔

"عَسٰى أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْأَرْضِ وَ لِنُعَلِّمَهُ مِنْ تَأْوِيْلِ الْأَحَادِيْثِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى أَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ"

اللہ فرماتے ہیں اس طرح سے ہم نے یوسفؑ کو ٹھکانہ دیا یہ لوگ سوچ رہے ہیں کہ ایک طرف پکڑ رہے ہیں تھوڑے سے پیسوں میں بیچ رہے ہیں، بازاروں میں بولیاں لگ رہی ہیں لیکن اللہ کی تقدیر اپنے فیصلے کر رہی ہے کہ کیسے ہم نے اس کو مصر پہنچاتا ہے کیسے ہم نے اس کو

وزیر کے گھر میں داخل کرنا ہے کیسے ہم نے اس کو علم دیتا ہے کہ کیسے بات کی جاتی ہے کیسے مخاطب کیا جاتا ہے۔ کیسے ہم نے ان کو تعبیر الرویا کا علم عطا فرمانا ہے۔

اللہ فرماتے ہیں: ''وَ لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَهُ حُكْمًا وَ عِلْمًا ''جب یوسف علیہ السلام اپنے کمال عقل کو پہنچے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ تیس سال اور اکثر علماء فرماتے ہیں کہ چالیس سال اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کو علم بھی عطا فرمایا اور حکمت بھی عطا فرمائی اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہیں سے اشارہ ہے نبوت کا کہ ہم نے ان کو ہم بھی دیا اور علم بھی، ''وَ كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْن ''اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صرف یوسفؑ پر موقوف نہیں ہم اپنے صالح بندوں پر اسی طرح احسان کیا کرتے ہیں کہ ہم نے ان کو علم بھی دیا اور ہم نے ان کو حکم بھی دیا۔

اب یوسف علیہ السلام نے چند دنوں کے اندر وزیر کے سارے گھر کا نظام اپنے کنٹرول میں لے لیا اور وزیر حیران ہو گیا کہ اتنی اچھی طرح یوسفؑ میرے گھر کا انتظام چلا رہے ہیں۔

زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے عشق

اب یوسف علیہ السلام کے لئے ایک اور امتحان شروع ہوا اور وہ امتحان یہ تھا کہ امراۃ العزیز کے دل میں یوسف علیہ السلام کے حسن نے جمال نے اتنا اثر کیا کہ وہ نعوذ باللہ حضرت یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو گئی اور بہلانے کے لئے اس نے حربے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔

قرآن کہتا ہے ''وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ إِنَّهُ رَبِّيْ أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ''اب اللہ کے قرآن کو سمجھیں قرآن کہتا ہے ''وَ رَاوَدَته ''معنیٰ ہوتا ہے کسی کو بہلانا کسی کو پھسلانا کسی کو اپنی طرف مائل

کرنا ''وَ رَاوَدَتْهُ'' یہ باب مفاعلہ ہے اور جب باب مفاعلہ ہو تو دونوں طرف سے ہوتا ہے ایک طرف سے نہیں ہوتا کیا مطلب ضاربہ یعنی اس نے بھی مارا اس نے بھی مارا دونوں نے ایک دوسرے کو مارا خاصمه فلا تمه اس نے بھی کے مارے اور اس نے بھی کے مارے تو فلا تمہ ہو گیا۔

جب بھی مفاعلہ کا وزن آئے گا تو دونوں طرف سے ہو گا تو قرآن کہتا ہے ''وَ رَاوَدَتْهُ'' یعنی عزیز کی بیوی نے بھی پھسلایا اور یوسف علیہ السلام نے بھی یہ تو دونوں طرف سے ہوا کیونکہ لفظ قرآن میں ''وَ رَاوَدَتْهُ'' ہے راودت ہے مراودہ سے مراودہ باب مفاعلہ ہے تو اللہ کے قرآن کی اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

عصمت انبیاءؑ اور قرآن پر کفار کا ایک اعتراض

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم تو قرآن پڑھ کر چلے جاتے ہیں لیکن دشمن ایسا نہیں کرتا وہ تو باتیں ڈھونڈتا رہتا ہے۔ ہم نے زیادہ سے زیادہ قرآن تبرک کے لئے پڑھنا ہوتا ہے کہ صبح کو منزل پڑھ لو پیسے اچھے مل جاتے ہیں روزی میں رزق میں برکت ہو جاتی ہے۔ ہم تو اس لئے قرآن پڑھتے ہیں یا کوئی بندہ مرنے لگے تو پڑھتے ہیں تا کہ بندہ جلدی مر جائے اور اگر کوئی بڑا آدمی ہے تو قبر پر بھی بیٹھ کر پڑھتے ہیں کہ چلو مرنے والا تو مر گیا لیکن ہماری تو ایک مہینے کی روزی بنا گیا چار حافظوں کو تو روٹی ملتے رہے گی پھر انہوں نے قرآن پڑھنا ہے تو ان کو کھانا بھی مانے اچھا دینا پڑتا ہے لیکن دشمن تو قرآن پڑھتا ہے اعتراض کے لئے وہ تو قرآن میں ایک لفظ بھی مل جائے تو طوفان کھڑا کر دیتے ہیں۔

کفار پوری دنیا کو کہتے ہیں کہ مسلمان کیسے کہتے ہیں کہ نبی معصوم ہوتے ہیں قرآن کہتا

ہے راو دتہ اس نے بھی بہلایا اور اس نے بھی بہلایا۔ آپ کا کیسے دعوئی ہے کہ اللہ کے نبی پاک ہوتے ہیں اور یہ کہتے ہیں ایک پیغمبر جو آپ کے نزدیک نبی ہے جب وہ ایک عورت کو بہلا پھسلا سکتا ہے تو ہماری کیا حیثیت ہے۔ ہم بھی بہلا پھسلا سکتے ہیں ہم سے بھی ایسی بات ہوسکتی ہے۔

جواب

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں یہاں لفظ تو ہے راو دتہ لیکن محاورات عرب میں کبھی کبھی لفظ مفاعلہ ہوتا ہے لیکن دونوں جانب سے نہیں ہوتا ایک جانب سے ہوتا ہے لیکن وزن مفاعلہ ہوتا ہے جیسے کوئی حاکم یا بادشاہ کہے عاقبت اللص میں نے چور کو سزا دی تو اس کا معنیٰ یہ تو نہیں کہ چور نے مجھے بھی سزا دی وہاں بھی باب مفاعلہ ہے لیکن ایک طرف سے ہے دو طرف نہیں ہے۔

اسی طرح عرب کے محاورات میں ہے ''داویت المریض ''میں نے مریض کو دوائی دی اس کا علاج کیا یہ بات تھوڑی ہے کہ اس نے مجھے دوا پلائی میں نے اسے دوا پلائی اس لئے کہ یہاں مفاعلہ ہے تو یہاں ایک طرف سے ہے یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ مفاعلہ ہو اور دونوں طرف سے ہوا ایک جواب یہ اپنے ذہن میں رکھ لیں کہ مفاعلہ اکثر دونوں طرف سے ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی ایک طرف سے بھی ہوتا ہے جیسے صیغہ انعل الفضیل معنیٰ تو یہ ہوتا ہے کہ یہ سب سے اچھا ہے جیسے آپ کہیں بنیان تو یہ بھی اچھا ہے لیکن یہ سب سے اچھا ہے لیکن کبھی کبھی افعل التفضیلا اپنے معنیٰ میں نہیں ہوتا۔

سوال

جیسے آپ روز اذان میں کہتے ہیں اللہ اکبر، اللہ اکبر تو افعل التفضیل ہے اللہ سب سے بڑا ہے تو کیا مطلب ہے کہ بڑے کے ساتھ چھوٹے بھی ہیں یہی تو کافر بھی کہتے ہیں کہ بڑا ہے لیکن یہ سارے چھوٹے چھوٹے اسی کے ہیں۔

جواب

اس لئے یہاں اکبر جو ہے افعل تفضیل اپنے معنی میں نہیں بلکہ بمعنی کبیر ہے اور اس کا معنیٰ اللہ کی کبریائی اور بڑائی کا اعتراف ہے یہ معنیٰ نہیں کہ بہت بڑا ہے یہ معنیٰ نہیں کہ اس سے کوئی بڑے اور چھوٹے بھی ہیں اس معنیٰ میں وہ استعمال ہی نہیں ہے۔

اصل اعتراض کا دوسرا جواب

اس لئے یہاں سمجھ لیں کہ رَاوَدَتهُ مفاعلہ تو ہے لیکن ایک جانب اور اس کا ایک اور جواب جو علماء محققین نے دیا ہے وہ اور بھی لطیف ہے وہ کہتے ہیں ایک طرف ہوتا ہے فاعل اور ایک طرف ہوتا ہے سبب، فاعل نہ ہو تو سبب نہیں ہوگا سبب نہ ہو تو فاعل نہیں ہوگا تو دو چیزیں تو ہوگئیں۔

بات کو سمجھیں کہ اگر قرآن کی ایک آیت سمجھ لو تو دس پارے پڑھنے سے بہتر ہے دس پارے پڑھ جائیں اور سمجھ ایک آیت کی بھی نہ ہو تو اس کا وہ فائدہ نہیں اچھا وہ کیا معنی ہے مثلا عاقبت اللص میں نے چور کو سزا دی عاقبت معاقبہ سے ہے تو چور میں سبب تو ہے چوری کا تب اس کو سزا ملی تو دونوں طرف سے کچھ ہوگیا ایک طرف سے فاعل ہوا اور ایک طرف سے سبب ہوا داویت المریض ہم نے مریض کو دوا دی، مریض تھا تو دوا دی ورنہ کس کو دوا پلاتے اس

مرض سے دوا پلانا ہوگیا مرض سبب بنا دونوں کا عمل دخل ہوگیا ایک طرف سبب ہوگیا ایک طرف سے وہ پلانا ہوگیا۔

اب قرآن کو مجھیں رَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا امرأۃ العزیز کا کام پھسلانا ہے لیکن سبب تو حسن یوسفؑ ہے اگر یوسفؑ اتنے حسین نہ ہوتے بھی اتنے بڑے وزیر کی بیوی ہو کر اپنے غلام کے ساتھ کوئی بات کرتی کہ اس نے ایک غلام کو اہمیت دے دی جو خریدا ہوا ہے ان کے نزدیک حضرت یوسفؑ غلام تھے خرید ہوئے اور آپ جانتے ہیں کہ خریدے ہوئے غلام کی کیا حیثیت ہوتی ہے۔

بعض ملکوں میں لوگ عورتیں بیچ دیتے ہیں پیسے دے کر شادی کرتے ہیں اس بیچاری کی ساری زندگی کی کیا قیمت ہوگی کوئی بارات لے کر نہیں گیا تھا لیکن تمہیں لینے کے لئے میں نے تمھیں خریدا ہے لہٰذا جو میں کہوں گا تمہیں کرنا ہوگا جب خریدی ہوئی بیوی کی کوئی عزت نہیں تو خریدے ہوئے غلام کا کیا مقام ہوگا۔

اس لئے اصل سبب جو تھا وہ حسن یوسفؑ تھا تو اب دونوں طرف سے آگیا ایک طرف سے اس کا پھسلانا اور ایک طرف سے سبب جمال یوسف وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وہ جس عورت کے گھر میں رہتے تھے اس نے بہلایا پھلایا۔

اللہ تعالیٰ عورت کا نام لینا پسند نہیں کرتے

اللہ نے عورت کا نام نہیں لیا کیونکہ عورت کی عزت کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ عورت کا نام لینا بھی شرعاً جائز نہیں الا بضرورۃ کوئی مجبوری ہے ٹھیک ہے جیسے کہ بی بی مریمؑ کا اللہ نے نام لیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کدھر کریں اس لئے عیسیٰ ابن

مریم وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مریم (سورہ مریم) حالانکہ اور پورے قرآن میں اللہ نے عورت کا ذکر نہیں فرمایا ماسوائے بی بی مریمؑ کے کسی پیغمبر کی بیوی کا نام نہیں لیا ''ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا امْرَأَتَ نُوْحٍ وَامْرَأَتَ لُوْطٍ فرعون کی بیوی يٰنِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ يَا دَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ. کسی جگہ نام نہیں وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا نام کا اور آج کل آپ دیکھیں کہ دشمن نے ایک ایک چیز کا کتنا گہرا مطالعہ کیا ہے اور آج کل سب سے بڑا اعزاز ہی یہ ہوتا ہے کہ عورت کا نام باقاعدہ لکھا جائے اور نام کے ساتھ اسے بلایا جائے اور پھر نام بھی ڈھونڈ ڈھونڈ کے رکھے جاتے ہیں۔

اس لئے نہیں ڈھونڈتے کہ نبی کی بیٹیوں کے نام اور بیویوں کے نام رکھ لیں مقصد یہ ہے کہ ایسے نام ڈھونڈیں گے کہ جن میں جدت بھی ہو اور جن میں تازگی بھی ہو جس میں حسن و لطافت کی تاثیر بھی ہو اور جس نام کے لینے میں کشش بھی ہو۔ حالانکہ اسلام کہتا ہے کہ عورت کے تو نام پر بھی پردہ ہے حالانکہ کتنی بڑی بات ہے کہ وہ نعوذ باللہ اللہ کے نبی کو ٹڑی سے اتارنا چاہتی ہے لیکن قرآن پھر بھی نام نہیں لیتا حالانکہ اتنا بڑا اجرم کر رہی ہے۔

زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے عشق

قرآن نے پھر بھی پردہ ڈالا کہ وَ رَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ'' اب پہلے تو اس نے بہلایا پھسلایا کہ ہر وقت بن سنور کے ان کے سامنے آنا اور ان کے ساتھ پیار لطافت کی باتیں کرنا بار بار یوسف علیہ السلام کو دیکھنا اور ہر انداز سے اس نے دیکھا کہ اب کام نہیں بنتا کہ یوسف علیہ السلام پر تو اثر ہی نہیں ہوتا۔

قابو کرنے کیلئے ایک داؤ

بہر حال جب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام پر سارے داؤ حسن کے جمال آزما لئے تو ایک دن اس نے کہا اچھا اب میں طاقت سے کام لوں گی اقتدار سے لوں سے کام لوں گی اقتدار تو پھر اندھا ہوتا ہے اس نے حضرت یوسفؑ کو بلایا اور اپنی ملازمہ جو خواتین کام پر تھیں ان کو سمجھا دیا بڑے آرام ہے کہ جوں جوں یوسف علیہ السلام گزرتے جائیں آپ دروازے بند کرتی آئیں کیونکہ محلات کے تو دروازے ہوتے ہیں وہ کوئی ایک دروازہ تھوڑا ہوتا ہے مین دروازہ ہے پھر اندر آئیں گے پھر دالان ہے پھر صحن ہے پھر آپ اندر جا رہے ہیں یہ تو شاہی محلات ہیں دروازے بند کرتے جائیں کہ آج تو میں نے یوسفؑ کو موقع ہی نہیں دینا۔ اس لئے قرآن کہتا ہے: وَ غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ اور یہ نہیں کہا غَلَقَت ' بلکہ غلقت سختی کے ساتھ اور جب دروازے بند ہو گئے اب بالکل کھل کر آ گئی اور کہا هَيْتَ لَكَ یوسف اب تو آؤ میرے پاس اب تو میری بات مان لو۔

حضرت یوسفؑ کا جواب

لیکن اللہ کے نبی نے فوراً فرمایا "قَالَ مَعَاذَ اللهِ" اللہ کی پناہ کیا کہہ رہی ہو "انه رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّلِمُوْنَ۔

انه ربی ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے کہ وہ میرا اللہ جس نے مجھے اتنا اچھا ٹھکانہ دیا کہ مجھے بھائیوں نے تو کنویں میں ڈال دیا لیکن قدرت نے مجھے بچا کر یہاں محلوں میں پہنچایا اب میں اپنے اللہ کی نعمت کا یہی شکر ادا کروں۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان ربی ضمیر راجع ہے عزیز مصر کی طرف تو معنی یہ ہے کہ وہ میرا سردار جس نے مجھے خریدا ہے اس نے کہا تھا اَكْرِمِي مَثْوَاهُ

کہ اس کو بہتر ٹھکانہ دینا اس نے مجھے گھر دنیا ٹھکانہ دیا عزت دی اپنے گھر کا مجھے انچارج بنا دیا اب میں اس کی عزت پر ہاتھ ڈالوں اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ تو پکی بات ہے کہ ظلم کرنے والے بھی کامیاب نہیں ہوتے اور اس سے بڑا ظلم کیا ہے کہ نعوذ باللہ اپنے محسن کی بیوی کی طرف ہاتھ بڑھاؤں کیا کہہ رہی ہو۔

ایک مشکل آیت

اللہ کے قرآن پر غور کریں : وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَا أَنْ رَّا بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَ الْفَحْشَاءَ إِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ

پکی بات ہے کہ ارادہ کیا اس عورت نے "وَ هَمَّ بِهَا" اور یوسفؑ نے بھی ارادہ کیا اللہ کے قرآن میں یہ بہت بڑی مشکل آیت ہے لوگوں کے یہاں بہت اختلافات ہیں۔

علماء نے اس ایک آیت پر کتابیں لکھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ بی بی زلیخا نے بھی ارادہ کیا اور یوسفؑ نے بھی ارادہ کیا مقصد یہ ہے کہ اگر نبی بھی اس بات کا ارادہ کرے پھر تو بڑا مسئلہ ہے اللہ معاف فرمائے کہ نبی تو معصوم ہوتے ہیں۔

اشکال کا پہلا جواب

یعنی بی بی زلیخا نے کہا ھیت اور آگے وہ لفظ قرآن نے کہا اس میں لمبی بحثیں ہیں وہ تو میں نہیں کرنا چاہتا اگر ہم اسی آیت کے ابحاث کو ذکر کریں تو پھر آٹھ دس درس اس میں گزر جائیں گے۔ اس لئے میں خلاصہ عرض کر دیتا ہوں یاد رکھیں کہ ایک تو لفظ ہے ہم اور ایک ہے حاجس ایک ہے خاطر ایک ہے حدیث نفس اور ایک ہے عزم یہ مراحل ہوتے ہیں ان میں سب سے پہلے ہم پھر ھم سے بنا ہے حاجس، حاجس کے بعد خاطر، خاطر کے بعد

حدیث نفس، حدیث نفس کے بعد اب عزم۔

ھم گناہ نہیں

تو یاد رکھیں ھم سب سے کم درجہ ہے اس لئے کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اتنے درجے کا ھم ہو تو گناہ نہیں ہوتا کہ خیال کا دل میں آنا اور کسی وسوسہ کا دل میں گزر جانا وہ تو عیب ہے ہی نہیں وہ گناہ نہیں ہے اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں ہم آیا یا خیال آیا تو ایک وسوسہ کی حد تک ہے وہ اللہ کے ہاں بھی قابل مواخذہ نہیں ہے پھر ہم اس کا تصور کیوں کریں کہ یوسف علیہ السلام سے گناہ ہوا گناہ تو ہوا ہی نہیں یہ تو ھم ہے۔

صرف ایک جواب یہ یاد رکھیں کہ بھائی وہ تو حاجس خاطر نہیں بنا وہ حدیث نفس بھی نہیں بنا وہ عزم بھی نہیں بنا وہ تو صرف ھم تھا اور کم سے کم درجہ وہ ھم ہے۔

دوسرا جواب

اور دوسری بات یاد رکھیں ایک حدیث مبارک ہے میرے آقا سرکار دو جہاں ھم بحسنة جب انسان اپنے دل میں کسی نیکی کا ہم کرے ارادہ کرے اللہ تعالیٰ فرشتے کو کہتے ہیں لکھ لو وہ عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اس نے کیا کی جما تو نہیں ہے ارادہ ہی کیا ہے کہ آج رات جلدی سو جائیں گے صبح کی نماز حرم میں پڑھیں گے حرم کی جماعت کا جو مزہ آتا ہے وہ عام مسجد کی جماعت کا نہیں آتا نماز پڑھ کر جلدی آجائیں گے لیکن نماز حرم میں پڑھیں گے۔ اب اگر نہیں جا سکا اللہ فرماتے ہیں ارادہ تو کیا ہے آپ نے دیکھا ہے تبلیغی جماعت والے بزرگ جب آتے ہیں جب لوگوں کو تیار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ چلو بھائی نیت تو کرلو نیت کرلو وقت لگانے کی، نہ جانا کیونکہ نیة المؤمن خیر من عمله نیت ہی اچھی ہوتی ہے اور نیت میں ہی ثواب ملنا شروع ہو

جاتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ فرماتے ہیں فرشتے سے میرے بندے نے ہم کیا ہے چاہے نہیں کر سکا نیکی لکھ دو اور اگر کرے تو پھر دس گنا لکھ دو اگر اسی ہم پر عمل کر کے نیکی کرے مَنْ جَاءَ بالحَسَنةِ فَلَهُ عَشْرُ امثالِهَا دس گنا لکھ دو مَنْ هَمَّ بالسيئة اس نے برائی کا خیال کیا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ لکھو کیوں اس نے برائی کی تو نہیں اور اگر کرے تو ایک لکھو اچھا برائی کا خیال کیا پھر چھوڑ دیا اللہ فرماتے ہیں یہ بھی نیکی لکھ لو کہ دل میں خیال تو آیا تھا اس کے برائی کا لیکن پھر میرے خوف سے چھوڑ دیا لہذا یہ نیکی ہوگئی۔

بعض فرماتے ہیں اگر ہم بھی ہو اور اس کے بعد یوسف علیہ السلام نے اس پر عمل نہیں کیا تو وہ بھی نیکی لکھی جائے گی لہذا یوسف علیہ السلام کا اس میں کیا گناہ ہے دو باتیں۔ ؎

تیسرا جواب

تیسری بات یہ یاد رکھیں جو ہمارے اکابر علماء کی تحقیق بھی ہے اور عقیدہ بھی ہے کہ اللہ تعالی کے تمام انبیاء ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہیں ہم نبیوں کو معصوم مانتے ہیں اگر اللہ کے نبی سے گناہ ہوتا تو کیا دکمن چھوڑ دیتے۔ وہ تو اللہ کے انبیاء کی نیکیوں کو بھی نعوذ باللہ غلطیاں بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ اللہ کے نبی معصوم ہیں پاک ہیں بڑے گناہوں سے بھی پاک ہیں اور چھوٹے گناہوں سے بھی پاک ہیں۔

ہم اور ارادہ کا فرق

گناہ کا ارادہ بھی گناہ ہے گناہ کا خیال آگیا۔

تو یہ گناہ نہیں کیونکہ خیال میں کسب نہیں اور ارادہ میں کسب ہے مثلاً یہ ارادہ کرے کہ میں فلاں عورت سے زنا کروں گا فلاں شخص کی چوری کروں گا فلاں کی تذلیل کروں گا تو یہ سب گناہ ہے اور لکھا جاتا ہے اور اگر اس ارادہ پر عمل نہیں کیا تو نہ کرنے کا اس کو ثواب ملے گا کیونکہ خیال کے آنے میں اور گناہ کے ارادہ کرنے میں فرق ہے ارادہ کا معنیٰ یہ ہے کہ میں اس پر عمل بھی کروں گا اس کو عربی میں عزم کہتے ہیں۔ اس لئے ہم، خاطر، حدیث نفس، گناہ نہیں ہیں لیکن عزم گناہ ہے۔ (مستفاد از مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف۔ امداد اللہ)

حضرت یوسفؑ نے ہم کیا ہی نہیں

ہمارے علماء فرماتے ہیں سمجھیں "وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ" تحقیق بی بی زلیخا نے تو ھم کیا یہ جملہ مکمل ہوگیا، بی بی زلیخا نے تو ارادہ کیا اس کا ارادہ ظاہر ہے اب آگے پھر پڑھیں وَ هَمَّ بِهَا لَوْ لَا کے لئے ہے کہ یوسفؑ بھی ارادہ کرتے اگر برہان رب نہ دیکھ چکے ہوتے کیونکہ برہان رب دیکھ چکے تھے انہوں نے ارادہ بھی نہیں کیا "وھمَّ بِھَا لَوْ لَا آن را برھان رب" اگر اللہ کی برہان، دلیل ان کے سامنے نہ ہوتی وہ بھی کم کر بیٹھتے لیکن چونکہ ان کے سامنے برہان رب ہے اس لئے انہوں نے ھم بھی نہیں کیا۔

یوں سمجھ لیں آخر ان کو علیحدہ ذکر کرنے میں کوئی تو حکمت ہے ورنہ اللہ پاک یوں فرما دیتے وَ لَقَدْ هَمَّا دونوں نے ارادہ کیا یہ کیا بات کہ ایک کو الگ ذکر کر رہے ہیں اور دوسرے کو علیحدہ ذکر کر دیتے ہیں یعنی اللہ فرماتے ہیں وَ لَقَدْ بِهٖ واوَ کی بھی ہے لام ابتدائیہ بھی ہے قد حرف تحقیق بھی ہے اور آگے نہ لام ہے نہ قد ہے اور نہ واوَ ہے ہم بھا اور جب معطوف علیہ آجائے تو لازما کوئی مغایرت ہوگی معلوم ہوا کہ دونوں کے ھم میں کوئی فرق ہے۔

آیت کا صحیح معنیٰ

اس لئے علماء فرماتے ہیں وَ لَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَ هَمَّ بِهَا بی بی نے بھی ارادہ کیا، یوسف نے بھی ارادہ کیا۔ بی بی نے پکڑنے کا یوسف نے بھاگنے کا بی بی نے گناہ کرنے کا یوسف نے بچنے کا دونوں کے ارادے میں فرق ہے اس کا اپنا ارادہ تھا اور یوسف کا اپنا ارادہ تھا۔ دونوں کے ارادے میں فرق ہے قرینہ کیا ہے قرینہ صاف ہے کہ یوسفؑ بھاگ رہے ہیں بی بی کا دروازے بند کرنے کا ارادہ ہے اور یوسفؑ کا دروازے کھولنے کا اب زلیخا کی نیت واضح ہے کہ

اس کا ہم کیا تھا اور یوسف علیہ السلام کا ہم کیا تھا۔

اس لئے علماء نے کہا ہے و لقد ھمت بہ ٹھیک ہے لیکن یوسف علیہ السلام کا اپنا ارادہ ہے اور اس کا اپنا ہے یہ معنیٰ نہیں کہ نعوذ باللہ انہوں نے بھی گناہ کا ارادہ کیا تھا۔

قصہ گو لوگوں کا جھوٹا الزام

بعض لوگوں نے اللہ معاف فرمائے اتنی غلط باتیں لکھ دیں انہوں نے کہا کہ یوسف علیہ السلام زلیخا کے قریب آ گئے دونوں نے کپڑے اتار دیئے اور وہ ایک مرد کی طرح بیٹھ گئے ۔جس طرح ایک مرد اپنی بیوی کے نزدیک بیٹھتا ہے حضرت یعقوبؑ کی تصویر نظر آئی پھر اٹھ گئے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ، یہ یہودی روایات ہیں جو اللہ کے پیغمبروں کو مطعون کرنا چاہتے ہیں اللہ کے نبی تو اس بات سے پاک ہوتے ہیں کہ غیر محرم عورت کے ساتھ کپڑے اتار کر بیٹھ جائیں جیسا کہ خاوند بیٹھتا ہے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ اللہ کے نبی تو معصوم ہوتے ہیں پاک ہوتے ہیں وہ بھی ایسے کام نہیں کرتے۔

حقیقت کا اعتراف

تیسری بات آپ اصولاً ایک بات سمجھ لیں اس قصے میں کون ہیں ایک زلیخا ایک اس کا خاوند عزیز مصر اور ایک یوسف ہیں اور ایک ہے شیطان چار۔ اگر آپ کسی مقدمے کی سماعت کریں گے جو ان کے ساتھ متعلقہ لوگ ہیں پہلے ان سے بات کریں گے یوسف علیہ السلام سے بات کریں گے ھی راوَدَتْنِي عَنْ نفسی وہ کہتے ہیں کہ اس نے مجھے پھسلانے کی کوشش کی میں نے نہیں، یوسف بھی کہہ رہے ہیں عزیز مصر یعنی زلیخا کے خاوند سے پوچھتے ہیں کہ آپ بتلائیں سارا واقعہ آپ کے سامنے آیا وہ کہتے ہیں یُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ ھذا یوسف اس بات کو

چھوڑو وَ اسْتَغْفِرِیْ اے زلیخا تمہارا گناہ ہے تم معافی مانگو وہ بھی کہہ رہا ہے کہ یوسفؑ پاک ہے۔ شیطان بھی کہتا ہے یا اللہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلِصِيْنَ جو تیرے خاص بندے ہیں ان پر میرا بس چلے گا اور اللہ فرماتے ہیں إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْن یوسفؑ تو ہمارے خالص بندوں میں سے تھے۔ شیطان کا بس بھی وہاں نہیں چلا۔ شیطان کہتا ہے کہ میں بھی وہاں کچھ نہیں کرسکا۔ اچھا باقی بچ گئی امرارۃ العزیز اب جب یوسف علیہ السلام باہر آئے اور بات کھل گئی الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهٖ حق بات کھل گئی اب چھپانے کی کیا ضرورت ہے وہ تو میں نے بہلانے پھسلانے کی کوشش کی یوسف علیہ السلام نے تو کچھ نہیں کیا تو جب سارے دلائل اس طرف آجائیں کہ اللہ کے نبی معصوم ہیں تو پھر ایک لفظ کو دیکھ کر نعوذ باللہ اس پر خود باتیں گھڑنا شروع کردیں یہ کتنا غلط ہے۔

شیطان کہتا ہے کہ مخلصین پر میرا بس نہیں چلتا اللہ کہتا ہے کہ یوسف مخلصین میں ہے اس کا خاوند یوسفؑ کو کہتا ہے کہ آپ چھوڑیں اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم توبہ کرو خود وہ عورت کہتی ہے کہ اب تو سب کو پتہ چل گیا ہے میں اقرار کرتی ہوں کہ میں نے غلطی کی تھی یوسفؑ نے غلطی نہیں کی جب یوسفؑ سے پوچھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے تو غلطی نہیں کی هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَفْسِيْ اتنی گواہیوں کے بعد اللہ کے پیغمبروں کے بارے میں کیا تھوڑا سا بھی گمان رکھا جاسکتا ہے کہ ہاں جی ان کو بھی خیال آیا تھا۔ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں اللہ کے نبی ہمیشہ پاک ہوتے ہیں۔

ایک بہترین مثال

ایک اور بات بھی یاد رکھ لیں ایک ہوتا ہے فطری طور پر کسی چیز کا فطری فعل اپنی زبان میں کہتے ہیں نیچر یعنی فطرت اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے روزہ ہوا ہو۔ اور شدید گرمی ہو

اور آپ اسی شدید گرمی میں دھوپ سے آئیں اور جب آپ گھر کے کمرے میں داخل ہوں تو سامنے فریج میں بہترین شربت کی بوتلیں جام شیریں رکھا ہوا ہو ایک لمحہ کے لئے آپ کا خیال پانی کی طرف جائے گا یا نہیں جائے گا یہ تو فطرت ہے حالانکہ آپ کو دیکھنے والا کوئی نہیں آپ علیحدہ کمرے میں کھڑے ہیں پانی ہے گلاس ہے سب کچھ ہے شدت کی پیاس بھی ہے لیکن آپ نہیں پیتے اسی پر تو آپ کو اجر ملتا ہے۔

بعض علماء نے فرمایا اصل بات یہ ہے کہ جمال بھی ہے قوت بھی ہے اور کمال بھی ہے جوانی بھی ہے اب کسی طور پر فطری طور پر "ھم" آ بھی سکتا ہے لیکن پھر بھی یوسفؑ کا نہ کرنا یہ تو کمال تھا مثلاً ایک آدمی نامرد ہے وہ کہے کہ میرے ساتھ ساری رات عورت لیٹی رہی میں نے گناہ نہیں کیا۔ وہ تو گناہ کر نہیں سکتا کون سی بہادری ہے بہادری تو تب ہے کہ قوت ہے جوانی ہے لیکن اللہ سے ڈرتا ہے اسی لئے بعض علماء نے فرمایا اگر ہم صرف لفظ عمر کو اتنی معنی میں مان لیں کہ فطرت اور نیچر کا تقاضا ہے کہ جیسے روزہ دار کو پیاس کی شدت میں پانی کا خیال تو آتا ہے لیکن اس نے پانی نہ اٹھایا نہ پیا تو اس میں گناہ کا کیا تصور ہے۔

برہان کی تفسیر

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا کوئی گناہ نہیں لَوْ لَا اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ ربه اگر اس نے اپنے رب کا برہان نہ دیکھا ہوتا تو برہان کیا ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ آپ نے یعقوب علیہ السلام کی صورت دیکھی اور بعض علماء کہتے ہیں جب دیوار پر سامنے نظر پڑی تو یہ لکھا ہوا دیکھا "وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا" اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر پڑی تو سامنے عزیز مصر کو دیکھا اور بعض علماء نے لکھا جب زلیخا نے سارے

دروازے بند کر دیئے اس کے کمرے میں ایک بت رکھا تھا اس پر زلیخا نے کپڑا ڈالا۔ یوسف علیہ السلام نے پوچھا ما ذَا تَفْعَلِیْنَ یَا زَلِیْنَا یوسف علیہ السلام نے کہا کیا کر رہی ہے زلیخا نے کہا یہ میرا خدا ہے یوسف علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم اس پتھر کے خدا سے ڈر رہی ہو وہ خدا جو مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے میں اس سے نہ ڈروں معاذ اللہ، اللہ کی پناہ کیا کر رہی ہو تو یہ ہے برھان رب۔

اصل بات یاد رکھیں برہان رب سے مراد وہ نبوت وعلم ہے جو آپ پہلے پڑھ چکے، چکے ہیں اٰتَیْنٰهُ حُکْمًا وَ عِلْمًا برہان رب یہ تھا کہ آپ گناہ کو گناہ سمجھتے تھے نیکی کو نیکی مجھے تھے حق وحق سمجھے تھے باطل کو باطل سمجھے تھے کہ اللہ نے انکو نبوت دی تھی نبوت سے بڑا برہان رب اور کیا ہو سکتا ہے۔

جب نبوت تھی تو معصومیت تھی جب معصومیت تھی تو عصمت تھی اس لئے یہ بات کہنا کہ یعقوب آگئے اور دیوار پر لکھا آگیا اس کی ضرورت کیا ہے وہ تو اللہ کے نبی ہیں لَوْ لَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ کَذٰلِکَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَ الْفَحْشَاءَ. سوء کہتے ہیں چھوٹی غلطی فحشاء کہتے بڑی غلطی اب قرآن پر غور کریں پھر قرآن کا لطف لیں کَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَ وَ الْفَحْشَاءِ

اس لئے ہم نے چھوٹی برائی اور بڑی برائی کو یوسفؑ سے پھیر دیا۔ یہ نہیں کہ یوسف بڑھ رہے تھے ہم نے یوسف کو پھیر لیا۔ یوسف تو بڑھ ہی نہیں رہے تھے انسه مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ کیونکہ وہ میرے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے وہ میرے نبی تھے اور جن کو میں نبوت کے لئے چن لیتا ہوں تو میرے چناؤ میں کوئی خامی نہیں ہوتی۔

سات حضرات عرش کے سایہ میں

ایک حدیث مبارک میں ہے میرے آقا کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

دنیا میں سات انسان ہیں سَبعَة يظلهم الله في ظله في ظل يوم لَا ظِلَّ إِلَّا ظلّه الحديث (بخاری مسلم) سات شخص ہیں جو قیامت والے دن اللہ کے عرش کے سائے میں ہوں گے جب کوئی سایہ نہیں ہوگا: ان میں امام عادل ۔(بادشاہ ہو اور عادل ہو، انصاف کرنے والا) وہ بھی اللہ کے سائے میں ہوگا۔

و رجل قلبه معلق بالمساجد اور وہ آدمی جس کا دل مسجد سے لگا ہوا ہو۔ اور اسی طرح سے وہ شخص شَابٌ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ عز و جل وہ جوان جو پیدا ہونے کے بعد اللہ کی عبادت اور دین پر لگا ہوا ہے وہ بھی قیامت والے دن اللہ کے سائے میں ہوگا۔

اور فرمایا رَجُلانِ تَحَابَّا في الله اجتمعا على ذلك وتفرقا عليه، وہ دو بندے جن کی آپس میں خالص اللہ کے لئے محبت ہے۔ اسی کی محبت میں ملتے اس کی محبت میں جدا ہو جاتے ہیں اگر کوئی دین کی بات آجائے تو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے اور ہو تو تعلق ختم تو وہ بھی قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالی کے (عرش) کے سائے میں ہوں گے۔ قیامت کے دن جب اور کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ و رجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه اور وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا ہو اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔

اور اسی طرح رَجُلٌ تصدق بصدقة فاخفاها حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينيه ایک آدمی ایسا ہے جو اللہ کے راستے میں خیرات کرتا ہے لیکن اس انداز سے کہ دائیں ہاتھ سے خیرات کرے تو بائیں کو بھی پتہ نہیں لگتا یعنی اتنا چھپا کر دیتا ہے کہ ریا سے بہت دور۔

رَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذات مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ إِنِّيْ أَخَافُ اللهَ عز و جل ایک ایسا شخص جو جوان ہے اور اس کو بلانے والی عورت بڑے مرتبے اور حسن و جمال والی ہے لیکن وہ

کہتا ہے انی اخاف اللہ، میں اللہ سے ڈرتا ہوں یہ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جو اللہ کے سائے میں ہوگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ان لوگوں میں سے ہیں۔

حضرت یوسفؑ کا زلیخا سے بھاگنا

جب زلیخا نے کہا تو آپ نے فرمایا مَعَاذَ اللّٰہِ إِنَّہُ رَبِّيْ أَحْسَنَ مَثْوَايَ اب جب یوسف علیہ السلام دوڑے، قرآن پاک یہ کہتا ہے" وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ وَ قَدَّتْ قَمِيْصَہُ مِنْ دُبُرٍ وَّ الْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ"۔

ایک بات یاد رکھیں قرآن کو سمجھیں یہاں تو ہے الباب. واستبقا الباب۔ دروازہ ایک اور پہلی آیت کہتی ہے وَ غَلَّقَتِ الابواب کہ زلیخا نے دروازے بند کر دیئے۔

ایک سوال اور جواب

یہ جمع ہے ابواب تو علماء کرام نے فرمایا دراصل اس میں کوئی تعارض نہیں ہے اس کا عمل تھا اس کے کئی دروازے تھے جب یوسف علیہ السلام دوڑے ہیں سب دروازوں کی طرف نہیں تو جائیں گے ایک دروازے کی طرف جائیں گے چاہے آپ کے محل کے چار دروازے ہیں لیکن اگر آدمی بھاگے گا تو ایک دروازے کی طرف ہی جائے گا۔

دروازہ کیسے کھل گیا

جب حضرت یوسف علیہ السلام دوڑے تو زلیخا بھی پیچھے دوڑی اور اس نے دامن یوسف کو پکڑا روکنے لئے یوسف علیہ السلام بھاگ رہے ہیں اور قمیص پھٹ گیا لیکن پھر بھی یوسف علیہ السلام بھاگتے جا رہے ہیں۔ اب دروازہ کیسے کھل گیا "وَ غَلَّقَتِ الْاَبْوَاب" کیونکہ وہاں "وَ غَلَّقَتِ الابواب" نہیں ہے وہاں تشدید کے ساتھ ہے اور جب تشدید آئے گی کلما زاد في

المبنی زاد في المعنی جب مبنی میں کوئی حرف بڑھ جائے گا تو معنی میں بھی شدت پیدا ہوگی جیسے آپ کسی کو کہیں فلان قتل فلاں قتل ہوگیا اور اگر قتل کہیں تو معنی ہوگا ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا کیونکہ وہاں تشدید آگئی تو معنی بڑھ گیا جب معنی بڑھ گیا تو معنی بڑھ گیا۔

اس لئے قرآن کہتا ہے "وَغَلَّقَتِ الأبواب" اچھی طرح بند کئے جب دروازے اچھی طرح بند ہیں تو پھر کیسے کھل گئے اب اس کے متعلق مفسرین کرام کے دو قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ اصل میں زلیخا ہی بند کرتی آرہی تھی تو دروازے اندر سے بند کئے گئے تھے باہر سے تو بند نہیں تھے اب اندر سے تو کھل سکتا ہے جیسے اندر سے بند کیا گیا اندر سے کھل بھی سکتا ہے۔ ایک یہ کہ آپ اندر ہیں اور باہر کوئی تالا لگا دے اس کے کھلنے اشکال ہوسکتا ہے لیکن جو بند ہی اندر سے ہے اس میں کیا اشکال ہے۔ اس لئے بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ زلیخا خود ہی دروازے بند کرتی آرہی تھی اور دروازے سارے اندر سے بند تھے تو یوسفؑ دوڑے اس زمانے میں کنڈی یا چینی جو بھی تھی اس کو ہلایا اور دروازہ کھل گیا۔

اور بعض علماء کرام نے فرمایا کہ نہیں یہ بھی اللہ کے نبی کا ایک معجزہ تھا جب اللہ کے پیغمبر دوڑے ہیں تو اللہ کی رحمت سے معجزہ سے جس دروازے کے پاس آئے دروازہ خود بخود کھل گیا۔ یہ بات بھی بعید نہیں یہ بھی ہوسکتا ہے۔

اسی لئے علماء نے یہاں سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ آدمی اگر کسی ایسے معاملے میں مبتلا ہو جائے انسان ہے، کون سا انسان ہے جس پر ایسے ابتلاءات نہیں آتے اس کو چاہئے کہ وہ بھاگے بیٹھ نہ جائے جیسے کہ یوسف علیہ السلام بھاگے۔

یوسفؑ و زلیخا عزیز مصر کے سامنے

جوں ہی بھاگے باہر نکلے آگے عزیز کھڑا تھا وَ اَلْفَیَا سَیِّدَھَا لَدَا الْبَابِ، اب زلیخا پیچھے بھاگتی آرہی ہے اب اس نے دیکھا کہ سامنے شوہر کھڑا ہے زلیخا عورت ہے کہتے ہیں کہ عورت ایسی چیز ہے کہ اس کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

عورت پر بھروسہ نہیں کیا جائے

اس کی وفا یا اس کے عہد و پیمان یا اس کی زبان کا کوئی اعتبار ہوتا تو یوسف علیہ السلام جیسے انسان سے تو بے وفائی نہ کرتی عورت کی فطرت ہے کہ وہ کسی بھی وقت بدل سکتی ہے کیونکہ ناقصات العقل اور ناقصات الدین ہیں آدمی ان پر سو فیصد اعتبار کرے یہ مشکل ہے ہاں اللہ جن کی حفاظت کرے علیحدہ بات ہے۔

آپ دیکھیں" وَغَلَّقَتِ الأبواب "اور ھیت لک یہ سارے اہتمام کرنے والی عورت جو ہے ایک سکینڈ میں بدل گئی قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوْٓءًا إِلَّآ أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۔

اس لئے آپ دنیا میں دیکھیں تجربہ کار لوگ یہ کہتے ہیں کہ عورت جس کے پاس ہوگی اسی کے حق میں بیان دے گی اگر اغواء ہو جائے تو دوست کے حق میں بیان دے گی اور اگر پکڑی جائے تو کہے گی یہ زبردستی اغواء کر کے لے جا رہا تھا اور پھر اس کو موقع مل جائے پھر وہ لے جائے تو پھر اس کے حق میں بیان دے گی۔

اسی لئے انگریز اتنا بڑا بد بخت ہے اس نے قانون میں اتنی لچک رکھی ہے کہ عورت صنف نازک ہے وہ کسی بھی وقت بیان بدل سکتی ہے اگر مرد بیان دے تو اس کو فوراً سزا ہو جائے

گی کہ تم نے جھوٹ بولا مجسٹریٹ کی کورٹ میں ایک دفعہ بیان ہم نے ریکارڈ کئے تھے۔اوراب آپ پھر رہے ہیں کیسے ہوسکتا ہے لیکن عورت پھر جائے کوئی مسئلہ نہیں ہائیکورٹ میں بیان دیدے پھر سپریم کورٹ میں تبدیل کر دے کوئی بات نہیں وہ کہتے ہیں کہ صنف نازک ہے اسی لئے زن، زر، زمین کے لئے قانون ہے ہی نہیں یہ اسی کا ہے جس کے ہاتھ میں ہو عورت ہے وہ کہے میں اپنی مرضی سے آئی تھی میرے دوست ہیں کوئی جرم نہیں زمین جس کے قبضہ میں ہے چاہے نام کسی کا ہو وہ قابض ہے دولت بھی جس کے ہاتھ میں آجائے۔

مثلاً آپ کا ایک لاکھ ہے میں نے لے لیا آپ کیا ثابت کر سکتے ہیں یہ میرا ہے کسی آدمی کو سارے نوٹوں کے نمبر یاد رہیں گے۔

تیمورلنگ کا لطیفہ

اس لئے ایک لطیفہ ہے تیمورلنگ گزرا ہے وہ بادشاہ لنگڑا تھا پاؤں سے لنگڑا تھا بادشاہ بن گیا اس کی ایک کنیز جس کا نام دولت تھا اتفاق کی بات ہے بادشاہوں کو کبھی بھی موقع ملتا ہے نیزوں کے دیکھنے کا وہ بیچاری آنکھوں سے نابینا ہوگی ایک دن وہ بادشاہ کے سامنے آگئی تو بادشاہ نے پوچھا یہ کون ہے اور پھر اتفاق پہچانا اور کہا کہ تم میری دولت ہو اس نے کہا جی ہاں۔ اس نے کہا دولت اندھی ہوگئی اس نے کہا اگر دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کو کیسے ملتی۔

زلیخا کی چالاکی

تو اس لئے یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا کوئی آدمی بھروسہ نہیں کر سکتا فوراً بدل گئی ما جزاء من اراد با ھلک سوء ا۔اس آدمی کی سزا کیا ہے جو تیرے گھر کے ساتھ بات کو کتنی اہمیت دے رہی ہے جو تیری بیوی کے ساتھ حالانکہ کہنا تو یہ تھا کہ جو میرے ساتھ مَنْ اَرَادَ نی

لیکن پھر اس بات کو اہمیت دے رہی ہے مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوئًا تیرے اہل کے ساتھ برائی کا سوچ رہا تھا اور فیصلہ بھی خود سنا دیا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ہاں یہ ہے اسے قید میں ڈالا جائے یا پھر اسے دردناک سزا دی جائے۔

اب یہاں دو چیزوں پر غور کریں کہ عورت کتنی شاطر ہوتی ہے اسی لئے بعض روایات میں آتا ہے النساءُ حَبَائِلُ الشَّيْطَنِ عورتیں شیطان کے جادو اور جال ہیں جب چاہے کسی رسی کے ساتھ بڑے بڑے نیک پارسا لوگ ایک نظر میں ختم ہو جائیں جہاں دنیا کی کوئی چیز اثر نہ کرے وہاں عورت اثر کر جائے گی بڑے بڑے لوگ برباد ہو گئے۔

یہ کہا کہ یہ برائی کا ارادہ کر رہا تھا میں تو پاک ہوں اچھا پھر خیال آیا تو یوسف علیہ السلام کو بھی بچانے کی کوشش کی "إِلَّا أَن يُسجَن" یہ نہیں کہا مار وقل کر دو کوئی آدمی کسی کی بیوی پر ہاتھ ڈال رہا ہو تو اس کو قتل کیا جاتا ہے۔ یہ تھوڑا ہے کہ اس کو جیل بھیجا جاتا ہے لیکن فوراً آگے جیل کا کہہ دیا اِلَّا اَنْ یُسجن کہ کہیں جلدی میں آ کر عزیز قتل کا فیصلہ نہ صادر کر دے تو چلو یوسف قتل نہ ہو قید میں ہو گا ہم بھی کسی وقت دیکھ لیں گے زندگی ہے موقع مل سکتا ہے۔ اگر قتل ہو گیا تو پھر کیا بنے گا اور پھر یہ نہیں کہا وَ جَعَلْهُ من المسجونين عمر قید نہیں بلکہ تھوڑی بہت قید کچھ عرصے کے لئے جیل بھیج دو إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ کو مقدم کر دیا اور عَذَابٌ اَلِیم کو مؤخر کر دیا یہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ یوسفؑ کو کوڑے لگیں۔

اسی سے آپ اندازہ لگائیں کہ عورت کتنی چالاک ہے اس فن میں وہ کتنی ماہر ہے۔

قرآن کی گہرائی کی مثال

اسی لئے اللہ کے قرآن میں آپ دیکھیں اور غور کریں جہاں اللہ نے چور کی سزا کا ذکر کیا

ہے ”وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا“ چور مرد ہو یا عورت، اللہ نے مرد کو مقدم کیا عورت کو مؤخر کیا اور جہاں زنا کا ملہ ہے الزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ یہاں اللہ نے فرمایا زانیہ یا زانی مرد یہاں عورت کو مقدم کر دیا مرد کو مؤخر کر دیا۔

مفسرین نے لکھا کہ اس میں حکمت یہ تھی کہ چوری کے لئے تو طاقت کی ضرورت ہے بہادری کی ضرورت ہے مار کھانے کی ضرورت ہے زنا کے لئے تو نخرے اور ناز کی ضرورت ہوتی ہے وہ عورت میں زیادہ ہوتا ہے وہاں عورت کو مقدم کیا اور چوری کے لئے قوت کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مرد کو مقدم کیا۔

عورت بہت بڑا فتنہ ہے

جہاں زنا کے شائبے ہوتے ہیں جب تک عورت کی طرف سے گرین سگنل نہ ملے تو کچھ بھی نہیں ہوتا بس یہ سارا فتنہ اسی کی طرف سے ہوگا آپ نے ٹیلی فون کیا اور آگے تھوڑی سی بات نرم ہوئی جو لوگ عیار ہوتے ہیں وہ سمجھ جاتے ہیں میں اجنبی آدمی ہوں غیر عورت ایسے انداز سے میرے ساتھ بات کر رہی ہے یہ کیا ہوں کر رہی ہے اس کا مطلب ہے کہ عورت ٹھیک نہیں ہے وہ فوراً تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے تو قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔ اس لئے عورت بہت بڑا فتنہ ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت فرمائی ”إِيَّاكُمْ وَ فِتْنَةَ النِّسَاءِ“ خبردار عورتوں کے فتنے سے محفوظ رہنا یہ اتنا بڑا فتنہ ہے کہ جن ماں باپ نے اپنا پیٹ کاٹ کر مزدوریاں کر کے چکیاں پیس کر لوگوں کے گھر میں جھاڑو دے کر لوگوں کی گندم کی فصل گرمیوں میں کاٹ کر اپنے بچوں کو پڑھا کر ڈاکٹر بنایا شادی ہوتی ہے عورت کہتی ہے کہ ماں باپ کے

ساتھ نہ رہو کہتا ہے ٹھیک ہے جی میری باپ سے نہیں بنتی ہر وقت لڑائی اچھی نہیں ہوتی۔

جنہوں نے جنا ہے پیٹ میں رکھا ہے ان کو چھوڑ دیتا ہے چار دن کے تعلق سے اور عورت بھی اتنی کم عقل ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ جس نے اپنے ماں باپ کو میرے لئے چھوڑ دیا ہے فکر نہ کر تجھے بھی چھوڑے گا کسی دن چاہے دیر سے یا صویر سے لیکن وہ وقت ضرور آئے گا جب تم نے اس کو ماں سے جدا کیا ہے۔ اللہ تم سے بھی جدا کرے گا تم پر بھی وقت آئے گا۔ جیسے ماں تڑپتی ہے تم بھی تڑپو گی ایک آدمی کو ماں نے پیٹ میں اٹھایا ہے دودھ پلایا ہے سینے پر لٹایا ہے اور وہ جب چھوٹا تھا بستر پر پیشاب کرتا تو بچے کو خشک جگہ پر لٹا کر ادھر خود لیٹی ہے کہ کہیں میرے بچے کو سردی نہ لگ جائے آج ایک عورت کے نخرے میں آ کر اپنے ماں باپ کو ٹھکرا رہا ہے تم کوئی اوپر سے اتری ہو یہ سب سے بڑا فتنہ ہے ایاکم و فتنۃ النساء۔

آدمی اپنی عزت پر حرف نہ آنے دے

یوسفؑ جیسا جمال ہو اور عورت کا یہ حال ہو کہ خود دروازے بند کر کے بلا رہی ہو لیکن شوہر کو دیکھتے ہی بدل گئی۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام بولے "قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ الْكَذِبِيْنَ" یہ غلط کہہ رہی ہے "هِيَ رَاوَدَتْنِي" اس نے مجھے پھانسنے کی کوشش کی ہے میں نے نہیں کی۔

اس لئے علماء کرام نے لکھا ہے ایک مقام آجاتا ہے جہاں انسان کی عزت و آبرو پر حرف آرہا ہو پھر آدمی خاموش نہ رہے اپنی صفائی دے بات کرے عزت و آبرو ایسی معمولی چیز نہیں ہوتی کہ آدمی چپ کر جائے۔

علماء نے لکھا ہے کہ انسان کیلئے جان ہے یا ایمان ہے۔ جب عزت کا مسئلہ آئے تو آدمی

جان دے دیتا ہے اور جب ایمان کا مسئلہ آئے تو پھر سب کچھ لٹا دیتا ہے۔

اس لئے یوسف علیہ السلام خاموش نہیں رہے کیونکہ اب خاموش رہنا اقرار کرنے والی بات ہے اگر آدمی خاموش ہو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ الزام اس نے تسلیم کر لیا قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا"۔

زلیخا کے خلاف کس نے گواہی دی

اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے اہل میں سے اور علماء نے لکھا ہے مِن اَهْلِها سے مراد زلیخا کے خاندان کا آدمی ہے عزیز کے خاندان سے نہیں بلکہ زلیخا کے خاندان کا آدمی تھا یعنی شہادت بھی ایسی کہ گھر کا آدمی۔

اب شاہد کے بارے میں یاد رکھیں دو قول ہیں مفسرین کرام رحمہم اللہ اجمعین کے ایک قول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ بڑا آدمی تھا ان کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا زلیخا کا رشتہ دار تھا۔ تعلق رکھتا تھا زلیخا کا رشتہ دار تھا کیونکہ عزیز کے ساتھ آرہا تھا تو صاف ظاہر ہے کہ عزیز کا جوش وغضب اس کو بھی نظر آیا اس نے عزیز کو کہا کہ فیصلہ کرنے سے پہلے بات کو تو سمجھو جلد بازی کیوں کر رہے ہیں۔

حالت شیر خوارگی میں کتنے بچے بولے تھے

بعض علماء نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ ایک چھوٹا سا بچہ تھا عزیز مصر چونکہ اول تھا اس لئے پیار سے بھی چھوٹے بچے کو اٹھا لیتا تا کہ اس کی تسلی رہے چھوٹا بچہ بول پڑا اسی طرح روایات میں آتا ہے کہ چھوٹے بچوں کا بولنا ایک تو ابن مشاتہ کا تھا یعنی فرعون کی بیٹی کی جو بال بنانے والی تھی اس کے بچے نے بات کی۔ مشاتہ عورتوں کے بال سنوارنے والی یعنی مصر کی عورتیں

آپ اندازہ کریں وہ اس وقت بیوٹی پارلر کرتی تھیں۔آپ تو اب بنا رہے ہیں وہ ثقافت وتمدن میں اتنا آگے تھیں۔

اس کے چھوٹے بچے نے بول کر فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان بچائی ایک تو وہ بچہ بولا تھا۔

حضرت جریجؒ کا قصہ

اسی طرح آتا ہے حضرت جریجؒ اللہ کے بہت عابد بندوں میں اولیاء اللہ بندوں میں گزرے ہیں حضرت جریجؒ نماز پڑھ رہے تھے ماں بلانے کے لئے آئی اس نے کہا جریج جریج انہوں نے سوچا ماں تو بلا رہی ہے میں اللہ کی نماز کیسے توڑ دوں اب ماں نے ایک دفعہ بلایا دو دفعہ بلایا تین دفعہ بلایا تو جب حضرت جریج نے نماز نہ توڑی تو ماں کو غصہ آگیا اور کہنے لگی اللھم لا تمتہ حتی یری وجہ المومسات کہ اے اللہ اس کو موت نہ آئے اس وقت تک جب تک یہ گندی عورتوں کا منہ نہ دیکھے۔

ماں باپ کی دعا کیوں جلدی قبول ہو جاتی ہے

منہ سے نکل گیا ماں کے اور ماں باپ کی بدعا تو ایسے لگتی ہے جیسے گولی لگتی ہے یعنی اس کے خطا جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یعنی ماں باپ جب اولاد کو بددعا دیں سمجھو پھر لگ گئی کیونکہ والدین اولاد کیلئے کبھی بدعا نہیں کرتے جب بدعا کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اضطرار کے آخری درجے میں پہنچے ہوتے ہیں اور اَمَّنْ یُجِیبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَیَکْشِفُ السُّوءَ اور مضطر کی دعا کو قبول کرنے کا اللہ نے وعدہ فرمایا ہوا ہے تو ماں نے بددعا کر دی۔

تتمہ قصہ

اچھا خدا کی قدرت کا کرنا ایسا ہوا کچھ عرصہ گزرا حضرت جریج اپنے عبادت خانے سے باہر ہی نہیں جاتے تھے اتنے عابد تھے کہ چوبیس گھنٹے میں کچھ آرام کرلیا تھوڑا سا کھالیا عبادت کرتے رہتے لوگ کہتے بڑا عابد زاہد ہے ایک عورت تھی اس نے کہا عابد زاہد کی کیا بات ہے اگر آپ چاہتے ہیں تو میں اس کی عبادت وغیرہ سب کو اڑا دیتی ہوں انہوں نے نہیں نہیں وہ ایسا آدمی نہیں جو تمہارے چکر میں آجائے اس نے کہا کمال کرتے ہو عورت کے چکر سے کون بچ سکتا ہے انہوں نے کہا اچھا ٹھیک ہے تو وہ عورت بھی اپنے وقت کا فتنہ تھی حسن تھا جمال تھا اس نے حضرت جریج کے نزدیک رہنا شروع کر دیا بزرگوں کو دھوکا دینے کیلئے پھر یہ لوگ تعویذ کے بہانے آتے ہیں تعویذ لینا ہے حضرت سے پھونک مروانی ہے پانی پڑھوانا ہے وہ مولویوں کے پاس پیروں کے پاس پیسے دینے کے لئے تھوڑے آتے ہیں اگر ہوں بھی تو وہ کیوں دیں کوئی پاگل ہو گئے ہیں۔

تو بہر حال وہ عورت آئی اور اس نے اپنا ہر حیلہ آزمایا جریج آدمی تھے اللہ کے ڈرنے والے ان پر کوئی اثر نہ ہوا انہوں نے توجہ ہی نہ کی نہ دیکھا نہ نظر اٹھائی جب عورت ناکام ہوئی۔ اللہ کی قدرت ہے یہ ایسا عظیم فتنہ ہے بندہ اس کی بات مان نے تب بھی برباد ہو گیا نہ مانے تب بھی برباد ہو گیا نہ مانو تو الزام لگا دے گی مان لو تو گناہ میں برباد ہو گے نہ مانو تو الزام میں برباد ہو گئے بچتا نہیں آدمی اس کے فتنے سے۔

یہ نظر کی جولانیاں نہ پوچھو نظر ایک ایسی نظر ہے
اگر اٹھے تو بجلی پناہ مانگے اگر گرے تو خانہ خراب کر دے

یہ بلا ایسی ہے جناب جب وہ ناکام ہوگئی تو اس نے سوچا یہ پیر صاحب ہم سے بچ گئے اب دیکھتے ہیں کیسے بچتا ہے اس نے جا کر بکریوں کے چرواہے سے ناجائز تعلق قائم کیا اس سے جب بچہ پیدا ہوا حاملہ ہوگئی بچہ جن لیا بچہ اٹھا کر حضرت جریج کے عبادت خانے کے سامنے کھڑی ہوگئی چیخنے لگی تم نے میرے ساتھ گناہ کیا بچہ پیدا ہوگیا رکھو اندر ہم کہاں جائیں اب میں تمہارے بچے کو لے کر کہاں جاؤں اب جناب آگے قوم ہوتی ہے قوم کا تو آپ کو پتہ ہے کہہ دو زندہ باد تو زندہ باد کہہ دو مردہ باد تو مردہ باد۔ ان کا عقیدہ تو ویسے ایسے ہوتا ہے ایک منٹ میں زندہ باد دوسرے منٹ میں مردہ باد۔ قوم بھاگتے ہوئے آئی قوم نے نہیں سوچا کہ یہ عورت سچ کہہ رہی ہے جھوٹ کہہ رہی ہے انہوں نے توڑ پھوڑ کر سارا عبادت خانہ اڑا دیا۔ اور حضرت کو بھی مار رہے ہیں اب حضرت رو رہے ہیں انہوں نے کہا اللہ کے بندو بات تو سنو قوم تو جذبات میں ہے ماننے پر آجائے تو مسیح کو خدا بنا کر سجدہ کر دے اور نہ ماننے پر آئے تو عیسی علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکانے کی فکر یہ تو قومیں ہیں قوم کا کیا ہے۔ اب جناب جب حضرت کو بہت تکلیف ہوئی عبادت خانہ گرا دیا گیا تو کچھ لوگوں نے کہا عقل کرو حضرت کو ہم مار رہے ہیں بات تو سن لو تو کچھ صبر کیا۔

انہوں نے کہا کیا بات ہے قوم نے کہا ابھی تک آپ کو پتہ نہیں یہ عورت سامنے کھڑی ہے وہ کہتی ہے کہ یہ بچہ آپ کے نطفے سے پیدا ہوا ہے ہم آپ کو عابد زاہد ولی سمجھے بیٹھے ہیں ہمیں کیا پتہ کہ آپ عورتوں کے ساتھ ایسے ناجائز تعلق رکھتے ہیں حضرت کو جوش آیا آپ نے حضرت نے فرمایا او بچے تم بولو تمہارا باپ کون ہے بچے نے کہا فلاں بکریوں کا چرواہا وہ میرا باپ کا چرواہا وہ میرا باپ ہے اب جب بچے نے بولا تو سارے پاؤں میں گر گئے حضرت معاف کر دیں بڑی زیادتی ہوگئی۔

اب آپ کا عبادت خانہ ہم سونے کی اینٹوں سے بنا کے دیتے ہیں حضرت نے فرمایا مٹی کا ہی رہنے دو یہ تمہارا بھی قصور نہیں مجھے ماں کی بد دعا لگی ہے میری ماں نے مجھے بد دعا کی تھی کہ اے اللہ اس کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک یہ گندی عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے وہ تو میں نے دیکھنا تھا دیکھ لیا۔

یہ وہ دوسرا بچہ ہے یعنی ایک تو مشاطہ فرعون کا بیٹا اور ایک ہے وہ بچہ جس نے حضرت جریجؒ کی گواہی دی۔

تیسرا بچہ

اسی طرح علماء نے لکھا ہے حضرت عیسی ابن مریمؑ وہ تو قرآن میں مذکور ہے قَالَ إِنِّيْ عَبْدُ اللهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا" کہ انہوں نے بھی مھد (جھولے) کے اندر کلام فرمایا۔

چوتھا بچہ

اور چوتھا "شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا" انہوں نے کہا وہ بھی ایک بچہ تھا جس نے یوسفؑ کے حق میں گواہی دی لیکن بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام پر جب تہمت لگی تو وہاں ایک بچے نے گواہی دی۔[1]

ایک ضعیف روایت

اور بعض ضعیف روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو اس وقت بھی آپ کے لب مبارک ہل رہے تھے تو ایک بی بی نے جا کر قریب محسوس کیا کہ کیا آواز نکلتی ہے تو فرما رہے تھے یا رَبّ امتی یا اللہ میری امت کی بخش فرما لیکن یہ روایت قوی نہیں ہے قابل اعتبار نہیں ہے لیکن ذکر ہے کتابوں میں۔

حضرت یوسفؑ کی صفائی دینے والا بچہ

تو بعض علماء کہتے ہیں کہ چھوٹا بچہ تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض ثقہ علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر ایک معصوم بچہ نہ بولنے والا بچہ اگر وہ بولتا ہے اور وہ کہہ دیتا ہے کہ جی یوسف علیہ السلام بے گناہ ہیں بات ختم ہوگئی اس کے بعد دلائل دینے کی کیا ضرورت ہے کہ قمیض آگے سے پھٹا ہے یا پیچھے سے پھٹا ہے اتنی لمی چوڑی تمہید کی کیا ضرورت تھی ایک معصوم بچہ ہے وہ نہیں بولتا اور اگر وہ خرق عادتکے طور پر بول پڑتا ہے تو اس کا بولنا ہی کافی ہے۔

بعض علماء کا قول

اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ بڑا تھا سمجھدار تھا پھر اس نے دلائل اور قرائن سے بات کی اس نے کہا عزیز ایک بات سنو بڑا آسان مسئلہ ہے کہ اگر یوسف علیہ السلام نے حملہ کیا نعوذ باللہ، بی بی زلیخا پر تو صاف بات ہے زلیخا بچے گی یوسف پکڑیں گے پھر زلیخا کے کپڑے پھٹیں گے ناں اگر کوئی مرد کسی عورت سے جبر کرنا چاہے تو عورت کو پکڑے گا اس کا قمیص پھٹے گا اور وہ بھاگے گی دوڑ لگی اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے گی مرد کے تو نہیں پھٹتے جبکہ زلیخا آپ کے سامنے کھڑی ہے اس پر تو کوئی علامت نہیں ہے۔

لے مسلم شریف میں ایک حدیث میں ایک اور بچہ کا ذکر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شہوار گھوڑے پر بڑی کروفر کے ساتھ جارہا تھا تو ایک عورت نے جس کا بچہ اس کی گود میں دودھ پی رہا تھا، کہنے لگی کہ یا اللہ میرے بیٹے کو ایسا بنانا تو بچہ نے دودھ چھوڑ کر کہا یا اللہ مجھے ایسا مت بنانا پھر ایک عورت کو لوگ زنا کی تہمت لگاتے ہوئے روڑے مارتے ہوئے جارہے تھے تو ماں نے کہا یا اللہ میرے بیٹے کو ایسا نہ بنانا تو بچے نے دودھ کو چھوڑ کر کہا یا اللہ مجھے ایسا ہی بنانا۔ تو ماں نے حیران ہو کر کہا کہ یہ تو کیسی باتیں کرتا ہے کہ میں تیرے لئے خیر کی دعا کرتی ہوں اور تو اپنے لئے شر کو پسند کرتا ہے تو اس نے جواب میں کہا کہ جو شخص گھوڑے پر شان وشوکت سے جارہا تھا وہ متکبر اور ظالم تھا اور اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے۔ اور جس عورت کو لوگ روڑے مار رہے ہیں یہ بے گناہ ہے۔ اور لوگ اس پر ظلم کر رہے ہیں او کما قال النبي صلى الله عليه وسلم-

اور دوسری بات یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کا دامن جو ہے وہ آگے سے پھٹا ہے یا پیچھے سے اگر وہ آگے سے پھٹا ہے پھر بھی دلیل بنتی ہے کہ وہ زلیخا کی طرف بڑھ رہے ہیں زلیخا روک رہی تھی کہ ہاتھ نہ لگاؤ تو کپڑا پھٹ گیا اگر کپڑا پیچھے سے پھٹا ہے تو صاف بات ہے کہ یوسف علیہ السلام دوڑ رہے تھے بچنے کے لئے اور پیچھے سے زلیخا ان کو روک کر پکڑنا چاہتی تھی تو قمیص پیچھے سے پھٹ گیا۔

انہوں نے کہا کم از کم یہ تو دیکھو اور خدا کی قدرت دیکھو وہ زلیخا کے خاندان سے تھا اس نے بھی پہلے اپنی عورت کی رعایت کی اِنْ کَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ اور اگر قمیص پیچھے سے پھٹا ہے تو پھر صاف بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام پاک اور سچے ہیں اور زلیخا جھوٹ بول رہی ہے تو بات کتنی معقول کہی اور بات کتنی واضح تھی اتنی صریح تھی کہ اس کے بعد کوئی بات باقی نہیں رہی فَلَمَّا رَاٰ قَمِیْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم جب اس نے قمیص دیکھا تو قمیص حضرت یوسف علیہ السلام کی پشت سے پھٹا ہوا تھا اور جب دیکھ لیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے بجائے بیوی کو مخاطب کر کے کہنے لگا انهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ یہ بھی آپ لوگوں کا مکر ہے تمہارا کام ہے ایسا کیوں کہ اِنْ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم عورتوں کا مکر بہت بڑا ہوتا ہے کہ دیکھو تم نے یہ سارا ڈرامہ بھی خود رچایا ہے اور اس کے پھانسنے کے لئے ابھی پکڑ بھی رہی تھی اور اب سزا بھی دلوانا چاہتی ہے عجیب بات ہے۔

زلیخا کے مکر میں دوسری عورتیں بھی شریک تھیں

فَقَالَ اِنَّهٗ مِنْ کَیْدِکُنَّ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْم اب علماء نے لکھا کہ یہ نہیں کہا اِنَّ کَیْدَکِ یہ تیرا مکر ہے بلکہ جمع کا صیغہ بولا اس لئے کہ عزیز سمجھ گیا کہ اکیلی زلیخا نہیں اس مسئلے میں اس کی

سہیلیاں اس کی کنیزیں بھی اپنی ملکہ کے ساتھ لازماً شریک ہوں گی اس لئے اس نے جمع سے بات کی اور یہ بھی بتادیا کہ تمہارا مگر بہت بڑا ہے۔

کیا شیطان کا مکر عورتوں کے مقابلہ میں کمزور ہے

اور یاد رکھیں بعض علماء نے دوسری آیت کو سامنے رکھ کر کہ قرآن کہتا ہے کہ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفاً اور یہاں ہے كَيْدَ كُنَّ عَظِيم بعض علماء بعض و اعظین بطور مثال کے کہہ دیتے ہیں کہ شیطان کا مکر کمزور ہے لیکن عورتوں کا مکر اس سے بڑا ہے تو یہ بات صحیح نہیں ایک بات محاورے کے طور پر کہہ دی جاتی ہے لیکن حقیقت مراد نہیں ہوتی وہاں جو ہے اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفا وہ اللہ کی تدبیر کے مقابلے پر ہے کہ جب اللہ کی تدبیر بچانے والی ہو تو شیطان کیا ہے شیطان کا مطلب کچھ نہیں جس کو اللہ بچانا چاہے اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے اور یہاں جو ہے یہ معاملہ ہے مردوں کے مقابلے پر کہ مردوں کے مقابلے میں تم عورتوں کا مکر بہت بڑا ہے اس لئے ان کا آپس میں کوئی تقابل ہی نہیں بنتا کہ وہاں تشبیہ دی جائے۔

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ وہ چیز الگ ہے اور یہ چیز الگ ہے کہ یہ جو اللہ کے نبی یوسف علیہ السلام کے قصے میں آیا ہے اس میں مراد ہے إِنَّ كَيْدَ كُن باعتبار مرد کے مردوں کے مقابلے میں تمہارا مگر بہت بڑھا ہوا ہے اچھا پھر اِنَّ كَيْدَ كُنَّ عظیم سے مراد سارے جہان کی عورتیں تو نہیں ہیں مراد تو صرف وہ ہیں جو زلیجا یا زلیخا کی سہلیاں یا زلیخا کی کنیزیں ہیں ورنہ کوئی سارے جہان کی عورتوں کو تو خطاب نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیشہ یاد رکھیں وہ ایک الگ چیز ہے اور یہ الگ چیز ہے۔

عزیز کو معلوم ہوگیا کہ قصور کس کا ہے

یُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا وَ اسْتَغْفِرِیْ لِذَنْبِهٖ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَطِئِيْن. اس کے بعد عزیز نے کہا اے یوسفؑ چھوڑیں آپ اور اپنی بیوی کو مخاطب ہو کر کہا و استغفر لذنبک تم اپنے گناہ کی معافی مانگو اللہ سے کیونکہ تم گنہگاروں میں ہو تم نے خطا کی، یوسف علیہ السلام نے خطا نہیں کی ہے اچھا اس سے یہ معلوم ہونا چاہئے کہ اس زمانے میں عمالقہ قوم یا مصر کے لوگ کسی نہ کسی شکل میں خدا کو مانتے تھے یہ دیوی دیوتا یا بعد میں لوگوں نے فرعون کو رب بنا دیا ورنہ پہلے تو خدا کا تصور موجود تھا۔

تو اس لئے اس کی یہ بھی بڑی ہمت ہے کہ اس نے بیوی کو یہ کہہ دیا چل جا اللہ سے توبہ کر لیا بات ختم اور زیادہ بات کہنے کی ضرورت نہ سمجھی تو اس نے یوسف علیہ السلام کو یہاں روکا اور اپنی بیوی کو یہ ہدایت کر دی بات ختم ہوگئی اب اس کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی گھر سے نکالا نہیں گیا۔

قَالَ نِسْوَةٌ کہنے کی حکمت

اب قرآن کہتا ہے" وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرٰهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ یاد رکھیں یہاں لفظ ہے وَ قَالَ نِسْوَةٌ یہ ہیں کہ وَ قَالَتْ نِسْوَةٌ اس لئے کہ نسوۃ جمع مکسر ہے اور جمع مکسر مونث غیر حقیقی ہوتی ہے وہاں قال اور قالت بھی استعمال ہوسکتا ہے " وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ" اس شہر کی جو بڑی بڑی عورتیں تھیں کیونکہ زلیخا کی ملنے والی کابینہ کی عورتیں ہوں گی عام لوگ تھوڑے ہوں گے۔

زلیخا کو زنان مصر کی طعنہ زنی

انہوں نے آپس میں گھروں میں بات کرنی شروع کر دی کہ یہ کیسے ہے؟ زلیخا عزیز کی بیوی ہو کر ایک نوجوان غلام سے عشق کرتی ہے عجیب بات ہے ایک غلام کے لئے اتنی گر گئی ہے کہ ایک بڑے گھر کی عورت ہو اتنا منصب اتنا جمال عشق کر رہی ہے ایک غلام سے نوکر سے جو خریدا ہوا ہے اس کی محبت میں اندھی ہو گئی ہے پاگل ہو گئی ہے یہ تو بڑی کھلی گمراہی میں ہے اس کا دماغ ہی چل گیا ہے یہ تو گمراہ عورت ہے یہ ہمارے معیار کے خلاف ہے کہ ایک غلام سے ملازم سے تعلق رکھے یعنی وہ یہ جائز سمجھتی تھیں کہ اپنے اسٹیٹس اور معیار میں تو کوئی حرج نہیں مقصد یہ ہے کہ کم معیار کے آدمی سے نہیں ہونا چاہئے۔

عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے

اس لئے انہوں نے کہا قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ اب قرآن کہتا ہے کہ بی بی زلیخا تک بھی باتیں پہنچیں کہ اب تو چرچے ہو رہے ہیں آپ کے قصے کے جیسے بزرگوں کی ایک مثال ہے کہ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے یہ تو ایسی بلا ہے عشق ہو یا مشک آپ عطر لگا کر بیٹھ جائیں ڈبی بند کر کے جیب میں ڈال کے بیٹھ جائیں وہ کیسے چھپے گا خوشبو تو سب کو جائے گی اسی طرح عشق بھی نہیں چھپتا اچھا جب بندوں کا نہیں چھپتا تو پھر اللہ کا کہاں چھپے گا جو اللہ کے عاشق ہیں جو انبیاء کے عاشق ہیں جو اہل حق کے عاشق ہیں اللہ ان کو بھی دنیا میں عزت دیتے ہیں وہ خود لوگوں کو تھوڑا کہتے پھرتے ہیں کہ ہماری تعریف کرو۔

زلیخا کی زنان مصر کو دعوت

اس لئے قرآن کہتا ہے جب اس کو پتہ لگا۔

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَ اعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَا وَ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهٗۤ أَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا إِنْ هٰذَاۤ إِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ.

اللہ کا قرآن کہتا ہے جب عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے سنا کہ اب میرے باتیں ہو رہی ہیں کہ دیکھو نوکر کے عشق میں غلام کے عشق میں مبتلا ہوگئی تو ان عورتوں کو دعوت دی اور دعوت کا اہتمام ایسے کیا باقاعدہ ٹیبل لگی کرسیاں لگیں اور کھانا متکا یعنی ٹھیک لگا کر۔

ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹیک لگا کر کھانا مکروہ ہے، کراہت ہے آدمی کبھی اس طرح کھانا نہ کھائے کہ دیوار کے ساتھ لگا ہوا اور کھا رہا ہے کرسی لگا ہوا کھا رہا ہے بلکہ سیدھا ہو کر کھائے اللہ کی رحمت ہے اللہ تبارک وتعالی کا شکر کرے ایک ہوتا ہے جواز کی حد تک آپ کے دل میں الحمدللہ تکبر پیدا نہیں ہوتا یا گھر کی جگہ اجازت نہیں دیتی تو کھالیں جائز تو ہے ایک ہوتا ہے جائز ہونا یا ٹیبل پر بھی بیٹھ کر کھانا جائز ہے کوئی منع نہیں جواز میں کوئی شبہ نہیں لیکن اگر تکبر کی بنا پر کہ بھائی ہم نیچے بیٹھ کر کھائیں یہ کیسے ہوسکتا ہے تو مکروہ ہے۔

دسترخوان پر چھری کانٹوں کا انتظام

تو اب اس نے دعوت دی سارا انتظام کیا اور اس کے لئے کھانے کے ساتھ کچھ پھل وغیرہ ایسے بھی رکھے گئے جو آدمی کاٹ کر استعمال کرتا ہے سیب امرود، مالٹا یا اور چیزیں جن کو چھری کے ساتھ کاٹ کر استعمال کیا جاتا ہے۔ وہ سب اس نے لگوا دیئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دوسرے مقام پر رکھا اور عین جب سارے انتظامات ہو گئے بالکل کھانا چنا گیا۔

اب جب انہوں نے پھل پکڑے اور چھری ہاتھ میں آئی پھل کاٹ رہی ہیں حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اب ذرا سامنے تو آؤ کیونکہ اس نے تو باقاعدہ اہتمام کیا تھا کہ یہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں مجھ پر الزام لگا رہی ہیں تو عین ٹائم پر قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ کہ اب یوسف نکلو کہ اب سارا انتظام ہوگیا ہے کہ سبزہ بھی غنچہ بھی، گھٹا بھی، جام بھی ہے ایسے میں اب آجاؤ۔

زنان مصر کی حالت

اب جب یوسف سامنے آئے فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ جب دیکھا تو سب دنگ رہ گئیں، قرآن کہتا ہے "قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ" نہیں کہ ایک دفعہ بلکہ قَطَّعْنَ جیسے وہاں تھا غلقت الأبواب روز ہی ہیں پتہ نہیں لگ رہا پھل کاٹ رہی ہیں یا انگلیاں کاٹ رہی ہیں وَ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ یعنی فوراً ان کی زبان سے نکلا کہنے لگیں اور اللہ کی پناہ یہ تو انسان نہیں ہے یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔

زلیخا کی طرف سے یوسفؑ کی صفائی بھی اور ان کو دھمکی بھی

حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قصے میں اب امراۃ العزیز نے اپنے دامن کو بچانے کے لئے یہ اہتمام کیا کہ "قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ وَ لَقَدْ رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِنَ الصّٰغِرِيْنَ." اب جناب امراۃ العزیز نے جب دیکھا کہ سب ہاتھوں میں خون بہائے بیٹھی ہیں، آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی ہیں آخر اس نے کہا یہ ہے وہ جس کے بارے میں تم مجھ پر ملامتیں لگاتی ہو جس پر الزام دیتی ہو کہ میں اس پر عاشق ہوگئی ہوں تمہارا کیا حال ہے اپنا تو بتاؤ اور یہ بھی سن لو یہ پاک ہے اس کو میں نے

چکر دیا ہے انا راودتہ میں نے اس کو بہلایا پھلایا تھا فَاسْتَعْصَمَ لیکن وہ بچ گیا لیکن ساتھ اپنا غرور نہیں گیا۔ وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِنَ الصّٰغِرِيْنَ" اب اس نے دیکھا کہ میں تو صفائی دے رہی ہوں یوسفؑ تو اور پکا ہو جائے گا وہ تو پہلے بھی بچ گیا میری بات نہیں مانتا اب تو اور بھی مزید مجھ سے دور ہو گیا جو کہہ رہی ہوں اگر اس نے نہ مانا تو یا تو اس کی زندگی قید میں گزرے گی یا پھر میں اس کو ذلت آمیز زندگی سے دو چار کر دوں گی آخر اس کو اسے میرا کہنا ماننا پڑے گا اب میں نے منت کی، دعوت دی دروازے بند کئے اہتمام کیا اب نہیں مانتا تو پھر ہم اپنے اقتدار کو آزمائیں گے اپنی طاقت کو آزمائیں گے ایک نہ ایک دن اس کو میرے آگے جھکنا تو پڑے گا اور میری بات ماننی پڑے گی۔

زلیخا کی یوسفؑ کو دھمکی

اس لئے فوراً دھمکی بھی دے دی " وَ لَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَا اٰمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَ لَيَكُوْنًا مِنَ الصّٰغِرِيْنَ " اور کہنے لگی ایک دفعہ تو بچ گیا یوسف اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا اور میری آرزو کی تکمیل نہ کی تو میں اس کو قید میں ڈالوں گی اور میں اس کو ذلت آمیز زندگی گزارنے پر مجبور کروں گی اس کو میرا کہنا ماننا پڑے گا۔

سب عورتوں کا یوسفؑ کو دعوت گناہ دینا

اب حضرت یوسف علیہ السلام کی دعا سے یہ محسوس ہوتا ہے جب انہوں نے یہ دیکھا تو دعا کی قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ انہوں نے کہا اے میرے اللہ ایک طرف قید خانہ ہے جو زیادہ بہتر ہے اس سے کہ یہ مجھے گناہ کی طرف بلائیں۔ اصل میں علماء نے لکھا ہے کہ وجہ کیا تھی جب عورتیں دعوت وغیرہ کھا بیٹھیں تو حیران ہوئیں تو انہوں نے بھی کہنا شروع کر دیا

کہ دیکھو یہ تمہاری مالکہ ہے۔ بڑے حسب نسب کی عورت ہے تم اپنی مالکہ کی بات مان لو کوئی بات نہیں۔

حضرت یوسفؑ کی دعا

حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا أَحَبُّ إِلَيَّ یعنی یہاں ہے اهَوَنُ الْبَلِيَّتَيْنِ، یا اللہ دو مصیبتیں ہیں ایک طرف قید خانہ بھی مصیبت ہے اور ایک طرف ان کے جو گناہ کے ارادے ہیں وہ بھی مصیبت ہیں اور میں غلام ہوں بے بس اے میرے اللہ اگر آپ مجھے نہیں بچائیں گے تو میں انسان ہوں کب تک میں ان کے فتنوں سے محفوظ رہوں گا اگر آپ نے مجھے نہ پھیرا اگر آپ نے مجھے نہ بچایا۔ تو یہ کمال ہوتا ہے نبوت کا عصمت بھی ہے۔ لیکن خوف بھی ہے تقاضا بشریت بھی ہے کیونکہ اگر وہ بشری قوتیں اور بشری خواہشات دل میں نہ ہوں تو پھر مقام کیسے بنتا ہے اس لئے اللہ کا پیغمبر کہتا ہے کہ مولی اگر آپ نے مجھے نہ پھیرا تو میں کیسے بچ سکتا ہوں ایسا نہ ہو کہ میں بھی جاہلوں میں سے ہو جاؤں کیونکہ گناہ جب بھی آدمی کرتا ہے گناہ جہالت کی دلیل ہے علم کی دلیل نہیں ہوتی چاہے آدمی کتنا پڑھا لکھا کیوں نہ ہو۔ اس وقت اس کا علم ختم ہو جاتا ہے۔

قرآن میں لفظ مکر کا معنیٰ

یہ ایک تفسیر ہے جمہور علماء نے اور اکثر مفسرین نے یہی تفسیر فرمائی ہے لیکن بعض علماء نے اس پر ایک عجیب اشکال کیا ہے اس تفسیر پر انہوں نے کہا یہ بات غلط ہے کیونکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ ''فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ'' جب زلیخا کے مکر کے بارے میں ان کو پتہ چلا لفظ ہے ''بِمَكْرِهِنَّ'' اور ابھی آپ قرآن کی آیت پڑھ رہے ہیں ''إِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ'' میرے مولی اگر آپ نے ان کے مکر کو نہ پھیرا تو ہو سکتا ہے میں بھی الجھ جاؤں وہاں بھی لفظ کیا ہے پہلے

لفظ مکر ہے اور جب یوسف علیہ السلام کو پروانہ ملے گا آزادی کا آگے جا کر ہم ان شاء اللہ قرآن میں پڑھیں گے کہ جب پروانہ آزادی کا ملا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا میں تو نہیں جاتا جیل سے باہر مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ۔

آپ نے فرمایا پہلے تحقیق کرو جو میرے اوپر الزام لگائے ان عورتوں کے بارے میں کہ جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے ان کے مکر کے بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہو لفظ کید یا لفظ مکر کا معنیٰ کیا ہوتا ہے جیسے قرآن دوسرے مقام پر کہتا ہے" إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا"۔

اور اسی طرح قرآن تیسری جگہ کہتا ہے "وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ" اسی طرح قرآن کہتا ہے وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔

تو اب بات کو سمجھیں کہ مکر کا معنی ہوتا ہے کہ کسی خفیہ طریقے سے کسی کو نقصان پہنچانا انتقام لینا سزا دینا تکلیف پہچانا کہ دوسرے کو پتہ نہ چلے۔ اگر پتہ چل جائے تو پھر مکر کیا ہوا مکر کا تو معنیٰ یہ ہوتا ہے۔

مکر کی پہلی مثال

جیسے کفار مکہ نے میٹنگ کی کہ اللہ کے پیغمبر کے بارے میں فیصلہ کریں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکے سے نکال دیتے ہیں خفیہ میٹنگ کر رہے ہیں کسی کو پتہ نہیں صرف اپنے سردار اکٹھے ہیں انہوں نے کہا یہ بات تو اچھی نہیں ہے نکال دیں گے جہاں جائیں گے ساری دنیا ان کے تابع ہو جائے گی پھر وہ بڑا لشکر لے کر حملہ کر دیں گے۔

انہوں نے کہا اچھا ایسا کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیتے ہیں انہوں نے کہا اگر قید کرو گے کیا تو آپ کے دیوانے اور پروانے خاموش بیٹھے رہیں گے؟ انہوں نے کہا اچھا قتل کر دیتے ہیں۔ تو یہ تجویز طے ہوئی تو سب کچھ خفیہ طریقے سے ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا

ہے کہ ہر قبیلے سے ایک نوجوان مسلح ہو کر آجائے اور جب آپ باہر تشریف لائیں گے تو ہم حملہ کر دیں گے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں گے اگر بنو ہاشم نے مطالبہ کیا تو ساتھ قبیلوں سے لڑ تو سکتے نہیں ہم کہیں گے ٹھیک ہی جی دیت نے لو یہ ہوتا ہے مگر کسی کو خاص خفیہ طریقے سے نقصان پہنچانا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔

مکر کی دوسری مثال

جیسے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے فرمایا مَن يأتيني بخبر القوم ك ون ہے جو دشمن کے لشکر کی خبر لے کر آئے احوال لے آئے ایک صحابیؓ نے عرض کی حضور میں لے آؤں گا مجھے اجازت دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس چیز کی اجازت دیں اس نے عرض کی کہ مجھے کچھ نہ کچھ آپ کے بارے میں باتیں تو کرنی پڑیں گی ایسی باتیں جن سے وہ سمجھیں کہ میں آپ کا مخالف ہوں آپ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ہاں اگر کسی سے حال معلوم کرنا ہے اگر میں یہ کہوں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق ہوں وفادار ہوں مجھ سے کون بات کرے گا یہ ہوتا ہے مکر۔

ایک سوال

اب قرآن میں لفظ مکر کا آیا ہے یا کید کا آیا ہے "بِمَكْرِهِنَّ، كَيْدَهُنَّ" تو اگر کوئی آدمی کسی کے حسن و جمال کو دیکھ کر مبہوت ہو جائے یعنی آدمی ایسے سامنے آئے جمال دیکھ کر حیران ہو جائے اور ہاتھ کاٹ بیٹھے تو اس میں مکر کونسا ہے یہ تو آپ یوں کہہ سکتے ہیں مدہوش ہو گئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ ان کے جمال میں ایسے کھوئے ان کو پتہ نہیں چلا کہ وہ چھری سیب کاٹ رہی ہے یا ہاتھ کاٹ رہی ہے وہ تو مکر نہیں ہوتا وہ تو مجبوری ہے معذوری ہے یا کسی خطرناک چیز کو

دیکھ کر آدمی فطری طور پر ڈر جاتا ہے اس میں کیا مکر ہے اب بات کو سمجھیں۔

اس لئے بعض علماء نے اس تفسیر پر ایک اشکال پیش کیا انہوں نے کہا ہمیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آدمی کسی کے حسن کو دیکھ کر ہاتھ کاٹ ڈالے اور قرآن کہے کہ یہ مکر ہے اور دوسری ان کی دلیل سنیں وہ یہ کہتے ہیں جب ان عورتوں نے ہاتھ کاٹے تو سب نے کیا کہا تھا وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ. سب نے کہا کہ اللہ کی پناہ یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں۔

پوری لغت عربیہ میں آج تک ہمیں کوئی مثال دو کوئی محاورہ دو کہ کسی کے حسن و جمال کو فرشتے سے تشبیہ دی گئی ہو۔ فرشتے کو پاکی سے تو تشبیہ دی جاسکتی ہے لیکن جمال سے تشبیہ نہیں دی جاتی وہ کہتے ہیں کوئی ایک محاورہ تو لے آؤ دنیا میں کہ فلاں بندہ بڑا پاک باز ہے وہ تو فرشتہ صفت ہے فرشتے سے تشبیہ سیرت میں تو دی جاتی ہے لیکن صورت سے تو کبھی نہیں ہوسکتی صورت سے کیسے تشبیہ دی گئی کہ انہوں نے کہا "مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ" یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے۔

تو اس لئے یہ اشکال ہوا کہ ایک تو ان کا یہ کہنا مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ. اور ایک ان کا قرآن میں بار بار جو لفظ مبارک آیا ہے "فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ" اور آگے جا کے قرآن کہتا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے جب دعا مانگی یا اللہ مہربانی فرما إِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ اور آگے قرآن جا کے کہتا ہے "مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ" ہر جگہ کید اور مکر کا لفظ ہے تو یہ کیا اور مکر کیا ہے یہ تو مکر نہیں کہ آدمی جمال دیکھ کے مبہوت ہو جائے۔

جواب

تو انہوں نے کہا در اصل بات یہ ہے کہ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ جب امراۃ العزیز کو ان کے مکر کے بارے میں پتہ چلا کیا معنیٰ اس نے سنا کہ فلاں وزیر کی بیوی، فلاں بڑے آدمی کی بیوی وہ اپنی کنیزوں کے ساتھ بیٹھی ہے وہ کہتی ہے عجیب بات ہے کہ زلیخا انتہائی بے عقل عورت ہے اس کا تو عقل ہی نہیں ایک غلام کو بھی نہیں پھنسا سکی اگر اس گھر میں میں ہوتی تو ایسے چٹکیوں میں اس کو پھسلا دیتی یہ کوئی بات ہے کہ ایک نوجوان ہو جوانی ہو جوش ہو اور عورت کے مکر سے بچ جائے یہ تو زلیخا ہی کچھ نہیں یہ تو ہے ہی بالکل عقل سے فارغ۔

تو یہ مطلب تھا کہ وہ اس کو مکر میں نہیں لے آسکی وہ مکر سے دھوکے سے کسی انداز سے تو یوسفؑ کو پھنسا لیتی تو کچھ بھی نہیں اس نے کہا اگر میں ہوتی تو یہ کر دیتی مجھ سے بچ کے تو دکھائے بڑے بڑے پارسا بنتے ہیں آئیں تو سہی ہمارے سامنے جب یہ باتیں چلنے لگیں اب امراۃ العزیز نے ان کو دعوت دی کہ اگر تمہیں اپنے مکر و غرور پر بڑا ناز ہے آ کر دیکھ لو میں نے بھی ایسا کوئی حربہ نہیں جس کو چھوڑا ہو لیکن اس پر تو کچھ ہوتا ہی نہیں۔

آؤ چلو تم بھی دیکھ لو تو یہ بھی زلیخا کا ایک مکر تھا کیا معنیٰ بظاہر تو دعوت دے رہی ہے، پارٹی کر رہی ہے، کھانا کھلا رہی ہے اندر سے تو ان کو ذلیل کرنا چاہتی ہے، اندر سے تو ان کو بتانا چاہتی ہے کہ جو تم مجھ پر الزام لگانا چاہتی تھیں کہ میں نے ایک غلام سے ایسا کیا آؤ دیکھو چلو تم بھی اپنے آپ کو بچاؤ تو یہ بھی مکر تھا اور قرآن گئے جو کہتا ہے "قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ" کہ وہ زنان مصر جو تھیں ہاتھ کاٹنے بیٹھ گئیں۔

تو علماء نے کہا ہے کہ ان کا ہاتھ کاشنا یہ بھی مکر تھا ہاتھ کاشنا یہ مدہوش نہیں ہو گئی ہاتھ شاید

تھیں جیسے آج کل چودھویں صدی کے عاشق محبوبہ کو خط لکھتے ہیں خون نکال کے کہ جی ہم نے خون سے خط لکھا ہے آپ کو تو یہ جو خون نکال رہی تھیں یہ بھی مکر تھا پہلے تو اپنے ناز انداز لباس اور پھر سنگار اور پھر مصر کا سنگار وہ تو دنیا کی ایک تہذیب ہے حتیٰ کہ امام شافعیؒ جیسا پاک آدمی اللہ ان کی قبر پہ کروڑوں رحمتیں فرمائے۔

انہوں نے بھی اپنی کتاب الام میں لکھا ہے "مَنْ لَمْ يَتَزَوج مصرية" کہ جس نے مصر کی عورت سے شادی نہیں کی اس نے عورت دیکھی ہی نہیں۔ وہ کہتے ہیں باقی علاقوں میں جتنے لوگ ہیں وہ یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ ان کے گھروں میں عورتیں ہیں، لیکن صحیح معنوں انہوں نے عورت کو نہیں دیکھا۔ عورت اگر ہے تو مصر کی ہے۔

امام شافعیؒ جیسے پاک آدمی نے لکھا انہوں نے آخری شادی وہیں فرمائی تھی آپ کی وفات بھی وہیں ہوئی اور آپ کی قبر بھی وہیں مصر میں ہے امام شافعیؒ بہت بڑے آدمی تھے اللہ ان پر اپنی رحمتیں فرمائے اور اگر یہ دیکھا جائے تو سرزمین حرم جہاں پر آپ بیٹھے ہیں یہ بھی تو انہی لوگوں نے آباد کی حضرت اسماعیلؑ کی بیوی بھی مصر سے تھیں وہ بھی مصر سے شادی کر کے لے آئے اس سرزمین کی آبادی میں بھی ان کا بڑا ہاتھ ہے۔

تو بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے تو انہوں نے لباس سے، ناز و انداز سے یوسفؑ کو پھسلانا چاہا لیکن جب دیکھا کہ حضرت یوسفؑ پر تو کوئی اثر نہیں ہوا تو انہوں نے کہا چلو آخری حربہ استعمال کرو وَ قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ پھر انہوں نے ہاتھوں پر چھریاں پھیر دیں۔

انہوں نے کہا یوسفؑ اگر اب بھی آپ نے ہماری طرف توجہ نہ کی تو ہم خودکشی کر لیں گی یہ بھی مکر تھا اور جب یہ سارا کچھ دیکھنے کے بعد یوسفؑ ٹس سے مس نہ ہوئے تو انہوں نے کہا میرے لئے کل کے مرنے کی بجائے اب مرجاؤ اب چیخ پڑیں "مَا هَذَا بَشَرًا" یہ بندہ نہیں فرشتہ ہے

اگر یہ انسان ہوتا تو ہمارے داؤ سے نہ بچتا اور ہماری خواہش ضرور رکھتا۔

کتنا بڑا فلاسفر پڑھا لکھا آدمی ہو عورت ذرا آنسو بہائے وہ اس کے آنسوؤں کی مار نہیں کھا سکتا تو اس کے خون کی مار کون کھائے بڑے سے بڑا دماغ، بڑے سے بڑا فلسفی بڑے سے بڑا سکالر تھوڑی دیر میں عورت نے رونا شروع کیا تو وہ ختم۔ آدمی تو ان کے آنسو برداشت نہیں کر سکتا وہ بھی جھوٹے چہ جائیکہ وہ اپنا خون نکال کے باہر ڈال دے وہ تو آخری جربہ اور حد تھی مکر کی جب پھر بھی اثر نہ ہوا تو انہوں نے کہا ہاں مَاهَذَا بَشَرًا یہ انسان ہو ہی نہیں سکتا یہ واقعی کوئی فرشتہ ہے یہ بندہ تو اتنا پاک سیرت ہے کہ اس پر تو ہمارا کوئی مکر کارگر نہیں ہوا۔ اس لئے بعض علماء کرام نے اس کی یہ تفسیر بیان کی ہے۔

اس آیت کی صحیح تفسیر

لیکن اکثر علماء و مفسرین نے اسی پہلے قول کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ روایات میں تو موجود ہے أُوتِيَ شَطْرُ الْحُسن اور ایک روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں **واللہ لو راین جمال محمد لقد قطعن قلوبھن**. بی بی عائشہؓ فرماتی تھیں خدا کی قسم کہ زنان مصر نے یوسفؑ کا جمال دیکھا حضور علیہ السلام کا حسن دیکھتیں تو دلوں پر چھریاں پھیر لیتیں۔

اس لئے علماء نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے لیکن بعض علماء نے اشکال کے بعد یہ دوسری تفسیر بھی پیش کی ہے جو الفاظ قرآن کے ساتھ ایک جوڑا اور ربط رکھتی ہے۔

حضرت یوسفؑ جیل میں چلے گئے

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اللہ سے دعا مانگی اللہ نے آپ کی دعا قبول

فرمائی ''ثُمَّ بَدا لَهُمْ مِن بَعْدِ مَا رَأَوُ الآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّى حِيْنٍ'' اب عزیز مصر نے سوچا پہلے تو میرے گھر میں بات تھی اب تو ہر گھر میں پہنچ گئی ہے پارٹی میں جو عورتیں آئیں وہ تو ہاتھ کٹوا بیٹھی ہیں سب دیکھ رہے ہیں کیا کیا جائے یہ مسئلہ پھیلتا جا رہا ہے۔

آخر بہر حال وزیر تھا اس کا ایک بڑا مقام تھا اس کے گھر میں بادشاہ وقت کی بہن تھی اس نے کہا ایسا کرتے ہیں کہ یوسفؑ کو جیل بھیج دیتے ہیں جب یہ جیل میں چلے جائیں گے تو کچھ عرصہ گزرے گا تو خدا کی قدرت ہے کہ آدمی خود بخود اس قصے کو بھول جاتا ہے جب کچھ عرصہ رہے گا تو زخم بھر جائیں گے اور اس کے بعد آزادی مل جائے گی بڑے آدمی ایسے ہی ہوتے ہیں یوسفؑ کو جیل میں بھیج دیا اور پھر بھول گئے۔ بڑے لوگ تو پھر ایسے ہوتے ہیں اب جب حضرت یوسف علیہ السلام جیل میں گئے، تکلیفیں ہوتیں تو حضرت یوسف علیہ السلام نے پھر اللہ سے دعا کی اے اللہ مصیبت سے بچا۔

اللہ سے عفو و عافیت کی دعا مانگو

حضور علیہ السلام نے حکم فرمایا ہے جب بھی بندہ دعا مانگے العفو و العافیۃ. کہ اے اللہ عافیت عطا فرما یہ نہ کہے اللہ بڑی مصیبت سے بچا لے چھوٹی دیدے۔ اور اسی طرح ایک حدیث مبارک میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ! مجھے صبر کی توفیق عطا فرما اللہ! مجھے صبر کی توفیق عطا فرما۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر تو ہوتا ہی مصیبت پر ہے، مصیبت آئے گی تو صبر کرو گے کیا مانگ رہے ہو اللہ سے، ایک ہے کہ مصیبت آگئی اب صبر مانگو اور صبر کرو بھی، ایک ہے کہ خود آدمی کہے کہ اے اللہ مجھے صبر کی توفیق عطا فرما اس کا مطلب ہے کہ تم مصیبت مانگ رہے ہو۔

اللہ سے جب بھی مانگو العفو و العافیۃ اللہ سے معافی مانگو عافیت مانگو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی بندے کو ابتلاء میں نہ ڈالے کوئی چھوٹی سی بات بھی ہو انسان بڑا ضعیف ہے بڑا عاجز ہے برداشت نہیں کرسکتا۔

زلیخا کے زمانہ میں مصر کا تہذیب وتمدن

اس لئے ہمیشہ اللہ سے عافیت مانگو اور قرآن پاک کے ان واقعات کی روشنی میں علماء نے فرمایا دیکھ لو چار ہزار سال پہلے ان کی تمدن وتہذیب کا یہ عالم ہے کہ پہلے تو بڑے بڑے لوگوں کی بیویاں بن سنور کر آرہی ہیں یوسفؑ کو دیکھنے کے لئے پھر یوسفؑ کو الجھانے کے لئے ہاتھ کاٹ رہی ہیں۔

اور پھر خود عزیز مصر کی بیوی اعتراف کر رہی ہے کہ میں نے پھسلانے کی کوشش کی ہے وہ تو گناہوں سے بچا ہوا تھا اس نے تو کوئی ارادہ نہیں کیا اس سب کے باوجود حضرت یوسفؑ کو جیل بھیجا جارہا ہے وہ جاہلیت اولی جو تھی وہ آج بھی ہمارے اندر رائج ہے آج بھی اللہ تبارک و تعالیٰ معاف کرے جیل میں وہی جاتا ہے جو بیچارہ مظلوم ہے، غریب ہے، جو قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتا جیسے کسی نے کہا کہ قانون تو ایک مکڑی کا جال ہے طاقتور اس کو توڑ ڈالتا ہے اور کمزور اس میں الجھ جاتا ہے اس وقت کی تہذیب کا یہ عالم تھا۔

حضرت یوسفؑ کے ساتھ جیل میں دو اور ساتھی

یوسف علیہ السلام جب جیل میں پہنچ گئے تو اللہ کی شان دیکھیں جن دنوں میں یوسف علیہ السلام کو جیل بھیجا گیا انہی دنوں میں دو آدمی اور بھی جیل خانے میں بھیجے گئے جیسے یہ شاہی محل سے گئے تھے وہ بھی شاہی محل سے آئے تھے ایک بادشاہ کا ساقی تھا وہ پلانے والا تھا اور ایک کچن کا

انچارج تھا۔

ان دو کا جرم کیا تھا

یہ دونوں آدمی تھے اصل میں ان دونوں کو دشمنوں نے خرید لیا تھا کہ کسی طریقے سے بادشاہ کو زہر دیا جائے کتنا عرصہ ہوگیا ہے بادشاہ ہے اس کے بعد مخالفین نے فیصلہ کیا۔ انہوں نے ان دو آدمیوں کو خریدا ایک ساقی کو خریدا اور ایک مطبخ کے انچارج کو خریدا یا تو خوراک میں بھی زہر ڈال دو اگر وہاں سے بچ جائے تو پینے پلانے میں بھی زہر ڈال دو سابقہ کتابوں میں یہ بات ملتی ہے کہ پہلے تو وہ دونوں راضی ہو گئے کہ ہمیں اتنے پیسے دے دو ہم بادشاہ کو مار دیتے ہیں بعد میں وہ ساقی مکر گیا میں تمہاری سازش میں شریک نہیں ہوتا میں تمہارے ساتھ اتنی رعایت کرتا ہوں کہ میں بادشاہ کو تمہارے بارے میں بتاؤں گا نہیں لیکن میں شریک نہیں ہوتا نہ میں کوئی چیز اس کے مشروبات میں ملاؤں گا اور نہ میں اس میں شریک ہوں گا۔

لیکن کہتے ہیں کہ اس ساقی نے بادشاہ کو کہہ دیا کہ جناب اس طرح سازش ہو رہی ہے اور کھانا زہر آلود ہے اب بادشاہ کے سامنے جب کھانا آیا تو آخر بادشاہ تھا اور ساقی بھی آگیا پانی لے کر پلانے کے لئے اور مطبخ کا انچارج کھانا لگوا رہا ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ ایسا کرو یہ جو کھانا لگا ہوا ہے مطبخ کے انچارج سے کہا کہ پہلے تم کھاؤ اور ساقی سے کہا یہ جو تم نے پانی اٹھایا ہوا ہے اس میں سے پہلے تم سب پیو تھوڑا تھوڑا اس سے ساقی نے تو پی لیا اس کو پتہ تھا کہ میں نے تو کچھ نہیں ملایا لیکن جب باورچی کو کہا کہ تم کھاؤ اس کو پتہ تھا کہ اس میں میں نے بڑا خطرناک زہر ملایا ہوا ہے اگر میں نے کھایا میں تو مر جاؤں گا اس نے کہا میں نہیں کھاتا آخر وہ جانوروں کو ڈالا گیا وہ مر گئے۔ تو اس کی سازش پکڑی گئی تو بادشاہ نے دونوں کو جیل بھیج دیا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ زیادتی کے طور پر اور بعض علماء کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے ساقی اتنے عرصہ تک تو سازش میں شریک رہا آخری وقت میں ہوسکتا ہے بزدل بن گیا کبھی آدمی بزدلی کی وجہ سے اپنے گناہوں سے رک جاتا ہے۔

ایک اخباری واقعہ

اخبار میں ایک واقعہ لکھا تھا پتہ نہیں واقعہ تھا حقیقت تھی بالطیفہ تھا کہ ایک آئی جی کے سامنے کچھ پولیس کے اے ایس آئی پیش ہوئے انہیں ترقی دینی تھی ایس آئی بنانا تھا اے ایس آئی پیش ہوئے تو انہوں نے کہا آپ ترقی مانگتے ہیں کیوں مانگتے ہیں آپ کہتے ہیں آپ نے درخواست دی ہے کہ مجھے ترقی دی جائے کیوں اس نے کہا سر میں اس لئے ترقی مانگتا ہوں اتنی میری سروس ہے میرا ریکارڈ دیکھ لیں آج تک میری کوئی شکایت نہیں ہے میں نے کبھی کسی کو شکایت کا موقعہ نہیں دیا۔

میں نے کبھی رشوت نہیں کھائی میں نے کبھی حرام نہیں کھایا میں نے کبھی ڈسپلن نہیں توڑا اور بالکل پولیس رولز کے مطابق ڈیوٹی کی ہے مجھے ترقی نہیں دیں گے تو اور کس کو ترقی دیں گے میں حقدار ہوں تو آئی جی صاحب نے بڑے غور سے دیکھا اس نے کہا دو باتیں ہیں ایک بات یہ ہے کہ تم بزدل ہو اس نے کہا وہ کیسے تو اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دنیا کے سارے افسر تم پر راضی رہیں تمہاری کسی نے بھی شکایت نہیں لکھی جو بھی افسر آیا ہے سب نے کہا ہے بڑا اچھا ہے، بڑا اچھا ہے ہے کہ تم بے غیرت آدمی ہو اپنے افسران کو کوئی عورتیں وغیرہ سپلائی کرتے ہو گے اس سے وہ خوش رہتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم پر کوئی بندہ بھی معلوم یہ ہوتا ہے ناراض نہ ہو انسان ہے اس کے اگر دس افسر گزرے ہیں کوئی تو بگڑ جاتا ہے۔

اور دوسری بات میں نے کہا بزدل ہو تم نے رشوت اس لئے نہیں کھائی کہ شریف آدمی ہو گناہ سمجھتے ہو تم اس زہر کھانے کی طاقت نہیں رکھتے رشوت کھانے کے لئے تو بہادر آدمی چاہئے جو اس کو ہضم کر سکے تم کمزور بندے ہو میں تمہیں ترقی کے بجائے ہیڈ کانسٹیبل بناتا ہوں۔ پولیس میں رہنے کے باوجود ایسا پہلا آدمی میں نے زندگی میں دیکھا ہے کہ جس کے کریکٹر روم میں کوئی بھی نوٹ نہ ہو یہ کوئی بات ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ رشوت کا زہر اس کو ہضم کرنا آسان ہو اس کے لئے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔

ان دونوں کے جیل میں جانے کا اصل سبب

تو اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ ان سارے حالات کے باوجود بادشاہ نے ان دونوں کو جیل بھیج دیا کہ اب کچھ ہو جائے اب تم کمزور پڑ گئے تم نے راز کھول دیا ہے پہلے تم شریک کیوں ہوئے۔

تو بہر حال دونوں جیل میں چلے گئے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے پاس کیوں آئے؟ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ ایک ہی جیل تھا تو سارے شاہی محل سے قیدی بن کر آنے والوں کو ایک ہی جیل میں رکھا گیا بیرک ایک ہو تو اس میں رہیں گے اور کہاں جائیں گے۔

اور بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا جمال، یوسف علیہ السلام کا سیرت و کردار اور جیل میں بھی آ کر اللہ کی عبادت اللہ کا ذکر اور کسی کے ساتھ بھی برائی نہ کرنا، ہر بندے کی خبر گیری کرنا کوئی بیمار ہے عیادت کر رہے ہیں، کوئی رو رہا ہے تو اس کو تسلی دے رہے ہیں ہمدردی کر رہے ہیں اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس چیز نے ان کو مجبور کیا اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے گرویدہ ہو گئے اور کبھی کبھی آ کر یوسف علیہ السلام سے عجیب عجیب باتیں پوچھا

کرتے یوسف علیہ بھی السلام بھی بتا دیتے۔

ان دونوں نے کیا خواب دیکھا

"وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ قَالَ أَحَدُهُمَآ إِنِّيٓ أَرٰنِيٓ أَعْصِرُ خَمْرًا وَ قَالَ الْآخَرُ إِنِّيٓ أَرٰنِيٓ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِيْ خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهٖ إِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ"

دونو جوان آئے انہوں نے کہا ر یوسف علیہ السلام ہم نے خواب دیکھا ہے ایک نے کہا " إِنِّيٓ أَرٰنِيٓ أَعْصِرُ خَمْرًا" میں شراب نچوڑتا ہوں"انی ارتی اعْصِرُ خَمْرًا" میں ان چیزوں کو نچوڑ کے بادشاہ کے لئے جام شراب تیار کر رہا ہوں وَ قَالَ الآخَرُ اور دوسرے نے کہا "إِنِّيٓ أَرٰنِيٓ أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِيْ خُبْزًا" میں سر پہ روٹی اٹھائے ہوئے ہوں تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ اور پرندے اڑ اڑ کر اس کو کھا رہے ہیں نَبِّئْنَا بِتَأْوِيْلِهٖ إِنَّا نَرٰكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ "آپ مہربانی کر کے ہم دونوں کے خواب کی تعبیر بتائیں۔

حضرت یوسفؑ کی ان کو تبلیغ

اس میں بھی علماء کے دو قول ہیں بعض علماء تو یہ فرماتے ہیں خواب دیکھا ہی نہیں تھا ایسے بات بنائی تھی کہ یوسفؑ کا امتحان تو لیں اور بعض علماء کہتے ہیں کہ نہیں انہوں نے خواب دیکھا تھا اب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيْلِهٖ قَبْلَ أَنْ يَّأْتِيَكُمَا ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ إِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ. وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ مَا كَانَ لَنَآ أَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ

اللهِ عَلَيْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ وَ أَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ.

اب دیکھیں شان پیغمبری موقع ملا تو فوراً توحید کی دعوت دی کہ اب یہ بندے آئے ہوئے ہیں تعبیر پوچھنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا میں پہلے بھی تمہارا طعام آنے سے پہلے بتلا دیا کرتا تھا کہ کیا آئے گا اللہ نے مجھے یہ علم عطا فرمایا۔ عطا فرمایا ہے اور میں نے وہ ملت چھوڑ دی، وہ قوم چھوڑ دی، جماعت چھوڑ دی۔ میں تو ابراہیمؑ، اسحاقؑ اور یعقوبؑ کی پیروی کرنے والا آدمی ہوں اور ان سب کا دین کیا تھا ما كان لنا أَنْ نُشْرِكَ بِاللهِ مِنْ شَيْءٍ۔

دعوت و تبلیغ کا بہترین طریقہ

اور پھر دیکھیں کتنے پیار سے اللہ کے پیغمبر تبلیغ کر رہے ہیں یاد رکھو کسی کو دین کی دعوت دو تو اس کا بھی اسلوب ہے "اُدْعُ إِلَى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" کہ بڑی حکمت اور بڑی دانائی کے ساتھ، موعظہ حسنہ کے ساتھ بلاؤ۔ اگر آپ کسی کو سختی سے کہیں گے تو بات کون سنے گا۔ آج کل تو اولاد بات نہیں سنتی۔

آپ نے کیا تبلیغ فرمائی تھی

دیکھیں کتنا پیارا خطاب ہے "يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ" اے میرے قید خانے کے ساتھیو "ءَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ أَمِ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ" اچھا تم یہ مجھے بتاؤ بہت سارے رب بنا لینے، ہر شہر میں دیوی الگ، دیوتا الگ ہیں یہ اتنے سارے خدا بنا لینے، اتنے سارے رب بنا لینے بہتر ہیں یا ایک کو رب بنانا بہتر ہے عقل کرو یہ کیا بات ہوئی کہ ہر گلی میں رب یہ کیا بات ہوئی کہ ہر شہر میں رب کھڑا ہے دیوی کھڑی ہے دیوتا کھڑا ہے اور یاد رکھو جن کو تم نے رب بنایا ہوا ہے "ما

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُونِهٖٓ إِلَّآ أَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَ آبَاؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ أَمَرَ إِلَّا تَعْبُدُوْٓا إِلَّآ إِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ".

اور جن کو تم نے خدا بنایا ہوا ہے یہ تو تم نے نام رکھے ہوئے ہیں کسی کا نام لات ہے، کسی کا منات ہے، عزیٰ ہے، جبل ہے، کسی کو داتا کہتے ہو، کسی کو مشکل کشا کہتے ہو، کسی کو حاجت روا، کسی کو غریب نواز کسی کو دینے والا کسی کو لینے والا یہ تم نے سب نام رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ نے تم کو حکم نہیں دیا اللہ نے کب کہا ہے کہ تم ان کو داتا کہو، اللہ نے تمہیں کب حکم دیا ہے کہ مشکل کشا بناؤ یہ سب تمہارے رکھے ہوئے نام ہیں۔

جیسے پہلے بت پرستوں نے نام رکھے تھے آج بھی اللہ کو چھوڑ کے غیروں کی عبادت کرنے والوں نے نام بنائے ہوئے ہیں کہ جی اگر فلاں مشکل بن جائے تو فلاں بزرگ کے پاس جاؤ فلاں مصیبت پڑ جائے تو فلاں کے پاس جاؤ جیسے آپ ڈاکٹروں نے تقسیم کیا ہوا ہے کہ یہ گلے کا ڈاکٹر یہ پیٹ کا انہوں نے بھی تقسیم کئے ہوئے ہیں ان کے بھی ماشاء اللہ مختلف کام ہوتے ہیں عورت بیمار ہو تو فلاں پیر کے پاس جاؤ اور جانور بیمار ہو تو فلاں پیر کے پاس لے جاؤ اور بعض پیر تو ماشاء اللہ سانپوں کے بھی پیر ہیں آپ کے انڈیا میں مزار ہے وہاں سانپ اکٹھے ہوتے ہیں انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

ان کے خوابوں کی تعبیر کیا تھی

یوسفؑ نے توحید کا سبق دیا پھر ان کو خواب بتلایا" يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَاسِهٖ" اب پیغمبر کی شان دیکھ نام نہیں لیا بات فرمائی کہنے لگے ہاں تم دونوں میں سے ایک آدمی اپنے عہدے پر واپس

بحال ہو جائے گا اور وہ جا کر اپنے بادشاہ کو شراب پلائے گا اور دوسرے کے لئے فرمایا: "وَ أَمَّا الْآخَرُ فَيُصْلَبُ" اس کو پھانسی دی جائے گی فتأكل الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِه اور جب وہ مر جائے گا پھینک دیں گے اس کے سر کو، دماغ کو پرندے آ کر چھیڑیں گے کھائیں گے ایک کے لئے پھانسی ہے اور ایک رہا ہو جائے گا اور بعض علماء کہتے ہیں کہ جب آپ نے یہ تعبیر سنائی تو جس نے کہا تھا کہ میرے سر پر کھانا ہے روٹی ہے اس نے کہا میں نے تو خواب دیکھا ہی نہیں تھا، میں نے تو جھوٹ بولا تھا آپ تعبیر دے رہے ہیں۔

تو اب اللہ کے پیغمبر نے فرمایا قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِيَانِ آپ نے فرمایا جھوٹ بولا یا سچ کہا اب تقدیر کا فیصلہ ہو گیا ہے جو تم نے پوچھا۔ نبی کے ساتھ اگر جھوٹ بولتے ہو پھر بھی تمہارے جھوٹ کی سزا یہ ہے جو میں نے تعبیر دی ہے یہی فیصلہ ہے اور اگر تم نے واقعی خواب دیکھا ہے پھر بھی یہ تعمیر ہو جائے گی اس لئے آپ نے فرمایا قُضِی الامر جو تم نے پوچھا تھا اور میں نے بتایا تھا وہ فیصلہ ہو گیا۔

زندہ بچ جانے والے کے ذریعہ یوسفؑ کا پیغام

اور یہ سارا کچھ فرمانے کے بعد۔ وَ قَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ نَاجٍ مِنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ فَأَنْسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِينَ "اور جس کے بارے میں تعبیر میں آپ نے بتلایا تھا کہ تم اپنے عہدے پر بحال ہو جاؤ گے اس سے کہا کہ تم اپنے عہدے پر جا رہے ہو اور تم نے جام لے کر ساقی گیری کرنی ہے اور بادشاہ کی محفل میں جا کر تم نے پلانا ہے تمہیں بادشاہ کا قرب تو حاصل ہو گیا اور بادشاہ خود تمہیں اسی وظیفے پہ بلا رہے ہیں۔

اب ایک میرا کام بھی کرنا کہ کم از کم بادشاہ سے یہ تو کہنا کہ تمہارے ملک میں یہی

انصاف ہے کہ جنہوں نے چھیڑا جنہوں نے مکر کیا جنہوں نے بہلایا پھلایا وہ تو گھروں میں عیش کریں اور جو گناہوں سے بچا جس نے تمہارے شاہی گھر کی حفاظت کی اس کو بے گناہ جیل میں ڈال دیا۔

کسی کو رب کہنا

یاد رکھیں اس زمانے میں رب کا معنی بطور تربیت کے ہوتا تھا پالنے والا، اس وقت اس کا اطلاق کسی سردار پر، بادشاہ پر، عام لوگوں پر بھی ہوتا تھا جیسے اب بھی کبھی مثلاً محاورات میں آتا ہے کہ بھائی یہ عورت کیا کام کرتی ہے تو آگے لکھتے ہیں ربّۃُ البیت یہ گھر کی تربیت کے لئے ہے نوکری نہیں کرتی۔

اور اسی طرح کہتے ہیں رَبُّ الدار یہ اس حویلی کا مالک ہے لیکن اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے دیا کسی غلام کو یہ نہ کہا کرو عبدی کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں۔

اور اسی طرح کوئی آدمی مالک کو یہ نہ کہے ربی بلکہ وہ اس کا نام لے کر پکارے کیونکہ سب اللہ کے بندے ہیں اور کوئی کسی کا رب نہیں ہے لیکن اس دور میں اس لفظ کا اطلاق جائز تھا۔

حضرت یوسفؑ جیل سے کیوں نہ نکلے

اچھا دیکھیں خدا کی شان ہے فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ وہ رہا ہو کر آ گیا شیطان نے اس کے دل و دماغ سے یہ بات ہی نکال دی ویسے بھی اللہ معاف فرمائے آدمی کا کام ہو جائے تو کون یاد کرتا ہے وہ تو چھوٹ گیا عہدہ بھی مل گیا، اقتدار بھی مل گیا، بادشاہ کی محفل میں بھی آ گیا، اور پھر کام بھی کھانے پلانے والا تھا ڈیوٹی ہی ایسی تھی پلانے کے بعد اچھے ہوش والے بھی بیہوش ہو جاتے ہیں تو یہ کیا یاد رکھتا کام بھی ایسا تھا "فَاَنْسٰهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ۔

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی ضمیر یوسفؑ کی طرف راجع ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنے خدا کو بھول بیٹھے اور اس کو پیغام دے بیٹھے بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ بھی شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ وہ ایسی بات کر بیٹھے ورنہ جب کنویں سے نکالا تو مالک نے عورتوں سے بچایا تو مالک نے۔

جیلر کی حضرت یوسفؑ سے محبت کا واقعہ

اسی لئے ایک آدمی آیا وہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہنے لگا۔ وہاں کا جو جیلر تھا وہ حضرت یوسفؑ سے اتنا متاثر ہوا کہ آ کر کہنے لگا کہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا خدا کے لئے میرے ساتھ محبت نہیں کرنی اس نے کہا حضرت کیا بات ہے؟ واللہ میرے دل میں آپ کی اتنی محبت ہے، اتنی عقیدت ہے میرے بس میں ہو تو میں ابھی آپ کو جیل سے نکال دوں میں جیلر ہوں نکال تو نہیں سکتا۔ البتہ جتنی سہولتیں میں آپ کو دے سکتا ہوں وہ ملیں گی لیکن آپ محبت سے کیوں نہ کروں؟

حضرت یوسفؑ نے فرمایا پہلے مجھ سے میری خالہ نے محبت کی اور مجھ پر چوری کا الزام لگایا گیا، اس کے بعد میرے بھائیوں نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا تو جا کر مجھے کنویں میں ڈالا پھر زلیخا نے مجھ سے محبت کی اور مجھے جیل میں بھجوا دیا اب تم محبت کر کے مجھے کہاں بھجوانا چاہتے ہو فرمایا مجھے کسی کی تو محبت راس ہی نہیں آتی میں محبت کا ڈسا ہوا ہوں اور میں نے کیا جرم کیا ہے۔

حضرت یوسفؑ کو کئی سال جیل میں رہنا پڑا

اس لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ فانسہ کی ضمیر حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف راجع ہے لیکن اکثر علماء کہتے ہیں اسی ساقی کی طرف راجع ہے کہ جب وہ رہا ہو کر گیا اس کے دل و

دماغ سے وہ بات نکل گئی اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ کئی سال جیل میں رہنا پڑا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا واقعہ

اسی طرح تاریخ میں اب بھی موجود ہے حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت جن کا لقب تھا انگریزوں کے زمانے میں انہیں جیل میں بھیجا گیا تو شاہ جی رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت قرآن مجید پڑھتے تھے اور اتفاق سے جس بیرک میں شاہ صاحب کو رکھا گیا تھا سپریڈینٹ کی کوٹھی کے ساتھ اس کی دیوار ملتی تھی باہر کی طرف کوٹھی تھی اندر کی طرف جیل تھی کیونکہ جو بڑے قیدی ہوتے ہیں ان کو خصوصی بیلوں میں رکھا جاتا ہے اس انگریز سپریڈینٹ کی بیگم جب کبھی صبح کے وقت اٹھتی لان میں جہاں پھول لگے ہوئے تھے وہ صبح اٹھ کر چلتی، واک وغیرہ کرنے کے لئے جب کانوں تک آواز آتی تو دیوار کے ساتھ کان لگا کر کھڑی ہو جاتی اور شاہ جی جیل میں اندر بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں انہیں تو نہیں پتہ کہ کوئی ادھر سے سن رہا ہے۔

اب اس انگریز کو پتہ چلا تو اس نے اپنے حکام بالا کو لکھا کہ اس قیدی کو میری جیل سے نکالا جائے اگر یہ چند دن یہاں رہا تو میری بیوی مسلمان ہو جائے گی آخر اللہ والوں کے اثرات تو ہوتے ہیں ان کو جہاں بھی رکھنا ہے انہوں نے کام تو دین کا کرنا ہے تو یوسف علیہ السلام کے بھی ایسے اثرات مرتب ہوئے یہ بات بھی روایات میں موجود ہے کہ سپریڈینٹ جیل آیا اس نے کہا کہ یہ تو میرے بس میں نہیں ہے کہ میں آپ کو جیل سے نکال دوں لیکن اندر میں جتنی آپ کے لئے خدمت کر سکتا ہوں اس میں میں کوتاہی نہیں کروں گا مجھے تو آپ سے انتہائی محبت ہے۔

مولانا محمد علی جالندھری اور ختم نبوت کی تبلیغ

اس لئے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو ختم نبوت کے ایک عظیم رہنما گزرے ہیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں اسٹیشن پر آیا اس دور میں سستا وقت تھا کہتے ہیں کہ میں نے دو آنے یا چار آنے کی ایک چائے کی پیالی اور چار آنے کا ایک رس کیک خریدا کہ بھائی اب ٹرین کے آنے کا وقت ہے۔ یہی ناشتہ ہے ٹھیک ہے تو میں نے لے لیا اور ناشتہ کر کے چل پڑا فرماتے ہیں کہ راستے میں مجھے خیال آیا کہ حمد علی تم نے ناشتہ تو کر لیا اپنا پیٹ بھی بھر لیا ختم نبوت کے جو تم سپاہی ہو اس کے لئے تم نے کیا کیا۔

کہتے ہیں کہ میرے ساتھ جو چھوٹا سا بیگ تھا کھولا اس میں سے کارڈ نکالا اس وقت ڈاک کے کارڈ ہوتے تھے تین پیسے کا ایک کارڈ ہوتا تھا جوابی کارڈ بھی نکالا اس پر ختم نبوت کا ایڈریس بھی لکھا ہوا تھا وہ لایا اور جو کنٹین والا تھا اس کے پاس میں آیا کہ بھائی یہ ختم نبوت کا ایک کارڈ ہے اگر قادیانیت کے بارے میں کوئی بات ہو یا مسئلہ پوچھنا ہو کوئی مشکل پیش آئے تو اسی پر ہمیں ایک دو سطر کا خط لکھ کر بھیج دینا کہتے ہیں میں دے کر چلا گیا۔

کئی سال بعد اسی آدمی کا کارڈ ملا کہ ہم فلاں چک کے رہنے والے ہیں سندھ کے فلاں علاقے میں ہم رہتے ہیں وہاں مرزائیوں نے قادیانیوں نے کارڈ دیا تھا میں آپ کو مطلع کر رہا ہوں۔ اپنے مبلغ بھیجے ہیں اور اتنا زور لگایا ہے کہ کئی لوگ قادیانی بن گئے تو آپ نے مجھے مولانا کہتے ہیں کہ مجھے کارڈ ملا ہم نے اسی وقت بیٹھ کر فیصلہ کیا مولانا لعل حسین اختر کو بلایا مولانا محمد حیات صاحب کو بلایا اور بڑے بڑے علماء جو اس مسئلہ میں ماہر تھے اور اس مسئلے پر اتھارٹی تھے ان سب کو لے کر ہم اس بستی میں پہنچے، جلسے کئے تقریریں کیں، مرزائیوں کو دعوت مناظرہ دی وہ

جب آئے تو شکست کھائے جو لوگ مذبذب تھے یا منذبذب ہو گئے تھے یا قادیانی ہو گئے تھے اللہ نے پھر ان کو اسلام نصیب فرمایا وہ فرماتے ہیں اگر میں چھوٹی سی غلطی کرتا، اگر وہ کارڈ نہ دیتا تو اس بچارے کو کیا پتہ کہ میں نے کس کو کہنا ہے میں نے اس وقت کو ضائع نہیں کیا اپنی جماعت کا پیغام، اپنا منشور میں نے پہنچا دیا۔

تبلیغ کا موقعہ ضائع نہ ہونے دو

اللہ تعالیٰ نے اس کو ذریعہ بنایا کہ کتنے لوگوں کا ایمان بچ گیا اس لئے ہمیشہ اس بات کو یاد رکھا کریں یہ آج کل ہماری جدید تہذیب اس میں کچھ یہ ہو گیا ہے کہ دیکھو جی ہم تو مولوی صاحب کو ملنے گئے تھے مولوی صاحب نے تو اپنی تقریر شروع کر دی یار پتہ نہیں ان مولویوں کو بیماری لگی ہوئی ہے، یہ بات نہیں ہوتی بلکہ ان پر شرعاً ذمہ داری ہوتی ہے آپ میرے پاس آئے ہیں، کسی بہانے سے آئے بات سنیں گے ورنہ ایسے تو نہ سنتے آپ میری بات، اس لئے اللہ کے پیغمبر نے اپنی جیل کی زندگی کو سامنے نہیں رکھا فوراً توحید کا سبق پڑھایا اور اس کے بعد ہیں تو بات ان کو تعبیر دی۔

اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ تم جاؤ تو بادشاہ کی محفل میں ذرا بات یاد کرا دینا کہ یوسفؑ جو جیل میں بیٹھے ہوئے ہیں کیوں؟ وہ تو بے قصور ہیں ان کو بغیر گناہ کے جیل میں بھیجا گیا ہے۔

مذاق مذاق میں وزیر جیل میں چلا گیا

بات مشہور ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر سے مذاق کرتے ہوئے اس کو جیل بھیج دیا مذاق مذاق میں ہنسی خوشی میں کھیل رہے تھے وزیر کو حکم دیا کہ جیل جاؤ وہ جیل چلے گئے اور

بادشاہ حکم دینے کے بعد ایسے مصروف ہوئے کہ ان کو بات ہی بھول گئی کہ میں نے وزیر کو جیل بھیجا تھا حالانکہ ان کو تو مذاق میں بھیجا گیا تھا کوئی جرم تو تھا نہیں وہ تو صرف ایک مذاق تھا آزمائش تھی کہ دیکھیں یہ کیسے ہماری وفاداری میں قائم رہتا ہے لیکن بادشاہ انسان ہے بات بھول گئی حتیٰ کہ بادشاہ مرگیا۔ اور بادشاہ کا بیٹا سامنے آگیا مدت کے بعد جب بادشاہ کا بیٹا تخت پر بیٹھا اس نے کہا ایسے کرتے ہیں کہ فہرست بناؤ کتنے قیدی جیل میں پڑے ہوئے ہیں اور ان میں جو چھوٹے چھوٹے جرائم والے ہیں ان سب کو معاف کرتے ہیں تاکہ میں ان کو اپنی خوشی میں آزاد کردوں فہرستیں بن گئیں قیدیوں کو پیش کیا گیا تو وزیر یا تو وزیر صاحب پیش ہوئے تو وہ تو رو پڑے اس نے کہا بادشاہ سلامت اب آتے کرسی پر بٹھایا ہے میں تو آپ کے ابا کا وزیر تھا آپ سے تحقیق کرلیں فائلیں دیکھ اللہ نے لیں لوگوں سے پوچھ لیں اور مجھے از راہ مذاق انہوں نے جیل میں بھیج دیا تھا مہربانی کریں میرا تو فیصلہ کریں باقی کا کریں یا نہ کریں۔

بادشاہ سلامت سنتے رہے اور جب آخر میں اٹھے تو کہنے لگے کہ سب کو چھوڑ دیں اس کو رہنے دیں یہ ابو کی نشانی ہے پڑی رہے تو بہتر ہے اس کو تو ابا نے بھیجا تھا۔

حضرت یوسفؑ کی جیل میں پریشانی

بعض روایات میں یہ آتا ہے کہ ایک رات حضرت یوسف علیہ السلام روئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قید میں جتنا آرام ہو قید تو قید ہے قید میں کتنا آدمی کو سہولت ملے آدمی کو گھر ملے، آدمی کو خادم ملے، آدمی کو کھانے ملیں لیکن اس کی آزادی کو سلب کرلیا جاتا ہے۔

آپ اس کمرے سے باہر نہیں جاسکتے یا آپ اس ایریا سے باہر نہیں جاسکتے بس یہی انسان کے لئے موت ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر آدمی کو آزاد پیدا فرمایا ہے جب اس کی آزادی کی نعمت سلب ہو جاتی ہے تو انسان تو پھر کسی قیمت کا نہیں رہتا انسان ختم ہو جاتا ہے

حضرت یوسف علیہ السلام جب بہت پریشان ہوئے سات سال کی مدت کوئی مذاق تو نہیں ہے کہنا تو بڑا آسان ہے سات سال زندگی کا ایک حصہ ہے اور عین شباب میں کہ جب آدمی کے آرام سے پھرنے کے دن ہیں، سیر کے دن ہیں، کھانے کے دن ہیں اور یوسف علیہ السلام جیل میں بیٹھے ہیں۔ ایک دن آپ روئے اللہ کے آگے فریاد کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ میرے نبی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس جائیں اب آپ کیوں گھبرا رہے ہیں اور کیوں رو رہے ہیں آپ نے تو خود کہا تھا قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ" آپ نے خود کہا تھا کہ میرے مولی جس طرف مجھے عورتیں دعوت دیتی ہیں اس سے تو جیل بہتر ہے تو آپ نے تو خود جیل چنی آپ کے مانگنے کے مطابق تو ہم نے بھیجا تھا اب آپ جیل سے تنگ آگئے ہو آپ نے کیوں مانگی تھی جیل اگر اس وقت آپ یہ دعا کرتے کہ یا اللہ ان عورتوں کے شر سے پھیر دے اور مجھے جیل سے بھی بچالے تو ہم دونوں چیزوں سے آپ کو بچالیتے۔

حضرت یوسفؑ کا اللہ کی طرف رجوع

اب قرآن مجید فرماتا ہے کہ "فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ" اور جب یوسف علیہ السلام اللہ کے آگے روئے اللہ نے فرمایا اے جبرائیل! یوسف علیہ السلام کو تسلی دے دو کہ جب تم نے غیروں کو پیغام دیا تھا تو ہم نے تمہیں سات ہم نے سات سال کے لئے جیل میں بھیج دیا اور آج میرے آگے رونا شروع کر چکے ہو تو فکر نہ کرو اب آپ کے باہر جانے کے دن ہم قریب لے آئے ہیں ہم اپنی حکمتوں سے اپنے فیصلوں سے سارے مسائل حل کر دیں گے۔

حضرت یوسفؑ کی مرحلہ وار تربیت

اس لئے علماء نے فرمایا کہ اگر آدمی غور کرے یوسف علیہ السلام کے بچپن پر، یوسف علیہ السلام کے شباب پر، یوسف علیہ السلام کی محبت اپنے باپ سے اور پھر بھائیوں کا یہ واقعہ تو معلوم ہوتا ہے کہ قدرت ہر مرحلے پر کی تربیت کر رہی ہے۔

آپ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ اگر آج بھی کوئی بادشاہوں کے بیٹے ہیں، آج بھی اگر بڑے لوگوں کی اولادیں ہیں تو وہ اپنی اولادوں کو اسی طرح کی تربیت دیتے ہیں کہ انہیں سکولوں میں بھیجتے ہیں، انہیں کالجوں میں بھیجتے ہیں انہیں یونیورسٹیوں میں بھیجتے ہیں ان کو ایسے مقام پر آنے کے آداب آنے چاہئیں تا کہ یہ اس مقام کو سمجھ سکیں۔ اس کے پروٹوکول کو سب چیزوں کو یہ ذہن میں رکھ سکیں کیونکہ کل انہوں نے ہماری کرسی پر بیٹھنا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام سے اتنا بڑا کام لینے والے تھے کہ ملک مصر کا بادشاہ آپ کو بنانا مقصود تھا تو ہر قسم کے ابتلاء سے گزارا گیا، حسن و جمال کے فتنوں سے بھی گزارا گیا، عزیز مصر کے گھر میں انعام و اکرام کے فتنوں سے بھی گزارا گیا بھائیوں کی دل شکنی سے بھی گزارا گیا، کبھی کنویں میں قید رکھا گیا اور کبھی مصر کے قید خانے میں بھیجا گیا غلام بنا کر بازاروں میں بکوایا گیا چند کھوٹے سکوں کی قیمت لگوائی گئی یہ ساری حکمتیں تھیں۔

اصل بات یہ تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیغمبر کو تیار فرما رہے تھے اس کی فطری، اس کی ذہنی، اس کی جسمانی ہر لحاظ سے تربیت کاملہ ہو رہی تھی تا کہ جب وہ کامل بن جائیں گے تو کسی غیر کے لئے بھی کامل بنیں گے اس کو محاورات عرب میں کہتے ہیں سب سے پہلے انسان کو خود کمال حاصل کرنا چاہئے جب آدمی خود کامل نہیں بنے گا تو وہ دوسرے کے لئے کامل

کیسے بنے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ سرکار دو جہاں رحمۃ للعالمین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو غار حرا میں مستقل بیٹھنا، غار حرا میں جا کر عبادت کرنا، اکیلے غار میں بیٹھنا اب تو کہہ دینا آسان ہے کہ بجلی ہے قمقمے ہیں روشنی ہے راتیں بھی دن بنی ہوئی ہیں لیکن ذرا غور فرمائیں آج سے چودہ سو سال پہلے کیا عالم تھا جب بجلی نہیں، کوئی چیز نہیں اس وقت اکیلا غار میں گرمی میں، تاریکی میں پہاڑی کی چوٹی میں بیٹھنا اور سب سے پہلے اللہ اپنے نبی کو حکم دے رہے ہیں قم اللیل ساری رات جاگو صرف تھوڑی دیر آرام کرو پھر اس کے بعد تھوڑی رعایت دی گئی نِصْفَهُ أَو انقص مِنْهُ قَلِيلا أو زد عليه یا تو آپ ایسا کریں کہ آدھی رات آرام اور آدھی رات عبادت کریں یا آپ ایسا کریں کہ کئی حصے آرام اور ایک حصہ عبادت کریں وجہ کیا تھی اللہ اپنے نبی کی تربیت فرما رہے نہیں ان کو آپ تیار فرما رہے ہیں کہ آپ کو پوری انسانیت کے لئے ہادی بنانا ہے۔ اس لئے علماء نے ہمیشہ لکھا ہے کہ اللہ کی ہر چیز میں حکمت ہے ورنہ ایمان سے کہیں کہ اللہ کے آگے کیا مشکل تھا کہ بھائی جرات ہی نہ کرتے اور اگر بھائیوں کہ نے جرات کر لی تھی تو اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام کو خبر کر دیتے کہ کنویں میں حضرت یوسف علیہ السلام کو ڈال گئے ہیں وہاں سے نکال لو لیکن یہ یوسفؑ کو ساری اللہ کی حکمتیں ہیں۔

بادشاہ مصر کا خواب

اب اللہ کی ایک اور حکمت دیکھیں کہ بادشاہ نے خواب دیکھا۔

اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ خدا کی شان ہے کہ آپ دیکھیں بعض سورتوں میں

کیسے عجیب عجیب مبارک بیان ہیں کہ اگر سورہ یوسف میں آپ دیکھیں سارا مسئلہ اس کی بنیاد خواب ہے یوسف علیہ السلام نے بھی خواب دیکھا ان کی بنیاد خواب تھی کہ "إِنِّیْ رَأَیْتُ أَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا".

اور انہوں نے بھی خواب دیکھا کہ جنہوں نے آ کر مسئلہ پوچھا تھا کہ "انی ارنی أَعْصِرُ خَمْرًا وَقَالَ الْآخَرُ اِنّی اَرٰنِي أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا . بھی خواب تھا اب بادشاہ نے خواب دیکھا۔

"وَ قَالَ الْمَلِکُ إِنِّيْ أَرٰنِیْ سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ یَا کُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَ سَبْعَ سُنْبُلَتٍ خُضْرٍ وَ أُخَرَ بِسْتٍ یَأَیُّهَا الْمَلا اَفْتُوْنِيْ فِیْ رُئْیَایَ إِنْ کُنتُمْ لِلرُّءْ یَا تَعْبُرُوْنَ" بادشاہ نے خواب دیکھا سات موٹی گائیں اور سات بالکل لاغر کمزور جوان کو کھا جاتی ہیں پھر دیکھا کہ عجیب بات ہے سبع سنبلت، سنبل کہتے ہیں خوشہ کو جس میں دانے ہوتے ہیں آپ نے گندم کا خوشہ دیکھا ہے کہ جس میں دانہ کو محفوظ ہوتا ہے سات خوشے ہیں اور اس میں دانے ہیں اور سات خوشے ہیں بالکل سوکھے ہیں وہ سوکھے ہوئے خوشے سبز خوشوں کو ہضم کر جاتے ہیں جب بادشاہ نے خواب دیکھا تو حیران ہو گیا اور صبح جو اس کی مجلس میں بیٹھنے والے لوگ تھے بڑے پڑھے لکھے سردار علماء اس کے زمانے میں جو بھی اخبار وغیرہ تھے بلایا اور کہا۔

أَفْتُوْنِيْ فِيْ رُؤْیای میرے خواب کی تعبیر بتاؤ۔

انہوں نے بادشاہ کی جب یہ بات سنی تو کہا بادشاہ سلامت آپ پریشان نہ ہوں یہ خواب نہیں ہے "قالوا أَضْغَاثُ احلام وَ مَا نَحْنُ بتاویل الاحلام بعلمین" آپ بالکل نہ گھبرائیں یہ تو ایسے ہے کہ جیسے متفرق لکڑیاں ہوں اکٹھی ہو جائیں خیال میں۔

اصل بات یہ ہوتی ہے کہ جب آدمی سو جاتا ہے جب اس کا شعور سو جاتا ہے تو لاشعور جاگتا ہے اور جب لاشعور جاگتا ہے تو جو دن میں واقعات اس کے سامنے گزرے ہوتے ہیں تو وہی رات کو نظر آجاتے ہیں أَضْغَاثُ احلام یہ تو خواب ہی نہیں اور ایسی باتوں کا ہم کوئی علم نہیں رکھتے اگر خواب بھی ہو تو رویا بھی ایک علم ہے۔ اب جب خواب کی بات چلی خواب کی تعبیر کوئی نہ دے سکا۔ بادشاہ کی پریشانی اور بڑھتی گئی ساقی جو کھڑا تھا اس کو بات یاد آگئی۔

" قَالَ الَّذِيْ نَجَامِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِهٖ فَارْسِلُوْن" جس کو نجات مل گئی تھی جو سزا سے بچ گیا تھا جو ساقی بن گیا تھا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ اُمت کا معنی مدت کہ بڑی مدت کے بعد اس کو بات یاد آگئی۔

اس نے کہا بادشاہ سلامت انا انبِئُكُمْ بِتَأْوِيْلِهٖ فَأَرْسِلُوْنِ. اگر مجھے آپ اجازت دیں اگر مجھے آپ جیل میں جانے دیں تو میں آپ کو تعبیر لے کر دیتا ہوں اس نے کہا کہ جناب وہاں ایسا آدمی بیٹھا ہوا ہے جو خواب کی تعبیر کا عالم ہے ہم نے بھی خواب دیکھا تھا اور اس نے تعبیر دی تھی اور وہ سچی ثابت ہوئی۔

بادشاہ نے اجازت دے دی فوراً جائیں۔ اب جب وہ آیا آنے کے بعد قرآن پاک کہتا ہے کہ اس نے بڑے اعزاز سے: سے مخاطب کیا:

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيْقُ افْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَا كُلُهُنَّ سَبْعُ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنْبُلَتٍ خُضْرٍ وَأَخَرَ يٰبِسٰتٍ لَّعَلِّيْ اَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ.

اس نے کہا کہ اے یوسف مہربانی کریں بتائیں کہ بادشاہ نے خواب دیکھا ہے سات گائیں موٹی ہیں اور سات گائیں دبلی جو موٹی کو کھا جاتی ہیں اور سات بالیاں دانے دار اور سات

بالیاں خالی ہیں خالی بالیاں بھری ہوئی بالیوں کو کھا جاتی ہیں مہربانی فرمائیں آپ ہمیں تعبیر دیں ہم بہت پریشان ہیں تاکہ میں یہ تعبیر لے کر لوگوں کے پاس پہنچوں ان لوگوں کو بتاؤں جن کو اس تعبیر کا پتہ نہیں۔

خواب کی تعبیر یوسفی

اب دیکھیں شان پیغمبر ہے۔ یہ نہیں کہا کہ اچھا سات سال کے بعد اب تشریف لے آئے ہیں آپ، ہمارا آدمی ہوتا تو کہتا کہ یہ پھر آ گیا ہے خواب کی تعبیر لینے کے لئے آپ نے بالکل اس طرف توجہ ہی نہیں کی تم بھول گئے تم نے نہیں کہا تم نے زیادتی کی، پھر آ گئے ہو خواب کی تعبیر لینے، یہ شان پیغمبر نہیں کہ طعنہ دے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس خواب میں یہ دکھایا گیا ہے کہ سات سال کے لئے اتنا قحط پڑے گا کہ مردہ اور مریل جانور غالب آجائیں گے اور موٹے ختم ہو جائیں گے اور آبادی والے دانے ختم ہو جائیں گے اور جو خشکی ہے وہ غالب آجائے گی پیداوار بالکل ختم ہو جائے گی سات سال قحط کے ہیں اور سبع کا جو اشارہ ہے اس سے سات نکلتے ہیں سات سال کا عرصہ ہے لیکن بات سنو تم ایسا کرو کہ جا کر بادشاہ کو سمجھاؤ کہ اب جو کاشت کریں جو زراعت کریں جو دانے نکلیں ان تَذْرُوْهُ فِي سُنْبُلِهٖ ان کو ایسے کریں ضرورت کی گندم لے لیں اور باقی کو ایسے ہی خوشوں میں رہنے دیں۔

اناج وغیرہ کی حفاظت کا صحیح طریقہ

اور خدا کی شان دیکھو کہ ہزاروں سال پہلے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ دانے کو اس کے اپنے خول میں رہنے دو أَنْ تَذْرُوْهُ فِي سُنْبُلِهٖ آج ہزاروں سال کے بعد یہ

تحقیق ہوگئی ہے کہ آپ سیمنٹ کی عمارتوں میں رکھیں آپ ان کے لئے خصوصی طور پر سٹور بنوائیں اور سٹوروں میں مختلف کیمکلز سے صفائی کروائیں لیکن ایک مدت کے بعد گندم کا دانہ ہو یا کوئی دانہ ہو وہ گل جاتا ہے خراب ہو جاتا ہے۔

لیکن اگر اس کو اپنے سٹے میں اپنی بالی میں پڑا رہنے دو دس سال نہیں ہزار سال پڑا رہے وہ محفوظ رہتا ہے۔اس لئے آپ نے پرانے وقتوں میں دیکھا ہوگا کہ لوگ بھوسے کے اندر گندم کو محفوظ کرتے تھے کیونکہ جب وہ اپنی اصل میں رہتی ہے خراب نہیں ہوتی اور آپ کمرے میں بند کریں کہیں بند کریں لازما خرابی ہوگی۔

اور یہ بات حضرت یوسف علیہ السلام نے ہزاروں سال پہلے بتائی تھی کہ آپ ایسا کریں اس سال جو پیداوار ہو اس کو گندم کے خوشوں میں ہی رکھ کر محفوظ کریں اور جب قحط کے سال آئیں تو ان پر گزارہ کریں اس لئے جب قحط کے سال آئیں گے تو آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہو گی آپ کے پاس تو ذخیرہ موجود ہے پریشانی تو ان لوگوں کو ہوگی جو ذخیرہ نہیں کریں گے اور پھر یہ بھی بتلا دیا کہ بات سال کے بعد راحت کا دور آئے گا خوشی کا دور آئے گا کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے اگر کسی پر سختی آتی ہے تو اس کے بعد نرمی بھی آتی ہے۔اگر کہیں قحط آتا ہے تو اس کے بعد ہریالی بھی آتی ہے اگر رات ہوتی ہے تو پھر دن بھی نکلتا ہے اگر کسی آدمی پر پریشانی کا ایک دور آ جائے تو اللہ تبارک وتعالی پریشانی کے بعد راحت و آرام بھی نصیب فرماتے ہیں۔

یہ اللہ کے فیصلے ہیں جو بھی تبدیل نہیں ہوتے "إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسرا" ہر تکلیف کے بعد آسانی لازما پیدا ہوتی ہے تو حضرت یوسفؑ نے تعبیر دے کر بھیجا۔

بادشاہ کے نزدیک حضرت یوسفؑ کا مرتبہ

اب جب اس نے آ کر بادشاہ کو تعبیر بتائی بادشاہ تو حیران ہو گیا اس نے کہا عجیب بات ہے میرے پاس جو بیٹھے ہوئے ہیں درباری قسم کے وظیفے کھانے والے یہ تو کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ کیا بات ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تو اضغاث احلام ہیں لیکن یہ ہے تعبیر معلوم ہوتا ہے یہ صحیح معنوں میں عالم ہے صحیح معنوں میں معبر رؤیا ہے اور صحیح معنوں میں اعزاز و اکرام کا مستحق ہے تو بادشاہ نے کہا وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْئَلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ. بادشاہ نے کہا جلدی لے کر آؤ اس کو جس نے یہ تعبیر دی ہے تو جب قاصد آیا آزادی کا پروانہ آ گیا۔

حضرت یوسفؑ کا آزادی سے انکار

اب یوسف علیہ السلام نے کہا میں تو نہیں جاتا اس نے کہا عجیب بات ہے بادشاہ کا حکم ہے فرمایا بالکل نہیں "مَا بَالُ النِّسْوَةِ اللَّاتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ" پہلے ان عورتوں کے بارے میں تحقیق کرو جنہوں نے مکر کیا تھا جنہوں نے سازشیں کی تھیں جنہوں نے مجھے بہلایا پھسلایا ان کے بارے میں تحقیق کرو میں جب یہاں سے نکلوں تو میرا دامن صاف ہو یہ نہ ہو کہ بادشاہ کو ضرورت پڑ گئی مسئلہ بتا دیا تو بادشاہ نے چھوڑ دیا لیکن وہ الزام تو اسی طرح میرے اوپر لگا رہے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی شان یوسفؑ

اس لئے حضرت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے شان یوسفؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ تو یوسفؑ کا کمال تھا اگر ہمیں پروانہ ملتا ہم تو فوراً چلے جاتے یہ نہیں کہ پہلے تحقیق کرو بعد میں نکلیں گے فرمایا کہ یہ شان یوسفؑ ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیغمبر بھائیوں کی شان کو بڑھایا کرتے تھے لیکن اس سے بڑھانے والے کی شان اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ جب آپ کسی عالم کے بارے میں عزت کا لفظ استعمال کریں گے تو یہ آپ کے علم کی دلالت ہے جب آپ کہیں گے کہ فلاں تو بہت بڑے عالم ہیں وہ تو بہت بڑے بزرگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کا اصل مقصد

یہ دراصل کہنے والے کا اعزاز ہوتا ہے اس میں اس کی کمی نہیں ہوتی، دراصل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم یوسف علیہ السلام کی جگہ ہوتے ہم تو صبر نہ کرتے اپنی امیت کو تعلیم دی کہ نبی کا مقام اور ہوتا ہے تمہیں اگر کوئی ایسا موقعہ ملے تو فائدہ اٹھالینا تحقیق میں نہ پڑے رہنا ہوسکتا ہے کہ تحقیق سے اور امتحان سے پھنس جائیں یہ تو مقام نبوت تھا کہ یوسف علیہ السلام نے کہہ دیا اگر تمہیں کبھی اللہ تبارک وتعالیٰ فائدہ عطا فرمادیں، کوئی رعایت مل جائے، کوئی موقعہ مل رہا ہو تمہاری جان بچنے کا تو فوراً بچالیں تم اس بات کو آگے لمبا کرنے کی کوشش نہ کرو۔

حضرت یوسفؑ کا مقام عظمت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عمل قیامت تک کے لئے تعلیم تھا کہ آپ کے بعد نبوت نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی ایک تعلیم ہے اچھا خدا کی شان دیکھیں یوسف علیہ السلام کا مقام کرم اور مقام نبوت آپ فرماتے ہیں" مَا بَالُ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ " ان عورتوں سے جنہوں نے ہاتھ کاٹے تھے ان سے تحقیق کریں زلیخا کا نام نہیں لیا کہ اس سے تحقیق کریں اصل تو وہی تھی جس کی وجہ سے سارا قصہ بنا اس نے دعوت دی باقی عورتیں تو پھر بعد

میں آئی تھیں۔اصل سبب تو زلیخا ہے۔

لیکن چونکہ آپ اس کے گھر میں رہے تھے وہ آپ کی محسنہ تھی آپ نے ان کے گھر میں کھانا کھایا تھا تو فرمایا جب ان کی بات چلے گی اسکو تو خود بلا لیا جائے گا میں تو اپنی طرف سے اس کا نام نہ لوں تو یہ مقام نبوت ہے اور یہ مقام عظمت انبیاءؑ ہے کہ آپ نے اپنی محسنہ کا نام لینا گوارہ نہیں کیا۔

زبان مصر کی طرف سے حضرت یوسفؑ کی صفائی

اب جب بادشاہ کے پاس پیغام پہنچا تو بادشاہ نے سب کو بلا لیا" قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنْ نَفْسِهِ" بادشاہ نے کہا بتاؤ تم نے کیا کیا تم نے یوسفؑ کو کیوں پھسلایا کیوں بہلایا کیوں مکر کئے کیوں یہ سب کچھ داؤ کئے "قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْءٍ" اب سب نے کہا خدا کی قسم ہم نے یوسفؑ کے اندر کوئی برائی نہیں دیکھی، یوسف علیہ السلام بالکل پاک ہیں یہ جو کچھ بھی کیا ہے ہم نے کیا ہے ہماری زیادتی ہے ہمارا قصور ہے یوسفؑ کا کوئی قصور نہیں ہے اب ان کو جب بلایا صاف بات ہے زلیخا نے بھی تو آنا تھا کیونکہ اس کے گھر میں تو یہ سارا واقعہ ہوا تھا اس نے جب دیکھا کہ سب نے اعتراف کر لیا ہے۔

قَالَتِ امْرَأَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَّفْسِهِ وَ إِنَّهُ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ۔

علماء نے لکھا ہے کہ دیکھو کیسا انقلاب ہے یہ وہی عورت ہے جس نے اپنے خاوند کو دیکھ کر یہ کہا تھا "مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ" کہ اس بندے کو تو عذاب دردناک ہو اس کو جیل بھیجا جائے آج وہ اتنی تبدیل ہو چکی ہے انہوں نے کہا

اس وقت جذبات عشق تازہ تھے اب پختہ ہو گئے تھے اب یوسف علیہ السلام کی سات سال جدائی تھی اور یوسف علیہ السلام اتنے بڑے ابتلاء سے گزرے تھے تو اب بی بی کو بھی عقل آ گئی تھی کہ اب الزام لگانے سے کچھ نہیں بنتا جو حقیقت ہے اس کو ظاہر کرنا چاہیئے۔

اس لئے اس نے فوراً کہا الٰئنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ اب تو سچ بات کھل گئی اب تو کوئی راز رہا نہیں اَنَا رَاوَدۡتُهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ میں نے ان کو بہلایا تھا اللہ کی قسم وہ تو پاک تھا اس کا تو کوئی گناہ نہیں تھا اس نے جو بات کی ہے سچ کی ہے۔

حضرت یوسفؑ نے اپنی صفائی کیوں دلوائی تھی

ذَلِكَ لِيَعۡلَمَ أَنِّيۡ لَمۡ أَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ وَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِيۡ كَيۡدَ الۡخَائِنِيۡنَ" اب اس میں بھی دو قول ہیں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ذلک لِيَعۡلَمَ تا کہ عزیز مصر جان لے کہ میں نے خیانت نہیں کی اس کی عدم موجودگی میں یہ یوسف علیہ السلام کا قول ہے یوسف علیہ السلام نے کہا کہ بھائی میں اس لئے تحقیق چاہتا ہوں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی عزیز کے دل میں یہ خیال نہ آجائے کہ یوسفؑ نے خیانت کی ہوگی اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ہر بات واضح ہو جائے۔

زلیخا کی سچی گواہی

اور بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر یہاں یوسف علیہ السلام کے کلام کو لیا جائے تو پھر اتصال کلام نہیں رہتا کیونکہ پہلا کلمہ زلیخا کا ہے کہ الٰئنَ حَصۡحَصَ الۡحَقُّ أَنَا رَاوَدۡتُهٗ عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ إِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيۡنَ" زلیخا نے کہا کہ میں نے بہلایا میں نے داؤ کیا یوسفؑ سچا ہے۔

زلیخا کا اقرار

آگے بھی اس کا کلام ہے "ذَلِكَ لِيَعۡلَمَ أَنِّيۡ لَمۡ أَخُنۡهُ بِالۡغَيۡبِ وَ أَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِيۡ كَيۡدَ

الْخَائِنِينَ " امراۃ العزیز نے کہا کہ میں یہ چاہتی ہوں کہ عزیز کو بھی یہ بات واضح ہو جائے کہ میں نے خیانت نہیں کی میں تو مجبور تھی میں نے تو اس کے جمال کے آگے مجبور ہو کر مدہوش ہو کر یہ کیا میں نے گناہ تو کوئی نہیں کیا صرف یہ ہے کہ میں نے ان کو مائل کرنا چاہا میں نے ان کو اپنی طرف بلایا لیکن میں نے کوئی خیانت نہیں کی میں نے کوئی زنا نہیں کیا میں نے کوئی ارتکاب فاحشہ نہیں کیا تھا۔ وَ مَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ إِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

اور میں اپنے نفس کی بات کا اظہار نہیں کر سکتی کیونکہ نفس تو ہے ہی ایسی چیز کہ اس کے اندر اس قسم کے خیرات کی آماجگاہ ہو سکتی ہے ہاں مگر وہ لوگ جن پر اللہ کی رحمت ... جن کو اللہ محفوظ رکھے اور جن کی اللہ حفاظت کرے اور اللہ پاک معاف کرنے والے ہیں اور رحمت فرمانے والے بھی ہیں تو یہاں تک سیدنا یوسف علیہ السلام کو آزادی ملی اور الزام سارے ختم ہو گئے اور بڑی شان سے اللہ نے ان کو جیل کی زندگی سے نکال کے قصر شاہی میں پہنچایا اور بادشاہ اتنا معتقد ہوا کہ اس نے کہا کہ آپ میرے پاس رہیں اور میرے مقرب بن کے رہیں اب آپ سارے نظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیں ۔تحقیق ہوگئی ان خواتین نے بھی اپنی غلطی کا اعتراف کیا زلیخا نے بھی اعتراف کیا اب بعض علماء کرام کی رائے مبارک یہ ہے وَ مَا أُبَرِّئُ نَفْسِيْ یہ کلام بھی زلیخا کا ہے۔

وما ابرئ حضرت یوسفؑ کا کلام ہے

اور اکثر علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ نہیں یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کا کلام ہے یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کی شان نبوت کا مرتبہ اور مقام تھا کہ اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کے لئے

میں نے یہ بات کی ہے۔لیکن کوئی بھی آدمی فطرتاً اپنے نفس کی شوخیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ میں صرف ان کو الزام دے رہا ہوں جیسے آپ کسی سے بات کرتے ہیں تو بڑے لوگ محاورہ یہ کہتے ہیں کہ بھائی صرف آپ سے غلطی نہیں ہوئی ہم سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں اگر چہ ان سے مل غلطی نہ بھی ہوئی ہو۔

تو اسی لئے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ کلام بھی سیدنا یوسف علیہ السلام کا ہے فرمایا میں بھی اپنے نفس کی براءت نہیں کرتا نفس انسانی سے کسی وقت بھی خطا ہو سکتی ہے۔اسی جگہ ایک بات یاد رکھ لیں یہاں جو قرآن کے لفظ ہیں وہ یہ ہیں "ان النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بالسُّوْءِ"تو مفسرین کرام اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ نفس انسانی چار قسم کا ہوتا ہے۔

نفس کو جتنا خوش کرو اتنا بگڑتا ہے

بلکہ ایک حدیث مبارک میں بھی آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ ایک دوست ایسا ہوتا ہے کہ اس کو آپ کھلائیں پلائیں، پہنائیں اچھی عزت دیں، اچھا باس دیں، عزت و احترام دیں تو وہ بگڑتا ہے اور اگر آپ اس سے توہین آمیز رویہ اختیار کریں وہ آئے تو بات نہ کریں اور وہ آئے تو کھانا نہ پوچھیں بھوکا رکھیں اس کو سزا دیں تو وہ ٹھیک رہتا ہے۔جانتے ہو ایسے ساتھی کو صحابہؓ نے فرمایا یہ تو برا ساتھی ہے عزت کرو کھانا کھلاؤ اور بگڑ گیا اور اس کے ساتھ برائی کرو تو ٹھیک ہو جائے یہ عجیب ساتھی ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نفس انسانی ہے اس کو آپ جتنا مزے کرائیں یہ اور بگڑتا ہے یہ اور پھیلتا چلا جاتا ہے اور اس کا دماغ خراب ہوتا ہے اور اس کے مطالبات بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

نفس کی خواہشات

آپ کو ایک لاکھ مل جائے تو کہتے ہیں کہ ایک لاکھ سے کیا ملتا ہے آج کے دور میں لاکھ تو بہت تھوڑا ہے کم از کم ڈیڑھ تو ہونا چاہئے یہ مل جائے تو کہتے ہیں کہ اس سے کیا ملتا ہے جا اس سے کیا ملتا ہے ملین مل جائے لوگ تو کئی ملینوں میں کھیل رہے ہیں پہلے دو کمرے میں رہتا تھا زندگی گزر گئی اب کوٹھی مل گئی کہتا ہے کہ یہ چھوٹی ہے لان وغیرہ نہیں ہے مزہ نہیں آتا یہ اور بگڑتا جاتا ہے اور اس کو بھوکا رکھو اس کی مخالفت کرو یہ جو مانگے نہ دو اس کو ذرا کھینچ کے رکھو تو ٹھیک رہتا ہے۔

نفس کی چار اقسام

اصل یہ نفس ہے تو اب علماء محققین یہ فرماتے ہیں نفس چار قسم کا ہوتا ہے ایک ہے نفس امارہ جو ہر وقت برائی پر اکساتا ہے۔

اور ایک ہوتا ہے نفس ملھمہ جو اچھائی کا تصور بھی ڈالتا ہے اور ایک ہوتا ہے۔ نفس لوامہ نفس لوامہ سے اچھائی بھی ہوتی ہے اور برائی بھی ہوتی ہے لیکن جب برائی ہو ملامت کرتا ہے اپنے آپ کو یا تم نے اچھا نہیں کیا ویسے یہ کرنا نہیں چاہئے تھا یہ بات کوئی ٹھیک نہیں اپنے ضمیر کو ملامت کر رہا ہے نفس لوامہ۔ اور سب سے اعلیٰ قسم نفس مطمئنہ ہے کہ وہ بالکل اللہ کی رضا پر راضی گناہوں سے دور ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ان کو جو راحت ملتی ہے وہ بادشاہوں کو بھی نہیں ملتی۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کی راحت

اسی لئے ایک بادشاہ نے اللہ کے ولی حضرت بایزید بسطامیؒ خدمت میں کہا کہ میں

چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے کسی چار پائی وغیرہ کا انتظام کر دوں انہوں نے فرمایا کہ تمہاری اس جاگیر سے اللہ نے ہمیں جو جاگیر بخشی ہے صبح تہجد کے وقت اللہ کو یاد کرنے کی اس جاگیر کا کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

اللہ اللہ سے دل کا دورہ نہیں ہوتا

ڈاکٹر حضرات تو جانتے ہیں اب اخباروں میں آیا ہے کہ ایک نئی تحقیق آئی ہے کہ آدمی اکیلا ہو اور ہیلو ہیلو کہتا ہے تو وہ ٹھیک رہتا ہے اس کو دل کا دورہ پڑنے کا امکان کم ہوتا ہے یہ ابھی جدید تحقیق ہے اور یہی بات ہم پہلے دن سے کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر کرو ہیلو ہیلو کیوں کرتے رہو۔

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا" کھڑے ہوں، بیٹھے ہوں، لیٹے ہوں، ہر حال میں اللہ کا ذکر کریں اور یہی باتیں ہیں جو اللہ والے سکھلاتے ہیں کہ تیری زبان پہ ہر وقت اللہ کا ذکر ہو آج اتنے عرصہ کے بعد کفر بھی ماننے پر آگیا کہ زبان کی حرکت دل کے دورے سے محفوظ رکھتی ہے۔

اللہ معاف فرمائے بعض حالتوں میں بولنا بند ہو جاتا ہے اور ٹھیک ہو تو بولنا شروع کرتا ہے اور عام آدمی بھی پوچھتا ہے کہ مریض کچھ بول رہا ہے کہتے ہیں پھر خیر ہے بول تو رہا ہے اور یہی وہ چیز تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سمجھایا کہ مؤمن کا تو یہ کام ہی نہیں کہ وہ غافل ہو۔ اسی لئے اللہ نے انبیاء کرامؑ کو ایسے دل عطا فرمائے ہیں کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں تب بھی دل جاگتا ہے۔

پریشانی اور دل کا علاج

اسی لئے اللہ نے قرآن میں فرمادیا" اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ «اگر آپ دلوں کا علاج ڈھونڈنا چاہتے ہیں وہ سرجری میں نہیں ہے وہ اللہ کے ذکر میں ہے اللہ تبارک وتعالیٰ

کی یاد میں ہے بلکہ علماء نے لکھا ہے کہ ایک آدمی جو پریشانیوں میں ایک تو وہ علاج ہے جو آپ کرتے ہیں کہ اس کو سلا دیں یعنی زندہ ہے تو مار دیں نیند موت ہوتی ہے ناں لیکن اس کے مقابلے میں آپ قرآن میں دیکھیں "وَاسْتَعِينُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" آپ فوراً وضو کریں فوراً دو رکعت پڑھیں اور پانچ منٹ اللہ کا ذکر کریں اور پھر دیکھیں۔

اس لئے بہرحال نفس مطمئنہ وہ ہے کہ "يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً" وہ ہے نفس مطمئنہ۔ اس لئے علماء محققین نے فرمایا کہ نفس امارہ نفس لوامہ نفس ملہمہ اور نفس مطمئنہ۔

بادشاہ پر یوسفؑ کی گفتگو کا اثر

اب جب حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی تحقیق ہوگئی تو بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لے آؤ۔

"وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ" مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب بادشاہ کے دربار میں آئے تو آپ نے عربی میں کلام کیا بادشاہ بڑی زبانیں جانتا تھا لیکن عربی اور عبرانی نہیں جانتا تھا تو اب بادشاہ پریشان ہے کہ کونسی زبان ہے پھر آپ نے عبرانی میں بات کی تو بادشاہ کو عبرانی بھی نہیں آتی تھی بادشاہ نے جب دوسری زبانوں میں بات کی تو حضرت وہ ساری زبانیں جانتے تھے اس لئے قرآن نے بطور خاص اس چیز کا ذکر کیا ہے کہ "فَلَمَّا كَلَّمَهٗ" جب بات کی کیونکہ انسان کا جوہر بات سے ہے اور یہ بات ہی ہے کہ جو انسان کو اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر پہنچاتی ہے اور نیچے بھی گرا سکتی ہے جیسے محاورات میں بھی ہے کہ پہلے تولو پھر بولو، سوچو وزن کرلو کہ بات

کہنے کی بھی ہے یا نہیں۔

بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا مکمل بتانا

اب جب حضرت یوسف علیہ السلام نے بات کی ایک مفسر نے یہ بھی لکھا ہے بادشاہ نے اب بیٹھ کے کہا کہ آپ اچھی طرح بتائیں میرا خواب اور اس کی تعبیر اور اس کا حل جب یوسف علیہ السلام نے اس کو اس کا خواب بتلایا خواب میں کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جو بادشاہ نے ذکر نہیں کیں یوسف علیہ السلام نے وہ بھی ذکر کر دیں کہ آپ نے جو خواب بتلایا وہ تو بڑا مختصر بتلایا آپ نے تو یہ بھی دیکھا تھا اور یہ بھی دیکھا تھا بادشاہ اور حیران ہو گیا۔

بادشاہ کو قحط سے بچنے کا مشورہ

سات سال تو قحط پڑے گا جو آپ تعبیر دے رہے ہیں اب اس کا حل کیا ہے یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو میں نے اسی وقت بتا دیا تھا کہ یہ جو سات سال شادابی کے ہیں اس کے اندر حفاظت کی جائے اور غلہ محفوظ کیا جائے اور ہر شہر میں، ہر بستی میں اور ہر ملک میں اتنے فیصد آپ غلہ محفوظ کر لیں اتنی چیزیں محفوظ کر لیں، اتنی دالیں محفوظ کر لیں، اتنی اجناس محفوظ کر لیں کیونکہ آنے والے سات سال قحط کے اندر اس کو تقسیم کریں گے۔ تو بادشاہ نے متاثر ہو کر کہا کہ جب آپ نے یہ حل بتا دیا ہے تو اب آپ مہربانی کریں اور آپ ہی اس مسئلے کو قبول کریں اور کوئی نہیں سنبھال سکے گا ایسے معاملات میں ہمارے ساتھ رہیں۔

تو اب یوسف علیہ السلام نے فرمایا قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ " سیدنا یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ بادشاہ اگر تم مجھے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہو تو پھر ایسا کرو کہ زمین کے اور زراعت کے مالیات کے اور اقتصادیات کے تمام خزانے میرے سپرد کر

دو تم مجھے اس میں حفاظت کرنے والا سنبھالنے والا پاؤ گے یہ نہیں کہ نقصان ہوگا نہ ملک کا، نہ عوام کا، نہ ملت کا نہ کوئی نقصان ہوگا اور نہ کرنے والا پاؤ گے اور مجھے علم والا بھی پاؤ گے اس کو کیسے تقسیم کرتا ہوں اور کیسے سنبھالتا ہوں ان شاء اللہ تم دیکھو گے کہ میں اس کام کا جاننے والا ہوں۔

حضرت یوسفؑ نے خود عہدہ کیوں طلب کیا

اب یہاں ایک اشکال علماء نے کیا ہے تفسیروں میں جس کا ذکر ہے کہ بھائی یہ کہنا کہ میرے اندر یہ صلاحیت ہے اور مجھے رکھ لو اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ "تو کیا کسی عہدے کا طلب کرنا اسلام میں جائز ہے یا نہیں شریعت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عہدے کا طالب ہو اس کو عہدہ نہ دو۔

حتیٰ کہ حدیث مبارک میں یہ لفظ بھی آتے ہیں کہ اگر تمہیں قاضی بنایا جائے یعنی تمہیں حاکم بنایا جائے اگر تمہاری بغیر محنت کے، کوشش کے تمہیں خود بخود چن لیا گیا پھر تو اللہ تیری مدد کریں گے اور اگر تم خواہش کر کے آنے کی کوشش کرو گے تو پھر تمہیں تمہارے نفس کے سپرد کر دیا جائے گا اور جب بندے کو اس کے سپرد کر دیا جائے تو صاف بات ہے کہ اس نے تو نا کام ہونا ہی ہونا ہے اللہ کی مدد ہی نہ رہے گی۔ اسی لئے ایک حدیث مبارک میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین صحابہؓ آئے ان میں سے دو نے کہا کہ آپ ہمیں یمن کے علاقے میں عامل بنا کے بھیج دیں تو آپ نے فرمایا: من اراد ان نستعمله ما نستعمله جو مرتبہ یا عہدہ طلب کرے ہم اس کو نہیں دیتے۔

ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چونکہ طلب نہیں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنا دیا تو کہتے ہیں یوسف علیہ السلام تو پیغمبر تھے، نبی تھے انہوں نے کیسے طلب کیا۔

جواب

تو اس کا جواب علماء کرام یہ دیتے ہیں ایک بات تو یہ ہے کہ شریعت یوسف علیہ السلام الگ ہے اور شریعت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم الگ ہے ہمیں اس شریعت کے احکام سے بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے اور دوسرا علماء کرام نے فرمایا اس شریعت میں بھی اور اس شریعت میں بھی جائز ہے جبکہ بندے کو بھی یہ پتہ ہو کہ میں اس معاملے میں اس کے تحت میں ہوں اور ان شاء اللہ سو فیصد کامیابی کے لئے اگر آپ کسی کو کہیں یہ میرے سٹیفکٹ ہیں تو ایسا مسئلہ انہوں نے ہم میں گے تو سہی تو اسباب کی حد تک بات کریں ہاں اگر بطور تفاخر، بطور ریا سے کہیں کہ جی میں امین ہوں میں جاننے والا ہوں تو وہ جائز نہیں تو یوسف علیہ السلام سے تو کسی تکبر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا وہ تو اللہ کے نبی ہیں۔

کیا نبی کافر سے عہد قبول کر سکتا ہے

اور تیسری بات علماء نے یہ لکھی کہ کافر بادشاہ سے عہدہ لینا جائز ہے؟ کیونکہ اس وقت جو بادشاہ تھا وہ تو کافر تھا تو اللہ کا پیغمبر ایک کافر بادشاہ کے ماتحت رہ کر عہدہ قبول کرے تو یہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟۔

جواب

تو علماء نے لکھا ہے کہ اگر اس میں اصلاح مقصود ہو کہ میں اس عہدے پر رہ کر مسلمانوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں اور میں اس عہدے پر رہ کر آئندہ زمانے کیلئے اور دین کو غالب کرنے کا کام کر سکتا ہوں تو پھر تو ٹھیک ہے پھر جائز ہے جیسے آج کل یورپ میں یا کسی کافر ملک میں سر کرنا جائز نہیں لیکن اگر آپ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر آپ نے بزنس کرنا ہے یا آپ اس لئے

جارہے ہیں کہ میں جا کران کو بھی دعوت دین دوں گا وہاں جا کر اسلام پھیلاؤں گا تو جائز ہے۔

دلہن کو قرآن کے نیچے سے گزارنا

اور تیسری چیز آپ یہ دیکھیں کہ اصل مشکلات یہ پیدا ہوگئی ہیں کہ ہم نے قرآن شریف کو رکھ لیا ہے صرف دعا خیرات کے لئے یا ختم شریف کے لئے یا کسی مرنے والے پر پھیرنے کے لئے یا آج کل ایک نیا رواج نکلا ہے کہ جب دلہا کے یا لہن کی شادی کرنی ہے تو کپڑا لے کر اس پر قرآن رکھ لیتے ہیں دروازے کے باہر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اس کو قرآن کے سائے کے نیچے سے گزاریں گے کیا فاسقہ فاجرہ کو قرآن کے سائے سے گزارو گے تو ولی بن جائے گی جس نے ساری زندگی نماز نہیں پڑھی جو ابھی غیر ہاتھوں سے میک اپ کرا کر تشریف لا رہی ہے۔ قرآن کے نیچے سے گزرنے سے پاک ہو جائے گی یہ کونسا مسئلہ ہے۔

ماڈرن ذہن اور حقیقت حال

رام چندر کے سر پر قرآن رکھ دو کیا وہ مولوی بن جائے گا یہ کیا بات ہوئی جنہوں نے ساری زندگی قرآن پڑھا ہی نہیں ساری زندگی قرآن کے قریب نہیں آئے ان جدید لوگوں کے بچے اگر گھر میں قرآن اٹھالیں اور آرام سے اوپر رکھ دیں، بیٹا چھوئیں بھی نہیں قرآن کو، آپ قرآن پڑھ کے کیا کرو گے پھر وہی ملا، مولوی بن جاؤ گے وہی قرآن کی باتیں تمہیں قرآن کے احکام چودہ سو سال پیچھے لے جائیں گے ہم آگے جانا چاہتے ہیں مولوی ہمیں پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ اب ہم کیا کریں، ہمارا کعبہ بھی پرانا ہے ہم تو پھنسے ہوئے ہیں ہمارا کعبہ تو ہزاروں سال پرانا ہے مدینہ منورہ بھی پرانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی صدیاں گزرنا ہمارے پاس تو ہر چیز پرانی ہے ہم تو اس اصل کو نہیں چھوڑنا چاہتے۔

تو بہر حال اصولی بات یاد رکھیں اور سمجھ لیں کہ دشمن کی بڑی وسعت نظر ہے ہم نے قرآن کو رکھ لیا ان چیزوں کے لئے لیکن دشمن ہماری کتاب سے اللہ کی کتاب سے، قرآن سے فیض حاصل کر کے اس سے چیزیں لے کے آج دنیا کی جہاں بانی کر رہے ہیں ہم بس وہی قرآن پڑھ کے ختم شریف پڑھ کے بھیک مانگ کر روٹی کھا رہے ہیں۔

جدید سائنس کا مسئلہ جینیات اور قرآن

ایمان سے کہیں آج جو نئی بحث چل پڑی ہے جینیات یہ آج نئی بحث چل بڑی تخلیق انسانی پر کہ دس ملکوں کے سائنسدانوں نے اکٹھے ہو کر انسان کی پیدائش کا مادہ منویہ، اس کا ڈیٹا بنالیا ہے اور وہ دنیا کو چیلنج کر رہے ہیں قرآن نے تو تمہیں کہا تھا کہ "فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ" کہ تم پڑھ تم غور کرو کہ انسان کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

مراحل تخلیق انسانی کے جاننے کی قرآنی دعوت

یہ دعوت تو اللہ نے تمہیں دی تھی اس راز کے جاننے والے تو تم بنتے نہ کہ کافران کی تو کسی کتاب میں نہ تورات میں نہ زبور میں نہ انجیل میں، فَلْيَنْظُرِ کا معنی یہ تو نہیں تھا کہ اب اس نطفہ کو دیکھو معنی تو یہ تھا کہ اس میں تدبر کرو غور کرو کہ انسان کو ہم نے کسی چیز سے بنایا اچھا أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَت غور نہیں کرتے کہ ہم نے اونٹ کو کس طرح پیدا کیا بھائی اونٹ تو ہر وقت سامنے ہے اسی طرح آج آپ دیکھیں کہ پوری دنیا سٹار وار اور پوری دنیا پر آپ کے جو سیٹلائٹ ہیں اور جتنی دنیا کی یہ آج جدید ترقیات ہیں ایمان سے کہیں فضاؤں ہیں اور دنیا سے اس کے تعلقات ہیں قرآن آپ کو بار بار کہتا ہے کہ وَ السَّمَاءَ بَنَيْنَهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ۔

قرآن آپ کو کہتا ہے" أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَهَا قرآن آپ کو

کہتا ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرىٰ مِنْ فُطُوْرٍ" قرآن آپ کو کہتا ہے " وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ. وَمَا أَدْرَكَ مَا الطَّارِقُ" قرآن آپ کو کہتا ہے " وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ قرآن آپ کو کہتا ہے" إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ "یہ سارا اسماء پورے قرآن میں آسمان کی بحث بھری ہوئی ہے۔

اس لئے بھری ہوئی ہے کہ تم پڑھ کے خیرات مانگتے رہوا اگر ہم نے ان آسمانی رازوں کو سمجھنے کی کوشش کی ہوتی تو آج ہم سے دشمن کیسے آگے بڑھ جاتا اور اگر ہمارے دل و دماغ میں بھی اللہ کا قرآن اترا ہوتا جیسے کہ اقبال کے دل و دماغ پر اترا تھا اس لئے وہ کہتے تھے کہ

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانش فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ ونجف

اسی لئے وہ جہاں بھی گیا اس کو کفر مرعوب نہیں کر سکا۔

حضرت یوسفؑ کی وزارت خزانہ کی اہمیت

اب دیکھیں قرآن نے کہا حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْاَرْضِ " کہ وزارت خزانہ میرے حوالے کرو۔ یہود نے سمجھ لیا کہ حکومت پر اگر قبضہ کرنا ہو تو اصل چیز خزانہ ہے اصل چیز اقتصادیات ہے یوسف علیہ السلام نے یہ کنٹرول مانگا اور اس کنٹرول کی وجہ سے پورے مصر کے بادشاہ بن گئے تو اس کا مطلب یہ تھا یوسف علیہ السلام جیسا ذہین فطین، اللہ کا پیغمبر، سمجھدار انسان بادشاہ کو یہ تو نہیں کہہ رہا کہ مجھے ہوم منسٹر لگا دیں، وزارت داخلہ دے دیں، زارت خارجہ دے دیں۔ انہوں نے فرمایا " اِجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَائِنِ الْأَرْضِ " وزارت داخلہ خارجہ تو تب مضبوط ہوگی جب گھر میں روٹی ہوگی جب گھر میں روٹی ہو دانا نہ ہو داخلہ خارجہ کا کیا فائدہ۔

اس لئے دشمنوں نے اس کو سمجھ لیا کہ آج اقتصادیات کا لیوران کے ہاتھ میں ہیں اب تو وہ جس کو چاہتے ہیں پیسہ دیتے ہیں اب تو وہ مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ بیت المقدس بیچنا ہے تیس ارب ڈالر لے لو کھل کے بات کر رہے ہیں وہ تو کوئی چھپی ہوئی بات نہیں کر رہے کیونکہ پہلی زمینیں بھی آپ نے ان کو پیسے لے کر بیچی ہیں مسلمان کا کیا ہے جو لوگ اپنے بزرگوں کی قبریں بیچ کر کھا جاتے ہیں ان کے لئے بیت المقدس بیچنا کوئی مشکل بات ہے اس لئے اللہ تبارک و تعالی رحمت فرمائے اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے قرآن کو دشمن نے سمجھنے کی کوشش کی وہ اسی کو لے کر آج جہاں بانی پہ پہنچ گیا اور ہم صاحب قرآن ہو کر بھی قرآن کو نہ سمجھ سکے۔

حضرت یوسفؑ پر تمام حکومت کی ذمہ داری

حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالی نے اس ذریعہ سے مصر پر بٹھایا خدا کی قدرت ہے مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ اس وقت جو بادشاہ تھا وہ حضرت یوسفؑ سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے کہا کہ اب میرا صرف بادشاہ کا نام ہوگا سارا معاملہ آپ کے ہی ذمہ ہے سب کچھ آپ کے ذمہ ہے بس ایسا سمجھ لیں جیسے تاش میں بادشاہ ہوتے ہیں ایسے بادشاہ ہوں بس میرا نام ہوگا سب کچھ آپ کے ذمہ ہے۔

حضرت یوسفؑ کی حکومت پر دنیا حیران رہ گئی

اور بعض مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ مسلمان بھی ہوگیا اسلام بھی لے آیا حضرت یوسف علیہ السلام کے اخلاق سے آپ کی دعوت سے آپ کے کردار سے اتنا متاثر ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا اور یوسف علیہ السلام نے بھی ایسا نظم ایسا نسق تقوی اور پرہیز گاری کے ساتھ سنبھالا کہ دنیا حیران ہوگئی۔

اب یہ نہیں تھا کہ مصر والے لوگ آرام سے تھے بلکہ اور لوگ بھی فلسطین والے بھی، یمن والے، کنعان والے سب لوگ مصر سے آ کر غلہ لے رہے ہیں ان کے پاس تو تھا نہیں قحط تمام علاقوں میں پھیلا ہوا تھا۔

برادران یوسفؑ کا یوسفؑ کے پاس جانا

اسی ضمن میں قرآن کہتا ہے "وَ جَآءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ" یوسف علیہ السلام کے بھائی کنعان سے پیسے لیے کر آئے، سامان لے کر آئے، اپنے اونٹ لے کر آئے انہوں نے آ کر درخواست پیش کی مہربانی کریں ہمارے ہاں بھی بہت بڑا قحط ہے ہمیں غلہ دیا جائے۔

حضرت یوسفؑ کا ان کو پہچاننا

تو اس دور میں حضرت یوسف علیہ السلام نے کچھ فیصلے ایسے کئے تھے کہ ایک تو غلہ اس کو ملتا تھا جو خود آئے آپ نے فرمایا یوں نہیں کہ ایک آدمی آ کر دس کا لے جائے ہر آدمی خود آئے اور ہر آدمی کو ایک بوری ملتی تھی اس سے زیادہ بھی نہیں ملے گا اور اس سے کم بھی نہیں ملے گا تو اب جب یوسف علیہ السلام کے بھائی آئے تو یوسف علیہ السلام نے جب ان کو دیکھا تو یوسف علیہ السلام نے فوراً ان کو پہچان لیا اچھا یہ تو میرے بھائی ہیں وَهُمْ لَهُ مُنْكِرُوْنَ لیکن یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کو نہ پہچان سکے کیونکہ بات بھی ٹھیک تھی بھائی تو اب بھی اصلی حالت میں تھے لیکن یوسف کہاں سات سال کا بچہ اور کہاں اب چالیس سال عمر ہوگئی اور تخت پر بیٹھا ہے تو وہاں تو دماغ بھی نہیں جا سکتا تھا ان کا کہ یوسف علیہ السلام اس مقام پر ہوں گے تو اس لئے انہوں نے تو نہ پہچانا یوسف علیہ السلام پہچان گئے۔

کیا تم جاسوس تو نہیں ہو

یوسف علیہ السلام نے مزید تحقیق کے لئے ان کو بلایا پوچھا کہ تمہاری زبان مصری نہیں ہے تم تو عبرانی میں بات کر رہے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہماری زبان عبرانی ہے ہم مصری نہیں ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا اگر تم مصری نہیں ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ تم جاسوس ہو کسی دوسرے ملک سے ہمارے ملک میں کیسے گھس آئے۔

برادران یوسفؑ کی حضرت یوسفؑ کے سامنے کہانی

انہوں نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ہمارے علاقوں میں قحط پڑا ہے اور ہم نے آپ کا نام سنا ہے۔ اسی لئے ہم تو غلہ لینے کے لئے آئے ہیں ہم جاسوسی کرنے کے لئے کیسے آسکتے ہیں اور بادشاہ سلامت آپ ہمیں ایسا نہ سمجھیں ہم تو کنعان سے آئے ہیں اور حضرت یعقوب پیغمبرؑ کی اولاد ہیں ہمارا باپ نبی ہے تو آپ نے فرمایا اچھا آپ کتنے بھائی ہو انہوں نے کہا بھائی تو ہم بارہ ہیں لیکن ایک بھائی ہمارا بچپن میں گم ہو گیا تھا اور ایک بھائی ابھی والد صاحب کے ساتھ ہے کیونکہ وہ سب سے چھوٹا ہے اور ابا جان اس سے بہت محبت کرتے ہیں تو اس لئے وہ ہمارے ساتھ نہیں آیا ورنہ ہم بارہ بھائی ہیں۔

حضرت یوسفؑ کی اپنے بھائی بنیامین سے ملنے کی تدبیر

آپ نے فرمایا اچھا بات یہ ہے کہ تمہارے اس بیان کی تصدیق کرنے کے لئے مجھے اس بات کی ضرورت ہے کہ آئندہ تم آؤ تو اپنے بھائی کو لیتے آؤ ایک تو مجھے پتہ چلے کہ تم سچ کہہ رہے ہو اور دوسرا اس لئے بھی بھائی کو لے کر آؤ گے کہ تمہیں پتہ ہے کہ جو بھی ہمارے دروازے پر آتا ہے ہم اس کو خالی نہیں بھیجتے تو تمہیں دس کی بجائے گیارہ آدمیوں کا غلہ ملے گا تمہارا بھی تو

فائدہ ہے انہوں نے کہا کہ آپ کی بات ٹھیک ہے ہم کوشش کریں گے اس کے والد کو منانے کے لئے لیکن ہوسکتا ہے کہ اس کے والد اجازت دیں یا نہ دیں۔

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے تھوڑا سا ڈانٹ بھی دیا آپ نے فرمایا اچھا اگر تم اس بھائی کو لے کر نہ آئے تو پھر غلہ لینے نہ آنا انہوں نے کہا اچھا جی کوشش کریں گے اب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو حکم دیا۔

آپ نے ان کے پیسے واپس رکھوا دیئے

وَ قَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَا إِذَا انْقَلَبُوْا إِلَى أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ". اب یوسف علیہ السلام جان تو گئے کہ میرے بھائی ہیں تحقیق بھی مکمل ہوگئی آپ نے حکم دیا کہ ان کے جو پیسے ہیں وہ ان کے سامان میں واپس رکھ دو حضرت یوسف علیہ السلام کا منشا یہ تھا کہ ہوسکتا ہے کہ اس طریقے سے یہ اصل بات تک پہنچ جائیں۔

پیسے واپس کرنے کی وجوہات

اور بعض مفسرین نے لکھا کہ یوسف علیہ السلام کے کرم نے یہ گوارہ نہ کیا کہ اپنے باپ سے پیسے لے کر غلہ دیں انہوں ے کہا کہ کسی طریقے سے پیسے ان کے سامان میں رکھ دو اور دوسرا یوسف علیہ السلام یہ بھی سمجھتے تھے کہ پیسے نہ ہوں تو ہوسکتا ہے پھر غلبہ لینے ہی نہ آئیں پیسے ہی نہیں تو کیا لینے آئیں گے اور اگر ان کو یہ پیسے واپس مل جائیں تو یہ واپس جلدی آئیں گے چلو یارا بھی دس بورے آئے ہیں دس بورے اور لے کر آؤ اب تو پیسے بھی ہیں۔

یوسفؑ نے اپنے والد کو خبر کیوں نہ کی

ہمارے نزدیک تو ان حکمتوں کے پیش نظر یوسف علیہ السلام نے پیسے ان کے سامان

میں ڈال دیئے اور وہ روانہ ہو گئے لیکن علماء کہتے ہیں کہ خدا کی شان دیکھو کہ سارے انتظامات تو یوسف علیہ السلام کر رہے ہیں لیکن اپنے باپ کو خبر نہیں دیتے، اب تو بادشاہ بنے ہوئے ہیں چلو جیل کے زمانے میں تو خبر نہ دی کہ تکلیف کی بات ہے کیا سنانی ہے کیونکہ اللہ معاف کرے جیل تو جیل ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر انسان کو محفوظ رکھے ہر آدمی کو بچائے۔

اس لئے مفسرین کرام نے ایک عجیب کلام لکھا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام جیل سے آئے تھے تو جیل کی دیوار پر آپ نے چند کلمات لکھے تھے جو آج تک تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں انہوں نے لکھا تھا "هذه منازل البلوى" جیل مصیبتوں کے گھر ہیں "و قبور الإحياء" اور زندوں کے لئے قبر ہے "و شماتة الاعداء" دشمنوں کے لئے خوش ہونے کا اور ہمارے لئے شرمندگی کا مقام ہے "و اختبار الاحباء اور دوستوں کے امتحان کا وقت ہے۔

جیل میں پتہ چلتا ہے کہ کون میرا دوست ہے ویسے تو ہر آدمی کہہ دیتا ہے کہ دوست ہوں جب آدمی کے پاس عہدہ نہ رہے، عزت نہ رہے، تکلیف میں پڑا ہو پھر کوئی ملنے جائے تو پتہ لگے دوست ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کیوں نہ باخبر کیا اس کے متعلق علماء نے کئی جواب لکھے ہیں لیکن سب سے جو قوی جواب ہے اور راجح جواب ہے وہ یہی ہے کہ اللہ کا ابھی حکم نہیں تھا کیونکہ یوسف علیہ السلام بھی نبی ہیں اور نبی کوئی بات نہیں کر سکتا جب تک اللہ تعالیٰ وحی میں حکم نہ دیں تو ابھی حضرت یعقوبؑ کے امتحان کی مدت ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے جب تک اللہ حکم نہ دیں لیے یوسف علیہ السلام خبر کریں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔

حضرت بنیامین کو ساتھ لے جانے کی درخواست

اب جناب جب وہ واپس اپنے والد کے پاس آگے جواب " فَلَمَّا رَجَعُوْا إِلٰى أَبِيهِمْ قَالُوْا يَاأَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَارْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَ إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ " آ کر کہنے لگے آپ مہربانی کریں اب ہمارے ساتھ ہمارے بھائی بن یامین کو بھیجیں کہ اس سے اس کے حصے کا غلہ بھی ہمیں ملے گا اور باقی ان کی فکر نہ کریں ہم ان کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا جواب

حضرت یعقوب علیہ السلام دل میں بڑے غمگین تھے کیسے اعتبار کروں جیسے آپ نے یوسفؑ کی حفاظت کی اس کو بھی تم لے گئے تھے کہتے تھے کہ ہم حفاظت کریں گے تم نے کیا حفاظت کرنی ہے "قَالَ أٰمَنُتُكُمْ عَلٰى أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّ هُوَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ" اب جب انہوں نے سامان کھولا تو دیکھا تو پیسے بھی پڑے ہیں۔انہوں نے کہا ابا جان اب تو ہم کچھ نہیں چاہتے پیسہ بھی موجود ہے بس آپ مہربانی کریں بن یامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیں ہاں میں یہ کرسکتا ہوں کہ آپ پہلے میرے ساتھ وعدہ کرو اور قسم کھا کر یقین دلاؤ کہ تم پوری پوری بنیامین کی حفاظت کرو گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ کسی ایسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ کہ بے بس ہو جاؤ اگر یہ وعدہ کرو پھر تو ہوسکتا ہے ورنہ اب میں بنیامین کو کیسے بھیج دوں۔ پہلے میں یوسف علیہ السلام کو رو رہا ہوں اب میرے ساتھ یہ ایک بیٹا ہے اس کو بھی میں بھیج دوں۔

بالآخر حضرت یعقوبؑ مان گئے

ان سب نے کہا آپ بالکل فکر نہ کریں ہم سے ہر حال میں عہد لیں ہم ہر حال میں قسم کھائیں گے کیونکہ یہ ہمارے لئے بڑی توہین کی بات ہے یا تو بالکل ہم مصر میں نہ جائیں اور اگر

جائیں تو بغیر بھائی کے کیسے جائیں، اور پھر عزیز مصر نے کتنا بڑا احسان کیا ہمارے پیسے بھی ہمیں واپس کر دیئے اور ہمیں غلہ بھی دے دیا اور ابا جان اتنا بڑا ہمارا خاندان ہے یہ دس بوریاں کیا کریں گی بادشاہ اتنا مہربان ہوا ہے تو ہم اور زیادہ لے آئیں گے تو ابا جان نے بھی اجازت دے دی لیکن یہاں پر انہوں نے ایک بات فرمائی۔

حضرت یعقوبؑ کی نصیحت اور اس کی وجہ

وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ إِنِ الْحُکْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ".

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر جاتے ہو تو پھر ایک بات یاد رکھو کہ جب تم مصر میں پہنچ جاؤ تو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔

اس کی وجہ کیا تھی علماء نے لکھا ہے کہ وجہ یہ تھی کہ یہ گیارہ بھائی بہت خوبصورت تھے لوگ جب دیکھیں گے کہ ماشاء اللہ اکٹھے جا رہے ہیں تو لازمی بات ہے کہ لوگوں کی نظر میں اٹھیں گی اور ہو سکتا ہے کہ بیٹے نظر بد کا شکار ہو جائیں کیونکہ نظر بد حق ہے۔

نظر بد حق ہے حتیٰ کہ سائنس کے نزدیک بھی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ العین حق کہ نظر جو ہے وہ لگتی ہے حتیٰ کہ محاورات عرب کے اندر یہ بات موجود ہے کہ نظر بد ایسی چیز ہے کہ بندے کو قبر میں پہنچا دیتی ہے اور اونٹ کو دیگچی میں پہنچا دیتی ہے یہ ایسی بلا ہے کہ بندہ مر بھی جاتا ہے اچھا اب جو جدید ریسرچ ہے وہ بھی یہ کہتی ہے کہ بعض انسانوں کی نظروں میں ایسا زہریلا مادہ ہے کہ وہ نظروں کے ساتھ دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

نظر بد کا ایک علاج

صحیح حدیث مبارک میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابیؓ تھے ان کا نام تھا سہل ابن حنیف تو وہ بیچارے غسل کر رہے تھے احرام باندھنے کے لئے عمرہ کرنے کے لئے چنانچہ یہ بہت خوبصورت تھے تو عامر ابن ربیعہ ایک شخص ہیں وہ جو گزرے ان کی نظر پڑی اور کہا اتنا خوبصورت تو وہ وہیں گر گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلدی کرو اس کو لے آؤ اور جس آدمی نے یہ بات کی ہے اس کو بھی جلدی لے آؤ تو عامر ابن ربیعہ کو بھی لایا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جلدی سے غسل کرو ایک برتن کے اندر سارا پانی جمع ہوتا رہے وہ سارا پانی جمع ہوتا رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب یہ پانی سہل جس کو نظر لگی ہے اس پر ڈال دو تو جب وہ پانی سہل پر ڈالا گیا تو وہ فوراً ٹھیک ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عجیب آدمی ہو اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو جب تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری نظر لگتی ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ جب آپ کو کوئی اچھی چیز، اچھا جوان، اچھا بیٹا، اچھی گاڑی، اچھا گھر نظر آئے تو فوراً کہو ماشاء اللہ جب آپ یہ کہیں گے تو پھر آپ کی نظر نہیں لگے گی۔

نظر بد سے حفاظت کی دعا

بعض علماء نے فرمایا کہ تبارک اللہ بعض علماء نے فرمایا ماشاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب آپ اللہ کا نام لے لیں گے تو آپ کی نظر نہیں لگے گی اچھا ایک یہ ہے کہ نظر لگ جائے تو کیا کریں تو اس کے لئے احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا سکھلائی ہے آپ نے پناہ مانگی ہے "أَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَ عَيْنٍ لَامَّةٍ" اور بعض بزرگ یہ بھی فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں جو آیت ہے:

"وَإِنْ يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَلَمِيْنَ.

اگر یہ کثرت سے پڑھے اور اللہ سے دعا مانگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے۔

بہر حال میرے کہنے کا مقصد یہ ہے ایک تو نظر بد لگتی ہے دوسرا نظر بد کا پیشگی علاج بھی ہے اور اگر لگ جائے تو پھر بھی علاج اسباب کی حد تک کرنا بھی جائز ہے۔

حضرت یعقوبؑ کا بیٹوں کو ایک دروازہ سے گزرنے سے منع کرنا کیوں

تو اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کا منشا یہ تھا، ان کے دل میں خیال یہ تھا کہ اتنے خوبصورت بھائی جب ایک دروازے سے جائیں گے تو مسئلہ بن جائے گا۔

اور بعض مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے سوچا جب یہ گیارہ آدمی ایک قد وقامت میں اور ایک خیال میں جائیں تو کہیں لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ حملہ آور ہیں کوئی ڈاکہ ڈالنے کے لئے آئے ہیں تو خدانخواستہ کوئی اور نقصان نہ ہو جائے اور پھر بنیامین کے لئے کوئی مسئلہ نہ بن جائے۔

اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ سارے خیالات تھے تو پہلے جب بیٹے گئے تھے تو اس وقت خیال کیوں نہ آیا حالانکہ یہ بیٹے پہلے بھی غلہ لینے جا چکے ہیں اور غلہ لے کر آچکے ہیں اس وقت ان کو آپ نے نہیں کہا تھا کہ آپ ایک دروازے سے داخل نہ ہوں اس کی علماء نے حکمت بیان فرمائی ہے انہوں نے کہا اصل وجہ یہ ہے کہ اس دفعہ بنیامین ساتھ تھا تو حضرت کو خیال آیا کہ یوسفؑ کے مسئلے میں خیانت کی تھی تو یہ بنیامین کے مسئلے میں کوئی بہانہ نہ بنائیں وہاں کہا تھا کہ بھیڑیا آ کر لے گیا ہے اور اب کہیں گے کہ ہم اکٹھے جا رہے تھے ہمیں پکڑ لیا اکٹھے نہ جاؤ علیحدہ علیحدہ

جاؤ آگے جا کر اکٹھے ہو جاؤ۔

اور دوسری بات یہ ہے جب آدمی پہلی دفعہ آئے تو کوئی توجہ نہیں کرتا لیکن جب تعارف ہو گیا کہ یہ یعقوب علیہ السلام پیغمبر کے بیٹے ہیں اور ایک ہی باپ کے گیارہ بیٹے ہیں تو یہ بات تو مصر میں مشہور ہو گئی تھی اب جائیں گے تو ہر آدمی دیکھنے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام نے ان کو تعلیم دی۔

اب جناب وہ سارے کے سارے اپنے بھائی کو لے کر آئے "وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ "اب جب یوسف علیہ السلام کے دربار میں پہنچے تو آپ نے طریقے سے بنیامین کو بلایا اور تخلیے میں لے گئے اور فرمایا کہ بنیامین مت گھبراؤ میں تمہارا بھائی یوسفؑ تو ہوں تو بنیامین نے دیکھا تو اب تسلی ہوئی کہ یہ یوسفؑ ہیں کیونکہ بنیامین اس وقت چھوٹے تھے سب سے چھوٹے تھے انہوں نے کہا بالکل نہ گھبراؤ اب الحمدللہ، اللہ نے مجھے بادشاہ بنایا اور پھر تم میرے پاس پہنچ چکے ہو۔ انہوں نے کہا کہ اب جب اللہ نے ملا دیا ہے تو میں واپس جانا نہیں چاہتا آپ مجھے روک لیں۔

یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا عدل میرا انصاف، تقوی، کرم، رحم دل ہونا معروف ہے یہ اللہ جانتا ہے کہ تم میرے بھائی ہو عام لوگوں کو تو معلوم نہیں ہوگا اور ابھی کھل کے بتانے کا وقت نہیں آیا اللہ کا حکم نہیں تو انہوں نے کہا اچھا میں سوچتا ہوں کوئی تدبیر کرتا ہوں تو انہوں نے تدبیر یہ فرمائی کہ ان کا ایک برتن تھا۔

بنیامین کو پاس رکھنے کی تدبیر

بعض علماء کہتے ہیں کہ اس سے پانی پیا کرتے تھے بڑا قیمتی قسم کا برتن تھا اور بعض کہتے

ہیں کہ وہ پانی کا برتن نہیں تھا بلکہ وہ اس سے غلہ بھر بھر کے پیمائش کرتے تھے پہلے دور میں وزن نہیں ہوتے تھے لکڑی کے ایسے بنے ہوئے ہوتے تھے بھر بھر کے اس سے دیتے تھے اتنی گندم ہوگئی اتنی فلاں چیز ہوگئی۔

" فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ فِيْ رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيْرُ إِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ. قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ. قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَ أَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ. قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَ مَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ.

اعتراض

اب جب ان کو سامان دیا گیا، ان کو غلہ دیا گیا ساری چیزیں دی گئیں تو روایت میں آتا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے ملازمین کو سکھلایا کہ جب تم ان کے غلہ کی بھرائی کرو تو اس میں یہ برتن بھی رکھ دینا اب بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی نے غلط بات کیسے کی یہاں ان آیات مبارکہ میں بڑے اشکال پیدا ہوئے ہیں۔

دوسرا اعتراض

ایک اشکال علماء نے یہ بھی کیا ہے کہ آخر یعقوب علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں جب وہ دیکھ چکے ہیں کہ میرے بیٹے ایسے ہیں یوسف علیہ السلام کو لے گئے اور پھر آ کر جھوٹ بولا اور کپڑوں پر جھوٹا خون لگا کر لے آئے اور یوسف علیہ السلام کو انہوں نے کنویں میں ڈال دیا اور پھر یوسف علیہ السلام کو جا کر بیچ دیا۔ جب اولاد اس مقام پر پہنچ جائے کہ ایک بھائی کو کھوٹے پیسوں میں بیچ دیا اتنے جرائم کر چکے تھے۔ تو پھر بھی یعقوب علیہ السلام دوبارہ اپنا دور رہے ہیں اور ان کو

گھر سے بھی نہیں نکالا اور وہی لوگ ہیں جو غلہ لینے کے لئے بھی جا رہے ہیں واپس آئے اور پھر جا رہے ہیں تو آخر یعقوب علیہ السلام نے ایسے لوگوں کے ساتھ ایسا معاملہ کیوں کیا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اس کا راجح جواب یہ ہے ویسے تو علماء نے بڑے جواب لکھے ہیں بڑی بڑی کتابیں اور بڑی بڑی تفاسیر میں لیکن موٹی بات یاد رکھیں اصول یہ ہے کہ اولاد جتنی بری ہو جائے اگر امید اصلاح باقی ہے تو پھر اس کو دور نہیں کرنا چاہئے ورنہ اس سے اور برائی کا امکان ہو سکتا ہے بھلائی کا امکان نہیں ہو سکتا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ کسی کی اولاد ہے کون کہتا ہے کہ میری اولاد بری ہو لیکن یہ تو اللہ کے ہاتھ میں ہے چاہے تو بروں کی اولاد کو اچھا کر دے اور چاہے تو نیکوں کی اولاد کو برا کر دے لیکن اگر اولاد ہے یا بھائی ہے یا رشتہ دار ہیں اور وہ برے ہیں لیکن آپ کو توقع ہے کہ اگر میں لگا رہا کوشش کرتا رہا تو ہو سکتا ہے کہ ان کی اصلاح ہو جائے تو پھر آدمی کو تعلق نہیں توڑنا چاہئے۔ اسی لئے یعقوب علیہ السلام نے اپنا تعلق نہیں توڑا۔

پہلے اعتراض کا جواب

اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے ملازمین کو سکھلایا کہ برتن ان کے غلہ میں ڈال دیں اور جب یہ قافلہ والے مصر سے باہر نکل جائیں تو پھر جا کر ان کو پکڑیں اب اس پر بھی بہت ساری تفاصیل ہیں تو یوسف علیہ السلام بھی نبی ہیں تو یوسف علیہ السلام نے آخر ایسی بات کیسے کی خود برتن ڈلوا رہے ہیں اور خود کہہ رہے ہیں کہ تم چور ہو اور ملازم تو حضرت یوسف علیہ السلام کے کہنے سے کہہ رہے ہیں ٹھہرو ٹھہرو ''إِنَّكُمْ لَسٰرِقُونَ'' تم چور ہو۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ یہ بھی تو چوری تھی کہ وہ علماء فرماتے ہیں حضرت یوسفؑ کو چرا کر لے گئے تھے اور کنویں میں ڈال دیا تھا۔ اب نہ سہی پہلے تو چوری کر چکے انہوں نے کہا کہ ان پر سارق کا اطلاق جائز ہے۔

اصل جواب

لیکن اصل بات وہی ہے جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے کہ یہ سب کچھ جو کچھ ہیں بھی حضرت یوسف علیہ السلام کر رہے ہیں اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عطا کردہ تعلیم سے کر رہے ہیں۔

جب خود قرآن کہتا ہے كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ یوسفؑ کو یہ خفیہ طریقہ ہم نے سکھلایا تو جب یوسف علیہ السلام یہ تمام معاملات اللہ تعالیٰ کے حکم سے کریں تو پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اتنی لمبی چوڑی بحثیں لا نے ضرورت کیا ہے یہ سارے اللہ کے فیصلے تھے اللہ کی حکمتیں تھیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی قدرت کا جب فیصلہ ہوتا ہے تو پھر اللہ کا حکم ہوگیا تو جائز ناجائز ہونے کی تو بات ہی ختم ہوگئی جب ایک تدبیر اللہ تبارک وتعالیٰ خود سکھا دیں۔

حیلہ کا جواز

اس لئے علماء اس کو اصطلاح میں حیلہ کہتے ہیں اور بڑی بڑی کتابوں میں آپ پڑھیں گے کتاب الحیل یعنی حیلوں پر مشتمل باب باندھے جاتے ہیں اور خاص طور پر ہمارے حنفی حضرات کو اکثر علماء اسی بات کا اکثر طعنہ دیتے ہیں یہ حنفی حیلہ کو جائز کہتے ہیں یہ تو ہر بات میں کوئی نہ کوئی حیلہ نکال ہی لیتے ہیں کیونکہ کچھ واقعات کتابوں میں ایسے ملتے ہیں جس کی بناء پر دوسرے حضرات کو کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ

ایک واقعہ اور مشکل کا حل

جیسے ایک آدمی نے قسم کھائی تھی کہ میں آج رات جنت میں سوؤں گا تو کیسے سوئے تو کسی عالم نے کہا کہ تم مدینے شریف چلے جاؤ ریاض الجنہ میں جا کر سو جاؤ تمہاری قسم پوری ہوگئی اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے میں آج مدینہ منورہ کیسے پہنچوں۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے آپ نے پوچھا "ھَلْ من ابو یک حی تمہارے ماں باپ میں کوئی زندہ ہیں تو اس نے کہا میری ماں زندہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم جا کر اس کے قدموں میں سو جاؤ تو قسم پوری ہوگئی کیونکہ الجنۃ تحت أقدام الامھات کیونکہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے بس ٹھیک ہے جس پیغمبر نے کہا تھا ریاض الجنہ اسی کا فرمان ہے تو اس انداز سے تو وہ مسئلہ فوراً حل ہوگیا۔

حیلہ کیوں کیا جا سکتا ہے

اس لئے ایک بات ہمیشہ یاد رکھیں بعض حیلے جو شریعت کے حکم توڑنے والے ہوں وہ غلط ہوتے ہیں وہ ناجائز ہیں مذموم ہیں اور کبھی بھی ان کے نزدیک نہیں جانا چاہئے اور بعض حیلے ایسے ہوتے ہیں کہ شریعت کے حکم کو نہیں توڑ رہے بلکہ شریعت کے حکم کو پورا کرنے کے لئے معاون ہو رہے ہیں تو وہ حیلے جائز ہیں جیسے بعض لوگ کرتے ہیں زکوۃ سے بچنے کے لئے کہ سال پورا ہو تو پھر زکوۃ دینی پڑے گی تو گیارہ مہینے گزرے تو آپ نے اکاؤنٹ سے پیسے نکلوا لئے دوسرے اکاؤنٹ میں ڈال دیئے کہ میرا تو ابھی سال نہیں گزرا پھر جب اس کا سال گزرنے کے لئے آئے تو اس سے نکال کر کسی اور اکاؤنٹ میں ڈال دیا تو سال کسی پر گزرنے ہی نہیں دیتے سال گزرا نہ زکوۃ دی۔

ایک غلط حیلے کا قصہ

ہمارے دیہات میں ایک مولوی صاحب سناتے ہیں ایک صاحب زکوۃ جونکالتے اس زمانے میں وہ چار پانچ سو روپے بنتی تھی چار پانچ سو روپئے اس زمانے نہیں بڑی بات ہوتی تھی وہ کیا کرتے کہ ایک بوری گندم میں وہ زکوۃ والے پیسے کسی پلاسٹک وغیرہ میں ڈال کر چھپا دیتے اور کسی غریب کو بلاتے کہ یہ گندم کی بوری زکوٰۃ کی ہے لے جاؤ اور یہ بوری تمہاری ہے اور اس میں جو کچھ ہے وہ بھی تمہارا ہے۔

اچھا وہ آدمی کہتا کہ بھائی ڈھائی من گندم ہے۔

اس کو میں کیسے اٹھاؤں تو میں کسی سواری وغیرہ کا بندو بست کر کے میں اس کو لے جاؤں گا کہتے کہ بھائی ٹھیک ہے جب وہ آدمی جانے لگتا تو اس کو بلاتے یا تم ریڑھی لے کر آؤ گے تمہارا گھر کتنا دور ہے آج کل گندم کا کیا بھاؤ ہے اگر اس وقت سو روپے تھا تو کہتے ڈھائی من کے کتنے پیسے ہوں گے تم اڑھائی سو میں مجھے بیچ دو وہاں جا کر گندم خرید لینا تو فقیر کو بھی آسانی ہو گئی اس نے کہا یار ٹھیک ہے بجائے اس کے کہ ڈھائی من کی بوری کیلئے ریڑھی لے آؤ اور لے جاؤ پتہ نہیں گندم کیسی ہے ریٹ صحیح لگتا ہے کہ نہیں یہ شریف آدمی تو مجھے سو روپئے من کے حساب سے پیسے دے رہا ہے وہ پیسے لے کر چلا گیا اب اس نے کہا کہ بھائی گندم اپنے ہاتھ سے میرے سپرد کرو تا کہ ملک اور قبضہ سب کچھ مکمل ہو جائے وہ دے گیا اس نے کہا میں نے ساری زکوۃ دے دی تھی اب واپس دے گیا ہے تو میں کیا کروں تو میں شریعت کے احکام متاثر نہ ہوں بلکہ اسلام کے قانون میں اس کو راستہ دیا جائے یہ درست ہے۔ دیکھیں اگر ایک آدمی نیا نیا مسلمان ہوا اور کوئی ایسا مسئلہ پیدا ہو جائے کہ اگر اس نیا نیا پر آپ سختی نافذ کرتے ہیں تو وہ اسلام سے بھاگتا

ہے تو ایسے مواقع پر حیلے کا استعمال کیا جا سکتا ہے تا کہ ایک بڑے گناہ سے بچنے کے لئے ہم حیلہ کر کے اس طریقے سے نکل جائیں اور اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان بھی نہ ٹوٹے یہ بھی شرط ہوتی ہے۔

خلاصہ جواب

اس لئے اللہ پاک نے فرمایا "كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ" ہم نے خود یوسف علیہ السلام کو یہ تدبیر سکھلا دی کہ ان کے سامان میں برتن رکھ دو پھر جب یہ پکڑے جائیں گے تو وہ برتن بن یامین کے سامان سے نکلے گا اور قاعدہ ان کے قانون میں یہ تھا کہ جس کے مال سے چیز نکلے چوری برآمد ہو جائے اس کو آپ پکڑ سکتے ہیں مقصد تو بنیامین کو روکنا تھا اور بنیامین کا روکنا تو جائز تھا کہ بنیامین تو بھائی ہے یوسف علیہ السلام کا یعنی ایک جائز چیز کو حاصل کرنے کے لئے تھوڑی بات ظاہر ایسی نظر آ رہی ہے ورنہ اصل مقصد یوسفؑ کا کیا ہے کہ اپنے بھائی کو حاصل کریں بھائی کو ان لوگوں سے بچائیں جنہوں نے یوسفؑ کو بیچ دیا تھا یوسف علیہ السلام اچھا کر رہے ہیں کوئی برا تو نہیں کر رہے اور بنیامین کی بھی یہی خواہش ہے کہ بھائی، اب اللہ نے ملایا ہے میں ان کے ساتھ نہیں جانا چاہتا ان کا کیا اعتبار ہے یہ آپ کو بچ گئے تھے کیا مجھے چھوڑ دیں گے۔

اس لئے یہ چیزیں ہمیشہ یاد رکھیں ورنہ اللہ کے نبی ایسے نہیں کر سکتے جو اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے خلاف ہو۔

حضرت یوسفؑ کا حیلہ کیوں جائز تھا

اور یہ بھی الحمدللہ ہم نے پڑھ لیا تھا کہ تو یہ یا حیلہ شریعت میں اگر کسی جائز کام کے لئے ہے یعنی شرعی احکام کو اس سے توڑا نہیں جا رہا بلکہ شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش

کی جارہی ہے تو ایسا حیلہ کرنا جائز ہے لیکن کوئی ایسا حیلہ کیا جائے جس سے اسلام کے احکام کو توڑنا مقصود ہو تو وہ حرام ہے جیسے رمضان المبارک کا مہینہ آئے تو آدمی بغیر کسی وجہ کے سفر شروع کر دے کہ روزے نہیں رکھنا پڑیں گے کیونکہ مسافر ہے یا اپنے آپ کو بلا وجہ بیمار ظاہر کرے تو یہ چیزیں حرام ہیں۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام خود مظلوم تھے انہی بھائیوں کے ظلم نے ان کو غلام بنا کر مصر کے بازاروں میں بکوادیا پھر ان کے بعد بنیامین بھی ان کا نشانہ ستم بنا تو اب حقیقت میں تو اپنے بھائی کو روکنا چاہتے تھے کوئی زیادتی تو نہیں کر رہے تھے اور نہ اس ضمن میں ان کو پکڑ کر کوئی چوری کی سزا دی اگر باقی بھائیوں کو پکڑ کر جیل میں ڈال دیں تو پھر تو غصہ نکال رہے ہیں وہ تو صرف اپنے بھائی کو روکنا چاہتے ہیں جو شریعت میں ان کا حق ہے اور ساتھ اللہ کی قدرت سے اسباب بھی بنتے جائیں اور پھر پورے خاندان کے جمع ہونے کا ذریعہ بنیں پہلے یوسف علیہ السلام اکیلے تھے اب بنیامین بھی آجائیں گے پھر اللہ چاہے گا تو اور بھی آجائیں گے اس لئے وہ کوئی ایسی بات نہیں۔

حضرت یوسفؑ پر چوری کا الزام

بہرحال جب ان کی تلاشی لی گئی تو وہ سامان بنیامین کی غلے کی بوری سے نکل آیا تو آپ نے فرمایا عجیب بات ہے تم تو کہتے تھے کہ ہم چور نہیں ہیں سامان تو تم سے برآمد ہو رہا ہے اب وہ بھی غصے میں آگئے "قَالُوْا إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ" کہنے لگے اچھا ہمیں پتہ نہیں تھا کہ یہ چوری کرتا ہے ہمیں تو کوئی علم نہیں اگر اس نے چوری کی ہے تو اس کا ایک بھائی پہلے تھا (یعنی یوسف) اس نے بھی چوری کی تھی اب ان پر بھی الزام لگا رہے ہیں۔

الزام کی وجہ

علماء نے لکھا ہے کہ اس الزام کی ایک کی سوتیلی ماں بھی تھیں حضرت یوسفؑ کہ جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی پگڑی نیچے باندھ لی اور او پر قمیص پہنوادیا وہ بچے تھے ان کو کیا پتہ کیوں باندھا جارہا ہے جب حضرت یوسفؑ گھر آگئے تو پیچھے ان کی خالہ حضرت یعقوبؑ کے پاس آگئیں کہ آپ کا بیٹا حضرت اسحاق علیہ السلام کی پگڑی جو ہمارے ہاں نسل در نسل چلی آرہی ہے، متبرک پگڑی وہ چوری کر کے لے آیا ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی تو وہ پگڑی بندھی ہوئی تھی تو خالہ نے کہا کہ اب قانون یہی ہے کہ یوسف کو میرے حوالے کر دو (کیونکہ ان کی شریعت میں چور ہی چوری کی جگہ رکھا جاتا تھا۔انور) تو بھائیوں نے بنیامین کے لئے بھی یہی کہا کہ "إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَهُ" کہ اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے ان کے بھائی یوسف تھے انہوں نے بھی چوری کی تھی۔

اور بعض علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ یوسف علیہ السلام کریم تھے سخی تھے، طبیعت میں سخاوت تھی تو گھر والوں سے پوچھے بغیر کھانا لے کر فقیروں کو کھلا دیتے تو اس کو بھی انہوں نے چوری کے لفظ سے تعبیر کر دیا۔

آپ بنیامین کی جگہ دوسرے بھائی کو رکھ لیں

إِنْ يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُ مِنْ قَبْلُ "جب یوسف علیہ السلام نے سنا تو آپ خاموش رہے کہ کہنے دو ان کو جو کہنا چاہتے ہیں ہمارا مقصد تو حل ہو رہا ہے اس کے بعد انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے درخواست کی "إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُ" ان کے والد

بوڑھے آدمی ہیں بزرگ ہیں بڑی عمر کے ہیں ان کیلئے بڑا مسئلہ ہو جائے گا کہ ان کا بیٹا ان سے جدا ہو جائے۔

اصل بات یہ ہے کہ وہ ایک ماں سے دو بھائی ہیں اور باقی ہم الگ ماں سے ہیں ہم سے کسی ایک کو قید رکھ لیں اس کو چھوڑ دیں حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ عجیب بات ہے قانون یہ ہے کہ جس سے سامان نکلے گا ہم اسی کو رکھیں گے اس کے علاوہ کسی کو کیوں رکھیں، اور یوسف علیہ السلام تو روکنا بھی اپنے بھائی کو چاہتے تھے ان کو کیوں روکیں۔

برادران یوسفؑ کا مشورہ

اب جب مایوس ہو گئے اور یوسف علیہ السلام بنیامین کو لے کر اپنے محل میں تشریف لے گئے تو بھائیوں نے کہا کہ بھائی اب کیا کریں ان میں سے جو بڑا بھائی تھا جس نے پہلے بھی رائے دی تھی کہ یوسف علیہ السلام کو قتل نہ کیا جائے اس نے کہا کہ دیکھو بھائی بات یہ ہے ہم سے ابا نے بڑی بڑی قسمیں لی تھیں، وعدے بتلا لئے تھے اور آج اللہ کی شان ہے کہ آج پھر ہم اسی مصیبت میں میں نہیں جاتا میں تو یہیں رہوں گا میں کیا منہ جا کر دکھاؤں اپنے ابا کو اب اس کے دو حل ہیں یا تو میرے والد مجھے اجازت دے دیں کہ آپ لوگوں کا قصور نہیں ہے میں نے تحقیق کر لی ہے واپس آجاؤ یا اللہ میرے لئے کوئی اور راستہ پیدا کرے کہ بنیامین مل جائے بادشاہ کے دل میں رحم آجائے وہ ان کو چھوڑ دے میں اس کو لے کر آؤں ورنہ میں نہیں جاتا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے کہ سیدھی سی بات ہے جب ہم جائیں گے والد کو کہیں گے کہ ہمارا کیا قصور ہے۔

حضرت بنیامین کے متعلق بھائیوں کی بے رخی

لیکن یہاں قرآن مقدس نے جو لفظ استعمال کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے یوسف علیہ

السلام اور بنیامین علیہ السلام کے بارے میں ابھی تک بھائیوں کے دل صاف نہیں ہوئے تھے غصہ ختم نہیں ہوا تھا کیونکہ کہتے ہیں:

اِرْجِعُوْا إِلٰى أَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰأَبَانَا إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ وَ مَا شَهِدْنَا إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ۔

انہوں نے کہا واپس جاؤ اپنے ابا سے کہو ان ابنک تیرے بیٹے نے یہ نہیں کہا کہ ہمارے بھائی نے حالانکہ ان کا بھائی ہے باپ تو ایک ہے ماں کا فرق ہے۔ إِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ تیرے بیٹے نے چوری کی ہے ایک تو وہ دکھ میں ہیں حضرت یوسفؑ کا صدمہ اور پھر بنیامین کا صدمہ اور پھر یہ کہا جائے کہ تمہارے بیٹے نے یہ نہیں کہا ہمارے بھائی نے کیا اور ساتھ یہ بھی کہہ چکے کہ ہمیں معلوم نہیں ہم غیب کا علم تو نہیں رکھتے کہ ایسا ہوگا اور خود بنیامین چوری کرے گا اور اگر آپ کو وسئل القَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَ الْعِيرَ الَّتِي ہماری بات پر اعتبار نہیں ہے تو "أَقْبَلْنَا فِيهَا وَ إِنَّا لَصٰدِقُونَ" انہوں نے کہا ابا جان اگر آپ کو اعتبار نہ ہو تو آپ اس بستی والوں سے پوچھیں یا جو قافلہ آرہا ہے ان سے پوچھ لیں کہ ہم نے کوئی کوتاہی نہیں کی ہم ہر مقام پر، ہر بات میں سچے ہیں اگر وہ خود چوری کرتے ہوئے پکڑا جائے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔

سب بیٹے حضرت یعقوبؑ کے پاس واپس آئیں گے

بہر حال وہ واپس آئے یعقوب علیہ السلام کو یہی کہا لیکن اللہ کے پیغمبر نے بات فرمائی قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا فَصَبْرٌ جَمِيلٌ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ "اب حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا یہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو یہ تمہارے نفسوں کی گھڑی ہوئی بات ہے لیکن بہر حال میں صبر جمیل پر عمل کروں گا ہو سکتا ہے کہ اللہ تبارک و

تعالی مزید آزمائش پر ڈال رہے ہوں مجھے یقین ہے عَسَى اللهُ أَنْ يَأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا کہ اللہ سب کو اکٹھا کر کے میرے پاس لے آئے گا اب سب کا معنی یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام، بنیامین اور وہ بھائی جو وہیں ٹھہر گئے تھے کہ جنہوں نے کہا تھا کہ میں نہیں جاتا۔

صبر کی اہمیت

اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا اور یہیں سے علماء نے سبق لیا کہ آدمی کے لئے سب سے بڑی بات صبر ہے اور ہر پیغمبر نے اپنی قوم کو اسی بات کا درس دیا موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو یہی کہا تھا جب مصائب ومشکلات کی بھرمار ہوئی " وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلوةِ اللہ سے مدد پکڑو اور صبر کرو میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ہدایت فرمائی جیسے قرآن میں ہے:

بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اللہ نے فرمایا میرے مدنی آپ ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں کہ جب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو فوراً صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے اور ہم سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے جب اللہ کی ہر چیز اسی کی ہے نفع نقصان اسی کا ہے تو یہ ایک امتحان ہے ایک سبق ہے۔

لوح محفوظ میں لکھے گئے اولین کلمات

اسی لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک قول مبارک ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوح محفوظ میں جو سب سے پہلی کلام لکھی وہ یہ تھی اِنَّنِیْ اَنَا اللهُ لَا إِلٰهَ أَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ " اللہ نے لکھا کہ میں ہی وحدہٗ لا شریک لہ ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد

میرے رسول ہیں اور اس کے بعد جا کر آخر انتہا میں ہے: "مَنْ لَمْ یَرْضَ بِقَضَاءِی وَلَمْ یَصْبِر عَلی بَلاءِی وَ لَم یَشکُرْ عَلَی آلَائِي فَلْیَطْلُبْ الهاسواءی۔

اور اللہ نے یہ بھی حکم لکھا کہ جو شخص میرے فیصلے پر راضی نہ ہو جو میری رضا پہ راضی نہ ہو جس کو میں مصیبت دوں اور صبر نہ کرے جس کو میں نعمت دوں اور شکر نہ کرے اس کو چاہئے کہ میرے سوا کوئی خدا بھی اور تلاش کر لے اس لئے صبر جو ہے بڑی چیز ہے۔

سب بیٹوں کے ملنے کی خوشخبری

پہلے بھی یہی جملہ کہا تھا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کو لے کر فصبر جمیل و اللہ المستعان عَلَی مَا تصفون لیکن آج پیغمبر نے فَصَبْرٌ جمیل تک تو وہی جملہ فرمایا لیکن آگے فرماتے ہیں "عَسَى اللهُ اَنْ یَأْتِیَنِیْهِم جَمِیْعًا" ہوسکتا ہے کہ اللہ سب کو جمع کر دے "إِنَّهُ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ. ہر چیز اس کے علم میں ہے اور ہر چیز اس کی حکمت کے مطابق ہے تو یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یہ تو بھی نہیں ہوسکتا کہ یوسف کا خواب سچا نہ ہو اور اگر یوسف کا خواب سچا ہے تو پھر ہم نے ملنا تو ہے پھر ہم نے یوسف علیہ السلام کی تعظیم بھی کرنی ہے تو یہ تو ہوگا لیکن کب ہوگا یہ نہیں جانتے۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ جانتے ہیں۔

اچھا کچھ عرصہ بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ تم بالکل مایوس ہو کر بیٹھ گئے ہو اللہ کی رحمت سے مایوس تو نہیں ہونا چاہئے کہ اگر کام نہ ہو تو آدمی ہاتھ جوڑ کر بیٹھ جائے یہ کیا بات ہے ہمارے ذمہ یہ ہے کہ ہم کوشش کریں اپنے اسباب کی حد تک عمل کریں باقی کامیابی اور ناکامی اللہ کے ہاتھ میں ہے جاؤ تلاش کرو اللہ کی رحمت سے ناامید کیوں ہوتے ہو اور کچھ تھوڑی بہت چیزیں لے جاؤ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے کچھ غلہ بھی

لے آؤ اب بھائی سارے کے سارے وہاں پہنچے اور یوسف علیہ السلام کی خدمت میں بہت گڑ گڑائے کیونکہ اب بہت پریشان تھے اور آ کر کہا یَا أَیُّهَا الْعَزِیز۔

یاد رکھو بعض لوگوں نے عجیب کہانیاں بھی بنائی ہیں کیونکہ قدرتی بات ہے کہ بنو اسرائیل کو روایتیں بنانے کی بڑی عادت ہے انہوں نے یہ بھی بنایا ہے کہ یا ایھا العزیز کیونکہ اب یہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کہا جا رہا ہے۔

کیا زلیخا کا حضرت یوسفؑ سے نکاح ہوا تھا

تو مطلب یہ ہے کہ وہ عزیز مصر جو تھا کہ جس کا قصہ آپ پہلے سن چکے ہیں وہ مر گیا اس کا نام فوطی فار تھا اور بعض نے اس کا اور نام بھی لکھا ہے جب کہ بادشاہ ریان بن الولید تھا عزیز جنب مر گیا تو اس کی بیوی زلیخا کی حضرت یوسفؑ سے شادی ہوئی اور بڑی تفصیل کے ساتھ انہوں نے اس داستان کو لکھا ہے حتیٰ کہ بعض کتابیں جو آج بھی دنیا میں تورات کے نام سے مشہور ہیں یا تالمود کے نام سے مشہور ہیں اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ جب بات بنائی جائے تو پھر اس کے لئے سو باتیں اس میں بھی یہ ذکر آتا ہے کہ وہ مر گیا اور بی بی زلیخا سے آپ کی شادی ہوئی۔

اب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ جب بات بنائی جائے تو پھر اس کے لئے سو باتیں بنانی پڑتی ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ یوسفؑ کا عین شباب ہے اور زلیخا کی کتنی عمر ہو گی؟

تو اس کا بھی انہوں نے حل نکالا کہ اللہ پاک نے اس کو پھر جوانی عطا فرما دی تھی اللہ کے آگے تو کوئی مشکل نہیں ہے اور اس کے ساتھ انہوں نے یہ لکھا کہ جب نکاح ہو گیا شادی ہو گئی تو حضرت یوسفؑ کی محبت تو بے انتہاء ہو گئی تھی اور زلیخا اب چونکہ اسلام لے آئی تھی حضرت یوسفؑ کا دین قبول کیا اور اللہ کی عبادت میں اتنی مشغول ہو گئیں کہ حضرت یوسفؑ انتظار فرماتے اور وہ

عبادت میں مشغول ہوتیں تو ایک دن حضرت یوسفؑ نے فرمایا کہ زلیخا عجیب بات ہے تمہیں وہ وقت بھول گیا ہے جب تم میرے پیچھے بھاگتی تھیں اور دروازے بند کرتی تھیں مجھے پکڑنے کے لئے اور آج تم میری بیوی ہو اور میں تمہارا انتظار کرتا ہوں تو زلیخا نے کہا کہ اس وقت مجھے آپ کی تلاش تھی اب مجھے آپ کا رب مل گیا ہے۔ اسی لئے لکھا ہے کہ آدمی جب آدمی کو تلاش کرتا ہے تو پھر ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور آدمی جب اللہ کے ساتھ کو لگا لیتا ہے تو پھر سب چیزیں اس کو مل جاتی ہیں لیکن اس واقعہ کا قرآن نے کوئی ذکر نہیں کیا اور نہ ہی احادیث رسول میں ذکر ہے لیکن یہ عجیب بات ہوتی ہے اتفاق ہے کہ جھوٹ جتنا ہو مزیدار بہت ہوتا ہے یہ اتفاق ہے اچھا بہت سارے اچھے لوگوں نے بھی قصے بنائے ہیں۔ جب ان سے یہ کہا گیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک ہے من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعدہ من النار جو مجھ پہ جھوٹی بات بنائے وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ کَذَبَ علی جو مجھ پر جھوٹ بولے ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں بول رہے ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں ایک ہے اللہ کے نبی پر جھوٹ بولنا ایک یہ ہے کہ ہم ایسی جھوٹی باتیں اور جھوٹی حدیثیں بنا رہے ہیں کہ لوگ دین میں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بڑھے یہ تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنا رہے ہیں۔

کہ جو بات حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمائی اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا جھوٹ ہے اور اسی نسبت کے لئے جہنم کی سزا ہے کہ جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی نہیں وہ کیسے حدیث ہو سکتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے بہر حال تاریخ میں لوگوں نے عجیب عجیب قصے بنائے ہیں اس لئے یوسفؑ اور زلیخا پہ کتابیں لکھیں گئی اور اس میں عجیب عجیب شخص ہیں لیکن بات وہی حق ہے جو صحیح روایات کے ساتھ ثابت ہو یہ میں نہیں ملتا کہ زلیخا سے شادی ہوئی ہو۔

اصل میں بعض علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک آدمی تھا اس کا نام تھا فوتیکر اس کی لڑکی سے حضرت یوسفؑ کی شادی ہوئی تھی تو لوگوں نے فوتیکر کا فوتی فار بنا دیا وہ تو معمولی سی بات ہے نام بگڑنے میں تو دیر نہیں لگتی تھوڑا سا زبر زیر کا فرق آتا ہے جیسے مسجد بلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے کعبہ شریف میں، اور بلال پڑھتے پہاڑ پر (مسجد بلال میں)، کوئی عقل کی بات ہے لیکن لوگوں نے بنا دی مشہور ہو گئی۔

مسجد بلال: اصل میں کیا تھا مسجد ہلال عرب والے کھڑے ہو کر پہاڑ پر چاند دیکھا کرتے تھے وہاں کھڑے ہونے سے چاند صاف نظر آتا تھا تو اب معمولی سی بات ہے ہلال کے نیچے تھا اس کا نیچے نقطہ بنا دیا بلال بن گئی فرق کیا پڑتا ہے بات بدلنے میں کوئی دیر تو لگتی نہیں۔ یا بہر حال اصل قصہ یہ ہے کہ نکاح ہونے کا کوئی مضبوط ثبوت نہیں نہ یہ قرآن پاک نے ذکر کیا ہے اور نہ کسی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کا ذکر ملتا ہے۔ اصل بات یہ سمجھیں کہ عزیز کوئی عہدہ نہیں قرآن میں جو بار بار عزیز کا لفظ آیا جو بار بار کا لفظ بار بار یہ ایسے ہے جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں سرکار، سرکار کا فرمان ہے جی سرکار کا حکم، ہے جی او جی جو سرکار فیصلہ کریں گے یعنی اعزاز یہ اعزاز ہے عہدہ نہیں ہے ایک ہوتا ہے کہ عہدہ ہو ایک ہے کہ اعزاز ہو اعزاز تھا عہدہ کوئی نہیں تھا اب تو یوسف علیہ السلام کا ماشاء اللہ پوری سلطنت پر مکمل کنٹرول تھا۔ قَالُوا يَاأَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسَّنَا وَ أَهْلَنَا

الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَةٍ فَاوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا إِنَّ اللهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ". اب بھائی آئے وہ اکڑ وغیرہ تو ختم ہوگئی تھی اے مہربان عزیز مہربانی کرو ہم اور ہمارے گھر والے بالکل فاقوں پہ پہنچ گئے ہیں اور ہم یہ بالکل معمولی سی چیز لے کر آئے ہیں یہ بھی ہماری تھوڑی رہ گئی ہے اتنا پیسہ نہیں کہ ہم آپ کو پوری صحیح معنی میں بدلہ دے دیں" وَ جئنا ببضاعةٍ مُزجَة ،اگر آپ مہربانی کر کے تھوڑی سی پونجی لے کر پورا غلہ ہمیں دے دیں تو یہ آپ کی عنایت ہوگی ہمارے اوپر صدقہ کر دیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خیر کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

کیا انبیاءؑ کے لئے صدقہ لینا درست ہے

اب علماء نے یہاں بھی بحثیں لکھی ہیں کہ انبیاء کے لئے تو صدقہ جائز نہیں ہوتا اور انبیاء علیہم السلام ہدیہ تو قبول فرماتے ہیں لیکن صدقہ قبول نہیں فرماتے اور اس پر پھر جواب دیتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو تھا لیکن پہلے انبیاء علیہم السلام کے بارے میں ہمیں یہ بات نہیں ملتی۔

اصل بات یہ ہے کہ ساری بحثیں، بلاوجہ ہیں ورنہ بات یہ ہے صدقہ تو وہ ہے جو بندہ

لہ بلکہ بعض مورخین اور مفسرین وغیرہ حضرت وہب بن منبہ (تابعی) وغیرہ کے حوالہ سے اس کو نقل کرتے ہیں جبکہ ابن الجوزی نے المنتظم ار ۳۱۵، میں شادی کا تفصیل سے واقعہ لکھا ہے۔ اس لئے بالکلیہ رد بھی نہیں ہوسکتا جبکہ صاحب کشف حضرت ملا عبدالرحمن جامی نے اس پر یوسف زلیخا نامی کتاب بھی لکھی ہے حضرت تھانوی کے داماد حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی سے کی لڑکے نے پوچھا کہ بی بی زلیخا کے پستان کیسے تھے تو آپ نے فرمایا تیری ماں کے جیسے تو اس نے اپنی ماں کو شکایت کی تو وہ غصہ سے بھری ہوئی مفتی صاحب کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ اس نے یہ سوال کیا تھا جبکہ وہ پیغمبر کی بیوی تھی تو عورت نے جواب میں کہا کہ آپ نے اس کو صرف اتنا جواب کیوں دیا اس کو تھپڑ کیوں نہیں لگایا۔ بہر حال احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ سکوت کیا جائے۔ (امداد اللہ انور)

خیرات مانگے ایک بندہ جب پیسے دے کر کوئی چیز خریدنا چاہتا ہے وہ کون سا صدقہ ہے وہ تو کہہ رہے ہیں کہ وجئنا ببضاعة یہ ٹھیک ہے کہ ہم پورے پورے پیسے نہیں لے کر آئے لیکن آپ رعایت کر دیں یہ تو کوئی خیرات نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ ہم اس پر کیوں بخشیں کریں۔

حضرت یعقوبؑ کی مشکل حل ہونے کا وقت آ گیا

اب جب یوسف علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میرے باپ وہاں بھوکے ہیں فاقوں میں گزر بسر کر رہے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ اللہ کا نشان بھی ہو گیا ورنہ یوسف علیہ السلام چاہتے تو جیل سے پیغام بھجوا سکتے تھے چاہتے تو جب مصر میں غلام بنے تو اسوقت بھی پیغام بھجوا سکتے تھے اور چاہتے تو عزیز مصر کی بیوی اور دوسری عورتیں اپنی جان قربان کرنے کے لئے کھڑی تھیں تو ان کو کہہ دیتے کہ میرے والدین کو پیغام تو بھیجوا دو کہ میں خیریت سے ہوں کونسا مشکل مسئلہ تھا لیکن اللہ کا منشا نہیں تھا تو کیسے خبر بھیجے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارادہ نہ ہو سارے وسائل بھی ہوں تو کام نہیں آتے اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ چاہتے ہیں اسباب نہ بھی ہوں تو کام خود بخود بن جاتے ہیں امیدیں ختم ہو جاتی ہیں لیکن کام ہو جاتے ہیں۔

بھائیوں نے حضرت یوسفؑ کو کیسے پہچانا

اس لئے اب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَ أَخِيْهِ إِذْ أَنْتُمْ جَهِلُوْنَ" اچھا تمہیں پتہ ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا اور مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ یوسف علیہ السلام اپنا جو تاج پہنے ہوئے تھے اور جو اپنا لباس پہنے ہوئے تھے وہ اتار دیا اور منہ سے نقاب ہٹا دیا اب جب بھائیوں کی نظریں پڑی تو

گھبرائے اور کہنے لگے" إِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ " انہوں نے کہا اچھا تم یوسف ہو۔

بعض علماء نے کہا ہے کہ ان کے سر پر ایک نشان تھا اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا تاج اتارا کہ بھائی اس نشان کو دیکھ کر یقین کر لیں کہ میں ہی یوسف ہوں "قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَ هَذَا أَخِي قَدْ مَنَّ اللهُ عَلَيْنَا إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَإِنَّ اللهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ " آپ نے فرمایا بھائیو واقعی میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی بنیامین ہے اور سن لو اللہ نے ہم دونوں پر احسان کیا اللہ نے مجھے یہ مقام دیا کہ میرے بھائی کو بھی ملا دیا اور میرے اللہ کا قاعدہ ہے کہ جو اللہ سے ڈرے اور صبر کرے اللہ تبارک وتعالیٰ صبر کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں۔

بھائیوں نے معافی مانگی

اب جب حضرت یوسفؑ نے بات کھول دی تو وہ رو پڑے کہنے لگے مہربانی کرو ہمیں معاف کر دو واقعی ہم نے گناہ کیا، واقعی ہم نے زیادتی کی تمہارے ساتھ بھی اور بنیامین کے ساتھ بھی۔

حضرت یوسفؑ نے معاف کر دیا

اب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَ هُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ " آپ نے فرمایا بھائیو آج کے بعد تم پر کوئی الزام نہیں تم سے کوئی گلہ بھی نہیں، اللہ تمہاری بخشش کرے وہی مہربان ہے وہی رحم فرمانے والا ہے فوراً دعا بھی کر دی یغفر اللہ لکم وھو أرحم الرحمین. اور میری طرف سے تم کو کوئی طعنہ نہیں ہوگا۔

حضور ﷺ کا فیصلہ بھی حضرت یوسفؑ کے فیصلہ کے مشابہ ہو گیا

یہ ایسا قصہ مبارکہ ہے جو عین مشابہ ہے اس قصے کے کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ سلم کو

اللہ نے مکہ فتح کرادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم غالب و فاتح ہو کر مکہ میں داخل ہوئے قریش مطلوب ہو گئے، قیدی ہو گئے، سامنے آ کر کھڑے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش مکہ تم خود فیصلہ کرتمہارے لئے کیا سزا تجویز کی جائے۔ اب بات کرو آخر قریش تھے سمجھدار تھے کہتے تھے ہم بھی ایک بھائی کے سامنے کھڑے ہیں ٹھیک ہے کافر ہیں جو کچھ ہیں لیکن آپ ہمارے اخ کریم ہیں جو مناسب سمجھیں ہم نے واقعی غلطیاں تو کی ہیں۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اگر تم یہ کہتے ہو تو میں بھی ہی کرتا ہوں کَمَا قَالَ اخی یوسف جیسے میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا "لاتثریب عَلَیکُمُ الْیَوْمَ" جاؤ میں نے بھی تم سب کو آزاد کیا ہے کوئی تم پر ملامت نہیں کوئی کچھ نہیں جہاں رہنا چاہتے ہو رہ سکتے ہو۔ اسلام لانا چاہتے ہو تمہاری مرضی نہیں لانا چاہتے نہ لے آؤ۔ میری طرف سے تم آزاد ہو تو عین وہی فیصلہ ہوا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا تھا۔ یہی شان پیغمبری ہے۔

مصر میں اپنے والد کو بلوانا

اب جب سب بھائی مل گئے اب تو بادشاہ کے مہمان تھے شاہی مہمان خانے میں رہنے لگے لیکن سیدنا یوسف علیہ السلام پر یہ بات بڑی گراں گزر رہی تھی اب ہم تو یہاں شاہی محلات میں ہیں اور ابا کس حال میں ہوں گے اور وہ بھی نبی ہیں تو اس لئے انہوں نے کہا کہ میرے بھائیو بات یہ ہے آپ جا کر ابا کو لے آؤ انہوں نے کہا کہ ابا بوڑھے ہو گئے ہیں اور ان کی نظر مبارک بھی کمزور ہو گئی آنکھیں سفید ہو گئیں تمہارے فراق میں روتے روتے۔

قمیص چہرہ پر لگانے سے نگاہ واپس آ گئی

انہوں نے کہا کوئی بات نہیں ایسا کرو "إِذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَأَلْقُوهُ عَلَى وَجْهِ

أَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا اْتُوْنِي بِاَهْلِكُمْ أَجْمَعِيْنَ " حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں یہ قمیص دیتا ہوں یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤ اور جا کر آپ کے چہرے سے لگاؤ اس کی برکت سے اللہ ان کی آنکھوں کی بصیرت کو لوٹا دیں گے اور پھر تم سب گھر والوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔

اس مبارک قمیص کی تاریخ

اب اس قمیص کے بارے میں بھی روایات مختلف ہیں بعض روایات میں ہے کہ جب سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا لباس اتارا گیا اور بغیر لباس کے ان کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ نے جنت سے کرتا بھیجا اور آپ کو حکم دیا کہ "يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَ سَلٰمًا عَلٰى اِبْرَاهِيْم "اور جنت کا وہ قمیص جو آپ نے پہنا تھا وہی قمیص پھر حضرت اسحاق علیہ السلام کے پاس آیا پھر حضرت اسحاقؑ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا تو اس کو چھپا کر نلکی سی بنا کر محفوظ کر کے رکھا جاتا تھا تا کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے تبرک ہے اور جنت کا کپڑا ہے اور جنت کی اس نعمت کی صفت یہ تھی جس چیز پر بھی اس کو ڈالتے ٹھیک ہو جاتی تھی اندھے پر ڈال ٹھیک ہو جائے گا اور برص والے پر ڈالو ٹھیک ہو جائے گا کیونکہ یہ جنت کی نعمتوں کے اثرات ہیں کہ جنت میں حیات موت تو آئی نہیں۔

سامری کے بچھڑے کی حقیقت

اسی لئے قرآن پاک میں آتا ہے زندگی رہی تو ان شاء اللہ، اللہ اس قصے پر پہنچائیں گے کہ جب سامری نے گائے کا بچھڑا بنایا تھا تو اس نے کیا کیا کہ جب سامری چھوٹا تھا اور

جبرائیل علیہ السلام اس کی خبر گیری کے لئے آتے تھے۔

جب سن شعور کو پہنچا سمجھ آ گئی تو دیکھا کہ جبرائیل علیہ السلام جس گھوڑی پر سوار ہیں اس کو تو پتہ نہیں تھا کہ جبرائیلؑ ہیں وہ تو انسانی شکل میں تھے دیکھا کہ سے جہاں جہاں سے تھوڑی قدم اٹھاتی ہے تو نیچے کی چیزیں سبز ہو جاتی ہیں؟ خشک گھاس سبز ہوگئی خشک پتیاں سبز ہوگئیں تو اس نے وہ مٹی اٹھا کر چھپا کر اپنے پاس رکھ لی اب جب سونے کا بچھڑا بنایا تو اس میں وہ مٹی بھی ڈال دی مٹی ڈالی تو ''جسدًا لّه خوار'' تو اس سے گائے کی آوازیں شروع ہوگئیں وہ تو زندہ ہوگیا۔

تو اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جنت چیز ہی ایسی ہے "لا یَمُوتُ فِیهَا لا یحیی وہاں تو کافر کے لئے بھی موت نہیں ہوگی اور چیزیں ایسی ہوں گی کہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوں گی فنا نہیں ہوں گی۔ (اور وہ قمیص حضرت ابراہیمؑ کے جسم مبارک کو بھی تو مس ہوا تھا۔ انور)

حضرت یوسفؑ سے کئی قمیصوں کا تعلق

دراصل یہ وہ قمیض تھی علماء نے لکھا ہے کہ اگر آپ قصہ یوسف علیہ السلام پر نظر ڈالیں تو اس قصہ کا عمود اور بنیاد وہ قمیص ہے کہ جب آپ اپنی پھوپھی کے گھر سے نکلے تو پھوپھی نے بھی پکڑنے کے لئے قمیص کا سہارا لیا۔

اور جب آپ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تو باپ کو دھوکہ دینے کے ''لَهٗ وَجَآءُ وْ عَلٰی قَمِیْصِهٖ بِدَمٍ كَذِب، قمیص پر جھوٹا خون لگا کر آ گئے جب یوسف علیہ السلام کو انہوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا تو یعقوب علیہ السلام کے پاس قمیص لے کر آئے تھے خون لگا کر وہاں بھی قمیص کا ذکر تھا۔

اور جب زلیخا نے حضرت یوسفؑ کو پھنسانے کی کوشش کی تو وہاں بھی قمیص کا مسئلہ

پیش آیا إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُل" کہ قمیص دیکھو آگے سے پھٹا ہے یا پیچھے سے سے پھٹا ہے اور جب حضرت یعقوب علیہ السلام کی واپسی کی بات ہوئی تب بھی آپ نے فرمایا "اذْهَبُوا بِقَمِيصِي هَذَا فَالْقُوهُ عَلَى وَجْهِ أَبِي" اس لئے قمیص مبارک اس قصے کی ایک اہم چیز ہے جس کا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بار بار کیا ہے ہر موقع پر کہیں نہ کہیں قمیص کا کردار ضرور آجاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پھرنے سے ۱۲۰ سال تک بال سفید نہ ہوئے

اب جناب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی تھے اور نبوت مل چکی تھی اور جو چیز نبی کے بدن مبارک کو لگ جائے اس کا کیا کہنا۔

اس لئے بعض روایات میں یہ بات موجود ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا تھا جن جن بالوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک لگا تھا ان کی ایک سو بیس سال عمر گزر گئی وہ سفید نہیں ہوئے۔ اسی لئے جوان رہے کہ حضرت کے ہاتھ لگ گئے۔

حضرت یوسفؑ کے قمیص سے خوشبو

تو اللہ کے نبی کی تو ایک شان ہے اب وہ قمیص لے کر چلے بعض روایات میں ہے ثمانون فرسخا اسّی میل (۶۴۰ کلو میٹر) دور تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْ لَا أَنْ تُفَنِّدُونِ. قَالُوا تَاللَّهِ إِنَّكَ لَفِي ضَلَالِكَ الْقَدِيمِ.

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ادھر آؤ باقی اولاد اور بچے وغیرہ تم تو یہی کہو گے کہ بس میں تو اسی پرانے مسئلے میں خیالات میں ڈوبا ہوا ہوں لیکن آج مجھے یوسفؑ کے پیراہن کی

خوشبو آرہی ہے۔

یوسفؑ اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ سارا معاملہ اللہ کی شان ہے اس میں اللہ کی حکمتیں تھیں کہ یوسف علیہ السلام چند میل پر کنویں میں موجود ہیں تو خوشبو نہیں آتی یوسف علیہ السلام مصر کے بازار میں کھڑے ہیں تو خوشبو نہیں آتی تخت پر بیٹھ گئے تو خوشبو نہیں آتی۔اب (۱۴۰ کلو میٹر دور ہیں تو خوشبوئیں آرہی ہیں یہ سب اللہ کی حکمتیں ہیں جب اللہ چاہتے ہیں تو خبر فرما دیتے ہیں اور جب اللہ نہیں چاہے تو چیز قریب موجود بھی ہو تو خبر نہیں ہوتی۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ علم غیب کا مالک صرف اللہ ہے انبیا علیہم السلام کو بطور معجزہ، اولیاء اللہ کو بطور کرامت و کشف کبھی کبھی اللہ چاہتے ہیں تو علم عطا فرما دیتے ہیں، کھول دیتے ہیں، لیکن اگر نہ چاہیں دیکھیں کہ یوسف علیہ السلام خود موجود ہیں کنویں میں لیکن باپ کو خوشبو بدن کی بھی نہیں آئی اور اب فرمارہے ہیں کہ مجھے خوشبو آرہی ہے جب سارے گھر والے اکٹھے ہو گئے انہوں نے کہا ابا جان بس آپ تو اسی پرانے خیال میں بیٹھے ہیں آپ کو تو بس ہر وقت ایک ہی خیال ہے یوسف علیہ السلام کا۔ابا نے فرمایا اچھا ٹھیک ہے کہ تم میری بات نہ مانو لیکن میں جو کہہ رہا ہوں وہ ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

پیغمبر کی پیشین گوئی سچی ہوگئی

فَلَمَّا أَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا قَالَ اَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ إِنِّيْ أَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ".

اب جب آیا خوشخبری دینے والا۔بعض علماء نے فرمایا کہ وہ بڑا بھائی اور بعض نے کہا کہ وہ بھائی جو قمیص پر جھوٹا خون لگا کر لے آیا تھا اس نے کہا کیونکہ میں قمیص لے کر پریشانی لایا

تھا آج مجھے قمیص دو تا کہ میں خوشی دوں بس وہ تو آنکھوں کو لگنے کی دیر تھی فارتد بصیرا .وہ جو نظر کی کمزوری تھی وہ ضعف تھا وہ سب کا سب دور ہوگیا آنکھیں روشن ہوگئیں آپ نے فرمایا: الم اقل لکم میں نے تم لوگوں سے نہیں کہا تھا کہ مجھے میرے اللہ نے جو علم عطا فرمایا ہے تمہیں علم نہیں مجھے تو یقین ہے کہ یوسفؑ ملے گا اللہ تعالی نے مجھے اس کا علم عطا فرمایا ہے اب جناب جب سارے کے سارے بیٹے اکٹھے ہو گئے یوسفؑ اور بنیامین نہیں ہیں۔

اس لئے بعض روایات میں یہ بات موجود ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا تھا جن جن بالوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک لگا تھا ان کی ایک سو بیس سال عمر گزر گئی سفید نہیں ہوئے۔اسی لئے جوان رہے کہ حضرت کے ہاتھ لگ گئے۔

برادران یوسفؑ کی آبا حضور ﷺ سے استغفار کی درخواست

قَالُوْا یٰاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا إِنَّا كُنَّا خَطِئِيْنَ . قَالَ سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ".

سب کہنے لگے کہ ابا جان مہربانی فرمائیں ابا جان آپ بھی معاف کریں ہمارے گناہوں کی معافی مانگیں ہم گناہوں کا اقرار کرتے ہیں ہم نے واقعی زیادتی کی یوسف علیہ السلام کے ساتھ بھی آپ کے ساتھ بھی بنیامین کے ساتھ بھی، آپ مہربانی کریں ہم خطا کا اقرار کرتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيم ُ" آپ نے فرمایا صبر کرو بہت جلدی وقت آرہا ہے میں تمہارے لئے اللہ سے معافی مانگوں گا اور میرے اللہ بخشنے والے ہیں

اور مہربان ہیں۔

دیر سے معافی مانگنے کا نکتہ

اب علماء فرماتے ہیں کہ قصہ یوسفؑ میں ایک سمجھنے والی بات ہے جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہمارے لئے معافی مانگو انہوں نے تو فوراً کہ دیا "یَغْفِرُ اللّٰہُ" اللہ تمہیں معاف کرے لیکن جب ابا سے کہا۔ کہ مہربانی کر کے ہمارے لئے معافی مانگیں ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں انہوں نے فوراً نہیں مانگی انہوں نے کہا مانگوں گا لیکن ابھی نہیں۔

آخر اس کی کیا وجہ تھی کہ شفقت تو سب سے زیادہ یعقوب علیہ السلام میں تھی یوسف علیہ السلام نے تو فوراً دعا کر دی لیکن ابا کہتے ہیں کہ ابھی میں دعائیں کرتا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ میں اپنے رب سے تمہارے لئے بخشش مانگوں گا اس کی وجوہات علماء نے لکھی ہیں کہ اصل میں یعقوب علیہ السلام کا منشا یہ تھا کہ جب سحر کا وقت ہوگا یعنی تہجد کا وقت ہوگا رات کا آخری حصہ ہوگا تو اس وقت میں اپنے بیٹوں کے لئے معافی مانگوں گا کیونکہ کوئی چھوٹا موٹا جرم تو نہیں اللہ کے نبی کو ستانا، اللہ کے ایک پیغمبر کو کنویں میں ڈالنا، اللہ کے پیغمبر کو جا کر کھوٹے پیسوں میں بیچنا پھر جھوٹا خون لگا کر اللہ کے دوسرے نبی کے سامنے آ کر جھوٹ بولنا یہ ساری باتیں کوئی معمولی تو نہیں تھیں۔

اس لئے انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے اپنے اللہ سے معافی مانگوں گا تو مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آپ کا منشا مبارک یہ تھا کہ میں وقت سحر مانگوں گا کیونکہ وقت سحر ایسا ہوتا ہے ینزل ربنا تبارک و تعالی الدنیا اللہ عرش معلی سے آسمان دنیا پر تشریف لاتے

ہیں اور ندا فرماتے ہیں ھل من مسائل ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا جو مجھ سے مانگے وہ ایک ایسی گھڑی، ایسا وقت ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت جوش میں ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ کی دعا

اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تہجد پڑھ کر جب بیٹھے تو کہنے لگے مول تو نے حکم دیا کہ میری عبادت کرو ہم نے تیری عبادت کی تو نے حکم دیا میری اطاعت کرو ہم نے تیری اطاعت کی اب عبادت بھی کر لی اور اطاعت بھی کر لی اب یہ سحر کا وقت ہے یہ تیرا وعدہ ہے کہ میں معاف کرتا ہوں ہماریں دعائیں بھی منظور فرما۔

اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ مومنوں کی صفت یہ کہ " و الْمُسْتَغْفِرِينَ بالاشعار کہ وہ سحر کے وقت میں اپنے اللہ سے معافی مانگتے ہیں یعنی رات کا آخری حصہ سب سے زیادہ اللہ کی رحمت کا وقت ہے۔

حضرت یعقوبؑ کے جواب کی دوسری وجہ

اس لئے علماء کہتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "سَوْفَ اسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ" میں تمہارے لئے معافی مانگوں گا لیکن صبر کرو اور بعض علماء نے اس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ جب یوسف علیہ السلام سے انہوں نے کہا ہمارے گناہ معاف کر دو تو یوسف علیہ السلام نے تو معاف کر دیئے وہ ان کا ذاتی مسئلہ تھا وہ معاف کر سکتے تھے ان کو ستایا گیا تھا تو جس کو تکلیف پہنچائی جائے اس کو تو معاف کرنے کا اختیار ہے لیکن جب انہوں نے یعقوب علیہ السلام سے کہا تو یعقوب علیہ السلام کو تو پتہ ہی نہیں ہے کہ یوسفؑ نے ان کو معاف کیا ہے یا نہیں کیا۔

بنیامین نے بھی ان کو معاف کیا ہے یا نہیں کیا۔ اس لئے انہوں نے کہا کہ میں بخشش مانگوں گا تاکہ پہلے تسلی تو کر لوں کہ جن کے تم مجرم ہو انہوں نے معاف کیا ہے یا نہیں کیا۔

اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا سوف استغفر لکم ربی صبر کرو عنقریب میں تمہارے لئے بخشش مانگوں گا میرے مولیٰ بڑے مہربان ہیں۔

اہل خانہ کو بلوایا حضرت یوسفؑ خود کیوں نہیں گئے

اچھا اسی میں ایک اور بات ہے اس پر بھی علماء نے بڑی بڑی ابحاث کی لکھی ہیں کہ یوسف علیہ السلام کی اب ساری بات بھی کھل گئی اب تو کوئی راز نہیں رہا اب تو بنیا میں مل گیا بھائی مل گئے ان کو یوسفؑ کا پتہ لگ گیا قمیص تو بھجوا رہے ہیں خود کیوں نہیں گئے والد کو ملنے کے لئے۔

کہتے ہیں " وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ، تم سب کو لے کر آؤ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ آخر بیٹے ہیں یوسف علیہ السلام کی جتنی بڑی شان بلند کیوں نہ ہو جائے کہتے بھائی اچھا اب تو اللہ کی اجازت ہوگئی اب خود جاتے ہیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کا نہ جانا اور بھائیوں سے کہنا "وَأْتُونِي بِأَهْلِكُمْ أَجْمَعِينَ" کہ تم لے کر آؤ۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

جواب

علماء کرام نے اس کے جواب دیئے ہیں لیکن آسان بات آپ یاد رکھ لیں کہ اصل میں منشا حکم خداوندی یہی تھا کہ جیسے پہلے راز نہ کھولنے کا حکم تھا اب بھی حکم یہ تھا کہ یوسفؑ تم اپنے مقام پر رہو ہم نے یعقوبؑ کو لانا ہے تمہاری طرف کیونکہ خواب بھی یہی تھا کہ یوسفؑ کی اتنی بڑی عظمت دکھائی گئی کہ ابا بھی سجدہ کرے کہ جب اس کو اتنے بڑے مرتبے پر دکھانا ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا منشا مبارک یہی تھا۔

حضرت موسیٰؑ کے واقعہ میں فرق

اس کے مقابلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں معاملہ اور تھا کہ جب پتہ

چل گیا کہ فرعون کے گھر میں ہیں اور دودھ نہیں پی رہے تو بہن بھاگتی ہوئی آ گئی اس نے آ کر کہا اماں جان بالکل نہ گھبراؤ میرا بھائی محفوظ ہے اور باہر افسر آپ کو لینے کے لئے کھڑے ہیں ماں نے کہا میں تو نہیں جاتی بیٹی نے کہا کیوں؟ ماں نے فرمایا اللہ نے فرمایا تھا ہم موسیٰؑ کو تیری طرف لوٹائیں گے۔ یہ تھوڑا کہا تھا کہ مجھے موسیٰؑ کے پاس لے جائیں گے إِنَّا رَادُّوْهُ إِلَيْكِ ہم موسیٰ کو تیری طرف لوٹائیں گے تو اللہ لوٹائیں گے، میں تو نہیں جاتی تو وہاں اور بات تھی اور یہاں اور بات ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت فرمائے حالات کا ایک بڑا جبر ہوتا ہے۔ اصل سیدھی بات یہ یاد رکھیں کہ یہ بھی حکم خداوندی تھا ورنہ اللہ کا پیغمبر ایسے کیسے بات کر سکتے ہیں اب قرآن کہتا ہے:

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰى إِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ وَ رَفَعَ أَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهُ سُجَّدًا وَ قَالَ يٰاَبَتِ هٰذَا تَأْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا وَ قَدْ أَحْسَنَ بِيْ إِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَاءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ إِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِمَا يَشَآءُ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ.

والدین کا استقبال یوسفی

حضرت یوسف علیہ السلام باہر آ گئے، استقبال کے لئے پورے لاؤ لشکر کے ساتھ۔ بعض روایات میں ہے کہ جب اتنا بڑا لشکر دیکھا تو یعقوب علیہ السلام نے بیٹے سے کہا یہ تو فرعون کا لشکر ہے یوسفؑ نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ تیرے بیٹے کا لشکر ہے۔ اب تو یوسفؑ مصر میں بادشاہ ہے۔

سجدہ میں گر گئے

اب یعقوب علیہ السلام آئے تو ادب و احترام کے ساتھ لے گئے" وَ رَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى

الْعَرْشِ اوران کوتخت پر بٹھایاو خوو الہ حضرت یوسفؑ عرش پر بیٹھے بعض کہتے ہیں باپ تھے اورماں فوت ہوگئی تھی ساتھ خالہ تھی اور خالہ بھی ماں کے درجے میں ہے۔

والدین کا سجدہ کس کو تھا

لیکن اصل بات وہی ہے جو قرآن کہتا ہے ابو یہ تو پھر ماں باپ دونوں ہیں اس کے بعد وہ سجدے میں گر گئے "وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ،اچھا بعض علماء کہتے ہیں کہ نہیں وَ خَرُّوا" اپنے اللہ کے آگے جھک گئے یہ نہیں کہ یعقوبؑ نے یوسفؑ کو سجدہ کیا۔

شریعت اسلامی میں کسی غیر اللہ کو سجدہ جائز نہیں ہے

بعض علماء نے فرمایا کہ اتنی بحث کی ضرورت نہیں ہے اس شریعت میں یہ ساری چیزیں جائز تھیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا اللہ نے خواب دکھلایا تھا اور نبی کا خواب وحی ہوتا ہے یہ تو شریعت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اللہ نے منع فرمادیا ہے:

لا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ إِنْ كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ.

اور جب کسی صحابیؓ نے بھی اجازت مانگی سجدے کرنے کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی لیکن یوسفؑ کی شریعت میں جائز تھا اس زمانے میں دو بہنیں ایک شخص کے نکاح میں جائز تھیں لیکن اب جب یہ سارا واقعہ پیش آیا یوسف علیہ السلام نے عرض کیا" يٰاَبَتِ هٰذَا تَأْوِيْلُ رُءْيَايَ " آج میرے اللہ نے میرے خواب کی تعبیر سچ کر دکھائی ابا جان یہ وہ خواب ہے جو میں نے دیکھا تھا اور اس کے بعد کہتے ہیں وَ قَدْ اَحْسَنَ اور اللہ نے میرے ساتھ کتنا احسان کیا۔

یوسفؑ نے قید سے رہائی سے اپنا قصہ کیوں شروع کیا

فرمایا:" وَقَدْ أَحْسَنَ بِيْ إِذْ أَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ "کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے قید خانے سے نکالا اور تخت پر بٹھادیا علماء نے لکھا ہے کہ یہاں سے حضرت یوسف علیہ السلام نے قصہ شروع کیا قصہ تو ابتداء سے شروع کرتے کہ ابا جان میں آپ سے جدا ہوا مجھے بھائی لے گئے مجھے کنویں میں ڈال دیا وہاں سے قصہ شروع نہیں کیا بلکہ یہاں سے بھی نہیں کیا کہ زلیخا نے ایسے کیا، میں مصر میں آیا، میں غلام بنا مجھ پر یہ الزام لگائے گئے مجھے جیل کیوں بھیجا گیا۔

بلکہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے جیل سے نکالا یعنی اللہ کے احسان اور نعمتوں کا ذکر کیا ان مصیبتوں کا ذکر نہیں کیا کہ یہ خوشی کا وقت ہے اس کو دہرا کر غم کو تازہ کرنے کی کیا ضرورت ہے

جیسے یعقوبؑ کی دو بیویاں آیا اور داخل آپس میں سگی بہنیں تھیں۔ تورات (انور)

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر آپ جیل میں جانے کا ذکر کرتے تو پھر زلیخا کا بھی ذکر آتا کہ جن محسنوں نے ان کی پرورش کی تھی۔ حضرت یوسفؑ نہیں چاہتے تھے کہ میری زبان سے ان پر الزام لگے اور ان کے عیب اچھالے جائیں اس لئے فرمایا:

وَ قَدْ أَحْسَنَ بِيْ إِذْ أَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ " اور آپ کو بھی اس دیہات سے لے آئے "مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَعَ الشَّيْطٰنُ. بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ، وہ تو شیطان نے ہمارے اور بھائیوں کے درمیان ایسی بات کھڑی کر دی تھی ورنہ بھائی تو بھائی ہوتے ہیں اور اللہ کے ہر کام میں حکمتیں ہوتی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کو سچا فرمایا یعقوب علیہ السلام تشریف لے آئے۔

حضرت یوسفؑ کا قرآن میں قصہ بیان کرنے کی وجوہات

اس لئے اللہ نے فرمایا: " ذَلِکَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوحِیهِ إِلَیْک وَ مَا کُنتَ لَدَیْهِمْ إِذْ اَجْمَعُوْا أَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْکُرُوْنَ وَ مَا أَکْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔

اللہ نے فرمایا میرا مدنی وہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔ باقی اصل وجہ یہ تھی کہ علماء نے لکھا ہے کہ قریش نے خود سوال کیا تھا اے محمد اگر آپ اللہ کے نبی ہیں تو ہمیں بتلائیں تو یوسف علیہ السلام کے بارے میں تو انہوں نے خود سوال کیا تھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا قصہ مبارک ذکر کر دیا اور اتنی تفصیل کے ساتھ تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو میں نے سارا قصہ بیان کر دیا اب ایمان لے آؤ لیکن وہ پھر بھی ایمان نہیں لائے اصل میں ان واقعات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی عبرتیں، بہت بڑے مواعظ اور بڑے احکام۔

اس سورت میں حضور ﷺ کیلئے بڑی تسلی ہے

اور سب سے بڑی چیز حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے لئے تسلی ہے کہ میرے محمد ﷺ آپ نہ گھبرائیں آپ کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے۔ آپ دیکھیں کہ یوسفؑ کے ساتھ کیا ہوا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ میرے رشتہ دار اور قریبی مجھے تنگ کر رہے ہیں میرے مدنی چلو آپ کے تو چچا ہیں وہ تو ایک باپ کے بیٹے ہیں جنہوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ یہ کیا یعنی آپ کے ساتھ تو چلو، ابو جہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ کر رہا ہے۔

لیکن وہ تو یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اور یوسفؑ کے بھائی ہیں انہوں نے کیا کیا یوسف علیہ السلام ساتھ۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے نبی کو تسلی کے لئے فرمایا کہ دیکھیں آپ کو اگر شعب ابی طالب کے اندر کچھ عرصہ کے لیے محصور رہنا پڑا ہے ذرا نظر تو ڈالو یوسفؑ جیسا نازک و حسین وجمیل کنویں کی زندگی میں اکیلا بیٹھا ہوا ہے اس نے بھی جیلیں کاٹی ہیں۔

مصائب کے بعد یوسفؑ کو تخت شاہی ملا

اور ساتھ یہ بھی بتلایا کہ یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا ہے جیلوں میں ڈالا گیا لیکن ہم نے کیسے اس کو اوپر بٹھایا۔ میرے مدنی آپ بھی غم نہ کریں یہ آپکو کئی تکلیفیں پہنچائیں ہم بھی آپ کو معراج پر اور سرزمین مکہ میں اور جس طرح یوسفؑ کو عرش حکومت پر پہنچایا تھا۔ اسی طرح آپ کو عرش معلی پر لائیں گے اور آپ کو ہم غالب کریں گے اور جس طرح یوسفؑ کے بھائی ملزم بن کر یوسفؑ کے سامنے کھڑے تھے ایک وقت آئے گا کہ قریش ملزم بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے آپ فکر نہ کریں۔

امت کیلئے اس سورت میں ایک سبق

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرآن مقدس کے ان واقعات مبارکہ میں انبیاء علیہم السلام کے قصہ مبارکہ میں مواعظ ہوتے ہیں، عبر ہوتے ہیں، حکمتیں ہوتی ہیں اور تسلی ہوتی ہے اللہ کے نبی کے لئے مؤمنین کے لئے کلمہ پڑھنے والوں کے لئے، تم کیوں گھبراتے ہو جب نبیوں پر ایسے وقت گزرے تو آپ کی کیا اوقات اگر انبیا علیہم السلام پر یہ تکلیفیں آئیں تو اگر اللہ کے پیغمبروں پر ایسے کٹھن مرحلے آئے اگر انہیں جیل کی مصیبتوں سے گزرنا پڑا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوسکتا ہے تو یہ یوسف علیہ السلام کا قصہ من اولہ الی آخرہ تھا اللہ آپ کو بھی مجھے بھی اس کو پڑھنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سیدنا ایوب علیہ السلام

قصص الانبیاء علیہم السلام کے سلسلے میں اب ہم سیدنا ایوب علیہ السلام اور ان کے ساتھ سیدنا ذوالکفل علیہ السلام کے بارے میں پڑھیں گے سیدنا ایوب علیہ السلام یہ بھی اللہ کے نبی ہیں اور اپنے دور میں اللہ نے ان کو بڑی عظمت سے نوازا اور سیدنا ایوب علیہ السلام جو ہیں، وا پنے صبر میں، شکر میں ضرب المثل ہیں دنیا میں جیسے حسن یوسفؑ ایک ضرب المثل بات تھی کہ آج بھی دنیا کہتی ہے کہ بھائی یہ تو یوسف ثانی ہے یا اس کو جمال یوسف ملا ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کس خاندان سے تھے

اسی طرح صبر ایوب علیہ السلام پوری دنیا میں اس دور سے لے کر آج تک ضرب المثل ہے۔ سیدنا ایوب علیہ السلام کے بارے میں کتابوں میں بے انتہاء اختلافات ہیں بعض انہیں روی مانتے ہیں بعض انہیں عربی النسل مانتے ہیں بعض انہیں بتو اسرائیل سے مانتے ہیں حتی کہ کتب سابقہ میں بھی اس موضوع پر بے حد اختلاف ہے حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس حد تک بھی چلے گئے کہ ایوب علیہ السلام نام کا کہ کوئی شخص نبی گزرا ہی نہیں۔

علامہ کیرانوی اور ''اظہار الحق''

اسی لئے علامہ رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے دور کے بہت بڑے عظیم عالم علوم

شریعہ میں متبحر اور عیسائیت کے رد میں اپنے دور میں ایک سند اتھارٹی تھے، ان کی کتاب ہے ''اظہار الحق'' یہ کتاب بہت علمی تاریخی اور فکری کتاب ہے اب تو ماشاء اللہ اس کے اردو انگریزی اور فرانسیسی اور ہر زبان میں تقریباً تراجم آچکے ہیں آپ نے شاید کبھی دیدات کے پروگرام دیکھے ہوں جن کا جنوبی افریقہ سے تعلق ہے اب تو وہ بیچارے ضعیف ہیں صاحب فراش ہیں (اب فوت ہو چکے ہیں۔انور) اگر کبھی آپ نے ان کے پروگرام ویڈیو پر دیکھے ہوں تو آپ اندازہ کریں گے دیدات صاحب نے اس کتاب یعنی ''اظہار الحق'' کو پڑھ کر اتنا کام کیا ہے۔

اس مصنف کا کتنا بڑا علم ہوگا مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحقیق کی ہے اور عیسائیوں نے جو اعتراضات کئے ہیں سیدنا یوسف علیہ السلام پر اس کا انہوں نے با قاعدہ جواب دیا ہے۔

قرآن کے نزدیک ایوبؑ ابراہیمؑ کی اولاد سے ہیں

اور سب سے اہم بات یہ سمجھیں کہ ہم باقی کتابوں کی طرف تو اس وقت جائیں کہ جب ہمارے پاس اپنا مرجع نہ ہو اللہ نے قرآن مقدس میں جہاں ذکر فرمایا ہے تو ان آیات مبارکہ سے یہ بات ہمیں صاف معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا تعلق سیدنا ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے اور آپ اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

اللہ نے فرمایا: "وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ "اور آخر میں فرماتے ہیں وَ أَيُّوْبَ تو ذُریت کی ضمیر سیدنا ابراہیم علیہ اسلام کی طرف راجع ہے جب ہمیں قرآن پاک سے روشنی مل جائے تو پھر ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی صفات

سیدنا ایوب علیہ السلام نبی ہیں اور اللہ نے ان کو صبر اور شکر اور سخاوت کا اور مظلوموں اور غریبوں سے مواسات کا ہمدردی کا اتنا بڑا جذبہ دیا تھا اگر آپ کو پتہ چل جاتا کہ محلے میں کوئی بھوکا ہے جب تک اس کو کھانا نہ کھلا دیتے آپ خود نہ کھاتے اگر کوئی بھوکا ہے انہیں پتہ چل جاتا کہ ہمارے علاقے ،شہر یا بستی میں کوئی گھرانہ ایسا ہے کہ جس کے پاس کپڑا نہیں ہے تو آپ اس وقت تک بے چین رہتے جب تک کہ انہیں کپڑے نہ پہنچائیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام اپنے وقت کے صدیق بھی کہلائے بات میں سچے اور سیدنا ایوب علیہ السلام کو اللہ نے بے انتہاء نوازا تھا یعنی عزت سے، اقتدار سے، مال سے، اھل سے، اولاد سے یعنی کوئی نعمت ایسی نہیں تھی اس دور میں جو اللہ نے ایوب علیہ السلام کو نہیں فرمائی تھی آل ہے اولاد ہے بیٹے ہیں، بیٹیاں ہیں اور پھر جناب باغات ہیں مال مویشی ہیں ہر شے تھی کوئی کمی نہ تھی ان تمام نعمتوں کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ جتنی شان بڑی ہوتی ہے اتنے امتحان بھی بڑے ہوتے ہیں۔

صبر ایوبؑ کی آزمائش

ویسے بھی فطری بات ہے کہ اگر آپ کسی پرائمری کے طالب علم سے سوال پوچھیں گے تو اس کی حیثیت سے پوچھیں گے ناں ۔لیکن جب آپ کسی پی ایچ ڈی کسی سکالر سے سوال پوچھیں گے تو اس پیمانے کی بات پوچھیں گے تو اللہ کا بھی یہ نظام ہے حتیٰ کہ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جو بندہ دین میں جتنا مضبوط ہوگا اس پر اتنی زیادہ مصیبتیں آئیں گی اسی پر پریشانیاں آجاتی ہیں۔

اچھے لوگوں پر آزمائش کیوں آتی ہے

اور جو لوگ دین سے نعوذ باللہ دور ہوتے ہیں وہ الٹا محفوظ ہوتے ہیں ان پر دنیا میں ابتلا آتے ہی نہیں یہ اللہ کا نظام ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں کو اس حال میں موت دینا چاہتے ہیں کہ اس پر کوئی گناہ ہے کوئی خطا ہے تو یہیں کفارہ ہو جائے تکلیف دے دیں، بیماری دے دیں، پریشانی دے دیں تا کہ جب میرے دربار میں آئے تو نقی اور صاف ہو کر آئے۔

اور جو بندے اللہ سے دور ہیں اللہ کو بھی ضرورت نہیں پاک کرنے کی آپ اپنے گھر میں دیکھ لیں ایک ایسا کپڑا ہو جس کی قیمت نہ ہو اور میلا ہو چکا ہوا اگر آپ گھر والوں کو کہیں تو کہتے ہیں کہ چھوڑیں اس کو اس میں کیا بچا ہے پھینک دو، پھینک دیں جی۔

لیکن اگر آپ کے کسی قیمتی کپڑے پر داغ لگ جائے آپ کہتے ہیں ٹھہریں میں اس کو ڈرائی کلین کرانے لے جاؤں گا یہ نہ ہو کہ آپ کے دھونے سے اور خراب ہو جائے اس کو تو ہم پٹرول سے دھلوائیں گے اس کو تو ہم گیس سے دھلوائیں گے اتنا قیمتی کپڑا ہے ضائع نہ ہو جائے ۔بس آپ نے اس کو نہیں دھونا۔

تو اللہ کے ہاں بھی جو قیمتی لوگ ہوتے ہیں ان کو رگڑا لگتا ہے اللہ کے ہاں بھی جو لوگ اس کے محبوب ہوتے ہیں پیارے ہوتے ہیں اس کو آزماتے ہیں غیر متعلقہ آدمی کو کون آزماتا ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالی اپنے پیارے بندوں کو بڑے بڑے امتحان سے گزارتے ہیں۔

ایک علم نجوم جاننے والا پیر اور اس کی حرکات

آج بھی ایک پیر ہے کراچی میں ان کو جانتا بھی ہوں تو اس کی پیری عجیب ہے جو بندہ

اس کے پاس مرید ہونے کے لئے جاتا ہے اس کا ایک نظم ہے نیٹ ورک ہے، لوگ ہیں اس کی باتوں کو پہنچانے والے، لوگوں کو راغب کرنے والے پھر وہ رسائل میں اخبارات میں بڑے عجیب عجیب طریقوں سے تشہیر کرائی جاتی ہے اس نے اپنا بڑا سلسلہ بنایا ہوا ہے۔

تو اس کے پاس جب لوگ جاتے ہیں اس سے جب متاثر ہوتے ہیں دراصل وہ علم نجوم کا بادشاہ ہے عام آدمی تو اس کی ایک مجلس برداشت نہیں کرسکتا آپ اس کو نام بتادیں وہ ایک سکینڈ میں آپ کی ہسٹری نکال کر رکھ دے گا تو اس کے پاس جو لوگ بیعت ہونے کے لئے جاتے ہیں پہلی بات وہ یہی کرتا ہے کوئی نماز وغیرہ آئندہ پڑھنے کی ضرورت نہیں، ہاں کبھی موقعہ ملے تو پڑھ لیا کرو پابندی وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

اور تم شلوار قمیص اور چادر کپڑے کا سوٹ وغیرہ پہنو ٹھیک ٹھاک داڑھی ہو تو کہتا ہے کہ تم نے یہ کیا کیا ہوا ہے شیو کراؤ میرا مرید بننا ہے تو میری بات پر چلنا پڑے گا، اچھا لوگ کہتے ہیں کہ ہم بڑی پریشانی میں جاتے ہیں اور آٹھ دس دن میں ہماری پریشانیاں ہی ختم ہو جاتی ہیں جب وہ اسلام سے دور کر دیتا ہے تو امتحان ختم۔ امتحان تو اس وقت تک رہا تھا جب ہم اللہ کے بننا چاہ رہے تھے جب اللہ سے ہم نے اپنا ناطہ ہی توڑ ڈالا تو کہتے ہیں جائیں جہنم میں نہیں دفع ہوں ہمیں کیا ضرورت ہے ان کو پاک صاف کرنے کی لوگ سمجھتے ہیں ہمارا کام ہو گیا اس نے ہمارا مسئلہ حل کر دیا۔

آزمائش کا آغاز

تو اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ جتنا ذات اور شان بڑی ہوتی ہے ویسے ہی امتحان بھی بڑے ہوتے ہیں اب اس میں مختلف روایات ہیں ایک روایت تو کتب متقدمہ سے یہ نقل کی گئی

ہے کہ ابلیس لعین نے اللہ تبارک وتعالی سے درخواست کی کہ مولا یہ تیرا بندہ ہے ایوب علیہ السلام بڑا عابد، بڑا زاہد یہ آپ کا شکر کیوں نہ کرے آپ نے اس کو عزت دی، اقتدار دیا، دولت دی، بچے دیئے، بیٹے بیٹیاں دیں، مال دیا، کونسی نعمت ہے جو اس کے پاس نہیں ہے اس کے بعد اگر یہ آپ کا شکر کر رہا ہے تو یہ کوئی کمال ہے شکر تو تب ہو کہ اس سے سب کچھ چھین لو۔ دیکھو پھر آپ کو یاد بھی کرتا ہے۔

پہلی آزمائش

اللہ نے حکم دیا کہ ٹھیک ہے ہم اپنے بندے کو آزماتے ہیں تمہیں ہم تصرف دیتے ہیں کہ جاؤ کرو تو اس نے جناب سب سے پہلے یہ کیا کہ حضرت کا جو مال تھا اونٹ وغیرہ اس کو آ کر تباہ کر دیا پھر ایک انسانی شکل میں اطلاع بھی دے دی کہ حضرت آپ کے جتنے مال مویشی گھوڑے بکرے گدھے خچر تھے سب کے سب جل گئے تو حضرت ایوب علیہ السلام نے فوراً کہا کہ الحمد اللہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے نعمتیں مجھے دی تھیں اور اگر تو نے مجھ سے چھین لی ہیں تو تیری اس میں حکمت ہے کہ جتنا ٹائم میں ان جانوروں کی دیکھ بھال میں لگاتا تھا اتنا تیری یاد اور زیادہ کروں گا چلو ایک کام سے تو الحمد اللہ فارغ ہو گئے۔

دوسری آزمائش

اب اس نے دوبارہ یہ حملہ کیا کہ آپ کے تمام اہل وعیال ایک مکان میں بیٹھے تھے، پارٹی تھی، دعوت تھی کھانے کی، سب اکٹھے تھے اس نے اوپر سے چھت گرائی تو بیوی بچے اہل و عیال یکدم مر گئے اور یہ کوئی معمولی حادثہ تو نہیں ہوتا کہ ایک انسان کے گھر کے تمام افراد ایک ہی حادثے میں، ایک ہی وقت میں سب کے سب ختم ہو جائیں یا ہنستے ہوئے آپ دیکھ رہے

ہیں یا لاشے اٹھا کے آرہے ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو جب اطلاع ملی تو آپ نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ الحمدللہ اللہ اس میں بھی تیری حکمتیں ہیں کہ جو وقت میرا بچوں میں گزرتا تھا وہ اب تیری یاد میں گزرے گا الحمدللہ ہم اور تیرا ذکر بڑھا دیں گے ابلیس لعین اب تو بڑا پریشان ہوا اس نے کہا یہ بندہ تو کسی طرح بھی قابو نہیں آرہا اس کو اللہ نے اتنی نعمتیں دیں اندیشہ تھا کہ اس آرام میں دولت میں اقتدار میں آکر اس کو بھول جائے گا وہاں بھی نہیں بھولا ۔

تیسری آزمائش

پھر آزمائش کے لئے اولاد ختم، مال ختم، بیٹے، بیٹیاں ختم پھر بھی وہ کہتا ہے، الحمدللہ یہ تو میرے قابو میں نہیں آرہا ہے تو اس نے اللہ سے درخواست کی کہ مجھے ایوب علیہ السلام کے بدن پر بھی تصرف دے کہ اب اس کے مال پر تو آزمائش آچکی ہے۔ باقی تو آپ کی جان مبارک ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی اجازت سے اس کو یہ طاقت ملی اور شیطان نے آکر ایسا تصرف کیا کہ آپ کے بدن پر ایسی کوئی پھونک ماری کہ پورا بدن پھوڑوں اور زخموں سے بھر گیا خارش ہوگئی حتی کہ بعض کتب سابقہ میں یہ بھی ملتا ہے کہ سب سے پہلے چیچک کی بیماری حضرت ایوب علیہ السلام کو لاحق ہوئی۔

چوتھی آزمائش

اور یہ بھی کتابوں میں آیا ہے کہ اب جب سارے بدن پر بیماری کے اثرات آگئے، محلے اور پڑوس کے لوگوں میں جا کر شیطان نے وساوس ڈالے اس نے کہا کہ ایوب ایسی بیماری میں مبتلا ہے جو کہ چھوت والی بیماری ہے دوسروں کو لگنے والی بیماری ہے وہ تو جوں جوں ہوا

چلے گی تمہارے سب بیمار ہوتے جائیں گے اپنے علاقے سے ایوب علیہ السلام کو نکال دیں تو ایوب علیہ السلام کو شہر والوں نے آکر اس بات پر مجبور کر دیا۔

انہوں نے کہا آپ کی وجہ سے علاقے میں بیماری پھیلنے کا خدشہ ہے تو آپ مہربانی کر کے شہر سے باہر چلے جائیں حتی کہ بعض کتابوں میں یہ ہے کہ شہر کے باہر کہ جہاں کوڑا کرکٹ جہاں غیر ضروری چیزیں ہوتی تھیں وہیں انہوں نے ان کو اجازت دی کہ اس جگہ پر آپ رہیں اور ہمارے شہر میں نہ آئیں۔

بیوی کے علاوہ سب چھوڑ گئے

حضرت ایوب علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور وہیں ایک جھونپڑی بنالی اور نسب ساتھ چھوڑ گئے الا زوجتہ صرف آپ کی بیوی آپ کے ساتھ تھیں۔

یہ بیوی کون تھیں

اب حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کے بارے میں بھی اکثر اقوال یہ ہیں کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بیٹے کی بیٹی یعنی پوتی تھیں جو آپ کی بیوی تھیں اور اس کے نام میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس بیوی کا نام لیہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس بیوی کا نام رحمہ تھا۔

اور بعض روایات میں یہ بھی آیا کہ جب زلیخا کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کی شادی ہوئی تو آپ کی دو اولادیں ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ لڑکے جو تھے۔ بشران کے بیٹے ایوب نبی بنے اور آپ کی بیٹی سے جو بیٹی ہوئی وہ حضرت ایوبؑ کی آکر بیوی بنی تو بعض کتب سابقہ میں یہ باتیں بھی ہیں۔ حضرت ایوبؑ کے بارے میں کیونکہ سفر ایوبؑ یا صحیفہ ایوبؑ بائبل

میں ایک رسالہ ملتا ہے۔ اب اس بیماری کے اثرات کی وجہ سے سب نے ساتھ چھوڑ دیا ما سوائے زوجہ کے اور دو بھائی تھے۔

دو بھائیوں یا دوستوں کا آپؑ کا حال پوچھنا

بعض نے کہا کہ دوست تھے اور بعض نے کہا کہ بھائی تھے وہ کبھی کبھی آتے تھے اور آ کر حضرت ایوب علیہ السلام کی خیریت دور کھڑے ہو کر پوچھ لیتے تھے کہ کیا حال ہے۔ حضرت ایوب فرماتے الحمد اللہ، جو اللہ نے لکھا اسی میں شکر ہے۔

کیا حضرت ایوبؑ نے کوئی بڑا گناہ کیا تھا

تو ایک دن وہ دونوں بھائی کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہنے لگے کَان أیوب ذنب ذنباً لَمْ یَذنب أَحَدٌ قَبلَه معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے کہ جو آج تک کسی نے نہیں کیا تو دوسرے نے پوچھا وہ کیسے؟ اس نے کہا دیکھو اتنی مدت ہوگئی ہے ایسی بیماری میں مبتلا ہے اللہ ان کی فریاد ہی نہیں سن رہے تو صاف بات ہے کہ کوئی ایسی غلطی ہوگئی ہے جس کی وجہ سے اللہ ان سے ناراض ہے۔

اب بعض علماء نے لکھا ہے کہ بیماری تین سال رہی کسی نے کہا بارہ سال بعض احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بھی ملتا ہے کہ تقریباً اٹھارہ سال تک آپ اس بیماری میں مبتلا رہے اب نتیجہ یہ ہوا کہ کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا آپ کی بیوی مزدوری کرتیں اور جو کچھ کھانے کے لئے مل جاتا اٹھا کر لے آتیں وہ حضرت ایوب علیہ السلام کو پیش کرتیں اور خود بھی کھاتیں اور اسی جھونپڑی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر کرتے رہے۔

بیوی کی وفاداری

اب شیطان نے لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا یہ تو تم نے اچھا کیا کہ ایوب کو شہر سے باہر کر دیا لیکن ایوب علیہ السلام کی بیوی جوان کے ساتھ رہتی ہے۔

رات کو وہیں رہتی ہے چوبیس گھنٹے وہیں رہتی ہے وہ تو آپ لوگوں کے شہر میں آتی ہے ان کی بیوی کو بھی روک دو کہ وہ نہ آئے۔

تو اب مختلف گھر والوں نے حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کو بھی منع کر دیا۔ کہ آپ ہمارے گھر میں نہ آئیں، ہمیں اندیشہ ہے بیماری کے پھیلنے کا پہلے اس نے منع کیا، پھر اس نے منع کیا جب بات چل نکلے تو پھر چل نکلتی ہے حتی کہ یہ بھی کتب سابقہ میں موجود ہے کہ ایک دن بیوی نے دیکھا کہ اب تو کوئی ذریعہ نہیں ہے کھانے کا۔

تو انہوں نے ایک دن ایک لڑکی سے بات کی انہوں نے اس سے کہا تمہارے بال بہت چھوٹے ہیں اگر میں آپ کو لمبے بال لا کر دے دوں جن کو اپنے بالوں کے ساتھ جوڑ دو تو تم مجھے اس کا کچھ معاوضہ دے دو تو بی بی صاحبہ نے اپنے آدھے بال کاٹ کے دے دیئے ا ور وہاں سے جو کچھ ملا وہ حضرت ایوب علیہ السلام کی خدمت میں لے آئیں۔

حضرت ایوبؑ کی تکلیف کی حالت

اب دو روایات ہیں ایک روایت تو یہ ہے کہ آپ کے بدن مبارک میں وہ جو آہستہ آہستہ خارش یا چیچک بڑھی تو اس میں کیڑے بھی پیدا ہو گئے اب ان میں سے ایک جب آپ کی زبان پر آیا تو حضرت ایوبؑ رو پڑے انہوں نے کہا یا اللہ میں جس تکلیف میں بھی تھا تو کم از کم دل دماغ، آنکھیں اور زبان سے آپ کا نام تو لے رہا بھی تھا اب اگر میری زبان بھی مجروح ہو گئی

تو میں تو آپ کے نام سے بھی رک گیا۔

شیطان کا فریب

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں جب ان دو بھائیوں نے اعتراض کیا تو ایوب علیہ السلام اللہ کے آگے سجدے میں جھک گئے اور اسی اثناء میں ایک دن آپ کی بیوی جا رہی تھی کہ شیطان ایک دن معالج کی شکل اختیار کر کے راستے میں ملا اور اس نے کہا دیکھو بی بی تمہارے خاوند کو جو تکلیف ہے میرے پاس دوائیں ہیں میں دے سکتا ہوں اور وہ چند دنوں میں ٹھیک ہو جائیں گے آپ جا کر اس بستی والوں سے پوچھ لیں کہ میں نے جس کو جس بیماری کے لئے دوا دی ہے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔

انہوں نے کہا طبیب صاحب بات تو آپ کی ٹھیک ہے میرے پاس کونسے پیسے ہیں کہ میں پیسے دے کر دوائی لے جاؤں۔ میرے پاس تو کھانے کو بھی نہیں ہے تو ہم اس علاج معالجے کے متحمل کیسے ہو سکتے ہیں اس نے کہا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے صرف اتنی سی بات ہے کہ تم یہ دوا لے جاؤ اور دواؤں کے بعد آپ کے شوہر ٹھیک ہو جائیں تو پھر تمہیں یہ عقیدہ رکھنا ہوگا کہ اس کو شفا میں نے دی ہے میرے علاج سے ٹھیک ہوا ہے۔

شیطان کے نام کی منت

اور بعض روایات میں یہ ہے اس نے کہا تم ایسا کرو حارث کے نام کی ایک منت مان لو، علاج بھی لے جاؤ اور حارث کی منت بھی مان لو تو انہوں نے کہا مفت دے عجیب بات ہے کہ دوائیں تو مہربانی کر کے آپ نے مفت ہمیں دے دیں منت ہے کیسے مانیں ہمارے پاس کھانے کو روٹی نہیں منت جو مانوں کیا کھلاؤں کیا پلاؤں کچھ تو ہونا چاہئے دینے کیلئے۔

اس نے کہا یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ایسا کریں کہ یہ مکھیاں جو اڑ رہی ہیں یہ تو مفت میں اس کو پکڑ کر تم حارث کے نام پر چڑھا دینا یہ بھی ایک چیز ہے ایک منت ہی ماننی ہے حارث کو تمہاری چیزوں کی کیا ضرورت ہے بکرا ہو یا بکری یا مکھی ہو انہوں نے کہا یہ تو آسان کام ہے تو دوا میں لے کر اور سارا مشورہ لے کر جب ایوب علیہ السلام کی خدمت میں آئیں انہیں آ کر بتایا کہ ایسا ایسا بندہ تھا ایسی شکل اور بڑا ہی ہمدرد اور بڑا خیر خواہ اور اس نے دوائیں بھی مجھے مفت میں دیں اور شرط بھی عجیب سی رکھی ہے کہ حارث کے نام کی منت مان لو میں نے وعدہ کر لی تھی کہ مانیں گے۔

حضرت ایوبؑ کا جواب

تو حضرت ایوب علیہ السلام نبی تھے جوش میں آ گئے اور فرمایا کہ تمہیں پتہ ہے کہ حارث کون ہے وہ تو شیطان کا نام ہے تم اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی منت مانو گی یہ تو شرک ہے اور نبی کی بیوی ہو کر مجھے شرک کا سبق پڑھا رہی ہو اگر اللہ نے مجھے صحت دی تو میں تمہاری پشت پر سو کوڑے ماروں گا۔

حضرت ایوبؑ کی دعا

تو بہر حال ان تمام واقعات کے بعد ویسے تو ہر وقت حضرت ایوب علیہ السلام، اللہ سے معافی مانگتے تھے لیکن پھر طبیعت میں ایسا غم آیا تضرع آئی زاری آئی کہ آپ فوراً سجدے میں گر گئے یا اللہ اب تو میں سجدے سے سر اٹھاؤں گا نہیں حتی یکشف بہ غما جب تک آپ میری یہ بیماری دور نہ کر دیں اب یہ نوبت آ گئی کہ میرے گھر میں بھی شیطان وساوس ڈالنے لگ گیا کہ میری بیوی کو بھی شرک پر اکساتا ہے۔

تو اب حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ کے دربار میں رونا شروع کیا اور یہ قاعدہ ہے اگر چہ یہ تو ٹھیک ہے کہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے لیکن جب آدمی دعا کرتا ہے اور رحمت کی گھڑی بھی نصیب ہو جائے تو پھر دیر نہیں لگتی۔ مشکلات حل ہوتی ہیں۔

سہل تستری کو قبولیت دعا کا علم ہو جاتا تھا

اس لئے حضرت سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری جو دعا قبول ہوتی ہے اس کا بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے اور جو منظور نہیں ہوتی اس کا بھی مجھے پتہ چل جاتا ہے تو ساتھیوں نے پوچھا کہ کیسے آپ کو پتہ چل جاتا ہے فرمایا کہ جب میں دعا کر رہا ہوں دل میں رقت پیدا ہو جائے پورے بدن پر اللہ کا خوف غالب آجائے کپکپی طاری ہو جائے اور دعا مانگنے میں دل لگے کہ اور مانگو اللہ سے اور مانگو اللہ سے اور آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہوں تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ مولا راضی ہو گیا میری دعا منظور ہو گئی۔

دعا کیلئے دل و زبان دونوں کی توجہ ضروری ہے

اور اگر میں دعا مانگ رہا ہوں غافل دل کے ساتھ کہ دعا تو کچھ مانگ رہا ہوں اور دل میں خیالات کدھر جا رہے ہیں اور دعا میں کچھ کہہ رہا ہوں اور تصور کدھر جا رہا ہے کہ جیسے فارسی کے شاعر نے کہا تھا بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر کہ زبان پر تو ہو سبحان اللہ سبحان اللہ اور سجدے میں بندہ پڑا ہو اور دل میں خیال ہو کہ میرے گدھے کا کیا بنا اس کو کسی نے پانی پلایا ہو گا کہ نہیں گائے کسی نے چرائی ہو گی اس کو گھاس ڈالا ہو گا کہ نہیں تو جب دل گائے اور گدھے میں لگا ہوا ہے تو زبان کی تسبیح کا کیا فائدہ۔

اصل بات تو یہ ہے کہ جب زبان اور دل موافقت کریں اور پھر خدا کو یاد کر کے دیکھ تو

مزہ دیکھ اور دیکھ کہ دیر کتنی لگتی ہے کہ اللہ نے کیسے بگڑی بنائی کیونکہ اس کا تو فرمان ہے: "أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ" کون ہے جو معطر (مجبور) کی دعا نے شرط یہ ہے کہ فریاد کرنے والا فریاد کرنا بھی جانتا ہو اگر آپ کو عربی لکھنی ہی نہ آئے تو کوئی تمہیں نوکری دے گا پہلے آپ عربی لکھنا تو سیکھیں۔آپ نے نوکری لینی ہو ڈاکٹری کی اور عربی میں آپ لکھیں کہ مجھے گاڑیوں کا انچارج لگا دیں تو وہ آپ کی بات مان لیں گے کہتے ہیں عجیب آدمی ہے ڈگری ڈاکٹر کی ہے کام مانگتا ہے ورکشاپ کا کیا مطلب ہے اس کا اپنا دماغ کام نہیں کر رہا تو علاج کیا کرے گا۔

تو اسی لئے اللہ سے بھی مانگنے کے کچھ ڈھنگ ہیں اور اللہ سے مانگنے کا طریقہ جانے کیلئے کسی عالم یا اللہ والے سے تربیت کی ضرورت ہوتی ہے ورنہ وہ بھی سکھاتے اللہ سے مانگنے کا ہیں، فرق تربیت ہوتی ہے انسان کا تزکیہ ہوتا ہے۔

عبادت میں لذت کا طریقہ

کہ جیسے حضرت احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے بھائی آج بھی عبادت میں لذت دیکھنی ہے قرآن پاک کے اندر وہ حلاوت محسوس کرنی ہے تو آجاؤ فقیر کے پاس لیکن شرط یہ ہے کہ میرے پاس رہو اور کھانا بھی وہ کھاؤ جو لنگر سے ملے گا اور رزق بھی وہ کھاؤ جو لنگر سے ملے گا اور میں جو کہوں وہی کرو اور پھر دیکھو کہ عبادت میں لذت ہے کہ نہیں۔

لباس ہمارا حرام کا ہوتا ہے، کھانا اندر حرام کا پڑا ہوا ہوتا ہے ہم کتنی فصاحت و بلاغت سے سبحان ربی الاعلی کہیں گے تو کیا ہو جائے گا۔

ایوب کو شفاء کیسے ہوئی

ایوب علیہ السلام جب روئے اللہ نے قبولیت بخشی، اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا ایوب ہم راضی ہو گئے آپ جس جگہ بیٹھے ہوئے ہیں اسی جگہ پاؤں ماریں چشمہ نکلے گا۔ اسی چشمے سے آپ غسل کریں اور اس کے پانی کو پی بھی لینا آپ کی سب بیماریوں کا علاج ہو جائے گا۔

اب جب ایوب علیہ السلام نے پاؤں مارا فوراً چشمہ زمین سے نکلا آپ نے غسل کیا اور اس چشمے سے پانی پیا اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرشتے کے ذریعے سے جنت سے لباس بھیجا ایوب علیہ السلام نے وہ لباس پہن لیا آپ کی اصل صورت بحال ہوگئی اور اضافہ جمال بھی ہوا۔

حضرت ایوبؑ کی بیوی بھی آپ کو نہ پہچان سکی

تھوڑی دیر کے بعد جب بیوی آئی اس نے دیکھا کہ جھونپڑی خالی دیکھا ہے اور ادھر ایک کونے میں بندہ بیٹھا ہے دیکھنے سے بڑا آدمی لگتا تھا۔

آپ اندازہ لگائیں کہ جس نے اٹھارہ سال بیماریوں کا ایک کمزور جس نے کا انسان دیکھا ہو اب جب اصلی شکل یعنی بیماریوں سے پاک شکل میں دیکھا تو بیوی پہچان نہ سکی حتی کہ کہنے لگی اے اللہ کے بندے یہاں میرا ایک شوہر تھا ایوبؑ۔ اس کو دیکھا آپ نے اس غریب کو کوئی جانور تو نہیں اٹھا کر لے گیا حضرت ایوب علیہ السلام نے بیوی سے فرمایا کہ تم نے بھی نہیں پہچانا انا ایوب کیا کہہ رہی ہو میں ایوب ہی تو ہوں۔

اب غور سے دیکھا اور حضرت ایوبؑ سے کہنے لگی یہ کیسے ہو گیا انہوں نے کہا بس اللہ تبارک وتعالیٰ کا امتحان تھا تو جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس آزمائش کو ختم فرمایا تو اللہ کے آگے کس چیز کی دیر ہے۔

یہ مذکورہ واقعات اسرائیلی روایات ہیں

تو اب ایک بات یاد رکھیں کہ سارے واقعات جو میں نے بیان کئے ہیں یہ سارے واقعات کتب متقدمہ کے ہیں کتب سابقہ سے، اسرائیلی روایات سے ہیں جن کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ سو فیصد بچے ہیں لا تُصدق و لا تکذب محض معلومات جمع کرنے کے لئے علماء ان باتوں کو لکھ دیتے ہیں کہ لوگوں کو پتہ تو لگ جائے کہ کیا واقعات ہیں۔

بدن میں کیڑے پڑنے کی روایت غلط ہے

لیکن راجح قول یہ ہے یاد رکھیں کہ یہ کہنا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بدن میں کیڑے پڑ گئے تھے اور ایک کیڑا زبان پر آگیا تھا یہ ایسی باتیں ہیں جو نا قابل اعتماد ہیں اور نا قابل یقین ہیں اللہ اپنے پیغمبروں کو کبھی ایسی بیماریوں میں مبتلا نہیں کرتے کہ جو لوگوں کے اندر باعث ذلت سمجھی جائیں حقیر سمجھا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ انبیاء کو ان سے محفوظ رکھتے ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کی عزت کی حفاظت

دیکھیں ناں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر لوگوں نے اعتراض کیا تھا کہ آپ نامرد ہیں "فبراہُ اللہُ مِمَّا قَالُوْا حالانکہ دیکھیں کتنی بڑی بات ہے اللہ نے اپنے نبی کو بغیر کپڑے کے عریاں دشمنوں کے سامنے کھڑا کر دیا تا کہ میرے نبی کے بدن پہ جو اعتراض، عیب لگایا ہے آنکھوں سے دیکھ لیں کہ میرے نبی تو ٹھیک ہیں کوئی عیب نہیں ورنہ اپنے نبی کو بغیر لباس کے دکھانا یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام جیسے نبی کہ اتنا چھپ چھپ کے زندگی گزارنے والے کہ کبھی آپ کو کسی نے غسل کرتے دیکھا ہی نہیں تھا۔

شان نبوت کے خلاف باتیں

اس لئے علماء کہتے ہیں ایسی بیماریاں کہ جن بیماریوں سے آدمیوں کو گھن آتی ہو اور لوگ شہر سے باہر پھینک دیں اور آپ کو کوڑا کرکٹ پر رہنا پڑے یہ ساری باتیں شان نبوت کے خلاف ہیں۔

ابلیس کے تصرف وغیرہ کی روایات بھی معتبر نہیں

اور دوسری بات یہ ہے کہ جو روایات میں ہے ابلیس نے آپ کے بچوں کو ہلاک کیا آپ کی بیوی آپ کے اہل وعیال مال کو نقصان پہنچایا اور اس کے بعد حضرت ایوب علیہ السلام کے جسم پر بھی ابلیس کو تصرف دیا گیا یہ بات بھی نا قابل اعتماد ہے کہ قرآن نے خود فیصلہ کر دیا" إِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سلطن " اللہ نے فرمایا بد بخت میرے بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا۔ اللہ کے نبیوں سے بڑھ کر اور اللہ کا بندہ کون ہوسکتا ہے تو لہذا یہ کہ دیتا کہ ابلیس کے تصرف سے یہ بیماری آئی تھی درست نہیں۔

علماء کی غلط فہمی کا سبب

اب قرآن پاک کے الفاظ پر غور کریں جس کے الفاظ پر غور کریں جس سے لوگوں کو دھوکہ لگا ہے: وَاذْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوْبَ؟. إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَنُ بِنَصْبٍ وَعَذَابٍ۔

اللہ فرماتے ہیں یاد کریں میرے بندے کا واقعہ عبدَنا میرا بندہ ایوب کہ جب اس نے اپنے رب کو پکارا اپنے رب سے فریاد کی میرے اللہ کہ مجھے شیطان کی وجہ سے تکلیف اور عذاب پہنچا ہے اس لئے کہ لفظ آگیا مَسَّنِيَ الشَّيْطَنُ مجھے شیطان سے "بنصب و عَذَابٍ" تو علماء نے بھی ان اسرائیلی روایات پر بھروسہ کرلیا کہ بھائی شیطان نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہوگی۔

شیطان کی طرف نسبت کی وجہ

حالانکہ یہ بات نہیں ہمیشہ قاعدہ ہے اصول یہ ہوتا ہے کہ جب خیر کی بات ہو تو اللہ کی طرف آدمی نسبت کرتا ہے اور شر کی بات ہو تو آدمی شیطان کی طرف نسبت کرتا ہے ورنہ تو حقیقت ہر چیز کو پیدا کرنے والا کون ہے صرف اللہ۔ شیطان کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے۔

خالق کی طرف کونسی چیزوں کی نسبت کرنا جائز ہے

اب اسی طرح دیکھیں خنزیر کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے کتوں کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے لیکن طریقہ ادب یہ ہوتا ہے کہ یہ تو نہیں کہیں گے یا خالق الخنازیر و یا خالق الکلاب اے کتوں کے پیدا کرنے والے خنزیر کے پیدا کرنے والے یہ بے ادبی ہے، گستاخی ہے لیکن آپ کہیں یا خالق الخلق مخلوق کو پیدا کرنے والے مخلوق میں تو سب آگئے یا خالق السموات و الارض -

اور یہی وہ ادب ہے کہ جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہمیں قرآن میں سکھایا کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا خدا کون ہے تو فرمایا جو مجھے کھلاتا ہے جو مجھے پلاتا ہے جو مجھے ہدایت دیتا ہے۔

"وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ" اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے یہ نہیں کہا کہ کہا کہ بیمار کرتا ہے حالانکہ کھلاتا ہے پلاتا ہے سلاتا ہے اور پھر اٹھاتا ہے تو فرمانا تو یہ چاہئے تھا کہ جب بیماری دیتا ہے تو شفا بھی دیتا ہے لیکن یہ کہا کہ بیمار تو میں ہوتا ہوں شفا وہ دیتا ہے یعنی بیماری کی نسبت تو اپنے نفس کی طرف ہے اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف ہے یہ مقام ادب ہے کہ آدمی جب بھی کوئی شر کی بات ہو تو وہ شیطان کی طرف نسبت کی جائے گی اور خیر کی بات ہوگی تو اللہ کی طرف نسبت کی جائے گی۔

امتحان کی اصل وجہ

اب پیغمبروں نے تو یہی بات کہنی ہے کہ اگر ان سے چھوٹی سی بات کوئی ترک اولی بھی ہو جائے تو امتحان آجاتا ہے صحیح روایات اصل میں یہ ہیں کہ ایک دن ایوب علیہ السلام اپنے اہل وعیال میں بیٹھے تھے کوئی دعوت تھی کوئی کھانے کا وقت تھا آپ اس میں اتنے محو ہو گئے حالانکہ نا جائز نہیں کہ بندہ اپنی بیوی سے اہل وعیال کے ساتھ بیٹھ کے باتیں کرے لیکن اتنے آپ اس میں کھو گئے اللہ ہے جو ذکر کا سلسلہ تھا وہ منقطع ہو گیا تو اللہ تبارک وتعالی نے فوراً آپ کو امتحان میں ڈال دیا کہ اچھا تم اب مال کی اولاد کی اتنی محبت میں آگئے ہو کہ میری یاد سے بھی غفلت تو سارا امتحان آگیا۔

جب خدا نے بیماری کی تعیین نہیں کی تو ہم کیوں کریں

اب جب اللہ نے قرآن میں یہ کہا ہے کہ رَبَّه أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ انْتَ اَرْحَمُ الرَّحِمِينَ " کہ یا اللہ مجھے تکلیف جو پہنچی ہے آپ ہی رحم کرنے والے ہیں تو جب اس بیماری کا اللہ نے نام نہیں لیا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم جہ تحقیق کر کے ایسی ایسی چیزوں کو اللہ کے نبی کی طرف منسوب کر دیں کہ جو اللہ بلا کے نبی کی شان کے مطابق نہ ہوں۔

اس لئے اصول یہ ہے راجح بات یہ ہے کہ بالکل آدمی یہ عقیدہ رکھے کہ ہاں آپ کو تکلیف پہنچی ہے آپ کو بہت ہی شدید تکلیف میں مبتلا ہونا پڑا بیوی بچے اہل عیال مال اولاد سب فنا ہو گئے اور آپ کے جسم مبارک پہ بھی کوئی تکلیف کا دور گزرا لیکن وہ تکلیف کیا تھی جب اللہ پاک نے بیان ہی نہیں کی تو ہم بلا وجہ کیوں ایسا لفظ زبان سے نکالیں کہ جو نبی کے مقام میں یا شان میں کوتاہی کا ذریعہ بن جائے۔

اب اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم راضی ہوئے علاج یہ کیا اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَ شَرَابٌ "اللہ نے فرمایا میرے ایوب میرے پیغمبر آپ جہاں بیٹھے ہیں یہیں اپنے پاؤں کو ماریں یہاں سے پانی نکلے گا وہی آپ کے غسل کے لئے ہے وہی علاج ہے اس سے معلوم ہوا کہ آپ لے گا کے سے کے جسم مبارک پر کوئی بیماری تو تھی اور پی لیں تو آپ کے اندر کا وہی علاج ہوگا تو حضرت ایوب علیہ السلام نے جب پاؤں مارا تو چشمہ نکلا۔

جاہل واعظوں کے اضافے اور تحریف

اچھا بعض ہمارے جاہل لوگ یا تو جہالت کی وجہ سے یا پھر یہ ہوتا کہ ہم اپنے ذہن میں اسلام کا ایک خود تصور بنا لیتے ہیں اور پھر اس کے مطابق ہم قرآن کو اور روایات کو بدلتے ہیں۔

اقبال نے بھی رونا رویا تھا کہ

خود کو بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں

چاہئے تو یہ تھا کہ ہم قرآن کے مطابق بدلتے لیکن ہم کہتے ہیں قرآن میں یہ جو بات آئی ہے ناں جی یہ مولویوں کو سمجھ ہی نہیں آئی قرآن تو بڑی بات ہے جی۔

قرآن سے ناچنے کی دلیل بنالی

تو قرآن کے تراجم کو بدل دیتے ہیں قرآن کے معنی کو بدل دیتے ہیں اور اس کے تابع ہونے کے بجائے بعض لوگوں نے اس کا ترجمہ کیا کہ دیکھو جی یہ لوگ ہمیں کہتے ہیں رقص نہ کرو اور فقیروں اور بزرگوں کے مزارات پر دھمال نہ ڈالو، وجد میں نہ آؤ۔

ایوب علیہ السلام کو بھی حکم ہے کہ زمین پر پاؤں مارو یہ ناچنا بھی تو پاؤں مارنا ہوتا ہے

انہوں نے کہا کہ اللہ پاک نے بھی یہی حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مارو اور آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب جبل احد پر کھڑے تھے تو جبل احد بھی ناچنے لگ گیا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں مارا۔ تو ایسی چیزیں اکٹھی کر کے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ جاہل لوگ اللہ کے قرآن کو تبدیل کر کے اپنے بدعات کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔

پاؤں مارنے میں تو چشمے بھی نکالو

وہ یہ بھی نہیں سوچتے چلو ہم آپ کے مولوی کو یا آپ کے ملنگ کو پاؤں مارنے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ پہلے اٹھارہ سال بیماری بھگتیں اس کے بعد پاؤں ماریں اور پھر پاؤں مار کے کوئی چشمہ بھی نکال کر ہمیں دکھائیں یہ تو نہ ہو کہ پاگل کا اپنا پاؤں ٹوٹ جائے یہ کیا ہوا کہ وہ دھمال تو ڈالے ایوب علیہ السلام کے عمل سے اور ایوب علیہ السلام کے لئے جو اللہ نے چشمے جاری کئے وہ جاری نہ ہوں۔

حضرت ایوبؑ کو ڈبل نعمتیں مل گئیں

اس لئے ہمیشہ اللہ کے قرآن کو نہ بدلا جائے فرماتے ہیں "وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرَى لِأُولِي الْأَلْبَابِ " اللہ نے فرمایا پھر ہم نے آپ کا اہل بھی مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ جتنے بچے تھے اور بھی اتنے ہم نے ان کو عطا کر دیئے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کے مثلاً چار بیٹے تھے اللہ نے چار کے آٹھ دے دیئے اچھا وہ جو بیٹے فوت ہو گئے تھے اللہ نے ان کو بھی زندہ کر دیا بیوی بچوں کو بھی زندہ کر دیا ان سے اور بھی اولادیں بڑھا دیں مال بھی بڑھا دیا اولاد بھی بڑھا دی ہر چیز دے دی۔ فرمایا اب بھی میری رحمت ہے اور ان لوگوں کے لئے سبق ہے جو عقل رکھتے ہیں شرط یہ ہے کہ لاولی الْأَلْبَابِ سمجھ والے ہوں۔

اب جب حضرت ایوب علیہ السلام اپنے اقتدار میں آگئے ہر چیز اللہ نے عطا فرمادی۔

بیوی کو کوڑے مارنے کی قسم کیسے پوری کی

تو اب آپ نے بیوی کو بلایا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ میں تمہیں ماروں گا میں نبی ہوں اپنی زبان سے جو کہہ دیتا ہوں تو پھر کرتا ہوں تو بیوی نے کہا کہ بالکل حاضر میں نے اگر اتنا عرصہ آپ کے لئے تکلیف برداشت کی ہے تو اب مار برداشت کرلوں گی کوئی بات نہیں۔

اللہ نے فوراً حکم دیا" وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْنًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ" اللہ نے حکم دیا کہ ایوب علیہ السلام بالکل اپنی بیوی کو نہ ماریں یہی تو بیوی ہے جس نے اتنی تکلیفات برداشت کیں صبر اور حمل کے ساتھ تمہاری خدمت کی لیکن ہم آپ کی زبان کو بھی سچا کرنا چاہتے ہیں آپ ایسا کریں معجور کا خوشہ لے لیں جس میں سو چھڑیاں ہوں باریک باریک آپ ایک دفعہ وہ خوشہ بی بی کو ماردیں بس آپ کی قسم بھی پوری ہو جائے گی اللہ کے نبی کا قول بھی سچا ہو جائے گا اور بیوی کو بھی اتنی اذیت نہ پہنچے گی کہ سو کوڑے مارے جائیں اس نے بہت بڑی محنت اور مشقت برداشت کی ہے اور اللہ نے فرمایا میرا بندہ ایوب ایسا تھا کہ ہر بات میں میری طرف لوٹنے والا تھا جو ہم نے حکم دیا اس کی تعمیل کی۔

کیا یہ حیلہ خاص ایوبؑ کیلئے تھا

اس لئے علماء نے لکھا ہے اصل بات یہ تھی کہ جس کو آپ حیلہ کہیں جب اللہ نے حکم دے دیا پھر بات ہی ختم ہوگئی۔ اس لئے بعض علماء فرماتے ہیں یہ بطور خاص ایوب علیہ السلام کے لئے تھا کہ اللہ نے ان کو اجازت دی بس ختم۔

شرعی حیلہ کا جواز

بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں اسی سے شرعی حیلہ ہے کہ اللہ کی شریعت کا کوئی قانون نہ ٹوٹتا ہو اور انسان کے چھٹکارے کا راستہ نکلتا ہو تو پھر اس قسم کے حیلے اختیار کئے جاسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ وہ شریعت کے حکم کو توڑنے والے نہ ہوں تو ایک موٹی سی بات یاد رکھ لیں کہ اگر کوئی حیلہ قانون شریعت کو توڑنے والا ہے تو وہ حرام ہے اور قانون شریعت بھی نہ ٹوٹے اور بندے کو بھی راستہ ملتا ہو تو وہ جائز ہے جیسے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو اپنے رحمت سے خود ایک حیلے کی تعلیم دی۔

سو کوڑے مارنے کی قسم کیسے پوری ہوگی

تو اسی طرح آپ نے تعمیل کر لی لیکن ایک بات یاد رکھیں علماء نے تھوڑی اس میں وضاحت کی ہے کہ اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں مثلاً سو شاخوں والا خوشہ لگوائیں لیکن یہ ہیں کہ ایک دفعہ وہ یوں لگ جائے اس کی ہر چھڑی بدن پہ لگنی چاہئے تب ہی تو سو پوری ہوں گی یہ تو نہیں کہ آپ اس کو بند کر کے یوں ماریں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ اس سے کچھ نہ کچھ تکلیف بھی پہنچنی چاہئے ورنہ تو مار کا لفظ بھی صادر نہیں آئے گا یعنی کوڑے کی بات تو الگ ہے ناں لیکن یہ نہیں کہ وہ بالکل نہ لگے لیکن اگر آپ ایسے ماریں گے تو قسم پوری نہیں ہوگی۔

اس امت کے لئے قسم کا کفارہ

بہر حال یہ تو اس زمانے کا قانون تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کتنی بڑی رحمت فرمادی کہ اگر کوئی بندہ اس قسم کی کوئی قسم کھا بیٹھتا ہے اور پھر وہ قسم

پوری نہیں کرسکتا تو اللہ نے فرمادیا فَكَفَّارَتُه إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ أَهْلِيْكُمْ " کہ دس مسکینوں کو دو وقت کا کھانا یعنی صبح وشام کا کھانا وہ بھی درمیانہ ہو نہ بہت مہنگا اور نہ بہت سادہ کھلا دیں تو قسم کا کفارہ ہوگیا یا دس آدمیوں کو کپڑے لے کر دے دیں تو پھر بھی کفارہ ادا ہوگیا۔

غریب کیلئے قسم کا کفارہ کیا ہے

اچھا ایک بات ایسی ہوتی ہے کہ بندہ اتنا غریب ہے نہ وہ کپڑے لے کر دے سکتا ہے نہ دس بندوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اور قسم بھی توڑ بیٹھا ہے تو وہ کیا کرے تین روزے رکھ لے اس کا کفارہ ادا ہو جائے گا۔



حضرت ذوالکفل علیہ السلام

اب اس واقعہ کے بعد جتنی انبیاء علیہ السلام کے قصص کے بارے میں کتابیں ہیں انہوں نے ذکر کیا ہے۔ ذوالکفل اصل میں اسی ضمن میں اور اسی سورت میں انہی صفحات میں اللہ نے خود بھی قرآن میں ذکر فرمایا ہے:

"وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ. هَذَا ذِكْرٌ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَابٍ"

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسی ضمن میں ذکر کیا حضرت اسماعیلؑ اور حضرت سیعؑ اور ذوالکفلؑ کا بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ ذوالکفل اصل میں یہ بھی اولاد ایوب علیہ السلام میں سے ہیں اور ذوالکفلؑ کے بارے میں جو واقعہ آتا ہے اس کے بارے میں کتب میں بہت اختلاف ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں کیونکہ اللہ نے ان کو قرآن پاک میں انبیاء میں ذکر فرمایا ہے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ وہ نبی تو نہیں تھے لیکن كانَ رَجُلًا صَالِحًا، اللہ کے مقبول اور صالح بندے تھے اس وجہ سے اللہ نے ان کا ذکر سلسلہ انبیاء علیہم السلام میں فرمادیا۔

بہرحال راجح اقوال یہ ہیں کہ حضرت یسعؑ کی نبوت میں، ان کے نبی ہونے میں تو کوئی

شک نہیں حضرت یسع علیہ السلام پر جب بڑھاپا آگیا ضعیفی آگئی، کمزوری آگئی تو آپ نے سوچا کہ کوئی ایسا بندہ ہو کہ جس کو میں اپنا خلیفہ بناؤں کوئی اپنا نائب بنادوں کیونکہ میرے بعد اس نظام کو تو چلانا ہے تو آپ نے اعلان کر دیا سب لوگ آپ کے ماننے والے جمع ہوئے آپ نے فرمایا کہ میں نے خلیفہ اس کو بنانا ہے جو دن میں روزہ رکھتا ہو اور رات کا زیادہ حصہ عبادت کرتا ہوا اور کبھی غصہ نہ کرتا ہو۔ جس میں یہ تین چیزیں پائی جائیں گی اسے خلیفہ بناؤں گا۔

اب جناب کسی آدمی نے جرات نہ کی روایات میں آتا ہے کہ جس کی طرف کسی کی نظر بھی نہیں پڑتی تھی وہ اتنا بڑا آدمی نہیں لگتا تھا معنی یہ ہے کہ عام غریب آدمیوں میں سے بڑا کمزور سا آدمی تھا وہ کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام وہ میں ہوں آپ نے دیکھا چپ کر گئے دوسرے دن کی مجلس میں جب آپ نے اعلان کیا پھر بھی وہی آدمی کھڑا ہو گیا تیسرے دن کی مجلس میں جب آپ نے اعلان فرمایا تو پھر بھی وہی آدمی کھڑا ہو گیا تو آپ نے کہا ٹھیک ہے اور اپنا سارا معاملہ اور نظام حکومت آپ کے حوالے کر دیا۔

آپؑ سے شیطان کا فریب

اب جناب ابلیس نے بڑا زور لگایا کہ کسی طریقے سے ذوالکفل کو اپنے راستے سے ہٹائے لیکن اس کی ذریت کا کوئی داؤ نہ چلا تو سب نے آ کر کہا نے کہ ہم نے تو ذوالکفل پر بڑا زور لگایا ہے لیکن ذوالکفل پر ہمارا کوئی جادو نہیں چل سکا ابلیس کہنے لگا اس کو چھوڑ دو اس کو میں خود گمراہ کروں گا۔ تو ابلیس نے کیا کیا کہ حضرت ذوالکفل ساری رات عبادت میں گزارتے اور دن خدمت میں اور روزے سے گزارتے اور نیند جو ہے صرف قیلولہ یعنی کھانے کے بعد جب آدمی لیٹ جاتا ہے بس ایک دو گھنٹے کے لئے اسی وقت لیٹتے تھے تو آپ لیٹنے کے لئے آئے

دروازہ پر دستک ہوئی اور آپ باہر آئے دیکھا تو ایک بوڑھا آدمی کھڑا ہے۔

اس نے کہا حضرت میں بڑا مظلوم ہوں مجھے آپ اندر آنے کی اجازت نہیں دیں گے وہ اندر آ گیا۔ ذوالکفل نے اس سے پوچھا اس بوڑھے نے کہا میرے ساتھ میرے رشتہ داروں نے یہ ظلم کیا ہے۔ یہ ظلم کیا اتنی لمبی فریاد اور اتنی لمبی کہانی اس نے سنائی کہ وہ نیند کا وقت ختم ہو گیا اور عبادت کا وقت آ گیا۔

تو آپ نے فرمایا ٹھیک ہے میں کل جب مجلس میں بیٹھوں گا تو آجانا میں تمہارا مسئلہ حل کر دوں گا۔ لیکن سو نہ سکے جب دن میں آپ مجلس میں آئے تو وہ نہیں آیا دوسرے دن جب سونے کا وقت آیا تو پھر آ گیا پھر آپ کو جگایا اور پھر آپ کو کہانی سنائی۔

آپ نے فرمایا کہ میں نے جو تمہیں کہا تھا کہ فلاں وقت آجانا تم کیوں نہیں آئے؟ اس نے کہا میں کیا کروں وہ جو میرے رشتہ دار ہیں ناں جب آپ کے بیٹھنے کا وقت ہوتا ہے میرے پاس آجاتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کے ساتھ اچھائی کرتے ہیں ہم آپ کو آپ کا حق دیتے ہیں اور جب آپ کی مجلس کا وقت ختم ہو جاتا ہے کہتے ہیں بھاگ جاؤ اور جو کچھ کرنا ہے کرو تو ان کے دھوکے میں آ گیا اس لئے میں نہیں آسکا۔

آپ نے فرمایا کہ اچھا کل آجانا کل بھی نہیں آیا۔ تین دن متواتر نیند نہ دن کی ہے اور نہ رات کی ہے جب تیسرے دن اسی وقت جب آپ سونے کے لئے آئے تو آپ نے اپنے ملازمین سے کہہ دیا کہ آج کوئی آدمی بھی آئے اس کو روکنا ملازمین نے کہا ٹھیک ہے آپ جا کر سوئے ابھی آنکھ لگنے والی تھی کہ دروازہ کھٹکنے لگ گیا آپ نے کہا کہ میں تو ملازمین سے کہہ کر آیا تھا یہ کیسے لوگ ہیں۔ دیکھا تو دروازہ بند ہے اور اندر سے کھڑا ہوا کھٹکھٹا رہا ہے۔

آپ نے فرمایا ہاں ابلیس ہو تم تو اس نے کہا ہاں میں تو ابلیس ہوں اس میں کوئی شک نہیں اب آپ نے پہچان بھی لیا تو یہ کر رہا تھا کہ میں آپ کو دیکھوں کہ آپ کو غصہ کیسے آتا ہے تا کہ ایک دفعہ آپ کو غصہ آجائے آپ کا جو عہد تھا حضرت یسع کے ساتھ وہ ٹوٹ جائے۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ، اللہ نے مجھے توفیق دی ہے کہ مجھے غصہ نہیں آیا ابلیس ناکام ہوگیا۔

تو اس لئے آپ کا نام پڑ گیا ذوالکفل کہ جس نے جو وعدہ کیا اس کو پورا کیا کفل بہ اس کو پورا کیا اور اس پر قائم رہے اور اس میں کسی قسم کی خطا نہیں فرمائی تو آپ کا لقب ذوالکفل پڑ گیا۔

ایک اور ذوالکفل کا واقعہ

اور اسی طرح ایک حدیث میں واقعہ آتا ہے اس میں بھی لفظ ذوالکفل آیا ہے وہ واقعہ یوں ہے حدیث مبارک میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص تھا جس کا نام تھا کفل اور وہ بنو اسرائیل کے زمانے میں تھا اور ایسا آدمی تھا اللہ معاف فرمائے اس نے کوئی گناہ کا کام نہیں چھوڑا جو اس نے نہ کیا ہو حتی کہ اس نے ایک لڑکی کو ساٹھ دینار پر راضی کیا اس لڑکی کو اپنے خدمت کدہ میں بلا لیا اور لباس اتار لیا اور جب برائی کے لئے بیٹھا تو لڑکی رونے لگ گئی اس نے کہا کیا بات ہے میں نے تم پر کوئی جبر نہیں کیا میں نے ساٹھ دینار میں بات کی ہے اور تم راضی ہو کر آئی ہو۔ اب کس بات سے کپکپا رہی ہو اور رو رہی ہو؟

اس نے کہا ذوالکفل بات یہ ہے کہ میں نے کبھی یہ گناہ نہیں کیا لیکن میرے خاندان کو فاقے تھے ان کو فاقوں سے بچانے کے لئے میں نے اپنی عزت کا ساٹھ دینار میں سودا کیا ہے لیکن میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے کبھی یہ گناہ نہیں کیا تو اس گناہ کے خوف سے میں کانپ رہی تھی فوراً کھڑے ہو گئے اور کپڑے پہن لئے اور کہا دینار بھی تمہارے ہیں اور ایک میرا بھی وعدہ ہے

کہ آج کے بعد ذوالکفل بھی گناہ نہیں کرے گا۔

اس نے پھر گناہ نہ کیا اور خدا کی شان ہے اسی رات اس کی موت آ گئی صبح جب اٹھے تو دروازے پر لکھا ہوا تھا غفر اللہ ذا الکفل اللہ نے ذوالکفل کی مغفرت کر دی یعنی لکھا ہوا بھی مل گیا۔

لیکن یاد رکھیں یہ ذوالکفل ہے، وہ کفل ہے وہ بندہ اور تھا اور یہ اور ہیں ان کے نبی اور صالح ہونے میں اختلاف ضرور ہے لیکن قرآن پاک نے ان کا ذکر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کیا ہے جیسے میں نے قرآن پاک کی آیت پڑھی تھی: وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ وَكُلٌّ مِّنَ الْأَخْيَارِ. اب اسماعیلؑ بھی نبی ہیں یسعؑ بھی نبی ہیں اور اسی ضمن میں اللہ تبارک وتعالی نے ذوالکفل کا بھی ذکر فرمایا اس لئے اکثر مفسرین کرام اسی طرف گئے ہیں کہ وہ اللہ کے نبی ہیں علیہم الصلوۃ والتسلیم۔

اللہ نے تین نبی بھیجے تو اس واقعے میں اہل مکہ کے لئے بہت بڑی تنبیہ تھی کہ مکے والو تم بھی تو ایک قریہ ہو تم بھی تو ایک شہر ہو اگر ان لوگوں نے انبیاء کے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا تو ان کے ساتھ کیا ہوا اور ان کے انجام کو دیکھو آخر تم کیا سوچ رہے ہو۔



اصحاب القریہ

اس قریہ کا نام نہیں کہ کوئی بستی تھی کون سا شہر تھا کیونکہ یہ کوئی جغرافیہ کی کتاب نہیں کہ پہلے بحث کی جائے کہ اس کی آبادی کتنی تھی طول وعرض کتنا تھا اور وہ خط استواء پر تھی یا نہیں، اس کا موسم کیسا تھا یہ ابحاث تاریخ سے، جغرافیہ سے تعلق رکھتی ہیں ان چیزوں کا اللہ کے قرآن سے کوئی تعلق نہیں۔

یہی ایک بڑا مغالطہ ہے۔ ہمارے پڑھے لکھے لوگوں کو کہ جب انہیں اس قسم کی تفاسیر ملتی ہیں جن میں ایسی تفاصیل ہیں کہ بستی کا نام یہ تھا، فلاں ملک میں واقع تھی تو وہ سمجھتے ہیں کہ کمال تو اس شخص نے تفسیر قرآن لکھ کر کیا ہے ورنہ پہلے جو علماء نے تفسیریں لکھی ہیں ان میں ان باتوں کا ذکر ہی نہیں کہ جی ان کو معلومات ہی نہیں ہوتیں وہ کیا کریں۔ یہ بہت بڑی الجھن ہے جس میں ہمارا نوجوان جدید تعلیم یافتہ طبقہ پھنسا ہوا ہے کہ جب جدید عالم کی تفسیر پڑھتا ہے اور اس میں ایسے ابحاث ہوتے ہیں قوم ثمود کیا تھی اور قوم عاد کیا تھی، کہاں واقع تھی، آبادی کتنی تھی محل وقوع کتنا تھا، رقبہ کتنا تھا، وہاں کا موسم کیسا تھا وہ کہتے ہیں کہ یہ تو واقعی پڑھے لکھے ہیں۔ باقی علماء صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک جنہوں نے تفسیریں لکھی ہیں وہ نعوذ باللہ پڑھے لکھے نہیں تھے حالانکہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ ایسی تفاصیل کا تفسیر میں ذکر کرنا منشا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

ہے قرآن کوئی تاریخی کتاب تو نہیں ہے۔ اگر آپ نے ان چیزوں کی معلومات حاصل کرتی ہیں تو علماء نے قرآن پر ایسی کتابیں بھی لکھی ہیں آپ وہ پڑھ لیں اقوام عالم پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں وہ پڑھ لیں۔

اسی طرح المملوک والسلاطین پر علماء نے کتابیں لکھی ہیں وہ پڑھ لیں اس میں تفصیل آئے گی کون بادشاہ کسی کا بیٹا کون بادشاہ کسی کا بھائی کہاں آیا، کہاں گیا میں ان کا قرآن سے کیا جوڑ ہے۔

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں جیسا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے قصے میں بھی آپ نے پڑھا تھا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈال دیا بھائی وہ کنواں کہاں ہے وہ تو قرآن ذکر نہیں کرتا وہاں تو صرف کنویں کا ذکر ہے۔

اسی طرح جب حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین کو روک لیا اور بھائی واپس آنے لگے تو ایک نے ان کو نصیحت کی کہ ابا جان تو ہماری بات نہیں مانیں گے" وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيهَا" اس بستی والوں سے پوچھ لیں جہاں ہم تھے ہم سچی بات کہہ رہے ہیں یا نہیں اب وہ بستی کونسی تھی کوئی ذکر نہیں۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جب دونوں آئے ایک بستی والوں سے گزر ہوا ان کو آپ نے اپنے مہمان ہونے کی خبر دی لیکن ان لوگوں نے کوئی مہمان نوازی نہ کی وہ بستی کونسی تھی واللہ اعلم۔

تو ایک بات یاد رکھا کریں کہ قرآن پاک کا یہ موضوع نہیں ہے قرآن مقدس اتنی چھوٹی کتاب نہیں ہے کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی ابحاث میں الجھا رہے وہ تو کلام الملوک ملوک الکلام کا مصداق ہے یعنی بادشاہوں کا کلام، کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے یہ تو شہنشاہوں کے شہنشاہ کا

کلام ہے اس میں تو مقصد ہم نے یہ جتلانا ہے کہ اس میں کیا عبرتیں ہیں احکام ہیں باقی کسی بستی سے بھی تعلق رکھتا ہو۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ اس کی تفصیل میں جانے کی۔

اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے " أَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا " کہ ایک پیغمبر ایک ایسی بستی پر سے گزرے وہ بستی کونسی تھی قریہ کا ذکر ہے آگے تفصیل نہیں ہے۔

عربی زبان کی وسعت

ان تفاصیل کا علم ہمارے لئے پہلے تو ضروری نہیں اگر ضروری ہوتا تو اللہ قرآن میں ذکر فرما دیتے پھر اگر ہم ضرورت سمجھیں تو اس میں باقاعدہ کتابیں موجود ہیں اور دوسری بات یہ سمجھیں کہ قریہ کا اطلاق جیسے بستی پر ہوتا ہے ایسے ہی اور الفاظ بھی ہیں جیسے مدینہ، مصر، بلد عربی تو بڑی وسیع لغت ہے آپ کہتے ہیں یہ قریہ ہے، اچھا یہ ہے، اسی طرح مصر ہے اسی طرح مدینہ ہے اسی طرح بلد ہے۔ لَا أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ"۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا" مکہ کو ام القریٰ بھی کہا گیا اور بلد بھی کہا گیا اس لئے ایک بات یاد رکھیں مقصد قریہ کا جہاں ذکر آجائے ضروری نہیں ہوتا کہ بستی ہی مراد ہو۔ قریہ سے مراد بہت بڑا شہر بھی ہوتا ہے اور کسی کسی جگہ اللہ نے مثلاً اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَّا سَأَلْتُمْ وہاں مصر کہا گیا بہت بڑے شہر کو۔

اس قریہ (بستی) کے پیغمبر کون تھے

تو اب یہ جو قریہ ہے اس کے بارے میں جو علماء مؤرخین ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ قریہ انطاکیہ ہے اور انطاکیہ میں آنے والے تین رسولوں کا ذکر کیا ہے حالانکہ قرآن حالانکہ قرآن نے ان تینوں کا نام نہیں لیا ان لوگوں نے سابقہ روایات سے یعنی روایات اسرائیلیہ سے نکالا ہے کہ

صادق مصدوق اور بعض نے کہا یوشع یوحنا یہ سب نام ایسی روایات سے ہیں جن پر ہم اعتماد نہیں کر سکتے اللہ نے قرآن میں نام نہیں لیا تو ہم کہاں ڈھونڈھ کر دیں اللہ نے سب پیغمبروں کے نام تو نہیں لئے۔

قرآن میں اللہ نے خود اپنے پاک پیغمبر کو فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہم نے کیا ہے اور بعض انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں کیا اور بعض کا اللہ نے اجمالاً ذکر کر دیا کہ "لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ۔

یہ بستی کونسی تھی

اسی طرح یاد رکھیں بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ انطاکیہ ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ یہ جو تین رسول بھیجے گئے یہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر یا رسول نہیں تھے اور پھر انطاکیہ، پھر اسکندریہ، پھر رومیہ اور بیت المقدس یہ تقریباً ایک علاقے کی بات ہے لیکن یہ ساری باتیں قرآن کے اسلوب کے خلاف ہیں کیونکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ پھر ہم نے اس بستی کو برباد کر دیا جہاں تک انطاکیہ کا تعلق ہے وہ تو پہلی بستی ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام پر ایمان لے آئی۔

مبہم کو مبہم ہی رکھو

اس لئے علماء یہ فرماتے ہیں کہ بہتر یہی ہے جیسا کہ مفسرین کرام کا اجماعی قاعدہ ہے کہ جس چیز کو اللہ خود مبہم رکھے تم بھی بحث میں نہ پڑو اس کا معنی یہ ہے کہ اس کے مبہم رکھنے میں ہی فائدے ہیں کیونکہ اللہ کا کلام بغیر حکمت کے ہے ہی نہیں۔

اب آپ دیکھیں کہ بادشاہوں کے بعض ایسے کوڈ ہوتے ہیں جو کوئی بھی نہیں جانتا اب ہر آدمی یہ کہے کہ مجھے کیوں نہیں بتایا تو یہ پوچھنے والے کی غلطی ہے اگر رعایا کو ضرورت ہوتی تو وہ بتا

دیتے۔اللہ تبارک وتعالی خالق و مالک ہیں جس چیز کو علماء کہتے ہیں ابھموا ما ابھمہ اللہ کہ اللہ نے جس چیز کو مبہم فرمایا تم بھی مبہم رکھو۔ چیز العمر مبہم رکھا ہے کیا مقصد ہے بس ٹھیک ہے اللہ جانتا ہے سیدھی سی بات ہے ہماری عقل کی پہنچنے کی ایک حد ہے اس سے ہم تجاوز کریں گے تو پیمانہ ٹوٹ جائے گا۔

جیسے آپ سبزیوں کی دکانوں پر جاتے ہیں وہاں آج کل الیکٹرونکس قسم کے میزان (ترازو) ہیں، تولنے کے لئے آلات لگے ہوئے ہیں اگر اس کی کپیسٹی دس کلو کی ہے تو اگر میں کلو رکھیں گے تو فیل ہو جائے گا تو ہماری عقول کی بھی ایک حد ہے، ہماری نظر کی بھی ایک حد ہے، ہماری قوت سمع اس کی بھی ایک حد ہے کوئی چیز اس رینج سے نکل جائے آپ نہیں سن سکتے۔

تو اسی طرح بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں اللہ اپنے بندوں پر رعایت فرما دیتے ہیں کہ میرے بندے کو بلا وجہ تفاصیل میں جانے کی ضرورت نہیں عبرت حاصل کرنا ہی مقصود ہے تو ان بستی والوں کے پاس اللہ فرماتے ہیں "إِذْ أَرْسَلْنَا لَيْهِمُ اثْنَيْنِ" کہ ہم نے دو رسول بھیجے فَكَذَّبُوهُمَا انہوں نے ان رسولوں کی کھلی تکذیب کی انہوں نے کہا ہم نہیں مانتے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ" پھر ہم نے ان کو قوت دی، طاقت دی، تیرا پیغمبر بھی ہم نے بھیجا اور پھر سب نے مل کر بستی والوں کو آ کر کہا إِنَّا إِلَيْكُمْ مُرْسَلُونَ ہمیں آپ کی بستی کی طرف بھیجا گیا ہے ہماری بات سنو لیکن بستی والوں نے کیا کہا:

قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَ مَا أَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ"

بستی والوں نے کہا بات یہ ہے ہم تو نہیں مانتے آپ تو ہماری طرح انسان ہیں بشر ہیں۔

کیا بشر نبی نہیں ہوسکتا

اللہ ہم سب کو اور ہر کلمہ شریف پڑھنے والے کو ہدایت کا فیصلہ فرمائے یہ بھی ابتداء سے دھوکا چلا آرہا ہے کہ جو بشر ہے وہ نبی نہیں ہوسکتا یعنی وہ انبیاء کو برتو مانتے تھے کہ بشر ہیں لیکن وہ یہ نہیں مانتے تھے کہ بشر نبی ہوسکتا ہے الا بشر مثلنا "آپ تو بشر ہیں۔

عجیب بات ہے ہماری اسی طرح یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی کافر کہتے تھے کہ ہماری طرح کھاتے ہیں، پیتے ہیں ہماری طرح بازار میں تشریف لے جاتے ہیں تو ہم کیسے نبی مان لیں یہ بہت پیچیدہ اور بہت پرانی بات ہے کہ ان کے دماغوں میں بھی ایک خلجان بیٹھا ہوا تھا کہ بشر ہیں لیکن نبی نہیں ہوسکتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت

آج اندازہ کریں کہ ہزاروں سال بعد اور بعثت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ سلم کو اب صدیاں بیت گئیں یعنی اب چودہ سو اکیس ۱۴۲۱ھ ہے آج بھی ہمارے مسلمان ملکوں میں کتنے لوگ ہیں جو اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ نبی کو بشر نہ کہیں انبیاء علیہم السلام نور ہوتے ہیں بشر نہیں ہوتے بلکہ نعوذ باللہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اگر آپ نے بشر کہا تو آپ نبی کی توہین کر رہے ہیں یعنی بشر کہنے سے نبی کی توہین ہو رہی ہے اور آپ گستاخ ہیں انبیاء علیہم السلام کے، کہ نبی کو کہتے ہو بشر ہم بھی بشر، نبی بھی بشر، اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت فرمائے۔

ایک مولوی صاحب کا غلط ترجمہ کرنا

ایک مولوی صاحب پتہ نہیں اب فوت ہو گئے ہوں گے پرانی بات ہے اس کو جب کسی نے توجہ دلائی کہ اگر بشر کہنا توہین ہے تو اللہ کا قرآن فرما رہا ہے کہ" قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ «.

آپ کہہ دیجئے کہ میں بشر ہوں تو کہنے لگے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے محمد آپ کہیں تو کہیں میں آپ کو نہیں کہتا۔

دیکھیں کیسے ترجمہ کیا۔

جواب

اس کا مطلب ہے کہ" قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ " کا ترجمہ ہوگا کہ اے اللہ کے نبی آپ کہیں تو کہہ دیں کہ اللہ ایک ہے لیکن میں نہیں کہتا (نعوذ باللہ) یہ منطق تو پھر پورے قرآن میں چلائیں قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَفِرُوْنَ. لَا أَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ « کہ آپ کہنا چاہیں تو کہہ دیں میں نہیں کہنا چاہتا۔

قرآن کے ساتھ کھیل

اور جیسے وہ ایک بادشاہ ہیں اللہ معاف فرمائے۔انہوں نے بھی ایک نئی کتاب لکھی ہے الکتاب الاخضر اس نے کہا ہے کہ قرآن میں جتنے قل ہیں ان کو نکال دو یہ تو اللہ نے حکم دیا تھا کہ نبی کہو اب ہم تو نہیں کہہ سکتے ہی کو کہ کوئیس اللہ احد اب قل کہنے کی کیا ضرورت یہ تو اللہ کا امر تھا کہ آپ کہیں اب ہم کیوں کہیں اس لئے ایک نے قُل نکال دیئے اور کوئی اور آئے گا کوئی اور چیز نکال دے گا بات ختم ہوگئی پھر قرآن تو قرآن نہ رہا جو آدمی جو چاہے نکال دے دے، جو چاہے حذف کر دے اور جو چاہے زیادہ کر دے۔چاہے زیادہ کر دے۔

حالانکہ اتنی ان کو سمجھ نہیں آتی کہ قرآن پاک میں جو واقعات ہیں یا جو آیات مبارکہ ہیں ہم ان کو نقل کر رہے ہیں ہم کوئی حکم تھوڑا دے رہے ہیں یعنی ایک پرائمری پاس بچہ بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ اگر بادشاہ آرڈر کرے اس آرڈر کی کاپی لے کر میں پڑھنا شروع کر دوں کہ میں نے یہ کیا ہے اس کا معنی یہ تھوڑا ہے کہ میں بادشاہ ہوں میں تو اس خط کو پڑھ رہا ہوں یعنی کھلی سی بات ہے

لیکن نہیں سمجھ آتی۔

کافروں کا عقیدہ

اچھا یہ دیکھیں کہ اس زمانے کے جاہل اور کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی بشر تو ہے لیکن نبی نہیں إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ اچھا ہمارے جاہل کا عقیدہ یہ ہے کہ لیکن بشر نہیں ہیں۔ کہ نبی ہیں

اب فرق سمجھیں آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ یہ کہتے تھے کہ وہ بشر تو ہیں لیکن نبی نہیں کیونکہ بشر نبی نہیں ہوسکتا ہمارے لوگ کہتے ہیں نبی تو ہیں لیکن بشر نہیں ہیں معنی تو ایک ہی ہوا وہ بشریت کے قائل ہیں اور نبوت کا انکار ہے کیونکہ بشر نبی نہیں ہوسکتا یہ نبوت کے قائل ہیں اور بشریت کا انکار ہے کہ نبی بشر نہیں ہوسکتا بات تو دونوں کی ایک ہے کفر تو دونوں کا ایک ہے مسلمان تو تب ہوگا جب بشر بھی مانے اور نبی بھی مانے اگر دو میں سے ایک چیز مانے تو کافر ہے بشریت کا انکار کرے تب بھی قرآن کا انکار اور نبوت کا انکار کرے تب بھی قرآن کا انکار۔

پیغمبروں کا حوصلہ

تو اس لئے ان لوگوں نے پیغمبروں کی تکذیب کردی "فَكَذَّبُوهُمَا اللہ نے ان کے پاس تیسرا پیغمبر بھیجا انہوں نے کہا ہم ماننے کے لئے تیار ہی نہیں کہ اللہ نے آپ کے اوپر کوئی کتاب اتاری ہے۔ اور پیغمبروں کا حوصلہ دیکھیں اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جو داعی ہو، جو دعوت دینے والا ہو، جو تبلیغ کرنے والا ہو، جو کسی کو دین کی طرف بلانے والا ہو، اس کو بڑے حوصلے کی ضرورت ہے وہ انبیاء علیہم السلام کی سنت سے علم سیکھے کہ کوئی جھگڑا نہیں قَالُوا رَبُّنَا يَعْلَمُ إِنَّا إِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُونَ" یہ نہیں کہ طیش میں آگئے کہ اس آدمی نے کہہ دیا کہ نعوذ باللہ آپ بشر ہیں نبی نہیں ہیں آپ نعوذ باللہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

پیغمبروں نے اسی حوصلے سے علم اور بڑی بردباری سے جواب دیا بنا یَعْلَمُ ہمارا رب جانتا ہے ہم واقعی اللہ کے رسول ہیں اور ایک بات یہ بھی سن لو "و مَا عَلَیْنَا إِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِین، اور ہمارے ذمہ یہ ہے کہ ہم کھل کر نہیں اللہ کی دعوت پہنچادیں اگر نہیں مانتے ہو تو آپ کی مرضی ہے۔

تبلیغی جماعت کی صفت

اس لئے مفسرین کرام نے اچھی بات لکھی ہے انہوں نے کہا اگر انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر ہی کافر غور کر لیتے تو سمجھ آجاتی کہ بھائی ہم سے یہ کوئی معاوضہ بھی نہیں مانگتے کوئی چیز بھی نہیں مانگتے اور پھر ہمیں اچھی بات پہنچا رہے ہیں تو ایسا آدمی کیوں جھوٹ بولے گا کتنے لوگ ہیں کہ یورپ میں، امریکہ میں، افریقہ کے ملکوں میں اور بڑے دور دراز کے ملکوں میں جب تبلیغی جماعت کے کچھ لوگ پہنچتے ہیں اور وہ جب دیکھتے ہیں اور ان سے ملتے ہیں کہ بھائی آپ لوگ کیوں آئے ہیں کیا بات. ہے ٹکٹ اپنی کھانا اپنا، بستر اپنا، روٹی اپنی، ہر چیز اپنی تو وہ جب ان کو بتاتے ہیں کہ بھائی ہم تو ایک دعوت لے کر آئے ہیں ہم تو اسلام کی طرف بلانے کے لئے آئے ہیں ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا ہر بھائی جو ہے اللہ نے جس کو انسان بنایا ہے وہ ن بنایا ہے وہ جہنم کی آگ سے بچ جائے ہم تو تمہارے لئے آئے ہیں تو پھر وہ حیران ہوتے ہیں۔

تبلیغی جماعت قادیانیوں کے عبادت خانہ میں

اسی طرح ایک جگہ وہ لوگ پہنچے تو دور ایک مسجد نظر آئی ان بیچاروں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ کہیں بھی جاتے ہیں تو مسجد میں قیام کرتے ہیں کچھ مسجد والے ایسے بھی ہوتے ہیں اللہ انہیں ہدایت عطا فرمائے، تعصب سے نہیں ٹھہرنے دیتے پھر وہ بیچارے اپنا اپنا کوئی متبادل

ڈھونڈھ لیتے ہیں۔

تو بہرحال جب وہ وہاں گئے تو وہ مسجد قادیانیوں کی تھی احمدی فرقے کی تھی کیونکہ یہ فتنہ اللہ معاف فرمائے پھیل رہا ہے کل کے اخبار میں میں پڑھ رہا تھا انڈیا کی ایک خبر تھی کہ ایک ماں چار ہزار روپے میں اپنا بچہ بیچ کر چلی گئی جو عورت غربت سے تنگ آ کر چار ہزار روپے میں اپنا لخت جگر، اپنی اولاد، اپنے جگر کا ٹکڑا بیچ سکتی ہے اس کو دو لاکھ روپیہ دے دو قادیانی بنالو، عیسائی بنالو، جو مرضی آئے بنالو۔

ابھی آپ دیکھ لیں بوسنیا میں کوسوو میں شیشان میں صابرہ شتیلہ میں جہاں جہاں مسلمانوں کو ذبح کیا گیا اور ان کے جو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کو کون لے جا رہا ہے عیسائی این جی اوز، عیسائی ہمدردی بھی کر رہے ہیں کہ بچے ہیں، بھوکے ہیں، مر جائیں گے، ہم تو ان کی ہمدردی کے لئے آتے ہیں لیکن جب وہ دودھ پیتے بچے کو لے جائیں گے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ وہ بڑا ہو کر مسلمان بنے گا۔

آپ یہاں رہتے ہیں ماشاء اللہ، اللہ کا شکر ہے آپ ڈاکٹر ہیں تنخواہ ہے عزت ہے، ماشاء اللہ رہائش ہے گاڑیاں ہیں سب کچھ ہے آپ نے اتنے عرصے میں کتنے آدمیوں کو دین پہنچایا ایک این جی اوز میں ایک عورت ہے جس نے افغانستان کی اس تباہ حالی میں آ کر کام کیا اور نوے ہزار افغانیوں کو عیسائی بنا دیا تو آپ نے کبھی غور کیا ہے ہماری عورتیں گھر میں بیٹھ کر کیا کرتی ہیں بس ٹھیک ہے جی تنخواہ ہے کام کرتے ہیں سو جاتے ہیں ہم تو پیٹ کے غلام ہیں، اقتصادیات کے مارے ہوئے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت کرے دیکھیں کہ نبی پر کیا گزری ہو گی ایمان سے کہیں آپ کسی

کے پاس دین کی دعوت کے لئے جائیں اور آگے سے وہ کہے جاؤ جھوٹے تو آپ پر کیا گزرے گی ذرا واقعہ کو اپنے دماغ میں اتاریں ایسے تو آپ قرآن پڑھ کر چلے جائیں گے إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ"۔

انہوں نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں یعنی اللہ کے نبی کو کہہ رہے ہیں اپنے ملک میں کسی چھوٹے سے سیاسی لیڈر کو کہہ کے دیکھ لیں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو شام تک آپ کی نسل بھی نہیں ملے گی۔

اس علاقے میں اللہ کے نبیوں کی اس سے بڑی صداقت کیا ہے کہ سامنے کہتے ہیں اچھا کھڑے ہو کر ایک بندہ کہتا ہے کہ آپ جھوٹ بول رہے ہیں وہ کہتے. بھائی تم نہ جانو ہمارا رب تو جانتا ہے کہ ہم اللہ کے رسول ہیں اور ہم تمہیں ایک بات پہنچا رہے ہیں۔

تو تبلیغی جماعت والے وہ لوگ جب گئے تو قادیانی سے ملے اس نے پہلے انکار کیا بڑی مشکل سے وہ مان گیا اس نے کہا میری مسجد میں آپ رہ سکتے ہیں لیکن چونکہ ہم قادیانی ہیں احمدی ہیں اور آپ لوگ اہل سنت ہیں اور ہمارے مسلک کے خلاف ہیں یہاں کوئی تبلیغ نہیں ہوگی تقریر نہیں ہوگی دعوت نہیں ہوگی یہاں کوئی کتاب نہیں پڑھو گے صرف رات گزار لو یہ کینیڈا کے علاقے میں ایک مسجد تھی انہوں نے کہا ٹھیک ہے اب وہ ساری رات امیر نے کہا کہ اب ان کو دعوت تو تم دے نہیں سکتے۔ دن کو جہاں جائیں گے دعوت کا کام کریں گے لیکن تہجد کے وقت سب وضو کر کے تہجد پڑھو اور سب رو رو کر اللہ سے دعا مانگو اور اس امام صاحب کے لئے دعا مانگ کتنا اچھا آدمی ہے آخر اس نے ہمارے لئے دروازہ تو کھول دیا۔ اب وہ رو رہے ہیں اور دعا میں امام صاحب کا نام لے رہے ہیں۔

اب امام صاحب چھپ چھپ کر سن رہے ہیں اور دل میں سوچ رہے ہیں کہ یہ میرا نام کیوں لے رہے ہیں دیکھا میرے لئے دعائیں کر رہے ہیں تین دن کے بعد انہوں نے کہا السلام علیکم ہم جا رہے ہیں اس نے کہا اگر کسی کو نہ بتائیں تو میں بھی آپ کے ساتھ ایک دو دن کے لئے چلتا ہوں وہ چل پڑا۔

تیسری رات اسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی فرمایا کہ ابھی تک تمہیں حق اور باطل سمجھ نہیں آیا تو وہ روتا ہوا اٹھا اور فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوں گیا جتنے خاندان اس مسجد کے متولیوں میں سے اور اس میں نماز پڑھنے والے قادیانی ہو چکے تھے، اس ایک بندے کی محنت سے کئی گھر الحمدللہ دوبارہ مسلمان ہو گئے۔

انبیاءؑ کو قوم کا جواب

انہوں نے کہا "إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ" جب سے تم لوگ آئے ملک میں نحوست آگئی ہے ہمارے رزق میں کمی آگئی ہے۔

لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ أَلِيمٌ "انہوں نے کہا جاؤ ورنہ ہم پتھر ماریں گے یا ہم آپ کو دردناک عذاب دیں گے اللہ کے نبی نے کہا خدا کے ہندو ہم کہاں سے بدقسمتی اور نحوست لے آئے ہیں ہر کسی کی نحوست اس کے اپنے ساتھ ہوتی ہے۔

ایک نیک آدمی کی نصیحت

اور اسی اثناء میں، اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ جَآءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَسْعَى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْا الْمُرْسَلِيْنَ. أَتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ اَجْرًا وَ هُمْ مُهْتَدُوْنَ.

ایک آدمی آیا اس نے کہا بستی والو، شہر والو عقل کرو اللہ کے پیغمبروں کی بات مان لو اور سب سے بڑی دلیل ان کی حقانیت کی یہ ہے کہ "مَنْ لَّا یَسْأَلُکُمْ اجرا" وہ تو تم سے کچھ نہیں مانگتے کچھ نہیں چاہتے اور بات بھی وہ ہدایت والی کرتے ہیں اور خود بھی کردار والے، ہدایت والے لوگ ہیں۔ لیکن ان لوگوں نے بالکل نہ مانا اور کتابوں میں تفسیروں میں مزید تفصیل آتی ہے کہ انہوں نے اس بندے کو بھی شہید کر دیا بعض علماء نے کتابوں میں اس کا نام حبیب النووی رکھا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام حبیب النجار تھا۔

بہر حال جو اصل نام تھا وہ اللہ ہی جانتا ہے اب خدا کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے مقام پر جھار ہا۔

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ.

اس لئے حضرت ابن عباس نے کیا خوب بات کی ہے کہ جب اللہ نے اس کو جنت میں داخل فرمادیا جنت کی نعمتوں میں بھیج دیا وہاں بھی حسرت کر رہا ہے کہ اے کاش وہ قوم بھی مان لیتی ان کو بھی پتہ لگ جاتا کہ آج میں کونسی جنتوں میں بیٹھا ہوں میرے رب نے مجھے کیسی عزت دی تو حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ کیسا مؤمن تھا کہ زندہ تھا تو دعوت دے رہا تھا اور مرنے کے بعد بھی ان کے لئے دعوت کی بات کر رہا ہے مرنے کے بعد بھی اس کو اپنی قوم کا احساس ہے اپنی برادری کا احساس ہے کہ زندگی میں بھی ان کو ہدایت کرتا رہا ہے موت کے بعد بھی کہتا ہے۔

یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ" اے کاش میری قوم کو بھی خبر ہوتی کہ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ

وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ.

بستی والوں کا انجام

وَ مَا أَنزَلْنَا عَلىٰ قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنزِلِيْنَ. إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خَامِدُوْنَ.

اللہ فرماتے ہیں جب وہ بستی والے ہمارے ان تینوں انبیاء کو تکلیف دینے پر مصر ہو گئے تو پھر اس بستی کو ہلاک کرنے کے لئے ہمیں کوئی فوجیں نہیں بھیجنی پڑیں، کوئی لشکر نہیں اتارنے پڑے" وَ مَا أَنزَلْنَا عَلىٰ قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ" اور نہ ہمیں ضرورت تھی کہ ہم اتاریں "ان كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً" صرف ایک آواز تھی کہ وہ سارے کے سارے مر گئے وہ آواز کیا تھی۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اللہ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا۔ آپ جائیں شہر کا جو بڑا قلعہ تھا اس کے بڑے دروازے کے دونوں حصوں کو پکڑ کر سیدنا جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی چیخ ماری وہ سب کے سب مر گئے اس آواز میں اتنی قوت تھی، اتنی شدت تھی کہ اس کی طاقت کو برداشت نہ کرتے ہوئے فَإِذَا هُمْ خَامِدُونَ" ایسے ہو گئے جیسے کوئی بجھ جاتا ہے جیسے آگ بجھ جاتی ہے ہر چیز جل کر راکھ ہو جاتی ہے اس طرح ان کی وہ شوخیاں ساری ختم ہو گئیں۔



حضرت یونس علیہ السلام

اور اسی سلسلہ قصص الانبیاء علیہم السلام کے ضمن میں میں نے جو دوسری آیت تلاوت کی تھی "وَ ذَا النُّوْنِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا یہ ذکر ہے سیدنا یوسف علیہ السلام کے بارے میں، یونس علیہ السلام کے بارے میں ایک جگہ تو قرآن نے فرمایا و ذا النون اور دوسری جگہ فرمایا صاحب الحوت یاد رہیں حوت بھی مچھلی کو کہتے ہیں اور نون بھی مچھلی کو کہتے ہیں ان کا نام بھی قرآن میں آیا۔

وَإِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ " قرآن میں نام بھی ہے لیکن کہیں کہیں ان کو پچھلی والے کے نام ہے بھی یاد فرمایا۔ چونکہ ان کے واقعہ میں مچھلی کا ایک اہم واقعہ آتا ہے اس لئے اللہ نے ان کو ذو النون اور صاحب الحوت فرمایا ہے ان کا پورا نام یونس ابن متیٰ ہے۔

آپ کا اصل نام

اب علماء کا اختلاف ہے کہ متیٰ جو ہے ان کے والد کا نام ہے یا والدہ کا نام ہے۔ لیکن راجح قول محدثین کے نزدیک یہی ہے کہ متی آپ کے والد کا نام ہے والدہ کا نام نہیں ہے۔

اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ ان کا نام یونس نہیں تھا بلکہ یوناہ تھا اور ان کے والد کا نام متی تھا لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے بلکہ قرآن نے یونس ذکر کیا ہے اس لئے یونس

ہی صحیح ہے۔

جب بخاری شریف میں اللہ کے نبی نے خود فرمادیا یونس ابن متی بات تو ختم ہوگئی اور اس کی وجہ یہ تھی ایک دفعہ مدینہ منورہ میں یہودی تاجر آیا اس زمانے میں تو یہودی تاجر کافی تعداد میں تھے بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع سب یہودیوں کے کے قبیلے تھے۔

ایک یہودی کاایک انصاری سے جھگڑا

تو ایک تاجر جوتھا تجارت کاسامان لایا تھاوہ بیچ رہا تھامدینہ منورہ میں اور ایسے اتفاق سے کوئی بات جو ہوئی تو اس نے کہا مجھے اس اللہ کی قسم ہے کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کوفضیلت دی پوری خلق میں مخلوق میں، تو ایک انصاری صحابی سن رہے تھے۔انہوں نے فرمایا تم جھوٹ بول رہے ہوسب سے افضل تو سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم یہ کیسے کہہ رہے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کوتمام مخلوق پر فضیلت دی۔

اس نے کہا نہیں موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں اب انصاری کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم افضل ہیں اسی سے بات بڑھ گئی تو انصاری صحابی نے اس تاجر کے منہ پر طمانچہ مارا انہوں نے کہا کہ گستاخی کرتے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کیونکہ ایک مؤمن جس کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا عشق ہو وہ برداشت نہیں کرسکتا۔

اب جناب اس کو تھپڑ لگا تو وہ سیدھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آگیا اس نے کہا یا رسول اللہ ہم معاہدی ہیں، ہم ذمی ہیں ہمارا آپ کے ساتھ معاہدہ ہے آپ نے ہماری حفاظت کرنی ہے آپ کا آدمی تو مجھے مارتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابیؓ کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ تم نے کیوں مارا تو صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے مارا ہے جو عاشق ہوتے

ہیں پھر وہ انکار تو نہیں کرتے یارسول اللہ ﷺ اس نے ایسی بات کی میرا دل برداشت نہیں کرسکا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ بھی فضیلت والے ہیں

میں نے کہا افضل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تم یہ کیسے کہتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تفضلونی یہ نہ کیا کرو کہ مجھے ایک دوسرے سے بڑھاؤ اور فرمایا کہ کیا تمہیں پتہ ہے قیامت والے دن جب مجھے ہوش آئے گا فاذا موسیٰ قائم اخذ بساق العرش میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام جو ہیں وہ عرش کے پائے کو پکڑ کر کھڑے ہیں پتہ نہیں کہ وہ بیہوش ہی نہیں ہوئے یا مجھ سے بھی پہلے ہوش میں آ گئے واقعی ان کی شان ہے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا تُفضِلُونی علی یونس ابن متی یہ بھی نہیں کہ مجھے یونس ابن متیٰ پر فضیلت دو۔

حضور ﷺ کو موسیٰؑ، یونسؑ پر فضیلت نہ دینے کی وجہ

اصل بات یاد رکھیں کہ اس میں بھی علماء نے جواب دیا یہ تو واضح بات ہے کہ حضور ﷺ افضل ہیں حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام بھی فرماتے رہے کہ اے میرے اللہ مجھے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہی اٹھا دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ لَوْ کَانَ مُوسٰی حَیًّا لما وسعہ الا اتباعی کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوگے تو وہ بھی میری پیروی کرتے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے کیوں فرمایا اور ایسا کیوں فرمایا کہ کسی نبی کو کسی نبی پر نہ بڑھایا کرو حالانکہ اللہ نے خود نبیوں کی شان بلند کی ایک سے دوسرا زیادہ افضل ہے۔

"تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ" اللہ خود قرآن میں فرمارہے ہیں کہ ان رسولوں کو بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی مِنْهُم مَّنْ كَلَّمَ اللهُ"۔

تو اب بات سمجھیں علماء کرام نے حدیث رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اس دور کا واقعہ ہے کہ ابھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے خبر نہیں دی تھی کہ آپ سب سے افضل ہیں تو جب یہ خبر نہیں ملی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا درست ہے۔

بعض علماء نے فرمایا کہ یہ بڑائی کی حضور ﷺ کے افضل ہونے کی علامت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا کہ مجھے دوسرے سے نہ بڑھاؤ جس میں شان ہوتی ہے اپنے آپ کو گھٹاتا ہے۔ یہی تو شان ہے میرے مدنی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ تواضع فرمارہے ہیں کہ اس یہودی نے بھی تو ایک پیغمبر کا نام ہی لیا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تو اتنی بڑی شان ہے وہ تو مجھ سے بھی پہلے ہوش میں آگئے تو یہ مقام تواضع ہے یہ مقام انکساری ہے اور یہی دلیل عظمت ہے اگر آپ کسی بڑے عالم کے پاس جائیں جو بڑا عالم ہو ان سے اگر بات کریں تو وہ کہیں گے ہم تو بھائی طالب علم ہیں ٹھیک ہے اگر مجھے بات آتی ہوگی تو ٹھیک ورنہ میں آپ کو کسی بڑے عالم کے پاس بھیج دوں گا۔

حضور ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ جب مجھے ہوش آئے گا تو حضرت موسیٰؑ کو میں دیکھوں گا کہ انہوں نے عرش کا پایہ پکڑا ہوگا یعنی وہ قیامت میں بے ہوش نہیں ہوں گے اس کی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ چونکہ حضرت موسیٰؑ دنیا میں ایک دفعہ بے ہوش ہو چکے ہیں جب اللہ نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تھی اس لئے اب دوبارہ زیادہ دیر بے ہوش نہیں ہوں گے۔ یا بالکل بے ہوش نہ ہوں گے۔ موسیٰؑ کی حضور ﷺ پر ایک جزوی فضیلت ہے جس کا حضور ﷺ نے اس وقت ذکر فرمایا تھا تاکہ اس ذمی کی دل جوئی ہو جائے اور یہود حضور ﷺ کے بارہ میں معاہدہ کی خلاف ورزی کی بات نہ شروع کر دیں۔ (امداد اللہ انور)

آج کل کے علم کا دعویٰ کرنے والوں کی حالت

لیکن کوئی میری طرح تھوڑا پڑھا ہوا ہو جس نے تین حدیثیں پڑھ رکھی ہوں، سبحان اللہ ۔وہ تو نہ محلے والوں کو سونے دے گا نہ گھر والوں کو سونے دے گا نہ راستہ چلنے والوں کو ٹھہرو جی کتاب میں یہ لکھا ہے کئی آجاتے ہیں کہ جی بخاری شریف میں یہ لکھا ہے یہ بھی پتہ ہے آپ کو بخاری شریف کس نے لکھی ہے نہیں، او جی نام تو نہیں آتا چلو جب نام ہی آپ کو نہیں آتا تو لکھا آپ نے کیا سمجھا جب آپ کو یہ بھی نہیں پتہ کہ بخاری شریف لکھنے والے کا نام کیا ہے اچھا بخاری شریف پڑھی ہے جی ہاں میں بخاری شریف روز پڑھتا ہوں۔

اردو ترجمہ ہے میرے پاس ماشاء اللہ اچھا جی بخاری شریف کتاب کا پورا نام کیا ہے او جی بخاری شریف۔

اب جن کا یہ حال ہے یعنی میں ابھی بھی ذمہ داری سے کہتا ہوں جتنے میرے دوست بیٹھے ہوئے ہیں کسی کو بخاری شریف کا نام نہیں آتا اگر مجھے آپ کتاب کا نام بتا دیں ناں میں آپ کو پیر مان لوں گا بالکل سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سب یہ کہیں گے بخاری شریف، بخارا تو جگہ کا نام تھا اللہ کے بندے سمرقند و بخارا تو جگہ کا نام ہے ابو عبد اللہ محمد ابن اسماعیل اس علاقے کے رہنے والے تھے نسبت ہوگئی کتاب کا نام بخاری کیسے بن گیا یہ تو اس شہر کی طرف نسبت ہے چلو اگلے درس تک بھی آپ ڈھونڈ لیں ان شاء اللہ تو پھر بھی انعام کی حد باقی ہے ایک ہفتہ ہے پورا اور پھر کتابیں دیکھ کر تو ڈھونڈنا مشکل نہیں ہوتا۔اس کے بعد بھی ان شاء اللہ آپ اس کو نہیں ڈھونڈ پائیں گے تو جب یہ عالم ہو اور بندہ کہے کہ میں نے بخاری شریف پڑھی ہے جی حدیث شریف میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے۔ اللہ

کے بندے پہلے تمہیں حدیث شریف کا نہیں پتہ۔

ایک نبی کو دوسرے پر نہ بڑھانے کی وجہ

تو یہ شان تھی میرے مدنی کی کہ جو شان والا ہوتا ہے وہ دوسرے کی شان بڑھاتا ہے ایک اور تیسری بات یہ سمجھیں کہ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک نبی کو دوسرے پر نہ بڑھاؤ کیا معنی یعنی ایسے نہ بڑھاؤ کہ ایک کی شان بلند ہو دوسرے کی توہین ہو بڑھانے کا معنیٰ ایک تو یہ ہے کہ اللہ نے سارے نبیوں میں سے پانچ کو اولوالعزم بنایا اور پھر پانچ میں بھی سب کا سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا۔

لیکن جب ہم تقابل کریں کہ ایک کہے موسیٰ علیہ السلام افضل ہیں اور مسلمان کہیں کہ ہمارے نبی ﷺ افضل ہیں اس میں ذرا ایک پہلو نکلتا ہے کہیں دوسرے انبیاء کی شان میں کمی نہ آجائے۔

اللہ کی عظمت کا خیال رکھو

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کا نام "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى" عظمت کے ساتھ لینا چاہئے اس میں کوئی ایسا پہلو نہ ہو کہ اللہ کی شان میں کوئی کمی ہو۔

اس کی علماء نے ایک عجیب باریک مثال دی ہے انہوں نے کہا جیسے آپ سے کوئی آدمی پیسہ مانگنے آئے غریب ہے، مسکین ہے، خیرات مانگتا ہے تو عام طور پر کہہ دیتے ہیں اللہ کریم یہ بھی توہین ہے یعنی ہم اس کو کچھ نہیں دے رہے اس کو اللہ کے نام پر ٹرخانا چاہتے ہیں یہ بھی عظمت رب کے خلاف ہے جس کو تم خالی بھیج رہے ہو، تم اس کو کچھ نہیں دے رہے ہو اور پھر یہ کہہ رہے ہو اللہ کریم یعنی اللہ غنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو مانگ رہا ہے اگر اللہ ہی ہوتا تو

یہ کیوں مانگتا یہ تو غریب نہ ہوتا۔

اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں کو یوں نہ بڑھایا کرو کہ دوسرے پیغمبر کی توہین کا پہلو نکلے تو روکنے کا مقصد حدیث مبارک میں یہ تھا۔

حضرت یونسؑ کا وطن

یونس ابن متی یہ بالاتفاق نینوا کے تھے نینوا ایک شہر ہے مصر کا تو پتہ نہیں سب سے قدیم اور سب سے بڑا شہر جو تھا وہ نینوا تھا۔

ایک حدیث کے واقعہ سے اس کی تصدیق

چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف سے واپس آئے اور راستے میں آپ ایک باغ میں رکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک زخمی تھے تو باغ والوں نے آپ کی خدمت میں کچھ انگور بھیجے جو انگور لے کر آنے والا تھا وہ ان کا ایک غلام تھا وہ آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگور پیش کئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا اس نے بھی جواب دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من این انت کہاں سے ہو تم اس نے کہا من نینوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا اچھا وہ تو میرے بھائی حضرت یونسؑ کی جگہ ہے حضرت یونس ابن متیٰ کی جگہ ہے نینوا اسی جگہ کے رہنے والے ہو اس نے کہا ہاں تو وہ فوراً گر گیا اس نے کہا حضور آپ کیسے جانتے ہیں یونس ابن متی کو فرمایا بس وہ اللہ کے نبی ہیں میں نہیں جانوں گا تو اور کون جانے گا فوراً اس نے کلمہ پڑھ لیا۔

اس لئے آپ کے نینوا سے ہونے میں تو کوئی شک نہیں اسی شہر، اسی علاقے کے رہنے والے تھے اور اس دور میں عاشوری قبائل کی حکومت تھی ان کے بڑے عروج کا زمانہ تھا۔

حضرت یونسؑ کے نبوت ملنے کے وقت کی عمر

اور سیدنا یونس ابن متنی علیہ السلام کے بارے میں روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت دیتے ہیں لیکن بعض روایات میں یہ ملتا ہے کہ آپ کی عمر اٹھائیس سال تھی جب آپ کو نبوت ملی اللہ کی شان ہے کہ ہر پیغمبر کو چالیس سال کے بعد نبوت دی جاتی۔

حضرت عیسیٰؑ کو نبوت ملنے کے وقت عمر

عیسیٰ علیہ السلام ابھی پنگوڑے میں تھے۔انہوں نے کہا" إِنِّیْ عَبْدُ اللهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا"۔

عام قاعدہ یہ ہے کہ چالیس سال کے بعد نبوت ملتی ہے لیکن اللہ اگر کسی کو پہلے دینا چاہیں تو کون روک سکتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جو چاہیں کریں۔

نینوا کے لوگوں کی تعداد

اس لئے بعض روایات میں آتا ہے کہ اٹھائیس سال کی عمر میں آپؑ کو نبوت ملی اور آپ کو نینوا والوں کے لئے بھیجا گیا روایات میں یہ بھی ملتا ہے بلکہ قرآن پاک سے جو بات ہمیں ملتی ہے کہ اس کی آبادی ایک لاکھ سے اوپر تھی اب کچھ اوپر کتنے تھے بعض علماء کہتے ہیں دس ہزار بعض کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں اٹھارہ ہزار جب قرآن نے نہیں بتایا تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ اندازے لگائیں کہ اٹھارہ ہزار تھے یا دس ہزار "وَأَرْسَلْنٰهُ إِلٰى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيْدُوْنَ اللہ نے ان کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ اور زیادہ کتنے زیادہ تھے واللہ اعلم۔

قوم کو عذاب سے ڈرانا

یونس علیہ السلام نے قوم کو دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا آپ متواتر سات سال تک لوگوں کو دعوت دیتے رہے لیکن قوم نہ مانی حضرت یونس علیہ السلام کی جوانی تھی جب سات سال کی محنت کا کوئی رنگ نہ دیکھا تو غصے میں آئے اور انہیں عذاب سے ڈرایا کہ تم تو تکذیب کے اس مقام پر پہنچ گئے ہو کہ اب اللہ کا عذاب آئے گا۔

حضرت یونسؑ قوم کو چھوڑ کر چلے گئے

اور ڈرانے کے بعد قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر پیغمبر کسی قوم کو اللہ کے عذاب کی وعید کا پیغام دے اس بستی سے اس کو اس وقت تک نہیں جانا چاہئے جب تک حکم خداوندی نہ ہو۔

جیسے لوط علیہ السلام کہ اللہ کا حکم آیا کہ اَسْرِ بِأَهْلِك . اللہ کا حکم آیا نوح علیہ السلام کو "وَ اصْنَعِ الْفُلْك بِأَعْيُننا، کشتی بنائیں پھر ہم بتائیں گے تو چلے جانا یعنی اگر پیغمبر کو یہ خبر دے دی جائے اس امت پر عذاب آئے گا لیکن اس پیغمبر کو بغیر اذن ربی سفر نہیں کرنا چاہئے یونس علیہ السلام سے اجتہادی خطا ہوگئی کہ اللہ کے حکم کا انتظار کئے بغیر آپ چلے گئے۔

کشتی ڈوبنے لگی

چلنے کے بعد راستے میں دریا تھا کشتی میں سوار ہوئے کشتی ڈوبنے لگی ملاح بھی سمجھدار لوگ ہوتے ہیں اس نے کہا کشتی نے تو کبھی ایسا واقعہ نہیں کیا معلوم یہ ہوتا ہے کوئی غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔

ایسی بات ہو تو پھر ہماری کشتی پر کوئی نہ کوئی مصیبت آجاتی ہے تو معلوم یہی ہوتا ہے اب ہم کیا کریں تو حضرت یونس علیہ السلام کو بات یاد آگئی تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک کہہ رہے ہیں

ہوں جو اپنے سردار سے اس کی اجازت کے بغیر بھاگا ہوں انہوں نے کہا حضرت یونسؑ کی ایک شہرت عزت بھی وقار کردار تھا نبی ہیں وہ تو علاقے کے رہنے والے تھے ملاحوں نے کہا نہیں نہیں۔ حضرت یونس علیہ السلا نے فرمایا کہ بھائی میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

قرعہ ڈالا گیا

إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ. فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ.

اللہ فرماتے ہیں جب وہ بھاگے کشتی کی طرف انہوں نے کہا اگر آپ نہیں مانتے تو قرعہ ڈالتے ہیں کس کا قرعہ ہے جب قرعہ ڈالا تو یونس علیہ السلام کا قرعہ نکل آیا جب تین دفعہ قرعہ ڈال دیا تو انہوں نے کہا کہ سارے کشتی والے ڈوب جائیں کوئی اچھی بات تو نہ ہوئی ناں۔

قرعہ حضرت یونسؑ کے نام کا نکلا

اس لئے اب قرعہ بھی میرا ہے اور میں خود کہہ رہا ہوں کیونکہ واقعی میں نے اپنے مالک کے حکم کے بغیر سفر کیا ہے تو حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا بلکہ خود ہی آپ نے چھلانگ لگائی۔

مچھلی کو حکم ہوا

"فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْم" اللہ نے حکم دیا مچھلی کو کہ یونس علیہ السلام آرہے ہیں فوراً یونسؑ کو اپنے پیٹ میں لے لو اور ساتھ علم دیا کہ خبردار حضرت یونسؑ تکلیف نہیں پہنچانی تیرے پیٹ میں حفاظت کے ساتھ رہیں گے۔ اب یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔

عجیب قید خانہ

اب خداوند قدوس کی قدرت دیکھیں آپ کے دنیا میں بڑے بڑے قید خانے ہوں

گے لیکن ایسا کوئی قید خانہ بنا سکتا ہے کہ مچھلی کے پیٹ کے اندر کسی کو قید کر دیں تہ خانے بنالیں گے، قلعے بنالیں گے، کنویں بنا کے کسی کو لٹکا دیں گے لیکن یہ چلتا پھرتا قید خانہ ہے۔

یعنی یہ تو موبائل جیل ہوگئی اور پانی میں باقاعدہ چل رہی ہے اور پھر حفاظت ایسی ہے کہ کچھ دیر کے لئے یونس علیہ السلام نے بھی سوچا کہ اب مچھلی کے پیٹ میں آگئے ہیں اب کیا بچنا ہے پھر جب آپ نے حرکت کی تو دیکھا ٹانگیں بھی ٹھیک کام کر رہی ہیں ہاتھ بھی ٹھیک کام کر رہے ہیں اور سانس بھی اس مچھلی کے ساتھ آجا رہی ہے تو وہ مچھلی جب نیچے چلی گئی۔

حضرت یونسؑ کی تسبیح اور اس کی وجہ

تو وہاں ایک آواز آئی حضرت یونسؑ حیران ہوئے کہ یہ کیا آواز ہے۔

تو اللہ نے فرمایا یونسؑ یہ جو سمندروں کے نیچے بھی مخلوقات ہیں یہ میری تسبیح کر رہی ہیں فَلَوْ لَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ. لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ " اور حضرت یونسؑ بھی تسبیح کرنے والے تھے اور آپ نے کیا تسبیح کی" لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

حضرت یونسؑ کی دعا کی برکت

حضرت یونس علیہ السلام کے اس کلمہ کے بارے میں میرے آقا سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بندہ میرے بھائی یونسؑ کی دعا پڑھ کر دعا مانگے گا اللہ اس کی بھی دعا ضرور سنیں گے۔

حتیٰ کہ بعض علماء نے فرمایا کہ وہ اسم اعظم جس کے ساتھ جو مانگا جائے مل جائے وہ بھی یہی ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا له اللہ نے دعا سن لی"

وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ۔

آیت کریمہ کا سوالاکھ کا ختم

لیکن یاد رکھیں اس دعا کا اثر بھی تب ہوتا ہے جب مانگنے والا بھی یونس علیہ السلام کی کیفیت سے گزرے یہ تو نہیں کہ میں نے سوالاکھ ختم کرانا ہے پڑھیں یہ لوگ بھائی اگر تمہیں اتنا شوق ہے تو خود پڑھو تا کہ تمہیں کچھ پتہ بھی چلے پڑھنے کا۔

محنت بھی تو ہو ناں کرایہ پر بلا لیا کہ جی ختم کرانا ہے آیت کریمہ کا۔ ماشاء اللہ جی۔

مچھلی کے پیٹ میں رہنے کا عرصہ

اب جناب حضرت یونس علیہ السلام چالیس دن تک مچھلی کے پیٹ میں رہے اور ملائکہ نے عرض کیا رب کریم آواز آتی ہے سمجھ نہیں آتی اللہ نے فرمایا تمہیں پتہ نہیں ہے کہ یہ میرا عبد یونسؑ ہے مچھلی کے پیٹ میں اب سب ملائکہ نے اللہ سے درخواست کی کہ مولا رحم کر اللہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے حکم دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ۔

اب مچھلی نے باہر اگل دیا

بس باہر نگل دو وقت پورا ہو گیا اور مچھلی کو حکم دیا گیا اس نے دریا کے کنارے پر ڈال دیا اور وہیں کدو کی بیل اللہ نے پیدا فرما دی اس کا فائدہ یہ ہوا کہ حضرت جب مچھلی کے پیٹ سے نکلے تو ایسے تھے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہوا تنے کمزور ہو چکے تھے۔ کہ مکھی بھی بیٹھ جائے تو برداشت نہیں کر سکتے تھے تو اللہ نے کدو کی بیل فوراً وہاں پیدا کر دی۔

کدو کی فضیلت

اور کدو کی بیل میں یہ اثر ہے خدا کی شان ہے کہ وہاں مکھی نہیں بیٹھتی ہر درخت پر ہر

بیل پر مکھیاں بیٹھیں گی لیکن کدو پر نہیں بیٹھیں گی۔

اس لئے کدو کچا یا پکا کھالیں اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ چیز ہے اللہ نے حضرت یونس علیہ السلام کی غذا کا بھی انتظام کر دیا جنگل سے ہرنی آ کر آپ کو دودھ پلا جاتی اور آپ کدو کھالیتے ایک دن اس کدو کی بیل کو کیڑا لگا اور سوکھنے لگی تو حضرت یونس علیہ السلام بڑے پریشان ہوئے اور رونے لگے کہ اللہ یہی تو ایک سایہ تھا جس کو میں جھونپڑی بنا کے بیٹھا تھا یہ بھی سوکھ رہی ہے۔

بستی والوں کی توبہ قبول ہوگئی

اچھا حضرت یونس علیہ السلام جب چلے گئے تو بستی والوں کو جب عذاب کی علامات نظر آئیں تو توبہ کرنے لگے یہ پہلی بستی ہے کہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کی وہ بچوں کو لے کر، جانوروں کو لے کر باہر نکل آئے بچوں کو الگ چھوڑ دیا ماؤں کو الگ بٹھا دیا جانوروں کو الگ باندھ دیا ان کے بچوں کو الگ باندھ دیا جوں جوں دھوپ پڑے بچے روئیں، جانور روئیں چیخیں۔ اللہ کی رحمت آگئی اللہ نے فرمایا ہم نے کسی بستی کو مہلت نہیں دی مگر "إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ" پھر ایمان کیسے قبول ہوگیا۔ الْخِزی "ہم نے عذاب دور کر دیا اس پر بڑی ابحاث ہیں کہ جب عذاب آگیا تو فرعون کی توبہ کیوں قبول نہ ہوئی حالانکہ فرعون بھی تو ایمان لایا تھا اور اس وقت کا ایمان ایمان یاس ہوتا ہے وہ تو قبول ہی نہیں ہوتا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ فرعون پر عذاب نازل ہوگیا تھا جب عذاب نازل ہو جائے ایمان قبول نہیں ہوتا نہ تو علامات و آثار عذاب تھے ابھی عذاب آیا نہیں تھا دوسری بات یہ ہے کہ یہاں حضرت یونس علیہ السلام بھی تو اللہ کے حکم سے پہلے تشریف لے گئے تھے وہاں تو موسیٰ

علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا۔

اس لئے یہاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ایمان کو قبول کیا عذاب نازل نہیں ہوا اور پھر اس کے بعد دوبارہ اللہ نے یونس علیہ السلام حکم دیا تو آپ دوبارہ اس بستی نینوا میں تشریف لے آئے اور اسی میں فوت ہوئے اور اسی میں دفن ہوئے۔



حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰؑ کی شان

سیدنا موسیٰ علیہ السلام بڑے شان والے پیغمبروں اور اولو العزم من الرّسل میں سے ہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے شرف کلام سے نوازا ہے اور ان کا لقب مبارک کلیم اللہ ہے اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے جامع کامل اور مکمل کتاب تورات دی تھی۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جن کے بارے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت میں صور پھونکا جائے گا ہر چیز ختم ہو جائے گی اور سب بیہوش ہو جائیں گے۔

سب سے پہلے میں ہوش میں آؤں گا اور میں دیکھوں گا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کے عرش کے پائے کو پکڑ کر کھڑے ہیں فرمایا اللہ نے ان کو بیہوشی دی ہی نہیں اس لئے کہ ایک دفعہ کوہ طور پر وہ بیہوش ہو گئے تھے اس کے بدلے میں اللہ نے ان کو اس بیہوشی سے بچالیا۔ اللہ پاک تو ہر چیز کا بدلہ عطا فرماتے ہیں یعنی اتنی بڑی شان ہے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی۔

اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ایک طرح سے امت محمد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان ہے کہ جب معراج کی رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر پچاس نمازیں

فرض ہوئیں تو مشورہ دینے والے سیدنا موسیٰ علیہ السلام تھے یا محمد ارجع الی ربک کہ اے محمد! اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں اور اپنی امت کی طرف سے اپنے رب سے معافی مانگیں آپ کی امت پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔

اکثر مسلمان پانچ نمازیں بھی صحیح قائم نہیں کرتے

یعنی آپ اندازہ کریں اکثر لوگ پانچ نمازیں بھی صحیح معنوں میں ادا نہیں کرتے کیونکہ اللہ نے پورے قرآن میں کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھا کرو ہمارے قرآن کا آپ مطالعہ کریں کسی جگہ نہیں لکھا ہوا کہ نماز پڑھو ہر جگہ یہ لفظ ملے اقِمِ الصَّلٰوۃَ الَّذِیْنَ یُقِیمُوْنَ الصَّلٰوۃَ أَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ. یَأَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ. قُمِ الَّیْلَ إِلَّا قَلِیلا۔

نماز قائم کرنے کا معنی

ہر جگہ لفظ ملے گا قیام کا کہ نماز قائم کرو قائم کرنے کا معنی یہ نہیں ہوتا ہے کہ پڑھ لو اللہ پاک نے یہ نہیں فرمایا صَلُّوا کہ نماز پڑھا کرو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں جہاں بھی حکم دیا یہی حکم دیا کہ نماز قائم کرو، نماز قائم کرنے والے تو قائم کرنے کا معنی یہ ہوتا ہے کہ نماز پڑھو اس کے تمام شروط وارکان اور آداب کے ساتھ اپنے وقت پر ادا کرنا یہ ہے قائم کرنا۔

یعنی اگر ایک آدمی عصر کی نماز کے لئے بیٹھا ہے جب سورج پیلا ہونے لگا تو جلدی جلدی اللہ اکبر کرلیا تو اس نے پڑھی ہے لیکن نماز قائم نہیں کی، اسی طریقے سے آپ بیٹھے رہیں اذان ہوگئی ہے ظہر کی آپ دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہیں یا ویسے وضو کر رہا ہے اور اس کو لمبا کر رہا ہے جب تکبیر ہوگئی اور پہلی رکعت کھڑی ہوگئی اور پھر آ کر کہا اللہ اکبر۔

ایک مثال

یہاں تھوڑی سی ایک سوچ کی ضرورت ہوتی ہے آدمی کو سوچنا چاہیئے۔ مثال کے طور پر آپ اپنی ڈیوٹی کے لئے اپنے گھر سے نکلنے کو جتنی اہمیت دیتے ہیں ذرا توازن کریں اپنے دماغوں میں اپنے دلوں میں کہ آدمی گھر میں ہے اس کی بیوی ہے اس کے بچے ہیں جو اس کی محبوب ترین چیز ہیں اولاد سے زیادہ انسان کے لئے اور کیا ہوتا ہے لیکن اگر وہ بچہ بھی دوڑ کے آتا ہے ناں اپنے باپ کے پاس اور وہ چاہتا ہے کہ مجھے باپ اٹھائے۔ باپ کہتا ہے نہیں نہیں مجھے ڈیوٹی پر جانا ہے بیٹا کیوں تنگ کر رہے ہو بیگم کو کہتا ہے اس کو پکڑو میرے کپڑے خراب ہو جائیں گے یہ دیکھو مجھے تنگ کر رہا ہے اگر میں اس کو اٹھاؤں گا تو میری ساری تیاری خراب ہو جائے گی میں نے ڈیوٹی پر جانا ہے۔

اب بیوی کہہ رہی ہے کہ آپ دو منٹ کے لئے ٹھہر جائیں میں نے آج بہت اچھی چیز پکائی ہے وہ کہتا ہے کمال کر رہی ہو میں نے ڈیوٹی پر جانا ہے جس قدر اہمیت تم ڈیوٹی کو دے رہے ہو کبھی غیرت آئی ہے کہ خدا کی نماز کو اتنی اہمیت دی ہوا گر تم نے اتنی نہیں دی ہے تو پھر بندوں کا خوف اور پیسوں کا لالے تمہیں اللہ کے فرائض سے زیادہ محبوب ہے۔

سیدھی بات ہے آج ہم مسلمان کیوں ناکام ہیں اور پورے عالم میں ہم کیوں ذلیل ہیں کہ ہمارا رویہ منافقانہ ہو گیا ہے اس میں ہم مولوی بھی ہیں، اس میں پیر بھی ہیں، اس میں طالب علم بھی ہیں اس میں دین کی جماعتیں بھی ہیں اور اس کے بعد دنیا دار بھی ہیں، ملزم بھی ہیں ہر آدمی کا کردار جو ہے وہ منافقانہ ہو رہا ہے کہ نام اسلام کا لیتے ہیں لیکن اسلام کی اہمیت ہمارے دل میں نہیں ہے۔

ہم کہتے ہیں جی ہم نماز پڑھتے ہیں لیکن اہمیت کوئی نہیں آگئے پہلی رکعت مل گئی ٹھیک ہے۔ دوسری مل گئی یا آخری مل گئی یا دوسری جماعت مل گئی اس میں بھی مل جائیں گے کوئی ایسی بات نہیں ہے اور پھر اگر کوئی سمجھائے تو پھر ساری قرآن وحدیث کی آیتیں جمع کر لیتے ہیں کہ بھائی اسلام نے بڑی آسانی دی ہے مولوی صاحب آپ کیوں سختی کرتے ہو یعنی دین میں آسانی ڈھونڈھتے ہیں ڈیوٹی میں سختی ڈھونڈتے ہیں آپ خود اندازہ کریں کہ ہمارا بندوں کے ساتھ اور اللہ کے ساتھ کیا معاملہ ہے کہ کیا ہم منافق تو نہیں کیا ہم نے کبھی اتنا احساس کیا ہے۔

اللہ کے دین کے فرائض کا ہم نے کتنا خیال کیا اپنے ایک معاشی مسئلے کے لئے چند پیسے حاصل کرنے کیلئے کہ ہم نے وطن چھوڑ دیا، گھر چھوڑ دیا، اپنا علاقہ چھوڑ دیا، اپنے رشتہ دار عزیز اقارب چھوڑ دیئے اچھا کبھی کبھی ایسے ملازمین کہ جن کے والدین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازے میں بھی نہیں جا سکتے ملازم ہیں ڈیوٹی ہے کیا کریں چھٹی نہیں مل رہی تو اتنی ساری قربانیاں صرف ایک معاش کے لئے دے رہے ہیں پیسے مل جائیں گے سیٹلس بن جائے گا۔

یہاں سے کما کر جائیں گے وہاں اپنا پرائیویٹ ہاسپٹل بنالیں گے بہت سارے لوگوں سے مفاد حاصل کرنے کے لئے ہمارا ذریعہ بن جائے گا اپنا ہسپتال ہوگا کیا ہم نے اللہ کے کعبہ کو اتنی اہمیت دی ہے ہم جاتے ہیں یہ مسئلہ ضرور پوچھ لیتے ہیں کہ جی ہم تو سکے میں رہنے والے ہیں، ڈیوٹی کرنے کے لئے گئے تھے۔ اس لئے ہمارے اوپر کوئی عمرہ ضروری تو نہیں ہے آپ کے لئے عمرہ تو ضروری نہیں ہے نوکری کے لئے واپس آنا بہت ضروری ہے آخر یہ کیا وجہ اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں اللہ کے قرآن کو پڑھتے ہوئے غور کریں اس لئے قرآن نہیں آیا تھا کہ قصے کہانی کی کتاب ہے یا ہم برکت کے لئے پڑھ لیں یا کوئی مر جائے گا تو اس کی قبر پر جا کر

پڑھ لیں تو ثواب ہوگا عذاب قبر رفع ہو جائے گا کیوں ہو جائے گا۔

ساری زندگی اس نے قرآن پڑھا نہیں اب مر گیا ہے۔ تو ہمارے پڑھنے سے اس کا عذاب اٹھ جائے گا یہ اور دھوکہ ہے کہ آدمی کو اطمینان دلایا جائے کہ آپ جو مرضی آئے کرو فکر نہ کرو جب مرو گے میں تمہارے لئے ختم وغیرہ کرالوں گا یہ کتنا بڑا دھوکہ ہے۔

پچاس نمازیں پانچ ہوگئیں

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ کے دین کو سمجھیں کہ کتنا بڑا احسان ہے موسیٰ علیہ السلام کا کہ اگر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بات سن کر ان کی بات مان کر اللہ سے درخواست نہ کرتے تو کون پچاس نمازیں ادا کرتا جب کہ ہم پانچ نمازیں پڑھنے کے لئے تیار نہیں۔

اچھا پھر یہ ہے کہ جن کو نماز نصیب ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے کوئی بہت بڑا احسان کیا ہے اللہ تعالیٰ پر کہ دیکھو جی آج میں نے پوری پانچ نمازیں پڑھی ہیں چار بھی نہیں پڑھیں بڑی مہربانی جناب آپ کا اللہ پر کتنا احسان ہے کہ اگر آپ نماز نہ پڑھتے تو اللہ کی کبریائی اور عظمت میں کتنا خلل آجاتا (نعوذ باللہ)۔

ہندو جو نہیں پڑھتے تو اللہ کی شان و عظمت میں کوئی کمی آگئی کہ اگر ہم بھی چند آدمی نہیں پڑھیں گے تو کیا ہو جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کی پہچان

اس لئے ہمیشہ سوچیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی یہ عظمت ہے اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں صلوۃ و سلام فرمائے کہ انہوں نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان فرمایا اور اس طرح یہ عظمت بھی موسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آج بھی مجھے اسی جگہ لے

جاؤ تو میں اپنے بھائی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک پہچان لوں گا۔

صحابہؓ نے پوچھا سرکار کیسے؟ فرمایا جب لیلۃ المعراج میں مجھے جبرائیلؑ لے کر جارہے تھے تو ایک سرخ ریت کا ٹیلہ تھا اس کے قریب موسیٰ علیہ السلام کی قبر تھی اور مجھے اللہ نے دکھایا، کشف کر دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں تو یہ عظمت بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو حاصل ہے۔

اللہ نے آپ کے بھائی ہارون کو بھی نبی بنایا

اور اسی طرح یہ عظمت بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ملی ہے کہ آپ کے بھائی کو بھی نبوت ملی یعنی اللہ نے آپ کو بھی نبی اور رسول بنایا اور آپ کے بھائی سیدنا ہارون علیہ السلام جو ہیں ان کو بھی اللہ نے نبوت عطا فرمائی۔

حضرت موسیٰؑ نبی بھی تھے اور صاحب حکومت و اقتدار بھی

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو منظور کرتے ہوئے تو یہ عظمت شان جو ہے یہ بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ئی اور اس طرح یہ بھی یاد رکھیں کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام صرف نبی اور رسول نہیں تھے بلکہ اللہ نے آپ کو رسول بنایا اور آپ کو حکم یعنی طاقت اور اقتدار دیا یہ عظمت جو ہے یہ بھی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دی۔

قرآن میں آپ کا ۱۳۸ مرتبہ ذکر

اور اسی طرح آپ دیکھیں اگر پورے قرآن میں آپ کو کبھی غور کرنے کا موقع مل جائے فرصت مل جائے تو دیکھیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی کتاب میں قرآن میں، جو ایک عظیم ترین جامع ترین دستور و منشور ہے قیامت تک اس میں اللہ نے ایک سو ارت میں ایک سو اڑتیس مرتبہ

موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔

آپؑ کا ذکر کن سورتوں میں ہے

اور اسی طرح آپ دیکھیں سورۃ المائدہ، سورۃ الانعام، سورۃ الاعراف سورۃ الانبیاء، سورۃ ہود، سورہ یونس، سورۃ کہف، سورۃ طہ، سورۃ القصص۔ کونسی سورت ہے جس میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہ ہو اللہ نے آپ کو اتنی بڑی شان دی۔

قرآن میں آپ کے زیادہ ذکر کی وجوہات

تیسری بات میرے عزیزان محترم یہ دماغ میں رکھ لیں کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کا اتنی دفعہ قرآن پاک میں اور اتنی تفصیل سے ایک ایک واقعہ ذکر فرمایا ہے اس کی وجوہات کیا ہیں۔ سب سے پہلی وجہ تو علماء نے یہ لکھی ہے ان کی زندگی اور ان کے احوال بعینہ۔ اسی طرح ہیں جیسے سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ جیسے فرعون وقت کا مقابلہ موسیٰ علیہ السلام کو کرنا پڑا۔

حضور ﷺ اور حضرت موسیٰؑ کے فرعونوں کا فرق

اسی طرح اپنے زمانے کے فرعون کا مقابلہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا پڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا فرعونی اَشَدُّ مِنْ فرعون موسیٰ کہ میرے بھائی موسیٰؑ نے بھی فرعون سے مقابلہ کیا تھا لیکن میرا فرعون موسیٰؑ کے فرعون سے بھی آگے۔ آپ نے فرمایا کہ فرعونی اشدُّ مِنْ فرعون موسیٰ اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا ہے آدمی ترقی کرتا ہے ناں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون پرانے دور کا تھا اس کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرعون تو بہت بعد میں آیا اور ہمارے جو آج کل کے فرعون ہیں یہ ویسے ہی کمپیوٹرائزڈ ہیں

ہمارے فراعنہ جو ہیں ہمارے فرعون جو اس دھرتی پر رہتے ہیں یہ تو کمپیوٹر کے زمانے کے لوگ ہیں یہ تو پتہ نہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو حیران ہو جاتے۔

صحابہؓ کے دور اور ہمارے دور میں فرق

اسی لئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے یہ بات لکھی ہے اپنی کتابوں میں اللہ تو قادر ہیں کہ اگر آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو کھڑا کر دیں زندہ کر دیں اور وہ ہمیں دیکھیں تو وہ حیران ہو کر کہیں کہ بھائی یہ جو کچھ نہیں سب کچھ ہیں لیکن مسلمان نہیں ہیں اور ان صحابہؓ کو دیکھ کر ہم کہیں گے بھائی یہ انسان معلوم نہیں ہوتے یہ کسی اور دنیا کسی اور سیارے کی مخلوق معلوم ہوتے ہیں۔

یعنی ان میں اور ہم میں اتنا تفاوت ہوگا جتنا آسمان اور زمین کا فرق ہے آسمان اور زمین کیونکہ وہ ہمیں دیکھ کر حیران ہوں گے نہ شکل میں، نہ صورت میں، نہ سیرت میں، نہ کردار میں یہ تو کسی طرح بھی اسلام سے نہیں ملتے یہ کیسے مسلمان ہوئے کیونکہ صحابہؓ میں تو یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی غیر اسلامی لباس پہنے ان میں تو تصور بھی نہیں تھا وہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کوئی ایک صحابیؓ کلین شیو ہو وہ تو کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کسی صحابیؓ کے ہاتھ میں سگریٹ ہوگی، یا کسی صحابیؓ کے گلے میں ٹائی ہوگی یا کسی نے پینٹ پہنی ہوئی ہوگی۔

دنیا طالبان کی مخالف کیوں؟

آج پوری دنیا چیختی ہے ناں آ کر دیکھو جی مولوی آ گئے ہیں طالبان پیمانے لے کر کھڑے رہتے ہیں لوگوں کی داڑھیاں ناپتے ہیں اگر چھوٹی ہو تو ان کو جیل ہے۔

اور اگر اسلام کے مقابلہ میں آنے والے قیامت تک مخالفین اور جابرین فرعونوں کے مجموعہ کو ایک فرعون کا درجہ دیا جائے تو حضور ﷺ کے اس فرعون کی سرکشی اور خباثت اور بھی زیادہ بڑھ اور جاتی ہے۔

میں بند کر دیتے ہیں کہ جب تک داڑھی بڑی نہ ہو جائے۔ اصل تکلیف اسلام سے ہو رہی ہے ورنہ وہ بیچارے کسی کی داڑھی نہیں ناپتے۔

وہ بڑے بڑے لوگ جو دہریے خیال کے تھے جسے ڈاکٹر جاوید اقبال جیسے لوگ علامہ اقبال کا بیٹا جو بہت بڑی شخصیت ہے اور سپریم کورٹ کے جسٹس تک بھی اس نے عہدے حاصل کئے ہیں وہ بالکل اپنے باپ کے بھی نظریات کا مخالف ہے وہ دین کے قریب ہی نہیں آتا تھا۔

ایک دفعہ طالبان کا علاقہ دیکھ کر آیا اس نے کہا مجھے اسلام اب سمجھ آیا ہے چودہ سو سال بعد کوئی دنیا میں ایسا خطہ اور ایسے لوگ بھی ہیں جو بعینہ وہی اسلام نافذ کریں جو صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ نے کیا تھا اور انہوں نے عملاً کر کے دکھایا ہے۔

طالبان کی مثالی اسلامی حکومت

یعنی آپ حیران ہوں گے کہ میرے اپنے ساتھیوں نے بتلایا کہ ہم نے تجربہ کے طور پر ایک مسجد میں نماز پڑھی اپنی گھڑی میں نے وہاں چھوڑ دی۔

میں نے سنا تھا کہ وہاں امن ہے کہتا ہے چوبیس گھنٹے کے بعد میں آیا تو میری گھڑی وہیں رکھی تھی میں نے اٹھانے کا ارادہ کیا تو فوراً ایک نوجوان بچہ سا آیا اس نے کہا مت اٹھاؤ میں نے کہا میری ہے اس نے کہا کیا دلیل ہے کہ تمہاری ہے رپورٹ کرو اور ثابت کرو کہ تمہاری ہے ہم تو کل سے پہرہ دے رہے ہیں۔

پاکستانی پولیس آفیسر اور طالبان کا عدل و انصاف

یعنی آپ حیران ہوں گے انسان دور کی باتیں سنتا ہے ناں یہ ابھی اسلام آباد کا واقعہ

ہے ایک بہت بڑے اچھے آدمی ہیں حاجی صاحب بہت کاروباری آدمی ہیں ان کی گاڑی اور گاڑی بھی پجارو اور اس کی وہاں ایک حیثیت ہے وہاں جو چالیس پینتالیس لاکھ روپے کی گاڑی ہے تو وہ گاڑی چوری ہوگئی۔

اس بیچارے نے ہر ممکن کوشش کی اور جا کر مقامی پولیس کو بڑی مشکل کے بعد بتلایا کہ میری گاڑی چوری ہوگئی ہے اور فلاں آدمی نے چوری کی ہے ٹھیک ہے جی اس آدمی کو پکڑ لیا، حاجی صاحب خوش ہو گئے کہ اصل آدمی پکڑا گیا ہے۔ دوسرے دن حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میں گیا تو وہی آدمی تھانے میں ایس ایچ او کے ساتھ کرسی پر بیٹھا ہے اور یہیں لگا رہا ہے کافی پی رہے ہیں میں بڑا حیران ہوا اس نے کہا حاجی صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کہ آپ کی گاڑی اس نے چرائی ہے یہ تو بہت معزز اور شریف آدمی ہیں آپ کو کسی نے دھوکہ دیا ہے کیونکہ ان کا آپس میں ملک مکا ہوگیا تھا۔ اور وہ چھوٹ گیا۔

وہ کہتے ہیں دوسرے دن میں آئی جی اسلام آباد کے پاس گیا میں نے کہا میری چوری ہوگئی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ فلاں آدمی نے میری گاڑی چوری کی ہے اس نے کہا حاجی صاحب پریشان نہ ہوں آپ اس پورے علاقے میں جو دیانتدار ایمان دار پولیس آفیسر سمجھتے ہوں ان کا نام دے دیں میں اس کو حکم لکھ دیتا ہوں وہ تفتیش کر کے آپ کی گاڑی برآمد کرے گا اس سے بڑی میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

تو حاجی صاحب کہتے ہیں کہ تین دن میں لوگوں سے پوچھتا رہا مجھے ایک ایماندار افسر نہیں ملا آخر چوتھے دن میں نے سوچا ایماندار افسر تو نہیں ملتا کوئی تعلق دار افسر ڈھونڈ لوں چور معلوم ہے میں آپ کی گاڑی برآمد کرا دوں گا یہ کوئی بات ہے میں نے اس کے نام تفتیش

کرائی اس نے چور کو پکڑا دو دن بعد اس نے چور کو چھوڑ دیا پتہ چلا کہ اس نے ایک لاکھ روپے لے کر چور کو چھوڑ دیا ہے اور مجھے بلا کر کہا حاجی صاحب آپ کا کسی نے دماغ خراب کر دیا یہ بڑا شریف آدمی ہے اس نے آپ کی گاڑی نہیں چرائی۔

حاجی صاحب کہتے ہیں کہ میرا اتنا بڑا نقصان تھا میں نے اپنے پرائیویٹ ذرائع سے کوشش شروع کی کہ کسی طریقے سے گاڑی تک پہنچ جاؤں تو پتہ چلا کہ گاڑی یہاں سے پشاور اور پشاور سے طورخم کے راستے افغانستان نکل گئی وہ کہتے ہیں کہ میں وہاں پہنچا وہاں پہنچ کر میں نے ان کو ایک سفید کاغذ پر درخواست دی کہ میری گاڑی کا نمبر یہ ہے یہ رنگ ہے، ایسے ہے، ایسے ہے، چوری ہوگئی ہے۔فلاں بندہ پشاور سے لے کر فلاں تاریخ کو آپ کے ملک میں داخل ہوا ہے۔میں بہت پریشان ہوں۔

انہوں نے کہا کہ آپ ہمارے مہمان خانے میں ٹھہریں چوبیس گھنٹے ہمیں مہلت دے دیں چوبیس گھنٹے بعد حاجی صاحب کہتے ہیں کہ جب میں گیا تو چور موجود، ڈرائیور موجود، لانے والے سب کھڑے ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی گاڑی ہے انہوں نے کہا کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے ان کے ہاتھ کاٹنے کا آپ معاف کر دیں تو کر دیں ہم نے رتو یہ سزا دینی ہی دینی ہے۔[1]

باقی یہ آپ کی گاڑی ہے لے جاؤ اور پھر ڈرائیور دیا آدمی دیا کہ ان کو کھانا کھلاؤ اور جا کر بارڈر پر چھوڑ آؤ آگے ان کا ملک ہے یہ جانیں اور ان کا کام جانے تو ان کو چوبیس گھنٹے میں یہ ساری چیزیں مل گئیں، وجہ کیا ہے؟ اسلام ہے۔

---

[1] کیونکہ جب اسلامی عدالت میں محرم کا جرم ثابت ہو جائے تو سزا دینا لازمی ہو جاتا ہے پھر اس کو عدالت بھی معاف نہیں کر سکتی۔(امداد اللہ)

آج بھی اسلامی نظام میں وہی تاثیر ہے

اس لئے میرے عزیز باتیں کرنی بڑی آسان ہوتی ہیں الزام بھی بڑے آسان ہوتے ہیں میں نے تو وہ علاقہ دیکھا ہی نہیں میں تو کبھی زندگی میں نہیں گیا لیکن جو علماء وہاں جاتے ہیں جو بڑے بڑے ذمہ دار لوگ وہاں جاتے ہیں وہ آ کر ہمیں سناتے ہیں تو ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ آج بھی قرآن پاک میں اور قرآن پاک کے احکام میں وہی اثر موجود ہے۔

آج کے مسلمان کی حالت

شرط یہ ہے کہ ہم قرآن کو ماننے والے بن جائیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ بھی راضی رہے اور سودی کام بھی چلتا رہے اللہ بھی راضی رہے اور نماز بھی ہم پڑھ رہے ہیں اور کعبہ شریف کا ایک آدھ طواف بھی کر لیں گے اور شام کو گھر بید کرتاش وغیرہ کھیل لیں گے اور کوئی زیادہ شریف آدمی ہو تو لڈو کھیل لے گا بہت زیادہ معزز آدمی ہو تو ٹی وی دیکھ لے گا تاکہ دونوں راضی رہیں یہ نہیں کہ شیطان کے ساتھ بالکل تعلق ختم ہو جائے وہ آنا جانا ہی چھوڑ دے یاری تو لگی رہے ناں صبح کو گناہ کیا اور شام کو توبہ کر لی رند کے رند رہے اور ہاتھ سے مسلمانی بھی نہ گئی تو ہو رہا ہے روز۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْن یہ وہ نفاق ہے جو پورے عالم میں ہمیں ذلیل کر چکا ہے کوسووو میں بوسنیا میں دیکھ لیں شیشان میں دیکھ لیں، کشمیر میں دیکھ لیں، عرب میں دیکھ لیں، اراکان میں دیکھ لیں، مشرقی تیمور میں دیکھ لیں، کافروں کا کتا بھی مر جائے تو پوچھا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے بندے بھی مر جائیں تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔

حضرت موسیٰؑ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں مماثلت

آخر ہم اتنے بے وقعت کیوں ہو گئے تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بہت بڑی عظمت ہے

کیونکہ بالکل آپ کا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے کہ جیسے انہیں فرعون کا مقابلہ کرنا پڑا ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل جیسے فرعون سے واسطہ پڑا جیسے انہیں دشمنوں نے ستایا اور قوم نے بھی ستایا موسیٰ علیہ السلام کو دونوں طرف سے تکلیفیں پہنچیں قوم فرعون سے بھی۔ اور اپنی قوم بنو اسرائیل سے بھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دونوں طرف سے تکلیفیں پہنچیں کہ باہر کے احزاب نے بھی ستایا اور اپنی قوم قریش نے بھی ستایا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو جیسے بار بار ہجرت کرنی پڑی۔ اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو بھی کبھی مکے سے حبشہ اور حبشہ سے پھر مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ سے پھر مدینہ منورہ گویا بعینہ وہی واقعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی پیش آیا۔

دوسری مماثلت

اور اسی طرح یاد رکھیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے ایسے معجزات تھے جو بالکل ایسے واضح تھے، جیسے سورج چمک رہا ہوتا ہے لیکن قوم نے نہ مانا سرکار دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ایسے کھلے معجزے کہ جس کو ایک معمولی سی عقل والا بھی سمجھ لے لیکن قوم نے نہ مانا موسیٰ علیہ السلام کے قصے کو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ مبارک سے مشابہت ہے۔

تیسری مماثلت

اور اسی طرح یہ بھی دیکھ لیں کہ سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ہیں آپ بنو اسماعیل علیہ السلام یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور موسیٰ علیہ السلام بھی یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاقؑ اور حضرت اسحاق، حضرت ابراہیمؑ کی اولاد ہیں۔

یعنی اوپر جا کر سلسلہ بھی ایک ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے جد امجد بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ موسیٰ علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کے پوتے کے پوتے ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اس وجہ سے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مبارک کو بڑی تفصیل کے ساتھ قرآن میں متعدد سورتوں میں ذکر فرمایا ہے۔

قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ

ایک بات یہ بھی یاد رکھیں علماء کرام نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مبارک کو اللہ نے اتنی تفصیل کے ساتھ کیوں بیان فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے آقا رحمت اللعالمین رحمت دو جہاں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب بعثت ہوئی، جب آپ کو نبوت ملی، آپ کا اعلان ہوا تو سب سے پہلے آپ کا ٹکراؤ مشرکوں سے ہوا، مکہ کے کافروں سے، قریش سے اور جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لے گئے تو مقابلہ یہود سے ہوا کہ وہاں یہود بڑی طاقت تھے بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قینقاع تو یہ سب یہودی اپنی نسبت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی طرف کرتے تھے کہ جی ہم تو صاحب تورات ہیں، ہم تو اہل کتاب ہیں ہم تو موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے ہیں۔

یہودیوں کی مذہبی پختگی

یہودیوں سے کوئی پوچھے وہ کہیں گے جی ہم تو بالکل اہل کتاب ہیں اور ہم اپنی کتاب پر اتنے پکے ہیں۔ میں اللہ کے گھر میں بیٹھا ہوں مجھے افسوس سے دکھ سے بات کہنی پڑتی ہے کہ یہودی اپنی اس کتاب کے بعض اصولوں پر اتنا پکا ہے آپ یہ تصور نہیں کر سکتے کوئی یہودی کوئی

بکری یا بھیڑ یا دنبہ یا مرغی ایسی آج بھی کوئی چیز اپنے کھانے میں استعمال کرے گا جس کے ذبح کا اس کو یقین نہ ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یعنی آپ اندازہ کریں بڑے بڑے ذمہ دار لوگ جی ایم قسم کے لوگ ہوتے ہیں یا ڈائریکٹر ہوتے ہیں وہ ہمیں سفر میں مشورہ دیتے ہیں کہ آپ اطمینان سے کھائیں اہل کتاب کا ذبیحہ ہے پورے یورپ میں آپ جائیں پورے امریکہ میں جہاں مرضی آئے آپ جائیں اگر اس ملک میں یہودی رہتا ہے تو بڑی بڑی سپر مارکیٹوں میں اس کے کھانے کا سیکشن بالکل الگ ہے۔

وہاں ذبیحہ ہوگا اس میں خنزیر کی چربی نہیں ہوگی ان کے بسکٹ الگ ہوں گے، ڈبل روٹی الگ ہوگی ان کے جناب جتنے استعمال کرنے کی چیزیں ہیں مثلاً کریم بالوں کی، چہرے کی یعنی جن میں شبہ ہو سکتا ہے کہ اس میں ہو سکتا ہے کہ خنزیر کی چربی ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ وہ کھائیں وہ استعمال کریں اور ہمارے تو ماشاء اللہ پڑھے لکھے لوگ گھروں میں قیمتی سے قیمتی میک اپ کا سامان لے آتے ہیں۔ بڑی مشہور کمپنیوں کا جس میں سو فیصد خنزیر کی چربی ہوتی ہے نوے فیصد بھی نہیں سو فیصد۔

مسلمانوں کی کوتاہیاں

اسی لئے آپ نے دیکھا ہوگا ان کا جو کلر ہے باقی رہتا ہے جلدی زائل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں لازماً الکوحل ہوتا ہے الکوحل کا جب تک ٹچ نہ ہو رنگ رہ نہیں سکتا۔

اسی لئے آپ جتنے بیورج بناتے ہیں مسلمان آپ دیکھیں کہ سارے بچوں کا رنگ بھی لال پیلا ہو جائے گا لیکن..... کا ان کا رنگ نہیں چڑھتا وجہ کیا ہے اس میں پیپسین ہوتا ہے اس میں الکوحل ہوتا ہے لیکن ہم نے تو کبھی خیال نہیں کیا اس لئے کہ اپنا گوشت لیں تو پچیس ریال کلو چا

ہے مردہ جانور کا ہو چاہے کسی بلا کا ہو لیکن ملتا تو آٹھ ریال کا ہے ناں ہمیں کیا ہمیں جو سستا ملے گے ہم نے تو ہوٹل کھولنے ہیں دس ریال کی پلیٹ دینی ہے۔

پچیس ریال کلو والا گوشت لے کر اگر دس ریال کی پلیٹ دیں تو ہم تو ختم ہو گئے۔اس لئے ہم آٹھ ریال والا کیوں نہ لیں اچھا مسلمان بھی سمجھتے ہیں لیکن بوٹیاں اس میں بہت ہیں، اچھا ہے حلال ہے حرام ہے بسم اللہ تو پڑھ رہے ہیں۔

مکہ میں شیطانی کارستانیاں

یار خدا کے گھر میں حلال ہی آیا ہو گا جی بھائی مکہ، مدینہ میں حرام کہاں سے آسکتا ہے جی بھائی ابو جہل تمہارے ملک میں رہتا تھا ہر جگہ شیطان کی ذریت کام کرتی ہے یہاں خود بڑا ابلیس کام کرتا ہے یہ مرکز ہے یہ اسلام کا دارالخلافہ ہے یہاں ہمیں گمراہ کرنے کے لئے خبیث خود کام کرتا ہے باہر تو اس کو پتہ ہے چھوٹا سا بھی شیطانوں کا جنوں کا لشکر بھیج دیں گے ان کو تو آگے لگانے میں وہی کافی ہے۔ان کا کیا یہ تو ایسی قوم ہیں سبحان اللہ ان سے گیارہویں منواؤ تو تیار ہیں ان کو حضرت حسینؓ کی شہادت سناؤ رونے کے لئے تیار ہیں، یزید کی بہادری اور صفائی کے لئے تقریر کر دو تو یہ نعرے لگانے کے لئے تیار ہیں کہ واقعی یزید بے گناہ تھا اس قوم کا کیا ہے لیکن یہاں والے بڑے سخت لوگ ہیں ماننے پہ آئے تو صدیق بن گئے اور انکار کیا تو ابو جہل بن گئے۔

یہ ڈھیل وغیرہ نہیں ہے درمیان میں کبھی ادھر کبھی ادھر یہ نہیں اس لئے یہاں رہ بد بخت خود کام کرتا ہے میں یہ ایسے نہیں کہہ رہا قرآن وحدیث کی روشنی میں کہہ رہا ہوں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشورہ ہوا۔

قرآن میں ہے" وَ إِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا تو شیطان ایک نجدی کی شکل میں

بزرگ بن کر آ گیا سردار بن کر شریک ہو گیا جب بدر کا موموقع آیا تو وہ ابو جہل کے ساتھ خود آیا کسی اور کو نہیں بھیجا اس لئے یہاں تو ہمارے بھٹکنے کا زیادہ خدشہ ہے یہاں تو راستے میں چھوٹا سا کانٹا بھی آ گیا تو پتہ نہیں ہم کہاں جائیں گے یہ تو اللہ کا حرم ہے بلد امین ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے زیادہ ذکر کی وجہ

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو اس لئے بھی کھول کر بیان کیا گیا کہ یہود موجود ہیں اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کر رہے ہیں۔ ان کے پاس تورات ہے اور وہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ آپ تو اس قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں جو ان پڑھ ہے اور ہم تو اہل کتاب ہیں اس لئے انہوں نے انکار کیا۔

اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ اسلام کے قصے کو اتنا کھول کر بیان کیا کہ حقیقتاً یہود بالکل لاجواب ہو گئے لیکن ضد کا تو کوئی علاج نہیں۔

یہودی کی ضد اور ایک مثال

جیسے مثال مشہور ہے ایک آدمی نے کہا میں لاہور گیا تھا۔ پورے لاہور کو جھوٹا کر کے آ گیا انہوں نے کہا کمال ہے سارے لاہور والے جھوٹے ہو گئے اس نے کہا جب میں کسی کو مانتا ہی نہیں تھا۔ اس لئے وہ سارے جھوٹے ہو گئے جو وہ کہتے تھے میں نے کہا میں نہیں مانتا تو لہذا لاہور والے سارے جھوٹے ہو گئے۔ اکیلا میں ہی سچا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت وعظمت

ورنہ حقیقت یہ تھی کہ ایک نبی امی سرزمین مکہ میں پیدا ہونے والے ینشافی قومِ جُھّال یعنی سرکار دو جہاں جب پیدا ہوئے تو باپ فوت ہو گیا سات سال کے ہوئے ہاں فوت

ہوگئی ایسی قوم میں پیدا ہوئے جو قوم جاہل ہے آتی ہے جس نے ایک لفظ نہیں پڑھا ہوا لیکن اس کے باوجود ذات جو ہے قدوۃ للعالمین ہے سارے جہاں کے لئے اور جن وانس کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قدوہ بنادے، نمونہ بنادے اس سے بڑی شان کیا ہوسکتی ہے اور جب حضور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیٹھ کر یہ خبر دیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ قصہ ہوا فرعون کے ساتھ یہ ہوا۔ ہارون علیہ السلام کا یہ واقعہ ہے آپ کے باپ دادا بنو اسرائیل نے یہ کیا اگر عقل ایک منٹ کے لئے بھی ہو تو کیا ان کو سمجھنے میں دیر لگ سکتی تھی کہ اللہ کا نبی محمد عربی ﷺ سچا ہے۔ ورنہ ان کو کیسے پتہ چل گیا ہمارے باپ دادا کی ان کو کہاں سے خبر مل گئی۔ اس لئے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مبارک بڑا کھول کر قرآن پاک میں بیان فرمایا ہے۔۔

حضرت موسیٰؑ کا تفصیلی واقعہ

اور اسی طرح یاد رکھیں علماء کرام فرماتے ہیں کہ اس سورۃ القصص کی ابتدائی چند آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مبارک کا خلاصہ بیان کیا ہے یعنی جیسے پورا واقعہ مبارک ہے اس کا پورا خلاصہ ابتدائی آیات میں ہوگیا اور پھر تفصیل جو ہے اللہ نے بعد میں ذکر فرمائی۔

عظمت خطاب

اس لئے سب سے پہلے اللہ فرماتے ہیں:

طٰسٓمٓ تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ. نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَا مُوْسٰی وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ".

اللہ نے ارشاد فرمایا طٰسٓمٓ یہ حروف مقطعات ہیں ان کے معنیٰ، ان کے اسرار اللہ کے

سوا کوئی نہیں جانتا اللہ اعلم بمرادہ. فرمایا میرے محبوب تلک ایت الکتب المبین مراد اللہ کا قرآن اور اس کے بعد کتنی شان ہے۔

فرماتے ہیں نَتْلُوْا یہ حرف نون نون عظمت کہلاتا ہے خدا خود فرماتے ہیں کہ میں پڑھتا ہوں، ہم پڑھتے ہیں آپ پر یہ عظمت شان پر دلالت کرتا ہے اور جب پڑھنے والا اتنا عظیم ہے جو پڑھا جائے گا وہ کتنی عظیم چیز ہو گی جب بات کرنے والا اور یہ تو بڑا ہو تو بات بھی بڑی ہو گی بادشاہوں کی بات بھی بادشاہ کے مقام کی ہو گی شہنشاہوں کے شہنشاہ مالک ارض وسماء کی بات ہے اس لئے جہاں جہاں نون آئے گا۔ یاد رکھیں جیسے اللہ نے فرمایا: "سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى". وہاں بھی تون ہے اور جیسے فرمایا "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ"۔

نبا اور انباء کا فرق

یہاں بھی اللہ فرماتے ہیں نَتْلُوا عَلَيْكَ ہم پڑھتے ہیں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ۔کیا مِنْ نَّبَا مُوسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ "مِنْ نَّبَا مُوسٰى یاد رکھو نبا معنیٰ خبر انباء معنیٰ اخبار لیکن فرق ہے دونوں میں نبا اس خبر کو کہتے جو بڑی اہم خبر ہو بڑی عظیم خبر ہو یعنی لفظ خبر تو مطلق خبر کے معنیٰ ہیں لیکن نبا کا معنیٰ ہوتا ہے بڑی ہم خبر جیسے اللہ پاک نے فرمایا:

عَمَّ يَتَسَاءَلُوْنَ. عَنِ النَّبَا الْعَظِيْمِ" وہ نبا عظیم کیا ہے قیامت ہے جیسے فرمایا قُلْ هُوَ نَبَا عظیم اور کہیں فرمایا ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ کا معنیٰ بڑی عظمت والی خبر اور تلاوت کا معنیٰ پڑھنا اللہ نے فرمایا ہم آپ پر تلاوت کرتے ہیں ہم آپ پر پڑھتے ہیں ہم آپ کو خبر دیتے ہیں" مِن نَّبَا مُوسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَق موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ بالکل سچ ہے اور یہ خبر ہم آپ

کو کیوں دے رہے ہیں لِقَوْمٍ يُؤْمِنُوْن تا کہ ان لوگوں کے لئے جو ایمان والے ہیں جو اللہ رسول کو ماننے والے ہیں ان کے لئے یہ اخبار یہ قصہ مبارک ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

فرعون کا تکبر اور سرکشی

آگے فرمایا: "إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰى فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ۔

اللہ نے فرمایا کہ میرے محبوب "إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰى فِي الْأَرْضِ" فرعون سرکش ہوگیا تھا زمین میں۔

یاد رکھی اللہ کو سرکشی کبھی پسند نہیں، کبھی تکبر نہ کریں، ہر گناہ کے لئے معافی کی گنجائش ہے لیکن جب آدمی تھوڑا سا تکبر کر بیٹھتا ہے پھر اللہ اس کو معاف نہیں کرتے اگر کبھی زبان سے کوئی کلمہ نکل جائے فوراً استغفر اللہ پڑھیں، استغفار کر لیا اللہ سے معافی مانگ لی۔ کیونکہ کبریائی صرف میرے اللہ کو زیبا ہے۔

تکبر حرام ہے

اس لئے فرماتے ہیں " العظمة ردائی والکبریاء ازاری" اللہ فرماتے میں عظمت بھی میرے لئے، کبریائی بھی میرے لئے فمن نازعنی جو ان دو چیزوں میں حصہ دار بننا چاہے جو تکبر کر کے میری صفت میں سے لینا چاہے فرمایا پھر میں قصمة اس کو توڑ کر رکھ دیتا ہوں کیونکہ متکبر شان اسی کی ہے کوئی کیسے تکبر کر سکتا ہے۔

اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے انسان پر تعجب ہے کیف یتجبّر و کیف یتکبر " کیسے وہ تکبر کرتا ہے اور کیسے وہ تجبر کرتا ہے جبار بنا ہے وہ بھول جاتا ہے کہ ماں

کے پیٹ میں میری غذا کیا تھی، میں ایک گندے پانی سے پیدا ہوا ہوں۔

اور میں ماں کے پیٹ میں گندا خون کھا کھا کے زندہ رہا اور اس کے بعد روزانہ اپنی گندگیوں پر بیٹھتا ہے اور اپنے پیٹ میں بھی گندگی لے کر پھرتا ہے فرمایا پتا نہیں کس بات سے تکبر کرتا ہے کہ میں بڑا آدمی ہوں کیا بڑا آدمی ہے کس بات کی بڑائی۔

بڑائی کس چیز میں ہے

بڑائی تو ہے تقوی میں بڑائی تو ہے تواضع میں بڑائی تو ہے اللہ کا صحیح معنوں میں بندہ بنے میں پھر وہ خود بخود تمہیں بڑا بنائے گا پھر وہ خود بخود تمہیں عزت عطا فرمائے گا ورنہ کیسے بڑے بنو گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے تعجب ہوتا ہے۔

انسان کی اعلی غذا اور اعلی لباس کی حقیقت

فرمایا سب سے بہتر غذا انسان کے لئے کیا ہے عسل یعنی شہد اور وہ کیا ہے۔ ایک کیڑے کی گندگی ہے بندے کے لئے سب سے بہترین کپڑا کیا ہے ریشم اور ریشم بھی ایک کیڑے کا فضلہ ہے، گندگی ہے اور فرمایا پیٹ میں بھی گندگی ہے اور چوبیس گھنٹوں میں ایک دفعہ اپنی گندگی پر بیٹھ کر اپنے ہاتھوں سے گندگی صاف کرتا ہے اور پھر بھی کہتا ہے میں اور میں کس بات کی میں۔

خلاصہ حالات فرعون

اس لئے اللہ نے فرمایا فرعون جو تھا عَلَا فِي الْأَرْضِ زمین میں سرکش بنا ہوا تھا وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا اور اس علاقے کے ملک کے رہنے والے جو تھے ان کو اس نے ٹکڑوں میں بانٹا ہوا تھا ان کو تقسیم کیا ہوا تھا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً منهم " ایک جماعت کو اس نے اتنا

کمزور کر دیا اتنا ان کو کچل ڈالا تھا کہ یُذَبِّحُ أَبْنَاءَ هُمْ وَ یَسْتَحْیِ نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ کَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ۔

اللہ پاک نے فرمایا وہ کیا کرتا تھا ان کے بچوں کو ذکور کو لڑکوں کو ذبح کر دیتا تھا ان کی عورتوں کو چھوڑ دیتا تھا لڑکیوں کو چھوڑ دیتا تھا وہ تھا بڑے فساد کرنے والوں میں اللہ نے پہلے تو فرعون کے بارے میں ان آیات مبارکہ میں گویا پورا خلاصہ بیان فرمایا۔

ظالم بادشاہ کا ہاتھ شل ہو گیا

بارے میں اسی طرح دیکھیں کہ فرعون میں یہ کام مقتل والا کیوں شروع ہوا؟ اس کے میں مفسرین کرام نے اور مؤرخین عظام نے دو باتیں لکھی ہیں ایک بات تو یہ ہے کہ آپ نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قصہ مبارک میں پڑھ لیا ہے کہ وقت کے بادشاہ نے آپ کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام کو طلب کر لیا کیونکہ وہ بڑا بد فطرت بادشاہ تھا اور وہ بادشاہ جو تھا اس نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ سیدہ سارہؓ پر بری نظر ڈالی ہاتھ ڈالنے کی کوشش بھی کی بی بی صاحبہ نے دعا مانگی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ جسے آپ فالج کہتے ہیں تو وہ بالکل بند ہو کر کھڑا ہو گیا اس نے بی بی سارہؓ سے استدعا کی کہ آپ مجھے معاف کر دیں میں آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا آپ نے دعا کی، معاف کیا وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے پھر بری نیت کی اس پر پھر وہی حملہ ہوا آخر خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی اس بری نیت میں ناکام ہو گیا نامراد ہو گیا بی بی سارہؓ باعزت طریقے سے حفاظت سے تشریف لے گئیں۔ یہ سارا واقعہ الحمد للہ آپ تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو سارے واقعہ کا علم ہوا۔

فرعون کتنے اور کون کون تھے

کہتے ہیں کہ یہ بھی وہی فرعون تھا فرعون مصر لیکن یاد رکھیں فرعون تو لقب ہے ویسے فراعنہ تو کئی آئے جیسے ریان آیا ولید آیا رامیس آیا سوم آیا پھر اس کے بعد منفتا آیا یہ سب فراعنہ کہلاتے ہیں۔

بعض ملکوں کے بادشاہوں کے لقب

تو اس لئے لفظ یہ ہوتا ہے کہ فرعون فرعون کیونکہ یہ ان کا لقب تھا۔

جیسے حبشہ کے لوگ تھے ان کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔

اسی طرح جیسے فارس کا علاقہ تھا وہ کسری کہلاتے تھے

روم والے اپنے آپ کو قیصر کہلاتے تھے کسریٰ و قیصر یہ سارے پرانے بادشاہوں کے لقب تھے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کی پیشین گوئی

تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے پیشین گوئی کی اور آپ نے فرمایا کہ میری نسل میں میری اولاد میں اللہ ایک ایسا بچہ پیدا فرمائیں گے جو فرعون کی تباہی و بربادی اور اس کے اقتدار کے خاتمے کا ذریعہ بنے گا سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات بطور پیشین گوئی فرمائی اب یہ پیشین گوئی کافی عرصہ گزر گیا کتابوں میں آ گئی اور چلتے چلتے وہ فرعون کے پاس آ گئی تو اس نے جو اس وقت کے اخبار و رہبان تھے کاہن تھے منجمین تھے اصحاب فلکیات تھے ان کو بلایا کہ بھائی اب کیا کریں آخر وہ لوگ سمجھتے تھے چاہے نہ مانتے ہوں دیکھیں سچی بات تو سچی ہوتی ہے آدمی کبھی ضد میں آ کر نہیں مانتا لیکن جب گھر میں جا کر تجزیہ کرتا ہے کہتا ہے یار مولوی کی بات تو ٹھیک تھی چاہیے

اس کو بری بھی لگے لیکن جب گھر بیٹھ کر تجزیہ کرے گا جب بیٹھ کر ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرے گا وقتی طور پر تو اسے لگتا ہے کہ میری توہین ہوگئی۔

لیکن گھر میں جا کر جب سوچتا ہے کہتا ہے بات تو ٹھیک ہے ہم ایک طرف اگر صحابہؓ کی زندگی رکھیں اور ایک طرف اپنی زندگی رکھیں تو ہمارا کتنے فیصد اسلام بنتا ہے کبھی اس پرچے کو بھی ہم حل کرنے کی کوشش کریں۔

بنی اسرائیل کے بچوں کے قتل کا حکم

اچھا اسی طرح جب فرعون کے سامنے پیشین گوئی آئی تو گھبرا گیا اس نے کہا ابراہیم الخلیلؑ کی یہ پیشین گوئی ہے تو اس کو دیکھنا چاہئے اس زمانے میں جو اس کے معاون تھے انہوں نے کہا ایک حل ہم بتاتے ہیں آپ ایسا کریں کہ ان کی نسل کا تعلق تو بنو اسرائیل سے ہے ہم قبطی تو ان کی نسل نہیں ہیں تو ان کی نسل میں آپ ایک فیصلہ کرلیں جو بچہ پیدا ہوا اس کو قتل کروا دیجئے نہ کوئی بچہ پیدا ہونے دیں گے نہ کوئی ہمارا ملک چھینے گا۔ تو بعض علماء نے لکھا کہ اس نے اس لئے یہ حکم جاری فرمایا۔

اسرائیلی بچوں کے قتل کا دوسرا سبب

اور بعض علماء نے ایک دوسرا واقعہ لکھا ہے اور اس کو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی اپنی روایات میں نقل فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ فرعون نے خواب دیکھا کہ خرجَتِ النَّارُ من بیت المقدس کہ ایک آگ ہے جو بیت المقدس سے نکلی ہے اور اس نے آکر مصر میں جتنے قبطیوں کے گھر میں محل ہیں وہ سب کے سب جلا دیئے ہیں۔ بنو اسرائیل کے جتنے گھر ہیں وہ محفوظ ہیں ان کو آگ نہیں جلا رہی جب اس نے یہ خواب دیکھا تو گھبرایا اس نے جمع کیا

سب نے کہا کہ اس کا مطلب یہی ہوسکتا ہے یہ علامت ہے اس بات کی کہ بیت المقدس کی جانب سے یعنی اس طرف سے کوئی آدمی آئے گا جو قبطیوں کی ہلاکت کا سبب بنے گا ان کو جلا ڈالے گا اور بنو اسرائیل بچ جائیں گے۔

اس نے کہا اس کا حل کیا ہے انہوں نے کہا اس کا حل یہ ہے کہ جتنے بنو اسرائیل کے بچے پیدا ہوں ان کو قتل کر دو۔ تو انہوں نے یہ آرڈر جاری کر دیا یہ دو دلائل کا ذکر کیا گیا ہے جس کو قرآن خود کہتا ہے "یُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ بنو اسرائیل کے بچوں کو ذبح کرتے تھے اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔

تیسرا سبب

اور بعض علماء نے فرمایا اس کی وجہ تھی کہ اس نے چونکہ بنو اسرائیل کو بہت زیادہ عذاب میں مبتلا رکھا جتنے حقیر کام ہوتے تھے روڈ بنانا ہے، سڑک بنانی ہے، صفائی کرنی ہے حمامات ہیں، گھر کے کام ہیں وہ سب بنو اسرائیل کریں اور جتنے معزز کام ہیں وہ سارے قبطی کریں اس کی اپنے دشمن ملکوں سے جنگیں ہو رہی تھیں۔

چوتھا سبب

اس وجہ سے بعض علماء نے یہ لکھا کہ ایک سبب یہ بھی ان کے دماغوں میں تھا کہ کبھی بنی اسرائیل اتنی طاقت میں نہ آجائیں میرے دشمنوں سے مل کر میرے لئے کوئی اندرونی مشکلات پیدا کر دیں چلو ایک تو ان پر دہشت مسلط رہے گی۔

پانچواں سبب

اور دوسرا ہم ان کا عدد بڑھنے ہی نہیں دیں گے جب ان کے جوان مارے جائیں

گے تو عورتیں کیا کریں گی۔ تو بعض علماء نے لکھا کہ ان دماغوں میں ایک بات یہ بھی تھی۔

چھٹا سبب

اور اسی طرح بعض علماء نے لکھا اس کے دماغ میں دراصل یہ بات بھی تھی کہ در بھی کہ جس قوم کے جوان ہی مارے جائیں عورتیں ہی رہ جائیں پھر اس قوم کا کیا حال ہوتا ہے شوکت عزت ختم ہو جاتی ہے عظمت ہی ختم ہو جاتی ہے کہ جن کے جوان مار دیئے جائیں صرف عورتیں بچ جائیں۔ اب وہ بیچاری کیا ہیں بے وارث ہیں ان کے سروں پر تو کسی کا سایہ ہے ہی نہیں پھر ان کے ساتھ جو چاہے زیادتی کرتا پھرے اس لئے یہ سارے وسائل یہ سارے حالات پیدا ہو گئے۔

اسرائیلی حاملہ عورتوں کی نگرانی اور بچوں کا قتل

اس لئے فرعون نے آرڈر جاری کر دیا کہ بنو اسرائیل پر نگرانی رکھی جائے۔ اور روایات میں موجود ہے کہ دایہ عورتیں جو تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ جو حاملہ عورتیں ہیں ان پر نظر رکھو جو عورت حاملہ نظر آئے ان کے حمل کے دنوں کو نوٹ کرو عورتیں اور پھر نگرانی کرو کہ اس سے کیا پیدا ہوا ہے اگر لڑکا پیدا ہو تو قتل کر دو لڑکی پیدا ہو تو چھوڑ دو اس کے بعد کچھ روایات یہ آتی ہیں کہ جب بچے متواتر قتل ہو۔ متواتر قتل ہونے لگے کہ اب جب سال میں جتنے بنو اسرائیل کے بچے پیدا ہوں قتل ہو جا قتل ہو جائیں۔

تو بعض لوگوں نے فرعون سے یہ کہا آپ یہ تو کر رہے ہیں ٹھیک ہے آپ ایک بچے سے بچنے کے لئے سارا اہتمام کر رہے ہیں لیکن بنو اسرائیل کی جو عددی قوت ہے وہ ختم ہو رہی ہے پھر ہمارے کام کون کرے گا بھائی ان کے بوڑھے تو بوڑھے ہو گئے وہ تو کام کرنے کے

قابل نہیں اچھا جو جوان ہیں بوڑھے ہونے جارہے ہیں اب جو پیدا ہونے والے ہیں ان کو آپ مار رہے ہیں پھر ہمارے کام کون کرے گا۔

ایک سال کے بچے قتل کرو دوسرے کے چھوڑ دو

تو فرعون نے ایک اور آرڈر جاری کیا کہ جناب ایسا کرو ایک سال چھوٹ دی جائے جو بچہ پیدا ہوا سے کچھ نہ کہو اور ایک سال لڑکا مل کر دیا جائے اور لڑکی چھوڑ دی جائے تو اب ایک نیا حکم جاری ہو گیا اچھا خدا کی شان دیکھیں۔

حضرت ہارونؑ کی پیدائش کا سال

سیدنا ہارون علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جو چھٹی کا سال تھا۔ لہذا ان کو کسی نے کچھ نہیں کہا اور اللہ کی شان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اس سال پیدا ہوئے جس سال قتل کا آرڈر جاری تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کی ہر چیز میں حکمت ہوتی ہے۔ تو اب جناب موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کروڑوں صلوٰۃ وسلام ہوں ان پر ان کا جب اللہ کو منظور تھا اور ان کی والدہ کے بطن مبارک میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے۔ بعض نے کتب سابقہ سے روایات اسرائیلیہ سے لکھا ہے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام آیادخت۔

اور بعض نے کہا ہے آیارخہ دو نام کتابوں میں نقل کئے گئے ہیں۔ لیکن یہ اسرائیلی روایات ہیں قرآن تو نام لیتا نہیں اور نہ ہی حدیث مبارک میں نام ہے۔ اس لئے بہر حال کتب متقدمہ سے یہ روایات ہمیں ملتی ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام یا تو آیادخت تھا اور یا آیارخہ تھا تو اب بی بی صاحبہ کا جب حمل جب ٹھہر گیا اب جوں جوں دن قریب آتے گئے بی بی صاحبہ خوف میں مبتلا ہوتی گئیں کیونکہ ان کو پتہ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوگی تو یہ ظالم لوگ

ان کو قتل کر دیں گے اس لئے بی بی صاحبہ بڑی گھبرا رہی تھیں اور اپنے اس حمل کو چھپانے کے لئے جو امکانی تدابیر تھیں وہ بھی بی بی صاحبہ کر رہی تھیں یعنی زیادہ باہر نہ جانا کسی کے گھر میں نہ جانا بہر حال جو ممکنہ تدابیر ہو سکتی تھیں وہ بی بی صاحبہ اختیار کر رہی تھیں لیکن ہر وقت خوف لاحق رہتا۔

اس کے ضمن میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا" أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ کہ ہم نے پھر موسیٰ علیہ السلام کی اماں کی طرف وحی فرمائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ہدایات عظیمہ عطا فرمائیں۔

ویسے اکبر الہ آبادی نے بڑی اچھی بات کہی ہے جبکہ فرعون نے ستر ہزار بنو اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیا وہ کہتا ہے کہ

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

وہ کہتا ہے کہ ایک آدھا کالج بنا دیتا، کالج سے کہاں نبی پیدا ہوتے ہیں آج تک کالج سے کوئی نبی پیدا ہوا ہے یونیورسٹی سے اس کو تو یہی ڈر تھا کہ کوئی ایسا آدمی پیدا نہ ہو جائے جو دین پر رہ کے ہمیں خراب کرے تو اس کو کیا ضرورت تھی گولیاں مارنے کی اس سے بہتر یہی تھا کہ بچوں کو سرکاری تعلیم دلا دیتا پھر بالکل کام ٹھیک ٹھاک ہو جاتا کہ

کیسے بو آئے اولاد سے ماں باپ کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی

تو اس کے بعد تصور ہی نہیں پیدا ہو سکتا اور جب سب سے قیمتی دودھ (آپ ڈاکٹر لوگ ہیں ذرا پڑھ لیا کریں انہوں نے کیا کیا ڈالا ہوتا ہے آپ تحقیق کر لیں) جو سب سے مہنگا ہو اسی کو

چیک کریں جو سب سے سنتا ہو ہوسکتا ہے کہ وہ ان بلاؤں سے خالی ہوگا لیکن جو زیادہ سے زیادہ قیمتی ہوگا ناں جی۔اس میں زیادہ بلائیں ہوں گی۔

شریف کا لطیفہ

ہمارے ایک مولوی صاحب ہیں اب بھی زندہ ہیں ماشاء اللہ وہ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب جب کوئی آگے لفظ شریف کا لگے تو ڈرا کریں میں نے کہا کیوں انہوں نے کہا ایک قبر شریف، گیارہویں شریف، عرس شریف، چہلم شریف، خیرات شریف، صدقہ شریف۔

انہوں نے کہا جہاں جہاں آگے لفظ لگ جائے ناں سمجھو کہ کوئی چیز آرہی ہے ورنہ یہ اور تو کسی کو نہیں کہتے شریف یہ سارا شریف ان کے لئے لگایا ہے جو سنت کے خلاف ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت سے اس سال میں پیدا ہوئے جس سال میں فرعون نے بچوں کے لئے قتل کا قاعدہ مقرر کیا تھا۔ایک سال کے لئے معاف کر دیا جائے اور ایک سال میں جو بھی بچہ پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر بچی پیدا ہو تو چھوڑ دی جائے۔

قرآن میں حضرت موسیٰؑ کا ۱۳۸ مقام پر ذکر

اب آپ دیکھیں خدا کی شان ہے یہ قرآن پاک میں ایک جگہ نہیں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ذکر جو ہے ایک سو اڑتیس مقامات پر اللہ نے ذکر فرمایا ہے اور قرآن مقدس کی جو بڑی بڑی سورتیں ہیں سب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر آپ کو ملے گا سورہ بقرہ ہے، سورہ آل عمران ہے، نساء، سورہ اعراف ہے، سورہ الانعام ہے، طہ ہے۔قصص ہے، انبیاء علیہم السلام ہے، ہود ہے، سب میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے یہ بات نہیں ہوتی کہ ہم صرف موسیٰ علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر اور سن کر ماشاء اللہ سو جائیں نہیں۔

اللہ پاک یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ہر دور میں ہر دور کے فرعون اور موسیٰؑ کا مقابلہ ہوگا ہر دور میں فراعنہ پیدا ہوں گے اور ان کے مقابلے میں موسیٰؑ بھی پیدا ہوں گے لِکُلِّ فرعون موسیٰؑ اللہ ہمیں یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ تم یہ دیکھو اپنے اعمال کی بناء پر کہ تم فرعون کی باری کے ہو یا موسیٰ کی کی پارٹی کے ہو۔

حضرت موسیٰؑ کی پیدائش کے وقت کے حالات

اللہ تبارک وتعالیٰ یہ دکھلا رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کسی حال میں پیدا ہو رہے ہیں کہ باپ بھی نہیں ہے، ماں ہے، بہن ہے اور اتنا چھپ کے اور ڈر کے یعنی ہر گھر میں بچہ پیدا ہو تو خوشیاں ہوتی ہیں ورنہ ہمارے گھروں میں تو اگر کسی بیٹی کی شادی ہو جائے اور حمل ہو جائے تو جناب سارے گھر میں خوشیاں ہوتی ہیں دونوں گھروں میں لڑکی کے ماں باپ کے گھر میں علیحدہ خوشی ہوتی ہے اور جناب پھر احتیاط شروع ہوتی ہے کہ جی سیڑھی پر نہیں چڑھنا تیز نہیں چلنا دوڑنا نہیں ہے بیٹھے رہنا ہے کام نہیں کرنا۔

اور ان کے لئے ڈرائی فروٹ دیسی خالص گھی میں بھونیں اور کھلائیں ان کو بچہ پیدا ہو گا کپڑے بن رہے ہیں اور پہلے سے تیاریاں شروع ہوگئی ہیں۔ لیکن شان موسیٰؑ دیکھو پیدا ہو رہے ہیں گھر والے ڈر رہے ہیں اس ماحول میں اللہ کا نبی پیدا ہوا ایک طرف فرعون کی قوت ہے اور ایک طرف موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کی کیفیت ہے۔

حضور ﷺ کی پیدائش کے حالات

اللہ دکھاتے ہیں کہ اس طرح ہم پیغمبروں کو غریبوں کے گھروں سے اٹھاتے یَجِدْكَ یَتِیمًا فَاٰوٰی " محمد مصطفیٰ ﷺ ہم نے آپ کو یتیم نہیں پایا اور ہم نے ہی ہیں اس کو آپ دیکھیں اور

پھر اس کو آپ جوڑیں میرے آقا کے ساتھ اَلَم آپ کو ٹھکانہ دیا کہ باپ پہلے فوت ہوگیا ماں سات سال کی عمر میں فوت۔

ابھی پوری طرح جوانی چڑھی تو چچا ابو طالب فوت ہوگیا اس سے پہلے عبد المطلب فوت ہو گئے اکیلے محمد عربی ﷺ اور مقابلہ وقت کے فراعنہ سے ہے ابو جہل سے، ابولہب سے ہے، غلبہ عتیبہ سے، شیبہ، ربیعہ، سے ولید ابن مغیرہ سے ہے ان لوگوں سے مقابلہ ہے جن کے مکے سے لے کر طائف تک باغات ہیں، زمینیں ہیں، پیسہ ہے، دولت ہے، شہرت ہے اور اللہ کے نبی" وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَاَغْنٰی آپ کو تو ہم نے فقیر پایا آپ کے گھر پیدائش کے وقت چراغ جلانے کے لئے پیسے نہیں تھے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی طرف وحی

اب قرآن کہتا ہے "أَوْحَيْنَا إِلٰى اُمِّ مُوْسٰى" یاد رکھیں لفظ وحی جو ہے ایک تو وحی ہوتی ہے اصطلاحی اور ایک معنی اس کا ہوتا ہے وحی شریعت جیسے یوں سمجھیں جیسے حج ہے حج کا معنی اگر لغۃً دیکھا جائے تو معنی ہے قصد کرنا ارادہ کرنا لیکن جب آپ اس کا اصطلاحی اور شرعی ترجمہ کریں گے تو یہ ہے خاص مناسک کا خاص احکام کا خاص زمانے میں خاص مکان میں خاص وقت میں پورا کرنے کا نام حج ہے۔

تو اسی طرح یاد رکھیں کہ وحی ایک تو وحی شریعت ہے وحی نبوت ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ صرف اپنے انبیاءؑ پر بھیجتے ہیں اپنے رسولوں پر بھیجتے ہیں اس کو کہتے ہیں وحی تشریعی وحی شریعت اور ایک وحی کا معنیٰ ہوتا ہے لغت کے اعتبار ہے کہ اللہ نے خفیہ طریقے سے یہ بات کسی کے دل میں ڈال دی ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ غیر نبی کو بھی ڈال دیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ چاہیں تو "وَ أَوْحٰی رَبُّكَ إِلَی النَّحْلِ" کہ شہد کی مکھیوں کو ہم نے وحی کی کیا معنیٰ یعنی ہم نے ان کو سمجھا دیا ان کے دلوں میں ہم نے بات ڈال دی کہ أَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ" کہ پہاڑوں پر اپنے گھر بناؤ تو اس کو گھر بنانا کس نے سکھلایا اللہ نے وہاں بھی لفظ وحی ہے اس لئے یہ وہ وحی نہیں جو انبیاء کرام کو ہوتی ہے۔

مرزے کے پاس وحی لانے والا ٹیچی ٹیچی

اس لئے میں عرض کر رہا ہوں بعض جو باطل فرقے ہیں وہ اسی لئے دھوکہ دیتے ہیں کہ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی آتی ہے تو ایک دفعہ اس کے مریدین نے پوچھ لیا کہ وحی آتی ہے تو فرشتے کا نام، اس نے کہا فرشتے کا نام ہے ٹیچی ٹیچی غلط تو نہیں کہانی جب انگریزی ہوگا تو فرشتہ بھی انگریزی آئے گا انگریزی نبی پر کوئی دیسی فرشتہ تو نہیں آسکتا تھا وہ تو انگریزوں نے نبی بنایا تھا تو فرشتہ بھی انہوں نے بھیجنا تھا وہ ٹھیک کہتا ہے ٹیچی ٹیچی آتا ہوگا وَ إِنَّ الشَّيَاطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ ۔ شیطان بھی تو ایک دوسرے کی طرف وحی کرتے ہیں ایک دوسرے کے دلوں میں بات ڈالتے ہیں اب جب اس کو پکڑا گیا کہ بد بخت تم کیسے کہتے ہو کہ مجھ پر وحی آتی ہے۔

آغا خان کو خدا یاد آہی گیا

یہ جتنے باطل فرقے ہوئے ہیں آپ غور نہیں کرتے یہ جو آغا خان تھے یورپ کے کسی ملک میں ان کا اجتماع ہوا جس میں اس کے ماننے والے کثیر تعداد میں شریک تھے تو اس فنکشن میں آخر میں اس نے اپنے مریدین سے کہا کہ میں بہت بوڑھا ہو گیا ہوں کمزور ہو گیا ہوں آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے صحت دے قوت دے میں اپنی کمیونٹی کی خدمت کر

سکوں خدا کو تو پھر ماننا پڑتا ہے ناں۔امریکہ میں الیکشن ہو رہے ہیں خدا کو یاد کر رہے ہیں دونوں امیدوار دعا کر رہے ہیں خدا میری مدد کرے وہ کہتا ہے خدا میری مدد کرے اب خدا یاد آ گیا ویسے خدا کو چھٹی دی ہوئی ہے لیکن اب کیونکہ الیکشن لڑنا ہے اب خدا کی مدد کی لڑنا ورت ہے تو رات دن ان دونوں کو خدا یاد آیا ہوا ہے۔

بہر حال آغا خان کو پتہ نہیں کیسے خدا یاد آ گیا اس نے کہا کہ جی آپ میرے لئے دعا کریں خدا میری مدد کرنے میں کمزور ہو گیا ہوں ان کے ایک مرید جو کروڑوں پتی تھا وہ کھڑا ہو اس نے کہا حضرت آپ ہی تو ہمارے خدا ہیں آپ کے لئے ہم کیسے دعا کریں آپ تو ہمیں صحت وعافیت وطاقت بخشتے ہیں آپ اس طرح کہہ کر ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں حالانکہ خدا تو آپ ہیں تو آغا خان صاحب خاموش ہو گئے کہ جب مریدین اتنے اعتقاد میں ہیں تو پھر خواہ مخواہ کیوں حقیقت کھولی جائے۔

یعنی اس طرح ہر باطل فرقہ اپنے آپ کو خدا کہلوانے پر بھی خاموش ہے اور نمازیں معاف کر دیں کہ جی کیا ضرورت ہے نمازیں پڑھنے کی ایک دفعہ آؤ اکٹھی کر کے پڑھ لو مصروفیت کے دن ہیں یہ اسلام تھوڑا ہے کہ ہمیں نمازوں میں لگا دے اور لوگ ترقی کر جائیں وہ بزنس میں آگے بڑھ جائیں۔

مرزا قادیانی کا دعوی

تو بہر حال مقصد یہ ہے کہ غلط فرقے ایسی باتیں کرتے ہیں تو جب مرزا قادیانی کو پریشر پڑا کہ بد بخت وحی وحی لگایا ہوا ہے تو مرزا قادیانی نے کہا موسیٰ علیہ السلام کی اماں پر بھی وحی آئی تھی وہ نبی تو نہیں تھی تو میرے پاس بھی اس قسم کی وحی

جیسے آغا خان کے جماعت خانہ والے پیسے لے کر نمازیں اور گناہ بخش دیتے ہیں اور جنت بھی دیتے ہیں جیسے کبھی عیسائی پادری بھی یہی کاروبار کرتے تھے۔(امداد اللہ)

آتی ہے تو انہوں نے کہا کہ کہہ دو کہ میں نبی نہیں ہوں اگر میں نے یہ دعویٰ کیا ہے تو میں توبہ کرتا ہوں اس نے کہا نہیں نہیں اصل میں جو وحی آتی ہے ناں وہ مجھے کبھی کبھی یہ کہتی ہے کہ تم نبی ہو مقصد یہ ہے کہ باطل فرقہ ہے۔

یاد رکھیں وحی شریعت الگ ہوتی ہے اور وحی کا لغت کے اعتبار سے معنی ہوتا ہے خفیہ طریق سے بات کا کسی کے دل میں پہنچا دینا تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کی اماں کے دل میں بھی بات ڈال دی۔

ہمارے زمانے کے جاہلوں کا عقیدہ

ہمارے ہاں بھی جاہلوں کا عجیب عقیدہ ہے کہ جس کو موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام آجائے تو اس کو بڑے پیسے ملتے ہیں وہ تسخیر کا عمل ہے کہتے ہیں پیسے ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔

ایک آدمی نے مجھ سے بھی پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا نام کیا ہے میں سمجھ گیا کہ کیوں پوچھنا چاہتا ہے میں نے کہا کہ مجھے تو اپنی دادی کا نام نہیں آتا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ تو بہت پہلے پیدا ہوئی تھیں ان کا نام میں آپ کو کیسے بتا سکتا ہوں کہنے لگا جی سنا ہے ان کے نام سے پیسے ملتے ہیں میں نے کہا کمال ہے پھر تو وہ نبی سے بھی افضل ہو گئیں۔ موسیٰؑ کے نام سے تو تمہیں پیسے نہیں ملتے، ہارونؑ کے نام بھی نہیں ملتے اللہ کے نبیوں کے نام سے نہیں ملتے، ملتے ہی موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے نام سے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کو دریا میں کیسے ڈالا گیا

تو بہر حال کہنے کا مقصد یہ تھا موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ نے بات ڈال دی کہ آپ اپنے بیٹے کو دودھ پلائیں اور دودھ پلانے کے بعد انہیں ایک صندوق میں بند کر

کے اس صندوق کو دریا میں ڈال دیں اچھا یہاں پر دو روایات ہیں، علماء کے دو قول ہیں ایک قول تو علماء کا یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب پیدا ہوئے اللہ نے جو بات دل میں ڈالی ہوئی تھی اس کے مطابق فوراً موسیٰ علیہ السلام کو نہلا دھلا کر اور لکڑی کی ایک چھوٹی سی صندوق پہلے سے تیار رکھی تھی دودھ پلا کے اس کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لٹا دیتیں ان صندوق کے ساتھ ایک رسی لگی ہوئی تھی دریا کے کنارے پر اور صندوق دریا میں ڈال دیتی تھیں اور جب تفتیش والے گھر میں دیکھنے آتے کوئی بچہ نہیں وہ چلے جاتے لیکن اتفاق ایسا ہوا ایک دن اللہ کی قدرت سے وہ رسی ٹوٹ گئی اور صندوق بہہ گیا۔

اور اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں بات ایک ہی تھی " اَنْ اَرْضِعِیهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ فَالْقِیهِ فِي الْیَمِّ " آپ ان کو دریا میں ڈال دیں قرآن صرف اتنا کہتا ہے۔

یہ بھی مفسرین نے روایات سابقہ سے لیا یہ مقصد نہیں کہ بچے کو پکڑ کر دریا میں ڈال دو معنی یہ تھا کہ صندوق بنا کے ڈال دو کیونکہ بعض روایات یہ کہتی ہیں کہ صندوق کھولا گیا تو معنی یہ ہے، کہ ڈالا بھی صندوق میں گیا قرآن نے اختصار فرمایا اور دریا سے مراد دریائے نیل ہے، مصر کا تو واقعہ ہے سارا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو وہاں ڈال دیں۔ اور ساتھ اللہ نے یہ بھی فرما دیا کہ لَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي کہ موسیٰ علیہ السلام کی اماں یہاں اللہ نے قرآن میں دو لفظ ارشاد فرمائے۔

''خوف'' اور ''حزن'' میں فرق

یاد رکھیں کہ لاتخافی اپنا خوف بھی نہ کرنا ڈر نہ کرنا کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا وَلَا تَحْزَنِي اور موسیٰ علیہ السلام نام نہ کرنا ان پر بھی خوف نہ کرنا کہ آخر راز کھل جائے گا کہ بچہ ہوا اور یہ دریا میں ڈالا یا آخر وہ بچہ پر نہیں کہاں جا کر پکڑا جائے گا اللہ نے فرمایا بالکل تم اپنا ڈر نہ کرو اور

موسیٰ علیہ السلام کا بھی غم نہ کرو۔

تو اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ لفظ خوف وہاں استعمال ہوتا ہے جب اپنے لئے خوف ہو اور لفظ حزن وہاں استعمال ہوتا ہے جب دوسرے کا غم ہو اس لئے دونوں لفظوں کے استعمال میں ایک لطیف فرق ہے یعنی اگر مجھے اپنا خوف ہے تو پھر کہا جائے گا لا تَخَف' کیوں ڈرتے ہو بھائی اور اگر مجھے کسی دوسرے کا غم ہے تو پھر کہا جائے گا لا تَحْزَنْ غم نہ کرو یا اللہ اس کی بھی مشکل حل کر دیں گے۔

تو اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہاں دونوں لفظ مبارک استعمال فرمائے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو تسلی دینے کے لئے اور خدا کی شان ہے اللہ کے ہر حکم میں حکمت ہے کہ قرآن مقدس میں جو بھی لفظ آیا ہے اس میں حکمت ہے کیونکہ کلام حکیم ہے الْعَلِيمُ الْحَكِيمِ حکمت والے رب کا کلام ہے جب حکمت والے رب کا کلام ہے تو پھر حکمت سے خالی کیسے ہو سکتا ہے۔

اسی لئے دیکھیں جب سیدنا سرکار دو جہاں رحمت للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں ہیں اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پریشان ہوئے جیسا کہ صحیح احادیث مبارکہ میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ، کافر تو پہاڑ کے اوپر آ گئے ہیں اور پہاڑ میں سوراخ بھی ہے اگر پاؤں والی جگہ کی طرف انہوں نے دیکھ لیا تو ہمیں دیکھ لیں گے۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما ظَنُّك بِاثْنَيْنِ اللهُ ثَالِثُهُما کیا بات ہے تمہارا کیا خیال ہے دو ہوں اور تیسرا ان کے ساتھ خدا ہو ان دو کا بھی کوئی کچھ بگاڑ سکتا ہے "ما ظنك باثنين اللهُ ثَالِثُهُما تو تیرا جب خدا ہمارے ساتھ ہے اور اللہ نے قرآن اتارا إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ

لَاتَحْزن کہ سرکار دو جہاں اپنے دوست سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فرمارہے ہیں کہ غم نہ کرو تو اللہ تو جانتے تھے کہ ایک وقت آئے گا ایسے لوگ پیدا ہوں گے۔

روافض کا جھوٹ اور ان کی سزا

روافض اور شیعہ یہ کہتے ہیں جی سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے جب ان کو پتہ چل گیا کہ مشرکین مکہ اس پہاڑ پر پہنچ گئے ہیں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا اصل میں وہ اس لئے رو رہے تھے کہ او پر والے سن لیں اور پکڑ لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھا خدا کی شان ہے انہوں نے جھوٹا رونا حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ذمہ لگایا اللہ نے وہ رونا ان کے ذمہ لگا دیا ہمیشہ روتے رہتے ہیں آنسو نہیں بہتے، روتے رہتے ہیں۔

زیادہ رونے والے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں

اور خدا کا قرآن اگر آپ دیکھیں تو زیادہ رونے والے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں جاؤ اباھم عشاء یبکون یوسف علیہ السلام کے بھائی روتے ہوئے آئے تھے ناں خود ڈال کے آرہے ہیں کنویں میں اور آرہے ہیں روتے ہوئے۔

شیعوں نے دھوکہ سے حضرت حسینؓ کو قتل کرایا

شیعوں نے خود حضرت حسینؓ کو قتل کر دیا خط لکھ کر مکہ سے بلوایا شہید کر دیا اور خود رو رہے ہیں بلانے والے کون تھے شیعہ کہ آپ آئیں ہم آپ کی بیعت کریں گے۔ تب ہی گئے تھے حضرت حسینؓ دشمنوں نے تھوڑا ہلایا تھا، یا حضرت حسینؓ جنگ کرنے کے لئے تشریف لے گئے بیوی بچے لے کر آدمی جنگ کے لئے جاتا ہے تو دو سو چار سو ہزار دو ہزار اپنی فوج لے کر جاتا ہے اپنے بیوی بچے ال اولاد چھوٹے اصغرا کر انہیں تو لیکر نہیں جاتا انہیں خود شیعان حسین نے دھوکہ دیا۔

غارِ ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اپنے بجائے حضور ﷺ کی فکر تھی

بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے دیکھیں خدا کی شان کہ اللہ نے واضح کر دیا اذ یَقُولُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ . اللہ نے فرمایا میرا مدنی اپنے ساتھی سے کہہ دو آپ غم نہ کریں معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فکر تھا اپنا خوف نہیں تھا اگر ابوبکر کے اپنے ڈر کی بات ہوتی تو اللہ لا تَخَفْ فرماتے لَا تَحْزَنْ نہ فرماتے قرآن میں تو اس ایک لفظ نے واضح کر دیا کہ صدیق تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رو رہے تھے اپنی جان تو قربان کر چکے تھے باقی یہ رہا کہ وہ شور مچا رہے تھے کہ کافر سن میں ان کافروں نے تو نہیں سنا پتہ نہیں ان کافروں نے چودہ سو سال بعد سن لیا۔

اگر انہوں نے سنا ہوتا تو غار میں اتر نہ جاتے پکڑنے کے لئے انہوں نے تو نہیں سنا ان کو رونے کی آواز چودہ سو سال بعد آ گئی۔

ام موسیٰؑ پر انعامات خداوندی

اس لئے یاد رکھیں دو لفظ ہیں کہ لَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ قرآن کی ایک آیت بھی سمجھ آجائے تو سمجھ لیں کہ اللہ کی کروڑ نعمتیں حاصل ہو گئیں اور اگر قرآن سارا پڑھ لیں اور ہمیں ایک حرف بھی سمجھ نہ آئے تو اللہ رحمت کرے پڑھنے کا ثواب تو بہر حال ہو گا لیکن سمجھنے والی بات تو اور چیز ہے۔

فرمایا کہ تم بھی غم نہ کرو ہم آپ کی بھی حفاظت کریں گے کیونکہ ہمارے نبی کی ماں ہے کوئی مذاق تھوڑی ہے کوئی چھوٹا مرتبہ ہے وَ لَا تَحْزَنِيْ اور موسیٰؑ کا بھی غم نہ کرو اچھا یہ بھی سنو ہم آپ کو مبارک دیتے ہیں اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ " یہ بھی ہمارا وعدہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو پھر آپ کی طرف لوٹائیں گے یہ نہیں کہ سمندر میں جائے گا پتہ نہیں ملے گا یا نہیں ملے گا

نہیں نہیں انا رَادُّوْہُ إِلَیْكِ اور یہ بھی ہمارا وعدہ ہے وَ جَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ آپ کے بیٹے کو ہم نبی بنائیں گے، رسول بنائیں گے اتنی شان دیں گے۔

حضرت موسیٰؑ کو دریا میں ڈال دیا گیا

تو اب جناب موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے دریا میں ڈال دیا اور ڈالنے کے بعد اللہ کے قرآن نے تو بالکل اختصار سے بیان فرمایا ہے " فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّ حَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِیْنَ اللہ نے فرمایا کہ پھر آل فرعون نے اس کو اٹھالیا فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ خدا کی شان، ایسا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب دریائے نیل میں ڈالا گیا تو دریائے نیل سے آگے انہوں نے بطور خاص نہریں بنائی ہوئی تھیں جو فراعنہ کے محل تھے بطور خاص وہ محلوں کے آگے سے کچھ نیچے سے گزرتی تھیں جمال اور خوبصورتی کے لئے، تو یہ صندوق اسی نہر میں آگیا جو فرعون کے گھر کو جاتی تھی۔

فرعون کے سوئمنگ پول وغیرہ

اور وہاں سے جانے کے بعد جو فرعون کے گھر کا جو سوئمنگ پول تھا یہ پرانی فرعون کی رسمیں ہیں سوئمنگ پول وغیرہ ورنہ مسلمانوں نے نہانا ہو تو جھیلیں بھی ہیں، نہریں بھی ہیں، دریا بھی ہیں یہ جو سسٹم ہے ناں یہ وہی فرعونی سسٹم ہے یہ آج کی بات نہیں ہے جیسے چھری کا ٹاپہلے پڑھ نہیں چکے۔

یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھانا مُتَّكَا وَ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّیْنًا، پھر کسی کو چھری پکڑوانا ٹیبل لگا کے کرسی لگا کے کھانا کھانا اسی طرح گھر میں سوئمنگ پول کا ہونا، مشاتائیں (بال سنوارنے والی) رکھنا یہ ہوئی پارلر کھولنا یہ سب فرعونی تہذیب ہے اس

وقت کی آج کی نہیں ہے، ہم تو ان کے پیروکار ہیں ہم تو نیاز مند لوگ ہیں ہم فرعون کی تہذیب کے پرستار ہیں، کبھی ہم یونان کی تہذیب کے پیروکار ہیں کبھی ہم رومن امپائر کی تہذیب کے پرستار ہیں اور نہ ملے تو گیا گزرا انگلستان تو ہے ناں ہمارا قریبی جو مربی تربیت دینے والا وہ تو انگلستان ہے۔

صندوق کو آل فرعون نے پکڑ لیا

اس لئے بہر حال اب وہ صندوق آئی قرآن کہتا ہے "فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ" آل فرعون نے اس کو پکڑا تو اس لئے بعض علماء کہتے ہیں کہ آل فرعون سے مراد یہ ہے فرعون کی لڑکی سوئمنگ پول پر تھی اس نے پکڑا ہمارے گھر میں صندوق کیسے آ گیا پکڑو پکڑو حالانکہ یہ بات نہیں ہے۔

آل کا اطلاق

آل فرعون سے مراد یاد رکھیں آل سے مراد صرف اولاد نہیں ہوتی آل سے مراد اولاد بھی ہوتی ہے اور اتباع بھی ہیں یعنی جو اس کے طریقے پر ہیں سب اس کی آل ہیں۔

اسی لئے قرآن کہتا ہے: اغْرِقُوْا فَأُدْخِلُوْا نَارًا" کہ جب ہم نے ان کو غرق کیا تو اسی وقت ہم نے ان کو آگ میں ڈال دیا قبر کا عذاب شروع ہو گیا النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَ عَشِيًّا صبح شام ان کو جہنم کی آگ پر پیش کیا جاتا ہے۔

النَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ" اور قیامت والے دن اللہ حکم دیں گے آل فرعون کو سخت عذاب جہنم میں ڈال دو تو یاد رکھیں آل کا معنی ہوتا ہے اتباع جو فرعون کے طریقے پر چلنے والے ہیں سب آل فرعون

ہیں اس سے مراد صرف اس کی اولاد نہیں ورنہ تو یہ ہے کہ جہنم میں صرف فرعون کی اولاد کو ڈالا جائے گا کیا باقی جو ماننے والے ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے گا۔

اسی لئے آپ دیکھیں آپ قرآن کو، حدیث کو سمجھیں اللہ پاک مجھے اور آپ کو سمجھ دیں کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ. یہاں اَھْلِ مُحمد نہیں ہے یہاں ہے آل محمد اللہ نے ایسا کرم کر دیا کہ اللہ کے نبی پر بھی اور نبی کی اتباع کرنے والے کلمہ پڑھنے والے ان سب پر رحمت ہو کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی ابراھیمَ و عَلٰی آلِ ابراھیم جیسے ابراہیمؑ اور آل ابراہیم۔

اس لئے یہ نہیں کہ ہم صرف آل کے لئے درود پڑھتے ہیں بلکہ آل سے مراد سب مسلمان ہیں اس لئے پہلے بھی دیکھ لیں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ أَیُّهَا النَّبِیُّ وَ رحمة الله و برکاته. بات تو ختم ہوگئی ناں پھر فرمایا السلام علینا و علی عباد الله الصالحین سب پر اس لئے آل فرعون جو تھے ان کی خادمائیں، ان کی کنیزائیں وہ سب حضرت موسیٰؑ کو دیکھ رہی تھیں۔

حضرت موسیٰؑ کا صندوق فرعون کے گھر میں

انہوں نے صندوق دیکھی حیران ہو گئے صندق پکڑی اور صندوق پکڑنے کے بعد بی بی آسیہ کو اطلاع کی بی بی آسیہ فرعون کی بیوی تھی اس زمانے میں کافروں سے نکاح جائز ہوتے تھے بی بی آسیہ زوجہ فرعون تو تھیں لیکن دین فرعون نہیں تھیں جسے نوح علیہ اسلام کی بیوی اولوط علیہ السلام کی بیوی تو تھیں لیکن دین نوح اور دین لوط علیہ السلام پر نہیں تھیں۔

اسی طرح خدا کی قدرت ہے کہ فرعون کی بیوی ہے لیکن دین فرعون پر نہیں ہے اللہ نے اس کے دل میں توحید اور ایمان پہلے سے ڈال رکھے تھے اب محل میں صاف بات ہے کہ ملکہ کو رپورٹ کی گئی کہ صندوق ہے کہا کہ جلدی کرو پکڑ کر لاؤ اب جب صندوق کا شور ہوا تو فرعون بھی

آ گیا کیونکہ اس کے محل کا واقعہ تھا پورے محل میں شور ہو گیا صندوق پکڑی صندوق دریا سے نہروں میں آئی اور نہروں سے گزرتی ہوئی ان کے سوئمنگ پول میں آئی۔

صندوق سے حضرت موسیٰؑ برآمد ہو گئے

جب صندوق کو کھولا گیا تو اندر تو حسن ہے وہ تو نبی کا جلال ہے، جمال ہے، کمال ہے تو جب فرعون کی بیوی نے دیکھا تو اس لئے قرآن کہتا ہے "وَقَالَتِ امرأَةُ فِرعَوْنَ قُرَّةُ عَيْنٍ لِيْ وَلَكَ" جب فرعون کی بیوی نے دیکھا اس نے کہا بادشاہ سلامت یہ بچہ تو تمہاری اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے ایسا بچہ تو ہم نے دیکھا ہی نہیں۔

فرعون کا جواب

تو مفسرین نے لکھا ہے فرعون کہنے لگا تمہارے آنکھوں کی ٹھنڈک ہو تو ہو میری آنکھوں کی ٹھنڈک نہیں ہے تو اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ پہلے دن اس نے اللہ کے نبی کی توہین کی تو اللہ نے اس بد بخت کی کفر پر موت لکھی ہو سکتا ہے کہ پیغمبر کی توہین نہ کرتا تو اللہ ایمان نصیب کرتا۔

جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نیک بندوں کی اور انبیاءؑ کی توہین کرتے ہیں تو ان کے لئے بہت سی مشکلات ہیں تو علماء نے کہا اگر وہ بھی کہہ دیتا کیا ہے ایک بچہ تھا کہ قُرَّةُ عَيْنٍ لِيْ وَلَكَ کہ میری بھی آنکھوں کی ٹھنڈک اور تیری بھی اور کہا تَقْتُلُوْهُ عَسٰى أَنْ يَّنْفَعَنَا، ہرگز قتل نہ کرنا ہو سکتا ہے کہ ہمارے لئے باعث نفع ہو یا ہم اسی کو بیٹا ہی بنالیں "أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا"۔

اللہ فرماتے ہیں وہ انہی سوچوں میں ہیں اور تقدیر کے اپنے فیصلے ہیں ہم اپنا خیال کرتے رہتے ہیں اور مالک ارض وسما اپنے خیال میں ہیں خیال تو اسی کا چلے گا جو مالک ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کی حالت

اب قرآن کہتا ہے:

وَ أَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسٰى فٰرِغا إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْ لَا أَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِين.

اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اب موسیٰ علیہ السلام کی اماں پر کیا گزری خود تصور کریں اپنے ہاتھوں سے آدمی اپنا بچہ صندوق میں ڈال کر دریا میں ڈال دے تو وہاں پر کیا گزرے گی۔ اللہ نے فرمایا کہ اگر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو نہ تھام لیا ہوتا تو وہ تو کھل کے بات کہہ دیتی فرعون کے آگے رو پڑتی کہ میرا بیٹا ہے کہاں گم ہوگیا بھاگ پڑتی لیکن ربطنا علی قَلْبِهَا ہم نے ان کے دل کو تھام لیا۔

جن کی اللہ خود حفاظت کرتے ہیں

اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ یہ درجات ہیں پہلا درجہ ہوتا ہے انابت کا وَ انِيبُوا إِلٰى رَبِّكُمْ اور دوسرا درجہ ہوتا ہے ہدایت کا اور تیسرا درجہ ہوتا ہے استقامت کا اور چوتھا درجہ ہوتا ہے رابطہ کا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جس پر راضی ہوں ان کے دلوں کو خود تھام لیتے ہیں ان کو پھر خود کنٹرول کر لیتے ہیں کہ ان سے پھر کوئی غلط بات ہونے ہی نہیں دیتے ان سے بے صبری کا کلمہ نکلنے ہی نہیں دیتے۔

حضرت موسیٰؑ کی تلاش میں بہن کی روانگی

اس لئے بی بی صاحبہ نے صبر کیا وَ قَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ فَبَصُرَتْ بِهِ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ " بی بی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن سے کہا کہ بیٹی جاؤ اپنے بھائی کا پتہ تو کر

وقصیہ کیا معنی کہ انہی آثار پر جدھر آپ نے صندوق ڈالا ہے جدھر پانی بہہ رہا ہے لازمی بات ہے کہ صندوق ادھر نیچے ہی جائے گی تو تم ذرا وہی راستہ لے کر نیچے چلی جاؤ تا کہ پتہ چل جائے کہ موسیٰ علیہ السلام کہاں ہیں۔

قرآن میں عورت کے نام کا بھی پردہ ہے

چلو کچھ تو تسلی ہو کچھ تو ہم اپنی طرف سے کوشش کریں یہاں بھی اللہ نے قرآن میں اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا بھی نام نہیں لیا۔

لیکن بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کا نام "ام کلثوم" تھا لیکن بہر حال قرآن کی یہ عادت ہے کہ قرآن عورتوں کے نام نہیں لیتا الا مریم کیونکہ عیسی علیہ السلام کی ولادت ہی بغیر باپ کے ہوئی تھی تو قرآن نے صرف وہاں نام لیا ہے جس سے اشارہ ملا ہے کہ عورت کے صرف وجود کا پردہ نہیں ہوتا عورت کے نام کا بھی پردہ ہوتا ہے۔

اس لئے علماء کا حکم ہے کہ کبھی بھی اپنی عورت کو نام لے کر نہ پکارو مگر آج تو رواج ہی یہی ہے کہ نام لے کر پکارا جاتا ہے۔اسی لئے تو نام الٹے رکھتے ہیں۔

آج کل لڑکیوں کے ماڈرن نام۔لطیفہ

میں نے پہلے بھی شاید آپ کو لطیفہ سنایا تھا کہ میرا ایک دوست ہے مولوی ہے، خطیب ہے، بڑے معروف آدمی ہیں ماشاء اللہ، بہر حال نام تو میں نہیں لیتا غیبت میں نہ شمار ہو جائے تو وہ حج میں اتفاق سے آئے ہوئے تھے عشاء کی نماز کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کو چائے وغیرہ پلاتا ہوں اکٹھے بیٹھ جائیں گے۔

اسی بہانے سے کچھ باتیں حال احوال کر لیں گے تو ہم ہوٹل کی طرف جا رہے تھے کہ

اس ہوٹل میں بیٹھ جاتے ہیں حج کا رش ہے جہاں رش کم ہوا چائے پلاؤں گا تو اس نے چلتے چلتے کہا کہ مکی صاحب آج ہی میں نے فون کیا تھا گھر میں تو میرے گھر میں اللہ نے لڑکی دی ہے، بچی پیدا ہوئی ہے میرے گھر میں اس کے لئے کوئی نام بتادیں میں نے کہا کہ تم خود مولوی آدمی ہو اس میں کون سا مشکل ہے۔

ہمارے لئے تو سیدہ عائشہؓ کا نام ہے ام سلمہ ہے، ام حبیبہ ہے، میمونہ ہے، ماریہ قبطیہ ہے، سیدہ خدیجہ ہے بی بی سودہ ہے رضی اللہ عنہن، اتنے زیادہ نام ہیں ہمارے لئے کیا کمی ہے کوئی نام رکھ لو وہ کہنے لگا مکی صاحب آپ کو پتہ نہیں ہے کہ آپ کی بھابھی جو ہے بڑی ماڈرن ہے، کوئی ماڈرن نام بتائیں یہ تو آپ مولویوں والے نام بتا رہے ہیں تو میں نے کہا پھر مونا لیزا رکھ لو وہ ناراض ہو گئے اس نے کہا میں چائے نہیں پیتا۔ آپ نے میرے اوپر طنز کیا ہے میں نے کہا آخر میں کیا کروں۔

خداوندا یہ تیرے سادہ لوح بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری سلطانی بھی عیاری

آخر میں کیا کروں میرے پاس کیا حل ہے میں نے تمہیں اتنے پیارے نام بتائے تم کہتے ہو کہ ماڈرن قسم کا نام ہو آج کل تو خیر کمپیوٹرائزڈ نام ہیں آج کل تو نام رکھنا ہو تو مولوی کی بھی ضرورت نہیں نیٹ پر ڈال دو شام تک ناموں کی لائن لگ جائے گی جتنے مرضی آئیں آپ رکھ لیں۔

تو وہ ناراض ہو گئے بہر حال وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔

عورتوں کے نام باہر نہ نکالو

تو اللہ پاک نے قرآن میں نام نہ لے کر حکم دیا ہے کہ گھر میں اگر آدمی اپنی بیوی کو بلائے تو بنت فلاں، اور پھر جب اس کا بچہ ہو جائے فلاں کی ماں فلاں کی اس نسبت سے بلایا جائے نام نہ لیا جائے کیونکہ کبھی غلط لوگ نام سن کر بھی ماں اس سکینڈل بنا لیتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالی ہر کسی کی بچی کو محفوظ رکھے تو اسلام کا یہ سبق ہے اسلام کہتا؟ ہے کہ نام باہر نہ نکالو اور ہم چھ فٹ کی لاش نکال کر بھیج دیتے ہیں کیا ہوتا ہے اب اللہ حافظ ہے بازار سے گوشت لینا ہو تو ڈاکٹر صاحب بھی ایسے ہاتھ میں لے کر نہیں جاتے لیکن یہ جو چھ فٹ کی لاش ہے اتنا بڑا گوشت ہے کپڑے کے باہر پھر رہا ہے اس پر کوئی چیل نہیں جھپٹے گی اللہ کے بندے بس یہ ہے کہ ایک وقت آئے گا دیکھیں گے اسلام جو کہتا ہے وہ حق ہے دشمن کو بھی ماننا پڑے گا کافر کو بھی ماننا پڑے گا اعتراف کرنا پڑے گا۔

بہن کو بھائی مل گیا

تو بہر حال بیٹی تلاش کرتے کرتے چلی گئی اب تو مشہوری ہو گئی تھی کہ ایک بچہ ہے وہ صندوق میں تھا اور وہ فرعون کے گھر پہنچا ہے اب دیکھ کیا ہوتا ہے قتل ہوتا ہے، بچتا ہے اب تو کہانیاں بن گئیں بی بی کو بھی پتہ لگ گیا بی بی بھی پہنچ گئی قرآن کہتا ہے فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ اور ایسے انداز سے دیکھا کہ یہ نہ سمجھیں کہ اس کا کوئی تعلق ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے کسی غیر عورت کا دودھ نہ پیا

اب بچے نے جب رونا شروع کیا تو انہوں نے دایہ بلائی کہ جی دودھ پلاؤ بچہ رو رہا ہے جس کو بھی بلاتے ہیں بچہ دودھ نہیں پیتا وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ فرمایا کہ ہم نے ان کا

دودھ موسیٰ علیہ السلام پر حرام کر دیا تھا کہ کسی کا دودھ نہیں پینا، اے موسیٰ! ہم نے وعدہ کیا ہے کہ تیری اماں کا دودھ تجھے پلانا ہے اور کسی کا دودھ تجھے نہیں پینے دیں گے۔

یہ ہے خدا کہ فرعون کے گھر میں ہیں موسیٰ علیہ السلام اور جو سب سے بڑا قاتل ہے ستر ہزار بنو اسرائیل کے بچوں کو قتل کر دیا اس لئے کہ میرا اقتدار چھیننے والا بچہ پیدا نہ ہو اللہ نے اسی کو اس کے گھر بھیج دیا کہ پرورش بھی میں نے تم سے کروانی ہے۔ اس لئے کہتے ہیں ڈرو نہیں جب تم حق کے داعی بنو گے جب تم اللہ کی توحید کے علمبردار ہو گے جب تم دین کی دعوت کو لے کر اٹھو گے اللہ دشمنوں کے گھر میں تیرے لئے ٹھکانہ پیدا کریں گے۔

فرعون کے گھر موسیٰؑ کی بہن کی گفتگو

اللہ فرعون کے گھروں میں تیری حفاظت کا انتظام کریں گے آپ گھبراتے کیوں ہیں آپ اللہ کے دین کے لئے کھڑے تو ہوں اب جناب جب انہوں نے دیکھا بچہ دودھ نہیں پیتا رو رہا ہے اب آخر بہن تھی "هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلٰى أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ" بچی نے کہا اگر چاہو تو میں تمہیں ایک گھر بتا سکتی ہوں وہاں ایک خیر خواہ بھی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ اس کا دودھ پی لے۔ انہوں نے کہا چلو ٹھیک ہے بتاؤ وہ کون ہے۔

فرعون کی دانش اور اخت موسیٰؑ کا جواب

روایات میں آتا ہے کہ جب بی بی نے کہا وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ اور وہ گھرانے والے اس بچے کے خیر خواہ بھی ہیں تو فرعون سمجھ گیا اس نے کہا اچھا ادھر آؤ کون ہو تم وہ گھر والے اس بچے کے خیر خواہ کیسے ہیں اس بچے کے ساتھ ان کا کیا رشتہ ہے تو اللہ نے بی بی کو عقل دیا فرمایا بادشاہ آپ نے سمجھا نہیں میں نے کہا تھا وَهُمْ لَهٗ تمہارے خیر خواہ ہیں تم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف

اشارہ سمجھ لیا حالانکہ میرا اشارہ تمہاری طرف تھا کہ وہ گھرانا تمہارا خیر خواہ ہے۔

ماں کو احتیاط کی ترغیب

تو بادشاہ نے کہا اچھا اچھا یہ بات ہے اچھا اس کو لے کر آؤ اب جناب جب وہاں سے شاہی فرمان آیا اور بی بی ساتھ ہے دوڑی ہوئی گھر آئی ان کو باہر کھڑا کیا اماں سے کہا اماں جان ۔اب دیکھیں ناں اس وقت ماں خوشی میں آ کر کیا نہ کہہ ڈالتی یہ بھی تو موسیٰ کی ماں کے دل کو قابو کرنا ہے ناں۔

موسیٰؑ کی ماں کا حوصلہ

اللہ نے دل کو تھاما ہوا ہے ورنہ اس حال میں جس کا بچہ مل جائے اس کی خوشی کا کیا عالم ہوگا پھر وہ اپنے آپ کو خوشی میں کنٹرول کیسے کر سکتی ہے لیکن ربطناہ علی القلب تھا ہم نے جو دل کو باندھ رکھا تھا تو بی بی نے آ کر بتایا کہ اماں جان بھائی سلامت ہے۔خیریت سے ہے اور فرعون کے گھر میں ہے اور وہ باہر آئے ہوئے ہیں لینے کے لئے بچہ تو کسی کا دودھ ہی نہیں پیتا وہ تو رو رہا ہے چلیں دودھ پلا آئیں تو موسیٰ علیہ السلام کی اماں نے کہا میں نہیں جاتی بیٹی نے کہا اماں کیا کہہ رہی ہو۔

انہوں نے کہا اللہ کا وعدہ تھا إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ ہم موسیٰ تیرے پاس لائیں گے یہ تو نہیں کہا تھا کہ تجھے لے جائیں گے تو اللہ کا وعدہ پورا ہوگا وہ میرے پاس آئے گا میں کیوں جاؤں۔

بیٹے ماؤں کے پاس جاتے ہیں نہ کہ مائیں بیٹوں کے پاس

اور اسی سے حکمت کا پتہ چلا بیٹے ہی ماؤں کے پاس آتے ہیں یہ نہیں کہ مائیں چل کے جاتی ہیں آج کل تو یہی دور ہے ناں آج کل تو مائیں بیٹوں کی منت کرتی ہیں۔

اور پھر بیٹا راضی ہو اور بہو راضی ہو تو چار دن بیچاری گھر گزارے ورنہ اماں جان کے لئے تو الگ جگہ لی جاتی ہے کہ ان کو یہاں تکلیف ہوتی ہے تمہیں نہیں ہوتی۔ ایسی نالائق ناخلف اولاد ہے اللہ معاف کرے یہ تو جب ہم مریں گے اس دن پتہ چلے گا کہ بوڑھے بوڑھیوں کا کیا مقام تھا۔

اللہ کے نزدیک والدین کا کیا مقام تھا اور ہماری بیویوں کا کیا مرتبہ تھا اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں اس میں دو حکمتیں تھیں ایک تو شان قائم رہے کہ بیٹا ماں کے پاس آئے۔

اور اصل بات یہ تھی کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو اِنَّا رَادُّوْهُ اِلَيْكِ ہم اس کو لائیں گے تیرے پاس۔

اور تیسری بات یہ تھی کہ اسی کو اللہ نے راز رکھنے کا بہانہ بنالیا اگر ماں دوڑ پڑتی تو راز کھل جاتا ناں کہ پتہ نہیں اصلی ماں تو نہیں آگئی یہ جو بھاگی بھاگی آرہی ہے بچے کی بات سن کر اس نے کہا میں نہیں جاتی ضرورت ہے تو آجائے۔ اللہ نے راز بھی رکھ لیا پردہ بھی رکھ لیا یہ تو راز ہی نہ کھلا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام کی حقیقی ماں ہے۔

اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

اللہ فرماتے ہیں "فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَ لِيَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اللہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کی طرف لوٹایا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیں اور ہمارا وعدہ پورا ہو اولاد ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کے دیکھنے سے آدمی کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں اللہ نے ایک لفظ میں بتا دیا اس سے بڑا محاورہ آپ دنیا میں نہیں ڈھونڈھ سکتے کہ اللہ تمہیں ایسی خوشی دے کہ اللہ تیری آنکھیں ٹھنڈی کر دے اللہ تیری اولاد کو

تیرے لئے قرۃ عین بنادے دے اس سے بڑی دعا اور اس سے بڑا جملہ راحت و آرام کا پوری دنیا کے ادب و تاریخ میں مل نہیں سکتا۔

موسیٰؑ کی والدہ کا جواب

اللہ کے کلام کا کون مقابلہ کرسکتا ہے اللہ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ماں کی طرف بھیجا اچھا خدا کی شان یہ ہے حضرت موسیٰؑ کی بہن بھی آ گئی۔ انہوں نے پوچھا بی آ گئی ہے اس نے کہا بی کہتی ہے کہ میں تو نہیں آتی آپ نے دودھ پلوانا ہے تو بچے کو بھیج دیں۔

موسیٰؑ کی ماں کا اکرام

انہوں نے کہا چلو بچہ رو رہا ہے بچے کو بھیج دیں اور اس نے کہا جناب اس کا معاوضہ کیا ہوگا آپ اس سے کہہ دیں ہم انعام و اکرام سے تمہارا گھر بھر دیں گے مہینے کی اسی تنخواہ تمہارے لئے بونس تمہارے لئے الاؤنس تمہارے لئے تمہارے مہینے کی اسواری تم تو ہمارے بچے کی ماں ہو اب یہ ہمارا بچہ ہے ہم نے موسیٰ کو بیٹا بنالیا ہے۔

تو اللہ نے فرمایا دیکھو ہم جب راضی ہوتے ہیں ناں ماں کو بیٹا بھی ملا دیتے ہیں اور ماں اپنے بیٹے کو دودھ بھی پلائے اور پیسے بھی لے فرمایا جب ہم راضی ہونے پر آجاتے ہیں تو ہم اس طرح دیتے ہیں کہ ماں اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی ہے اور پلانے کے پیسے بھی ساتھ لے رہی ہے دونوں نعمتیں ہم نے دے دیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ماں کی گود میں بھیجا تا کہ ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنے ہونے پر اور غم ختم ہو۔

اور وَ لِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللهِ حَق اور وہ یقین پختگی پر پہنچ جائے کہ اللہ کا وعدہ حق ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے اسے کوئی نہیں پھیر سکتا لیکن وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ. افسوس یہ ہے کہ اکثریت

جو ہے وہ بات نہیں جانتی کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اللہ کا فرمان کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔

موسیٰؑ اپنی ماں کے گھر میں رہتے تھے

کبھی بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ موسیٰ علیہ السلام بچپن میں ہیں تو کبھی بھی بی بی آسیہ ان کو بلا لیتی تھیں دیکھنے کے لئے ورنہ رہتے تو موسیٰ علیہ السلام السلام اپنی اماں کے گھر میں تھے لیکن کبھی کبھی آسیہ بی بی ان کو بلا لیتی تھیں دیکھنے کے لئے تو ایک دن بلایا اور بی بی آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو سینے سے لگایا۔

فرعون کے گہنے

فرعون آگیا تو اس دور میں فراعنہ جو بادشاہ تھے وہ باقاعدہ زیور پہنتے تھے گلے میں بڑے بڑے سونے کے لاکٹ اور داڑھیوں میں موتیوں کی لڑیاں لگاتے تھے ہیرے جواہرات چمک رہے ہیں، رات کو لائٹ پڑی اور چمک آئی کبھی زمرد ہے، کبھی یاقوت ہے، فلاں ہے اور پھر فرعون کے سر پر سجا ہوا تاج اور یہ ساری چیزیں تو اس فرعون نے بھی یہ کیا کہ چلو بی بی آسیہ خوش ہو جائے گی۔ اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا کہ میں بھی بچے سے پیار کر رہا ہوں۔

موسیٰؑ نے فرعون کو تھپڑ مار دیا

تو موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی پکڑ کے فرعون کے منہ پر تھپڑ دے مارا وہ تو موسیٰؑ تھا جلالی پیغمبر بچہ ہے تو کیا ہے نبوت کے فیصلے تو پہلے ہو چکے ہیں انا رادوہُ إِلَيكِ وَ جَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْن وہ تو رسول ہیں۔

فرعون کا غصہ

تو اس لئے مفسرین نے لکھا ہے ایسے تھپڑ مارا تو فرعون سمجھ گیا فوراً جلاد کو بلایا کہ یہاں چھڑا بچھاؤ نیچے چمڑا اس لئے بچھایا جاتا تھا اگر شاہی محلات میں کسی کو مقتل کرتے تھے چمڑے کے بڑے ٹکڑے ملا دیتے تھے جیسے چادریں یا قالین ہوتے ہیں تا کہ خون نیچے نہ بہے اسی پر لٹا کے قتل کرتے تھے اور اسی پر رکھ کر باہر لے جاتے تھے کہا نورا بچھاؤ اور جلا کو بلاؤ یہی وہ بچہ ہے بی بی آسیہ نے کہا کہ تم بھی بچے بن گئے ہو اس نے کہا وہ کیسے۔ کہا کہ وہ تو بچہ ہے اس کو کیا پتہ کہ تم فرعون ہو اس کو کیا پتہ کہ تم بادشاہ ہو اور میں آسیہ ہوں میں ملکہ ہوں اس نے دیکھا یہ موتی خوبصورت لگے ہوئے ہیں اس نے ان کو پکڑا اور اس نے ہاتھ مار دیا یہ تھوڑا ہے کہ آپ کو اس نے تھپڑ مارا ہے اس نے کہا نہیں نہیں ہاتھ اتفاق سے لگنا الگ بات ہے تھپڑ لگانا الگ بات ہے ادھر جلاد بھی آ گئے۔

موسیٰؑ کا امتحان

بڑی مشکلوں سے بی بی نے دلیل کے ساتھ قائل کیا ایسا کرو کہ ایک برتن میں ہیرے جواہر عل موتی رکھ دو، اور ایک برتن میں دہکتے ہوئے انگارے رکھ دو اور موسیٰ علیہ السلام کو دور سے ہم چھوڑ دیتے ہیں اگر تو وہ آ کر موتی اٹھاتا ہے پھر تو سیدھی بات ہے کہ وہ سمجھتا ہے اور اس نے سمجھ کر آپ کو تھپڑ مارا ہے۔ اور اگر وہ آگ کا انگارہ اٹھا لیتا ہے تو صاف بات ہے وہ نہیں سمجھتا کوئی بندہ بھلا اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتا ہے اب فرعون نے کہا یہ بات ٹھیک ہے، یہ امتحان واقعی ٹھیک ہے ایک منٹ میں بات کھل جائے گی تو اس نے ایک کمرہ میں اندھیرا کر دیا اس میں موتی وغیرہ رکھ دیئے اور انگارے بھی رکھ دیئے اور موسیٰ علیہ السلام کو تھوڑے فاصلے پر چھوڑ دیا

وہ تو زمین پر گھسٹ کر چلتے تھے جیسے بچہ چلتا ہے تو وہاں سے چلنے لگے۔

حضرت جبرائیلؑ نے موسیٰؑ کا رخ پھیر دیا

مفسرین نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سیدھا موتیوں والے برتن کی طرف جا رہے تھے تو اللہ نے جبرائیلؑ کو حکم دیا میرے نبی کو پکڑ کر ادھر پھیر دو یہ تو سیدھا جا رہا ہے موتی اٹھانے کے لئے پھر تو قتل ہو جائے گا ہم نے تو اس کو بچانا ہے، ہم نے تو اس کی حفاظت کرنی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آ کر فوراً آپ کا رخ بدل دیا جبرائیلؑ کو تو کوئی دیکھ نہیں سکتا۔

آپ کا انگارہ اٹھانا اور زبان کی لکنت

تو اب جا کر حضرت نے انگارے میں ہاتھ ڈالا فوراً اس کو منہ میں لے گئے جس سے زبان میں لکنت آ گئی جس کی وجہ سے آپ کی زبان مبارک میں ساری زندگی لکنت رہی جس کی پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا بھی مانگ تھی کہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ وَيَسِّرْ لِيْ أَمْرِيْ، وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِيْ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ "میری زبان پہ جو گرہ پڑ گئی ہے اسکو بھی کھول دے تو وہ گرہ اس وجہ سے پڑی تھی کہ انگارہ پکڑ کر منہ میں ڈال لیا تھا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ذریعہ بنا دیا۔

فرعون دھوکہ میں آ گیا

فرعون نے کہا اچھا اچھا ٹھیک ہے۔ سب ایک بچہ اپنی زبان میں آپ انگارہ ڈال گیا تو اس کو کیا پتہ کہ میں فرعون تھا اس نے مجھے کوئی جان بوجھ کے تو نہیں مارا۔

حضرت موسیٰؑ مدت شیر خوارگی کے بعد فرعون کے محل میں آ گئے

تو اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو بچانا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بچ گئے اب اللہ فرماتے ہیں "وَ

لَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَ اسْتَوَآی "۔اب موسیٰ علیہ السلام جوان ہو گئے جب دودھ چھوٹ گیا پھر تو محل میں آ گئے وہ تو وہاں اس وقت تک رہے جب تک مدت رضاعت، دودھ پینے کے دن تھے اس کے فوراً بعد موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں آ گئے لیکن اپنی والدہ کو جا کر مل آتے تھے۔

فرعون کے محل میں رکھنے کی حکمت

تیس سال فرعون کے محل میں رہے اور یہ بھی کتابوں میں موجود ہے یلبس مِنْ مَلَابِسِهِ وَيَرْكَبُ مِنْ مراکبه فرعون کا جو شاہی لباس تھا۔اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کا بنتا تھا اور فرعون کی جو شاہی سواریاں تھیں وہی موسیٰ علیہ السلام استعمال کرتے تھے اور دنیا تو یہی سمجھتی تھی کہ یہ ان کے بیٹے ہیں اور شہزادوں کی طرح رہتے تھے اصل وجہ کیا تھی۔

اللہ فرماتے ہیں ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اتنی بڑی قوم کا بادشاہ بنانا ہے پہلے شاہی محل میں بلا کر تربیت ہم نے شروع کر دی ہے کہ آپ سیکھ لیں کہ پروٹوکول کیا ہوتا ہے شاہی محلوں میں رہنا سہنا کیسا ہوتا ہے فیصلے کیسے ہوتے ہیں آرڈر کیسے دیے جاتے ہیں قوموں کو کیسے کنٹرول کیا جاتا ہے وزیروں مشیروں کو کیسے سنبھالا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا مرتبہ حکم

اللہ فرماتے ہیں بَلَغَ أَشُدَّهُ اب جب تیس سال کی عمر کو پہنچے بھرپور جوان ہوئے آتَيْنَهُ حُكْمًا وَ عِلْمًا "ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم بھی عطا فرمایا اور علم بھی عطا فرمایا۔ہم نے یہ نعمتیں موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائیں حکم کا معنی ہوتا ہے حکمت دانائی اور بعض علماء فرماتے ہیں قوت فیصلہ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ اللہ دل میں ایسا نور ڈال دیتے ہیں کہ جب کوئی بات آئے فوراً وہ سمجھ جاتے ہیں یہ حق ہے یہ غلط ہے یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے کا

ایک خصوصی نور عطا فرما دیتے ہیں۔

اس لئے آپ نے دیکھا ہے کہ جو اللہ والے ہوتے ہیں جن کی رات دن اللہ کے ذکر میں زبانیں لگی ہوتی ہیں ان سے اگر آپ کوئی بات کریں تو تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اس وقت ان کے دل میں انشراح کر دیتے ہیں یہ بات اچھی نہیں لگ رہی یا یہ بات سن کے طبیعت خوش ہوگئی تو اللہ انشراح کر دیتے ہیں جس سے وہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

موسیٰؑ کے محل میں آنے سے بنی اسرائیل کو فائدہ

وَ اسْتَوٰی اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَ عِلْمًا " کہ ہم نے آپ کو حکم بھی دیا علم بھی دیا اور یہ بھی مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون کے گھر میں آنے کی وجہ سے بنو اسرائیل کے ساتھ کچھ نہ کچھ نرم ہو گئی کیونکہ آخر موسیٰ علیہ السلام کی دہشت تھی جمال تھا ضرورت کے مطابق ان کا تحفظ بھی کرتے اور ان کے اوپر اگر کوئی ظلم ہو رہا ہوتا تو ان کو بچا لیتے تھے۔

قبطی اور اسرائیلی کے لڑنے کا واقعہ

اسی اثنا میں اللہ نے واقعہ ذکر فرمایا ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام جنگل میں کھڑے تھے دیکھا کہ ایک اسرائیلی کو قبطی مار رہا ہے قبطی قوم فرعون کا آدمی اسرائیل بنو اسرائیل کا، موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا آدمی، اسرائیلی بڑا کمزور اور قبطی بڑا طاقتور ظلم کر رہا ہے، مار رہا ہے تو اسرائیلی رو رہا ہے، چیخ رہا ہے تو موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے دیکھا اس کو روکا وہ نہیں رُکا "فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ، موسیٰ علیہ السلام نے اس کو ایک گھونسا مارا۔

قبطی کا قتل شیطانی عمل کیسے ہے

بعض علماء تو یہ کہتے ہیں کہ اتفاق سے وہ گھونسہ ایسی جگہ پر لگا کہ وہ مر گیا اور بعض کہتے

ہیں ایسی جگہ لگے نہ لگے نبی کا گھونسہ تھا اور کافر کو لگ رہا تھا کافر نے تو مرنا ہی تھا فَوَكَزَهُ مُوسىٰ فَقَضٰى عَلَيْهِ آپ نے جوش سے جو مارا وہ گر گیا اور مر گیا آپ نے کہا "هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ" بھائی میں نے اس کو مارنا تو نہیں تھا میرا مقصد تو کسی کو قتل کرنا بھی نہیں تھا نعوذ باللہ۔

بعض علماء کہتے ہیں "هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ" موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس کا قتل ہو جانا شیطانی عمل ہے کیونکہ اللہ کے نبی تو شیطانی عمل سے پاک ہوتے ہیں انہوں نے فرمایا هذا کہ اس بندے کا مر جانا جو ہے اس کی وجہ عمل شیطان ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا "هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مبين" اور بعض علماء نے کہا ہے یہ جھگڑا دو آدمیوں میں ہوا اگر جھگڑا نہ ہوتا موسیٰ علیہ السلام نہ آتے موسیٰ علیہ السلام نہ مارتے نہ وہ مرتا تو اس سارے واقعے کی طرف اشارہ کر کے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۔

قبطی کیوں قتل ہوا

اب بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے تو یہ لکھا ہے کہ اتفاق سے وہ مکا بندے کو ایسے مقام پر لگا کہ جہاں موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ انسان کے بعض اعضاء بڑے نازک ہوتے ہیں۔

اور بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اصل میں وہ قبطی جو ہے وہ بھی غلط زندگی گزارنے والا آدمی تھا منشیات کا مارا ہو، انتہائی کمزور لیکن اسے غرور تھا کہ میں قوم فرعون سے ہوں تو وہ ویسے ہی ہوا تاب نہ لا سکا ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قتل کرنا نہیں چاہتے تھے۔ نہ موسیٰ علیہ السلام کا کوئی ارادہ تھا اور نہ یہاں کوئی قتل عمد ہے۔

قتل عمد کے لئے ارادہ اور پھر اس کے لئے تیاری اور پھر اس کے لئے آلات قتل جیسی چیزیں ضروری ہیں وہ تو اتفاق سے نکلے فریاد سنی، مدد کے لئے گئے تھپڑ مارا وہ مر گیا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام سے تو ایک بندہ مر گیا اس کے مرنے کے بعد آپ کچھ خائف رہے اور فرعون کے محل میں بھی نہ گئے کسی نے نوٹس بھی نہ لیا ایک آدھ دن میں کیا پتہ چلے۔

وہ اسرائیلی دوسرے قبطی سے لڑ رہا تھا

اب دوسرے دن اتفاق سے موسیٰ علیہ السلام جو نکلے دیکھتے ہیں کہ وہی اسرائیلی ہے اور اس کو کوئی اور قبطی مار رہا ہے پھر وہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر چیخا کہ میری مدد کرو پہلے تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کو بھی ڈانٹا فرمایا" إِنَّكَ لَغَوِيٌّ مبين "معلوم ہوتا ہے کہ تم خود گمراہ ہو تمہاری بھی کوئی عادت ہے ہر وقت لوگوں سے لڑنے کی ورنہ آخر سارے تم سے کیوں لڑتے ہیں؟

علماء کے دو قول

انسان کی اپنی بھی تو کوئی خطا ہوتی ہے ناں اور موسیٰ علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اس کو بھی چھڑا لوں تو یہاں بھی مفسرین کرام کے دو قول ہیں:

پہلا قول تو یہ ہے کہ جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آتا ہوا دیکھا اور پہلے بھی دیکھ چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے تھپڑ سے ایک آدمی مر گیا ہے اور مجھے بھی ڈانٹ رہے ہیں اس نے کہا کہ شاید مجھے بھی مار دیں گے تو وہ چیخ پڑا کہنے لگا اچھا آپ نے کل بھی ایک بندہ مار دیا اب ایک اور بندہ مارنا چاہتے ہو۔

اور بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اس اسرائیلی نے نہیں کہا کہ میری مدد کریں مجھے تو کل کی طرح ایک اور بندہ مار رہا ہے بلکہ اس قبطی نے اس کلام سے اندازہ لگایا کہ کل بھی موسیٰ

علیہ السلام نے اس کی مدد کی ہے اور یہ انہی کے زور پر لڑتا ہے تو اس قبطی نے یہ کلمات کہے اچھا آپ چاہتے ہیں کہ کل بھی ایک بندہ آپ نے مار دیا اور ایک آدمی آپ اور مارنا چاہتے ہیں۔

فرعون تک خبر پہنچ گئی

تو بہر حال موسیٰ علیہ السلام نے چھڑا دیا اس کو اتنا نہیں مارا کہ وہ مر جائے لیکن یہ بات چلتے چلتے فرعون کے محل میں پہنچ گئی کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک قبطی نوجوان کو مار دیا پھر آپ کو تو پتہ ہے کہ زور والے، اقتدار والے لوگ جو ہوتے ہیں ان کا تو کوئی عام آدمی بھی مر جائے تو تہلکہ مچ جاتا ہے غریب تو چاہے سارے مر جائیں ان کو تو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہوتا۔ آپ بعینہ قرآن کے واقعات کو ذرا غور سے پڑھیں یہ آپ کے سامنے منظر ہے کسی جدید قوت و طاقت والے ملک کا کوئی کتابی مر جائے تو اس کا انتقام لیا جاتا ہے ان کے چار آدمی بھی مر جائیں تو ملکوں کو تباہ کر دیا جاتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کا فیصلہ

لیکن مسلمان کے خون سے ہولی بھی کھیلی جائے تو کسی کو رحم نہیں آتا اللہ نے قرآن میں ایسے ہی نہیں یہ واقعات بیان کئے۔ اب موسیٰ علیہ السلام کو اتفاق ایسا ہوا کہ جب دربار فرعونی میں مشورہ ہوا کہ یہ عجیب بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے پالا ہم نے اپنے گھروں میں رکھا اب وہ اتنا جری ہو گئے کہ ہماری قوم کے بندے کو بھی مار ڈالا تو فرعون نے حکم جاری کیا فوراً موسیٰ علیہ السلام کو پکڑا جائے۔ ہم قتل کا حساب لیں گے تو اس دربار میں اس کابینہ میں ایک ایسا آدمی بھی موجود تھا جس کو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دلی ہمدردی تھی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کے لئے کوئی سبب تو پھر پیدا فرما دیتے ہیں

تو اس نے موسیٰ علیہ السلام کو تلاش کیا اسی کے بارے میں قرآن پاک یہ کہتا ہے کہ اس نے آ کر کہا" قَالَ يٰمُوسٰى إِنَّ الْمَلَا يَأْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ إِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ"۔

ملا کا معنیٰ

ملا کہتے ہیں سردار، بڑے لوگ محاورات عرب میں کہتے ہیں ملاء الذین یملؤون أعین الناس من رغبھم ك ہ لوگوں کی آنکھیں ان کو دیکھنے سے رعب سے بھر جاتی ہیں کہ بڑا آدمی آگیا جی اور بعض علماء نے فرمایا کہ ملا ان کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مجالس کو بھرے ہوئے ہوتے ہیں ایک آدمی کے لئے بھی پوری ایک مجلس چاہئے بیٹھنے کے لئے پورا ایک نظام چاہئے۔

ایک ہمدرد کی حضرت موسیٰؑ کو اطلاع

اس لئے ان کو ملا کہتے ہیں مراد ہوتا ہے سرداران کے بڑے جو تھے جو فرعون کی کابینہ کے اہم لوگ تھے ان میں سے ایک نے آ کر کہا کہ موسیٰ علیہ السلام إِنَّ الْمَلَا يَأْتَمِرُوْنَ کہ وہاں تمہارے قتل کے مشورے ہو رہے ہیں میں تمہیں یہی ہدایت کرتا ہوں، میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم اس ملک کو چھوڑ کر نکل جاؤ کہ اگر تم حدود مصر سے چلے گئے پھر وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر تم یہاں رہو گے ظاہری بات ہے آج نہیں کل پکڑے جاؤ گے کب تک چھپو گے۔

حضرت موسیٰؑ کی پریشانی

اس نے جب نصیحت کر دی تو "فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ" اب موسیٰ علیہ السلام مصر سے نکلے اور دل میں خوف ہے ڈر ہے کیا ہوگا کیسے ہوگا ادھر دیکھتے ہیں ادھر دیکھتے ہیں پھر چل پڑتے ہیں اور یہ بھی پتہ نہیں کہ کہاں جاؤں یعنی کوئی منزل بھی نہیں کہ بچے تھے تو فرعون کے گھر میں آ گئے اور شاہی انداز میں زندگی گزاری اب پہلی دفعہ قتل کا ایک الزام لگ گیا۔

فرعون کا ظلم

اب اس کے علاوہ کوئی جگہ جانتے نہیں تو اب جائیں کہاں اس کے بعد انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ "رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّلِمِيْنَ" کیونکہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ فرعون کا کیا عقیدہ ہے اور جو "فِرْعَوْنَ ذِي الأَوتاد ہے، اور تو اپنے ظلم میں مشہور تھا۔ اللہ نے اس کو قرآن میں کہا ہے کہ وہ میخوں والا فرعون تو علماء نے لکھا ہے کہ اس ظالم کی یہ عادت تھی کہ اپنے مخالفین کو جیسے ہم اردو کے محاوروں میں پڑھتے ہیں کہ دیواروں میں چنوا دیا گیا وہ حقیقتاً اس پر عمل کرتا تھا کہ دیواروں کے ساتھ کھڑا کر کے ہاتھوں (پیروں) میں میخیں لگوا دیتا تھا۔

مدین کی طرف حضرت موسیٰؑ کی ہجرت

تو موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا ظالم ہے اس لئے انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ مجھے ان ظالموں سے پناہ عطا فرما مجھے تو راستہ ہی معلوم نہیں اب اتنا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خود بخود جس راستے پر چڑھے تو اللہ کی قدرت کہ اللہ نے ان کو اسی راستے پر ڈالا جو مدین کی طرف جاتا تھا یہ مدین وہی مقام ہے جس کو قرآن نے اصحاب الایکہ بھی کہا ہے۔

قوم شعیبؑ بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں سے تھے

جہاں ایکہ کی قوم رہتی تھی کہ جن کی طرف حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام نبی بنا کر بھیجے گئے جس کو قرآن نے دوسری جگہ ذکر کیا" وَ إِلىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا، تو یہ بھی اتفاق کی بات دیکھیں مدین بھی اولاد ابراہیم علیہ السلام سے ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو دیکھیں تو وہ بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں کیونکہ وہ یعقوب علیہ السلام کے پوتے کی اولاد ہیں اور یعقوب علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام کے اور حضرت اسحاقؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے

تھے تو اللہ کی شان ہے کہ قدر ثقہ قوم مدین جو تھی ان کا بھی سلسلہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے۔

انبیاءؑ پر بھی اللہ کی مرضی چلتی ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام چلتے رہے چلتے رہے اسی کا نام ہوتا ہے انقلابات زمانہ اور یہی وہ سبق ہیں جو انبیاءؑ کے قصوں میں اللہ ہمیں پڑھاتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب چاہیں جو چاہیں اور جیسا چاہیں کریں۔

"وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"

موسیٰؑ کے ساتھ تقدیر کی مرضیاں

وہ اگر چاہے تو قتل سے بچا کر دریاؤں کی لہروں کے درمیان پیدل چلائے، سوار کر کے فرعون کے محلوں میں شہزادہ بنا دے اور اگر چاہے تو قتل کا الزام لگوا کر زندگی دیکھیں کہ کس موڑ پر آرہی ہے یا تو آپ خود قتل ہونے والے تھے موسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی کہ صندوق کو لہریں لے کر آئیں اور وہ دریا کی لہریں اتنی سمجھدار ہیں کہ کسی اور طرف نہیں لے گئیں بلکہ سیدھا فرعون کے محل میں لے آئیں اللہ کا حکم ہے جو چاہے کرے اور بڑی شاہانہ زندگی کے ساتھ تمیں سال محل میں رہے۔

سفر میں موسیٰؑ کی حالت

اور آج اسی موسیٰ علیہ السلام پر قتل کا الزام ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی حیثیت ایک مفروری ہے کہ اس ملک کو چھوڑ کے پیدل چل رہے ہیں۔

اور مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ کچھ کھانے کو نہیں، پینے کو نہیں راستے میں پانی مل گیا جو جنگل کا پھل مل گیا، اس کے پتے مل گئے کھاتے ہوئے اسی پر چل رہے ہیں اور یہ آٹھ دن

اور آٹھ راتوں کا سفر تھا بھوکے پیاسے چل رہے ہیں اور جب جناب وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ جب مدین کے علاقے میں آ گئے تو وہاں ایک بہت بڑا کنواں تھا۔

پرانے وقتوں میں پانی کے کنوؤں کا سسٹم

پہلے دور میں آپ کو پتہ ہے کہ یہ سسٹم تو نہیں ہوتے تھے کہ ہر گھر میں پائپ لائن ہے اور پانی ہے اس لئے بڑے بڑے کنویں بنا دیئے جاتے تھے۔

وہاں سے لوگ جا کر پانی بھرتے تھے تو موسیٰ علیہ السلام مدین کے علاقے بڑے ڈول میں جب اس کنویں پر پہنچے تو بڑے بڑے کنویں ہوتے تھے، عام آدمی کی طاقت نہیں ہوتی تھی اس ڈول کے نکالنے کی آپ نے شاید دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہوا ہو یا نہ دیکھا ہو بیس پچیس سال پہلے مدینہ منورہ میں بھی دو باغات تھے ان میں جو کنویں تھے وہ بھی بہت گہرے ہوتے تھے اور بہت بڑے بڑے ڈول ہوتے تھے اور ان کو نکالنے کے لئے اونٹ ایسے رسی کو کھینچ کر دور چلتے تھے اور ڈول باہر آجاتا تھا۔

حضرت موسیٰؑ مدین کے کنویں پر

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آ کر دیکھا کہ اس پر بڑے لوگ ہیں بڑا رش ہے اور سب اپنی اپنی بکریوں کو اور جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں لیکن ایک کونے میں دو لڑکیاں کھڑی ہیں اور اپنی بکریوں کو زبردستی روک رہی ہیں اور پانی کی طرف نہیں جانے دیتیں جبکہ بکریاں پیاسی ہیں وہ پانی پینے کے لئے دوڑتی ہیں۔

حضرت شعیبؑ کی بیٹیوں سے موسیٰؑ کی گفتگو

تو موسیٰ علیہ السلام قریب آئے اور آ کر حیران ہوئے کہ کیا بات ہے کہ میں تو فرعون کے

ظلم وتشدد دیکھ کر آرہا ہوں یہاں بھی یہ ہے کہ زور آور سب کچھ کر ہیں اور جو کمزور ہیں وہ ایک طرف کھڑی ہیں۔

"قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَ أَبُوْنَا شَيْخ كَبِيْرٌ ، موسیٰ علیہ السلام آئے انہوں نے کہا کیا بات ہے تم پانی کیوں نہیں پلائی ہو انہوں نے کہا تم مسافر ہو تم نو وارد ہو ہم پانی نہیں پلا سکتیں یہ لوگ جو پانی بھر رہے ہیں یہ تو ان کا حق ہے وہ پانی کا ڈول بکریوں کے لئے نکال رہے ہیں ہمارے لئے تو نہیں نکال رہے جب یہ سارے پانی پلا کے چلے جائیں گے پھر نیچے جو پانی بچ جائے گا وہ ہم پلائیں گی کیونکہ ہماری طاقت تو ہے نہیں اور یہ بھی بتلا دیا کہ ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں وہ ہماری مدد نہیں کر سکتے۔

حضرت شعیبؑ کا بیٹا نہیں تھا

اور علماء نے لکھا کہ باپ کا نام اس لئے لیا کہ بھائی کوئی تھا نہیں بھائی ہوتا تو یہ بھی کہتیں کہ بھائی چھوٹے ہیں یا بھائی ہمارے ساتھ نہیں ہیں" وَ أَبُوْنَا شَيْخ كبير " ہمارے ابا بہت بوڑھے ہیں بزرگ ہیں اب ان کا کام تو نہیں ہے کہ وہ بکریاں چرائیں اور ہم بچیاں ہیں ہم کیا کر سکتی ہیں۔

موسیٰؑ نے بکریوں کو پانی پلا دیا

اتنے میں ان لوگوں نے اپنے جانوروں کو پلا لیا تو موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھے وہ کیا کرتے تھے کہ جب پانی اپنے مال کو پلا لیتے تو ایک بڑے پتھر کو کنویں کے اوپر رکھ دیتے کہ کوئی اور آدمی ڈول نہ نکال سکے تو موسیٰ علیہ السلام نے اکیلے اس پتھر کو ہٹایا اور اس کے بعد ڈول نکال کر کہا کہ پلاؤ۔

اور بعض مفسرین نے لکھا کہ اس کے ساتھ دو کنویں تھے ایک کنویں سے وہ پانی پلاتے تھے اور ایک ان کے لئے ریزرو رہتا تھا کہ جب اس کا پانی نیچے چلا جائے تو پھر اس کو استعمال کریں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا پتھر ہٹا دیا اور جلدی سے ڈول نکالے اور ان کو کہا کہ پانی پلاؤ پانی پلا کے کہا کہ ٹھیک ہے آپ جائیں عورتیں کیوں کھڑی کھڑی رہیں جب وہ وہاں سے ہٹنے لگیں تو ساتھ ہی ایک درخت تھا موسیٰ علیہ السلام وہاں آ کر بیٹھ گئے۔

حضرت موسیٰؑ کی محتاجی

اور اس کے بعد انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا فرمائی کہ رَبِّ إِنِّيْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْر "اب علماء نے لکھا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا منشا ایک تو مانگا اللہ سے تھا لیکن وہ ان لڑکیوں کو بھی سنانا چاہتے تھے کہ میں کتنا محتاج ہوں تیری رحمت کا اور ظاہر بھی تھا یہ تو اللہ نے پیغمبرانہ شان دی تھی ورنہ طاقت تو جواب دیتی آپ کا بطن مبارک تو بھوک سے بیٹھ سے لگ گیا تھا پاؤں میں چھالے تھے ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہیں جوتا ٹوٹ گیا تھا۔

حضرت شعیبؑ کے سامنے حضرت موسیٰؑ کا تذکرہ

اب جناب بچیاں جب اپنا مال لے کر واپس اپنے گھر میں آئیں تو باپ نے پوچھا کہ آج کیسے جلدی آ گئیں کیونکہ وہ بیچاری تو سب سے آخر میں آتی تھیں سب لوگ پانی پلا کے چلے جائیں پانی جو بچے گا وہ بچا ہوا پانی پلائیں گی تو انہوں نے واقعہ بتلایا کہ ابا جان ایسا آدمی آیا اس نے ایسے ہماری بکریوں کو پانی پلایا انہوں نے کہا کہ اچھی بات ہے ایک آدمی نے احسان کیا اس کی کوئی اخلاقی جزا بھی ہوتی ہے آپ اس کو ساتھ لے آئیں تا کہ ہم اس کو گھر میں رکھتے مہمان داری کرتے۔

حضرت موسیٰؑ کو حضرت شعیبؑ کے گھر بلانا

پھر آپ نے ایک بچی کو حکم دیا کہ آپ جاؤ آپ نے راستہ بھی دیکھا ہوا ہے۔ بندے کو بھی پہچانتی ہو اس کو بلا کر لے آؤ۔

فَجَآءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ قرآن کہتا ہے کہ ان دو میں سے۔

عورتوں کے نام نہ لینے کا حکم

دیکھیں قرآن نے بچیوں کے نام نہیں لئے اس لئے میں نے پہلے بھی عرض کیا منشا خداوندی یہ ہے کہ جیسے ان کے اسم اور جسم کا پردہ ہے نام کے لئے بھی پردہ ہے کہ اس کا نام ایسے نہیں کہ ہر محفل میں ہر زبان پر آئے حتیٰ کہ حکم ہے کہ گھر میں بھی آپ اس کو پکاریں تو نام کے ساتھ نہ پکاریں کنیت کے ساتھ پکاریں فلاں کی ماں، فلاں کی بیٹی، فلاں کی بہن۔

اس لئے دیکھیں کہ پہلے لوگوں میں کتنا ادب تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ بی بی مریمؑ کا اللہ نے تو نام لیا ہے اس لئے کہ عیسی علیہ السلام کا باپ کوئی نہیں لیکن ان کی قوم جب آتی ہے قوم آ کر نام نہیں لیتی کہ یا مریم کہتی ہے "يَاأُخْتَ هَرُوْنَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَ مَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا" اے اخت ہارون تم نے یہ کیا کیا ہے کہ بغیر نکاح کے بچہ، نہ تمہارا باپ غلط اور نہ تمہاری ماں غلط تم تو حسبی نسبی شریف لڑکی ہو یہ تم نے کیا کیا ہے تو وہ بھی یاختَ هَرُوْنَ کہہ کے پکارتے تھے۔

عورت کے حق میں ماڈرن لوگوں کا فریب

اسی لئے علماء کہتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کو اتنی عظمت دی ہے، اتنی عزت دی ہے، اتنی شان دی ہے کہ وہ اتنی قیمتی چیز ہے کہ اس کو پردے میں چھپا کر عزت کے ساتھ رکھا جائے۔ حتیٰ کہ اس کا نام نہ لیا جائے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اگر نام بھی معلوم ہو جائے تو بعض

غلط لوگ اس سے سکینڈل کھڑا کر لیتے ہیں۔

آج کل تو اللہ معاف فرمائے ہم جس دور سے گزر رہے ہیں کہتے ہیں جی مساوات کا زمانہ ہے مرد عورت برابر ہیں ایک گاڑی کے دو پہیے ہیں گاڑی تو چل ہی نہیں سکتی جب تک اس کے دو پہیے نہ ہوں پتہ نہیں یہ لوگ کیسے مثالیں بنا لیتے ہیں ہم نے تو ایسی گاڑیاں دیکھی ہیں جن کے سولہ سولہ پہلے ہیں پھر آپ کیا کریں گے پھر آپ اجازت دیں گے کہ گھر میں سولہ سولہ عورتیں رکھی جائیں بھی گاڑی بڑی ہوتی ہے کبھی گاڑی چھوٹی ہوتی ہے اور دوسری بات یہ ہوتی ہے اگر ہم ان کا یہ فلسفہ دو پیسے والا مان بھی لیں تو دو پیسے کبھی گاڑی کے ایک طرف لگا دو تو گاڑی چل ہی نہیں سکتی پہیہ اپنی طرف ہو گا اپنے اپنے مقام پر ہو گا تو گاڑی چلے گی جب تک وہ اپنے مقام پر نہ ہو گاڑی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں ایک طرف کے نکال کر دوسری طرف لگا دیں تو پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے اگر دو پہیوں کو آپ ایک جگہ کھڑا کریں گے تو نظام تو تباہ ہو جائے گا ان کو اپنے اپنے مقام پر رکھو۔

عورت کو کیسے چلنا چاہیئے

بہر حال دیکھیں قرآن نے کتنی بڑی بات کی فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا ان دونوں میں سے ایک آئی اس کا نام نہیں لیا حالانکہ اللہ تو جانتے ہیں کہ کیا نام ہیں اور ساتھ وضاحت کی تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ کہ وہ حیا کے ساتھ، عصمت کے ساتھ، وقار آ رہی ہے یہ کے ساتھ چلتی ہوئی آئی یہ نہیں کہ ناچتی ہوئی آ رہی ہے یہ نہیں کہ رقص کرتی ہوئی یہ نہیں کہ جناب دوپٹہ گلے میں پڑا ہے کبھی کندھے پر پڑا ہے، کبھی ہاتھوں میں جھول رہا ہے، بال کھلے ہوئے ہیں اور لڑکیاں بھاگ رہی

ہیں نہیں وہ تو شعیبؑ کی بیٹیاں ہیں۔

فاسق لوگ عورت کی چال سے پہچان لیتے ہیں

اللہ نے بتلایا کہ عورت کی چال بتلا دیتی ہے اسی لئے جو فاسق فاجر لوگ ہیں وہ چلتے ہوئے پردے میں بھی پہچان لیتے ہیں کہ یہ ہمارا شکار بن سکتی ہے اس کی چال بتلا دیتے ہیں اور اسی طرح حکیم اور اطباء عورت جب چل رہی ہو وہ بتلا دیتے ہیں کہ یہ حاملہ ہے یا غیر حاملہ ہے آپ تو ٹیسٹ کرتے ہیں وہ تو بغیر ٹیسٹ کے اور کس پاؤں پر زیادہ زور دے رہی ہے دائیں پر یا بائیں پر لڑکا ہوگا یا لڑکی ہوگی یہ علم ہے کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔

عورت کے چلنے کے غلط طریقے

اور اسی طرح علماء نے جو اصناف نساء پر بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں انہوں نے لکھا کہ دراصل عورت کا چلنا جو ہے وہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کردار کیا ہے کہ یہ کسی طرح چلتی ہے، چلتے چلتے دائیں بائیں جھانک رہی ہے، چلتے پھرتے بھی سینے پر ہاتھ ہے، کبھی بالوں پر ہاتھ ہے، کبھی سر پر ہاتھ ہے تو سمجھ لو کہ یہ ٹھیک نہیں لڑکی کیا دکھانا چاہتی ہے کسی کو بالوں پہ ہاتھ ڈال کے اس کو کیا پڑی ہے کہ ہر دو منٹ بعد ہاتھ ماتھے پر جا رہا ہے اور بال سنوارے جا رہے ہیں کیا مطلب ہے اس کا یہ تو فاحشہ عورتوں کا کردار ہوتا ہے شرفاء کا یہ کردار نہیں ہوتا تمشی عَلٰی استحیاء حیا کے ساتھ چلو۔

اس آیت میں مسلمان عورتوں کے لئے سبق

ورنہ قرآن کہہ دیتا جاءَتْ إحداهما ایک آگئی، بس ورنہ قرآن پاک کا مفہوم اتنے میں بھی ادا ہوتا ہے جاءت إحداهما ان دو میں سے ایک لڑکی آگئی لیکن اتنی لمبی بات کہ

تَمْشِيْ عَلٰى اسْتِحْيَاءٍ کہ آئی کیسے آئی حیا کے ساتھ اللہ کو یہ بڑھانے کی کیا ضرورت تھی اس میں ہمیں سبق دیا گیا ہے۔

شریف عورت کی نظر

اس لئے آپ دیکھیں کہ شریف عورت کی تو نظر اٹھتی ہی نہیں اس کی نظر ہمیشہ قدم پر ہوتی ہے۔نظر بر قدم اور خلوت در انجمن یہ اللہ والوں کی پہچان ہوتی ہے کہ چلیں گے تو قدم پر نظر ہو گی اور بیس آدمیوں میں بیٹھے ہوں گے محسوس ایسے ہو گا کہ وہ اکیلے بیٹھے ہیں اپنا دل اللہ کے ساتھ جڑا ہوا ہے معلوم ہی نہیں ہو رہا کہ کسی کے معاملے میں دخل دے رہے ہیں بیٹھنا پڑ گیا تو بیٹھے ہیں بس۔

بنت شعیبؑ کی مختصر بات

اور آنے کے فوراً بعد اس نے کہا ''قَالَتْ إِنَّ أَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا '' اس نے کہا کہ اے مسافر نو وارد وہ تو نہیں جانتی تھی کہ یہ موسیٰ علیہ السلام ہیں اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْکَ ہمارے ابا نے آپ کو بلایا ہے۔

عورت گول مول بات نہ کرے

اس لئے علماء کہتے ہیں کہ شریف عورت کا کام یہ ہوتا ہے کہ بات واضح کر کے کرے کھلی بات کرے یہ نہیں کہ گول مول بات کرے کہ او جی آپ ہمارے گھر میں نہیں آتے کبھی آپ آئیں تو سہی ناں کمال ہے کبھی آپ کو ٹائم ہی نہیں ملتا اس پر پوچھا جائے کہ کیوں آئی ہیں آپ کیوں بلا رہی ہیں کھل کے بات کریں۔

اسی لئے باحیاء عورت کبھی کنایہ سے اور خفیہ باتیں نہیں کرتی گول مول باتیں نہیں کرتی

کہ جس کی طرف ہر آدمی کی نظر چلی جائے کہ ہر بندہ نیت کے مطابق اس کے کلام کو لے گا کلی بات کی اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ میرے باپ نے بلایا ہے میں نے نہیں بلایا تمہیں۔ شریف لڑکی بغیر باپ کی اجازت کے کیسے کسی اجنبی کو لیکر جائے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب اگر باپ نے بھیجا ہے تو کھلی بات کی لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا تا کہ موسیٰ علیہ السلام پہلے گھبرائے ہوئے ہیں پھر اور ڈر نہ جائیں کہ پتہ نہیں اب ان کے باپ نے کیوں بلا لیا تو یہ بھی بتلا دیا کہ وہ آپ کو بدلہ دینا چاہتے ہیں جو آپ نے ہم پر احسان فرمایا ہے بھلی بات ہے۔

عورت! نامحرم سے نرم لہجہ میں بات نہ کرے

اسی لئے اللہ قرآن پاک میں دوسری جگہ فرماتے ہیں "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ" کہ عورت کو چاہئے کہ کسی اجنبی سے کبھی نرم لہجے سے بات نہ کرے کیونکہ اگر نرم لہجے سے بات کی تو دوسرے کے دل میں اگر کوئی کھوٹ ہے منافقت ہے یا گندگی ہے تو وہ اس نرمی کا فائدہ اٹھائے گا۔

اس لئے حکم ہے کہ عورت دو لفظی بات کرے، ضرورت کی بات کرے اور ضرورت کے مطابق جواب دے اور جواب کے لہجے میں ایسا انداز ہو کہ دوسرا کوئی غلط توقع بھی نہ کر سکے کہ بھائی یہ بڑی درشت مزاج عورت ہے ایسے وقت فون بھی نہیں کریں گے۔ جب تک صاحب خانہ گھر میں موجود نہ ہوں خواہ مخواہ اس کی باتیں سننی پڑیں گی اور اگر جناب وہ بڑے آرام سے اور بڑے ترنم سے، موسیقی کے سُروں سے گنگنا رہی ہے تو آدمی کہتا ہے اس ٹائم گھر میں کوئی نہیں ہوتا کل پھر اس کی آواز سنیں گے آواز میں تو بڑا رس ہے پتہ یہ فتنے اسی طرح چلتے ہیں ورنہ اللہ نہ فرماتے فلا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ کہ اگر تم نے نرم بات کی تو جس

دل میں کھوٹ ہے اس کے دل میں طمع پیدا ہو جائے گا تم سے ملنے کا۔

عورت اجنبی کے آگے نہ چلے

آپ دیکھیں کہ اس نے کھل کے بات کی کہ "إِنَّ أَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا" موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا چلو اب یہاں قرآن پاک نے یہ بات ذکر نہیں کی لیکن طرز کلام سے یہ بات ملتی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب وہ چلنے لگے تو فرمایا کہ ایسا کرو بیٹی تم میرے پیچھے چلو میں آگے چلوں گا اور جہاں جہاں راستہ ہو مجھے بتا دو دائیں بائیں بات سمجھ آجائے گی۔

عورت آگے کیوں نہ چلے

تو اس میں علماء نے لکھا ہے کہ حکمت یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام یہ نہیں چاہتے تھے کہ عورت میرے آگے ہو ہوا چلتی ہے بال باہر ہو جائیں کوئی دوپٹہ گر جائے سر سے عورت ہے چلے میں تو ہزار بات ہوتی ہے اگر کسی جگہ راستہ خراب ہے عورت کو چھلانگ لگائی پڑتی ہے تو کپڑا اس نے پنڈلیوں سے ذرا اونچا کر دے تو اللہ کا نبی تو یہ باتیں برداشت نہیں کرتا۔

عورت قیادت نہیں کر سکتی

انہوں نے فرمایا کہ میں آگے چلوں گا آپ پیچھے چلیں اور دوسرا اللہ کے نبی نے خود یہ سبق دیا کہ عورت قیادت کرنے کے لئے نہیں ہوتی کہ وہ آگے چلے اور تم پیچھے چلو اللہ نے مرد کو عزت بخشی ہے امام مرد بن سکتا ہے عورت نہیں موذن مرد بن مرد مان سکتا ہے عورت نہیں، جنازہ پڑھانا ہو تو امامت مرد کر سکتا ہے عورت نہیں۔ اللہ کے نبی کی خلافت مرد کر سکتا ہے عورت نہیں، نبی مرد بن سکتا ہے عورت نہیں بن سکتی تو اس لئے اللہ کے نبی نے تھوڑے سے راستے کی

قیادت دینا بھی قبول نہیں کیا۔

ایک عیسائی لڑکی سے میرا مکالمہ

یہ اسی دفعہ اتفاق سے ایک جگہ تھے تو وہاں پر ایک اخبار سے تعلق رکھنی والی ایک لڑکی کئی انگریزی اخبار سے اس کا تعلق تھا اور اس کے علاوہ اس کے آرٹیکل اخباروں میں بڑے معروف ہیں لکھنے والی ہے تو ہم سے انٹرویو کے لئے آئی پتہ نہیں کہیں پڑھ لیا ہوگا۔

تو بہر حال اس نے ابھی انٹرویو شروع نہیں کیا تھا کہ اس نے کہا آپ عرب میں رہتے ہیں اور آپ دین کے عالم ہیں اور آپ ایک جگہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کر آپ دین پڑھاتے ہیں اللہ نے آپ کو بڑی عزت دی ہے یہ کیا وجہ ہے کہ آپ عورتوں کو وہ مرتبہ دینے کے لئے تیار نہیں ہیں جو اللہ نے مرد کو دیا ہے حالانکہ دونوں آدم اور حوا کی اولاد ہیں دونوں کا ماں باپ ایک ہے اور دونوں میں اللہ نے علم رکھا ہے اللہ نے عقل رکھی ہے، فہم رکھی ہے۔ یہ ایسی بات کیوں ہے۔

میں نے ان سے پوچھا کہ تم کسی مذہب کو مانتی ہو یا ویسے ہو۔

یا اس نے کہا کہ میں عیسائی ہوں لا مذہب نہیں ہوں میں عیسی علیہ السلام کے مذہب پر ہوں باقاعدہ گرجا جاتی ہوں۔

میں نے کہا اچھی بات ہے میں نے کہا اگر تم عیسائی ہو پھر تو تمہیں خوش ہونا چاہئے ہم تو بی بی مریمؑ کی ماں کی بات کو مان رہے ہیں۔

کہنے لگی کیا مطلب۔

میں نے کہا کہ جب بی بی مریمؑ پیدا ہوئی تھیں تو ان کی والدہ ہی نے تو کہا تھا کہ یا اله

إِنِّيْ وَضَعْتُهَا أُنْثَى وَ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَ لَيْسَ الذَّكَرُ كَالانثى۔

لڑکی مرد کے برابر نہیں ہوسکتی تو یہ تو آپ کی نانی کا فرمان ہے بی بی مریمؑ کی ماں کا فرمان ہے اگر تم بی بی مریمؑ کا انکار کردو ہم تمہارے ساتھ مساوات کے لئے آجاتے ہے کر سکے تو آپ کے قرآن میں ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہوگا میں نے کہا

آپ کے بائبل میں نہ ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ مسئلہ نہیں ہوگا سوال یہ ہے کہ آپ کے بائبل میں بھی ہے اس نے کہا نہیں بائبل کا میں نے بہت مطالعہ کیا اور اس میں نہیں ہے میں نے مولانا سے کہا کہ آپ اظہار الحق منگوائیں تو کتاب موجود تھی ہم مدرسہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے اس سے بائبل کا حوالہ نکالا میں نے کہا جی بائبل لے آئیں اس نے کہا یہ بائبل ہے میں نے کہا یہ تمہارا چھپا ہوا بائبل ہے ہم امریکہ میں بیٹھے ہوئے ہیں ہم نے تو نہیں چھاپا ہے اس لئے اس میں ہی دیکھ لو۔

مقصد میرے کہنے کا یہ تھا کہ اللہ تبارک وتعالی کے پیغمبر کی بات میں سبق تھا ورنہ ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی اس میں حکمتیں ہیں۔ حضرت موسیٰؑ آگے جارہے ہیں اور بی بی پیچھے جا رہی ہیں اب جب گھر میں پہنچے تو آپ نے حضرت شعیبؑ کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا کہ میں ایسے فرعون کے گھر میں رہتا تھا اور یہ ہوا یہ ہوا بندہ مرگیا میں خوف سے وہاں سے نکل آیا انہوں نے فرمایا کہ لا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ انہوں نے فرمایا اے موسیٰ اب ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اب آپ ان کی حدود سے نکل آئے ہیں اب وہ ظالم قوم آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ اب اس بات پر یاد رکھیں قرآن نے اس مقام پر تو صرف یہ کہا کہ "و ابونا شیخ کبیر"۔ اور دوسری جگہ قرآن کہتا ہے کہ

" فَلَمَّا جَآءَهُ وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ " موسیٰ علیہ السلام جب آئے تو آپ نے قصہ بیان کیا۔

قرآن میں شیخ کبیر سے مراد کون ہیں

شیخ کبیر کون تھے اس میں مفسرین کا بڑا اختلاف ہے۔

بعض مفسرین کرام نے انکار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ وہ شعیب نبی مراد نہیں اگر شعیب نبی مراد ہوتے تو اللہ ان کا نام لے دیتے کیونکہ ایک اور ایک مقام پر حضرت شعیبؑ کا نام لیا ہے "وَ إِلٰى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا" اور یہاں اللہ نے نام نہیں لیا۔

تو بعض مفسرین کہتے ہیں کہ شخص اور آدمی تھا اللہ والے تھے مومن تھے لیکن ان کا نام یسریہ۔ باسیرون تھا شعیب نہیں تھا اور ان کا استدلال اس وجہ سے بھی ہے کہ انہوں نے کہا کہ شعیب علیہ السلام نے اپنے قصے میں کہا تھا وَ مَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيد کہ قوم لوط کا واقعہ جو ہے وہ مجھ سے کوئی بہت دور تو نہیں لوط اور شعیب علیہم السلام کے درمیان چار سو سال کا فاصلہ ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شعیب اور ہیں اور یہ یسرون اور ہیں حتی کہ حافظ ابن کثیر جیسا آدمی جو ہے اس کا میلان بھی اسی طرف ہے کہ یہ شعیب نبی نہیں تھے۔

اکثر مفسرین کی رائے

لیکن یاد رکھیں کہ جمہور صحابہ جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ شعیب علیہ السلام نبی تھے اور موسیٰ علیہ السلام جن کے پاس آئے ہیں وہ بھی شعیبؑ ہیں او یہ شعیب علیہ السلام بھی نبی تھے اور باقی یہ کہ قرآن نے نام نہیں لیا تو قرآن نے تو حضرت خضرؑ جیسے عظیم شخصیت کا بھی قصے میں نام نہیں لیا۔ بلکہ فرمایا فَوَجَدَا عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا ،لہذا نام نہ لینا تو کوئی دلیل نہیں کہ نبی ہوتے تو

ضرور نام لیا جاتا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ یسرون جو ہے بسریہ یا یسرون تو اصل بات یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام کا سریانی زبان میں نام یسرون ہے یعنی آپ ہی کے دونوں تھے شعیبؑ بھی اور یسرون بھی۔

اور تیسری دلیل اس بات کی کہ یہ شعیبؑ اللہ کے نبی تھے طبرانی میں ایک روایت آئی ہے کہ حضرت مسلم جب تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تو آپ نے فرمایا کہ تم کہاں سے تعلق رکھتے ہو تو انہوں نے کہا حضور ﷺ میں عنزہ قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا اچھا تم عنزہ قبیلے سے تعلق رکھتے ہو جس میں حضرت شعیبؑ تھے جو سسر تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے۔ انہوں نے کہا ہاں یارسول اللہ! اس سے تائید ہوتی ہے کہ وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔

حضرت موسیٰؑ کے متعلق بنت شعیبؑ کی بات

اب جب موسیٰ علیہ السلام بیٹھ گئے اطمینان ہو گیا ضیافت ہو گئی تو ان میں سے ایک لڑکی نے اپنے ابا کی خدمت میں عرض کیا " یٰاَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِينُ " کہ ابا جان مہربانی کریں آپ اس آدمی کو اپنے پاس رکھ لیں کیونکہ یہ آدمی بہتر اجیر بھی ہو گا اور بہتر عامل بھی ہو گا کیونکہ قوی بھی ہے امانت والا بھی ہے قوت والا بھی ہے۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے جب شعیب علیہ السلام نے یہ بات سنی تو غصے میں آ گئے کہ میری بیٹی کسی کی تعریف کیسے کر رہی ہے کہ یہ طاقت والا بھی ہے امانتدار بھی ہے بیٹی کا کسی غیر مرد کے بارے میں یہ کہنا کیسے ہے آج کل تو خیر ہم خود ریسلنگ کی فلمیں لگا کر دکھاتے ہیں تاکہ طاقتور

لوگوں کو دیکھ لیں اچھا ہے ناں جی علم بڑھتا ہے معلومات ملتی ہیں۔انہیں پتہ چلتا ہے کہ صرف میرا شوہر اس دنیا میں نہیں اس سے بھی بڑی طاقت والے لوگ موجود ہیں دنیا میں، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ کسی کس بات پر رونا روئیں۔

نادر شاہ کا واقعہ

اسی لئے ہے نہ کہ جب نادر شاہ نے آپ کے ہند پر حملہ کا تھا اور تباہی مچادی آپ قتل و غارت کر دئی اور ساری ندیاں گلیاں خون سے بھر گئیں اور جناب اس کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے ایک عجیب تجربہ کیا کہ جب سارا ملک فتح ہو گیا۔

تو اس نے کہا کہ شاہی محلات کی جتنی بیگمات بچیاں اور خادمائیں ہیں وہ سب ایک محل میں اکٹھی ہوں اور میرے سامنے رقص کریں مرضی ہے فاتح ہے جو چاہے کرے۔

اور یہ تو قرآن خود کہتا ہے کہ" اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً" جب طاقتور کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں، انقلاب لاتے ہیں تو وہ ایسا کرتے ہیں کہ عزت والوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور اس نے جب ان کو مجبور کیا وہ مجبور ہو گئیں تو اس نے اپنی تلوار کو نیام سے نکال کر خالی تلوار بالکل سائیڈ پر رکھ لی اور خود وہ گاؤ تکیہ لگا کے رقص دیکھتا رہا اور اسی اثنا میں عمداً اونگھتا رہا نیند سے ایک دفعہ دو دفعہ اس نے کہا مجھے رقص نہیں چاہئے ہیں تو یہ دیکھنا چاہتا تھا اس ملک میں اس خاندان میں ابھی کوئی عزت غیرت والا لمحہ رہا ہے۔کہ میں نے تلوار رکھی ہوئی تھی اور میں سو رہا تھا ایک تو بڑھ کے تلوار سے حملہ کرتی خواہ ناکام ہو جائے۔

تو غیرت نام ہے جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اور اب تو ہمارے ہاں بھی نہ غیرت رہی، نہ عزت رہی اور جن کے پاس کچھ بچی بھی

ہے انہیں ہم کہتے ہیں یہ پرانے خیالات کے دقیانوسی لوگ ہیں یہ تو ابھی قبائلی زمانے میں رہ رہے ہیں آج ہم بہت ایڈوانس ہو چکے ہیں آج ہم بہت آگے چلے گئے پتہ نہیں اور آگے کہاں تک جاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے حالات پر رحم فرمائیں کیا کہا جائے۔

حضرت موسیٰ کی قوت اور پاکبازی

تو حضرت شعیب علیہ السلام جلال میں آگئے کہنے لگے تمہیں کیسے پتہ ہے کہ یہ قوی بھی ہے، امین بھی ہے اس نے کہا ابا جان بات یہ ہے اتنا بڑا پتھر جس کو دس آدمی نہیں اٹھا سکتے یہ ایک آدمی اکیلا اس کو ہٹا دے تو قوت واضح ہوگئی اور امین اس لئے ہے کہ میرے پیچھے نہیں چلا خود آگے چلا کہ میرے بدن کے کسی حصے پر بھی اس کی نظر نہ پڑے اس سے بڑی امانت کی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔

دنیا میں سمجھدار تین لوگ

اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک قول مبارک ہے آپ نے فرمایا اَفْرَسُ النَّاسِ ثَلاثَۃٌ کہ دنیا میں جو عقل والے گزرے ہیں جن کو اللہ نے عقل دی تھی ان میں بڑے عقلمند تین ہیں تو جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ حضرت وہ کون ہیں فرمایا ایک تو عزیز مصر وہ بھی بڑا سمجھدار تھا کہ جب سیدنا یوسف علیہ السلام کو بازار سے خرید کر لایا تو غلام تھے لیکن اپنی بیوی سے کہا اگر مَثْوٰہُ عَسٰی اَنْ یَّنْفَعَنَا اس کو بڑے احترام سے رکھنا اس کو عزت دینا ہو سکتا ہے کہ ہمیں اس سے نفع پہنچے یہ اس کی فراست تھی کہ یوسفؑ کو دیکھ کے پہچان لیا۔

اور اسی طرح شعیبؑ کی بیٹی بھی اَفْرَسُ النَّاسِ تھی وہ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر پہچان گئی

کہ یہ کوئی خاص شخص ہے کیونکہ جب آدمی بھوکا ہو پیاسا ہو پاؤں میں چھالے پڑے ہوں پیٹ میں ایک دانہ نہ گیا ہو اور پتھر ہٹادے اور اس کے باوجود سارا کچھ کر کے ہمیں یہ بھی نہیں کہتا کہ جی آپ کی بستی میں کوئی ایسا آدمی ہے جو ہمیں کھانا کھلا دے بلکہ عرض کرتا ہے رَبِّ إِنِّيْ لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ

اور اللہ میں تو تیرے دروازے پر خیر کا محتاج ہوں جو تو نے مجھے ٹھہرایا ہے اس حال اسی طرح حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سمجھدار لوگوں میں تیرے سیدنا ابو بکرؓ ہیں الَّذِي اسْتَخْلَفَ بَعدَهُ عُمَر کہ جس نے اپنے بعد خلافت کے لئے عمر کو چن لیا جس کی وجہ سے عالم اسلام نے اتنی عزت پائی اتنی ترقی کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے چالیس لاکھ مربع میل پر اسلام کے جھنڈا گاڑ دیئے یہ جو پہچان تھی۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معلوم ہوتا ہے وہ بھی أَفْرَسُ النَّاسِ تھے کہ اللہ نے ان کو بھی ان لوگوں میں بھیجا تھا جو سب سے زیادہ پہچان رکھنے والے تھے۔

حضرت شعیبؑ کا حضرت موسیٰؑ سے معاہدہ

اب حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا: قَالَ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَتَيْنِ عَلٰى أَنْ تَأْجُرَنِيْ لَمْنِيْ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيْدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِيْ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّلِحِيْنَ . قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللّٰهُ عَلٰى مَانَقُوْلُ وَكِيْلٌ.

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اے موسیٰ بات سنو میں چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کا آپ سے نکاح کر دوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ ایک تو میرے پاس رہو گے اور دوسری شرط یہ ہے کہ آٹھ سال تک یا دس سال تک میری مزدوری کرو گے ان

دو میں سے تمہاری مرضی ہے آٹھ سال ہارے گردو گے تب بھی میں راضی ہوں دس سال پورے کردو گے تمہاری مہربانی ہے احسان ہے اور ان شاء اللہ تم مجھے اچھے لوگوں میں پاؤ گے۔ میں تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کروں گا۔

رشتہ میں بیٹی کی خواہش کا خیال رکھو

یہاں حضرت شعیب علیہ السلام نے ایک مسئلے کو بھی حل فرمادیا اس سے امت کو آنے والے دور میں سبق بھی دیا کہ اگر کبھی بیٹی کسی انسان کے بارے میں تعریف کرے تو اس کو اچھی طرح سوچیں غور کریں اور اگر ایسے اسباب بنتے ہوں تو بہتر ہے کہ ان کا رشتہ کردیں کیونکہ کبھی بیٹیاں یا بچیاں کھل کے تو نہیں کہتیں اشارات اور کنایات میں شریف لوگ بات کرتے ہیں۔

کیا نوکری بیٹی کا حق مہر بن سکتی ہے

بہرحال اس مقام پر ان مسائل کا تعلق نہیں ہے ورنہ اسی آیت پر بڑی بڑی مباحث ہیں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ کیا کسی لڑکی کا حق مہر اس کے شوہر کی نوکری بن سکتی ہے کہ نہیں بن سکتی یہ فقہ میں بہت بڑا معرکتہ الآرا مسئلہ ہے اور اس کے لئے بڑی ابحاث میں امام ابوحنیفہ اس کے قائل ہیں اور بعض ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی قبول کرلیا فرمایا اچھا "ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ" کہ یہ تمہارے میرے درمیان معاہدہ ہوگیا لیکن ایک بات یاد رکھیں "اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ" یہ میری مرضی پر ہوگا کہ میں آٹھ سال گزاروں یا دس سال مجھے پر زبردستی نہیں ہوگی کہ میں دس سال ضرور پورے کروں اور ہم نے اور آپ نے جو عہد کیا ہے۔ "وَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ" اللہ ہمارا گواہ ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے دس سال خدمت کی تھی

اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے پوچھا کہ حضرت قرآن میں یہ نہیں آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر آٹھ سال گزارے یا دس سال گزارے یہ وضاحت ہمیں قصہ موسیٰ علیہ السلام میں نہیں ملتی تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم کیا سمجھتے ہو وہ اللہ کے نبی تھے جب بھی تم سے کوئی یہ سوال کرے تو اس کو بتا دینا کہ آپ نے دس سال گزارے تھے اَوْ فِیْ الأَجَلَیْن۔

موسیٰؑ کا شعیبؑ کی چھوٹی بیٹی سے نکاح ہوا تھا

اور اسی طرح انہوں نے کہا ابن عباس ہمیں یہ بھی پتہ نہیں چلا قرآن پاک کے منشا سے ''جَآءَتْ إِحْدَاهُمَا ''اور شعیب علیہ السلام بھی فرمارہے ہیں ''اِنِّیْ اُرِیْدُ أَنْ انْکِحَكَ إِحْدَی ابْنَتَیَّ هَتَیْن ''تو آپ کی شادی کس سے ہوئی تھی۔

شعیب علیہ السلام کی بڑی لڑکی سے یا چھوٹی سے تو آپ نے فرمایا ''صغر اهما'' اگر تم سے کوئی پوچھے "أَیَّمَا الْأَجَلَیْنِ قَضٰی مُوْسٰی فَقُلْ أو فهما "کہنا کہ وہ زیادہ مدت دس سال والی اور کوئی پوچھے کہ نکاح کس سے ہوا تھا تو بتا دینا ''صغر اهما'' جو حضرت شعیب علیہ السلام کی چھوٹی بیٹی تھی۔ اس سے نکاح ہوا اور موسیٰ علیہ السلام نے دس سال بکریاں چرائیں۔

ہر حال میں خدا کا شکر کرو

اب دیکھیں انقلاب زمانہ پر غور کریں کہ ایک وقت ہو کہ آدمی شہزادہ ہو اور دوسرے وقت میں بکریاں چرا رہا ہو، اس لئے انسان کو ہر وقت اللہ سے معافی مانگنی چاہئے اور جس حال میں ہے اللہ کا شکر کرے یا اللہ تیرا کروڑ کروڑ شکر ہے مجھے جس حال میں رکھا ہے یہ نہیں کہ

دوسرے کو دیکھ کر جلتا رہے کیوں کیا پتہ کہ ہمیں اس حال سے بھی نیچے جانا پڑے تو پھر ہم کیا کریں گے۔

آج تو جناب عزت ہے اللہ کا شکر ہے ہمارے پاس گھر میں نوکر ہیں اے سی ہیں، گاڑیاں ہیں، گاڑی میں بھی اے سی لگے ہوئے ہیں لیکن ہمارے اپنے ملکوں میں ہندوستان و پاکستان میں بڑے بڑے لوگ جو ہیں ان کی بھی طاقت نہیں ہوتی کہ ایک گھر میں پانچ چھ اے سی اکٹھے رات کو گھر میں چلا کے سو جائیں۔

ہمارے بڑے بڑے نواب فیملی کے لوگ، اگر مہمان آجائے مثال مشہور ہے کہ مونچھ اونچی رکھنے کے لئے وہ چلا تو دیتے ہیں لیکن نظر گھڑی پر ہوتی ہے۔ مہمان نکلتا کب ہے کیونکہ ایک ایک اے سی کا جب بل آئے گا پانچ پانچ ہزار روپے مہینے میں، پانچ چلائیں مہینے میں تو پچیس ہزار روپے آپ بجلی کا بل ادا کریں یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔

اس لئے اللہ کا شکر کیا کریں اللہ نے گاڑی دی ہے اللہ نے سائیکل دیا ہے تو شکر کرو، ورنہ پیدل چلنا پڑتا پیدل چلتے ہو تو شکر کرو اگر لنگڑا کر دیتے تو ہم کیا کر سکتے تھے دیکھتے نہیں چیئر پر کیسے کیسے لوگ ہوتے ہیں۔ یہ آپ کے ہسپتال تو مقام عبرت ہیں یہاں رہ کر بھی آدمی اگر ہدایت نہ پکڑے پھر میرے خیال میں ہدایت کہیں نہیں مل سکتی کہ آپ کے سامنے تو ہر وقت ایسے ایسے حالات آتے ہیں کہ کتنا بڑا آدمی ہے ایک نوکر پکڑ کر آرہا ہے یعنی اگر وہ نوکر ہاتھ چھوڑ کر کھڑا کر دے اسے یہ نہیں پتہ کہ میں کہاں جاؤں کروڑوں پتی ہے۔ لیکن اللہ نے آنکھیں لے لیں چپڑاسی کا بھی محتاج نوکر کا بھی محتاج ڈرائیور کا بھی محتاج گھر میں ہے بیوی کمرے میں بیٹھی ہے اس کو یہ نہیں کہ کہا ہے تو اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر مشکل کیوں ڈالی

اب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتنا بڑا امتحان گزرا اللہ کو تو اپنے پیارے بندے کی تربیت مقصود ہے کہ شاہی محلات میں بھی تربیت دے دی اور پھر تکلیفیں بھی دکھلا دیں کیونکہ جب تک آدمی خود تکلیفیں نہ دیکھے دوسرے کی تکلیف کا اس کو احساس ہی نہیں ہوتا۔

ایک شہزادہ کی مثال

یہی وجہ ہوتی ہے ہمارے لیڈر جو آج کل پیدا ہوتے ہیں۔ پیدا ہوئے اور منہ میں سونے کا چمچہ لے کر آئے ان کو غریبوں کا کیا پتہ کہ غریب کیا ہوتے ہیں وہ تو پھر اسی طرح فیصلہ کرتے ہیں کہ وہ ایک مثل مشہور ہے کہ ایک شہزادہ نہر پر کھڑا تھا لوگ چیخ رہے تھے روٹی کے لئے کہ آٹا نہیں ملتا آٹا نہیں ملتا شہزادے نے پوچھا یہ کیا کہتے ہیں تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ روٹی کے لئے چیختے ہیں اس نے کہا روٹی نہیں ہے تو کیک کھائیں بسکٹ کھائیں نہیں ہے روٹی تو نہ کھائیں پھر ایسے ہی فیصلے ہوں گے۔

جس نے خود بھوک نہ دیکھی ہو وہ تو پھر یہی فیصلہ کرے گا۔

حضرت موسیٰؑ کی اپنے وطن واپسی

اس لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دس سال پورے کر لئے تو عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر میں نے اپنا وعدہ نبھایا ہے اب مجھے اجازت دیں مدت ہوگئی گھر سے نکلے ہوئے اب دس سال گزر گئے دور بھی بدل گیا اور علماء نے لکھا ہے کہ ان کو یہ بھی پتہ چل گیا کہ اصل فرعون رامسیس مر گیا ہے اس کا بیٹا منفطاً حکمران بنا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ان کو اب بات بھول گئی ہوگی اب کیا ہوگا اس لئے مجھے اپنے

گھر جانے دیں تو حضرت شعیب علیہ السلام نے فوراً کہا ٹھیک ہے۔آپ نے بالکل اپنا وعدہ پورا کرلیا ہے یہ آپ کی بیوی ہے جہاں جائیں آپ کی مرضی ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

سفر پر روانگی اور مشکلات سفر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی حاملہ بیوی کو لے کر چل پڑے خدا کی قدرت و رحمت سے شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی کے لئے اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے کافی بکریاں ان کو دیں کہ یہ تمہارے لئے ہدیہ ہیں یہ لئے جائیں اب بکریاں ساتھ ہیں بیوی ساتھ ہے "لَيْلَةٍ مظلمة بَارِدَةٍ شَدِيدَة البرد "رات ہے اندھیرا ہے شدید سردی کا دور ہے اور موسیٰ علیہ السلام اسی عالم میں سفر کر رہے ہیں خدا کی قدرت ہے کہ راستہ بھٹک گئے۔

دور سے آگ دیکھی

اب جب راستہ بھٹکے تو ایک جگہ بیوی سے کہا کہ بیٹھ جاؤ سورہ طہ میں بھی ہے اور اسی سورہ مبارکہ میں بھی ہے کہ دور سے آپ کو روشنی نظر آئی جب دور سے آپ روشنی نظر آئی جس کو قرآن کہتا ہے:

قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ.

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ آپ یہاں ٹھہریں مجھے دور سے ایک روشنی نظر آئی ہے معلوم ہوتا ہے آگ ہے تو کوئی بندہ بھی ہوگا اور بندہ ہوگا تو ہم راستہ پوچھ لیں گے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ میں آگ لے آؤں گا تاکہ ہم سردی سے بچ جائیں تو آپ یہاں آرام کریں میں جاتا ہوں۔

یہ روشنی صرف حضرت موسیٰ کو نظر آئی

علماء یہ کہتے ہیں کہ وہ آگ تو نہیں تھی ناں وہ تو اصل میں نور خداوندی کا جلوہ تھا تو اس لئے بیوی کو نظر نہیں آیا۔

اس لئے فرماتے ہیں اِنِّیۡ اٰنَسۡتُ نَارًا میں نے دیکھا ہے ورنہ بیوی بھی کہتی وہ دیکھو آگ جل رہی ہے یہ بھی حکمت تھی کہ اس نور خداوندی پر بھی صرف موسیٰ علیہ السلام کی نظر پڑی ہے اور کسی کی نظر نہیں پڑی۔

اور اسی طرح علماء نے لکھا ہے یہاں موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں لعلی اٰتِیکُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ " یا تو میں کوئی پتہ بھی کر آؤں گا اور دوسری جگہ کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کہ لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیکُمۡ مِّنۡهَا بِقَبَسٍ اَوۡ اَجِدُ عَلَی النَّارِ هُدًی تو فرمایا علماء نے کہ دیکھو کہ دو دو لفظ نکلے، موسیٰ علیہ السلام کی زبان ہے کہ وہ خبر بھی ملی خیر بھی ملی اور جو چیزیں آپ کی زبان سے نکلیں وہ ساری اللہ نے وہاں پہنچنے پر عطا کر دیں تو موسیٰ علیہ السلام وہاں چلے گئے۔

قرآن بیوی کو اہل بیت کہتا ہے

اسی اثناء میں موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ جانب طور جو ہے اس طرف سے ایک روشنی ہے جیسے آگ ہو تو آپ نے اپنے اہل سے فرمایا قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡکُثُوۡۤا اور اسی کے ساتھ مسائل بھی تھوڑے تھوڑے سمجھ لیا کریں کہ جیسے روافض آج کل یہ کہتے ہیں کہ اہل بیت سے مراد سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت حسنؓ اور حسینؓ اور حضرت علیؓ ہیں ان کے علاوہ وہ کسی کو خاص طور پر ازواج رسول کو اہل بیت نہیں مانتے۔

ازواج مطہرات کو شیعہ اہل بیت کیوں نہیں مانتے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو اہل بیت تسلیم نہیں کرتے اصل میں اس کا ایک پس منظر ہے نہ ماننے کی ایک وجہ ہے، اگر وہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہل ابو بکر بیت میں مان لیں تو پھر تو حضرت ابو بکر صدیق کی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ماننا ہوگا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت حفصہؓ کو بھی ماننا ہوگا حضرت معادیہؓ کی بہن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کو بھی ماننا ہوگا اور ان کو پھر اہل بیت ماننا ہوگا ان سب کو ماننے میں موت آتی ہے اس لئے وہ ابتداء سے ہی انکار کر دیتے ہیں کہ اہل بیت تو صرف پانچ ہیں ۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ و فاطمہؓ حسنؓ و حسینؓ یہی پنجتن پاک ہیں ۔

لي خمسة أطفي بها حَرَّ الوباء الحاطمة
المصطفى و المرتضى و ابناهما و الفاطمة

بس وہ کہتے ہیں یہی پانچ ہیں ان کے علاوہ کون ہے اہل بیت ،بس یہ پینجین پانچ ہیں اور ہماری یہ بڑی بدقسمتی ہے کہ ان روافض کا شیعہ کا ایک ملنگ یعنی بوٹی کے نشہ میں رہنے والا، بھیک مانگنے والا، گلیوں میں پھرنے والا جس کو کوئی مذہب کا پتہ نہیں دین کا پتہ نہیں عبادت کا پتہ نہیں لیکن وہ جب بھیک مانگتا ہے تو وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا ہے مجھے پانچ اور بارہ کا صدقہ خیرات دو مجھے پنجتن کا صدقہ خیرات دو تو وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا ہے ۔

اہل سنت کی لاپروائی

اور اہل سنت والجماعت ماشاء اللہ پہلے تو اہل سنت ہوتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اب ہم میں سنی سُن ہونے سے جب انجکشن لگتا ہے تو آدمی سن ہو جاتا ہے جیسے آپریشن کرنا ہو تو پہلے سن کرتے ہیں ہم مسن ہو گئے ہیں اس لئے سنی ہیں کہ

خلفاء راشدین سے لاعلمی

ہمارے اہل سنت نے بھی چلتے پھرتے کہا ہوا ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم کا نام لیا ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ان کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کا نام کیا ہے یعنی ہمارے اچھے اہل سنت کو پتہ نہیں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا نام کیا ہے اسلام سے پہلے کیا ہے اسلام کے بعد کیا ہے صدیق کیا ہے لقب ہے، کنیت ہے ابی بکر، اگر کنیت ہے تو کیوں کنیت ہے اچھے خاصے اہل سنت کو بھی علم نہیں اور ویسے اشتہار دیں گے لمبے چوڑے اہل سنت والجماعت اور سنتوں بھرے اجتماع معلوم یہ ہوتا ہے کہ ساری سنتوں کا ٹھیکہ انہوں نے لیا ہوا ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ راجعون. آدمی اور کیا کہہ سکتا ہے آہ کے علاوہ، فریاد کے علاوہ کیا کیا جائے ایک روتا ہے جب تو میں بے حس ہو جائیں تو ان کو کیا کہا جا سکتا ہے اب ہماری تقریروں سے یہ کیا جاگیں گے ہماری قوم تو اس حال میں پہنچ گئی ہے۔

مسلمانوں پر ظلم کا ایک فائدہ بھی ہے

جیسے علامہ اقبال نے کہا تھا

کہ خدا تجھے پھر کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب آجائے

مجھے تو روز یہ پڑھ کر کہ اسرائیلیوں نے اتنے فلسطینیوں کو شہید کر دیا ہے آج ہندوؤں نے اتنے کشمیریوں کو شہید کر دیا ہے جہاں مجھے دکھ ہوتا ہے وہاں مجھے خوشی بھی ہوتی ہے کہ اچھی بات ہے اسی طرح ہم جاگیں گے اور جس دن ہم جاگ گئے اسی دن کفر مٹ جائے گا یہ ہمیں جگانے کے لئے مارا جا رہا ہے یہ اللہ کا نظام ہے جتنا مرضی آئے آپ ظلم کر لیں جتنا مرضی آئے آپ

خون بہائیں۔

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

اور خون پھر خون ہے بہتا ہے تو جم جاتا ہے

جاگے گا آخر، مسلمان ہے، ساری دنیا نے یہود اکٹھے ہو رہے ہیں وجہ کیا ہے یہودیوں نے مرنا ہے پھر ہم ڈھونڈتے تو نہ پھریں کہ کہاں کہاں ہیں ہر جگہ سے اب آرہے ہیں کہ یہ ہمارا ملک ہے آئیں اھلا و سھلا و مرحبا یہ تو کوئی خوف والی بات نہیں ہے۔ مسلمان کو جگانے کے لئے ہے۔

لیکن جس دن یہ جاگ جاتا ہے ناں پھر اس کی تاریخ ہے پھر اس میں خالد بن ولید پیدا ہوتا ہے پھر اس میں محمد بن قاسم پیدا ہوتا ہے پھر اس میں مصعب بن عمیر پیدا ہوتا ہے پھر اس میں صلاح الدین ایوبی پیدا ہوتا ہے پھر اس میں بابر پیدا ہوتا ہے اور غریب غریب گھرانوں کے لوگ پیدا ہو کر نشاۃ ثانیہ پیدا کرتے ہیں وہ آ کر نشاۃ بدل ڈالتے ہیں اور پھر مردہ اسلام کو زندہ کر دیتے ہیں یہ آپ دیکھیں گے۔ ان شاء اللہ ہر چیز میں اللہ کی حکمت ہے۔

دیگر صحابہؓ کیلئے امام اور علیہ السلام کا لفظ

جب بھی کوئی شیعہ حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو تو کہے گا علیہ السلام باقی صحابہؓ کو نہیں اچھا اس کا اثر اتنا ہو گیا کہ اب سنی بھی کہتے ہیں علیہ السلام۔ حضرت ابو بکرؓ کو بھی آپ نے کہا ہے علیہ السلام۔

انہوں نے کوئی قصور کیا ہے آپ کا کسی سنی نے آج تک علیہ السلام کہا ہے۔

سنا ہے آپ نے آج تک کسی کی زبان سے حضرت عثمان علیہ السلام؟ اچھا بھی آپ

نے سنا ہے کسی اہل سنت والجماعت کے آدمی سے کہ امام ابو بکرؓ سنی بھی کہتا ہے امام حسینؓ امام سے مراد مسجد کے امام تھے یا کسی ملک کے، ملک تو ان کو ملا نہیں پھر امام کیسے بن گئے۔

امام کا صحیح اور غلط مطلب

امام کا کیا مطلب ہوتا ہے جس کو حکومت ملی ہو إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اماما اگر مسجد کی امامت مراد ہے تو ہر آدمی مسجد کا امام ہے دو چار فٹ کی مسجد کا میں بھی کبھی امام بن جاتا ہوں اگر امامت سے مراد خلافت ہے اور ان کے نزدیک امامت کا مرتبہ نبوت سے بھی زیادہ ہے وہ کہتے ہیں کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے نبی سے نبیوں کی نبوت کا عہد لیا ہے خود محمد مصطفیٰ ﷺ نے حضرت علیؓ کی امامت کا اللہ کو عہد دیا، وہ کہیں گے باقاعدہ حضرت علی علیہ السلام، امام حسین امام حسن، امام جعفر صادق امام زین العابدین لیکن سنی کی زبان سے آپ نے بھی زندگی میں نہ بنا ہوگا۔

شیعہ کا پروپیگنڈا

امام ابو بکر جو حقیقتاً امام تھے جن کو خلافت بھی ملی حضور ﷺ کا مصلی بھی ملا اور جو صحیح معنی میں خلیفہ بلافصل تھا یعنی جس کو امام کہا جائے جو حق والا ہے امامت کا اس کو نکال دیا گیا وجہ کیا ہے پروپیگنڈا اور آج کل ایک بڑی تکنیک ہے کہ ایک غلط بات کو آپ اتنی دفعہ کہیں کہ آپ کو بھی یقین ہو جائے کہ جھوٹ نہیں سچ کہہ رہا ہے یہ تکنیک بڑی دور کی ہوتی ہے۔

سنیوں کے اکثر جھگڑے

ہم تو ابھی تک اسی بات پر لڑتے رہتے ہیں ماشاء اللہ کہ جناب نماز میں جو ہم نے کھڑا ہوتا ہے درمیان میں فاصلہ کتنا ہو ہم تو ابھی انہی مسئلوں میں پڑے ہوئے ہیں ہم نے ابھی تک یہ جھگڑے ختم نہیں کئے کہ ہاتھ سینے پر ہو، ناف پر ہو یا نیچے ہو اور جناب پاؤں کے ساتھ پاؤں کیسے

ملا ہو ٹخنے کے ساتھ ٹخنہ ہو کندھے کے ساتھ کندھا ہو، ہم اس پر اڑے ہوئے ہیں۔ جو ملا لے وہ ٹھیک ہے اور جو نہ کرے وہ نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا مخالف ہے إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ یہ سب ہمارے مسلمانوں کی مجموعی قوت کو تباہ کرنے کے لئے ہے۔

بڑی بربادیوں کے مشورے ہیں دشمن کہاں پہنچ رہا ہے اور کہاں کہاں وہ سوچ رہا ہے ہنود یہود دیکھ لیں کیسے مل رہے ہیں آپ کو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا آپ ذرا تاریخ اٹھا کے دیکھیں یہاں مسجد اقصیٰ گرائی جاتی ہے اور وہاں بابری مسجد گرائی جاتی ہے کیوں کیا جوڑ ہے ان کا کیا وجہ ہے کبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ امریکہ کا نائب صدر یہودی ہے۔

یہ دو سو سال میں پہلا واقعہ ہے کہ کوئی نائب صدارت کے لئے یہودی کو منتخب کیا گیا ہے ملک عیسائیوں کا ہو قوت عیسائیت کی ہو اور نائب صدر کے لئے آئے یہودی جو تین فیصد ہیں اس ملک میں اور قانون یہ کہتا ہے اللہ ہر ملک کی حفاظت کرے ہم تو کسی کی برائی نہیں مانگتے لیکن کوئی حادثہ ہو جائے صدر مر جائے تو کون صدر ہوگا نائب، قانون ہے وہ تو اس طرح پورے عالم پر یہودیت کو مسلط کرنے کے لئے یہودیت کے خواب دیکھ رہے ہیں۔

اور ہم آپس میں لڑ رہے ہیں ہماری مسجد میں مولوی اور موذن کا بھی جھگڑا ہے ہمارے اہل سنت کے اندر جو جماعتیں ہیں۔

کیا امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے سے نماز نہیں ہوتی؟

اور پھر ان کے معمولی جھگڑے نہیں کفر و اسلام کے جھگڑے ہیں بڑے کھلے دل سے اور مسلمان امریکہ میں دوسری بڑی عدوی قوت و قوم ہے مگر ان کو امریکی یہ حق نہیں دیتے۔ کیوں؟ (انور)

ایک آدمی کہہ دیتا ہے کہ چونکہ آپ نے امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھی تو آپ کی نماز نہیں ہوگی کیا کہہ رہے ہو نماز نہیں ہوگی تو مسلمان کیسے رہا۔

جب ان کی نماز ہی نہیں ہوتی نماز کا تارک تو کافر ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے گھر بیٹھے ہوئے کروڑوں مسلمانوں کو ایک مسئلہ میں کافر بنا دیا یہ کوئی معمولی سی بات ہے کہ ایک لفظ کہہ دیا کہ نماز ہی نہیں ہوتی ہوش کرو سوچو کہ صحابہ کرامؓ کے زمانے سے یہ بات آرہی ہے تو اس دور میں بھی جو لوگ اس پر عمل کرنے والے تھے تو ان کی بھی نماز میں نہیں ہوئیں آپ ضرور کہیں فاتحہ پڑھو ہمیں تو کوئی تکلیف نہیں ہم تو نہیں بگڑتے ہم تو ناراض نہیں ہوتے

کہ چشم ما روشن دل ما شاد

اب امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جہری میں نہ پڑھو اور سری میں پڑھو اھلا و سھلا مرحبا تحقیق ہے امام وقت ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب مقتدی ہے قراۃ الامام لہ قراء ۃ حدیث رسول ہے یہ تو نہیں کہ ایک لفظ پر میں کروڑوں آدمیوں کو اسلام سے نکال دوں یعنی اسلام میں تو لے کر ایک بندے کو بھی نہیں آئے اور نکالتے ہوئے ہم کروڑوں کو نکال دیں ایک منٹ میں کتنے مولوی جو یہاں ہم درس دیتے ہیں کتنے لوگوں کو ہم نے مسلمان کیا ہے کتنے بندوں نے ہمارے ہاتھ پر کلمہ پڑھا ہے کتنے یہودی مسلمان ہوئے کتنے نصرانیوں کو ہم نے دین سکھایا ہے کتنے غیر مسلموں کو ہم اسلام کی طرف ہم مائل کر سکتے ہیں یہ بڑے دکھ کی باتیں ہیں جب بات

یعنی جب حضور ﷺ نے امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا تو فانتھی الناس عن القرأۃ حین سمعوا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (نسائی) یعنی صحابہ کرامؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے۔ (امداد اللہ)

چھوتی ہے تو کیا کریں اتنے زخم ہیں کہ کہاں کہاں مرہم رکھیں کہاں کہاں پٹی باندھیں یہ دکھ ہے مجبوراً زبان سے یہ باتیں نکل جاتی ہیں جو ہم خود کرنا بھی نہیں چاہتے۔

اہل بیت کا اصل استعمال بیویوں کے لئے ہے

تو اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اہل کا لفظ جو ہے اصل اس کا استعمال ہی زوجہ کے لئے ہے، اہل بیت بیویوں کے لئے ہوتا ہے یعنی آج تک آپ کے محاورات جو اردو لکھنے والے لوگ ہیں۔آپ جو ماشاء اللہ جس کو آپ بڑی گنگا جمنی تہذیب قرار دیتے ہیں اس تہذیب میں بھی آپ لفظ عربی کا استعمال کرتے ہیں کہ میری اہلیہ بھی آئی ہے۔

حالانکہ اردو زبان ہے آپ کے ہاں اردو ہے، آپ کے ہاں ہندی ہے، آپ کے ہاں سنسکرت ہے آپ کے ہاں گرمکھی ہے بڑی زبانیں ہیں آپ کے ہاں لیکن وہاں بھی اگر کوئی مسلمان کسی کو خط لکھے گا تو لکھے گا کہ اہلیہ محترمہ کو بھی میری طرف سے سلام عرض کرنا تو لفظ اہلیہ ہمارے محاورات میں بھی بیوی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

اہل بیت کا قرآنی اطلاق

اب دیکھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ماسوائے بیوی کے تو کوئی ہے ہی نہیں اور قرآن کیا کہہ رہا ہے کہ آپ نے فرمایا قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْا " آپ نے اپنے اھل سے فرمایا تو معلوم ہوا کہ اھل سے مراد ازواج مطہرات ہیں اولاد تو بعد کی چیز ہے پہلے بیوی آئے گی تو بچہ ہوگا۔

اسی طرح یاد رکھیں کہ اصحاب پہلے ہیں آل اور اھل بعد میں ہیں ایک اھل ہو لیکن اگر مسلمان نہ ہو تو پھر کیا ہوگا حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے بالکل خالص صلب سے ہے لیکن اللہ

نے فرمایا لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ"۔

اہل بیت ہونے کیلئے حضور ﷺ پر ایمان بھی ضروری ہے

تو اگر کوئی آدمی پہلے حضور ﷺ کا کلمہ نہیں پڑھے گا تو پھر تو اہل بیت ہونے کا کوئی مقام ہی نہیں ہے کلمہ جب آپ پڑھیں گے تو آپ صحابی بنیں گے تو صحابی کے ساتھ چونکہ قرابت داری بھی ہے تو آپ اھل بیت بھی ہیں اصل مقام ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور اسلام لانا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے رشتہ دار ہیں جو اسلام نہیں لے آئے۔

ابو طالب چچا ہے ابولہب چچا ہے اور ابولہب کی بیوی ہے کہ جس کے بارے میں قرآن میں اللہ نے اتنے سخت لفظ استعمال فرمائے ہیں جو قیامت تک پڑھے جائیں گے تَبَّتْ يَدَا أَبِيْ لَهَبٍ وَتَبَّ اور آخر میں" وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ"۔

حضرت لوطؑ اور حضرت ابراہیمؑ کا اہل بیت

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں اھل سے مراد یہاں قرآن نے بتا دیا اور اسی طرح دوسرے مقام پر اسرِ بِأَهْلِكَ اللہ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے اھل کو یعنی بیوی اور بچوں کو لے کر نکل جاؤ تو وہاں بھی اھل میں سب سے پہلے بیوی مراد ہے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے ضمن میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب فرشتوں نے آ کر خوشخبری دی تو بی بی نے کہا عجیب بات ہے کہا آنَا عَجُوْزٌ وَهَذَا بَعْلِيْ شَيْخاً میں بوڑھی ہوگئی اور میرا خاوند بالکل بوڑھا ہوگیا اب تو ہم اس عمر سے بھی آگئے جہاں اولاد کی توقع ہوتی ہے۔ اب ہمیں اولاد ہوگی؟ " قَالُوْا أَتَعْجَبِيْنَ مِنْ أَمْرِ اللهِ رَحْمَتُ اللهِ وَبَرَكٰتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ "تو وہاں صرف ابراہیمؑ کی بیوی ہے اور تو کوئی ہے ہی نہیں (تو قرآن نے یہاں صرف بیوی کو اہل بیت کہا ہے)۔

وہ نور تھا یا آگ تھی

اب جناب آگے دیکھیں اللہ کے قرآن کو "إِنِّيٓ أَنَسۡتُ نَارٗا لَّعَلِّيٓ ءَاتِيكُم مِّنۡهَا بِخَبَرٍ أَوۡ جَذۡوَةٖ مِّنَ ٱلنَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُونَ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے آگ نظر آئی ہے آپ یہیں ٹھہریں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس آگ کے پاس کوئی بندے بھی مل جائیں کیونکہ آگ علامت ہوتی ہے آبادی کی روشنی تھی وہاں کوئی بندہ مل جائے کوئی خبر بھی لے آؤں، راستہ کے بارے میں بھی معلومات کرلیں کہ ہم کہاں جارہے ہیں اور یا میں وہاں سے آگ کا شعلہ لے کر آؤں تا کہ تم لوگ بھی آگ سے کچھ گرمی حاصل کرسکو اب دور سے تو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ آگ ہے حقیقۃً تو وہ آگ نہیں تھی وہ تو نور تھا۔

اور اسی طرح مسلم شریف کی بھی روایت میں ہے کہ نور تھا یا حجاب ناری اللہ کے حجابات ہیں کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا اور اسی لئے ہمیشہ یاد رکھا کریں کہ علماء کہتے ہیں کہ نور اور نار میں شکل تو ایک جیسی ہوتی ہے لیکن فرق بڑا ہے جیسے آپ لکھنے میں لکھتے ہیں شیر اور شیر لکھنے میں تو کوئی فرق نہیں ہے لیکن استعمال کرنے میں بڑا فرق ہے کہ کوئی شیر کو شیر سمجھ بیٹھے تو وہ تو سبق پڑھا دے گا دیکھنے میں اور لکھنے میں ایک چیز ہے شیر اور شیر، نارا اور نور مادہ بھی ایک ہے۔ اصل بھی ایک ہے لیکن دونوں میں جو فرق ہے وہ آسمان اور زمین کا ہے۔

اس لئے ہمیشہ یہ نہ دیکھا کریں کہ چیز بظاہر کیا ہے ظاہر کچھ ہے، حقیقت کچھ ہے، باطن کچھ ہے اور اس کے احکام الگ ہوتے ہیں جیسے

پرواز ہے دونوں کی اس ایک فضا میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

ورنہ پرواز تو دونوں اس جہاں میں کر رہے ہیں نماز تو آپ بھی پڑھتے ہیں ہم بھی پڑھتے ہیں لیکن

ملا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

یہ جو ہم کرایہ دار مولوی ہوتے ہیں ہماری اذانوں میں کونسا اثر رہ گیا ہے اذان تو وہ ہوتی تھی جو بدر میں کھڑے ہو کر بلال دیتے تھے کہ ریت ہو، دشمن سامنے ہو پاؤں جل رہے ہوں، کسی کمک کے ملنے کی امید نہ ہو، طاقت بالکل نہ ہو سواری نہ ہو، ہتھیار نہ ہوں، تلواریں نہ ہوں، پتہ نہیں کہ اللہ جانے کل ہم نے اسی میدان میں شہید ہونا ہے زخمی ہونا ہے وہاں کھڑے ہو کر کہتے ہیں اللہ اکبر پھر پتہ لگتا ہے پھر اللہ کی رحمت آتی ہے۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو

اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اب جب وہ نہ ہو قالین بچھے ہوئے ہیں اے سی چل رہے ہیں پھر اذان جیسے مرضی آئے دیں۔

ننگے سر نماز

اب تو امام کو بھی ضرورت نہیں پڑتی کہ سر پہ کپڑا رکھ لے یہ بھی ایک نیا مسئلہ سمجھا ہے انہوں نے کہ سر سے کپڑا اتار کر پڑھیں تو زیادہ ثواب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی نمازیں سر سے کپڑا اتار کر پڑھائی ہیں؟ کوئی ایک بھی نہیں۔ جب دین کو خود سمجھو گے ناں پھر یہی حال ہوگا مربّی

مربی کے کبھی نہیں بنتا مربی بینا نا ہو مربی کی ضرورت پڑتی ہے قرآن وحدیث سمجھنا ہو تو

استاذ کی ضرورت ہوتی ہے جب خود سمجھنے کی کوشش کروگے تو یہی ہوگا جو ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں کتاب وسنت کا تابع اور غلام بنائے۔

یہ کیسی آگ ہے کہ درخت بھی سرسبز ہے

تو بہر حال جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب دیکھا تو چل پڑے اور جب ادھر آئے تو دیکھتے ہیں کہ عجیب کیفیت ہے کہ بالکل ایسی آگ ہے کہ پورے درخت پر آگ ہے لیکن درخت سرسبز ہے حیران ہو گئے بھائی یہ کیسے؟ آگ ہے تو جلا دے درخت کو، آگ تو بھڑکتی ہی تب ہے جب کسی لکڑی کو درخت کو جلائے گی تو اور زیادہ بھڑکے گی یہ کیسی آگ ہے کہ آگ بھی بہت تیز ہے روشنی بھی بڑی تیز ہے لیکن جوں جوں قریب جاتے ہیں نظر پڑتی ہے درخت پر تو کچھ نہیں درخت سرسبز ہے بلکہ اس کی سبزی میں اور بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے جب آپ اس طرف تشریف لے گئے۔

حضرت موسیٰؑ وادی مبارک میں

"فَلَمَّا أَتَٰهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يٰمُوسٰى إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَلَمِيْن" یعنی جب آپ آئے تو آپ مستقبل قبلہ تھے اور آپ کی یمین پر وہ وادی مبارک تھی قرآن مقدس میں اس کا ایک اسلوب ہے انداز ہے کہ القرآن یفسر بعضه بعضاً ایک جگہ اختصار ہوگا دوسری جگہ اس کی تفصیل بیان کر دیں گے۔

وادی مبارک میں پہلا حکم

چنانچہ دوسری جگہ قرآن پاک یہ کہتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام وادی مبارک میں آئے پہلا حکم ہوا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى اے موسیٰ! تم ایک مبارک وادی میں

آئے ہو یہاں قرآن نے اس آیت میں فرمایا اَلْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَة وہاں فرمایا بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ تو معنی یہ ہوا کہ وہ کتنی حرمت والی برکت والی تقدیس والی وادی ہے اللہ نے حکم دیا موسیٰ علیہ السلام جوتا اتار دیں فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ۔

مسجد میں جوتے اور جوتوں میں نماز

حکم اب خود اندازہ کریں ایک وادی مقدس میں نبی جائے تو اللہ حکم دے کہ جوتا اتار دو اور تم جہاں چاہو جوتا پہن کر آجاؤ کیا کرے آدمی کون کون سا مسئلہ سمجھائے کس کس مسئلے کو روئے کہتے ہیں کہ مسجد میں جوتا جائز ہے۔

ہم بھی مانتے ہیں بالکل جائز ہے کون کہتا ہے حدیث پاک ہے حضور پاک لی اللہ علیہ سلم نے جوتا پہن کے نماز بھی پڑھی ہے لیکن خدا کے لئے اس ماحول پر غور کریں اس زمانے میں مدینہ منورہ کی سڑکوں پر غور کریں صحابہ کرامؓ کی خوراک پر غور کریں اور اس کے بعد پھر نبی ﷺ کا تعلق دیکھیں وحی کے ساتھ کہ جبرائیلؑ نے آکر خبر دی کہ حضور ﷺ آپ کے جوتے میں کچھ لگا ہوا ہے جوتا اتار دیں۔

تو ہم کہتے ہیں کہ اگر آج بھی جوتا پاک ہے جیسے کپڑا پہن کر نماز پڑھ سکتے ہو پاک جوتا بھی پہن کر نماز پڑھ سکتے ہو کوئی جھگڑا ہی نہیں کوئی اختلاف ہی نہیں لیکن خدا کے لئے بات کو سمجھو تو سہی ناں آخر یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ تمہارا جوتا بڑا کا ہو اور ایک کلو پانی اندر ہضم کر لیتا ہو وہ پہن کر مسجد میں آجاؤ یہ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس لئے خدا کے بندے بات یہ ہے کہ اگر کپڑا پلید ہے تو پھر تو نماز جائز نہیں چادر پلید ہے پاجامہ پلید رہے پاجامہ پلید ہے تو وہ بھی جائز نہیں ناں، اگر پاک ہے تو جائز ہے اگر جوتا تمہارا پاک ہے مسجد کے لئے بنایا ہے اھلا و سھلا لاکھ دفعہ

پہنو کوئی بات نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ صرف ایک حدیث تو نہ پڑھ لو ناں دوسری حدیث بھی پڑھو کہ آدمی جب سجدہ کرتا ہے "علی سبعة اعضاء" سات اعضاء پر سجدہ کرتا ہے یعنی ہاتھ بھی سجدہ میں دونوں گھٹنے بھی سجدے میں اور پاؤں کی انگلیاں بھی سجدے میں اور اگر جوتا ایسا ہو کہ پاؤں کی انگلیاں سیدھی ہی نہ ہو سکیں تو پھر کیا کریں گے۔ ان کا بھی تو سیدھا ہونا ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عرش پر جوتوں سمیت جانے کی روایت جھوٹی ہے

دوسری ہماری برادری ہے ماشاء اللہ جو اہل سنت کہلوانے والے ہیں انہوں نے بھی خوب سمجھا ہے انہوں نے کہا جی دیکھو کہ موسیٰ علیہ السلام کو تو وادی مقدس میں جوتا اتارنے کا حکم مل گیا لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ایسی ہے کہ اللہ نے فرمایا محمد مدنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جوتے کے ساتھ عرش پر آجائیں تو جناب وہ یوں سمجھے کہ حضور جب معراج پر گئے تو اللہ نے فرمایا میرا محبوب آپ کے لئے کیا ہے آپ تو بالکل اپنے جوتے کے ساتھ آجائیں عرش معلی پر آجائیں او ظالموں پہلے تو اللہ کا نبی عرش پر گیا ہی نہیں کچھ خدا کا خوف کرو معراج میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر بھی تشریف لے گئے۔

جب عرش پر جانا ہی ثابت نہیں ہے تو پھر جوتے کا کیا معنی اور پھر یہ کس کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ میرے پاس آجائیں اور جوتے بھی نہ اتاریں ایسے تو نہیں کہ محبت میں آکر دین کو خود بڑھا دو، ہم تو ادب میں خاموش ہو جائیں گے اگر کوئی مخالف یہ کہہ دے کہ جناب آپ ہمیں ثابت کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہن کر عرش پر تشریف لے گئے کونسی قرآن کی آیت میں ہے یا کونسی حدیث صحیح میں ہے۔

اس لئے حدود میں رہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا مقام ہے، معراج کا معنیٰ ہی عروج ہے حضور ﷺ جیسا معراج کسی نبی کو بھی نصیب نہیں ہوا کسی پیغمبر کو نصیب نہیں ہوا لیکن اس میں آپ اپنی طرف سے ایسی باتیں شامل نہ کریں کہ پھر ہم دشمن کو جواب بھی نہ دے سکیں وہ تو مقام ایسا ہے کہ وہاں بھی بندگی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بارگاہ خداوندی میں عرض کیا " التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلوٰت و الطيبات " وہاں بھی نیاز ہے موسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں کہ حضور جا کر معافی مانگیں کہا کہ موسیٰؑ بار بار جانے سے مجھے بھی ادب منع کا تقاضا کرتا ہے کتنا معافی مانگیں پچاس نمازوں میں سے پانچ تو رہ گئی ہیں پھر بھی معافی مانگوں۔

مسجد میں جوتے کیوں نہ پہنیں

اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں وادی مبارک ہو مسجد مبارک ہو کعبہ مبارک ہو اب اس میں مصلے بچھے ہیں قالین بچھے ہیں سنگ مرمر لگ گئے ہیں اور حالات ایسے ہیں اور باہر پانی عام ہے پھر ہمارے جوتے ربڑ کے ہیں وہ قوم کی طرح پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اس میں مسجد کے خراب ہونے کا خطرہ ہے اس لئے اس کی کوئی بھی اجازت نہیں دیتا۔

بات کو سمجھیں آپ نے دیکھا نہیں ہے بعض لوگ باقاعدہ جوتے بنا لیتے ہیں جرم میں دھوپ میں بار بار طواف کرنا ہے کوئی اعتراض نہیں اگر جوتا پاک ہے تو حدیث میں جب ثابت ہے آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا۔

حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کی پہلی بات

اب موسیٰ علیہ السلام جب قریب آئے تو آواز آئی " إِنِّيْ أَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ " اے موسیٰ میں رب العالمین بات کر رہا ہوں تو روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی زبان

مبارک سے جو نکلا تو یہی نکلا لبیک لبیک حاضر یا اللہ حاضر یا اللہ۔

اب یہاں قرآن پاک کہتا ہے "وَ أَنْ اَلْقِ عَصَاكَ سورہ طہ میں ہے: وَ مَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ أَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِي وَ لِيَ فِيْهَا مَارِبُ أُخْرٰى۔

وہاں یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب اس وادی مبارک میں شجرہ مبارک کے پاس آگئے اور اللہ نے کلام فرمایا اور یہ پہلا کلام یہ پہلا شرف ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ملا ہے اللہ نے بغیر کسی واسطے کے کلام فرمایا درمیان میں کوئی فرشتہ نہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا عصا

اب موسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوا کہ "وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى" اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے اللہ تو جانتے ہیں لیکن موسیٰ علیہ السلام کو اس مقام کیفیت سے بھی نکالنا ہے اللہ جس کے ساتھ کلام کرے تو موسیٰ علیہ السلام کا کیا حال ہوگا۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ جب آدمی کو یاد دلایا جائے کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے تا کہ وہ جاگے سوچے یقین ہو جائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے مولا کریم ھی عصای عصا ہے میرے ہاتھ میں لکڑی ہے اس لئے جیسے آپ نے قصہ یوسف علیہ السلام میں پڑھا ہے تو قصہ یوسف علیہ السلام میں جو عمود ہے جو بنیاد ہے اور جس چیز کا بار بار تذکرہ ہے وہ قمیص یوسف ہے۔ اور قصہ موسیٰ علیہ السلام کا جو عمود ہے وہ عصا ہے موسیٰ علیہ السلام کا۔

حضرت موسیٰؑ سے اللہ تعالیٰ کی پہلی بات

اور بعض علماء نے یہاں تک لکھا ہے کہ یہ عصا بھی کوئی معمولی عصا نہیں تھا بلکہ یہ

حضرت آدم علیہ السلام کا عصا تھا اور وہ حضرت شعیبؑ تک پہنچا اور حضرت شعیبؑ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا کیونکہ ایسی چیزیں تو محفوظ رکھی جاتی ہیں کوئی معمولی بات تو نہیں ہوتی کہ اللہ کے پیغمبر کا حضرت آدم علیہ السلام کا عصا ہو اور پھر وہ منتقل ہوتے ہوتے نبی در نبی پہنچتے پہنچتے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں نہیں وہ مطلقاً عصا تھا اور بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آپ شعیب علیہ السلام کے گھر میں تھے تو انہوں نے گھر میں کافی لکڑیاں کافی عصار کھے ہوئے تھے کیونکہ پہلے دور میں تو انسان کی حفاظت کا ساماں لکڑی ہوتی تھی یہ تو اب جناب ایسی ایسی ایجادات ہو رہی ہیں ہلاکت انسانیت کی اللہ حفاظت میں رکھے جو لوگ سب سے بڑے محافظ ہیں حقوق انسانیت کے چمپئن ہیں ہلاکت انسان کی چیزیں بھی وہ بنا رہے ہیں۔

دیکھ لیں آپ کے کھانے کے دانت کیا ہیں اور دکھانے کے دانت کیا ہیں ویسے حقوق انسانیت کے علمبردار ہیں ایک کتے کو بھی تکلیف ہو جائے تو پیرس میڈیا چیخ پڑتا ہے اور سب سے پہلے خود اسلحے کا کاروبار کرنے والے لوگ بھی وہی ہیں آسمانوں پر بھی قبضہ کر رہے ہیں کہ جلدی سے دشمنوں کو تباہ کرنا ہے کیسی قومیں ہیں کیسے فراڈ ہیں کیسی منافقت ہے کتنے دوغلے ہیں۔

کتنے سادہ ہیں لوگ بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لونڈے سے دوا لیتے ہیں

اب جناب یہ ہے کہ بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ حضرت شعیبؑ کے گھر میں کافی لکڑیاں تھیں کیونکہ بکریاں چرانے کیلئے تو لکڑیوں کی ضرورت ہوتی ہے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے

فرمایا موسیٰ علیہ السلام سے کہ بیٹا اندر جائیں کافی لکڑیاں کھڑی ہیں کوئی ایک لکڑی آپ پسند کر کے اٹھالیں تو خدا کی شان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ اس لکڑی پر گیا جو حضرت آدمؑ سے منتقل ہوئی تھی کیونکہ آخر اٹھانے والا بھی تو نبی بننے والا تھا تو جب وہ لکڑی لے کر آئے تو فرمایا بیٹا میں یہ کسی کو دیتا تو نہیں ہوں لیکن اب تمہارا نصیب ہے۔ تو یہ وہ لکڑی تھی لیکن قرآن نے پابندی نہیں لگائی قرآن تو بالکل اپنے اسلوب سے کوئی اشارہ نہیں کرتا "قَالَ هِيَ عَصَای" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ یہ میری لکڑی ہے۔ "اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَ أَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَ لِيَ فِيْهَا مَارِبُ اُخْرٰى" کہ جب میں بھی تھک جاؤں تو ٹیک لگا لیتا ہوں وَ اَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِیْ اور اپنی بکریوں کو چرانے کے لئے درختوں کی پھلیاں پتے جھاڑنے ہوں تو مار کر جھاڑ لیتا ہوں وَ لِيَ فِيْهَا مَارِبُ أُخْرٰى اور اس لکڑی میں اور بھی میرے کئی کام ہیں کئی فائدے ہیں جو میں اس سے حاصل کرتا ہوں۔

موسیٰؑ نے طویل جواب کیوں دیا

علماء نے لکھا ہے کہ سوال تو یہ تھا کہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے جواب اتنا کافی تھا "ھی عصای" یہ میرا عصا ہے لیکن لمبا جواب دینے کی وجہ کیا تھی دراصل موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ آج رحمت اور مغفرت کی گھڑی ہے خدا تعالیٰ میرے ساتھ کلام کر رہے ہیں تو جب اپنے محبوب سے کلام ہو تو جتنا لمبا کر سکتا اتنا کروں آج تو موقعہ ہے روز تھوڑا ملے گا۔ اس لئے بات کو ذرا لمبا کیا۔

آپ دیکھیں ناں کوئی آدمی آپ کو ملنے آئے تو آپ بات سے بات پیدا کرتے ہیں اور جس کو آپ نے ٹرخانا ہو آدمی دروازے پر کھڑا ہو آپ نسخہ پہلے لکھ لیتے ہیں مرض کا بھی پتہ لگ

جاتا ہے مریض کے دیکھنے سے پہلے۔اور اگر مہربانی کرنی ہو تو جو باتیں نہ پوچھنی ہوں وہ باتیں بھی آپ پوچھتے ہیں کہ جی آپ پیدا کب ہوئے تھے کام کیا کرتے ہیں۔آپ کو پہلے بھی کبھی یہ تکلیف ہوئی تھی بھائی میں کوئی ٹھیکیدار ہوں ہمیشہ مجھے یہی تکلیف ہوتی رہی ہے۔

میرے گلے میں کانٹا پھنسا ہوا ہو اور وہ میری انوسٹی گیشن میں لگا ہوا ہو تفتیش بعد میں کرنا پہلے کانٹا تو نکال لیں ناں میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا ہوا تفتیش اپنی رہنے دیں میرے حلق میں کانٹا ہے میں بول نہیں سکتا اور آپ پوچھ رہے ہیں کہ آپ کا نام کیا ہے آپ کا باپ کیا کرتا تھا آپ کا دادا کیا کرتا تھا اس نے کہا کوئی کچھ نہیں کرتا تھا آپ کیا کرتے ہیں کچھ نہیں کرتا کانٹا کھانے آیا تھا آپ مہربانی کریں میری جان چھوڑیں۔تو یہ باتیں ان کی یہ ایک عادت بن گئیں ہیں اللہ ہدایت دے ہمیں انہیں بھی۔

تو جب موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ مقام رحمت خداوندی ہے تو لمبی بات کی اس لئے حکم ہے ناں جب رحمت ہو جب آپ دعا مانگ رہے ہو اور دل لگ رہا ہو دعا میں، دعا مانگنے میں تو پھر دعا بھی مانگیں کیونکہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ راضی ہے مانگنے کی توفیق دے رہا ہے اور جب دعا مانگ رہے ہو کہ اللہ رحمت فرمائے اور اللہ ہمارے حالات ٹھیک کر دے اللہ ہمیں رزق عطا فرما دے لیکن پتہ کچھ نہیں کہ میں کیا مانگ رہا ہوں کہتے ہیں کہ پھر جلدی جلدی ختم کر دو (بلکہ دعا بھی نہ مانگو) کہیں اللہ تعالیٰ بے ادبی سے ناراض نہ ہو جائے کہ مانگ مجھ سے رہے ہو لیکن مِنْ قَلْبٍ لَاہ غافل دل کے ساتھ۔

برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر

این چنیں تسبیح کے دارد اثر

زبان پر سبحان اللہ سبحان اللہ ہے اور دل میں خیال ہے کہ میرے گدھے کا کیا حال ہوگا اس کو کسی نے گھاس ڈالی ہوگی کہ نہیں یہ اصول ہے کبھی بھی آپ کو بھی تجربہ ہوا ہوگا کہ آپ ملتزم پر جائیں، مقام ابراہیم پر جائیں حطیم میں جائیں طواف کریں اور آپ دعا کریں تو آپ کا دل لگتا ہے آپ کا شوق ہوتا ہے اور بھی آپ کہتے ہیں کہ شروع کرلیا ہے اب اس کو پورا کرنا ہے۔ اس لئے جب دل لگے سمجھو کہ رحمت کی گھڑی ہے اللہ کہتا ہے کہ میرے بندے مانگ میں دینے پر راضی ہوں اس وقت سے فائدہ اٹھائے، وہی تو وقت ہوتا ہے لینے کا بادشاہ ہر وقت تو راضی نہیں رہتے بادشاہ تو بادشاہ ہوتے ہیں اور وہ تو بادشاہوں کا بادشاہ ہے پکارتے رہو مرضی اس کی نہ سنے۔

تو ہم کون ہیں لیکن اگر وہ سنے پر راضی ہو جائے تو پھر چھوٹی موٹی چیزیں نہ مانگا کرو کہ اے اللہ! دو روپے دے دے، مانگنا ہے جس سے اس کی شان کو دیکھ کر مانگا کرو۔ اس کی عظمتوں کو سامنے رکھ کر مانگا کرو آپ کل چلے جائیں بادشاہ کے پاس اور وہ پوچھے کہ کیوں آئے ہو اور آدمی آگے سے کہے کہ میرے پاس روٹی کے پیسے نہیں ہیں میں نے کہا چلو دو ریاں لے آؤں۔

بادشاہ کہے گا کہ پکڑو اور اس کو لگاؤ دو چار یہ آیا ہی مجھ سے دو چار ریال مانگنے کے لئے تھا وہ چیز مانگو جو اس کی شان کے مطابق ہو تو جب کائنات اور سموات والارض کے مالک سے مانگ رہے ہو تو کوئی عزت کے فیصلے مانگو کوئی نعم الدنیا والاخر مانگو، جنت مانگو جو دینے والے کی شان کے مطابق بھی ہے یہ دنیا تو فانی چیز ہے۔

عصائے موسوی کی خصوصیات

اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اَلْقِهَا یٰمُوْسٰی "اچھا اب دیکھیں کہ

موسیٰ علیہ السلام نے تو فرمایا "وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخرى" اس میں اور بھی میرے بڑے کام میں مقصد کیا تھا کہ اگر سامان اٹھانا ہو تو وہ بھی لڑ کا لیتا ہوں اچھا آگے اگر سانپ بچھو آجائے تو وہ بھی مار سکتا ہوں اور یہ ہے کہ اگر سایہ بنانا ہو تو اس کو کھڑا کر کے کپڑا باندھ لیتا ہوں کئی کام اس سے لئے جاسکتے ہیں۔

اللہ نے فرمایا تمہاری سوچ میں جو کام ہیں اپنی سوچ میں رہنے دو اور دیکھو کہ ہم اس عصا سے کیا کام لیتے ہیں ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ مَارِبُ أُخرى اس میں کیا ہیں تمہاری سوچ تو کچھ ہوگی میرے فیصلے دیکھو اَلْقِهَا يٰمُوْسٰى. فَاَلْقٰهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى" اللہ نے فرمایا موسیٰ ؑ پھینکو لکڑی کو جب موسیٰؑ نے لکڑی پھینک دی تو لکڑی سانپ بن گئی۔

عصائے موسوی پر اعتراض

اچھا اب یاد رکھیں قرآن پاک میں تین چار مقام پر ہر جگہ لفظ الگ الگ ہے۔ یہاں ہے حَيَّةٌ تَسْعٰى ایک جگہ ہے جآنٌّ اور ایک جگہ ہے ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ. كَاَنَّهَا جآنٌّ وَّلّٰى مدبرا. اور دوسری جگہ ہے "فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ، تو دیکھیں ثُعْبَانٌ مُبِيْنٌ. جَآنٌّ اور حَيَّةٌ میں فرق ہے بھائی ایک اژدھا ہے ایک پتلا سا سانپ ہے تو آخر قرآن نے ایک جگہ تو کہا کہ بہت بڑا اور ایک جگہ کہا بالکل پتلا اور ایک جگہ کہا کہ سریع الحرکت جآنٌّ۔

علماء نے فرمایا کہ یہ تعارض نہیں ہے اللہ کے قرآن میں کہ جیسے دشمن کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو جی خدا کا کلام ہے ایک جگہ تو آپ کا خدا کہتا ہے حَيَّةٌ حیہ تو اور چیز ہے، اور ایک جگہ جآنٌّ تو جان اور چیز ہے ایک جگہ ہے ثعبان تو ثعبان اور چیز ہے۔ تو یہ اللہ کا کلام کیسے ہوا یہ جس میں یہ تعارض ہے۔

جواب

یاد رکھو علماء نے لکھا ہے کہ یہ تعارض نہیں اصل بات یہ ہے کہ کیفیت بھی الگ الگ ہے ایک تو وہ وقت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈالا اور ایک وہ وقت ہے کہ جب فرعون کے سامنے عصا ڈالا اور وہ وقت ہے کہ جب جادوگروں کے سامنے عصا ڈالا تو حالات اور وقت کے مطابق جیسے ضرورت تھی لکڑی تو وہی تھی لیکن اس کی کیفیات مختلف تھیں۔

اور بعض علماء نے یہ لکھا ہے کہ چاہے وہ بڑا ہو لیکن خفت میں حرکت میں ایسے تیز تھا جسے پلا ہو یعنی بعض اوقات موٹا سانپ ہوتا ہے ہل نہیں سکتا پڑا ہوتا ہے لیکن یہ موٹا بھی ہے اور سریع الحرکت بھی ہے۔ اس لئے اس میں یہ ساری صفتیں تھیں۔

موسیٰؑ سانپ کو دیکھ کر کیوں بھاگے

اچھا اب موسیٰ علیہ السلام نے لکڑی کو اژدھا کی صورت میں دیکھا تو بھاگے خوف کے مارے یہ خوف فطری ہے تقاضہ انسانی ہے۔ بشیرت انسانی کا تقاضا ہے کہ جب آپ سانپ دیکھیں گے یہ تھوڑی ہے جتنا بہادر آدمی ہو ڈر جائے گا موسیٰ علیہ السلام جب بھاگے تو اللہ نے فرمایا اے موسیٰ بالکل نہ گھبرائیں۔

یہاں قرآن کہتا ہے " فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَ لَمْ يُعَقِّبْ" جب سانپ کو حرکت کرنے والا دیکھا تو ایسے دوڑے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتے ہیں و لَمْ يُعَقِّبْ پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا دوڑ رہے ہیں کہ دیکھنے میں بھی وقت ضائع نہ ہو جائے سانپ آنہ جائے۔

حضرت موسیٰؑ نے سانپ پکڑ لیا

تو اللہ پاک نے حکم فرمایا:

"یٰمُوْسٰی اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ" اللہ نے فرمایا لوٹ آؤ ڈرو نہیں گھبراؤ نہیں اور پکڑ لو سانپ کو۔

اچھا بعض روایات میں ہے کہ پہلے تو موسیٰ علیہ السلام نے کپڑا لپیٹا کہ کیسے پکڑوں پھر اس کی دم سے پکڑوں درمیان سے پکڑوں یہ سب اسرائیلی روایات ہیں کہ جب اللہ نے فرمایا کہ پکڑو تو انہوں نے پکڑ لیا اور جب پکڑ لیا تو پھر عصا بن گیا۔

روشن ہاتھ کا معجزہ

اب بڑے حیران ہوئے کہ کیا ہوا ابھی حیرت دور نہیں ہوئی تھی کہ اللہ نے فرمایا کہ "اُسْلُكْ یَدَكَ فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَاءَ مِنْ غَیْرِ سُوْءٍ اللہ نے فرمایا اے موسیٰ اپنے ہاتھ کو اپنے دامن میں ڈالو جیب کا معنی یہ ہے کہ اپنے دامن میں ڈال کے اپنے ہاتھ کو ایسے بند کرو اور پھر باہر نکالو۔

تو اب جناب موسیٰ علیہ السلام نے جب ہاتھ ڈالا اور باہر نکالا تو اللہ کی شان کہ وہ ہاتھ ایسے تھا جیسے چاندی کی کرنیں اور شعائیں نکل رہی ہوں اللہ فرماتے ہیں غَیْرِ سُوْءٍ یہ نہیں کہ کوئی بیماری ہوگئی کوئی برص ہوگیا نہیں وہ تو نور تھا۔

خدا کی شان دیکھیں کہ دونوں معجزوں کا تعلق ہاتھ سے ہے کہ لکڑی بھی ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی اس کو اللہ نے سانپ بنایا اور اسی ہاتھ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے روشن بھی فرما دیا اچھا اس ہاتھ کو دامن میں پھر دوبارہ ڈالیں گے تو اپنی اصلی حالت میں آجائے گا۔

ان دو معجزات کے دینے کا مقصد

یہ دو معجزات ہیں جن کو قرآن نے یہاں کہا ہے بُرْهَانَانِ مِنْ رَّبِّكَ دو دلائل ہیں جو ہم نے آپ کو دیتے ہیں آپ ان کو لے کر فرعون کی طرف جائیں فرعون کے سرداروں کی طرف جائیں وہ حد سے نکل رہے ہیں ان کو جا کر دعوت دیں۔

کیا یہ خدا کی ہی آواز تھی

اب سب سے بڑی بات یہاں یہ سامنے رکھیں کہ ہمارا تو ایمان ہے کہ جو بات اللہ کے قرآن میں بات آجائے سنت میں آجائے ''اٰمَنَّا وَ صَدَّقْنَا'' ہمارا تو ایمان ہے لیکن جو مخالفین ہیں جو اعداء اسلام ہیں جیسے مستشرقین اور خاص طور پر یہود و ہنود ہیں۔

وہ ایسی چیزوں کو اسلام کے خلاف ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آرہے تھے کہ پھر آواز آئی آواز میں یہ کہا گیا کہ میں تمہارا خدا ہوں کیا دلیل ہے کہ وہ خدا کی آواز تھی کہ ''انی انا اللہ رَبُّ الْعَالَمِینَ''

تو موسیٰ علیہ السلام کو کیسے یقین ہوگیا کہ واقعی یہ اللہ کی آواز ہے اور اس بات کی آخر دلیل کیا ہے کہ واقعی اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہوسکتا ہے نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ موسیٰ علیہ السلام کا کوئی وہم ہو کوئی خیال ہو تو اس قسم کے اعتراضات یاد رکھیں اعداء اسلام جو ہوتے ہیں جن کو اسلام سے دشمنی ہے وہ تو کوئی موقع ضائع نہیں کرتے وہ تو فرصت حاصل کرتے ہیں کہ موقع ملے۔

جواب

ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کئی معجزے عطا فرمائے تھے جیسے قرآن نے

دوسری جگہ فرمایا ان شاء اللہ ہم پڑھیں گے "وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ" اللہ نے ان کو نو معجزات عطا فرمائے تھے لیکن وہ بہت بعد میں لیکن یہ دونوں معجزے اللہ نے بوقت کلام عطا فرمائے ایک لکڑی کا سانپ بن جانا اور ایک آپ کے ہاتھ کا روشن ہو جانا اگر اللہ تعالیٰ بعد میں دیتے تو قادر تھے لیکن یہ دونوں معجزے دے کر ان اعداء اسلام کا ہمیشہ کے لئے منہ بند کر دیا کہ ظالمو یہ خدا کلام نہیں کر رہا تھا تو لکڑی کو سانپ بنانے والا کون تھا؟ اور ان کے ہاتھ مبارک کو روشن کرنے والی ذات کونسی تھی وہی ذات جو اس بات کے تکلف پر قادر تھی وہی تو خدا ہے ورنہ اور کون ہے جو ایک لکڑی میں جان ڈال دے اور پھر جان والی چیز کو دوبارہ لکڑی بنا دے اچھا اگر تم نہیں مانتے ہو کہ وہ خدا تھا تو پھر تم ہمیں ایسی چیز دکھا دو کہ چیز کی حقیقت ہی بدل جائے لکڑی ہو زندہ چیز بن جائے روح والی، اور پھر اس کے بعد پکڑو تو پھر دوبارہ لکڑی بن جائے۔ [1]

تو پھر تم کوئی شخصیت پیدا کرو دنیا میں پھر ہم کہیں کہ موسیٰ علیہ السلام دھوکے میں آ گئے تو جب یہ طاقت کسی کو نہیں ہے۔ یہ قوت کسی کو نہیں ہے پھر یہ ہے کہ جو تم کرتے ہو وہ اسباب طبیعیہ کے تحت ہوتے ہیں اور یہاں تو کوئی اسباب ہی نہیں۔

دیکھو ناں بعض لوگ بڑے بڑے شعبدے دکھاتے ہیں یا ایسے آپ نے دیکھے ہوں گے، پامسٹ کہ ہاتھ دیکھ کر آپ کو حالات بتا دیتے ہیں پھر بھی تو وہ ہاتھ دیکھتے ہیں ناں ہاتھ پر کچھ نہ کچھ لکیریں ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کو جائز نہیں سمجھتے۔ لیکن اللہ نے کوئی چیز بیکار یا بے فائدہ تو نہیں پیدا فرمائی یہ تو پھر بھی تحت الاسباب کی بات ہے کمال تو یہ ہے کہ خارق (خلاف) عادت ہو اور کوئی اسباب نہیں ہیں۔

---

[1] (اور وہ بھی اس حقیقت کے ساتھ جس حقیقت کے ساتھ اس عصا نے سب جادوگروں کے سانپ رسیوں کے جادو کو نگل لیا اور ان کا وجود ہی مٹ گیا اگر وہ جادو کی چیزیں خارج ہیں پھر رسیاں بن جاتیں اور باقی رہتیں تو عصائے موسوی کا کوئی کمال باقی نہ رہتا)۔

اللہ نے فرمایا کیا ہے کہا کہ عصا ہے اللہ نے فرمایا ڈال ڈالا تو سانپ بن گیا اللہ نے فرمایا "خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَى" اٹھالو اور نہ ڈرو اسی طرح ہو جائے گا جیسے پہلے تھا اللہ نے حکم دیا کہ موسیٰ اپنا ہاتھ جیب میں ڈالو تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنا ہاتھ ڈالا تو روشن ہاتھ ہے تو یہ سب سے بڑے ان معجزات کا، برہان کا، دلائل کا موسیٰ علیہ السلام کو ملنا جو ہے یہی دلیل تھی کہ کلام کرنے والا رب العالمین ہے۔

حضرت موسیٰؑ نبوت سے سرفراز ہو گئے

اور اس کے بعد اللہ نے حکم دیا کہ اے موسیٰ اِنِّي اصْطَفَيْتُكَ ہم نے آپ کو اپنی رسالت کے لئے چن لیا اب آپ میرے رسول ہیں میرے نبی ہیں جیسے دوسرے مقام پر فرمایا وَ اصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ہم نے چن لیا آپ جائیں۔

حضرت موسیٰؑ کی دو درخواستیں

انہوں نے عرض کیا یا اللہ میں آپ کے حکم پر حاضر ہوں لیکن میرے کچھ معروضات ہیں۔

جیسے قرآن نے اس جگہ بیان کیا " قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ" اللہ میں نے ان کا ایک بندہ مارا تھا جو میں نے عمداً تو نہیں مارا آپ جانتے ہیں لیکن بہر حال ان کا بندہ تو مر گیا تھا تو اس کے ضمن میں ڈرتا ہوں کہ میرا تو ارادہ تھا کہ میں مصر جاؤں لیکن اگر میں اب سیدھا فرعون کے پاس جاؤں تو وہ تو مجھے اسی میں پکڑ کر قتل کر دے۔

اور دوسری بات یہ ہے میرے اللہ کہ میری زبان جو ہے وہ اتنی فصیح نہیں کیونکہ انگارہ رکھنے سے لکنت آ گئی تھی۔

وَ أَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ"۔

اور میرے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میرا بھائی حضرت ہارون علیہ السلام بڑا فصیح اللسان ہے کوئی تو ہو میری تصدیق کرنے والا میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جھوٹا کہیں گے کہ تم کیسے نبی بن گئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی منظور فرمالی، اللہ نے فرمایا ہم نے آپ کے بھائی کو بھی نبوت عطا فرمادی۔

اس لئے قرآن دوسری جگہ فرماتا ہے" اِذْهَبَا إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغٰى. فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى" اللہ نے فرمایا تم فرعون کے پاس دونوں جاؤ اور جا کر اس سے بات کرو۔

جب فرعون نے ایمان نہ لانا تھا تو موسیٰؑ کو کیوں بھیجا

دیکھیں میرے مولی کی شان۔

اللہ تو جانتے ہیں کہ فرعون مسلمان نہیں ہوگا یہ بھی اللہ جانتے ہیں ہر چیز اللہ کے علم میں ہے لیکن تعلیم دیکھیں کہ نظام الگ چیز ہوتا ہے علم الگ چیز ہوتا ہے ایک ہے کہ نظام قانون بنادیا گیا کہ اس پر عمل ہوگا ایک ہے کہ وہ جانتے بھی ہیں یہ الگ بات ہے فرمایا کہ جائیں اور بات بڑے نرم انداز سے کریں۔

داعی کی صفت نرمی سے سمجھانا

فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا کا مسئلہ سمجھائیں۔

تو خدا کے لئے نرم بات کریں اُدْعُ إِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" بگڑ نہ جائیں سخت بات نہ کریں طنز نہ کریں، تنقید نہ کریں محبت کے ساتھ دعوت دیں۔اسی میں تاثیر ہوتی ہے۔

اس لئے اللہ نے فرمایا کہ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا حالانکہ وہ فرعون ہے کافر ہے أَنَا رَبُّكُمُ الأَعْلٰى کا دعویٰ کرنے والا ہے اور جانے والے بھی نبی ہیں لیکن اللہ فرماتے ہیں کہ نرمی سے بات کرنا تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم ملا اور موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کے بعد پہلے مصر تشریف لائے اور پھر بھائی کو لے کر فرعون کے پاس چلے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس دس سال کی مدت جو "او فی الأَجَلَيْن" ہے پوری فرمائی اور بیوی کو لے کر آپ مصر کی طرف روانہ ہوئے کہ اب وقت بہت گزر گیا حالات تبدیل ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف

تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام راستہ میں تھے اور راستہ بھول جانے کی وجہ سے چونکہ سردی کی رات تھی، اندھیری رات تھی، بہت پریشانی ہوئی اتنے میں آپ کو دور سے ایک روشنی نظر آئی آپ جب اس جگہ پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوىً" اللہ نے فرمایا اے موسیٰ اپنے جوتے اتار دو یہ وادی مقدس ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام بخشا اور یہ شرف کلام خصوصی شرف ہے۔

بات کو سمجھ لیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک قانون بنایا ہے ایک نظام ہے ایک اصول ہے کہ کسی بندے سے اللہ تبارک وتعالیٰ اگر بات فرمائیں گے تو کہ وحی بھیجیں گے یا اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا قاصد بھیج دیں گے فرشتہ بھیج دیں گے یا اس کے دل میں بات ڈال دی جائے گی یا جو اللہ کے حجابات ہیں یعنی حجابات کے بعد بات ہوگی حجابات کو دور نہیں کیا جائے گا۔

"وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَآءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ

رَسُوْلًا" یا تو اللہ تبارک وتعالی بات فرمائیں گے وحی کے ذریعے یامن ورائ حجاب یا اللہ اپنا ایک فرشتہ بھیج دیتے ہیں وہ فرشتہ بھیج دیتے ہیں وہ فرشتہ مختلف شکلوں میں آ کر اللہ کے نبیوں سے مخاطب ہوتا ہے اور اللہ کا کلام پہنچاتا ہے لیکن جب اللہ تبارک وتعالی دل میں بھی بات نہ ڈالیں فرشتہ بھی نہ بھیجیں بلکہ براہ راست بندے سے مخاطب ہوں تو یہ بڑا اشرف عظیم ہے کہ اللہ نے بغیر واسطہ کے کلام فرمایا۔

اس لئے آپ کا لقب کلیم اللہ تھا جسے سیدنا اسماعیلؑ کے اور محاسن تھے کوئی کمی تو نہیں تھی لیکن ان کا لقب بناذبیح اللہ سیدنا ابراہیمؑ کی بڑی شان ہے ان کی قربانیاں ہیں لیکن انہیں لقب ملا خلیل اللہ، سیدنا ملا خلیل اللہ، سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا جو لقب ہے وہ ہے کلیم اللہ تو یہ بہت عظیم لقب ہے۔

جدید تعلیم کے برے اثرات

اب یہ بات آپ ہمیشہ یاد رکھیں کہ مستشرقین جو ہیں اور جتنے یہود ونصاری کے اصحاب قلم ہیں لکھنے والے لوگ ہیں یا ہندوؤں میں ہیں یعنی اسلام کے علاوہ جو مذاہب ہیں ان میں جو لوگ ہوتے ہیں اصحاب قلم ہوتے ہیں ان کے پروفیسر رائٹر وغیرہ وہ اسلام کے خلاف کوئی موقع ضائع نہیں کرتے۔ وہ اس تلاش میں ہوتے ہیں اور بدقسمتی سے ہماری جو نوجوان نسل ہے وہ بھی ان سے زیادہ تاثر لیتی ہے۔

یہ ہماری بدقسمتی ہے ویسے بھی آپ دیکھ لیں ہندو پاک کو تو آپ سمجھتے ہیں زیادہ دور بھی نہ جائیں اپنے ملکوں کو ہر آدمی سمجھتا ہے آپ دیکھ لیں وہاں پر آج بھی جو انگریزی بولنے والے کی قدر منزلت ہے وہ اپنی زبان بولنے والے کی نہیں یعنی بڑا ادیب ہوگا آپ کے ملک میں اور

اس نے بڑے بڑے شہہ پارے بڑے سے بڑا لکھے ہوں گے اس کو کوئی اہمیت نہیں دے گا۔

لیکن انگریزی کا کوئی پروفیسر ہوگا اس کا اٹھنا بیٹھنا انگریزوں جیسا تو اس کا نام ہوگا اور دشمن دشمن کی سیاست ایسی ہے کہ جہاں جہاں اس نے اپنا تسلط قائم کیا جہاں جہاں استعمار پہنچا اس نے سب سے بڑی چالاکی یہ کی ہے کہ ذریعہ تعلیم جو ہے وہ انگریزی رکھا پورے ملک کے نظم ونسق کو چلانے کے لئے اسٹیشن ہیں اس کا جو طریقہ کار ہے وہ انگریزی میں رکھا۔

جو ان کے پولیس ایکٹ ہیں پبلک لاء ہیں اور پرسنل لاز ہیں اور آپ کی عدالتوں کا نظام ہے وہ انگریزی میں ہے یعنی آپ کی عدالتیں آپ کے ملک کی ہیں لیکن آج بھی وکلاء انگریزی میں بحث کریں گے۔ جج انگریزی میں فیصلہ لکھیں گے۔ اس طرح استعمار نے یہ نظام ہمارے اوپر تسلط کیا ہے۔ آج ہم ہزار کہیں کہ ہم آزاد ہیں، ہم آزاد نہیں ہیں آج ہم بڑے دھڑلے سے کہتے ہیں کہ ہمارے ملک آزاد ہیں جب تک آدمی فکری طور پر آزاد نہ ہو جب تک آدمی روحانی طور پر آزاد نہ ہو وہ آزاد نہیں کہلاتا ایک گھر علیحدہ بنالو تو کیا آزاد ہو جائیں گے گھر علیحدہ بنانے سے تو آزادیاں نہیں ملتیں۔

تو یہ دراصل ہماری بنیادی بدقسمتی ہے ورنہ اور بھی ملک ہیں ابھی آپ جرمن کو دیکھ لیں، جاپان کو دیکھ لیں، چین کو دیکھ لیں، فرانس کو دیکھ لیں، وہ نہیں انگریزی بولتے، جاننے کے باوجود نہیں بولتے ان کے پاس انگریزی زبان میں بڑی بڑی ڈگریاں ہوتی ہیں لیکن وہ نہیں بولتے وہ کہتے ہیں کہ ہماری زبان نہیں ہے لیکن ایک ہم ہیں غلام در غلام بھی ہم پر انگریز نے سرداری کی، کبھی ہندو نے سرداری کی کبھی سکھوں نے سرداری کی کبھی اپنوں نے سرداری کی۔

ہم ہر حال میں غلام ابن غلام ابن غلام ہیں تو پھر غلاموں کے مقدر میں تو یہی ہوتا ہے جو

ہو رہا ہے تو اس لئے جو ہماری نوجوان نسل ہے بدقسمتی سے ان کے دماغوں میں یہ بیٹھ گیا ہے کہ وہ بھی ان کی کتابیں پڑھ کر متاثر ہو جاتے ہیں آپ یقین فرمائیں کہ میں قرآن پاک کی تفسیر پڑھانے کے لئے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی تفسیر کا ان شاء اللہ۔ ایک سال بھی درس دے سکتا ہوں لیکن آپ کے ہاں اس کا کوئی کمال نہیں ہوگا اگر میں یہ کہوں کہ مسٹر گلبن نے یہ لکھا ہے شیکسپیر نے یہ لکھا ہے کہیں گے یہ مولوی پڑھا لکھا ہے اب اس سے بڑی بدقسمتی اور کیا ہو سکتی ہے یعنی جو اللہ کی زبان نہیں، جو رسول کی زبان نہیں، جو قرآن کی زبان نہیں، جو اسلام کی زبان نہیں اگر میں بات کرلوں ایک جملہ ٹوٹا پھوٹا بھی بول لوں کہیں گے پڑھا لکھا آدمی ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی معرفت خداوندی پر اعتراض

تو اب ان لوگوں نے ایسے اشکال پیدا کئے۔

دیکھیں جی موسیٰ علیہ السلام جب آرہے تھے ان کو روشنی نظر آئی ان کو یہ بھی پتہ نہیں تھا یہ روشنی کیا ہے انہوں نے تو بیوی سے بھی یہی کہا نَسْتُ نَارًا میں نے آگ دیکھی اور جب قریب آئے تو آواز آئی کہ "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى" اور پھر آواز آئی کہ "انی انا اللہ" کہ میں خود خدا آپ سے بات کر رہا ہوں تو کہتے ہیں کیسے پتہ چلا کہ خدا ہے وہ بات کر رہا ہے اس پر ہے۔ دلیل کیا کہتے آنکھوں کو مسحور کیا ہوا ہوتا ہے کہہ دیتے ہیں ورنہ کوئی بات ہے ایک آدمی خود راستہ بھول گیا اس کو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ نور ہے یا نار ہے اس کو کیسے پتہ چل گیا کہ اللہ نے میرے ساتھ بات کی اور ہماری نوجوان نسل جب پڑھتی ہے فطرۃً وہ قرآن سے اور اسلام سے بدظن ہو جاتی ہے۔

ہمارا نوجوان بھی کہتا ہے کہ بات تو ٹھیک ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو آخر کیسے پتہ چلا کہ خدا

مجھ سے کلام کر رہا ہے دیکھو جی ایک مولوی ہے جو آپ کو کہہ دیتا ہے ہم اس کی بات مان لیں اس کا نتیجہ اور انجام یہ نکلتا ہے کہ وہ لاکھ اپنے آپ کو مسلمان سمجھے لیکن اللہ کے ہاں وہ اسلام سے نکل چکا ہوتا ہے کہ جب قرآن کو مان ہی نہیں رہا جب قرآن کہہ رہا ہے تو بات ختم ہوگئی۔

جواب

مولوی کی بات تو تب ہوتی جب مولوی نے لکھا ہوتا تو اگر قرآن پر ایمان ہے تو قرآن کہہ رہا ہے اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے کلام کیا تو مسلمان کے لئے اتنی بات ہی کافی ہے اب اس پر شکوک وشبہات پیدا ہونے کا معنی کیا ہے کہ ہمیں قرآن پر شکوک وشبہات پیدا ہو گئے لیکن اصولی بات یاد رکھیں یہ تو خیر الزامی جواب ہے اس پر بھی وہ اگلے کہہ دیتے ہیں وہی بات آ گئی ناں مولوی نے پھر ہمیں ڈرایا جہنم سے تو جواب تو نہیں دیا جی حالانکہ اگر تھوڑا سا غور کر لیں تو بات موجود تھی کہ آخر لکڑی کو سانپ میں کس نے تبدیل کیا۔

آخر موسیٰ علیہ السلام کے یہ مبارک کو اتنا روشن کس نے کیا اگر وہ خدا نہیں تھا بات کرنے والا اور پھر یہ حقیقت ہے کہ جس کو فرعون نے مانا، جادوگروں نے مانا جس کو دوستوں اور دشمنوں نے مانا یعنی اگر عصا کی بات فقط موسیٰ علیہ السلام کی ہوتی تو تم کہہ سکتے تھے مولوی ہمیں دھوکہ دے رہے ہیں یہ بات تو فرعون نے بھی مان لی جادوگروں نے بھی مان لیا، پھر تم نہ مانو تو پھر تمہیں ہم کس کھاتے میں رکھیں۔ فرعون یا اس سے بھی اگلے کھاتے میں رکھیں وہ تو کھلی دلیل ہے ورنہ جنگل ہے اکیلے موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

منکرین معجزات سے ہمارے مطالبات

وہاں آخر یہ معجزات جو دیئے گئے اگر اللہ نے نہیں دیئے تو کس نے دیئے آپ نے

دیئے کیا آپ اتنی ترقی یافتہ قومیں ہونے اور چاند پر پہنچنے کے بعد کیا آپ ایک لکڑی کو سانپ بنا سکتے ہیں اور پھر اس کو اٹھاؤ تو لکڑی بن جائے آپ کے اندر کوئی ایسی قوتیں ہیں کیا آج آپ کے پاس ایسی بات ہے کہ انسان اپنا ہاتھ یوں بغل میں لے کر باہر نکالے تو یوں چاند سے زیادہ روشن ہو جائے اور اگر پھر یوں کرے تو پھر اپنی اصلی حالت میں آجائے کر کے دکھادو ہم مان لیں گے جی کہ موسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ دھوکہ ہوا لیکن یہ باتیں تم کرنے سے قاصر ہو اور اگر یہ معجزہ دو آدمیوں نے دیکھا ہوتا تو آپ اعتراض کر سکتے تھے کہ موسیٰ علیہ السلام کی پارٹی کی بات ہے موسیٰ علیہ السلام تو بطور چیلنج دشمنوں کے سامنے کھڑے ہیں۔

تو اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ کے قرآن کی کسی بات کو آج تک دنیا میں نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ آئندہ پیدا ہوگا جو اس خبر کو غلط قرار دے سکے ایک بات جو قرآن نے کہی پوری دنیا زور لگا کر بتادے کہ یہ بات غلط ہے مثلاً قرآن پاک نے فرمایا قوم عاد کو ہم نے ہوا دے کر ہلاک کیا آپ بتادیں کہ ہوا سے ہلاک نہیں ہوئے کسی اور چیز سے ہلاک ہوئے۔

آپ ہم سے دلائل مانگتے ہیں تو آپ ہمارے ساتھ دلیل سے بات کریں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے قوم ثمود کو فَاهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ اور ایک جگہ آتا ہے صیحۃ جبرائیل علیہ السلام نے آواز لگائی اور سب مر گئے تم کہتے ہو کہ نہیں مرے کسی اور بلا سے میرے تھے ہم نے ان کو کوئی دوائی کھلائی تھی اور وہ مر گئے تھے تو آپ ثابت کریں۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے قوم لوط کو مارا ہے تو "فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا" ہم نے ان کی بستیوں کو اٹھالیا اور ان کی بستیوں کو الٹا کر دیا گیا پھر اوپر سے پتھر برسائے گئے آپ کہتے ہیں اس طرح نہیں مرے تو آپ ثابت کریں کہ قرآن کی خبر نعوذ باللہ غلط ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اصحاب فیل کو ہم نے حجارہ (کھنگر کے پتھروں) سے ختم کیا آپ ثابت کریں کہ نہیں ختم کیا ہاتھیوں کو ہم نے جا کر مارا تھا کوئی بات تو ثابت کریں قرآن نے جو خبر دی ہے چاہے وہ زمانہ ماضی کے بارے میں چاہے وہ زمانہ حال کے بارے میں ہے چاہے وہ اقوام وملل کے بارے میں ہے چاہے وہ کسی پیشین گوئی کے بارے میں ہے، آپ ایک بات غلط ثابت کریں۔

جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہوا شق القمر چاند کا دو ٹکڑے ہونا اب جو کفار وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا دیکھو ہم نے تو آنکھوں سے دیکھا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ جادو کی کوئی قسم ہو ہماری آنکھوں پر اس قسم کی کوئی چیز کر دی گئی کہ ہمیں جو کہہ رہے ہوں وہی ہمیں دکھائی دے رہا ہو ایسا کرتے ہیں جو لوگ باہر ہیں ان پر تو کسی نے جادو نہیں کیا وہ کل جب آئیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہ کیا آپ لوگوں نے بھی چاند دو ٹکڑے ہوتا دیکھا۔

اگر وہ بھی تصدیق کرتے ہیں پھر تو ماننا پڑے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ ہمارا ایک قافلہ جو ہے وہ تجارت کے لئے بیت المقدس گیا ہوا تھا اور وہ قافلہ وہاں سے چل پڑا ہے آپ نے وہ دیکھا ہوگا کہ کہاں تھا کیونکہ آپ فرماتے ہیں کہ میں معراج میں براق پر گیا ہوں اس کا مطلب ہے کہ راستہ تو پھر یہی ہے۔

ہمارا قافلہ اونٹوں پر گیا اگر آپ جاتے ہوائی جہاز پر پھر تو ٹھیک ہے کہ آپ نے نہ دیکھا ہوگا تو یہ جا کر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کر دیتے ہیں تو حضور صلی سلم کی خدمت میں آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں وہ قافلہ میں نے دیکھا تھا اور وہ فلاں جگہ تھا بلکہ جب قافلے والے آجائیں ان سے تصدیق کر لینا میرے جانے کی کہ میری

سواری جب گزری تو ان کا ایک اونٹ بدکا اور ان کا فلاں بندہ جو بیٹھا تھا وہ گر گیا اور اس کی ٹانگ بھی ٹوٹ گئی۔

اب پریشان کہ اتنی تفصیل سے خبر جب قافلہ آ گیا تو پوچھا تو ان میں سے ایک نے کہا ہاں ایسی کوئی تیز رفتار چیز گزری ہے کہ میرا اونٹ بدکا اور میں گر گیا اور میری ٹانگ بھی ٹوٹ گئی اور میں فلاں جگہ تھا جو جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تو اب اگر کوئی چیلنج کرے کہ نعوذ باللہ کہ یہ بات ہم نہیں مانتے پھر تو وہ کوئی عقل کا اندھا ہوگا ہم کہہ دیں گے کوئی معاند ہوگا کوئی ضدی ہوگا۔

ہاں ایک بات ہوتی ہے کہ کوئی آدمی ہم سے منوانا چاہے کہ آج ہزاروں سال کے بعد وہ کہے کہ ہمارا دیوتا ہمارا بھگوان اس نے دودھ پینا شروع کر دیا ہے تو یہ اچھنے والی بات ہو سکتی ہے یہ بات تو ہو سکتی ہے قابل چیلنج یہ بات ہو سکتی ہے کہ یار اتنے عرصے کے بعد تمہارے دیوتا کو بھوک لگی اور لوگ بڑے ہوتے ہیں ترقی کرتے ہیں کہ تمہارے دیوتا نے ہزار سال گزار دیے ہیں ابھی وہ دودھ پیتا ہے ابھی وہ خود انگلی پکڑ کر چلنے کا محتاج ہے تمہیں کیا راستہ دکھائے گا۔ یہ بات تو قابل چیلنج ہو سکتی ہے۔

لیکن قرآن کی کوئی بات آپ چیلنج نہیں کر سکتے قرآن چیلنج کر چکا ہے کہ کسی میں جرأت ہے تو آؤ میرے مقابلہ میں وہ چیلنج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا اور اب بھی ہے یعنی آپ بڑے سے بڑا حافظے والا لے آئیں اتنی بڑی کتاب کوئی اور ہمیں یاد کر کے دکھا دے چلو اور زیادہ لمبی چوڑی بحثوں میں ہم نہیں جاتے کہ تیس پارے کے برابر کوئی کتاب جو اسے پسند ہوا سے ناول پسند ہو تو ناول یاد کر لے اسے کسی کی شعر و شاعری پسند ہے تو کوئی دیوان یاد کرتے اسے

اگر ڈاکٹری سے دلچسپی ہے تو اتنی بڑی کتاب ڈاکٹری کی یاد کرلے اور دو رکعت نماز میں ہمیں سنادے چلو پندرہ بیس غلطیاں بھی معاف ہیں۔

حفظ قرآن کے دو واقعات

ہم اس کے مقابلے میں آپ کو سات سال کا بچہ کھڑا کر کے پورا قرآن سنوا دیتے ہیں اور بچہ بھی عربی نہیں ہوگا عجمی ہوگا جس کی زبان بھی عربی نہیں اور شدّ مدّ میں بھی غلطی نہیں کرتا اب بھی اسی دور میں قصیم یحیٰ نام کا ایک لڑکا ہے جس نے چھ مہینے میں پورا قرآن مجید حفظ کیا ہے اور عمر اس کی آٹھ یا نو سال ہے اب وہ نو سال کی عمر میں سبعہ قرأت پڑھنے کے بعد جو قرأت کی کتابیں ہیں وہ یاد کر رہا ہے میرے اپنے دوست ہیں۔ جنوبی افریقہ میں جہانسبرگ کے علاقے میں وہاں سے ایک جگہ ہے لائن وہاں کے رہنے والے ہیں ابو بکر بھائیہ نام ہے اس کا بیٹا ہے اس نے چھ مہینے میں قرآن حفظ کیا ہے۔

تو پھر آپ لائیں ناں قرآن کے مقابلے میں کوئی آدمی جو یہ کہے کہ مجھے بائیل یاد ہے جو یہ کہے کہ مجھے تورات یاد ہے کوئی یہ کہے کہ ہمارے دیوتاؤں کے دید آئے تھے وہ وید ہمیں یاد ہیں ایک بندہ تو کم از کم پیدا کرو ناں تاریخ میں۔

تو اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ شبہات دشمن ڈالتے ہیں ورنہ قرآن کی ہر بات اتنی واضح ہے اتنی سچی ہے اتنی حق ہے کہ ہمیں یہ تو شبہ ہوسکتا ہے کہ اب رات نہیں ہے لیکن اللہ کے قرآن میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا قرآن نے جو کہا ہے وہ حق ہے۔

حضرت موسیٰؑ کے دو معجزے

اس لئے جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام ہوگیا اللہ تعالیٰ نے دو معجزے عطا فرمائے

ایک معجزہ عصا اور ایک ید بیضاء اور حکم دیا کہ آپ جائیں فرعون کے مقابلے میں اس کو دعوت دیں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میرے اللہ میرے بھائی کو بھی میرے لئے میری قوت کے لئے مہربانی فرما کے انہیں بھی آپ مقام نبوت سے سرفراز آپ فرمادیں۔

حضرت ہارونؑ کی نبوت

"وَ أَخِيْ هَارُوْنُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا" مجھ سے وہ زیادہ بہتر بات کرنے والے ہیں اللہ نے دعائیں منظور فرمالیں موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کو لے کر مصر آئے ہارون علیہ السلام پہلے سے مصر میں تھے آپ کے والدین مصر میں تھے کیونکہ آپ تو بچپن سے فرعون کے محل میں آگئے تھے کیونکہ آپ تو گھر سے چلے گئے تھے اور پھر تیس سال تک فرعون کے پاس رہے تھے گھر والوں نے آپ سے مل کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ فرعون کے دربار میں

اس کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کو لے کر فرعون کے دربار میں پہنچے اس وقت کے فرعون کا نام رامیس ثانی تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کا مکالمہ ہوا پہلے تو اس نے کوشش کی کہ موسیٰ علیہ السلام کو ملنے کی اجازت نہ ملے تو بعض مفسرین نے کتب سابقہ کے حوالے سے لکھا ہے ان لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ملنے سے منع کر دیا لیکن ایک دن موسیٰ علیہ السلام ان سے پوچھے بغیر اپنے بھائی کو لے کر گئے اور دربار میں پہنچ گئے۔

فرعون کا الزام

اللہ نے ایسی ہیبت ڈالی کہ کوئی روک نہ سکا، بہر حال جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو خطاب کیا۔ اللہ کی توحید کی دعوت دی وہ بگڑ گیا اور کہنے لگا کہ آپ کون ہو آپ تو ہمارے گھر میں

پلے بڑھے "أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا" اور پھر آج آپ ہمیں چیلنج کر رہے ہیں اور آپ نے ہمارا ایک بندہ قبطی مار دیا تھا تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کچھ عقل کی بات کرو اگر میں نے بندہ مارا تھا تو میرا مارنے کا ارادہ نہیں تھا نہ قتل عمداً تھا میں نے تو دو آدمیوں کو لڑنے سے چھڑایا اور اس کو تھپڑ مارا تو وہ مر گیا۔

حضرت موسیٰؑ کا جواب

لیکن اس کے بعد میں آپ کے ظلم کے خوف سے چلا گیا پھر اللہ نے مجھے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اس سے پہلے میں نبی نہیں تھا پیغمبر نہیں تھا باقی رہی یہ بات کہ آپ نے مجھے پالا ہے پرورش کی ہے کھلایا ہے پلایا ہے تو میری قوم کے لاکھوں لوگ بھی تو آپ کی غلامی کر رہے ہیں آپ نے میری قوم کے تقریباً چھ لاکھ بندوں کو غلام بنا کے اپنے کام میں لگایا ہوا ہے اور ان کے ایک بچے کو تیس سال تک کھانا دے دو یہ زیادہ مہنگا ہے کیا کہہ رہے ہو "عَبَّدْتَ بَنِيٓ إِسْرَائِيل" تم نے تو میری پوری قوم کو غلام بنا ڈالا ایک بچے کو کھانا کھلانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔

فرعون کے سامنے معجزات کا اظہار

اب فرعون سے مقابلہ ہوا فرعون نے مطالبہ کیا کہ اچھا ہم بحث میں نہیں پڑتے کیا تمہارے پاس کوئی نشانی ہے کہ جو دلالت کرے کہ آپ سچے رسول ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے "فَأَلْقَى عَصَاهُ" آپ نے اپنی لکڑی مبارک ڈالی وہ ایک بہت بڑا اژدھا بن گیا اور اس کے بعد آپ نے وہ لکڑی اٹھالی اور اس کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ مبارک جیب میں ڈالا" وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّاظِرِينَ "اور جب ہاتھ سامنے کیا تو روشن۔ وہ دیکھ کر حیران رہ گئے۔

فرعون کاالزام

لیکن فرعون نے فوری طور پر بات کارخ بدلنے کے لئے اپنے وزیروں سے اپنی کابینہ کے اراکین سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جادوگر ہے۔

نبی اور جادوگر میں فرق

اصل وجہ کیا ہوتی ہے یاد رکھیں ایک تو یہ ہے کہ جادوگر بھی شعبدہ بازیاں دکھاتے ہیں تو جب اللہ کے نبی سے یہ چیزیں خلاف عادت ظاہر ہوں تو جو آدمی نہ جانے والا ہو تو وہ بھی جادو سمجھتا ہے یا اگر دشمن ہو تو یہی دھوکہ دے سکتا ہے کہ یہ بھی جادو ہے ورنہ جادوگروں کی سیرت اور انبیاء کی سیرت میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ غلاظت کے مجسمے ہوتے ہیں۔ اور یہ نظافت کے پتلے ہوتے ہیں وہ جھوٹ کے بنے ہوئے ہوتے ہیں اور یہ صدق و عدل میں گھڑے ہوئے ہوتے ہیں دونوں کی زندگی خود بتا رہی ہوتی ہے کہ یہ نبی ہے اور یہ جادوگر ہے۔

جھوٹے نبی کی نشانیاں

اب ایک بارہ سال کے بچے سے بھی پوچھو مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں وہ آپ کو بتا دے گا کہ یار یہ نبی نہیں ہوسکتا ایک آنکھ سے ایسا ہے پھر ساری زندگی انگریزوں کا عرضی نویس رہا ہے وہ عدالت کے باہر بیٹھ کر درخواستیں لکھا کرتا تھا یہ تو عام آدمی ہے یہ کیسے نبی بن گیا کوئی خصوصیت نہیں، کوئی اس کے اندر وصف نہیں کوئی اس کے صفت نہیں جس سے کم از کم کوئی نمایاں بندہ پہچانا تو جائے۔

فرعون کا مشورہ

بہر حال اس فرعون نے فوراً یہ بات اختیار کی کہ یہ جادوگر ہیں پھر اپنے سرداروں سے

کہا کہ بتائیں کہ کیا کریں۔انہوں نے کہا کہ اَرْجِہْ وَ اَخَاہُ کہ اس کو چھوڑ دیں۔

حجاج بن یوسف کے دربار کا ایک واقعہ

اللہ کے ایک بہت بڑے بندے تھے وہ حجاج بن یوسف کے دربار میں پیش ہوئے تو حجاج نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ اس کا جرم آپ نے دیکھ لیا ہے اس نے میری بغاوت کی اس کی سزا کیا ہونی چاہئے۔

انہوں نے کہا باغی کی سزا موت ہے اور کیا ہے؟ تو وہ سن کر ہنس پڑا تو اب حجاج جیسے آمر کو اس بات سے بہت غصہ آتا ہے کہ وہ کسی کو سزا دے اور اگلا مسکرائے اس سے بڑی سزا اس کے لئے کیا ہو سکتی ہے تو اس نے کہا عجیب بات ہے تم کیوں مسکرا رہے ہو اس نے کہا کہ میں تمہارے وزیروں کی عقل پر رو رہا ہوں مجھے ہنسی آ گئی تمہارے وزیروں پر اس نے کہا کیسے اس نے کہا تیرے وزیروں سے تو فرعون کے وزیر بھی اچھے تھے انہوں نے کہا وہ کیسے اس نے کہا فرعون کے وزیروں نے کہا تھا اَرْجِہ وَ أَخَاہُ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو چھوڑ دو ان کو کچھ نہ کہو مقابلہ کرو ان کا، تمہارے وزیر فوراً کہہ دیتے ہیں کہ قتل کرو تو تمہارے وزیروں سے فرعون کے وزیر بہتر ہوئے کہ نہ ہوئے۔

فرعون کا حضرت موسیٰؑ کو جواب

بہر حال اپنے جادوگروں کو بلایا موسیٰ علیہ السلام سے کہا اچھا بتاؤ کہ تم ہمارے بندوں کا مقابلہ کرو گے اور مقابلہ کرنے کے بعد اگر تم کامیاب ہو گئے تو پھر تمہارے موضوع پر غور کریں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ٹھیک ہے۔

قرآن مقدس نے ایک دوسری سورت میں بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے

ایسا کرتے ہیں کہ یوم الزینۃ تمہارا جو عید کا دن آرہا ہے قریب ہے اَنْ یُحْشَرَ النَّاسُ ضُحیٰ کہ عین چاشت کے وقت جب نو دس بجے کا وقت ہوتا ہے میدان میں اسی جگہ اکٹھے ہو جائیں گے ایک تو عید کا دن ہوتا ہے لوگوں کو چھٹی ہوگی آنے میں بھی آسانی ہوگی تو یہ دن مقرر ہو گیا۔

فرعون کے جادوگروں کی تعداد

اور فرعون نے مختلف شہروں سے اپنے لوگوں کو بلایا۔

حتیٰ کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ وہاں ستر ہزار جادوگر جمع ہوئے تھے۔ اور وہ دور جادوگروں کا دور تھا۔

دنیا کے بڑے جادوگر کون ہیں

اسی لئے سب سے زیادہ جادو یہودیت میں ہے اور یہودیوں کے بعد سب سے زیادہ جادو ہندوؤں میں ہے اور ہندوؤں کی صحبت کی وجہ سے اس کے اثرات بنگال (انڈیا کا ایک بڑا پرانا شہر) میں بھی پہنچے برما میں بھی پہنچے اور پھر اس کے بعد ہمارے بنگالی مسلمانوں میں بھی ہیں اصل وہ یہود میں ہے ان میں آج بھی بڑے بڑے جادوگر موجود ہیں۔

جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ

تو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ پر جب وہ جادوگر آئے اور وہ فرعون سے ملے سب سے پہلی بات ہی انہوں نے یہ کی "اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ کُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ" اے فرعون ہمیں یہ بتاؤ کہ اگر ہم موسیٰؑ سے آج مقابلہ جیت جائیں تو ہمیں کچھ ملے گا بھی کہ نہیں۔

لوگوں کے لوٹنے کا فن

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جتنے باطل لوگ ہوتے ہیں علماء سوء ہوتے ہیں جھوٹے

مولوی اور جھوٹے پیر ہوتے ہیں ان کی نظر فائدے پر ہوتی ہے پیسے پر، ہدیے پر نذرانے پر ہوتی ہے کیسے وصول ہو کوئی طریقہ اپنایا جائے اب ہمارے ملکوں میں بھی ایسے ہوا ہے کہ بعض جگہوں پر جہاں بڑے بڑے مزار تھے تو اوقاف نے اپنے کنٹرول میں لے لئے خیر اوقاف بھی سمجھدار ہے جہاں آمدنی ہو اس کو قبضے میں لیتے ہیں دیکھتے ہیں کہ ایک مزار کی آمدنی ہے پچاس ساٹھ لاکھ کی اور خرچ ہے دس لاکھ سالانہ اس کو قبضے میں لے لیتے ہیں چلو چالیس لاکھ بچتا ہے۔

لیکن اگر ایک جگہ کا خرچ ہے چالیس لاکھ اور آمدنی ہے دس لاکھ پھر اس پر خرچہ کرنا پڑے گا وہ کیوں لیں۔ تو انہوں نے بہر حال بعض مزارات پر کنٹرول کیا تو اب جناب جو وہاں کے اصل گدی نشین تھے جو سجادہ نشین تھے ان کے لئے تو مسئلہ بن گیا کہ ہم کیا کریں وہ تو اوقاف نے صندوق رکھ دی کہ جو بھی مرید آئے وہ اس میں نذر نیاز ڈالے وہ نکلے گی تو پھر اوقاف وصول کرے گا پیر صاحب کو کیا ملے تو ان لوگوں نے کمال ہوشیاری سے۔ بہت سارے مقامات پر بہت سارے ایسے طریقے اختیار کئے وہاں مزارات کے قریب میں اوپر سے جگہ بنا کر سوراخ کر کے پائپ لگا کر اپنے گھروں تک پہنچا دیا۔ جب نذرانہ ڈالنا ہو تو اس میں ڈال دیا کرو ہمارے گھر میں پہنچ جائے گا ادھر صندوق میں نہ ڈالا کر دفن ہے لوٹنے کا۔

انبیاء کرامؑ کو دنیا کا لالچ نہیں ہوتا

اللہ تبارک وتعالیٰ معاف فرمائے تو بہر حال انہوں نے یہ لکھا ہے کہ علماء سوء ہیں ان کی نظر اس پر ہوتی ہے کہ مجھے ملے گا کیا اور اللہ والو کی نظر پر ہوتی ہے اس کہ میرا رب راضی ہو جائے سنت انبیاءؑ یہ ہوتی ہے لَا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ أَجْرًا کہ امیاں میں تو آپ سے کچھ بھی نہیں مانگتا میں

تو رات مسجد میں گزاروں گا میں تو کھانا بھی اپنا پکا کر کھاؤں گا تمہیں پھر بھی دین کی بات کرتا ہوں تو تمہیں بری لگتی ہے ہم تم سے مانگ تو کچھ نہیں رہے ہم آپ سے کیا لیتے ہیں۔ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا۔

تبلیغی جماعت والوں کا مطالبہ

مجھے ایک ذمہ دار آدمی نے بتایا جماعت کے بڑے لوگوں میں سے تھے ملک کے سابق پرائم منسر کے ساتھ ان کی ملاقات تھی تو ملاقات کے دوران میں پرائم منسٹر نے کہا کہ حضرات آپ تشریف لائے ہیں اور مجھے پتہ ہے آپ کی خدمات کا آپ بتائیں مجھ سے کیا چاہتے ہیں آپ جو چاہتے ہیں میں وہ کرنے کے لئے تیار ہوں انہوں نے کہا کہ آپ سوچ لیں اس نے کہا دیکھو میں خود کہہ رہا ہوں۔ آپ نے تو مطالبہ نہیں کیا میں کہہ رہا ہوں کہ مانگو۔

جماعت والوں نے کہا کہ ہم صرف یہ مانگتے ہیں کہ آپ تین دن جماعت میں وقت لگا لیں ہم کچھ نہیں مانگتے وہ حیران ہو گیا سنا ہے کہ اس نے تین دن لگائے واللہ اعلم میں نہیں جانتا یہ سنی سنائی بات ہے۔

بہر حال اتنا تو مجھے پتہ ہے کہ وہ اجتماعات میں جاتا رہا لیکن وقت لگایا ہے یا یہ نہیں لگایا وہ علم نہیں مطلب یہ ہے کہ جو اللہ والا ہے وہ یہ نہیں کہتا کہ مجھے گھر دے دو ہمیں کوٹھی دے دو وغیرہ وغیرہ انہوں نے کہا کہ آپ وقت لگائیں آپ دین کے لئے ٹائم دے دیں بس ہمیں اور کچھ نہیں چاہئے تو یہ اہل حق کی پہچان ہے۔ کیونکہ انبیاءؑ نے قرآن میں با قاعدہ کہا ہے کہ "لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْن"۔

فرعون کے جادوگروں کا مطالبہ

اور انہوں نے کہا کہ ءَإِنَّ لَنَا لَأَجْرًا کچھ ہمیں ملے گا بھی؟ فرعون نے کہا عجیب بات کرتے ہو کیسے نہیں ملے گا صرف یہ تھوڑا ہے کہ میں تمہیں انعام دوں گا انعام تو معمولی بات ہے میں تو تمہیں اپنا مقرب بنالوں گا میں تمہیں دربار میں عہدے دوں گا، وزارتوں کے دروازے کھول دوں گا تمہارے لئے آؤ تو سہی۔

جادوگروں اور حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ

اب جناب وہ مقابلے پر آئے اور موسیٰ علیہ السلام کو آ کر کہا کہ "اِمَّا اَن تُلْقِيَ وَ إِمَّا أَنْ تَكُوْنَ أَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى" کیا تم پہلے ڈالتے ہو جو دکھانا ہے یا ہم دکھائیں موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ نہیں پہلے تم ڈالو اب ان جادوگروں نے میدان میں رسیاں ڈالیں کیونکہ ان کو بتایا گیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام لاٹھی ڈالتے ہیں تو وہ سانپ بنتا ہے۔

اسی لئے وہ ان کے مقابلے کا جادو بنا کر لائے تھے کہ رسیاں جو ڈالیں وہ ساری سانپوں میں ڈھل گئیں ہر طرف سانپ دوڑ رہے ہیں۔

جادوگروں کے جادو کی حقیقت کیا تھی

بعض علماء نے تو یہ لکھا ہے کہ یہ شعبدہ تھا جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ ہاتھ کی صفائی والے لوگ ہوتے ہیں تو اپنے ہاتھوں میں آپ کے سامنے کچھ کرتے ہیں لیکن آپ حیران ہو جاتے ہیں کہ پیسے ادھر چلے گئے، ادھر چلے گئے، کیسے نکل آئے حالانکہ یہ ان کی پریکٹس ہے مہارت ہے کوئی علم نہیں ہے۔

تو بہر حال علماء کہتے ہیں انہوں نے اصل میں یہ کیا تھا کہ جتنا کچھ رسیاں بنا کر وہ لائے

تھے اس میں پارہ جو تھرما میٹر میں اوپر نیچے چڑھتا ہے پارہ کہلاتا ہے تو وہ بھی حرارت ہوگی تو اوپر جائے گا سردی میں رکھ دیں تو فوراً نیچے چلا جائے گا تو ادھر سے جب عین حرارت تھی گرمی تھی انہوں نے کچھ ایسا انتظام بھی کیا تھا کہ جس حصے میں یا جس خطے میں ہم نے رسیاں ڈالنی ہیں وہاں نیچے سے بھی کچھ گرمی پہنچ جانی چاہئے تو اوپر سے بھی جب حرارت آئی تو پارہ جب ان کے اندر چلا تو رسیاں چلتی ہوئی نظر آئیں اور وہ رسیاں بنی ہوئی سانپ کی شکل کی تھیں۔

جیسے آج کل پلاسٹک کے ایسے ایسے سانپ بنے ہوئے ہوتے ہیں کہ اچھا خاصا شریف آدمی ڈر جاتا ہے اچھے خاصے سمجھدار آدمی کی چیخیں نکل جاتی ہیں کہ حقیقی سانپ آگیا کیونکہ ہر بندہ موت سے تو ڈرتا ہے لیکن وہ موت کیلئے کرتا کچھ نہیں لیکن تیاری نہیں کرتا۔ ابھی تک کوئی ایسا حل نہیں نکالا گیا کہ کوئی جین بدل دیں اور بندہ مرے نہیں بندہ بچ جائے ابھی تک ایسے کوئی چیز پہنچی نہیں۔

بہرحال موت تو ایسی چیز ہے کہ ہزاروں سال سے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکا علماء نے لکھا ہے کہ خدا کے منکر پیدا ہوئے نبی کے منکر پیدا ہوئے اولیاء کے منکر پیدا ہوئے قرآن و حدیث کے منکر پیدا ہوئے لیکن موت کا منکر پیدا نہیں ہوا۔ موت کے بعد حیات کے منکر پیدا ہوئے لیکن موت کا کوئی منکر نہیں کیوں ڈنڈے کا کون انکار کرے ڈنڈا جو کسی کے سر پر مارو پوچھو کہ چوٹ لگی ہے کون انکار کرسکتا ہے کہ نہیں گئی یہ تو ایک ایسی حقیقت ہے لگی اور سلام علیکم بات ختم ہوگئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا بہت بڑا اژدھا بن گیا

اللہ فرماتے ہیں "وَ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوسٰی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ" اور ایک جگہ قرآن کہتا ہے

موسیٰ علیہ السلام دل میں ڈر گئے جب انہوں نے دیکھا ناں کہ یہ ستر ہزار سانپ لوگوں کی نظروں میں دوڑتا ہوا نظر آرہا ہے انہوں نے کہا کہ میں نے بھی تو سانپ کا معجزہ نکالنا ہے انہوں نے تو سانپ بنا کے دکھا دیئے جھوٹے دکھائے سچے دکھائے سانپ تو انہوں نے بھی دکھا دیئے ہیں تو اس لئے موسیٰ علیہ السلام دل میں خوف محسوس کر رہے تھے کہ آج پتہ نہیں کیا نتیجہ ہوگا۔

جادوگروں کا سب جادو عصا کھا گیا

اللہ نے حکم فرمایا کہ موسیٰ گھبراؤ نہیں آپ اپنا عصا تو ڈالو جب حکم آگیا عصا آیا "فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ. فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. قرآن کہتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب وہ عصاء ڈالا "فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ" جو انہوں نے گھڑا تھا جھوٹ بنایا تھا اس سب کو موسیٰ علیہ السلام کا سانپ نگل رہا ہے۔

"فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ. فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ" اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب حق ثابت ہوگیا جھوٹ اور سچ کو ہم نے جدا کر دیا اب بات کھل گئی لوگوں کو سمجھ آگئی کہ یہ کیسے جادو ہوسکتا ہے کہ ستر ہزار رسی کھا جائے۔

جادوگروں کا شکست کھا کر ایمان لانا

اب شکست کھائی ذلیل ہوئے لیکن جب جادوگروں نے دیکھا "وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ" جتنے جادوگر تھے وہ سجدے میں گر گئے۔

"قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ" فوراً کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام ہم ایمان لاتے ہیں، ہم رب العالمین کو مانتے ہیں اور کوئی یہ دھوکہ نہ کھائے کہ رب العالمین سے مراد فرعون ہے اور بھی وضاحت کر دی "رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ" ہم اس رب کو مانتے ہیں

جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔

اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ علم جو ہے وہ علم ہوتا ہے چاہے غلط علم بھی کیوں نہ ہو لیکن کہیں نہ کہیں اس علم کا فائدہ ضرور ہوتا ہے کیونکہ جہل جو ہے وہ کوئی چیز نہیں علم جو ہے وہ کوئی چیز ہے۔

اب دیکھیں جادوگروں کو جادو کا علم تو تھا ناں جادو کو تو جانتے تھے تو اس علم کے ذریعے وہ فوراً اس بات پر پہنچ گئے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کیا ہے وہ جادو نہیں تھا جادو وہ ہوتا ہے کسی کو دھوکہ دے دیا، شعبدہ کر دیا، ایک چیز دکھا دی، خیال میں ایک بات ڈال دی گئی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک لکڑی ڈالو وہ سانپ بن جائے وہ ہمارا سب کچھ نگل جائے اور پھر پکڑو تو پھر لکڑی بن جائے یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ قلب ماہیت جو ہے کہ ایک بے جان چیز میں جان پیدا کر دو اور طاقت پیدا کر دو اور اتنا بڑا ہاضمہ بھی اس کا کہ ان سب کو نگل جائے اور پھر وہ تقلب ماہیت کے بعد پھر لکڑی بن جائے یہ جادو نہیں ہے یہ معجزہ ہے۔ یہ خارق عادت ہے اور یہ اللہ کی طرف سے ہے تو جتنے جادوگر تھے وہ ایمان لے آئے۔

بعض قبطی بھی ایمان لے آئے

اب جناب یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ ان کے جادوگر ایمان لے آئے "وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ" اور بعض یہ کہتے ہیں کہ جادوگر تو خیر ایمان لے آئے قرآن نے واضح کر دیا لیکن قوم فرعون یعنی قبطیوں میں سے بھی کچھ لوگ ایمان لے آئے لیکن انہوں نے ایمان ظاہر نہیں کیا۔ جادوگروں نے تو کھل کے ظاہر کر دیا۔

فرعون کا نیا چکر

اب فرعون کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اس کو شکست ہوگئی ذلت ہوگئی اس کے بعد اس نے پھر پینترا بدلا ۔

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ إِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَا أَهْلَهَا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ. لَأُ قَطِعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَا صَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِيْنَ.

اب فرعون کہنے لگا یہ تم لوگوں نے سازش کی ہے کہ تم درحقیقت موسیٰؑ سے ملے ہوئے تھے تاکہ تم قبطیوں کو ان کے شہر سے نکال دو اور تم نے مجھ سے پوچھے بغیر ہی جلدی سے کلمہ بھی پڑھ لیا، ایمان بھی لے آئے، میرے ساتھ مشورہ بھی نہیں کیا۔ مجھ سے اجازت بھی نہیں مانگی۔

اور دوسری جگہ قرآن کہتا ہے کہ فرعون نے کہا لا قَطِعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَ أَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ، میں تمہارے داہنے ہاتھ اور بائیں پاؤں یا بائیں ہاتھ اور دایاں پاؤں کاٹ کر پھر میں تمہیں پھانسیوں پر لٹکا دوں گا میں دیکھتا ہوں کہ کیسے تم موسیٰ کا ساتھ دیتے ہو۔

جادوگروں کا جواب

تو ایمان لانے والے جادوگروں نے کہا:

قَالُوْا إِنَّا إِلٰى رَبِّنَا مُنقَلِبُوْنَ . وَ مَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ اٰمَنَّا بِأٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَ تَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ.

دوسری جگہ قرآن کہتا ہے انہوں نے فرعون سے کہا "قَالُوْا لَا ضَيْرَ" کوئی پرواہ نہیں اور تیسری جگہ قرآن کہتا ہے کہ ان لوگوں نے کہا فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ

الْحَیوۃَ الدُّنیا ، فرعون جو چاہو تم کرلو ہمیں زیادہ سے زیادہ اس دنیا میں سزا دے دو گے ناں آخرت تو تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے ہمارے آخرت تو بن جائے گی۔

اس لئے قرآن یہ سکھاتا ہے یہ ہے قوت ایمان، آئے تھے تو جادوگر تھے جارہے ہیں تو مؤمن ہیں آئے تھے تو فرعون سے نذرانے اور انعام کا مطالبہ کررہے تھے اور اسلام لائے ہیں تو کھڑے ہیں پوری طاقت کو للکار کر کہہ رہے ہیں کہ جو مرضی آئے کرلو یہ قوت ہوتی ہے یہ طاقت ہوتی ہے۔

آج کل مسلمانوں کی حالت زار

اگر تمہارے اندر یہ طاقت وقوت پیدا نہیں ہوئی تو سمجھو کہ ہم پکے مسلمان نہیں ہوئے، مسلمان نام ہے ہمارا اگر ہم اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی ہندوؤں سے ڈر جاتے ہیں، اسلام کا نام لیتے ہوئے کبھی معاشرے سے ڈر جاتے ہیں اسلام کا نام لیتے ہوئے بھی حالات سے ڈر جاتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم میں ابھی اسلام کی روح نہیں آئی ہمارے اندر ایمان پر استقامت پیدا نہیں ہوئی، ابھی تک ہم میں باطل کے ساتھ ٹکرانے کی قوت پیدا نہیں ہوئی جادو گروں کو دیکھو کہ فوراً ایک منٹ میں ابھی نمازیں بھی نہیں پڑھیں روزے بھی نہیں رکھے ایک منٹ میں کلمہ پڑھا اور ایمان کے اعلیٰ پیمانے پر پہنچ گئے اور ہم سینکڑوں سالوں سے نمازیں پڑھ رہے ہیں کہ ذرا کوئی ایسی بات کہہ دے اچھا معلوم ہوتا ہے تم مسلمان ہو آپ تو مسلمانوں جیسے ہو کہتے ہیں نہیں جی نہیں ہم آپ کے ملک میں رہتے ہیں ہماری وفاداریاں آپ کے ساتھ ہیں ہم نیازمند ہیں فکر نہ کریں آپ۔ تو یہ کیا ایمان ہے۔

فرعون کا سخت ظلم کا حکم

اس لئے قرآن ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ یہ تھی ایمان کی قبولیت اور اس کے بعد فرعون نے ایک اور حیلہ چلا دیا اس نے کہا کہ یہ تو میرے ہاتھ سے گئے اس نے کہا لوگو بات سنو وزیروں سے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ یہاں آنے کے بعد اور زیادہ فساد برپا کرے گا تو فرعون نے کہا اچھا کوئی بات نہیں جیسے ہم نے پہلے حکم جاری کیا تھا آج پھر ہم حکم جاری کرتے ہیں کہ سَنُقَتِّلُ أَبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ " کہ ہم ان کو حکم دے دیں گے کہ ان کے بچوں کو پھر قتل کیا جائے اور ان کی بچیوں کو چھوڑ حکم دیا جائے تا کہ ان کی عددی قوت ہی نہ پڑھے ہم ان پر ہمیشہ غالب رہیں۔

بنی اسرائیل کا مطالبہ اور موسیٰؑ کا جواب

اب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام ہم تو پہلے بھی عذاب میں تھے اگر آپ کے آنے کے بعد بھی ہمارے ساتھ وہی سلوک ہوتا ہے پہلے بھی بچے قتل ہوتے تھے اب بھی بچے قتل ہوتے ہیں، اب بھی فرعون ہمیں دھمکا رہے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے دو چیزیں بتائیں یہ سب سے بڑا علاج ہے اس قوم کے لئے جو کسی مشکل کا شکار ہو چکا ہے وہ فرد ہو چاہے وہ پارٹی ہو چاہے وہ قوم ہو۔ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اللہ سے مدد پکڑو اور صبر کرو اور جب یہ کرو گے تو اِنَّ الْأَرْضَ لِلّٰهِ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ، فرمایا بالکل نہ گھبراؤ یہ زمین اللہ کی ہے اور اللہ جس کو چاہتے ہیں اس کا مالک بنا دیتے ہیں تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو دو چیزوں کی تلقین کی کہ الاستعانة مِنَ اللّٰهِ وَالصَّبْرُ عَلَى الْبَلَاءِ کہ اللہ کی مدد پکڑو اور ہر حال میں صبر کرو یہ مسلمانوں کا ہتھیار ہے اور یہی ان کی کامیابی کا راز ہے اور یہی

ان کی سرفرازی کا راز ہے اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اپنا کام شروع کیا لیکن فرعون نے اسی طرح مظالم کئے۔

فرعونیوں پر خدائی عذابات

اب جناب یہ ہوا کہ اس کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے عذاب آنا شروع ہوئے۔

فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُفَصَّلٰتٍ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے قوم قبط پر فرعون کی قوم پر عذاب بھیجا طوفان نے سب کچھ اڑا کر رکھ دیا پھر جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس آگئے مہربانی کرو جی دعا کرو "لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ" اگر یہ عذاب ٹل جائے ناں تو ہم ایمان لے آئیں گے اور بنو اسرائیل کو بھی چھوڑ دیں گے۔

ہو بس ان کو آپ جدھر لے کر جائیں چلے جائیں جب طوفان ٹل گیا پانی پڑ گیا مٹی پڑ گئی فصل اچھی ہوگئی پھر منکر ہو گئے کہ جی طوفان آتے رہتے ہیں کبھی اس دریا میں آگیا کبھی اس دریا میں آگیا یہ اللہ کا عذاب تھوڑا ہے یہ تو طوفان ہیں آتے رہتے ہیں کبھی شرق میں، کبھی غرب میں، کبھی شمال میں کبھی جنوب میں ہمیں تم ڈراتے ہو کہ اللہ کا عذاب ہے یہ عذاب تھوڑا ہے یہ تو آگیا اور گزر گیا اور جگہوں پر بھی آتا ہے دیکھو پھر ہمارا فائدہ کتنا ہوگیا ہے زمینیں ہماری نئی ہوگئیں، آبادیاں ہماری بڑھ گئیں فصل ہماری بڑھ گئی ہے یہ تو کوئی عذاب نہیں ہے۔

اب جناب جب فصل پک گئی تو اللہ نے دوسرا عذاب بھیج والجراد اللہ نے ٹڈی دل بھیج دیا

جسے آپ ٹڈی کہتے ہیں اور وہ کھڑی فصلیں کھا گئیں اب جناب پھر آگئے جی مہربانی کرو ہم تو پھر اجڑ گئے ہم نے بڑی زیادتی کی تھی واقعی اللہ کا عذاب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا مانگی پھر عذاب ٹل گیا یہ ہمیں دکھلایا جارہا ہے کہ غور کریں کیا ہم تو ایسے حال میں نہیں کہ جناب جب جھٹکا لگتا ہے تو پھر نو جناب کعبہ شریف نماز، روزہ ختم شریف، آیت کریمہ کا ورد اور گھروں میں قرآن خوانیاں اور جب وہ مشکل ٹل جاتی ہے تو پھر نماز، روزہ، نہ حج، نہ زکوۃ پھر ذرا جھٹکا لگا کوئی پتہ لگا کہ نوکری میں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے اچھا جی پھر کعبہ شریف چلو رات دن تسبیح لے کر کھڑے ہیں۔

کیا ہمارا حال وہی تو نہیں قوم فرعون والا اس لئے خدا ہمیں یہ واقعات سناتے ہیں ورنہ اس لئے نہیں بتلایا کہ آپ پڑھتے رہیں کہ انہوں نے ایسے کیا تھا ایسے کیا تھا اور پھر یہ بات کہنا کہ وہ عذاب نہیں تھا ایک مخصوص قوم پر عذاب آئے دیکھیں جی کہ قوم قبط بھی ہے اور قوم بنو اسرائیل بھی ادھر عذاب ہے اور ادھر عذاب نہیں ہے اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے۔

وَالْقُمَّلَ اللہ نے ایک اور عذاب بھیجا وہ ختم ہو گیا قمل بالوں میں جوئیں پڑ جاتی ہیں سارے کپڑوں میں جوئیں، بالوں میں جوئیں، بدن پر جوئیں، جدھر جائیں، بستر پر جوئیں ہر جگہ جوئیں پھر آگئے موسیٰ علیہ السلام ہم مر گئے ذلیل ہو گئے ہیں چھوٹی چھوٹی جوئیں لیکن جیسے نہیں دیتیں آپ نے دعا مانگی پھر وہ ٹل گیا۔

"وَالضَّفَادِعَ" اللہ نے ایک عذاب یہ بھیجا کہ سب مینڈک ہی مینڈک پیدا ہو گئے پانی اٹھائیں مینڈک نکل آئے، برتن میں پانی لیں مینڈک نکل آئے، اب جناب کہیں ڈول نکالیں پانی کا کنویں سے تو سارے مینڈک نکل آئیں پھدک رہے ہیں بھاگ رہے ہیں تو پھر

یہ عذاب آیا پھر پریشان ہو گئے پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے کہ مہربانی کرو۔ اللہ سے دعا کرو۔ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اب ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہم ایمان بھی لائیں گے اور بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے اب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے پھر دعا کی تو اللہ نے وہ عذاب رفع کر دیا وہ پھر اکڑ گئے۔

اللہ نے پھر عذاب بھیجا ''و الدم'' وہ خون یہ تھا کہ ڈول نکالیں تو خون سے بھر جائے، پانی بھریں پینے کے لئے گلاس اٹھائیں وہ خون سے بھر جائے اور اگر وہ پانی بنو اسرائیل کے کسی آدمی کو دو تو پانی ٹھیک اگر فرعون کی قوم کا قبطی پکڑے تو پھر خون تو ایسا عذاب ان پر آیا پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آگئے کہ جی مہربانی کرو آپ دعا کریں لیکن اللہ فرماتے ہیں:

''فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلٰى أَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ إِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ'' اللہ نے فرمایا جب ہم نے عذاب کھول دیا ایسی بد بخت قوم ہے کہ اپنی قسمیں بھول گئی اور اسی طرح پھر کفر اور شرک پر اڑ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر آگئے حتیٰ کہ پھر نتیجہ یہ نکلا ''فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ'' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر نکلے دریا پر پہنچے موسیٰ علیہ السلام کو تو دریا کے پار کرا دیا فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ'' اور قوم فرعون کو ہم نے ہلاک کر دیا تاکہ ان کا وجود ہی ختم ہو جائے۔

حضرت موسیٰؑ نے کونسا دریا کہاں سے عبور کیا تھا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بنو اسرائیل کو لے کر وہاں سے نکل گئے اور خدا کی شان ہے کہ وہ مقام اس طرح تھا کہ راستے میں مفسرین نے اور مؤرخین نے تحقیق کی ہے کہ آپ نے بحر قلزم کو عبور کیا۔

اب بحر قلزم کو کس مقام سے عبور کیا گیا اس میں بڑے اختلافات ہیں بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں سویز میں بحر قلزم کے مقام پر ایک جگہ ایسی بھی ہے جسے آج ہیں بھی لوگ غرقہ فرعون کے نام سے یاد کرتے ہیں وہاں سے اب بھی جہاز گزرتے ہیں اس کا نام ہے غرقہ فرعون کہ وہاں سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے عبور کیا اور مؤرخین و محققین کا خیال یہ ہے کہ یہ بات غلط ہے کیونکہ یہ فرقہ فرعون تو اتنی دور ہے کہ ایک دن کی مسافت یعنی تقریباً چوبیس گھنٹے میں بحری جہاز وہاں پہنچتا ہے موسیٰ علیہ السلام کا راتوں رات وہاں پہنچ جانا تو یہ بات بعید از خیال ہے۔

اس لئے انہوں نے کہا یہ جگہ تو نہیں ہے البتہ سویز کے اندر ایک جگہ ہے مری اس کے درمیان میں بحر قلزم کا کوئی مقام تھا جہاں سے موسیٰ علیہ السلام نے اس کو عبور فرمایا۔

مصر سے حضرت موسیٰؑ کی قوم سمیت روانگی

اب جناب جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر چلے کوئی تھوڑی قوم تو نہیں تھی کہ دو چار آدمی تھے وہ تو سب کو پتہ چل گیا پورا شہر کا شہر خالی ہو گیا لاکھوں آدمی نکل گئے فرعون کو جب پتہ چلا تو اس نے بھی فوراً اپنے لشکروں کو حکم دیا کہ یہ تو ہمارے ساتھ اور دھوکہ ہو گیا۔

قوم کا خوف

موسیٰ علیہ السلام تو اپنے بنو اسرائیل کو بھی لے کر چلے گئے اور خدا کی شان ایسی ہوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہر چیز میں حکمتیں ہوتی ہیں حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ سامنے بحر قلزم ہے دریا ہے۔ اور پیچھے فرعون یعنی ایک بڑی عجیب سی کیفیت تو موسیٰ علیہ السلام کی قوم گھبرا گئی انہوں نے کہا قَالَ أَصْحٰبُ مُوْسٰى إِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ " کہ بھائی آگے ہمارے دریا ہے عبور کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا راستہ نہیں پل کوئی

نہیں بحری جہاز اور کشتیاں نہیں اور اگر ہم عبور نہ کریں تو پیچھے فرعون کا لشکر ہے ہم تو پس کر رہ گئے۔

حضرت موسیٰؑ کی طرف سے تسلی

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ گھبرائیں نہیں "قَالَ كَلَّا إِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ"۔ کیوں گھبراتے ہو میرا رب جو میرے ساتھ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی فَأَوْحَيْنَا إِلٰى مُوْسٰى أَنِ اضْرِبْ عَصَاكَ الْبَحْرَ" اللہ نے حکم دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اپنا یہ عصا دریا پر مارو تو جب موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو دریا پر مارا تو اللہ کے حکم سے اور اللہ کی قدرت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہوا کہ اللہ نے اس دریا میں بارہ راستے بنا دیئے کیونکہ بنو اسرائیل کے قبائل بھی بارہ تھے۔

تو اللہ نے ان کے لئے راستے بھی بارہ بنا دیئے کہ ہر قبیلہ اپنے اپنے راستے سے اپنی اپنی سڑک سے گزرتا جائے اور پانی جم کر ایسے کھڑا ہو گیا جیسے آپ نے دیکھے ہیں ماشاء اللہ بڑے بڑے پل بنے ہوئے ہیں بڑے بڑے بیراج بنے ہوتے ہیں کہ کیسے دیوار میں بنا دیتے ہیں ایسے دیواریں بن گئیں۔

بعض لوگوں کی اندھی تاویلیں

بعض لوگوں اور فلاسفہ نے اور بعض مستشرقین نے کہا ہوائیں ایسی چلیں کہ درمیان میں ایک خشکی کا ایک قطعہ نکل آیا جو موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا یہ سب ہیں اصل بات یہ ہے کہ معجزہ تھا اور یہ بعض لوگ ہوتے ہیں منکرین نبوت منکرین رسالت، منکرین معجزات تو وہ ان چیزوں کی محض تاویلات کرتے رہتے ہیں کہ جی وہ ہوائیں چلیں تھیں تو ان کو وہ خشک راستہ نظر آ گیا۔ لیکن فرعون کو نظر نہیں آیا تو یہ ایسی بات نہیں۔

اب اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے تو دریا عبور کرلیا، فرعون کا لشکر بھی دریا میں پہنچا راستہ موجود ہے ہم بھی گزر جائیں پکڑ لیں۔

حضرت جبرائیلؑ کی گھوڑی

اب یہاں بہت ساری کتابوں میں عجیب واقعات ملتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے وہ ایک گھوڑی پر سوار تھے انہوں نے آ کر اس گھوڑی کو فرعون کے سامنے آ کر چلایا تو گھوڑا بے تاب ہو کر چل پڑا تو اس لئے وہ دوڑ کے فرعون کے سامنے دریا میں گیا یہ ساری تاویلات ہیں چلو بھائی اس کا تو سبب یہ بنا باقی جو ساری فوج ماری گئی کیا وہ سب پاگل ہو گئے تھے حالانکہ تھے حالانکہ کوئی آدمی احمق سے احمق کیوں نہ ہو وہ اپنے آپ کو دریا میں ایسے تو نہیں ڈال دیتا۔

اللہ کی تقدیر غالب ہے

اصل بات یہ تھی کہ اللہ جب فیصلہ کر لیتے ہیں تو پھر وہاں عقل کام نہیں کرتی جیسے کہ عرب کے ہاں محاورہ ہے۔

"إِذَا جَآءَ القدر علی البقر" آپ دیکھیں ناں حادثہ ہو جائے آپ کہتے ہیں مجھے کچھ نظر ہی نہیں آیا حالانکہ روز تو گاڑی چلاتا ہے نظر نہ آئے تو گاڑی کیسے چلائے لیکن جب اللہ نے لکھا ہوتا ہے حادثہ ہونا ہے وہ کہتا ہے بالکل خدا کی قدرت یہ ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا ہے مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کہاں جا رہا ہوں مجھے کچھ نظر نہیں آیا۔

فرعونیوں کے غرق ہونے کی اصل وجہ

تو اصل وجہ یہ تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کا لشکر جب نکلا اور راستے بنے ہوئے ہیں تو فرعون نے کہا

راستے ہیں اب ہم بھی اس میں داخل ہو سکتے ہیں اگر وہ لشکر نکل سکتا ہے تو ہم بھی نکل سکتے ہیں جب وہ پورے کا پورا لشکر دریا میں اتر گیا تو اللہ نے حکم دیا پکڑ لو اب ضا ہو، ہوا ہو، پانی ہو، زمین ہو، پہاڑ ہوں ہمارا تو ایمان ہے کہ یہ سب اللہ کے تابع ہیں اللہ جس سے چاہے جو کام لے لے۔

ہر شے اللہ کے حکم کے ماتحت ہے

اللہ تعالیٰ چاہیں تو آگ سے جلانے کا کام لے لیں اور چاہیں تو ابراہیم علیہ السلام کو بچانے کا کام لے لیں ان کی مرضی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ چاہیں تو ہوا کو ٹھنڈا بنا کر آرام کا ذریعہ بنا دیں اور چاہیں تو اسی ہوا کے ذریعے قوم عاد کو تباہ و برباد کر دیں ورنہ ہوا کے بغیر آدمی زندہ نہیں رہ سکتا یہ ضروریات زندگی میں سے ہے یعنی آپ کو ہر نعمت ملے لیکن اگر اس خطے میں ہوا نہ ہو آپ زندہ نہیں رہ سکتے یعنی ہوا ذریعہ حیات ہے عناصر اربعہ میں ہے جو عناصر قویہ ہیں لیکن اسی ہوا کو اللہ نے ذریعہ ہلاکت بنا دیا۔

"فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا" اللہ نے ایسی ہوا بھیجی کہ پوری قوم عاد کو تہس نہس کر دیا یہ اللہ کی مرضی ہے اللہ چاہیں تو اسی دریا کو حکم دے دیں موسیٰ علیہ السلام کے لئے وہ راستے پیدا کر دے اور چاہیں تو فرعون کو غرق کر دیں۔ "فَاغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ" اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو غرق کر دیا۔

فرعون نشان عبرت بن گیا

اب مفسرین کرام نے دو باتیں لکھی ہیں بعض کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ جب اللہ کی اتنی بڑی رحمت ہو گئی ہے تو اب پتہ یہ لگنا چاہئے کہ فرعون جو اصل دشمن ہے وہ غرق ہوا کہ نہیں ہوا باقی چاہے ساری فوج مر جائے وہ دشمن بچ گیا تو پھر کیا ہو گا

پھر وہ واپس جا کر اور فوج بنالے گا۔ اللہ تبارک وتعالی نے اپنی رحمت کے ساتھ یہ بھی فیصلہ کر دیا کہ "فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُونَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَه" اے فرعون آج ہم تمہارے بدن کو بھی دریا سے باہر پھینک دیتے ہیں تا کہ تمہارے بعد آنے والی نسلوں کے لئے عبرت ہو یہ تمہارا بادشاہ ہے جو خدائی کا دعوی کرتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی بھی تسلی ہو جائے کہ حقیقت ہمارا دشمن ہلاک ہوگیا ہے جب یہ سارے واقعات ہو گئے اور قوم چل پڑی خدا کی قدرت یہ ہے کہ وہاں سے گزرنے کے بعد آج بھی اس جگہ کو موقفہ یا موفتہ کہتے ہیں۔

باطل مذاہب کی اثر انگیز حرکتیں

بحر قلزم کو عبور کرنے کے بعد، آگے صحراء سینا ہے، تو سینا کی ایک جگہ ہے وہاں اس زمانے میں ایک بہت بڑا بت خانہ تھا تو وہاں سے جب موسیٰ علیہ السلام کی قوم گزری دیکھا کہ لوگوں کے بڑے خوبصورت بت ہیں اور خدا بنائے ہوئے ہیں دیویاں ہیں، دیوتا ہیں بڑی رونق ہے کیونکہ ہر مذہب والے اپنے اندر ایک چاشنی پیدا کرنے کے لئے حالات تو پیدا کرتے ہیں۔

آپ ہندوؤں کے مندر میں جائیں اور دیکھیں کہ وہ کیسے ان کو سجاتے ہیں، سکھوں کے گردوارہ کو جا کر دیکھیں اس کے ٹیمپل کو دیکھیں اسی طرح آپ کنیسہ (گرجا گھر) کو دیکھیں اور اسی طرح اسماعیلی فرقوں کے جماعت خانے ہیں آپ ان کو دیکھیں ہر لحاظ سے وہ پرکشش تو بناتے ہیں آخر آنے والے کو کسی انداز میں متاثر تو کرنا ہے اور اس کے اندر، اس کے دل میں کوئی تاثر تو پیدا کریں بڑے عجیب عجیب انداز ہوتے ہیں کہیں اگر بتیاں جل رہی ہیں، کہیں آگ روشن ہے، کہیں دیوی دیوتا ہیں پھول چڑھائے جا رہے ہیں بھجن گائے جا رہے ہیں اور

اس آواز کا انداز ایسے ہے کہ ایک نہ جاننے والا متاثر ہو جاتا ہے۔

یہیں حرم میں دیکھ لیں لوگ جو دعا مانگ رہے ہوں تو ایسے انداز میں مانگ رہے ہوں گے کہ چاہے آنسو ایک نہ ہو اور حسوس یہ ہوگا کہ وہ رو پیٹ رہا ہے، ایک آنسو آپ ثابت کر دیں ہی سوال پیدا نہیں ہوتا لیکن وہ انداز ایسا ہے دوسرے کو متاثر کرنے کے لئے۔اس لئے ان کے جو ذاکر ہیں اور مولوی ہیں وہاں تقریریں جو ہوتی ہیں، وہاں جلسے جو ہوتے ہیں اس کے حصے ہوتے ہیں بعض لوگ ہوتے ہیں تقریر کرنے والے، فضائل بیان کرنے والے، فضائل ومناقب بیان کرنے والے اور بعض لوگ ہوتے ان کا کام ہوتا ہی مصائب وآلام بیان کرنا ہے وہ مصائب وآلام بیان کرتے ہیں جن کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ ایسے ایسے مصائب کے قصے بنائیں کہ لوگ رو پڑیں۔

قوم موسیٰؑ کا بت پرستی کا مطالبہ

تو اب موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے جب ان کو دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے حضرت ہماری ایک درخواست ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بتاؤ کیا ہے انہوں نے کہا کہ دیکھو کم از کم آدمی خدا کو جو مانے کوئی تصور تو ہو ناں کہ ہم کس کو مان رہے ہیں، کون ہے خدا کدھر ہے یہ تو ساری بن دیکھی بات ہوئی تو ''اجْعَلْ لَّنَا إِلٰهاً كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ'' جیسے ان کے خدا ہیں چھوٹے موٹے ہمیں بھی ایک آدھا بنا دو ہم بھی ذرا مزے سے عبادت کریں کیونکہ دیکھی ہوئی چیز کو عقل مانتی ہے۔بن دیکھی چیز کو ماننا بڑا مشکل ہے۔

آپ دیکھیں آپ کے سامنے ٹیپ ریکارڈر ہے آپ انکار نہیں کر سکتے لیکن جب یہ نہیں بنے تھے یا جس نے نہیں دیکھے تھے اس کو منوانا کہ جناب ایک ایسی مشین ہوتی ہے آواز اندر بھر

لیتی ہے اور پھر بعد میں پھر اس طرح بولتی ہے جس طرح بندہ بولتا ہے کون مانتا اس کو منوانا تو بڑا مشکل ہو جاتا اور اس کے سامنے وہ رکھ دیں کہ دیکھو جی ہمارے بھگوان سامنے ہیں ہم نے اپنے خدا کا مظہر ان میں رکھا ہوا ہے۔

سورج بھی ہمارے اسی اصل بھگوان کا مظہر ہے، چاند تارے بھی اس کا مظہر ہیں اور ہم ان کے ذریعے اس تک پہنچتے ہیں یہ ہمارا ذریعہ ہے اس تک پہنچنے کا اصل تو ہمارا وہی خدا ہے اور مسلمان کو ہر چیز بغیر دیکھے ہوئے مانتی ہے نہ اس نے خدا کو دیکھا، نہ میزان دیکھا اور سب چیزوں کو ماننا ہے بن دیکھے، لیکن اللہ ایمان دے دیں تو پھر تو کوئی مشکل نہیں ہے جیسے کسی شاعر نے ایک لفظ میں اس مسئلے کو حل کیا۔

بن دیکھے تجھے خدا مان لیا ہے
اور دیکھنے والے کا کہا مان لیا ہے

ہم نے تو نہیں دیکھا لیکن ہمارے نبی عربی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو دیکھا ہے دیکھنے والے کا کہا مان لیا ہے ہمارا ایمان تو اسی طرح ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کی ڈانٹ

اب جناب موسیٰ علیہ السلام جلال میں آ گئے اتنے معجزات دیکھنے کے بعد ابھی تک تمہارے دماغوں سے وہ بت پرستی کی ہوا نہیں نکلی "إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ "تم بڑی جاہل قوم ہو اور پھر نبی سے کہتے ہو کہ اللہ کے سوا میں تمہارے لئے کوئی اور خدا ڈھونڈوں اور تم کیسی قوم ہو اللہ نے تمہیں اپنے زمانے میں تمام عالم پر فضیلت دی، اللہ نے تم میں نبی پیدا کئے اللہ نے تم میں ہزاروں پیغمبر بھیجے اور تم ابھی تک نعوذ باللہ اللہ کے سوا اور الہ ڈھونڈ رہے ہو۔

اور کم از کم یہ تو یاد کرو کہ اس خداوند قدوس نے تمہیں فرعون سے بچایا جو فرعون کہیں درد

ناک عذاب میں مبتلا کرتا تھا جو تمہارے بچوں کو مسل کر دیتا تھا تمہاری عورتوں کو بچوں کو چھوڑ دیتا تھا اسکی خدمت کے لئے اتنے بڑے عذابوں میں اس نے تمہیں ڈالا ہوا تھا۔

قوم موسیٰؑ کا مطالبہ کتاب

اللہ نے تمہیں بچایا اب اس کا صلہ یہ ہے کہ اب اس سے یہ مانگتے ہو خدا کا خوف کرو تو قوم سمجھ گئی ڈر گئی اور انہوں نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام آگے سفر میں چلے اب قوم نے مطالبہ کیا کہنے لگے اے موسیٰ ٹھیک ہے ہم آپ کو نبی مانتے ہیں اللہ کو مانتے ہیں لیکن کوئی کتاب کوئی شریعت کوئی احکام کچھ تو ہو جس پر ہم چلیں موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے دعا کی یا اللہ اب کتاب تو آپ ہی اتار سکتے ہیں آپ جب تک نہ عطا فرمائیں تو میں قوم کو کیا دے سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا جواب

اللہ نے حکم فرمایا کہ ٹھیک ہے آپ کوہ طور پر آجائیں اور وہاں آ کر تیس راتیں میری عبادت میں مشغول رہیں پھر ہم آپ کو کتاب دیں گے۔

چالیس دن حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر

اب موسیٰ علیہ السلام طور پر پہنچے اور اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا قائم مقام خلیفہ مقرر کر گئے اور حضرت ہارون علیہ السلام کو ہدایت فرمادی کہ قوم کو سنبھالنا ہے خیال رکھنا ہے معاملات، عبادات غرض ہر چیز کا خیال رکھیں میں اللہ کے وعدہ پر کوہ طور جا رہا ہوں اب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر پہنچے تو تمہیں دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر پہنچنے کے بعد روزہ رکھا لیکن وہ روزہ ہمارے روزہ کی طرح نہیں تھا۔

ہمارے روزے تو جناب مزے کے روزے ہوتے ہیں رمضان ابھی آیا نہیں ہم ابھی سے انتظار کر رہے ہیں کہ چٹخارے ہوں گے افطار کے لئے کچوریاں پکوڑے کیا کیا چٹنیاں اور کیا کیا چیزیں ہوں گی ہم تو اس لئے رمضان کا انتظار کر رہے ہیں ہم عبادت کے لئے تھوڑا کر رہے ہیں دن میں اگر ہم نہیں کھاتے تو رات کو ہم الحمدللہ دو کلو کی بجائے چار کلو ہضم کر لیتے ہیں بلکہ زیادہ کھا لیتے ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا مسلسل تیس دن کا روزہ

موسیٰ علیہ السلام کا روزہ تیس دن کا روزہ تھا متواصل۔ دن میں بھی رات میں بھی تیس دن مسلسل کچھ نہیں کھایا انبیاء کی یوں مشقتیں ہوتی ہیں اصل میں ہماری قوم ہر چیز میں شارٹ کٹ کی عادی ہوگئی کہتے ہیں جی پیسے بھی شارٹ کٹ مل جائیں جنت بھی ایسے مل جائے اس کے لئے انہیں ہیروئن بیچنی پڑے، انہیں فوٹو بدلنے پڑیں بس پیسے ملیں رات کو سوئیں صبح ارب پتی بن جائیں انہیں جا کر جوا کھیلنا پڑے انہیں انعامی بانڈ خریدنے پڑیں انہیں جا کر کسی ڈرا وغیرہ میں شریک ہونا پڑے بس وہ تو رات کو اٹھیں اور صبح دس ملین ڈالر انعام نکلا ہوا ہو۔

اسی طرح وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ نہ کریں ہم تو کھائیں پئیں اور جب مر جائیں تو مولوی قرآن گھما کر ہمیں بخشوا دیں ہمیں سیدھا جنت میں بھیج دیں جیسے جنت مولوی کے باپ کی ہے ٹھیکیدار ہے مولوی۔

اس کو تو یہ پتہ نہیں کہ خود بھی جائے گا کہ نہیں اس لئے ہمیشہ سوچیں یہ ہے انبیاءؑ کی محنت اسی لئے عرب کہتے ہیں۔

مَن طَلَبَ الْعُلٰی سَهَرَ اللَّيَالِيْ

جو بندہ بلندیوں کو پہنچنا چاہتا ہے وہ راتوں کو سوتا نہیں ہے وہ جاگتا ہے۔ ہم تو معراج بھی اسی طرح منا لیتے ہیں کہ جھنڈیاں لگا لیں اور گھر میں میٹھا بنا لیا معراج کی رات ہے ہمیں اچھا کھالینا چاہئے معراج شریف ہے سبحان اللہ انا للہِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

کیا خوب کسی نے کہا ہے۔

کیا جانئے وہ کیا کھوئے گا
کیا جانئے یہ کیا پائے گا
مندر کا بجاری جاگتا ہے
مسجد کا نمازی سوتا ہے
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

اسی لئے میرے آقا نے بھی روزے رکھے ہیں صیام مواصل دن کو روزہ رات کو روزہ صحابہؓ نے بھی رکھنے شروع کئے کوئی دوسرے دن بیہوش ہوگیا کوئی تیسرے دن بے ہوش ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے کون ہو تم جو میں کروں وہ تم بھی کرلو گے تو موسیٰ علیہ السلام نے جب تیس روزے مکمل کر لئے تیس روزوں کے بعد اللہ نے کلام فرمانا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کا چلہ

اب علماء لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ تم نے مسواک کرلیا ہم نے جو روزہ دار کے اندر ہوا رکھی ہے یہ ہمارے ہاں مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے اس کو تم نے ضائع کر دیا لہذا دس روزے اور رکھیں "فَتَمَّ مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً" پھر چالیس روزے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پورے کئے شاید اللہ کی حکمت اسی میں تھی۔

تبلیغی جماعت کے چلہ کا استدلال

اس لئے آج بھی علماء تبلیغ والے چالس دن کیوں لگواتے ہیں کہتے ہیں کہ آخر چالیس دن میں کوئی حکمت تو تھی کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے بھی چالیس دن لگوائے اللہ نے ہر نبی کو چالیس سال کے بعد نبوت دی، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں یاد کرلے تو علماء میں شمار ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ منورہ میں چالیس نمازیں پڑھ لے اللہ اس کو نفاق سے بری کر دیتے ہیں تو اس لئے علماء نے کہا کہ چالیس دن عبادت میں میں مقرر کرنا کوئی حکمت ضرور ہے اور لگاؤ بھی ایسے کہ ساری قوم سے کٹ جاؤ جیسے اللہ کا نبی ساری قوم سے کٹ کر پہاڑ پر بیٹھا ہوا ہے کیوں کہ جب تک آدمی اپنے کہ ماحول میں جڑا ہو وہ ٹھیک نہیں ہوتا آپ صبح کو بچوں کو پڑھائیں گے شام کو ماشاء اللہ ڈش لگے ہوئے ہیں ٹی وی دیکھتے ہیں سارا سبق یاد ہو جاتا ہے۔

تو رٹہ لگانے والی قوم ہے میں شرط سے آپ کو کہتا ہوں آپ کا ایم اے کا سٹوڈنٹ مجھے اگر سورہ فاتحہ صحیح لکھ دے میں اس کو پیر مان لوں گا صرف لکھ دے کاغذ پر اس کو الحمد للہ لکھنا بھی نہیں آتا رب العالمین پڑھنا نہیں آتا، خواہ ایم اے اسلامیات ہو باقی کو چھوڑیں اب جب یہ ہمارا عالم ہو تو کیا بنے گا۔

قوم موسیٰؑ کی گمراہی

بہر حال موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے چالیس دن کے بعد کلام فرمایا اور یہ خاص کلام تھا ایک وہ کلام تھا جو آپ پہلے سن چکے ہیں وادی مقدس میں اور اب یہ دوبارہ کلام ہوا اور توراۃ عطا

ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کو وہیں یہ خبر بھی دے دی گئی اللہ کی حکمت اسی میں تھی کہ آپ کی قوم تو ایک بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگئی ہے وہ مصیبت کیا تھی ایک تھا سامری سامری نے یہ کہا کہ جب ہم وہاں سے نکلے تھے تو فرعونیوں سے تم لوگوں نے زیور مانگے تھے۔

سامری کے پاس زیور کہاں سے آئے تھے

اصل وجہ کیا تھی کہ بنی اسرائیلیوں نے اپنے قبطیوں سے جا کر کہا کہ کوئی پروگرام ہے کوئی میلہ ہے کوئی ہماری زینت کا دن ہے تو اگر آپ لوگ زیور دے دیں تو ہم پہن کر واپس کر دیں گے۔

انہوں نے دے دیئے تا کہ ایک تو اعتماد ہو جائے اور ہم نکل جائیں اور دوسرا ساری زندگی ہم سے کام کراتے رہے تو اپنی تنخواہ کے بدلے اگر زیور وصول بھی کر لئے تو وہ شرعاً حرام نہیں ہوتے یعنی آپ کا میں کام کرتا رہوں میرا آپ نے ہزار ریال دینا ہے آپ نہیں دیتے میں نے ہزار ریال اپنا کسی طرح لے لیا تو جائز ہے۔ ہاں ایک ہزار ایک ریال میں نہیں لے سکتا جتنا میرا حق ہے میں اتنا لے سکتا ہوں تو سامری نے کہا دیکھو آخر زیور جو تم لے کر آئے ہو کچھ ہو جائے وہ ہمارے پاس امانت ہے لے آؤ جمع کریں۔

سامری کا بچھڑا تیار کرنا

انہوں نے اس زیور کو جمع کیا اور اس کو پگھلایا سونا چاندی تانبا وغیرہ سب ملا کر اور اس سے ایک گائے کی شکل کا ایک بچھڑا بنا لیا کیونکہ پہلے خود بھی اس قوم سے تعلق رکھتا تھا جو قوم گائے کی پوجا کرتی تھی کیونکہ اس زمانے میں یہ دو بڑی قومیں تھیں فراعنہ، قبط۔ فرعون کی جو قوم تھی بنو اسرائیل کے مقابلے میں عمالقہ سامریہ اس سے تھا سامری تو یہ بڑے بڑے قبائل تھے اور چھوٹی

چھوٹی قومیں تو بہت تھیں۔

تو ان کے جو سامرہ تھے وہ ابتداء سے ہی گائے کے بچاری تھے تو اس لئے اس نے گائے کی شکل کا ایک بچھڑا بنا دیا سونے چاندی کا۔

قوم کا بچھڑے کی پوجا کرنا

اور علماء نے بھی لکھا ہے اور قرآن بھی یہ کہتا ہے کہ "عِجْلاً جَسَدًا لہ خوار" اس نے ایک ایسا بچھڑا بنایا کہ اس سے آواز آتی تھی اور جب قوم نے دیکھا تو انہوں نے کہا یہ کیا ہے تو سامری نے کہا الٰھُکُمْ وَ إِلَهُ مُوْسٰی فَنَسِیَ تمہارا خدا یہاں آگیا ہے حضرت موسیٰ ادھر ڈھونڈ رہے ہیں انہوں نے کہا موسیٰ علیہ السلام بھول گئے، ادھر چلے گئے طور پر اللہ تو ہمارے پاس آگئے۔

اب انہوں نے کہا بات تو ٹھیک ہے کہ سونے چاندی کا ایک بنا ہوا بچھڑا ہو اور اس سے آواز آئے انہوں نے کہا ہو سکتا ہے خدا ہو اب ہارون علیہ السلام لاکھ روکتے رہے۔

لیکن قومیں جب شعبدہ دیکھتی ہیں پھر کوئی تقریر کام نہیں کرتی یہ تو میں ابتداء سے شعبدوں کی ماری ہوتی ہیں اب بھی ان کو کوئی جوگی، کوئی پنڈت کوئی نجومی کوئی ایسی بات بتا دے ناں جو ان کے دل کو ایک دفعہ لگ جائے لاکھ مولوی روکتا رہے یہ چھپ کر رات کو بھی جائیں گے اس سے حال پوچھنے کے لئے۔

ہمارا بھی کوئی حال احوال دیکھو ہماری بھی کوئی جنم بکری بناؤ بڑے بڑے پڑھے لکھے لوگوں کو میں نے جنم بکریاں بنواتے ہوئے دیکھا بڑے بڑے مشاہیر کو ہاتھ کے پرنٹس دیتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ محفوظ ہیں لوگوں کے پاس انہوں نے کتابوں میں بھی شائع کئے

ہیں کہ یہ پرنٹ فلاں کا ہے یہ فلاں کا ہے۔ حالانکہ ان سے پوچھو کہتے ہیں غلط ہے لیکن دکھاتے تھے۔

طور پہاڑ پر زیارت خداوندی کی درخواست

اور بہر حال اللہ تبارک وتعالی ہدایت کے فیصلے فرمائے اب قوم میں یہ خرابی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پہاڑ پر ہیں اور وہیں پر یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ موسیٰ علیہ السلام نے رویت باری کی درخواست کر دی۔ یا اللہ جیسے ہم کلامی کا شرف بخشا ہے رَبِّ ارنی ایسے ہی اپنی زیارت بھی کرا دیں لیکن حکم ہوا کہ رویت نہیں ہو سکتی۔

زیارت خداوندی کا مسئلہ

آپ مختصر مسئلہ سمجھ لیں کہ رؤیت خداوندی ممتنع ہے لیکن ناممکن نہیں یعنی منع ہے ناممکن ہو ہی نہیں سکتی ایک یہ ہے کہ منع کر دیا گیا چاہے تو وہ ہے ایک چیز ہوتی ہے ناممکن ہو پابندی ہٹا دے۔

اس لئے اس کو کہا جاتا ہے ممتنع لیکن غیر ممکن نہیں کیوں اگر ناممکن ہوتی تو پھر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیارت نہ ہوتی اور ناممکن ہو تو پھر جنت میں کسی مسلمان کو بھی زیارت نہ ہو یعنی ممکن تو ہے لیکن دنیا میں منع ہے۔

موسیٰؑ کی قوم کی طرف واپسی اور ہارون سے گفتگو

موسیٰ علیہ السلام جب واپس آئے قوم کا حال سنا غصے میں آئے۔ آپ نے اپنے بھائی کو پکڑا بھائی نے فریاد کی کہ بھائی مہربانی فرمائیں۔ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ إِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْ إِسْرَاءِيْل" کہ اگر میں نے سختی کی ہوتی تو آپ کہتے کہ تم نے تو لڑا دیا میرا انتظار کرتے خاموش رہتے میں نے ان کو نصیحت کی، دعوت دی نہیں رکے میں کیا کرتا تو

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوش ٹھنڈا ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کا سامری سے خطاب

اللہ تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگی اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جو کتاب ملی تھی اس کے ذریعہ قوم کو ہدایت کی ان کو سمجھایا ڈرایا اور سامری کے پاس آئے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔

اب جب سامری آیا اس نے کہا کہ اے موسیٰ اصل بات یہ ہے میں نے یہ چیز جو بنائی ہے اس کی وجہ یہ ہے میں نے ایک چیز دیکھی ہے جو کسی اور نے نہیں دیکھی آپ نے فرمایا کہ وہ کیا اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ جب سیدنا جبرائیل علیہ السلام آئے جس سواری پر وہ سوار تھے وہ سواری جہاں قدم رکھتی تھی وہ زمین کا خشک قطعہ کوئی خشک گھاس ہے وہ سبز ہو جاتی ہے تو مجھے سمجھ آیا کہ ان کے اثرات ہیں مردہ چیز کو زندہ کرنے کیلئے کسی خشک چیز کو سبز کرنے کیلئے، تو میں نے وہ مٹی سنبھال کر رکھ دی "فَنَبَذْتُهَا وَ كَذَالِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ"

سوال

اب اس پر بڑی علمی ابحاث ہیں کہ بھائی یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سامری نے تو اتنی بڑی چیز دیکھ لی اور کسی بنی اسرائیل کے فرد کو نظر نہیں آئی اور حضرت ہارونؑ اور موسیٰ علیہ السلام کو بھی یہ بات جبرائیلؑ کی سمجھ نہیں آئی۔ اس پر بہت بڑی علمی ابحاث ہیں جو مفسرین نے لکھی ہیں جو اپنے اپنے مقام پر آئیں گی ان شاء اللہ۔

بہر حال بعض لوگوں نے کہا کہ یہ بات نہیں تھی بلکہ اس کی مراد یہ تھی کہ من قَبْضِ الرَّسُول سے مراد یہ ہے کہ اے موسیٰ میں نے آپ کے طریقے سے کچھ لیا تھا لیکن بعد میں میں

نے قوم کو دھوکہ دیا رسول سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں نہ کہ جبرائیل علیہ السلام ۔لیکن اکثر مفسرین کا وہی قول ہے جو سوال کے عنوان سے پہلے گزار ہے آپ نے فرمایا اچھا یہ خدا ہے یہ بچھڑا۔

بچھڑے کا انجام

اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام جوش میں آگئے فرمایا" لنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ في اليم نسفا" فرمایا ظالمو تمہارے جھوٹے خدا کو جو تم نے بنایا ہوا ہے اس کو ابھی ہم ٹھیک کرتے ہیں آپ نے اس کو توڑا اس کو آگ میں جلا کر راکھ بنا دیا اور پھر دریا میں پھینک دیا فرمایا یہ خدا ہے تمہارا اور قوم سے کہا کہ تم کیسے لوگ ہو ایک بچھڑے کے سامنے کھڑے ہو گئے آواز نکل آئی الا یرجع الیھم قولا کیا تمہاری کی بات کا بھی وہ جواب دیتا ہے بات تو تب ہوتی کہ تم بات کرتے وہ جواب دیتا۔

بچھڑے کی آواز کی منطق

خوار کا معنی صوت (آواز) تو یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اندر سوراخ کر دیں ہوا کے رخ پر رکھ دیں جو چیز اندر سے گزرے گی تو اندر سے نکلے گی بجتی ہوئی نظر آئے گی آواز تو کسی چیز سے بھی آسکتی ہے یہ کیسے خدا بن گیا۔

قوم کی توبہ

اب جناب قوم نے توبہ کی۔

تورات کا نزول اور قوم کا انکار

توبہ کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اللہ نے مجھے تورات دی ہے اور

اس پر عمل کرنا ہے اور عہد کرنا ہے اب قوم پھر اکڑ گئی کہ جی یہ تو بڑی کتاب ہے اس میں تو بہت سے کام لکھے ہوئے ہیں سارے تو ہم نہیں کر سکتے انہوں نے کہا حضرت یہ تو بڑا مسئلہ ہے مسلمان بننا تو بہت مہنگا پڑتا ہے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، حج کرو، اپنے مال سے زکوۃ ادا کرو، ہر وقت کپڑے صاف ستھرے رکھو، پلیدی سے بچو، زنا سے بچو، عورتوں سے بچو، عیاشی سے بچو، محرمات سے بچو، یار یہ تو بڑی پابندی والی بات ہے یہ تو بڑا مشکل ہے۔

ستر لوگوں کا انتخاب

اب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی کہ یا اللہ یہ قوم تو پھر نہیں مان رہی قوم کہنے لگی اے موسیٰ اگر خدا ہمیں خود کہے ہم سے بات کرے تو پھر ہم مان لیں گے آپ نے اللہ سے دعا کی اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے ان کے آدمیوں کو چن لو جوان کے معقول آدمی ہوں اب سب سے تو بات نہیں کی جا سکتی۔ "و اختار مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِمِیْقَاتِنَا "قوم میں سے ستر آدمیوں کو لے کر موسیٰ علیہ السلام اللہ کے وعدے کے مطابق طور پر پہنچے۔

ہر خود خدا کو دیکھیں گے تو مانیں گے

اللہ نے کلام فرمایا تو قوم کے ستر آدمی کہنے لگے ہم تو نہیں مانتے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً" کہنے لگے اے موسیٰ ہم تو ہرگز ایمان نہیں لے آئیں گے جب تک اللہ ہمارے سامنے آ کر کلام نہ کرے ہمیں کیا پتہ کون بات کر رہا ہے۔

موت کا عذاب

اب اللہ کا عذاب آیا بجلی آئی کڑک آئی اور سب بیہوش ہو کر مر گئے اب اس پر بھی بڑی بڑی علمی ابحاث ہیں کہ کیا یہ حقیقی موت تھی یا مجازی موت تھی کیا یہ بے ہوشی تھی یا واقعۃً موت تھی۔

بہر حال ایک عام قول کو آپ لے لیں کہ واقعی وہ مر گئے اور اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوتا کسی کو مار کے پھر زندہ کرنا جیسے کہ اللہ تبارک وتعالی نے عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا ہے" فَأَمَاتَهُ اللهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ، سو سال تک موت دے دی اور پھر اس کے بعد زندہ کر دیا" وَمَا ذَلِكَ عَلَى اللهِ بعزيز " اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں لیکن یہاں بڑی قیمتی ابحاث ہیں اور علمی مباحث ہیں لیکن ہمارے درس کی وسعت کو ہمارے ریکارڈ کرنے والے حضرات برداشت نہیں کر سکیں گے وہ پہلے بھی تنگ آئے ہوئے ہیں۔

قوم کے سروں پر طور پہاڑ

تو اب جناب بہر حال وہ قوم اللہ کے راضی ہونے سے دوبارہ زندہ ہوگئی کہنے لگے جی اب مانیں گے کچھ عرصہ گزرا کہنے لگے ہم تو نہیں مانتے۔ اللہ نے حکم دیا موسیٰ علیہ السلام کو کہ ابھی ہم طور پہاڑ کو حکم دیتے ہیں کہ اوپر آجا اور اگر یہ عہد نہ کریں تو ان کو کچل دے۔ اب جناب پہاڑ سامنے آیا تو کہنے لگے وہ تو ہم ویسے کہہ رہے تھے اب انہوں نے پھر عہد کیا۔

گائے کے ذریعہ زندہ ہونے والے ایک مقتول کا قصہ

اسی اثنا میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ان کا بہت بڑا آدمی بہت بڑا سرمایہ دار تھا اور اس سرمایہ دار کو اس کے ایک بھتیجے نے جائیداد کی خاطر قتل کر دیا کہ یہ مر جائے اور مجھے جائیداد مل جائے اور قتل کرنے کے بعد لاش اٹھا کر کسی دوسرے کے گھر کے آگے ڈال دی۔

نتیجہ یہ نکلا کہ لوگوں نے اس دوسرے آدمی کو قاتل سمجھنا شروع کر دیا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کے سامنے مسئلہ آیا بڑی پریشانی ہوگئی کہ اصل قاتل کون ہے وہ جو قتل کرنے والا تھا وہ مدعی بن گیا کہ جی میرا تو چچا مل ہو گیا موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی۔ اللہ نے حکم دیا کہ موسیٰ!

ان کو کہو کہ ایک گائے ذبح کریں اور ذبح کرنے کے بعد اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اس مردہ لاش کو لگائیں وہ مردہ زندہ ہو کر خود بتائے گا کہ میرا قاتل کون ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے کہا۔

کہنے لگے اے موسیٰ عجیب بات ہے آپ ہم سے مذاق کر رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا عقل کی بات کرو میں اللہ کا حکم سنا رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں مذاق کر رہا ہوں بدبختو یہ کیسی بات کرتے ہو کہنے لگے اگر ایسی بات ہے تو "قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَا هِيَ" اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں بتائیں کہ وہ گائے کیسی ہو۔

اللہ نے حکم فرمایا کہ وہ گائے نہ بوڑھی ہو اور نہ جوان ہو درمیانی ہو اب موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بتایا اب قوم کہنے لگی "يُبَيِّنْ لَنَا مَا لَوْنُهَا" اب یہ بتائیں کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو۔

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تُشَدِّدُوْا عَلٰی أَنْفُسِكُمْ اللہ کا کوئی حکم ہو تو چپ کر کے عمل کر لو باریکیوں میں نہ پڑا کرو۔

باریکیوں میں جاؤ گے تو خود مرو گے جیسے یہ بنو اسرائیل گائے کے بارے میں، باریکیوں میں چلے گئے کہ جی گائے کیسی ہو رنگ کیسا ہو اچھا جی اب رنگ کا بھی پتہ چل گیا ہے اب اس کی مزید تفصیلات ہمیں بتائیں کہ وہ مذکر ہو یا مؤنث چلانے والی ہو کہ نہ ہو پانی پلانے والی ہو کہ نہ ہو، ہل چلانے والی ہو کہ نہ ہو، وہ کام کرنے والی ہو، ساری تحقیق کر رہے ہیں۔

خدا کے حکم کی حکمتیں

اب اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتا دیا اب اس گائے کو تلاش کرنے لگے خدا کی قدرت یہ

ہے کہ اللہ کے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے ورنہ اللہ چاہتے تو اس مردے کو ویسے زندہ کر دیتے لیکن اس میں حکمت یہ تھی ایک تو انہوں نے گائے کو خدا سمجھا تھا اس خدا کو پہلے ذبح کرو تا کہ یہ سمجھ لیں جو چیز خود ذبح ہونے والی ہو وہ کیسے خدا بن جاتی ہے۔ یہ اچھا خدا ہے کہ مسلمان روز کھا جاتا ہے۔

یہ گائے ایک یتیم بچے کی تھی

اب جناب اس کے اندر دوسری حکمت یہ کی کہ قوم شرک سے باز آئے اور تیسری حکمت یہ تھی کہ ایک یتیم تھا اور اس کے گھر میں ایک ماں تھی اور ایک بچہ تھا باپ مر گیا ان کا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا ان کے پاس خدا کی قدرت سے اس قسم کی گائے تھی اللہ نے اس کی زندگی کا سبب بنوانا تھا تلاش کرتے کرتے وہاں آئے اس سے کہا کہ جی یہ گائے ہمیں ایک لاکھ میں بیچ دو اس نے کہا نہیں بیچتے انہوں نے کہا دو لاکھ لے لو کہا کہ ہم نہیں بیچتے اس نے کہا میری گائے ہے میں نہیں بیچتا۔ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اتنی دولت دینے پر راضی ہو گئے کہا کہ اچھا ہم اس کو ذبح کر دیتے ہیں اس کے چمڑے میں جتنی پیسے آئیں وہ لے لینا لیکن ہمیں دو ضرورتا کہ ہمارا مسئلہ تو حل ہو۔

بہر حال یہ تو اسرائیلی روایات ہیں اصل بات یہ ہے کہ بہت زیادہ پیسے دے کر وہ گائے خریدی گئی اللہ نے اس یتیم کی کفالت کرنی تھی اس بہانے سے اللہ نے اس کے گھر پہنچا دیا۔ اسی لئے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت تو ہوتی ہے۔

رسمی مولویوں کے خرچے

دیکھیں اگلے دن ایک آدمی نے حرم میں مجھے خط لکھا کہ مولانا یہ تو آپ ٹھیک فرماتے ہیں کہ جی یہ عرس شریف کرنا، یہ گیارہویں شریف کرنا، یا رجبی شریف کرنا یا مولود شریف کرنا یا شب

برأت پر حلوے اور خیراتیں پکانا بالکل قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔

ہم بھی اتنے گئے گزرے نہیں ہیں آخر ہم بھی دین پڑھتے ہیں کتابیں پڑھتے ہیں لیکن آپ کو کیا دشمنی ہے ہماری روٹی چل رہی ہے خدا کے حرم میں بیٹھ کر تم ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو انہوں نے کہا ہم بھی سمجھتے ہیں کہ غلط ہے لیکن ہم پل تو رہے ہیں کتنے گھر کھا رہے ہیں ورنہ یہ قوم دیتی کسی کو۔ ہم کسی کو گیارہویں کی مار دیتے ہیں کسی کو قل شریف کی مار کسی کو عرس شریف کی مار دیتے ہیں تو کتنے لوگ ہیں، جو اس پر پل رہے ہیں۔

تو بہر حال مقصد یہ ہے کہ اللہ رزق حلال عطا فرمائے حرام کیوں دے اس کے خزانے میں کوئی کمی ہے وہ دینا چاہے تو اس طرح بھی دے دیتا ہے کہ گائے کا ایک مسئلہ پیدا فرما دیا ساری قوم دروازے پر کھڑی ہے۔

اب جناب بہر حال وہ گائے ذبح کی گئی اور اس مردہ کی لاش کو جب گائے کے گوشت کا ٹکڑ لگایا تو مردہ بول پڑا کہ مدعی صاحب یعنی میرے بھتیجے ہی نے مجھے قتل کیا ہے۔

بیت المقدس کی طرف بنی اسرائیل کو ہجرت کا حکم

اتنے بڑے واقعات دیکھنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کو لے کر چلیں اور بیت المقدس میں جو معدن الانبیاء ہے جو قبلہ انبیاء علیہم السلام ہے وہاں جائیں اور وہاں داخل ہوں کیونکہ مصر سے تو آپ نکل گئے تھے بحر قلزم نے عبور کر لیا تھا اب صحراء مینا سے گزرتے ہوئے آپ کو حکم ہوا کہ آپ آئیں اور بیت المقدس میں داخل ہوں۔ اب موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو لے کر آئے اور اللہ کا حکم سنایا تو قوم اڑ گئی انہوں نے کہا کہ ہم تو نہیں جاتے۔

قَالُوْا یٰمُوْسٰی اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰی یَخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ.

موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے اے موسیٰ ہم نہیں جاتے ہم بیت المقدس میں داخل نہیں ہوتے وہاں بڑی جبار عمالقہ کی قوم ہے جب تک ان کو نہ نکالا جائے ہم نہیں داخل ہوں گے دو آدمی قَالَ رَجُلَانِ قرآن کہتا ہے یہ دو بندے جو اللہ سے ڈرنے والے تھے اور مومن تھے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے تھے۔

بعض کہتے ہیں یوشع بن نون اور قالب بن یوحنا یہ دو آدمی تھے انہوں نے کہا کہ خدا کے بندو کیوں ڈرتے ہو یہ تو اللہ کا حکم ہے اور جب اللہ نے حکم دیا ہے تو مدد اور نصرت بھی اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔تم کیوں ڈرتے ہو قوم جبارین سے لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ ہم نہیں جاتے۔

"لَنْ نَّدْخُلَهَا اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا" جب تک وہ اس میں ہیں ہم نہیں جاتے۔موسیٰ علیہ السلام نے جب اور زور دیا تو اتنی گستاخی پر آ گئے کہنے لگے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ" اے موسیٰ اگر آپ کو اتنا جہاد کا شوق ہے تو آپ جائیں اور آپ کا خدا جائے اور تم دونوں جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں ہم تو نہیں جاتے۔

کفار کے ساتھ جہاد کے متعلق آج کل لوگوں کی رائے

اب آپ پڑھے لکھے لوگ ہیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں ایمان سے کہیں آج سے پہلے بھی آپ نے کئی دفعہ قرآن میں یہ واقعات پڑھے ہوں گے لیکن کبھی غور بھی کیا ہے کہ کیا ضرورت تھی اللہ تعالیٰ کہ ان واقعات کو بیان فرمائیں ایمان سے کہیں کہ آج بالکل وہی صورت نہیں ان کا ہے کہ تمام مسلمان، تمام لوگ، تمام قوتیں، کھڑی ہیں طاقت ور بیٹھے ہیں ہم کیسے ان کا

مقابلہ کریں ان کے پاس جدید ٹیکنالوجی ہے ان کے پاس یہ ہے ان کے پاس یہ ہے ان کے پاس میزائل ہیں، ٹینک ہیں، راکٹ ہیں ہمارے پاس کیا ہے کہ ہم جائیں اور فلسطین میں داخل ہوں اور بیت المقدس کا مسئلہ حل کریں۔

بالکل عین وہی قصہ ہے یا نہیں کہ جیسے بنی اسرائیل نے کہا تھا موسیٰ علیہ السلام سے آج بھی وہی حال ہے کہ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ بڑی سخت طاقت ور قوم ہے ہم مقابلہ نہیں کر سکتے جب ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو کیا کریں ہم صرف ہمدردی کر سکتے ہیں اور ہمارے بس میں کچھ نہیں اسی لئے اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا اچھا پھر جو قومیں میرے حکم سے اور جہاد سے رخ موڑتی ہیں اے موسیٰ پھر اس قوم کو بتادو:

جہاد سے انکار کی سزا

"أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ " چالیس سال تک میں ان کو سزا دوں گا اسی میدان تیہ میں پھرتے رہیں گے نہ مصر جاسکیں گے اور نہ فلسطین آسکیں گے نہ بیت المقدس جاسکیں گے اسی صحراء میں سرگرداں رہیں گے جو قومیں جہاد سے رخ موڑ لیتی ہیں تو پھر اتنی بڑی بڑی سزائیں ملتی ہیں اور جو قومیں جہاد کا عزم کر لیتی ہیں پھر طاقتیں ان کو نہیں روک سکتیں پھر اللہ کی نصرت آجاتی ہے۔

اور یہی وہ بات ہے جو آج تک کسی کے دماغ میں بیٹھتی نہیں کسی کو منواؤ وہ کہتے ہیں اسباب پیدا ہو رہے ہیں کہ مولوی صاحب آپ کیسی باتیں کرتے ہو کہ ایک آدمی میزائل مارے اور ہمارے پاس کچھ نہ ہو تو مولوی صاحب ہم کیسے مقابلہ کریں کیا آپ اس دور میں نہیں دیکھ چکے کہ اسی اسی میزائل مارا گیا کچھ نہیں ہوا یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

میزائل بنانے والے کون ہیں بندے ہی ہیں ناں بھائی انسان ہیں اور جو انسانوں کا خالق ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ ہیں۔

چلو تم تو کتنے محنتوں کے بعد ایٹم بم بنانے پر قادر ہوتے ہو اللہ کا ایٹم بم دیکھا تھا" وَ أَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيلَ " چھوٹا سا ذرا بھیجا اور تباہی بربادی کر دی تم تو ایٹم بنانے پر کتنے کروڑوں اربوں اور بلین ڈالرز خرچ کرنے کے بعد بھی اچھا پہلے بنانے پر زور لگاتے ہیں اور بن جائے تو حفاظت کا مسئلہ۔

چالیس سال وادی تیہ میں من اور سلوی

بہر حال اس قوم کو چالیس سال تک وادی تیہ میں بھٹکنا پڑا اب جب سزا ملی تو جناب موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر آگئے معافی مانگنے کیلئے مہربانی کرو ہم تو مر گئے۔ یہ تو سارا صحراء ریت تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی:

"وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى" ہم نے ان پر بادلوں کا سایہ کر دیا اور ان کے کھانے کے لئے مَنْ اور سلویٰ اتارے اس کے بارے میں علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی ایک خاص نعمت تھی جس کی تشریح کے طور پر انہوں نے کہا ہے کہ "من" ایک ایسی چیز ہے یوں سمجھ لیں جو روٹی کام دیتی تھی اور سلوی ایک سرخ رنگ کا پرندہ تھا۔

بعض علماء نے کہا کہ وہ ترنجبین اور بٹیر تھے لیکن حقیقت یہ ہے اللہ کی نعمت تھی حتیٰ کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب بھی فلسطین میں وہ حلوہ بنایا جاتا ہے۔ بہت سارے علماء نے وہ حلوہ کھایا بھی ہے لیکن یہ وہ "من "تھوڑا ہے وہ تو بطور خاص اترا تھا جب وہ دور ختم ہوگیا تو وہ من بھی ختم ہوگیا سلوی بھی ختم ہوگیا۔

چالیس سال تک بھٹکنے کے بعد جب یہ نسل تبدیل ہوگئی جب نسل ہی بدل گئی اور جو بچے پیدا ہوئے ماشاء اللہ وہ چالیس سال کے جوان ہو گئے اور جو چالیس سال کے تھے وہ اسی سال کے ہو کر مر گئے جب نسل تبدیل ہوگئی تو پھر ان میں جذبہ جہاد پیدا ہوا۔

حضرت موسیٰؑ کی وفات

اللہ کی شان یہ ہے اسی اثنا میں موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آ گیا۔لیکن موسیٰ علیہ السلام کی موت کا بھی ایک عجیب واقعہ ہے اختصار سے عرض کر دیتا ہوں موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں ملک الموت انسان کی شکل میں بغیر اجازت داخل ہوا۔موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ مارا آنکھ نکال دی صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایات میں فقأ عینہ اس فرشتے کی تو آنکھ نکل گئی فرشتہ نے اللہ سے عرض کی یا اللہ! آپ نے مجھے اچھے بندے کے پاس بھیجا اس کی تو جب نکلے گی نکلے گی اس نے میری آنکھ ضرور نکال دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ کیا چاہتا ہے فرشتے نے عرض کی یا اللہ مرنا نہیں چاہتا اللہ نے فرمایا میرا نبی ہے میرا پیغمبر ہے اس کے پاس دوبارہ جاؤ اور کہو کہ اللہ نے آپ کو اجازت دی ہے کہ اپنا ہاتھ کسی بیل پر رکھ دیں کسی جانور پر، آپ کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آجائیں ایک بال کے بدلے ایک سال زندہ رہو گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر فرشتہ آگیا اور کہا کہ جی اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو اختیار دیا ہے اور یہ روایت صحیح بخاری اور مسلم کے اندر ہے کہ آپ بیل پر ہاتھ رکھیں اور جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ زندہ رہیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد کیا ہوگا فرشتہ نے کہا کہ اس کے بعد موت، مرنا تو ہے، مرنے سے تو نہیں بچ سکتے تو موسیٰ علیہ السلام نے

کہا اے اللہ تعالی اگر اس کے بعد بھی مرنا ہے تو بس پھر میں ابھی تیار ہوں کیونکہ وقت پر تو موت آنی تھی آگے پیچھے تو ہو نہیں سکتی۔

حضرت موسیٰؑ نے فرشتے کو تھپڑ کیوں مارا

اس کے اندر لمبی بحثوں میں نہ پڑیں بس اتنا میں عرض کر دوں موسیٰ علیہ السلام نے تھپڑ کیوں مارا۔

اصل وجہ یہ تھی کہ وہ فرشتہ جب گھر میں داخل ہوا تو بغیر اجازت کے داخل ہوا اور وہ صورت انسانی میں تھا موسیٰ علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ یہ فرشتہ ہے۔

حضرت ابراہیمؑ بھی فرشتوں کو نہ پہچان سکے

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جب فرشتے آئے تو آپ بھی بچھڑا با قاعدہ روسٹ کر کے لے آئے کہ جی کھاؤ انہوں نے کہا ہم نہیں کھاتے ان کو بھی پتہ نہیں چلا تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔

حضرت لوطؑ بھی فرشتوں کو نہ پہچان سکے

لوط علیہ السلام کے پاس جب فرشتے پہنچے تو ان کو بھی پتہ نہیں چلا جب قوم نے مجبور کر دیا تو فرشتوں نے کہا إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ"۔

بی بی مریمؑ بھی جبرائیلؑ کو نہ پہچان سکیں

بی بی مریم علیہا السلام کے سامنے جب جبرائیلؑ آئے تو انہیں بھی پتہ نہیں چلا کہ یہ فرشتہ ہے کیونکہ فرشتہ اپنی شکل میں نہیں تھا فرشتہ انسان کی شکل میں تھا اور اگر کوئی بغیر اجازت کے کسی کے گھر میں داخل ہو جائے تو گھر والے کو حق ہے کہ مارے۔

حضرت موسیٰؑ کی قبر کہاں ہے

اس لئے وہ موسیٰ علیہ السلام کی خطا نہیں جب اس نے آ کر وضاحت کی کہ میں ملک الموت ہوں اگر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے تو آپ نے فرمایا نہیں میں تیار ہوں۔

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یا اللہ مجھے موت تو دے دے لیکن مجھے بیت المقدس کے قریب کر دے میں اس عظمت والے مقام میں فوت ہونا چاہتا ہوں۔

تو اللہ نے آپ کی اس دعا کو قبول فرمایا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں جب معراج کی رات میں گزرا تو موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک سے گزرا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ اگر مجھے اس جگہ لے جاؤ میں اب بھی بتا سکتا ہوں کہ یہ جگہ ہے موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک عند کثیب الاحمر سرخ رنگ کی ریت کا ٹیلہ ہے اور اس کے پاس قبر ہے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ موسیٰ علیہ السلام یصلی فی القبر کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔

حضرت یوشعؑ کا قوم سمیت بیت المقدس میں داخلہ

تو موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی ہارون علیہ السلام کی وفات تو پہلے ہو چکی تھی آپ کے بعد پھر یوشع بن نون آئے۔

اب اللہ کی شان دیکھیں کہ جو قوم موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں بیت المقدس داخل نہ ہو سکی حضرت یوشع بن نون اور حضرت قالب بن یوجنا نے پھر اس قوم کو تیار کیا اور کہا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم نے بیت المقدس کو فتح کرنا ہے ہم نے داخل ہونا ہے اور جب وہ آئے اللہ نے ایسی دہشت پیدا کر دی کہ وہ قوم جبارین خود بیت المقدس چھوڑ کر بھاگ گئی اور اس کے بعد اللہ

تبارک وتعالی نے ان کو بیت المقدس کے اندر داخل ہونے اور بیت المقدس کو فتح کرنے اور بیت المقدس پر اللہ کے حکم کو پورا کرنے کی سعادت نصیب کی۔

ہنود و یہود سے آخری معرکے کی تیاریاں

اور یقین کریں کہاں شاء اللہ ہم تو طالب العلم ہیں ہمیں یقین ہے دراصل کہ یہ سارا منظر جو بن رہا ہے ہنود کا بھی اور یہود کا بھی یاد رکھ لینا ان شاء اللہ اگر زندگی رہی تو دیکھیں گے کہ ادھر ہنود اور ادھر یہود اور ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوے کی نشان دہی فرمائی ہے ادھر غزوہ ہند کا حدیث میں ذکر فرمایا ہے یہ دونوں غزوات قریب آرہے ہیں اور دونوں میں فتح مسلمانوں کو ہوگی ان شاء اللہ۔

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو کبھی نہیں مل سکتا یہ دنیا بدل سکتی ہے یہ سورج اور چاند کی روشن ختم ہوسکتی ہے رات کی تاریکیاں چھٹ سکتی ہیں لیکن معراج والے نبی کی بات کبھی غلط نہیں ہوسکتی اور اب وہ دونوں غزوے اپنے منظر کے قریب آرہے ہیں۔

اور باقاعدہ اس حدیث میں ایسا نقشہ ہے کہ ایک طرف مسلمان ہوں گے اور ایک طرف عیسائی، یہودی، ہندو دنیا کا تمام کفر ایک طرف ہوگا اور جب وہ فضاء بدر پیدا ہوگی کہ ایک طرف تین سو تیرہ ہوں گے اور ایک طرف ہزار کی قوت ہوگی جب وہ فضا پیدا ہوگی تو اللہ کی نصرت آئے گی اور جب اللہ کی نصرت آئے گی تو یہ ایسے بھاگیں گے کہ آپ تصور بھی نہیں کرسکتے آپ حیران ہوجائیں گے کہ اتنی بزدل قوم ہے کہ ہمارے سامنے بہادر بن کر کھڑی تھی یہ تو ہاری ہوئی قوم ہے۔

وَ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وغَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّين ہے

یہ تو لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ بَنِیْ إِسْرَآئِیلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیسَی ابْنِ مَرْیَمَ۔

یہ تو انبیاءؑ کی لعنت کردہ قوم ہے جن پر اللہ کے نبیوں نے لعنت کی ہے۔ وہ وقت بہت قریب ہے اور ان شاء اللہ ہوسکتا ہے اللہ ہمیں اپنی آنکھوں سے دکھادے یا ہمارے بچے دیکھ لیں لیکن وقت آگیا ہے اور احادیث کے مطابق تمام علامات پوری ہوگئی ہیں اور ان شاء اللہ ثم ان شاء اللہ وہ قبلہ مسلمین ایک دن پھر مسلمانوں کے قبضے میں ہوگا اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا یہ چند دنوں کے لئے کفر مسلط ہوتا ہے یہ ہمارے گناہوں کی سزا ہوتی ہے ہمارے لئے آزمائش ہوتی ہے ابتلاء ہوتا ہے ہمیں جگانے کے لئے ایسی ماریں پڑتی ہیں اسی لئے اقبال نے کہا تھا یہ عرب سو اس پر اس نے کہا تھا

خدا تجھے پھر کسی طوفان سے آشنا کردے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب ہو جائے

تو یہ اب طوفان سے آشنا ہو رہے ہیں اور جب یہ عرب آشنا ہو کر اٹھیں گے یہ ابھی تو سرکس کے شیر بنے ہیں انہیں اپنی قوت کا پتہ نہیں چل رہا لیکن جب یہ کھڑے ہو جاتے ہیں ناں ایسے نہیں اللہ نے اس خطے کو چن لیا ہے کہ نبی بھیجے تو یہیں سے بھیجے پیغمبر آئے تو یہیں آئے صحابہ بنے تو انہی میں سے بنے صدیقین بنے تو ان میں سے بنے اور صالحین بنے تو ان میں سے بنے آخر اس خطے کو اللہ نے جو شرف بخشا ہے اس شرف میں کوئی نہ کوئی حکمتیں ہیں۔

حضرت موسیٰؑ کا حضرت خضرؑ کی طرف سفر

یوشع بن نون وہ ہیں جنہوں نے اس عظیم علمی سفر میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دیا تھا جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا تھا کیونکہ علم کا سفر تو ہمیشہ جاری رہتا ہے حضرت خضر علیہ

السلام کے پاس جانے کے لئے۔

دراصل ایک دن سیدنا موسیٰ علیہ السلام خطاب فرمارہے تھے کسی آدمی نے پوچھا کہ اس وقت کوئی آپ سے بڑا عالم ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ بظاہر تو یہ ایک معقول بات تھی کہ نبی سے بڑا عالم کون ہوتا ہے غیر نبی تو نبی سے بڑا عالم ہو نہیں سکتا لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ کہنا کہ مجھ سے بڑا عالم کوئی نہیں یہ بات شان نبوت کے مناسب نہیں۔ آپ کو یہ کہنا چاہئے تھا اللہ جانتا ہے۔

بھونی ہوئی مچھلی زندہ ہو کر دریا میں چلی گئی

کیونکہ ہم نے تو ہر علم والے پر ایک بڑا علم والا بنایا ہے۔ "فوق کُلّ ذِي عِلْمٍ عَلِيم" اس بناء پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ابتلاء ہو گیا اور آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ جائیں اور دریا کا کنارہ اختیار کریں اور اس پر چلتے جائیں چلتے جائیں اور ایک مچھلی پکی ہوئی بھی اپنے ساتھ رکھ لیں وہی آپ کا زاد سفر ہے اور جس جگہ مچھلی دوبارہ زندہ ہو جائے اور زندہ ہونے کے بعد وہ دریا میں جس کنارے پر آپ جا رہے ہیں چھلانگ لگا کر داخل ہو جائے تو پھر اسی جگہ آپ نے اس بندے کو ڈھونڈنا ہے۔

مچھلی رہنما بن گئی

وہاں میرا ایک بندہ ہے تو یہ اللہ کی حکمتیں ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں رسول ہیں کلیم اللہ ہیں اور رہبر کون ہے مچھلی یعنی اللہ نے کسی انسان کو بھی نہیں بھیجا کہ جا کر موسیٰ علیہ السلام کو راستہ بتا دو کسی فرشتے کو بھی نہیں بھیجا کہ کامل تنبیہ ہو جائے کہ جتنی شان بڑی ہوتی ہے پھر امتحان بھی اتنا بڑا ہوتا ہے۔

موسیٰؑ کے نوجوان کا نام کیا تھا

سیدنا موسیٰ علیہ السلام جب سفر پر چلے تو یہ حضرت یوشع بن نون بھی آپ کے ساتھ تھے اللہ کی قدرت یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو جگہ ان کا ذکر آیا ہے لیکن نام نہیں لیا ''إِذْ قَالَ مُوسٰی لفته'' فتی کا معنیٰ جوان اور اسی طرح دوسری جگہ بھی قرآن کہتا ہے "قَالَ لِفتهُ اٰتِنَا غَدَاءَ نَنا ''اس نوجوان سے کہا کہ کوئی ناشتہ، کھانے کے لئے کوئی چیز لے آؤ تو دونوں جگہ لفظ فتی کا ذکر ہے لیکن نام نہیں ذکر کیا۔

مفسرین کرام رحمہم اللہ اجمعین نے کتب سابقہ سے تحقیق کی ہے کہ وہ یوشع بن نون تھے (جو بعد میں پیغمبر ہوئے) اور اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کا نام بھی قرآن مجید میں نہیں ہے اور میں نے کئی دفعہ آپ سے عرض کیا ہے قرآن ایک عظیم کتاب ہے وہ ان تفاصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ نام کیا تھا باپ کا نام کیا تھا نسب کیا تھا حسب کیا تھا کہاں کے رہنے والے تھے یہ کوئی کتاب الانساب تو نہیں ہے یہ تو انساب کی کتابوں میں موجود ہے آپ کتاب الانساب اٹھا کر دیکھ لیں پڑھ لیں اللہ کا قرآن تو ایک ایسی کتاب ہے اگر آپ بھی غور کریں اور سوچیں۔

میڈیا سے میری ایک گفتگو

میں نے اسی طرح ایک سفر میں عالمی میڈیا کو انٹرویو میں ایک بات کی کہ آپ مجھے یہ بتائیں اور اس کے بعد بھی آپ قرآن کو اور اسلام کو نہ مانیں تو بڑی زیادتی ہوگی۔ آپ انصاف کی بات کریں کہ یہودیت ہم سے پہلے موجود ہے، عیسائیت ہم سے پہلے موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی پہلے گزرے حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی پہلے گزرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیت بھی پہلے تھی اور عیسائیت بھی ہم سے پہلے تھی اسلام تو بعد میں آیا۔ اور اسی طرح اگر ہم دیکھیں جیسے

ہندوازم ہے یا بدھ مت ہے تو یہ بھی قدیم ہیں اور یہ بھی ہم سے پہلے ہیں نوح علیہ السلام کے زمانے میں بھی بت پوجے گئے۔

"وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا" تو یہ بھی ہم سے پہلے تھے تو میں نے کہا جب آپ لوگ جو ہیں یہودیت تھی نصرانیت تھی اور عباد الشمس بھی تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے میں آپ سن چکے ہیں کہ

"فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ" عباد الشمس بھی تھے عباد النار جنہیں آج کل آپ پارسی مجوسی کہتے ہیں یہ بھی پہلے سے تھے۔

دنیا کی ترقی زمانہ اسلام میں کیوں ہوئی

میں نے کہا کہ کبھی آپ نے اس بات پر غور کیا ہے کہ جب یہودی کا ایک ایسا زور تھا اس زمانے میں کہ ان کا نبی بھی ان میں موجود ہے کلیم اللہ موجود عیسائیت ہیں جب اپنے عروج پر تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام خود موجود ہیں زمین میں اس وقت آپ لوگوں نے یا کسی بھی قوم نے چاند پر جا کر ڈیرے نہیں ڈالے انہوں نے ستاروں کو سحر کرنا نہیں سیکھا کسی نے ایٹم بم نہیں بنایا کسی نے میزائل ٹیکنالوجی ایجاد نہیں کی کسی نے، جناب لہروں کے ذریعے آوازوں کو منتقل نہیں کیا کسی نے یہ ٹی وی ایجاد نہیں کیا۔

یہ ساری ترمی، سارا معراج، آپ کی سواری اور اس کے بعد خلاؤں میں سٹیشن اور فضاؤں میں اسٹیشن زمین دوز اور پانی کے اندر آب دوزیں یہ ساری چیزیں یہ ساری ترقی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد اس سے اور سکے آپ نے ایجادات کیوں نہیں کیں اگر یہودیوں میں اتنی قابلیت تھی تو پہلے کر لیتے اگر عیسائیوں میں اتنی لیاقت تھی کہ آج اگر وہ اپنی

جدید ٹیکنالوجی پر فخر کرتے اگر وہ اپنی ہیں اور ابھرتے اور اچھلتے ہیں اور ساری دنیا کو اپنا رنگی اور زیر تسلط رکھنا چاہتے ہیں تو یہ اسلام کے آنے سے پہلے کیوں نہیں کر سکے۔

تو اس کی دو وجوہات ہیں ایک وجہ یہ ہے کہ جو لوگ سورج کو خدا سمجھیں چاند کو خدا سمجھیں تاروں کو خدا سمجھیں تو خدا کے اوپر چڑھنے کے لئے کیسے جائیں ان کے تو خدا ہیں وہ تو متصرف فی الامور ہیں تو ان کو کیسے تابع کریں اس کو وہ مسخر کیسے کریں جن لوگوں کے عقیدوں کے اندر ان کے دماغوں کے اندر یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بھائی یہ سارا نظام فلکی جو ہے۔ دراصل یہ وہ تصرف ہے۔ یہی وہ سیارات ہیں انہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔ یہی نظام کو چلانے والے ہیں اگر وہ اس کے تابع ہو گئے تو اس کو تسخیر کیسے کریں یہ تو احسان ہے امت پر محمد مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور اسلام کا کہ کا اس نے آ کر بتایا کہ کسی چکر میں پڑے ہوئے ہو خالق خالق ہوتا ہے یہ تو مخلوق ہیں یہ تو کچھ نہیں یہ تو تمہارے لئے ہیں اللہ نے تمہارے لئے پیدا کئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ زمین تمہارے لئے ہے آسمان تمہارے لئے ہے فضا میں تمہارے لئے ہیں ہوائیں تمہارے لئے ہیں چاند سورج ستارے تمہارے لئے ہیں اور تمہارے لئے ہم نے مسخر کر دیئے ہیں ایک تسخیر تو یہ ہے کہ یہ تمہیں فائدہ پہنچا رہے ہیں تو یہ احسان تو قرآن نے کیا ہے کہ جب آپ کو بتایا کہ "و ارسل عَلَیۡهِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیل "کہ ایک چھوٹا پرندہ آ کر ایک چھوٹا کنکر مارتا ہے اور ہاتھی تباہ ہو جاتے ہیں تو آپ ذرہ تک جا پہنچے تو یہ سارا احسان تو اسلام نے کیا ہے۔

اسی طرح آپ نے دنیا میں جدید اشیاء بنائیں اور یہ تو قرآن نے بتایا ہے "یَعۡمَلُوۡنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنۡ مَّحَارِیۡبَ وَ تَمَاثِیۡلَ وَ جِفَان " یہ تو قرآن نے بتلایا ہے تو قرآن تو ایک ایسی عظیم

کتاب ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے نہیں آیا کہ ہر قصہ میں ہر کسی کا نام بتاتے رہیں کیونکہ نام سے مقصد ہی کوئی نہیں مقصد تو فائدہ کا حصول ہوتا ہے جیسے محاصرہ ہے مطلب کام ہے تمہیں کھانے سے مطلب ہے یا پیڑ گنتے سے کہ بھائی درخت گنتے رہو گے یا آم کھاؤ گے تم علم حاصل کرو جو اللہ نہیں دینا چاہتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے نام نہ لئے نہ یہاں خضر علیہ السلام کا نام ہے نہ یوشع بن نون علیہ السلام کا نام ہے۔

لیکن مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ فتیٰ سے مراد یوشع بن نون علیہ السلام ہیں اور عَبْدًا مِّنْ عِبادِنَا سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔

خضر علیہ السلام کو خضر کیوں کہتے ہیں

اب یہ سمجھیں کہ سیدنا خضر علیہ السلام کو خضر کیوں کہا جاتا ہے تو علماء کرام یہ فرماتے ہیں کہ سرسبز و شادات آپ کہتے ہیں ناں یہ درخت ماشاء اللہ بڑا سرسبز کو بھی اللہ نے ایسا جمال دیا تھا کہ آپ کا نشاط جو ہے اس وجہ سے آپ کو بھی خضر کہا جاتا ہے۔

اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں خضر کا معنیٰ دراصل یہ تھا آپ کو اللہ نے یہ عظیمت دی تھی کہ اگر آپ کسی خطے میں کسی سوکھی زمین پر بیٹھتے تو وہ جگہ سرسبز ہو جاتی تھی۔



حضرت داؤد علیہ السلام

ننانوے دنبیوں کا واقعہ

اس میں قرآن نے بھی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ آپ کے پاس دو آدمی آئے ان کا جھگڑا تھا انہوں نے کہا کہ حضرت آپ ہمارا فیصلہ کر دیں انہوں نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے۔

اب یہ اللہ کا بندہ کہتا ہے کہ وہ ایک بھی مجھے دے دو اس کے پاس ننانوے موجود ہیں اور میرے لئے ایک برداشت نہیں کرتا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے تو فرمایا بڑی زیادتی ہے بڑا ظالم ہے کہ اس کے پاس جب ننانوے موجود ہیں تو ان پر وہ قناعت نہیں کرتا بلکہ تمہاری دنبی بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ یہ تو بڑی ظلم والی بات ہے۔

اور پھر اس کے بعد قرآن کہتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو بات سمجھ آئی کہ اس مسئلے کے ذریعے تو میرا امتحان لیا گیا ہے تو آپ اللہ کے آگے سجدے میں گر گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مغفرت طلب کی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو مغفرت فرما دی۔

بائبل میں ایک جھوٹا قصہ

قرآن مجید نے اس واقعہ کو اتنا ذکر کیا ہے لیکن سابقہ کتابوں میں جو آج کل ملتی ہیں بائبل وغیرہ میں موجود ہے یا وہ کتابیں جو بڑے بڑے انگریز مؤرخین نے لکھی ہیں وہ عجیب واقعہ لکھتے ہیں وہ کہتے ہیں۔

اصل بات یہ تھی کہ آپ کا ایک کمانڈر تھا اس کا نام اوریا تھا اور یا کسی جنگ میں گیا ہوا تھا حضرت داؤد علیہ السلام اتفاق سے اپنے محل کی چھت پر چڑھے تو ساتھ ہی اس اوریا کا گھر تھا چونکہ حضرت داؤد علیہ السلام کا محل بلند تھا اور یا کے گھر سے تو اتفاق ایسا ہوا کہ وہ گھر کے صحن میں نہا رہی تھی اسے کوئی فکر تو تھا نہیں کہ مجھے کوئی دیکھے گا۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام کی نظر پڑ گئی اور نعوذ باللہ آپ اس پر عاشق ہو گئے اور پھر اس کو بلوایا اس نے کہا کہ نہیں میں تو اوریا کی بیوی ہوں اور میں کیسے آپ کے ساتھ رہ سکتی ہوں تو نعوذ باللہ آپ نے اس کے ساتھ غلط عمل بھی کیا اور اس عمل سے آپ کا بیٹا بھی ہوا بغیر نکاح کے۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ اچھا میں انتظام کرتا ہوں تو انہوں نے اپنی فوج کے کچھ لوگوں کو ہدایات بھیجیں کہ اوریا کو جنگ میں آگے آگے رکھو تا کہ اوریا ہر حال میں قتل ہو جائے۔ کسی حال میں بھی واپس نہ آئے۔

تو اوریا کو قتل کرا دیا گیا جب وہ قتل ہو گیا تو اس کی بیوی سے آپ نے شادی کر لی اس واقعہ کے پیش نظر وہ کہتے ہیں کہ قرآن پاک نے جو اشارہ کیا ہے دراصل یہ وہی ہے کہ آپ کے پاس پہلے بھی ننانوے عورتیں موجود تھیں اور اوریا کی بیوی بھی خوبصورت تھی تو آپ نے اس کو بھی حاصل کرنے کی کوشش کی تو اللہ نے تنبیہ کے لئے دو بندے بھیجے جو جھگڑا لے کر آئے تا کہ آپ کو تنبیہ ہو کہ آپ نے کیا کیا ہے۔

داؤدؑ اور سلیمانؑ کے بارہ میں عیسائی نظریہ

تو بہر حال سابقہ کتابیں اس واقعہ کو اس انداز سے پیش کرتی ہیں حالانکہ یاد رکھیں اس کی وجہ یہ ہے عیسائی، داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو بادشاہ تو مانتے ہیں لیکن نبی نہیں مانتے تو پھر بادشاہوں سے تو ایسی باتیں ہو جاتی ہیں دنیا میں ہوتی رہتی ہیں لیکن ہمارے ایمان میں اور قرآن وسنت کی روشنی میں داؤد علیہ السلام بھی نبی ہیں اور سلیمان علیہ السلام بھی نبی ہیں اور نبی تو معصوم ہوتے ہیں چہ جائیکہ کسی کی بیوی کو دیکھیں۔ اور پھر اس کو مل کروا دیں اور اس کی بیوی سے نکاح کر لیں۔

تو یہ حکایت دراصل بالکل بے سند ہے اور روایات اسرائیلیہ سے ہے اور اتنی کتابوں میں آئی ہے کہ ہمارے بعض علماء بھی اسے اپنی کتابوں میں نقل کر بیٹھے ہیں۔ اصل بات یہ نہیں تھی اللہ معاف فرمائے اللہ تعالیٰ کے نبی، زنا سے پارک ہوتے ہیں معصوم ہوتے ہیں اللہ کے نبی ایسا ظلم نہیں کرتے کہ کسی آدمی کو ناجائز قتل کروا دیں اور اس کی بیوی سے شادی کر لیں اور شادی سے پہلے بھی اپنے محل میں بلا کر نعوذ باللہ اس سے زنا کریں استغفر اللہ ثم استغفر اللہ۔

یہ تو بہر حال کوئی عیسائی اور یہودی بد بخت جرأت کرے بات کرنے کی کیونکہ ان کا تو مذہب یہی ہے آپ اخباروں میں نہیں پڑھتے کہ راہب گیارہ سالہ لڑکی کے ساتھ بدفعلی کرتے ہوئے پکڑے گئے۔

اللہ معاف کرے وہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نہیں بخشتے یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بی بی مریم علیہا السلام کا بیٹا نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ وہ یوسف النجار کے بیٹے ہیں اس سے ان کا ناجائز تعلق تھا اور ان سے یہ پیدا ہوئے اور ہمیں تو یہودی اور عیسائی کی نظر سے نہیں پڑھنا ہمیں تو

ایک مؤمن کی نظر سے پڑھنا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے نبی پاک ہیں اگر ان سے کوئی غلطی ہوتو وہ ترک اولی ہوتا ہے بھول ہوسکتی ہے نسیان ہوسکتا ہے سہو ہوسکتا ہے۔لیکن یہ تو نہیں کہ کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب کریں۔اسی لئے آپ سارے قرآن کا مطالعہ کریں ظالموں نے یہ تو کہا کہ ساحر ہیں، کاہن ہیں، جادوگر ہیں جھوٹ بولتے ہیں،لیکن کسی نے کردار پر انگی نہیں رکھی کسی پیغمبر کے کریکٹر پر اعتراض نہیں کرسکے۔

حقیقت واقعہ

اس لئے اصل بات یہ نہیں تھی بلکہ اصل بات یہ تھی کہ حضرت داؤدؑ کو اللہ نے تنبیہ کی کہ جو کچھ تم کرتے ہو یہ بھی میری توفیق ہے عبادت کرنے دوں، روزہ رکھنے دوں، بادشاہت کرنے دوں، ذکر کرنے دوں، اگر میں نہ کرنے دوں تو آپ نہیں کرسکتے۔آپ لاکھ اہتمام کرتے ہیں کہ کوئی مجھے نہ چھیڑے جب آپ کا وہ وقت ہوتا تھا اس وقت میں کوئی داخل نہیں ہوتا تھا دروازے بند ہوتے تھے پہرہ لگا ہوتا تھا فرشتے انسانوں کی شکل میں اندر آگئے تو دراصل یہ تنبیہ تھی ویسے ہی قصہ بنا کر فرشتوں نے پیش کیا اور نہ اس کا حضرت داؤد علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اب داؤد علیہ السلام کو احساس ہوا کہ میں نے واقعی غلطی کی یہ سب کچھ جو بھی ہوتا ہے اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے انسان کے بس میں تو کچھ بھی نہیں مجھے تو دو آدمیوں نے آکر مشغول کر دیا حتیٰ کہ میں ڈر گیا کہ میرے گھر کیسے آگئے بغیر پوچھے بغیر دروازے کے اور بغیر دربان کے تو وہ جو اللہ کے ذکر سے غفلت تھی اور اپنے ذہن میں انہوں نے خدمت خلق کو اور لوگوں کے حقوق کے فیصلوں کو اہمیت نہ دی بلکہ عبادت کو اہمیت دی تو اس پر تنبیہ ہوگئی اصل عبادت تو یہ ہے کہ

میرے بندوں کی خدمت کرو یہ نفلی عبادت تو ایک نفلی عبادت ہے لیکن میری مخلوق کی خدمت کرنا بڑی عبادت ہے۔

اس لئے یاد رکھیں کیونکہ اگر خدانہ کرے خدانہ کرے زنا جیسی بات ہو تو اس کے بعد قرآن فوراً یہ تو نہ کہے:

"یَا دَاوٗدُ إِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ" کہ ہم نے آپ کو حاکم بنایا ہے خلیفہ بنایا ہے لوگوں کے درمیان فیصلے کریں اصل مقصد یہ تھا کہ آپ نے جو اوقات عبادت کے رکھ لئے اور اللہ کی مخلوق کا آپ اس وقت فیصلہ نہیں کرتے اور ان کی فریاد نہیں سنتے اس کا مطلب ہے کہ عبادت آپ کے نزدیک خدمت خلق سے مقدم ہوگئی تو یہ غلطی تھی جس پر امتحان لیا گیا اور پھر جو غلطی ہوتی ہے پیغمبر کی جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا آدم علیہ السلام سے بھول ہوگی لیکن آدم نے کہا "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا" ہم نے ظلم کیا کیوں کہ جتنی شان بڑی ہو وہ چھوٹی غلطی کو بھی بڑا سمجھتی ہے۔



حضرت سلیمان علیہ السلام

سیدنا داؤد علیہ السلام کا مقام و عظمت یہ ہے کہ اللہ نے ان کو نبوت بھی عطا کی اور شاہی بھی دی اور آپ کو معجزات بھی دیئے اور سب سے عظیم نعمت کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جیسا عظیم بیٹا دیا آپ دیکھیں کہ داؤد علیہ السلام کا تقریباً چار مقامات پر تو نام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قرآن مجید میں سولہ مقامات پر ذکر کیا گیا ہے بلکہ سورۃ النمل میں تو پوری تفصیل کے ساتھ رکوع ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی فہم و فراست

حضرت سلیمانؑ کو بھی اللہ نے خصوصی فہم عطا فرمایا اور حضرت سلیمان علیہ السلام ابھی بچے تھے بادشاہ داؤد علیہ السلام تھے خدا کی قدرت دیکھیں قرآن نے بھی ان کا ذکر کیا ہے کہ ان کی خدمت میں بھی ایک مقدمہ آ گیا۔ مقدمہ یہ آیا کہ ایک آدمی نے آ کر درخواست دی حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں اس نے کہا کہ حضرت میرا انگوروں کا باغ ہے اور اس آدمی نے غفلت کے ساتھ اپنی بکریوں کو چھوڑ دیا اور ان بکریوں نے سارا انگوروں کا باغ تباہ و برباد کر دیا کچھ کھا گئیں اور کچھ اجاڑ دیا اور میرا تو اس باغ کے علاوہ کوئی گزر اوقات نہیں ہے ہمارا فیصلہ فرمائیں۔

تو حضرت داود علیہ السلام نے مدعی علیہ سے پوچھا کہ واقعہ کیا ہے تو اس نے کہا کہ واقعی اس کا باغ ہے لیکن میری بکریوں کا ریوڑ بہت بڑا ہے اور وہ بھاگ گئیں اور میں ان کو نہیں سنبھال سکا اور انہوں نے اس باغ کو نقصان پہنچایا ہے تو حضرت داود علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ مدعی علیہ معترف ہے کہ واقعی میں نے نقصان پہنچایا ہے تو انہوں کہا کہ باغ کی کتنی قیمت ہے مثلاً اس نے کہا دس ہزار تو آپ نے فرمایا کہ اس کے مال کی قیمت بناؤ اور دس ہزار کی بکریاں علیحدہ کر دو تو دس ہزار کی بکریاں علیحدہ کر لی گئیں۔

آپ نے فرمایا کہ بکریوں نے دس ہزار کا نقصان کیا ہے یہ دس ہزار کی بکریاں باغ والے کو دے دو۔ انہوں نے کہا کہ جی ٹھیک ہے حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت کم عمر تھے ویسے محبت میں ابا جان کی خدمت میں بیٹھے رہتے تھے تو فوراً بول پڑے کہ ابا جان فیصلہ تو آپ کا بالکل حق ہے مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس کا جتنا نقصان ہے آپ دلوا رہے ہیں بالکل ٹھیک ہے لیکن اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں اس سے بھی اچھا فیصلہ کروں گا تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھی بات ہے اگر بیٹا کوئی بات کرے تو والدین کو تو خوشی ہوتی ہی ہے۔

تو فرمایا کہ اچھا تم فیصلہ کرو، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دس ہزار کی بکریاں تم لے جاؤ اور ان کا دودھ پیو فائدہ اٹھاؤ اور اس کا جتنا باغ آپ کی بکریوں نے اجاڑا ہے اس کو دوبارہ لگاؤ دوبارہ کاشت کرو جب پھل تیار ہو جائے جیسا کہ پہلے تیار تھا اپنی بکریاں لے جانا اور باغ اس کے حوالہ کرنا تاکہ نقصان بھی کسی کا نہ ہو اور بکریاں پھر بکریوں والے کو مل جائیں گی اور باغ پھر باغ والے کو مل جائے گا اتنے عرصے میں وہ بکریوں سے فائدہ اٹھائے گا

اور وہ محنت کرے گا اور اس کو سزا بھی مل گئی۔

تو حضرت داود علیہ السلام بہت خوش ہے اس لئے قرآن کہتا ہے: ''فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ'' کہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو خصوصی فہم دیا۔

دو ماؤں کے درمیان ایک بچے کا فیصلہ

اسی طرح ایک اور فیصلہ بھی صحیح روایات میں موجود ہے کہ دو عورتیں سفر میں تھیں اور اتفاق کی بات تھی کہ دونوں کے ہاں ولادت انہی دنوں میں ہوئی تھی جیسے ایک دن پانچ پانچ دس دس ولادتیں ہو جاتی ہیں تو دونوں عورتوں کی ولادت جب ہوئی دونوں کے بچے ہم عمر تھے مثلاً وہ پانچ دن کا ہے تو وہ بھی پانچ دن کا ہے تو راستے میں جنگل میں ایک عورت کا بچہ ساتھ سویا ہوا تھا جنگل ہے ایک بھیڑیا آیا اور اس بچے کو اٹھا کر بھاگ گیا اب ماں کو جاگ ہوئی دیکھا کہ جانور کے پاؤں کے نشان ہیں اور بیٹا بھی غائب ہے تو وہ سمجھ گئی کہ کوئی جانور اٹھا کر لے گیا ہے تو اس نے شور مچا دیا کہ میرا بیٹا اس عورت نے اٹھا لیا ہے کیونکہ اس کے پاس بھی بیٹا تھا۔

اب یہ دائی بن گئی اور کہا کہ یہ تو میرا بیٹا ہے اس نے کہا نہیں اس کے بیٹے کو تو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا ہے یہ تو میرا بیٹا ہے اب چھوٹا بچہ ہو اور ہو بھی کم عمر تو اب اتنی جلدی تو فیصلہ نہیں ہو سکتے کہ اس کے نقش نین ملائے جائیں کہ کس کے نقش کس کے ساتھ ملتے ہیں اور کس کے ساتھ نہیں ملتے یا اس زمانے میں میڈیکل نے اتنی ترقی نہیں کی ہوگی کہ ٹیسٹ کر لیں۔

تو بہر حال ایک بڑا جھگڑا ہوا اور بڑا فتنہ ہوا اور دونوں طرف سے قبائل کھڑے ہو گئے اور حضرت داود علیہ السلام کی خدمت میں آئے داود علیہ السلام نے دونوں عورتوں کی باتیں اور دلائل سنے اور ان کے حالات کو غور سے دیکھا تو انہوں نے دو عورتوں میں جو بڑی عورت تھی وہ

ناحق تھی حالانکہ وہ اس کا بیٹا نہیں تھا لیکن وہ زبان میں اتنا تیز تھی اور دلائل دینے میں اتنی ماہر تھی کہ حضرت داود علیہ السلام بھی متاثر ہو گئے۔

اس لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ خبردار بعض لوگ بولنے میں تمہارے ایک دوسرے سے زیادہ ذہین ہوتے ہیں فطین ہوتے ہیں اگر وہ اپنی چرب زبانی میں آکر مجھ سے غلط فیصلہ کروالیں اور میں فیصلہ بھی کردوں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تو پکڑے جاؤ گے تو ایسا ہو جاتا ہے آپ کبھی کبھی دیکھیں یہ جو پیسہ والے لوگ ہوتے ہیں۔

ایک جھوٹے گواہ کا قصہ

اللہ تبارک وتعالیٰ رحمت فرمائے ایک ہمارے علاقے میں آدمی تھا وہ پیسے لیے کر جھوٹی گواہیاں دیتا تھا تو اس نے ایک آدمی سے طے کرلیا کہ گواہی دوں گا لیکن ایک ہزار لوں گا اس نے کہا کہ ٹھیک لیکن وہ آدمی تو جھوٹا تھا جو بندہ باقاعدہ پیشہ ور ہو اور جھوٹا گواہ ہو اپولیس کا ٹاؤٹ ہو لوگوں کی فرضی گواہیاں دیتا ہو اس پر بھی اعتبار مشکل ہوتا ہے تو اس نے کہا کہ تم ہو نا قابل اعتبار تم گواہی دو گے میں ہزار روپیہ لے کر کھڑا ہوں گا اور جب گواہی ختم کرو گے میں تمہیں ہزار روپیہ دے دوں گا پہلے میں سے نہیں دوں گا یا بعد میں آکر لے لو یا اندر ہی مجھ سے لے لو پہلے نہیں۔

اس نے کہا ٹھیک ہے گواہی کے بعد تو دو گے اس نے کہا گواہی کے بعد دوں گا تو بہر حال اندر جا کر اس نے گواہی دی جیسے اس کو سکھایا گیا تھا پوری گواہی دے دی اب اس نے ہاتھ لمبا کیا پیسے لینے کے لئے اس نے سوچا اب گواہی، تو ہو چکی ہے اس بدبخت کو پیسے دینے کی کیا ضرورت ہے جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔

اس نے جناب ہاتھ کیا اس نے کہا کہ نہیں ہیں پیسے اب جج صاحب لکھ رہے تھے اس

گواہ کی طرف دیکھا کہ بھائی آپ کی کوئی بات رہ گئی اس نے کہا جتنا اس نے مجھے سکھایا تھا وہ تو میں نے کہہ دیا۔ تو ایک لفظ میں سب کچھ بگاڑ دیا اور کہا کہ یہ سب کچھ مجھے سکھلا کر لے آئے تھے۔

تو اس لئے بعض لوگ جو ہوتے ہیں الحن من بعض ہوتے ہیں۔

بقیہ قصہ کا تتمہ

تو وہ عورت بھی کچھ اسی طرح تیز طرار تھی کہ حضرت داود اس کے حق میں فیصلہ دے بیٹھے حضرت داود کے فیصلے کے بعد بعض روایات میں ہے کہ حضرت سلیمانؑ وہیں موجود تھے اور بعض کہتے ہیں کہ باہر تھے دیکھا کہ عورتیں جا رہی ہیں اور لوگ بھی جا رہے ہیں اور کچھ ہنس رہے ہیں انہوں کہا کہ کیا بات ہے انہوں نے کہا کہ ایسے ایسے فیصلہ تھا حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ ان کو بلاؤ میں فیصلہ کرتا ہوں وہ آگئے۔

انہوں نے کہا کیا بات ہے انہوں نے کہا کہ ہم سفر میں تھے ایک بچے کو بھیڑیا اٹھا کر لے گیا وہ اس کا بچہ تھا اور یہ خوامخواہ میرے گلے پڑ گئی کہ آپ نے میرا بچہ اٹھا لیا اچھا ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے میری بات سن لی اور میرے دلائل کو سن کر میرے حق میں فیصلہ کر دیا کہ میرا بیٹا ہے۔

آپ نے دوسری عورت سے پوچھا اس نے کہا کہ بچہ تو میرا ہے لیکن میں کیا کروں میں اپنا مقدمہ نہیں لڑ سکی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا ان کا میں فیصلہ کرتا ہوں آپ نے فرمایا کہ جلاد کو بلاؤ اور کہا کہ بچے کو درمیان میں لٹا دو اور دونوں عورتیں ایک طرف بیٹھ گئیں جلاد آگیا تو آپ نے فرمایا کہ نشان لگا دو بچے کو عین درمیان میں رکھ کے اس کو تلوار کے ساتھ کاٹ دو آدھا اس کو آدھا اس کو دے دو یہ کیا ہے کہ ایک روتی ہوئی جائے اور ایک ہنستی

ہوئی جائے ہم آدھا آدھا کر دیتے ہیں تو جو حقیقی ماں تھی بچے کی اس نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے ہی نہیں اس کو دے دیں۔

اس نے سوچا کہ میرا بچہ قتل تو نہ ہو چلو کسی اور عورت کے پاس رہے گا زندہ رہے گا ناں میرا بچہ بچ تو جائے گا زندگی ہے تو ہوسکتا ہے کہ میں اپنی اولاد کو دیکھے لا گر یہاں تلوار سے کٹ گیا تو پھر تو ختم ہوگیا اور جس کا بچہ نہیں تھا اس نے کہا کہ جی میں آپ کے فیصلے پر راضی ہوں آپ نے فرمایا کہ تم جھوٹ کہتی ہو کوئی ماں بھی اپنے بچے کو تلوار سے کٹنے پر راضی نہیں ہوتی ہے۔اس طرح بچہ اپنی اصل ماں کو مل گیا۔

تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے فیصلے کا جب حضرت داود علیہ السلام کو پتہ چلا تو حضرت داود علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔

حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ پر خدا کی نعمتیں

حضرت داود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالی نے تخت سے بھی نوازا اور دیگر نعمتوں سے بھی جن کو اللہ نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ. وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ. وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہم نے داوٗد اور سلیمان علیہما السلام کو علم عطا فرمایا اور انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اے اللہ آپ نے ہمیں اپنے بہت سارے بندوں پر فضیلت

عطا فرمائی ہے اور فرمایا کہ ہم نے سلیمانؑ کو داودؑ کا وارث بنایا۔

انبیاء کا مال میراث نہیں ہوتا

یاد رکھو وراثت سے مراد مال کی وراثت نہیں وراثت سے مراد نبوت اور حکمت ہے اگر ورثہ سے مراد مال ہو تو اکیلے داؤد علیہ السلام کے بیٹے سلیمان تو نہیں تھے داؤد علیہ السلام کے اور بھی بہت سارے بیٹے تھے۔

اس لئے انبیاء علیہم السلام کا مال میراث نہیں ہوتا بلکہ وہ صدقہ ہوتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی خصوصیات

حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں کہ لوگو! اللہ نے مجھے پرندں کی بولیاں بھی سکھادی ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنوں کو بھی آپ کے تابع کر دیا پرندوں کو بھی تابع کر دیا اور پھر ہر جاندار کی بولی بھی سکھلا دی یہ بھی اللہ نے علم عطا فرمایا اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام جانوروں کی زبان بھی سمجھتے تھے اور عادات بھی سمجھتے تھے۔

چیونٹی کی گفتگو اور حضرت سلیمانؑ کا شکر

اس لئے قرآن نے اس واقعہ کو ذکر فرمایا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ گزر رہے تھے جب وہ وادی النمل پر پہنچے تو ایک چیونٹی نے تقریر کی کہ "أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسٰكِنَكُمْ" کہ اے چیونٹو اپنے بلوں میں گھس جاؤ "لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ" کہ سلیمانؑ اور اس کا لشکر تمہیں پیس نہ ڈالیں اور ان کو پتہ بھی نہ چلے۔

"فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا" حضرت سلیمان علیہ السلام ہنس پڑے بہت مسکرائے اور اس کے بعد انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ میرا مولا "رَبِّ أَوْزِعْنِيْ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ

أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَى "اللہ مجھے شکر کرنے کی توفیق عطا فرمایہ بھی تو تیرا کمال اور کرم ہے کہ اگر ایک چیونٹی بولتی ہے تو میں بات سمجھ جاتا ہوں۔

ہوا اور تخت پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت

اور اللہ تبارک وتعالی نے آپ کے لئے ہوا کو بھی مسخر کر دیا تھا "فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِيح" اللہ نے ہوا کو مسخر کر دیا کہ جو آپ کے تخت کو لے کر چلتی تھی اور جو ایک مہینہ کا سفر ہوتا تھا وہ آدھے دن میں طے ہو جاتا تھا غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَ رَوَاحُهَا شَهْرٌ"۔

یعنی جب آپ صبح کے وقت تخت کو اڑاتے تو دوپہر تک آدھے دن میں مہینہ کا سفر طے کر لیتے تھے۔ اور پھر آرام کر کے قیلولہ کر کے سفر کرتے تو ایک مہینے کا سفر طے کر لیتے تھے یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقامات عالیہ ہیں۔

جانوروں اور جنات پر حکومت

اور جنوں جیسی سخت ترین قوم وہ بھی آپ کے تابع تھی اور سلیمان علیہ السلام کے تخت کے پاس جہاں آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تھے تو آپ کے پاؤں کے نیچے دو شیر تھے اور آپ کے سر کے اوپر عقاب کھڑے رہتے تھے سایہ کر کے تو ایسی سلطنت تو دنیا میں کسی کو ملی ہی نہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملی تھی۔

اور اتنے بڑے اعزاز واکرام کے بعد بھی حضرت سلیمان علیہ السلام ٹوکریاں بنا کر روٹی کھاتے تھے وہ ٹوکریاں بنا کر بیچتے تھے اتنی بڑی عظیم سلطنت کا مالک اور یہ تقویٰ۔

ہدہد اور قصہ بلقیس

اسی ضمن میں یہ واقعہ ہے جو اللہ کے قرآن میں بھی موجود ہے کہ ایک دن آپ نے

پوچھا مالی لا اریٰ الھُدھُد مجھے ہدہد پرندہ نظر نہیں آرہا "أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ"۔

حضرت سلیمانؑ کے ہدہد کی خصوصیات

اچھا خدا کی قدرت دیکھو کہ اللہ نے یہ علم ہدہد کو دیا تھا کہ وہ چونچ مار کر اندازہ کر لیتا تھا کہ یہاں پانی ہے یا نہیں اور اگر پانی ہے تو کتنی گہرائی میں ہے اور یہ علم اللہ نے سلیمان علیہ السلام کو نہیں دیا تھا اور جہاں کہیں لشکر پڑاؤ کرتا تو وہاں کنویں کھودنے پڑتے اور ہدہد کو حکم دیا جاتا کہ جاؤ پانی تلاش کرو تو ہدہد ادھر جارہا ہے ادھر جارہا ہے پھر کہتا ہے کہ یہاں کنواں کھودو۔ اب لشکر اترا ہوا ہے اور ہدہد نہیں ہے آپ نے فرمایا اچھا ہدہد غائب ہے؟

"لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّه" سخت سزا دوں گا یا اس کو میں ذبح کروں گا "أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ" یا کوئی اپنی معذوری کا معقول عذر لے کر آئے تھوڑی دیر گزری ہدہد آیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام جلال میں تھے۔

ہدہد کے ذریعہ ملکہ سبا کی اطلاع

ہدہد نے عرض کیا حضرت ناراض نہ ہوں "فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ" میں ایک ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو پتہ نہیں میں تو ملک سبا سے آرہا ہوں اور ملک سبا میں میں تو حیران رہ گیا کہ میں نے دیکھا إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ" ان کی تو بادشاہ عورت ہے۔

ملک سبا کا محل وقوع

یہ سبا جو ہے اصل میں یاد رکھیں یہ قوم تھی ساحل بحر احمر پر جنوب کی طرف، یمن کی طرف، تجارت ان کا پیشہ تھا اور اس علاقے میں اس وقت ان کی حکومت تھی اور صنعائے یمن جو ہے اس کے ایک کنارے پر ہندوستان تھا اور دوسرے کنارے پر حبش اور مصر تھا یعنی اگر آپ اس

کے نقشے کو دیکھیں تو ایک طرف آپ کو ہندوستان نظر آئے گا اور دوسری طرف آپ کو حبش اور مصر لگے گا اور یہی ہندوستان سے مال وہاں پہنچتا تھا اور پھر یہیں سے ''امام مبین'' سڑک کے ذریعے شام اور سارے یورپ کو سپلائی ہوتی تھی یہ تجارت کا مرکزی مقام تھا۔

اسی لئے قریش بھی دو دفعہ سال میں تجارتی سفر کرتے تھے ایک دفعہ یمن جاتے تھے اور ایک دفعہ شام جاتے تھے اور بعد میں جب ایسے حالات پیدا ہوئے خدا کی قدرت ہے تو پھر مصر مرکزیت اختیار کر گیا نہر سویز کی وجہ سے اور یہ رہ گئے ان کا پھر وہ مقام نہ رہا جو ابتداء میں تھا اور تو کوئی ذریعہ نہیں تھا یورپ کے لئے۔

ملکہ سبا بلقیس

تو قوم سبا کی جو ملکہ تھی اس کا نام قرآن میں تو نہیں آتا بس اتنا آتا ہے امۡرَأَةً تَمۡلِكُهُمۡ، لیکن سابقہ کتابوں میں ہے کہ اس کا نام بلقیس تھا تو ہدہد نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک ملکہ ہے اور یہ بھی میں نے دیکھا ہے کہ وہ قوم سورج کی پجاری ہے اور اس ملک کے پاس بہت بڑا تخت ہے فوج ہے حکومت ہے سلطنت ہے۔

سلیمانؑ کا خط اور بلقیس کا مشورہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اچھا تم میرا خط لے کر جاؤ ہم دیکھتے ہیں کہ تم سچ کہتے ہو یا نہیں اب ہدہد نے خط ڈالا ملکہ نے خط پڑھا اس ملکہ نے اپنی کابینہ کو بلایا اس نے کہا کہ سلیمان علیہ السلام کا خط آیا ہے اور جس انداز میں یہ خط آیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی بہت بڑا طاقتور بادشاہ ہے کہ جس کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے پرندے آرہے ہیں تو کابینہ سے مشورہ مانگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس قوت ہے، طاقت ہے، فوج ہے ہم لڑ سکتے ہیں۔

حضرت سلیمانؑ کا جواب

ملکہ نے کہا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ہم پہلے سلیمان علیہ السلام کے پاس ہدیہ بھیجتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ اگر وہ بادشاہ ہمارا ہدیہ قبول کر لیتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ پھر مذاکرات کے لئے کوئی بات ہو سکتی ہے۔ انہوں نے جب ہدایا بھیجے تو حضرت سلیمان علیہ السلام غصے میں آ گئے اور فرمایا کہ اپنی قیمتی چیزیں بھیج کر مجھ پر رعب ڈالنا چاہتی ہو تمہیں نہیں پتہ کہ جو کچھ اللہ نے مجھے دیا ہے تم سے کہیں کروڑ درجے بہتر ہے۔

جاؤ اور اپنی ملکہ سے کہہ دو کہ خبردار یا تو آ کر میری اطاعت کرو اگر نہیں تو پھر میں ایسا لشکر لے کر آؤں گا کہ تمہاری طاقت بھی نہیں ہے کہ تم اس لشکر کا مقابلہ کرو ملکہ کو جب یہ خبر پہنچی تو گھبرا گئی۔ اس نے کہا کہ میں آتی ہوں۔

اسلام میں عورت سربراہ مملکت نہیں بن سکتی

اسی لئے اللہ کی حکمت ہے کہ اللہ فرماتے ہیں کہ عورت سربراہ نہیں ہونی چاہئے اور بعض لوگ ہم مولویوں سے ناراض ہوتے ہیں کہ دیکھو جی قرآن مجید میں ہے کہ عورت بادشاہ تھی یہ نہیں پوچھتے کہ وہ کافر تھی کہ مسلمان تھی اگر کوئی کافر عورت کام کرے تو کیا اس کی اقتداء کرنا قرآن مجید میں جائز ہے؟ بات تو اللہ رسول کے حکم کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ تو اس کو دس میٹر کی مسجد کا امام نہیں بنانا چاہتا چہ جائیکہ اس کو پورے ملک کا سربراہ بنائے یہ تو بدقسمتی کی بات ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ایک مرتبہ بتایا گیا کہ ایران کی سربراہ ایک عورت بن گئی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْ أَمْرَهُم امرأة" وہ قومیں کبھی فلاح نہیں پاتیں جو اپنی حکومت عورت کے سپرد کر دیتی ہیں۔

عورت کی فرمانبرداری ہلاکت ہے

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ہے أمور کم إلی نِساءِ کم کہ جب تمہارے معاملات عورتوں کے ہاتھ میں آجائیں اور تم پکے زن مرید بن جاؤ تو فرمایا فبطن الارض خیر من ظھرھا تو بے غیرتی کی زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ آدمی مر جائے زمین کے اوپر اسے چلنے کی کیا ضرورت ہے، پھر پیٹ میں چلا جائے۔

پلک جھپکنے میں بلقیس کا تخت سلیمانؑ کے پاس

بہرحال جب وہ آئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے آنے سے پہلے حکم دیا" أَيُّكُمْ يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا " کون ہے جو اس کا تخت لے کر آئے میرے پاس قَالَ عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ " عِفْرِیت کہتے ہیں زیادہ شرارتی، زیادہ سخت، زیادہ قوی کو تو اس نے کہا میں لے آتا ہوں اتنی دیر لگے گی جتنی دیر آپ مجلس میں بیٹھتے ہیں ایک دو گھنٹے آپ نے فرمایا کہ نہیں اس سے پہلے چاہئے۔

"قَالَ الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ أَنَا آتِيكَ بِهٖ قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ"

حضرت سلیمانؑ کے صحابیوںؓ میں سے ایک صحابی تھے جس کا نام آصف بن برخیا تھا اس کے پاس اسم اعظم کا علم تھا اس نے کہا حضور اگر آپ حکم دیں تو "قَبْلَ أَنْ يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ" آپ ذرا آنکھیں تو بند کریں آنکھیں کھولیں گے تو میں ان شاء اللہ لے آؤں گا۔

شیشے کی چھت کا طویل حوض

آپ نے آنکھیں کھولیں تو تخت آچکا تھا اور اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ بھائی ایسے انتظامات کئے جائیں کہ راستے میں ایسا محل بناؤ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام

نے ایسی تعمیرات کرائی تھیں جو حیثیت رکھتی ہیں جیسے بیت الرب بیت اللحم۔ اور بیت الملک اور اسی طرح دَوْمر کی وہ عظیم الشان عمارتیں جن کو بعد میں رومیوں نے اپنے ہیکل بنا دیئے۔

یہ سب حضرت سلیمان علیہ السلام کی بنی ہوئی ہیں بیت المقدس ہیکل سلیمان یہ سب تعمیرات حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے کی ہیں تو اب جناب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک حکم یہ بھی دے دیا کہ ایسے انداز میں تعمیر کریں کہ وہ شاہی محل کا جو راستہ ہے نیچے حوض بنا دیں اوپر شیشے کی چھت ڈال دیں نیچے پانی بھرا ہوا ہو۔

بلقیس مسلمان ہوگئی

اب جناب ملکہ جب وہاں پہنچی تو اس نے سمجھا یہ تو پانی ہے شاید یہاں کوئی ایسا انتظام ہوگا کہ پہلے پانی میں چل کر محل میں داخل ہونا پڑے گا "وَ كَشَفَتْ عَنْ ساقيها" اس نے اپنی پنڈلیاں کھول لیں تو اس کو کہا گیا بی بی کیا کر رہی ہو۔ "انه صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ" یہ پانی نہیں ہے یہ تو شیشہ ہے پانی تو نیچے ہے۔ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي" اس نے توبہ کی اور اسلام لے آئی۔

ایک اسرائیلی روایت

تو بہر حال بعض لوگوں نے اسرائیلی روایات میں اس قصے کو بھی بڑا بڑھا چڑھا کر پیش کیا ہے کہ بلقیس کی ماں جن تھی اور حضرت سلیمان علیہ السلام دراصل یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اگر واقعی یہ جن کی بیٹی ہے تو اس کے بدن پر بال ہیں یا نہیں تو اس لئے انہوں نے سارا سسٹم کیا تھا کہ کسی طرح وہ کپڑا اٹھائے گی تو ہم اس کی پنڈلیاں دیکھ لیں گے اور وہ سامنے بیٹھے ہوئے تھے تو نعوذ باللہ اس دور کے بادشاہ کا اور محمد شاہ رنگیلے کا کوئی فرق تو نہ ہوا نہ نبی میں اور نہ اس میں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ.

کہ بھائی جس کے جن تابع ہیں، پرندے تابع ہیں ایک عورت کی تحقیق کرنا اس کے لئے مشکل ہے آپ کسی جن (عورت) کو حکم دے دیتے کہ دیکھ کر آجاؤ بس بات ختم کم ہوگئی جو لوگ اس کے لئے اتنا بڑا تخت یمن سے اٹھا کر شام میں لے آتے ہیں پلک جھپکنے میں ایک عورت کے بارے میں تحقیق نہیں کر سکتے اتنا بڑا جھوٹ اور نبی پر۔

ایسا حوض بنانے کی اصل وجہ

اصل بات یہ تھی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس کو توحید کا سبق دینا چاہتے تھے کہ دیکھو بی بی تم نے ایک سورج کو خدا سمجھ لیا ہے جیسے یہاں تم نے شیشے کو پانی سمجھ لیا تم نے تو یہاں بھی دھوکہ کھایا ہے شیشہ مظہر ہے پانی کو دکھا رہا ہے پانی نہیں ہے۔ اسی طرح سورج مظہر خدا ہے خود خدا نہیں ہے۔ تم دھوکے میں پڑ گئی ہو اس نے فوراً کہا کہ "انی ظَلَمتُ نَفسِی" میں نے اپنے اوپر ظلم کیا اور کہا "أَسلَمتُ" اور فوراً مسلمان ہوگئی یہ سارا انتظام اللہ کی توحید کے لئے تھا یہ سارے انتظامات اس لئے نہیں کئے گئے تھے کہ نعوذ باللہ کسی عورت کی تحقیق کی جائے۔ اس کے بعد پھر آپ نے ملکہ بلقیس کی شادی ملک ہمدان سے کر دی اور اس کی سلطنت کو برقرار رکھا لیکن بادشاہ اس کا خاوند تھا۔

بیت المقدس کی تعمیر سلیمانی اور حضرت سلیمانؑ کی وفات

اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان کو جب احساس ہوا کہ اب میری عمر زیادہ ہو رہی ہے اور لازمی بات ہے کہ موت تو آنی ہے موت سے تو کسی کو مفر نہیں اور ابھی بیت المقدس کا بہت بڑا کام باقی ہے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایسا انتظام کیا کہ ایک شیشے کا کمرہ بنوایا اور جنوں اور

ان کے سرداروں کو کہا کہ تم کام جاری رکھو میں عبادت کے لئے اندر جا رہا ہوں میں کچھ دن عبادت کرلوں۔

جن اپنے اپنے کام میں لگ گئے حضرت سلیمان علیہ السلام عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی عبادت میں آپ ایک لکڑی کو سہارا بنا کر کھڑے ہو گئے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا فرشتوں کو کہ اسی طرح کھڑے کھڑے میرے سلیمان کی روح مبارک کو قبض کرلو، روح قبض ہوگئی لیکن سلیمان علیہ السلام کھڑے ہیں۔ وہ جن جو کام کرنے والے تھے وہ تو بڑی مشقت کے کام تھے بڑے بڑے پہاڑوں کو توڑنا اور عمارت بنانا محنت کا کام ہے تو حضرت سلیمانؑ اس طرح سے محل میں عبادت کر رہے ہیں اور جنات کو یہ تاثر ہے کہ اگر ہم کام نہ کریں گے تو حضرت سلیمانؑ ہمیں سزا دیں گے اس لئے آ کر ماریں گے کام کرو کام کرو چنانچہ وہ جن کام میں لگے رہے۔

جنات غیب نہیں جانتے

اور اتفاق ایسا ہوا کہ جب عمارتیں مکمل ہوگئیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھی اپنا فیصلہ دکھانا تھا کہ جنوں کو کوئی علم غیب نہیں ہوتا یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھائی میرے جن تابع ہیں اور غیب کی خبریں لے آتے ہیں ان کو تو اپنا پتہ نہیں ہوتا ہمیں غیب کی خبریں کہاں سے دیں گے۔

تو اب جناب یہ ہوا کہ اللہ نے دیمک کو حکم دیا پہنچو اور سلیمان علیہ السلام کی لکڑی کو ذرا نیچے سے کھانا شروع کرو عصا تھا ناں لکڑی کا تو لکڑی کو دیمک لگ گئی۔ اب دیمک نے عصا کو کھانا شروع کیا تو وہ عصا کمزور ہونا شروع ہوگیا جب وہ عصا کمزور ہوگیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام زمین پر گرے۔ قرآن فرماتا ہے:

مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ.

جب سلیمان علیہ السلام گرے تو اب جناب جنات کو پتہ چلا کہ ہم تو سو سال سے یونہی پتھر اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ اگر ان بدبختوں کو غیب کا علم ہوتا تو کیا سو سال تک پتھر اٹھاتے رہتے یہ تو پہلے ہی دن بھاگ جاتے جب حضرت سلیمانؑ فوت ہو گئے تھے تو اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کو موت آئی۔ حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام ان دونوں کو اللہ نے نبوت دی شاہی دی۔

بیت المقدس شہر کی تباہی

اور جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا دور گزر گیا تو اس کے بعد وہ بخت نصر آیا جس نے آ کر بیت المقدس میں تباہی مچائی۔



حضرت عزیر علیہ السلام

بیت المقدس کی تباہی کے بعد وہاں سے جو بندہ گزرا اس کا ذکر سورۃ البقرہ میں موجود ہے۔

قرآن کریم نے اس کا نام نہیں لیا لیکن راجح قول یہی ہے کہ اس سے مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں۔

حضرت عزیرؑ کا امتحان

"أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا" کہ جب انہوں نے قریہ بیت المقدس کو دیکھا کہ برباد ہوگئی بہت پریشان ہوئے آئی "يُحْيِي هَذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" اب اس تباہی و بربادی کے بعد اللہ اس کو دوبارہ کیسے زندہ کریں گے اللہ نے فرمایا اچھا ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔

"فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ" اللہ نے حضرت عزیر علیہ السلام پر سو سال کے لئے موت طاری کر دی پھر سو سال کے بعد حکم دیا تو زندہ ہو گئے۔ اللہ نے فرشتوں سے فرمایا ذرا پوچھو میرے بندے سے "كَمْ لَبِثْتَ" کتنا عرصہ گزارا ہے؟ انہوں نے کہا جی "لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" کہ

جب میں سویا تھا اس وقت سورج اوپر تھا اور اب ڈوب رہا ہے بس آدھا دن سمجھ لیں یا ایک دن سمجھ لیں "قال بل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ" ایک سو سال گزر گیا ہے جناب کو۔

اللہ کی قدرت کے کرشمے

"فَانْظُرْ إِلَى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ" دیکھو اپنے کھانے اور پینے کو ان کو ہم نے خراب نہیں ہونے دیا" وَ انظُرْ إِلَى حِمَارِكَ" اور اپنے گدھے کو بھی دیکھو جو مر چکا ہے دیکھو ہم اس کو کیسے زندہ کرتے ہیں۔

آپ کہتے تھے "انی یُحْیِ هَذِهِ اللهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" اب جناب ہوا چلی زیاں اکٹھی ہوگئیں اس کے بعد ہڈیوں پر گوشت چڑھنا شروع ہوگیا اور دو منٹ بعد گدھا کھڑا ہوگیا اور آوازیں دینے لگ گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام نے فرمایا واقعی میرا اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے میرا ایمان ہے۔

جب حضرت عزیرؑ گھر لوٹے

پھر جب وہ بیت المقدس میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جو آپ کا بیٹا جو تھا اس کی عمر ایک سو اٹھارہ سال ہوگئی ہے کیونکہ سو سال تو آپ کو فوت ہوئے ہو گئے تھے اور اٹھارہ سال کا بیٹا تھا جب آپ گھر سے چلے تھے تو ان کو آ کر کہا کہ میں عزیز ہوں۔ بھائی ایک سو سال کے بعد جو باپ ملے تو کون پہچانے گا۔

تو بہر حال بیٹے نے کہا اچھا میرے ابا کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک سیاہ داغ تھا یہ نشانی ہے میرے ابا کی تو اس نے دیکھا تو داغ تو موجود ہے اور لوگ آگئے انہوں نے کہا نہیں حضرت عزیرؑ کی علامت یہ تھی کہ وہ حافظ تورات تھے۔

آپ تورات کے حافظ تھے

تو اگر آپ عزیر ہیں تو پھر ہمیں تورات سنائیں تو حضرت عزیر علیہ السلام نے اپنے حافظے سے تو رات سنادی۔

اور بخت نصر نے جو تباہی مچائی تھی۔ جس کو جان ملر جو بہت بڑا انگریز سکالر ہے اس نے بڑی تاریخ لکھی ہے اس نے بھی لکھا ہے کہ جب بخت نصر نے حملہ کیا تھا جہاں اس نے قتل عام کیا یہودیوں کا بنی اسرائیل کا وہاں اس نے تورات کو بھی ختم کر دیا تھا وہ عزیر کو عزمی لکھتا ہے حالانکہ نام عزیر ہے تو عزیرؑ نے دوبارہ آ کر تورات کو لکھا وہ بھی اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کرتا ہے۔

تو عزیر علیہ السلام نے جب دوبارہ تورات لکھ دی تو اب بنو اسرائیل معتقد تو ہونے تھے کہ بھائی اتنے عرصے کے بعد پھر تورات یاد لکھوا دینا سو سال مرجانا اور پھر زندہ ہو جانا کہ یہ تو اللہ کا بیٹا ہے اچھا ایک ہوتا ہے ابن ایک ہوتا ہے ولد بعض اوقات ابن کا معنی ہوتا ہے لاڈلا جیسے ہم فرق کرتے ہیں بیٹے میں اور لڑکے میں ہم کہتے ہیں یہ لڑکا میرا بیٹا ہے یہ لڑکا ہے تو اسی طرح ابن اور ولد میں بھی ایک فرق ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ کا لاڈلا اور چہیتا ہے لیکن بعض لوگ کہتے کہ نہیں واقعی اللہ کا بیٹا ہے اس کی وجہ یہ تھی حضرت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام کی وجہ سے پھر تورات لکھی گئی اور اس کے بعد جان ملر یہ بھی کہتا ہے کہ پھر جب اس دور کے کافی عرصے بعد ایک اور بادشاہ نے حملہ کیا اور اس نے پھر بیت المقدس کے اندر تباہی ڈالی تو تورات کو بھی جلا دیا لہذا آج بھی وہ تورات محرق اور محرف ہے اس کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام کو بھی موت آئی اور جیحون میں دفن ہوئے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا علیہ السلام سیدنا داود علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور حضرت زکریا علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک میں تقریباً چار سورتوں میں آتا ہے۔ آپ اللہ کے بڑے شان والے پیغمبر تھے اور آپ کی اہلیہ حضرت سیدنا ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور سیدنا زکریا علیہ السلام ان پیغمبروں میں ہیں جنہوں نے کی اپنی زندگی زہد کے ساتھ گزاری۔

حضرت زکریاؑ کا پیشہ

اور ایک صحیح حدیث مبارک میں یہ بھی آتا ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کَانَ نَجَّارًا یعنی آپ بڑھئی کا کام کرتے تھے اور اس سے آپ اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔

انبیاء علیہم السلام کے پیشے

اصل میں اگر ہم انبیاء علیہم السلام کے قصص مبارکہ اس بات پر توجہ کریں کہ اللہ نے ہر نبی کو کوئی نہ کوئی عمل عطا فرمایا یعنی نوح علیہ السلام کو اللہ نے کشتی بنانے کا کام سکھایا تو حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی بنائی۔

اسی طرح حضرت زکریا علیہ السلام کان نجارا بڑھتی تھے اور حضرت داود علیہ السلام کو

اللہ نے زرہیں بنانے کا کام سکھایا اور آپ کے ہاتھوں میں "وَ النَّالَهُ الْحَدِيْدَ . أَنِ اعْمَلْ سَبِغٰتٍ وَ قَدِرْ فِي السَّرْدِ" اور میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے بھی مکے والوں کی بکریاں چرائی ہیں اور تقریباً تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ایسے ایسے حالات پیش آئے۔

اور اسی طرح صحیح روایات مبارکہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب آپ گھر میں آتے تھے تو گھر کے کام میں بھی ہمارا ہاتھ بٹاتے تھے اور کبھی آپ کا جوتا مبارک ٹوٹ گیا تو خود اس کو اپنے ہاتھ مبارک سے گانٹھ لیتے تھے۔

حلال پیشے حقیر نہیں ہیں

اور اسی ضمن میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ باقاعدہ قرآن میں موجود ہے کہ دس سال تک حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں تو دراصل وجہ کیا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بتانا چاہتے ہیں کوئی پیشہ قابل اہانت نہیں ہوتا، کوئی عمل قابل اہانت اور قابل توہیں نہیں ہوتا یہ تو بعد میں کفار نے زمانہ جاہلیت میں بھی اور ہمارے ہندو پاک پر انگریز کی لعنت جب مسلط ہوئی تو انہوں نے یہ طبقات پیدا کئے کہ یہ جو پیشے ہیں مثلاً کوئی ترکھان ہے، کوئی موچی ہے یا کوئی بڑھئی کا کام کرتا ہے تو بڑا حقیر سمجھا گیا۔

اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ امیر اور غریب کے درمیان ایک امتیاز رکھنا چاہتے تھے حاکم اور محکوم کے درمیان، زمیندار اور اس کے ہاری کے درمیان اسی طرح وڈیرے چوہدری اور اس کے ماتحت کے غلاموں میں کہ وہ غلاموں کی طرح کام لے رہے ہیں اور انہیں بھی

جرأت نہ ہو اور فطری طور پر اپنے آپ کو سمجھیں کہ ہم تو بڑے حقیر لوگ ہیں۔

ورنہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ پیشہ کوئی بھی ہو اصل حقیر چیز وہ ہے جو قرآن وسنت کے خلاف ہو ایک آدمی چوری کرتا ہے ایک آدمی ڈاکہ ڈالتا ہے ایک آدمی سود کھاتا ہے ایک آدمی جوکھیلتا ہے یہ کام قابل اہانت ہیں لیکن ایک آدمی مزدوری کرتا ہے ایک آدمی درزی ہے ایک آدمی حجام ہے ایک آدمی سیلون پر کھڑا ہے۔شریعت کے مطابق حجامت بناتا ہے تو یہ حقیر نہیں ہیں۔

پیشوں کی ضرورت

اور یہ سارے ہنر سارے پیشہ جو ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتیں ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے یعنی جیسے ایک سرمایہ دار کا سرمایہ نہ ہو اس کی گاڑی نہیں چل سکتی لیکن بڑے سے بڑا صنعت کار ہو اور کوئی محنت کرنے والا نہ ہو تب بھی گاڑی نہیں چلتی اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو قیمتی سے قیمتی کپڑا دے لیکن سلائی کرنے والا نہ ہو تو آپ کیسے پہنیں گے آپ کے پاس بڑی سے بڑی طاقت ہو لیکن جوتے کی تو ضرورت ہے جوتا بنانے والا ہوگا تو آپ جوتا خریدیں گے۔تو دراصل ہمیشہ یاد رکھیں یہ پیشے ہیں اگر کوئی کام یا پیشہ قابل توہین ہوتا تو اللہ تعالیٰ کبھی اپنے انبیاء کو وہ کام نہ کرنے دیتا کیونکہ انبیاء کی شان اتنی بلند ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے کبھی ایسا کام نہیں لیتے جو قابل اہانت ہو۔

ذات پات کا فرق

اور بعض مذاہب میں تو خیر اپنی جاہلیت وعصبیت کی وجہ سے جیسے ہندوازم ہے ان کے ہاں اب بھی آپ دیکھ لیں اونچی ذات والے اور چھوٹی ذات والے تقسیم ہیں اب بھی ان کے جو اونچی ذات کے لوگ ہیں ان کا بالکل مقام ہی الگ ہے ذات والا ہے چھوٹی ذات

والے کو تو حق ہی نہیں کہ ان کے سامنے آ کر بیٹھے اور ان کے برتن کو ہاتھ لگا سکے یعنی اس دور میں بھی جبکہ دنیا کتنی آگے چلی گئی ہے اور وہ ملک جو اپنے کمپیوٹر کی تعلیم پر اور اس میں جدید ترین معلومات کی دنیا میں فخر کرتا ہو کہ میں اتنا آگے بڑھ گیا ہوں کہ بڑے بڑے ملک مجھ سے کام کرنے والے لوگ مانگ رہے ہیں۔ اس کی عصبیت کا یہ عالم ہو کہ ایک اونچی ذات ہے اور ایک چھوٹی ذات ہے۔

حضرت سلیمانؑ کا ہیکل سلیمانی تعمیر کرانا

اور ہیکل سلیمانی جو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مسجد اقصیٰ کے ساتھ تعمیر کروایا تھا اور جنات نے تعمیر کیا تھا اس کے اندر آپ کا قیام تھا گویا وہ اللہ کے گھر گنبد صخرہ، مسجد اقصیٰ اور ہیکل سلیمانی کے سب سے بڑے رکھوالے سمجھے جاتے یعنی مستقل اپنے آپ کو وہاں رکھنے والے تھے جو جوار اور ہمسائیگی اختیار کرنے والے تھے۔



حضرت عمران

حضرت زکریا علیہ السلام کے زمانے میں آپ کے خاندان میں ایک شخص تھے جن کا نام عمران تھا۔

ان کے بارے میں یہ تو ہمیں نہیں ملتا کہ وہ نبی تھے ان کی بیوی امرأۃ عمران حاملہ تھیں اور ان کے خاوند حضرت عمران وہ فوت ہو گئے ان کی وفات کے بعد بی بی صاحبہ نے محسوس کیا کہ میں حاملہ ہوں خاوند فوت ہو گیا ہے۔

اب حالات کیا ہوں گے انہوں نے اللہ کے لئے منت مانی "انی نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ" یا اللہ میرے بطن میں جو ہے تیرے نام پر آزاد کر کے بس تیری غلامی میں دے دوں گی تیرے گھر کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گی۔

تو علماء نے لکھا ہے کہ یہ بی بی صاحبہ کا اخلاص تھا اور کچھ یہ حالات بھی تھے کہ میں اپنے بچے کی کیسے پرورش کروں گی خاوند تو فوت ہو گیا اس سے بہتر ہے کہ میں اللہ کے گھر کا مجاور بنا دوں بجائے اس کے کہ میری اولاد ضائع ہو جائے۔

منت اور نذر صرف خدا کے نام کی جائز ہے

اس واقعہ کو قرآن نے ذکر کیا ہے ہمیں ساتھ یہ مسئلہ بھی سمجھ آیا کہ منت ماننا اگر خالص اللہ

کے نام پر ہو تو جائز ہے منت کسی غیر کے نام پر نہ ہو جیسے کہ ہمارے ہاں بہت بڑی جہالت ہے کہ میرا بیٹا حج سے خیریت سے آگیا تو میں مزار پر جا کر چادر چڑھاؤں گی، دیئے جلاؤں گی یہ ساری منتیں غیر اللہ کی ہیں لاکھ اللہ کا نام لیں جب کسی غیر کو آپ نے شریک کر لیا تو غیر کی شرکت ہوگئی اور وہ شرک ہوگیا۔

اس کے آپ لاکھ بہانے کریں کہ جی میں نے بکرا تو اللہ کے نام پر ذبح کیا تھا اور میں نے ذبح کے وقت باقاعدہ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی تھی اور میں مسلمان آدمی ہوں تو سوال یہ ہے کہ پھر اس بکرے کو قبر پر لے جانے کی کیا ضرورت تھی۔ قبر کے بغیر ثواب اللہ تعالیٰ نہیں دیتے اگر آپ نے خیرات کرنی تھی تو خیرات اسی جگہ کر دیں تو اب تو اللہ نے دینا ہے لیکن جب آپ اس کو ایک جگہ معین کر کے لے گئے تو معنی ہے کہ آپ نے اس غیر کو بھی شریک کیا ہے۔

بہر حال اللہ کے لئے ہو منت ہے وہ جائز ہے اب بی بی صاحبہ نے جب منت مان لی تو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں " فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنثى "تو جب ان کا بچہ پیدا ہوا تو وہ لڑکی تھی تو کہنے لگیں کہ لڑکا اور لڑکی برابر نہیں ہو سکتے میں نے منت تو مانی ہے کہ آپ کے گھر کے لئے اپنی اولاد کو وقف کر دوں گی تو یہ لڑکی بیت المقدس کی خدمت کیسے کرے گی۔

مردوں اور عورتوں میں مساوات کا دعویٰ

آج وہ قومیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے کے لئے تیار ہیں یعنی آپ حیران ہوں گے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام والدہ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔

کہتے ہیں کہ جی مردوں اور عورتوں میں مساوات ہونی چاہئے پہلے تو آپ اپنا عقیدہ

ٹھیک کریں قرآن فرمارہا ہے کہ بی بی نے کہا لڑکا اور لڑکی برابر نہیں ہوسکتی۔

مساوات نے عورت کو کیا دیا؟

بہرحال یہ جوان کے مساوات کے نعرے ہیں اب تو اللہ کی رحمت سے خود دم توڑ رہے ہیں اب ان کو بھی سمجھ آ گئی ہے آہستہ آہستہ وہ عورت بھی سمجھے لگی ہے کہ آزادی کے چکر میں آ کر میرا تو استحصال کیا گیا میں نے تو سمجھا تھا کہ آزادی سے بہرہ ور ہوں گی اور میں مردوں کے برابر آجاؤں گی لیکن اس کو پتہ نہیں تھا کہ میرا تو استحصال کیا گیا کہ ہر کام میں عورت کو لایا گیا نعرہ تو بڑا خوب دیا گیا کہ دیکھیں جی آپ کو آزادی ہے مساوات ہے۔

کبھی دیکھیں تو جناب پادریوں کے کیس بن رہے ہیں۔ کبھی دیکھیں تو جناب فوجی خواتین کے ساتھ زیادتی کے کیس بن رہے ہیں کبھی دیکھیں تو جناب پولیس میں جو عورتیں ہیں ان کے ساتھ کیس بن رہے ہیں اور اب وہ خود چیخ رہے ہیں کہ جی یہ کیا ہوگیا۔

حضرت مریمؑ کی والدہ

بہرحال جب حضرت مریمؑ کی والدہ نے منت مانی کہ اللہ میں اب بھی اپنی منت پر قائم ہوں لڑکی ہے یا لڑکا ہے یہ اللہ کی مرضی ہے تو آپ اپنی بچی کو لے کر ہیکل سلیمانی میں پہنچیں جہاں حضرت زکریا علیہ السلام موجود تھے اور دیگر اولیاء صلحاء بھی موجود تھے سب کو پتہ چلا کہ عمران کی بیٹی ہوئی ہے اور یہ بڑا معروف گھرانہ تھا سب نے کہا کہ بھائی ہم بچی کی کفالت کرنے کیلئے تیار ہیں کوئی فکر کی بات نہیں ہم بیٹی بنائیں گے ہم اس کی پرورش کریں گے اس پر ان کا اختلاف ہوگیا۔

مریمؑ کی کفالت کیلئے قرعہ اندازی

حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو اختلاف کی کوئی بات نہیں ہم سب کا جذبہ تو صالح ہے جذبہ تو یہ ہے کہ ایک بچی کی کفالت کرنی ہے ہم قریہ و اندازی کرتے ہیں قرعہ ڈالنا اس شریعت میں بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بھی جائز ہے لیکن آج بھی اگر دو بھائیوں میں جائیداد تقسیم ہوئی ہے برابر ہے لیکن ایک بھائی کہتا ہے یہ اچھی ہے وہ اچھی نہیں ہے تو قرعہ ڈال لیں جس کا جو نصیب ہوگا مل جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرعہ اندازی

اسی طرح صحیح احادیث مبارکہ میں ہے کہ "کَانَ رَسُوْلُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرع بَیْنَ نِساءِ" آپ جب باہر سفر کے لئے تشریف لے جاتے تو اپنی بیویوں میں باقاعدہ قرعہ اندازی فرماتے کہ کس کا قرعہ میرے ساتھ جانے کے لئے آتا ہے اور کسی کا نہیں آتا۔

عجیب قرعہ اندازی

تو قرعہ یہ تجویز ہوا کہ ایسا کرتے ہیں قرعہ اندازی کرتے ہیں کیونکہ وہ اللہ والے لوگ تھے۔

یعنی ایسا قرعہ کہ کبھی تاریخ انسانیت میں اس کا ذکر نہیں ملتا انہوں نے کہا کہ یہ ندی بہہ رہی ہے ہم سب اپنے اپنے قریعے اس ندی کے پانی میں پھینک دیتے ہیں تو صاف بات ہے جیسے پانی کا بہاؤ ہے ویسے تیرے گی لیکن جس کا قلم بہاؤ کے خلاف اوپر تیرنا شروع کر دے اس کا حق ہے کہ وہ لے جائے۔

تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اللہ کے فیصلہ سے ہے بندے کی طرف سے نہیں اس لئے

قرآن پاک میں میرے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ مخاطب ہو کر فرمایا: "وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يُلْقُوْنَ أَقْلَامَهُمْ أَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ يَخْتَصِمُوْنَ" اللہ نے فرمایا میرے محبوب آپ اس وقت نہیں تھے جب وہ قرعہ اندازی کر رہے تھے اپنی قلمیں ڈال رہے تھے کہ کون بی بی مریمؑ کفالت کرے گا اور جب وہ جھگڑ رہے تھے تو آپ وہاں موجود نہیں تھے ہم آپ کو بتا رہے ہیں۔

تو اب جناب جب اس دریا میں قلمیں ڈالی گئیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان یہ ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی قلم (قرعہ) اوپر تیرنے لگ گئی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کی برکت کو تو برقرار رکھنا ہے اور دوسری ایک وجہ یہ تھی کہ حضرت زکریا علیہ السلام کی جو بیوی تھیں وہ اصولاً حضرت بی بی مریمؑ کی خالہ بنتی تھیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المحالة بمنزلة الام نے فرمایا کہ جو خالہ ہوتی ہے وہ بھی درجہ میں ماں کی طرح ہے تو گویا بی بی مریمؑ کو اپنی ماں کا گھر مل گیا۔ اللہ کی اس میں حکمت تھی اب جب حضرت بی بی مریم علیہا السلام کی نشوونما ہوئی اب آپ بڑھنے لگیں آپ کا دور رضاعت گزرا۔ اور تیزی سے بڑی ہونے لگیں۔

تو حضرت زکریا علیہ السلام نے اسی ہیکل سلیمانی میں ایک کمرہ تھا جس میں آپ خصوصی طور پر عبادت کے لئے جاتے تھے آپ نے وہ کمرہ بی بی کے لئے مخصوص کر دیا آخر بچی ہے بڑی ہوگی پھر کچھ ایام ایسے بھی عورتوں میں ہوتے ہیں جن میں وہ مساجد میں نہیں آسکتی ہیں تو ان کے لئے اہتمام کر دیا گیا کمرے کا کہ آپ اس میں رہیں اسی میں بیٹھیں۔

ہر نبی غیرت مند ہوتا ہے

اور حضرت زکریا علیہ السلام کیونکہ اللہ کے نبی تھے اور ہر نبی باغیرت ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیرت صفت ایمان ہے اور انسا اغیر منہ منی آپ نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تم غیرت کی بات کرتے ہو میں تم سے زیادہ باغیرت ہوں اور اللہ تبارک و تعالیٰ تو سب سے بڑے غیرت والے ہیں تو حضرت زکریا علیہ السلام جب باہر تشریف لے جاتے تو ان کے حجرہ مبارک کو بند کر دیتے تھے کہ اکیلی بچی ہے۔

جدید تعلیم اور دشمنان دین کا غوغا

اچھا ہوا اس زمانے میں یہ یونیورسٹی والے نہیں تھے ورنہ وہ حقوق انسانیت کا واویلا کرتے کہ زکریا علیہ السلام نے دیکھو جی بچی کو قید کر دیا یہ خود تو چاہیں جس کو قید کر دیں خود تو لوگوں کی بچیاں قتل کروا دیں لوگوں کے معصوم بچوں پر گولیاں چلوا دیں لیکن ان کو سارے حقوق کی خلاف ورزیاں اسلام میں نظر آتی ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام جو تشریف لاتے دیکھ کر حیران ہو جاتے کہ عجیب بات ہے ”كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا“ کمرہ بند ہے تالہ لگا ہوا ہے راستہ کوئی نہیں چابی میرے پاس ہے میں نے آ کر کھولا ہے اور بی بی مریمؑ کے پاس اندر تو ماشاء اللہ پھل فروٹ میوے ہیں اور اتنی اللہ کی نعمتیں ہیں کہ جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور پھر نعمتیں بھی وہ ہیں جن کا موسم بھی نہیں ہے وہ پھل بھی موجود ہے جس کا موسم بھی گزر گیا ہے تو آپ حیران ہو جاتے۔

”قَالَ يٰمَرْيَمُ أَنّٰى لَكِ هٰذَا“ آپ نے فرمایا کہ بی بی مریمؑ یہ پھل کہاں سے آ گئے یہ

کیسے ہوگیا ''قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ'' بی بی مریم نے کہا حضرت زکریاؑ حیران کیوں ہوتے ہو میرے اللہ نے یہ میری طرف بھیجے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ جس کو چاہیں بغیر کسی حساب کے رزق عطا فرما دیتے ہیں۔

ایک جواب میں کئی مسائل کا حل

اس سے آپ اندازہ فرمائیں کہ ایک مسئلہ میں کتنے مسئلے سمجھ آسکتے ہیں کہ حضرت زکریا ؑ پوچھ رہے ہیں انی لک ھذا معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام عالم الغیب نہیں ہوتے ورنہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہوتی۔

اور دوسرا یہ ہے کہ بی بی مریمؑ نے یہ نہیں کہا کہ میری بزرگی ہے میں بھی تو آخر عمران کی بیٹی ہوں میری کفالت بھی تو ایک نبی کی گود میں ہو رہی ہے اور یہ بھی نہیں کہا کہ حضرت یہ تو آپ کی برکت ہے آپ کی وجہ سے مجھے ملے ہیں سیدھی بات کی هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یہ سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

یہ ہوتا ہے اصل عقیدہ کہ آدمی نبی کے سامنے کھڑا ہے لیکن ادباً بھی نہیں کہہ دیتا کہ جناب یہ آپ کی مہربانی ہے جیسے ہم احتراماً بھی کہہ دیتے ہیں بزرگوں کو ماشاء اللہ میری کامیابی نہیں جناب یہ سب آپ کی برکت ہے۔ آپ کی دعا ہے میں کیا کرسکتا تھا لیکن اللہ والے، نبیوں کے گھر میں پلنے والے بالکل ان کے عقیدے پہاڑوں کی طرح وزنی ہوتے ہیں۔

حضرت زکریاؑ کی دعا

حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے خیال ڈالا کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی تو حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے

مولا بی بی مریم کو بغیر موسم کے پھل مل سکتے ہیں تو موسم تو ہمارا بھی گزر گیا ہے میں بوڑھا ہو گیا بیوی بھی بوڑھی ہو گی ہمارا اولاد والا وقت تو گزر گیا۔لیکن اگر آپ چاہیں تو بغیر موسم کے ہمیں بھی بچہ دے سکتے ہیں وہ بھی تو ایک پھل ہے تو حضرت زکریا علیہ السلام کے دل میں جب اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی قرآن مجید خود فرماتا ہے کہ جب آئے۔

هُنَالِك دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنْك ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّك سَمِيعُ الدُّعَاء.

(اس وقت زکریا نے رب کو پکارا کہ اے رب مجھے بھی اپنی طرف سے پاک اولاد عطا فرما کیونکہ آپ دعا کو سننے والے ہیں)

اور ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّ أَنْتَ خَيْرُ الْوَرِثِيْنَ"

یا اللہ مجھے اکیلا نہ موت دینا میرا بھی کوئی وارث پیدا فرما دے۔

انبیاء علیہم السلام کی میراث مال نہیں ہوتا

لیکن ایک بات یاد رکھ لیں وارث سے مراد یہ نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام کے مال کا وارث ہوتا ہے انبیاء علیہم السلام کی میراث جیسے قرآن مجید میں آتا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ داود تو وہاں بھی مراد علم اور نبوت ہے علم اور حکمت ہے ورنہ سلیمان علیہ السلام کے اور بھائی بھی تھے ان کو میراث کیوں نہیں ملی۔

اسی طرح جو میراث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیصلہ کن بات فرمائی نحن معاشر الانبیاء کہ ہم جتنے اللہ کے نبی ہیں "لا نرث ولا نورث" ہم وارث نہیں بنتے اور نہ

ہماری میراث ہوتی ہے "ماترکناہ فَھُوَ صَدَقَۃٌ" اگر ہم کوئی مال چھوڑ بھی جائیں تو وہ اللہ کے راستے میں خیرات ہے۔ ہماری کوئی میراث نہیں اور اس میں اللہ کی بہت بڑی حکمتیں ہیں۔

انبیاء کی میراث نہ ہونے کی وجہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر میراث ہو تو بعض اوقات لوگ میراث کے لئے بھی دعائیں مانگتے ہیں یا اللہ یہ مرتا ہی نہیں پتہ نہیں کب مرے گا سانپ بن کر بیٹھا ہے میری جان چھوٹے، جائیداد تقسیم ہو۔ بہت سارے بچے ہیں ناں ماشاء اللہ فرمانبردار جو رات دن دعائیں مانگتے رہتے ہیں کہتے ہیں جی کیا کریں بوڑھا بیٹھا ہوا ہے سانپ بن کر دولت پر۔

تو اگر کوئی آدمی نبی کا وارث ہو اور نبی کے لئے کوئی ایسی تمنا کرے کہ ان کو بھی موت آئے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ نے نبیوں کی میراث ہی نہیں رکھی کہ کسی کے دل میں لالچ پیدا ہی کیوں ہو۔

دعا میں عاجزی چاہئے

تو حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا مانگی اللہ تبارک وتعالیٰ سے اور دوسرے مقام پر قرآن کہتا ہے "إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا" کہ اللہ کو کار خفیہ انداز میں اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ دعا کے اندر بھی آدمی آواز میں تجاوز نہ کرے کہ زور زور سے چیخے دعا کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ "اُدعُوْ رَبَّکُمْ تضرعًا وَ خُفْیَۃ" عاجزی کے ساتھ۔

یہ جو ہمارے ہاں نمازوں میں ایک رواج ہو گیا ہے کہ ایک امام آگے پڑھا رہا ہے اور پیچھے چیخ رہے ہیں اور عورتیں بھی زور زور سے یہ ناجائز ہے حرام ہے گناہ ہے عورت کے لئے رفع صوت جائز نہیں اصل دعا وہ ہوتی ہے جو تمہارے دل سے نکلتی ہے کہ تم عاجزی کے ساتھ

تضرع کے ساتھ مانگو تم جانتے ہو کہ اللہ سن رہے ہیں آہستہ بولوں یا زور سے بولوں۔

حضرت زکریاؑ کی دعا کا طریقہ

اس لئے قرآن کہتا ہے "إِذْ نَادٰى رَبَّهُ نِدَاء خَفِيًّا" اور اس کے بعد صاف کہا کہ میرا رب "إِنِّي وَ هَنَ الْعَظْمُ" کہ میری ہڈیاں بھی کمزور ہوگئی ہیں وَ اشْتَعَلَ الرَّأْسُ اب دیکھیں قرآن ہمیں کتنا پہلے بتا رہا ہے کہ ہڈیوں میں بھی کمزوری ہوتی ہے اور کتنا عظیم محاورہ ہے وَ اشْتَعَلَ الرَّأْسُ میرے اللہ میرے سر کے بال تو ایسے ہیں کہ جیسے شعلہ بھڑکتا ہے ایسے سفید ہو گئے ہیں میں بوڑھا ہو گیا ہوں لیکن میں آپ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں تو یہاں قرآن کہتا ہے:

فَنَادَتْهُ الْمَلٰئِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَ حَصُورًا وَ نَبِيًّا مِنَ الصّٰلِحِينَ.

آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور اللہ کے فرشتوں نے آواز دی۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی صفات

اے زکریا علیہ السلام ہم نے آپ کی دعا سن لی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں اللہ تمہیں بیٹا دیں گے اور بیٹا بھی بیٹی ہوگا اور بیٹا بھی ایسا ہوگا "مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ" وہ بھی نبی ہوگا اور سید ہوگا، سردار ہوگا۔ وہ پاک ہوگا اس کو عورت کا خیال تک نہ ہوگا نبی ہوگا اور صالحین میں ہوگا۔

اتنی صفتوں والا ہم آپ کو بیٹا دیں گے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان تمام صفتوں والا بیٹا حضرت زکریا علیہ السلام کو عطا فرمایا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو یہ بیٹا جو ملا ہے تو آپ اندازہ کریں یحیی خُذِ الْكِتٰبَ اللہ نے حضرت مریم علیہ السلام کو بچپن میں آپ کو نبوت بھی عطا

فرمائی تو حضرت زکریا علیہ السلام کا باعظمت دور ہے جب آپ کا دور گزرا ہے تو اختلاف شروع ہوگیا ہے۔

حضرت زکریاؑ کی شہادت

بعض علماء فرماتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام طبعی طور پر وفات پا گئے اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ نہیں ظالموں نے، یہود نے ان کو بھی شہید کیا ہے ان کے پیچھے دوڑے حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک درخت کھڑا تھا اس کے اندر جا کر پناہ لے لی اور درخت مل گیا تا کہ حضرت زکریا علیہ السلام اس میں پناہ لے لیں۔ بعض روایات اسرائیلیہ میں ہے شیطان نے ان کے کپڑے کو تھوڑا سا کھینچا تا کہ یہود کو پتہ چل جائے کہ حضرت زکریا علیہ السلام یہاں چھپے ہوئے ہیں۔

بہر حال بعض روایات یہ ہیں ان ظالموں نے اس درخت پر آرا رکھا اور حضرت زکریا علیہ السلام شہید ہو گئے ان کے جسم مبارک کے دو ٹکڑے ہو گئے لیکن بعض روایات کہتی ہیں کہ یہ بات غلط ہے حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی طبعی موت کے ساتھ وفات پائی ان کے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دور آیا۔



حضرت یحییٰ علیہ السلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا دور اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا دور تقریباً برابر ہے اللہ تبارک و تعالی نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بڑی صفتیں عطا فرمائیں ایک تو کتاب وحکمت کا علم آپ کو بچپن میں دے دیا اور دوسرا اللہ نے لقب دیا آپ سید ہیں، سردار ہیں اور حصور ہیں اور حصور کہتے ہیں وہ آدمی جو اپنے آپ کو روکنے والا ہو جس کو عورت کی خواہش ہی نہ ہو۔

بعض انبیاءؑ کی صفات

اس لئے یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھ لیں اللہ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قسمیں بنائیں کہ بعض انبیاء علیہم السلام تو ایسے آئے جو نبی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے جیسے آپ سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بارے میں پڑھ چکے ہیں اور بعض انبیاء علیہم السلام کی بالکل زاہدانہ زندگی فقر والی زندگی تھی کہ ایک دن کھالیا ہے اور ایک دن نہیں ملا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء علیہم السلام کو زیادہ بیویاں رکھنے کی بھی اجازت دی جیسے بعض روایات میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں اور تین سو باندیاں تھیں اور بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے حرم میں سات سو بیویاں تھیں اور اتنی ہی باندیاں تھیں گو روایات اسرائیلیہ ہیں لیکن کثرت ازواج بھی انبیاء علیہم السلام سے ثابت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گیارہ نکاح فرمائے اور بوقت وفات نو بیویاں آپ کے گھر میں موجود تھیں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی

لیکن اس کے ساتھ اللہ نے ایسے نبی بھی بھیجے ہیں جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام۔انہوں نے زندگی بھر شادی ہی نہیں کی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی شادی نہیں کی اور آسمانوں پر اٹھا لئے گئے۔

حضرت مریمؑ کا واقعہ

اللہ تو اسی دور میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کے اسی زمانے میں ایک اور واقعہ پیش آیا کہ وہ بی بی مریمؑ جس کی منت عمران کی بیوی نے مانی تھی اور جس کی کفالت حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمائی تھی اب وہ بی بی جوان ہوگئیں تو جب بی بی مریم علیہا السلام جوان ہوگئیں تو لازمی بات ہے کہ آپ کبھی کبھی علیحدہ بیٹھتیں اپنی عبادت کے لئے، اپنے ذکر اللہ کے لئے تاکہ میری عبادت ریا میں داخل نہ ہو جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے باقاعدہ قرآن میں ذکر فرمایا ہے سورہ مریم کے نام سے قرآن میں سورت موجود ہے "وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا" کہ آپ ایک جانب شرق میں علیحدگی میں اور پردے میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ دور سے آپ نے دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی آرہا ہے بی بی مریمؑ حیران ہوگئیں کہ یہ کون آدمی ہے کہ میری طرف اور میری منزل کی طرف آرہا ہے اور میں اکیلی عورت ہوں اور میری طرف بڑھتا ہوا آرہا ہے۔

حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی امید

"قَالَتْ إِنِّيٓ أَعُوذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنكَ إِنْ كُنتَ تَقِيًّا" تو بی بی صاحبہ نے فوراً کہا کہ تم کیا کر رہے ہو اگر تم اللہ تبارک وتعالیٰ سے ڈرنے والے ہو تو میں خدا کی پناہ پکڑتی ہوں کہ میرے قریب مت آؤ۔

"قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكَ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا"

تو آنے والے دراصل جبرائیل علیہ السلام تھے لیکن کیونکہ انسان کی شکل میں تھے تو بی بی صاحبہ پہچان نہ سکیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بی بی کیوں گھبرا رہی ہو میں تو اللہ کا بھیجا ہوا ایک قاصد ہوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا بھیجا ہوا ایک فرشتہ ہوں تا کہ آ کر میں آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری دوں۔

"قَالَتْ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَٰمٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا" بی بی مریم نے کہا عجیب بات ہے تم کیسے مجھے ایک بچے کی خوشخبری دینے کے لئے آ گئے ہو حالانکہ میں نے تو شادی بھی نہیں کی مجھے تو کسی بندے نے آج تک ہاتھ تک نہیں لگایا اور نہ ہی نعوذ باللہ میں غلط قسم کی عورت ہوں۔ تو بغیر خاوند کے بغیر نکاح کے بغیر شادی کے کیا مطلب ہے بچے کی خوشخبری دینے کا۔

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ حکم ہے اور اللہ تعالیٰ پر یہ آسان ہے کہ وہ چاہیں تو آدم علیہ السلام کو بھی تو انہوں نے پیدا فرمایا ان کا بھی تو کوئی ماں باپ نہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے تو بالکل آسان ہے جو چاہے وہ تو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيد ہے تو بی بی صاحبہ چپ ہو گئیں کہ یہ تو میرے لئے بہت بڑا مسئلہ ہے لیکن

اب یہ اللہ کا حکم ہے تو اس کو ٹالا بھی نہیں جاسکتا۔ تو روایات میں ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام قریب آئے اور پھونک ماری اور پھونک جو تھی وہ سیدہ مریم علیہا السلام کے منہ سے داخل ہوئی اور اسی کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذریعہ حمل بنا دیا اور بہت تفصیل کا قصہ مبارک ہے۔

حضرت یحییٰؑ کا نام اللہ نے رکھا

اور ساتھ اللہ نے یہ خوشخبری بھی دے دی یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جیسے یحییٰ علیہ السلام کا نام اللہ تبارک وتعالی نے رکھا ہے اس سے پہلے کسی نے نام نہیں رکھا تھا۔ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ نِ اسْمُهُ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَل لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا.

حضرت عیسیٰؑ کا نام اللہ نے رکھا

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی آسمانوں سے رکھا گیا کہ جس کی قرآن پاک نے با قاعدہ وضاحت کی ہے سورہ آل عمران میں ہے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ.

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ خوشخبری دے دو بی بی مریم کو ملائکہ نے آ کر کہا کہ اے بی بی مریم اللہ تبارک وتعالیٰ خوشخبری دیتے ہیں کہ اللہ آپ کو ایک بچہ دیں گے اور اس بچے کا نام عیسیٰ بن مریم ہوگا اور وہ اللہ کے ہاں دنیا میں بھی عزت والا اور آخرت میں بھی عزت والا اور اللہ تعالیٰ کے مقربین میں سے ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کو یہ بھی شان دیں گے "وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا" کہ وہ ابھی اپنے مہد میں اپنے جھولے میں ہوں گے وہ دور رضاعت میں بھی

بات کریں گے اور بات ایسے کریں گے جیسے بزرگی میں کوئی بات کرتا ہے اتنی دانائی والی بات تو ان کا نام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بھی آسمان میں رکھا گیا

اسی طرح یاد رکھ لیں میرے آقا سرکار دو عالم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو اصل نام مبارک ہے وہ بھی آسمانوں میں رکھا گیا احمد۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے با قاعدہ بشارت دی "وَمُبَشِّرًا " بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سماوی نام مبارک احمد ہے اور ولادت کے بعد جو ارضی نام رکھا گیا وہ "محمد" ہے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أَنَا أَحْمَدُ وَ أَنَا مُحمد وَ آنا الحاشر الذی يُحشر الناس على قَدَمي وَ أَنَا العاقب الَّذِي لَيس بعدى نبي أَوْ كما قال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

حضرت مریمؑ کی خواہش

تو یہ ایک بہت بڑی عظمت کی بات ہوتی ہے کہ نام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ خود رکھ دیں۔

اب قرآن مقدس نے واقعہ بیان فرمایا۔ ہم اختصار کے ساتھ اس کو پڑھتے ہیں کہ بی بی مریم صاحبہ حاملہ ہوگئیں اور جب وضع حمل کا وقت آیا تو بی بی صاحبہ بہت گھبرائیں حتیٰ کہ آپ نے یہاں تک بھی کہا کہ "يٰلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا "کہ کاش میں اس وقت سے پہلے مرجاتی اور میرا ذکر بھی نہ ہوتا دنیا میں میرے لئے تو بہت بڑا مسئلہ ہے۔

تو آپ نے یعنی بی بی صاحبہ نے کوئی باغ تھا کھجوروں کا وہاں چلی گئیں کیونکہ گھر میں تو یہ مسئلہ ہو نہیں سکتا ولادت بالکل قریب ہے دردیں شروع ہونے والی ہیں تو جتنا میں کر سکتی

ہوں اپنے آپ کو چھپانے کے لئے جو ایک بچی کر سکتی ہے وہ ایک کھجور کے جھنڈ میں چلی گئیں ایک تنے کے ساتھ بیٹھ گئیں اور وہیں اللہ تبارک وتعالی کے حکم سے ولادت ہوئی اور بی بی بڑی پریشان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے تسلی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا "وَهُزِّيْ إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا. فَكُلِي وَاشْرَبِي وَ قَرِّي عَيْنًا" کہ بی بی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے جس کھجور کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہو اس کو ہلاؤ آپ کے لئے ہم غذا اتاریں گے اور آپ کے نیچے ہم چشمہ جاری کر دیں گے اس سے آپ پانی پی لیں اس لئے بعض علماء نے اس آیت پر بڑا عجیب سا ادیبانہ جملہ لکھا کہ گویا کہ اللہ تبارک وتعالی نے یہ حکم دیا کہ اے بی بی فَكُلِي مِنَ الرَّطب الجني واشربي من الماء النقي و قري عينك بالولد النبي۔

بچہ والی عورت کیلئے کھجور عمدہ غذا ہے

کہ اللہ نے حکم دیا کہ اے بی بی مریم تم اس تازہ کھجور کو خوراک بناؤ اور چشمہ کا صاف پانی پیو اور نبی جیسے لڑکے کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو کیوں فکر کرتی ہو تم۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے عورت کے لئے بوقت ولادت اور ولادت کے فوراً بعد کھجور سے بہتر کوئی خوراک نہیں ہو سکتی اگر اس سے بہتر اور کوئی چیز ہوتی تو اللہ تبارک وتعالیٰ وہ بھی بھیجنے پر قادر تھے۔ بی بی مریم علیہا السلام کے لئے پہلے اگر رزق بھیج سکتے تھے تو اب اور فروٹ بھی بھیجے جا سکتے تھے تو اس لئے انہوں نے لکھا ہے کہ کھجور سے اچھی غذا عورت کے لئے کوئی اور ہو نہیں سکتی۔

اسی لئے آپ حیران ہوں گے یہاں پر جو عرب خواتین ہیں جو صحیح معنوں میں عرب لوگ ہیں تو وہ جب ہمارے گھروں میں آتے ہیں یا ہمارے گھر والے عرب سمجھ کر کھجور رکھیں تو ہمارے لوگ تو دو تین کھجوریں کھانے کے بعد بیٹھ جاتے ہیں تو وہ عرب خواتین حیران ہوتی ہیں کہ تم کیسے لوگ ہو تم کیسی عورت ہو تم کیسے زندہ ہو کیسے تم اپنے حقوق کی اور صحت کا خیال کیوں نہیں رکھتی ہو۔

اللہ تبارک وتعالی نے تمہارے لئے غذا تجویز کی ہے اس سے تم بھاگ رہی ہو تو ہمارے لوگ تو ایک دو کلو روزانہ کھجور کھاتے ہیں کوئی مسئلہ نہیں اور اللہ کی رحمت سے ان میں وہ میٹھا جس سے آپ ڈرتے ہیں اللہ نے جو میٹھا رکھا ہے یہ وہ نہیں ہے اور شہد میں بھی نہیں ہے اللہ تعالی کی شان نرالی ہے۔

اب قوم کو کیا جواب دوں گی

بہر حال اب بی بی صاحبہ نے کہا کہ بچہ ہو گیا لیکن میرے لئے تو مسئلہ ہے قوم کو کیا جواب دوں گی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرائیل ان کو جا کر کہہ دو کہ گھبرانے کی کیا ضرورت ہے اگر بغیر باپ کے بغیر شادی کے تمہیں بچہ دے سکتے ہیں تو تمہاری عزت وعظمت کی حفاظت کیوں نہیں کر سکتے۔ جب کوئی اعتراض کے لئے آئے تو بالکل بات نہ کرو چپ کر جاؤ بس بچے کی طرف اشارہ کر دو ہم جانیں اور بچہ جانے۔

عصمت مریمؑ کا اللہ کی طرف سے انعام

تو آپ کی قوم جو تھی وہ اکٹھی ہو کر آ گئی اور کہے گی "يَاأُخْتَ هَرُوْنَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا" قوم نے کہا ہارون کی بہن یہ کیا۔

اخت ہارون کی تحقیق

اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ بی بی مریم کا بھائی تھا جس کا نام ہارون تھا اس لئے قوم نے کہا ہارون کی بہن یہ کیا بات ہے کہ بچہ اور بغیر شادی کے، اور تمہارا خاندان بڑا پاک ہے تمہارا باپ ایسا نہیں تمہاری ماں ایسی نہیں تم کیسی نکل آئی ہو لیکن یہ بات درست نہیں ہے اگر بی بی مریم کا بھائی ہارون ہوتا تو آپ کی ماں کو منت چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی اس کے بھائی کو بٹھا دیتیں۔

تو بعض لوگوں نے بڑی غلطی کی ہے سمجھنے میں کہ ہارون کو بی بی مریم کا بھائی بنا دیا۔ اسی طرح بعض لوگوں نے اور ایک غلطی کی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہارون سے مراد ہارون علیہ السلام ہیں کیونکہ آپ کا سلسلۂ نسب ان کے ساتھ جڑتا تھا۔ تو اس لئے آپ کو اخت ہارون کہا گیا یہ بھی دور کی بات ہے کہاں ہارون علیہ السلام اور کہاں حضرت بی بی مریم علیہا السلام ان کے درمیان میں زمانہ کا بڑا فاصلہ ہے اصل بات جو محققین نے لکھی ہے وہ یہ ہے کہ اس علاقے میں ہارون نامی شخص بڑے صالح اور اپنی پاکبازی میں اپنی بزرگی میں بڑے معروف تھے اور ہر پاک آدمی کو نسبت کی جاتی تھی کہ بھائی ماشاء اللہ۔ یہ تو پھر اس جماعت کا آدمی ہے آج بھی اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ اس کی داڑھی مبارک لمبی ہو پگڑی باندھی ہوئی ہو اور جناب اس کی پنڈلیوں تک کرتا ہو اور نیچے چادر ہو دور سے دیکھ کر آپ کہیں گے کہ ہے کوئی تبلیغی جماعت کا آدمی تو فوراً نسبت کر دیتے ہیں لباس دیکھ کر۔

اسی طرح بعض جماعتوں کے اپنے اپنے نشان بن گئے ہیں کپڑے سے، پگڑی سے، لباس سے تو اس دور میں بھی حضرت ہارونؑ کی پاکیزگی ضرب المثل تھی۔ اس لئے ان کی

طرف نسبت کی جاتی تھی کہ بھائی تم تو وہ خاندان ہو اور پھر جو حضرت کی کفالت کرنے والی بی بی صاحبہ ہیں وہ بھی حضرت ہارونؑ کے خاندان سے ہیں یعنی حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی تو اس لئے کہا کہ تمہاری ادھر نسبت ہے اور یہ کیا ہو گیا ہے۔

حضرت مریمؑ کا جواب

"فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ" آپ نے اشارہ فرمایا "قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا" انہوں نے کہا عجیب بات کرتی ہو یہ بچہ جھولے میں سویا ہوا ہے یہ کیا بات کرے گا ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں۔

حضرت عیسیٰؑ کا جواب

کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے "قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِيْ نَبِيًّا"۔

انہوں نے فرمایا اعتراض نہ کرو میں اللہ کا بندہ ہوں مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حکم سے پیدا کیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے نبی بھی بنایا ہے اور اللہ نے مجھے کتاب بھی دی ہے اور حکمت بھی دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مبارک بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنی عبادت کے قائم کرنے والا بنایا ہے کون ہو تم اعتراض کرنے والے جب حضرت عیسیٰؑ بولے تو سب چپ ہو گئے وہ تو ایک ایسا معجزہ وجود میں آ گیا جس میں سب کی زبانیں بند ہو کر رہ گئیں کہ جس کی صفائی میں ایک معصوم بچہ بول پڑے اب جناب سب کے سب چپ ہو گئے۔

عیسائیوں کے ذہن بگڑنے کی ابتداء

اور وہیں سے ہی ایک ذہن بننا شروع ہو گیا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا

ہوئے ہیں یہ کوئی عام طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی عام بچہ ہے۔

معلوم ہوتا ہے یہ اللہ ہی کا بیٹا ہے خارق عادت جو ایک چیز نظر آئی بعض لوگ کرامتیں دیکھتے ہیں وہ بھی گمراہ ہو جاتے ہیں حالانکہ یہ نہیں سمجھتے کہ کرامت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ولی کے ہاتھ پر ظاہر کی جاتی ہے اور معجزہ بھی اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور نبی کے ہاتھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ان کی عظمت کو بڑھانے کے لئے ان کی شان کی بلندی کے لئے ورنہ ہر چیز تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔



حضرت عیسیٰ علیہ السلام

تو بہر حال حضرت عیسی علیہ السلام بڑے خوبصورت تھے، بڑا سفید سرخ رنگ تھا اور آپ کے بال مبارک جو تھے وہ کندھوں تک تھے اور قد مبارک درمیانہ تھا یعنی نہ بہت بڑا قد مبارک تھا اور نہ چھوٹا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالی نے بڑا جمال دیا تھا اور سادگی کا کمال یہ تھا کہ جہاں مرضی آتی سو جاتے جہاں مرضی آتی بیٹھ جاتے نہ گھر بنایا، نہ جگہ بنائی اور نہ شادی فرمائی۔

حضرت عیسیٰؑ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے

سیدنا عیسی علیہ السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والے جو ہیں وہ حواریین کہلاتے ہیں حواریین کہتے ہیں اصل میں صاف کپڑے پہننے والے یا کپڑے دھونے والے کو۔

اس لئے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اصل میں حضرت عیسٰی علیہ السلام گزر رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ دریا کے کنارے کپڑے دھو رہے ہیں کافی سارے لوگ تھے ان کو بلایا پوچھا کہ تم کون ہو انہوں نے کہا کہ ہم دھوبی ہیں کپڑے دھوتے ہیں فرمایا کب تک کپڑے دھوتے رہو گے میرے ساتھ آؤ میں تمہیں دل کو دھونے کا طریقہ بتاؤں۔

تو اللہ نے ان کے دل میں ڈال دیا اور وہ مسلمان ہو گئے اور عیسی علیہ السلام کی جماعت بن گئی۔ اب حضرت عیسی علیہ السلام نے سرکار دو جہاں کی پیشین گوئیاں فرمائیں اور اسی

زمانے میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بھی وفات ہوگئی ورنہ حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید فرماتے تھے۔

یہودیوں کی حضرت عیسیٰؑ سے دشمنی

اب جب عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت و شان بڑھنے لگی یہود اپنی دشمنی پر اتر آئے اور یہودیوں نے ایک فیصلہ کرلیا کہ عیسیٰ اسی طرح اگر آزاد رہے تو ان کی شان تو روز بروز بڑھ رہی ہے۔

تو انہوں نے اس زمانے کے بادشاہ کو راضی کیا اور ان سے کہا کہ جی وہ تو آپ کے خلاف جماعت بنا رہے ہیں وہ انقلاب لائیں گے اور آپ کا تختہ الٹ دیں گے لہذا فوراً ان کو گرفتار کر کے پھانسی دی جانی چاہیے بادشاہ نے بھی حکم دے دیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

اور اسی اثنا میں آپ کے حواریین نے آپ سے کئی مطالبے کئے اور اللہ تبارک وتعالی نے آپ کو بڑے عظیم معجزات عطا فرمائے تھے خدا کی شان ہے ہر پیغمبر کو معجزہ اس کے زمانے کے مطابق ملا۔

موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں چونکہ جادوگر تھے تو اللہ نے عصا اور ید بیضا کا معجزہ دیا اور عیسی علیہ السلام کے زمانے میں چونکہ طب وحکمت کا بڑا زور تھا تو اللہ نے ان کو معجزے دیئے کہ ابرص جیسے لوگ کوڑھ کی بیماری والے ان کو ہاتھ لگاتے وہ ٹھیک ہو جاتے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے وہ ٹھیک ہو جاتا مٹی سے پرندہ کی شکل بناتے پھونک مارتے وہ اڑ جاتا تھا۔ایسے معجزات عطا فرمائے۔

اور اچھا پھر خدا کی شان ہے کہ معجزات میں ایک اشارہ بھی تھا کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام ایک

پرندہ مٹی کا بنا کر اڑا سکتے ہیں تو کیا اللہ تبارک وتعالی عیسیٰؑ کو نہیں بنا سکتے اور اس کا اوپر جانا کونسا مشکل ہے۔(اس طرح سے بھی لوگوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور خدا قرار دیا)۔

حضور ﷺ کے زمانہ میں فصاحت و بلاغت کا زور

تو اسی طرح میرے آقا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پیدا کیا گیا تو آپ کے زمانے میں ایک عام بدو جو پڑھا ہوا بھی نہ ہوا ایسے قصیدے شاعرانہ لطیفانہ اور ادیبانہ کلام کہتا تھا کہ دنیا دنگ رہ جاتی تھی حالانکہ پڑھے ہوئے بھی نہیں ہوتے تھے اور ان کو اپنے کلام پر اتنا ناز تھا کہ کلام لکھ کر کعبہ پر لٹکا دیتے تھے کہ ہے کوئی ہمارا مقابل کرنے والا جو جواب لکھے برابر کی کوئی غزل لکھے نظم لکھے قصیدہ لکھے۔

سبعہ معلقہ۔اب بھی کتابیں موجود ہیں جن کو باقاعدہ لٹکایا جاتا تھا تقابل کے لئے عورتیں شاعرہ تھیں مرد شاعر تھے اور اتنے بڑے بڑے ادیب تھے کہ آدمی ان کے ادب و بلاغت کے قصے پڑھ کر حیران ہو جائے۔

اور بعض لوگوں نے تو نبوت کے دعوے کر دیئے متنبّی بن گئے کہ میرے جیسا کلام کوئی نہیں لکھ سکتا۔لہذا میں بھی نبی ہوں تو اللہ تعالی نے آپ کو ایسا معجزہ دیا قرآن کہ تمام ادیبوں کا ادب تمام بلیغوں کی بلاغت، تمام فصیحوں کی فصاحت کو مات دیدی گئی اور کوئی اللہ تعالی کے قرآن کے مقابلہ میں کلام نہ لا سکا۔

یہودی حضرت عیسیٰؑ کے قتل کیلئے جمع ہو گئے

اب حضرت عیسی علیہ السلام ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے یہودیوں نے آپ کی رپورٹ کی بادشاہ کی فوج نے آ کر گھیر لیا۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام اندر ہیں اس کے بعد اللہ تبارک

وتعالی کی حکمت یہ ہوئی کہ دشمنوں نے جب بالکل یہ فیصلہ کرلیا کہ دروازہ بند ہے باہر فوج کھڑی ہے نہیں جاسکتے اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے حکم دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالو تو حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے

اسی کو اللہ تعالی نے قرآن میں ذکر کیا بل رفعه الله اليه اس کو قرآن نے فرمایا" إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَ رَافِعُكَ إِلَيَّ " اور عیسیٰ علیہ السلام اٹھالئے گئے اور جو حملہ کرنے والے تھے ان کے ایک آدمی پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عیسی علیہ السلام کی مشابہت ڈال دی، ان لوگوں نے کہا یہ عیسیٰؑ ہے پکڑو، اسی کو پکڑ کر پھانسی دے دی۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا عقیدہ

اب اس پر یہودیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے سامنے پھانسی دے دی گئی ہے۔

عقیدہ کفارہ کارد

اور عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسی علیہ السلام پھانسی دے دیئے گئے اور وہ پھانسی چڑھ کے ہمارے موروثی گناہ کا کفارہ بن گئے۔ حالانکہ بائبل میں خود اس عقیدہ کا رد موجود ہے تفصیل کیلئے دیکھو اظہار الحق۔

عقیدہ تثلیث کارد

اب ان کے کئی گروہ ہیں ایک نے تو کہا کہ عیسیٰ خود خدا تھا اوپر چلا گیا ایک نے کہا کہ خدا تو نہیں تھا خدا کا بیٹا تھا اور ایک پارٹی نے کہا کہ نہیں نہیں خدا بھی نہیں بیٹا بھی نہیں بلکہ تین

میں ایک ہے۔عقیدہ تثلیث اسے کہتے ہیں کہ روح القدس (جبرائیل علیہ السلام)، خدا اور عیسیٰ علیہ السلام ان تین میں سے ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ بھی خدا ہے لیکن یہ عقیدہ خود عیسائیوں کو بھی سمجھ نہیں آرہا ہے۔

اس کو کہتے ہیں عقیدۂ تثلیث اور اللہ کے قرآن میں سب کی نفی ہے اور اس عقیدہ کے قائل کو کافر فرمایا ہے۔

مرزا قادیانی کا کفریہ نظریہ

مرزا غلام احمد قادیانی جو ہے ملعون اس کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر نہیں اٹھایا گیا بلکہ وہ قتل ہو گئے۔

بلکہ ایک کتاب میں تو اس نے یہ بھی لکھ دیا کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے اچھا اس کی بھی ایک وجہ ہے کہ اس نے پھر خود مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرنا تھا اور اگر مان لے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود ہیں تو مرزا مسیح موعود کیسے بنتا۔

قرآن کے نزدیک حضرت عیسیٰؑ کی وفات نہیں ہوئی

تو بہر حال یہ لمبی بحثیں ہیں اور توفی کے معنی میں بڑے بڑے ابحاث وقت اجازت نہیں دیتا لیکن قرآن نے بہر حال فیصلہ کیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ اور ایک جگہ فرمایا" بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْه" میرا محبوب یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں نہ عیسیٰ کو قتل کیا گیا نہ ان کو پھانسی دی گئی بلکہ اللہ نے ان کو زندہ اور سلامت اٹھالیا طَارَ مَعَ الْمَلٰئِكَة ملائکہ کے ساتھ اوپر تشریف لے گئے۔اور لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

اور احادیث متواتر ہیں کہ ینزل ابن مریم إماما عادلا و حکما مقسطا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر و یرجع السلم و یتخذ السیوف مناجل ویذهب جمة کل ذات جمة. وینزل من السماء رزقها، و تخرج من الارض برکتها، حتی یلعب الصبي بالثعبان ولا. یضره و ترعی الغنم والذئب ولا یضرها، ویرعی الاسد والبقر ولا یضرها. تفرد به أحمد وإسناده جید قوي صالح۔النهایة في الفتن و الملاحم لا بن کثیر جلد ا صفحه ۹۴، ۹۵)

صرف یہ ایک حدیث نہیں بلکہ متواتر طور پر احادیث سے ثابت ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے کتابیں لکھیں جیسے "التصریح بما تواتر في نزول المسیح "علامہ انور شاہ کشمیری اور مفتی محمد شفیع کی تالیف ہے اس میں بہت کی احادیث مبارکہ ہیں۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسی ابن مریم آخر زمانے میں اتریں گے۔

حضور خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ہیں

اور میرے آقا جو ہیں خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں اللہ کی شان دیکھیں آپ ما شاء اللہ پڑھے لکھے لوگ ہیں آپ سمجھتے ہیں اگر آپ نے کوئی دائرہ کھینچا ہو آپ پرکار رکھ کر دائرہ بناتے ہیں تو دائرہ تب بنتا ہے جب دونوں سرے برابر ہوں اگر سرے برابر نہ ہوں دائرہ بھی نہیں بنے گا۔

اب خدا کی شان دیکھیں کہ جب اللہ نے نبوت کی ابتداء کی تو آدمؑ اور حواؑ صرف ایک مرد اور عورت اور یہاں بھی شان دیکھیں جب بنو اسرائیل میں انتہا ہوئی تو بی بی مریم اور عیسیٰ علیہ السلام اب دائرہ مکمل ہوگیا۔دائرہ بن نہیں سکتا جب تک اس کا مرکزی نقطہ نہ ہو، مرکزی نقطہ ہوگا تو

پر کار رکھ کر دائرہ بنائیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ کیوں اتریں گے

اگر کہیں رکھیں گے نہیں تو دائرہ کیسے بنائیں گے تو مرکزی نقطہ محمد رسول اللہ ہیں کہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے سارا جہاں سجا دیا۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ آخر عیسیٰ علیہ السلام کو اوپر آسمانوں پر کیوں بٹھایا گیا تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تصدیق کی ہے تو بنو اسرائیل کا آخری نبی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے۔

دجال کو قتل کریں گے

اور عیسیٰ علیہ السلام ہی باب لد میں (جو آج کل اسرائیل کا ائیر پورٹ ہے) دجال کو قتل کریں گے اور انہی کے زمانے میں یہودیت کا فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے زمین سے ختم ہو جائے گا۔

صلیب توڑ دیں گے

صلیب کی قوتوں کو بھی توڑ ڈالیں گے۔

یاجوج ماجوج تباہ ہوں گے

یاجوج ماجوج اسی زمانے میں نکلیں گے عیسیٰ علیہ السلام دعا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ایسی بیماری مسلط کریں گے کہ وہ مر جائیں گے پھر عیسیٰ علیہ السلام دعا مانگیں گے اللہ بڑے بڑے پرندے بھیجیں گے جو ان کو سمندر میں پھینک دیں گے اور پھر عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں پوری دنیا میں عدل کا دور دورہ ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ کی شادی اور وفات

پھر عیسیٰ علیہ السلام شادی بھی فرمائیں گے اور جب عیسی علیہ السلام کی وفات ہوگی تو یُدْفَنُ فِيْ رَوْضَةِ النبي صلى الله عليه وسلم ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک میں دفن ہوں گے۔

روضہ مبارک میں تدفین

اور آج تک روضۂ مبارک میں وہ جگہ باقی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ھذا موضع قبر عیسی ابن مریم علیہ الصلوۃ والسلام

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عیسیٰؑ قیامت میں اکٹھے اٹھیں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل اسی طرح قیامت والے دن ہم اٹھیں گے کہ میں ہوں گا عیسی ابن مریم ہوں گے ابو بکرؓ اور عمرؓ ہوں گے صلی اللہ علیہ وسلم تسلیماً کثیراً۔

کلمات شکر

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم الحمد للہ، اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت سے اور اپنے فضل و منت سے انبیاء علیہم السلام کے واقعات ایجاز واختصار اور کچھ کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ اور یہ جو منہج توزیع والے ہیں ان کا بھی شکریہ ہے کہ انہوں نے بھی صبر کے ساتھ تحمل کے ساتھ ہمارے دروس کو ریکارڈ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اس کام میں برکت دے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

تمت بالخیر

ڈاکٹر تمیم احمد ایک نظر میں

از قاری محمد عادل وانمباڑی، نائب ناظم، انجمن قاسمیہ، پیری میٹ،
چنئی تمل ناڈو، انڈیا۔ 6518196297

نام: ڈاکٹر مفتی تمیم احمد قاسمی

ولدیت: مولانا حافظ وی۔حبیب الرحمن صاحب باقوی وانمباڑی نوراللہ مرقدہ

سابق امام وخطیب جامع مسجد، تروپتی، آندھرا پردیش

جائے پیدائش. وانمباڑی

تاریخ پیدائش: 28/10/1973

مقیم حال: پیری میٹ چنئی تمل ناڈو

--تعلیمی لیاقت--

میٹرک، بورڈ آف ہائیر سیکنڈری ایجوکیشن آندھرا پردیش

انٹر، بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن آندھرا پردیش

فاضل: جامعہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

ایم۔اے۔مدراس یونی ورسٹی، چنئی ایم۔فل۔مدراس یونی ورسٹی، چنئی

پی۔ایچ۔ڈی، کوتمبو یونی ورسٹی، شیموگہ، کرناٹک

تکمیل افتاء۔المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ دیوبند

--مخصوص اساتذہ کرام--

کارپوریشن گورنمنٹ اردو اسکول تروپتی آندھرا پردیش

بڑے حضرت عبدالستار صاحب، چھوٹے حضرت منشی رحمت پیر صاحب

بڑی استانی صاحبہ، چھوٹی استانی صاحبہ اور دیگر اساتذہ

مدرسہ ناصر الاسلام مسلم پورہ انمباڑی

ہیڈ ماسٹر صاحب، اسماعیل حضرت، اسد حضرت، خالد حضرت، اردو حضرت

عبدالغنی حضرت، عبدالجبار حضرت

نویں جماعت تک کے اساتذہ، اسلامیہ بائز ہائر سکنڈری اسکول، وانمباڑی

انور صاحب، عثمان صاحب، شفیع اللہ صاحب، چھوٹے نثار صاحب، عبد جلیل صاحب

عبدالقادر صاحب، عبدالباسط صاحب، فاروق صاحب، سراج صاحب

، اقبال صاحب، یعقوب اسلم صاحب عمری، اعظم صاحب وغیرہ

جامعہ نورالھدیٰ، نیلور، آندھرا پردیش

حضرت مولانا مفتی عبدالوہاب صاحب، مفتی منصور صاحب، رشید حضرت رح، فرید حضرت

مدرسہ کاشف الھدیٰ حضرت نظام الدین مرکز دہلی

حضرت مولانا سعد صاحب کاندھلویؒ حضرت مولانا شبیر صاحبؒ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب

دارالعلوم وقف اور دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحبؒ، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیریؒ، حضرت مفتی واصفؔ

صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا قاری واصف صاحب،

حضرت مولانا احمد خضر شاہ صاحب مسعودی کشمیری، دار العلوم سے حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحبؒ، حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب، حضرت مولانا عبد الحق صاحب اعظمیؒ، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوریؒ، حضرت مولانا عبد الخالق صاحب مدراسی، حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری، مفتی راشد صاحب اعظمی، حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب بستویؒ

اور دیگر اساتذہ کرام

مدراس یونی ورسٹی چنئی تمل ناڈو

پروفیسر سید سجاد حسین صاحب، پروفیسر قاضی حبیب احمد صاحب، ڈاکٹر امان اللہ صاحب ایم۔ بی

کوئمپو یونی ورسٹی شیموگہ کرناٹک

پروفیسر سید خلیل احمد صاحب، ڈاکٹر سید ثناء اللہ صاحب، ڈاکٹر نصر اللہ خان صاحب

تکمیل افتاء۔ المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ دیوبند

حضرت مفتی ارشد صاحب فاروقی، حضرت مفتی سعید الرحمن صاحب فاروقی

حضرت مفتی ولی اللہ صاحب قاسمی

--عہدے و ذمہ داریاں--

(۱) چیرمین۔ تنظیم فروغ اردو تمل ناڈو انڈیا

(۲) بانی و ناظم۔ انجمن قاسمیہ (رجسٹرڈ) چنئی تمل ناڈو

(۳) اکیڈومبر۔ جمعیۃ علماء ھند نئی دہلی

(۴) صحافی ۔تملناڈو یونین آف جنرلیسٹ

(۵) ممبر۔آل انڈیا میڈیا اسوسیشن میرٹھ۔یو۔پی

(۶) ممبر۔آل انڈیا ملی کونسل چنئی

(۷) ممبر۔جماعت العلماء حلقہ پرشوالکم چنئی

(۸) جنرل سیکرٹری ۔ہومن رئٹس شہر چنئی تمل ناڈو

(۹) رکن شوریٰ ۔جامعہ قاسمیہ دیوبند

(۱۰) ڈائریکٹر۔تمیم امپکس لیدرگوڈس

(۱۱) رکن ۔آل انڈیا رابطہ مساجد دیوبند

(۱۲) جوائنٹ سیکرٹری ۔انجمن ابنائے قدیم،شعبہ اردو،مدراس یونی ورسٹی،چنئی

--ترتیبات وتصنیفات--

(۱) تفسیر مکی جلد اول دروس حرم سورۃ الفاتحہ 461 صفحات پر مشتمل

از۔شیخ حرم حضرت مولانا محمد مکی حجازی حفظہ اللہ شیخ التفسیر والحدیث مسجد الحرام مکہ مکرمہ

(۲) اسلام میں عورت کا مقام جلد اول و دوم

(۳) ازواج النبی ﷺ

(۴) قصص الانبیاء جلد اول

(۵) قصص الانبیاء جلد دوم

(۶) منہاج المسلم جلد اول

(۷) منہاج المسلم جلد دوم

(۸) خطبات خطیب الاسلام جلد اول (معاون مرتب)

از۔ خطیب الاسلام حضرت مولانا محمد سالم قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم و شیخ الحدیث دار العلوم وقف دیوبند

(۹) خطبات خطیب الاسلام جلد دوم

(۱۰) خطبات خطیب الاسلام جلد سوم

(۱۱) خطبات خطیب الاسلام جلد چہارم

(۱۲) شجرہ طیبہ مع شجرہ سلوک و شجرۂ نسب

(۱۳) دعوت و تبلیغ کے پیغمبرانہ اصول

(۱۴) مجموعہ نماز اردو انگریزی

(۱۵) اکسیری عمل قرآنی اردو انگریزی بزبان ٹمل

(۱۶) درود شریف کا مجموعہ

(۱۷) البرکات المکیہ فی الصلوۃ النبویہ

(۱۸) قصیدہ طوبیٰ فی اسماء الحسنیٰ

(۱۹) خطبات مجاہد جلد اول

(۲۰) خطبات مجاہد جلد دوم

(۲۱) خطبات مجاہد بزبان انگریزی زیر ترتیب

(۲۲) منتخب مضامین

(۲۳) رمضان المبارک کے مخصوص مضامین

(۲۴) اکیسویں صدی اور فکر اقبال

(۲۵) فیض احمد فیض: شخصیت اور فن

(۲۶) عصر حاضر میں جنوبی ہند کے ممتاز اردو ناقدین و محققین

(۲۷) بچوں کے سنہرے نام اور مطلب

(۲۸) عصر حاضر میں کلام غالب کی معنویت

(۲۹) اردو صحافت کا بدلتا منظر نامہ

(۳۰) اردو ادب کے سیاق و سباق میں میر تقی میر کی ادبی حیثیت

--مقالات--

(۳۱) تمل ناڈو کے نمائندہ اسلام پسند ادباء برائے مقالہ ایم۔فل

(۳۲) تمل ناڈو کے منتخب شعراء کے کلام کا تنقیدی جائزہ برائے مقالہ پی۔ایچ۔ڈی

(۳۳) ڈاکٹر داؤد محسن کی غزلوں میں اسلامی افکار

(۳۴) اردو قصیدہ نگاری

(۳۵) مولانا آزاد کا اسلوب نگارش

(۳۶) مولانا آزاد کی غبار خاطر اسلوبیاتی تناظر ایک جائزہ

(۳۷) شمس الرحمن فاروقی کی اردو رسم الخط

(۳۸) فکر اقبال اور عصر حاضر کے تقاضے

(۳۹) ڈاکٹر بشیر الحق قریشی کی اردو انشاء پردازی

(۴۰) شاعر مشرق علامہ اقبال کی عالمگیر شہرت

(۴۱) اردو کے پہلے عظیم شاعر میر تقی میر

(۴۲) پروفیسر قاضی حبیب احمد شخصیت اور ادبی خدمات

(۴۳) پروفیسر بی۔شیخ علی کی علمی ادبی خدمات

(۴۴) راجندر سنگھ بیدی بحیثیت افسانہ نگار

(۴۵) اکیسویں صدی اور فکر اقبال

--مضامین--

(۴۶) مولانا سید جلال الدین عمری رحمہ اللہ فکر و دانائی اور ایک علمی ادبی شخصیت

(۴۷) یوم جمہوریہ کا تاریخی پس منظر

(۴۸) انسانی حقوق Human Rights کا تعارف

(۴۹) صحت و تندرستی کے بارے میں چند اسلامی ہدایات

(۵۰) فروغ اردو اور دار العلوم دیوبند

(۵۱) تحریک آزادی کے عظیم مجاہد حضرت شیخ الہند کی حیات و خدمات

(۵۲) ڈاکٹر اے۔پی۔جے۔عبد الکلام مرحوم کی سماجی اور سائنسی خدمات

(۵۳) ایک بے مثال حکمران فخر ہندوستان ٹیپو سلطان

(۵۴) رئیس التبلیغ حضرت مولانا الیاس رحمہ اللہ ایک عالم گیر شخصیت

(۵۵) اردو میں مابعد جدیدیت پر تنقیدی رویے تجزیاتی مطالعہ

(۵۶) سورج گرہن کیا ہے؟

(۵۷) سیرت خاتم النبی ﷺ

(۵۸) قرب قیامت اسکی کچھ نشانیاں

(۵۹) اسلام میں مزدور کے حقوق

(۶۰) ماں دنیا کی عظیم ترین ہستی

(۶۱) دارالعلوم دیوبند صرف ادارہ ہی نہیں بلکہ ایک تحریک

(۶۲) حج کی اہمیت اور مکہ مدینہ کی فضلیت

(۶۳) راجندر سنگھ بیدی کا بے مثال افسانہ لاجونتی ایک تجزیاتی مطالعہ

(۶۴) حضرت حکیم الاسلام ایک عظیم شخصیت

(۶۵) سرسید کی علی گڑھ مسلم یونی ورسٹی ایک تحریک

(۶۶) اردو ادب کے متعلق چند اہم معلومات

(۶۷) نیوائیر سیلی بریشن

(۶۸) اسلام میں مزدور کے حقوق

(۶۹) اسلام میں باپ کا مقام و مرتبہ

(۷۰) موجودہ صورتحال اور یوم آزادی

(۷۱) اسلام میں یوم اساتذہ کی عظمت

(۷۲) مولانا سید شاہد الحسنی سہارنپوری ایک عبقری شخصیت

(۷۳) کرشن چندر کی شخصیت اور افسانہ نگاری

(۷۴) اسلام میں کرسمس ڈے Christmas Day کی حقیقت

یہ تمام مقالات ومضامین ملک کے روزنامہ اردو اخبارات

اور دیگر رسائل وجرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔

نوٹ

الحمدللہ جملہ کتابیں، مقالات ومضامین شعبہ نشر واشاعت انجمن قاسمیہ پیری میٹ چنئی سے

مدارس عربیہ لائبریری کیلئے آپنے کسی بھی نمائندے کو بھیج کر برائے مفت حاصل کرنے کیلئے

اس نمبر پر رابطہ کریں۔9940251340

--اسناد واعزازات--

ملک وبیرون ملک کے مختلف اداروں اور یونی ورسٹی وکالجز اور دیگر تنظیموں کی جانب سے

برائے شرکت، ورکشاپ، سمینار، وبینار کے آٹھ سو سے زائد اسناد واعزازت اور چار خصوصی ایوارڈ آپ

حاصل کر چکے ہیں۔ماشاءاللہ تبارک اللہ الحمدللہ

اللہ تعالی موصوف کو صحت وعافیت کے ساتھ نظر بد سے حفاظت فرمائے اور ان کی خدمات کو شرف

قبولیت سے نوازیں۔

آمین یارب العالمین



ISBN 978935300395